میرے محبوب نبی
دو جہانوں کا سورج
حَضرَتِ محمد (علیہِ السّلام)

- **السّيرُ الكبير** - امام محمد
- **شرحُ السّير الكبير** - امام سرخسی
- **شفاءِ شریف** - قاضی عیاض
- **شمائلِ شریف** - امام ترمذی
- **دلائل النبوّة** - ابو نُعَیم اصفهانی
- **شواهدُ النّبوة** - مولانا عبد الرحمان جامی
- **ترجمه معارج النّبوة** - آلتی پارماق محمد افندی
- **قصص الانبیاء** - احمد جودت پاشا
- **مرآةِ کائنات** - نشانجی زاده محمد افندی
- **میلادِ شریف (وسیلة النّجات)** - سلیمان چلیبی
- **اثباتُ النّبوة** - امام ربانی
- **مکتوباتِ امام ربانی** - امام ربانی
- **مکتوباتِ معصومیة** - محمد معصوم فاروقی

اعتقاد نامه - مولانا خالد بغدادی
- **جالیة الاکدار** - مولانا خالد بغدادی
- **احیاءُ علوم الدین** - امام غزالی
- **الطبقات الکبریٰ** - عبدالوهابِ شعرانی
- **تاریخ الاسلام** - امام ذهبی

استفادہ کردہ کتب

- **القرآن الکریم**
- **تفسیرِ مظہری** ۔ ثناء اللّٰہ پانی پتی
- **تفسیرِ قرطبی** ۔ امام قرطبی
- **تفسیرِ بیضاوی** ۔ قاضی بیضاوی
- **تفسیر الکبیر** ۔ فخر الدین رازی
- **تفسیرِ خازن** ۔ علاؤ الدین بغدادی
- **روح البیان** ۔ اسماعیل حقی بروسوی
- **صحیح بخاری** ۔ امام بخاری
- **صحیح مسلم** ۔ امام مسلم
- **سنن ترمذی** ۔ امام ترمذی
- **موطا** ۔ امام مالك
- **مُسند** ۔ امام احمد بن حنبل
- **المجامعُ الصّغیر** ۔ امام طبرانی
- **المصنّف** ۔ امام عبدالرزاق
- **المصنّف** ۔ امام ابن ابی شیبة
- **السیّرةُ النّبویة** ۔ ابن ہشام
- **سیّرت النّبی** ۔ احمد بن زینی دحلان

نہ دیکھا ہم نے ایسا گل جمالِ حُسن
قد کا اخلاق کا اور رُخ کا حُسن

ساتھ اپنے درمیانے قد کے نبیؐ
چلتے گر طویل قامت کیساتھ بھی
کیسی ہی طویل قد ہمراہ ہو وہ ذات
پیغمبرؐ نظر آتے تھے بلند اُس کے ساتھ

ہر طویل قد سے، آپؐ ذاتِ جو ہر کے ساتھ
ہمیشہ بلند ہی نظر آتے تھے، ایک آدھ ہاتھ
کسی راستے پہ نکلے جب پُر وقار
چلتے تھے آپؐ نہایت تیز رفتار

وصف آپؐ کا سب یہی کہتے تھے
ہر دم آگے کو جھک کر چلتے تھے
جیسے نشیب کوئی اتر رہا ہو کوئی
آگے جھکا ہوا چل رہا ہو کوئی

صاحبِ شان و شرف تھے وہ، جلیل
افتخار کرتی تھی آپؐ پر روحِ خلیل

وہ ذات کہ جو ہے مرادِ خدا
ہر عضو اُس کا کیونکر نہ ہو اعلیٰ

راستے پہ چلتے ہوئے، جس گھڑی
کسی کی رسولؐ پہ آنی نظر جو پڑی
ہوتی ہیبت طاری دل پہ
رسول اللہؐ کی عظمت سے

نبیؐ سے پھر جو ہو کر ہم کلام
پالیتا اپنا مدعا اور مقام
دیتا تھا پھر ایسی لذت اُسے وہ کلام
بننا مقصود ہوتا اُسے رسولؐ کا غلام

خلق کیا ربّ نے، جو ہے خالقِ ازل
حُسن اخلاق میں اُسے بے مثل و بدل
یا رسول اللہؐ! تری مدح کو طاقت نہیں ہماری
در حقیقت، حرمت تری میں ہی تخلیق ہوئی ہماری

اے شاہِ دو جہاں، حاصل ہو تری پناہ
ہر شے تجھ پر فدا! یہ جان بھی تجھ پر فدا!

چاندی جیسے بدن پر تھی ایسی لطافت
ابھر کر نمایاں ہوئی اُس پر مہرِ نبوت
مہرِ نبوت، آپؐ کی پشت پہ تھی یوں عیاں
کچھ دائیں طرف، شانوں کے درمیاں
بتانے والے کرتے ہیں تعریف
ایک بڑا اتِل تھا، یہ مُہرِ شریف
رنگ اس کا تھا سیاہ، کچھ تھا پیلے سے قریب
کبوتر کے انڈے سے بڑی یا اس کے قریب
اطراف میں اسکے گویا تھے خط سے کھنچے ہوئے
بالوں نے جڑ کر جیسے ہوں حلقے سے بنا دیئے
کہتے ہیں کہ اُس عالی نسب نبیؐ کی
ہڈیاں تھیں مضبوط اور چوڑی
ہر ہڈی آپؐ کی تھی مضبوط اور مردانہ
صورت تھی دلکش اور سیرت بھی شاہانہ
سارے کے سارے اعضائے نبیؐ
توازن میں برقرار، اور تھے قوی
کیا خوب تھا ہر عضو ذاتِ پاکؐ کا
جیسے حُسن ہو آیاتِ قرآن پاک کا
سفید یوں تھے اُسکے پاؤں کے تلوے
بمثل اُس سلطان کی ہتھیلیوں کے جلوے
کشادہ و پاک، نازک و مرغوب
بمثل گل تھے یوں لطیف و محبوب
بقول اہلِ نظر، موزوں تھے وہ ہاتھ
صاحبِ کرامت، مبارک تھے وہ ہاتھ
مقصود ہوتا سلام کرنا، کسی سے اگر
پہل کرتے ہمیشہ سجا کر تبسم چہرے پر
کئی دنوں حتیٰ ہفتوں کے بعد بھی
ماہ تک گزرتا، اِس کے بعد بھی
گزرے اِن گلیوں سے خوشبو سے تھا عیاں
انسانوں کے بیچ بیٹھے وہ، رہتے تھے نمایاں

بلّور کی مانند تھی آپؐ کی جلد بے مُو
کیونکر مدح کرسکوں وہ حسین پہلو
دیدِ یار کے لئے، ذاتِ شریف
جسم سراپا بن گیا، اک چشم لطیف
کیا خوب اور مکمل تھی جلدِ نازک آپؐ کی
حکمتِ خالق کی نظیر تھی جلدِ شفاف آپؐ کی
سینہ و شکم چمکدار، بے بال تھے ایسے
چاندی کی تابدار، کوئی لوح ہو جیسے
سینے کے بیچ سے شروع، نیچے کی جانب گئی
گویا تھی اک لکیر بالوں کی پیٹ پر کھینچی گئی
وہ سیاہ خط، اُس مبارک بدن پہ
جچتا ہو جیسے حالہ، روئے بدر پہ
ساری عمر رہی حالت، اعضائے پاک کی
جیسے تھے قوی، جوانی عمری میں آپؐ کی
بڑھتا تھا حُسن مانند غنچہ، سنِ نبویؐ کے ساتھ
تازگی تھی حاصل اِسے عمرِ رواں کے ساتھ
یوں تو سلطانِ کائنات تھے آپؐ
نہ سمجھنا کہ فربہ اندام تھے آپؐ
نہ ضعیف، نہ فربہ اندام تھے آپؐ
معتدلِ اندام، اور قوی تھے آپؐ
اہلِ علم نے لحیم بھی کہا، شحیم کہا کبھی
نہ تھے کم نہ زیادہ، نہ تھی کوئی کمی
معمار نے بنائی عمارت اعتدال کے ساتھ
قائم رہا توازن، عدل و داد کے ساتھ
معتدل رنگت تھا یوں وہ پاک تن
کہ غرقِ نور نظر آتا تھا سارا بدن
درمیانہ قد تھا وہ سدرِ مکان
نظام میں آگیا اُس سے، زمان
دیکھنے والے معجزۂ قامتِ رسول
کرتے تھے مدح حضرت رسولؐ

حصہ تھا جو دو بھنووں کے درمیاں
چاندی کی مانند دمکتا تھا ہر زماں
چہرہ مبارک آپؐ کا کچھ گول سا تھا
جلد شفاف تھی اور بدن چمکتا سا تھا
سیاہ محرابی بھنویں گویا کہ کمان
دلکش وحسین یوں گویا قبلۂ جہان
سامنے سے بلند نظر آتا تھا ناک
پہلو سے ستواں نظر آتا تھا ناک
الغرض نہایت حسین تھے، دلکش ولطیف
ناظر کے لئے ممکن نہیں کرنا تعریف
ہلکے خلا کے ساتھ، دانت جڑے ہوئے
موتی ہوں جیسے لڑی میں جڑے ہوئے
تبسم سے گر دانت کر جاتے تھے ظہور
ہر جا ہر طرف ہر سو پھیل جاتا تھا نور
سرورِ دو عالمؐ تبسم فرماتے تھے کبھی کبھی
جو تھے سب جاندار و بے جان کے نبیؐ
سامنے کے دانت دِکھتے تھے نہایت عفیف
برف کے اولوں کی مانند، نہایت لطیف
فرماتے ہیں ابنِ عباسؓ، کہ حبیب خداؐ
کھل ہنسنے میں آپؐ ہمیشہ فرماتے تھے حیا
یہی حیا بنی تھی آپؐ کی سندِ دین بھی
قہقہہ لگاتے دیکھا نہ کسی نے بھی کبھی
نازک و محجوب تھے ہر دم رسولِ جنابؐ
دیکھنے میں کسی کو ہمیشہ فرماتے تھے حجاب
چہرہ تھا آپؐ کا گویا بدر و ہلال
ذات تھی آئینۂ ربّ ذوالجلال
وجیہہ حُسن تھے اور سرتاپا نور تھے
ٹکتی نظر کہاں، نور سے بھرپور تھے
فاتح تھا قلوب کا وہ پیارا نبیؐ
عاشق تھے اُسکے لاکھوں صحابیؓ

دیکھا کسی نے جو اک بار اُسے رِیاء میں
جانا کہ نہیں اس جیسا کوئی ذوق دنیا میں
بتاتے ہیں کہ رخسار دلکش تھے بے حد
اور کہتے ہیں لیکن نہیں فربہ تھے از حد
بنایا جنابِ خالق نے اُسے پیار کے ساتھ
چہرہ سفید و نورانی، کھلی پیشانی کے ساتھ
گردن کا نور ہر دم اور ہر آن
کرتا ظہور بالوں کے درمیان
گِن کے سترہ بال تھے داڑھی مبارک میں
سفید جو ہوئے تھے آپؐ کی عمر مبارک میں
بال آپؐ کے نہ طویل، نہ گھنگریالے کی طرح
توازن بھی تھا خوب دیگر اعضاء کی طرح
گردنِ پاکِ رسولِ آفاق
نہایت سفید و نہایت شفاف
ادب تھا اصحابؓ میں، کُوٹ کر بھرا ہوا
سینہ و شکم یک سطح تھا آپؐ کا، سب نے کہا
کھل جاتا گر کبھی آپؐ کا مبارک سینہ
فیض و برکت برساتا وہ علم کا خزینہ
عشق سے بھرا دل ہو، اور وہ لائیں تشریف
ہوگا معزز تر پھر اُس سے، کونسا صدرِ شریف
چوڑا سینہ آپؐ کا، ہے ایسے بیاں ہوا
علمِ لاُدنی اُس میں تھا کُوٹ کر بھرا ہوا
سفید و چمکدار تھا یوں وہ صدرِ کبیر
دیکھنے والے سمجھتے اسے، بدرِ منیر
آتشِ عشق ذاتِ ازلی، پھر گھر کر گئی
کہ عاشقوں کے دلوں کو سوختہ کر گئی
جانتے ہیں حقیقت سب پیر و جواں
وسیع کندھوں والے تھے فخرِ جہاں
گوشت سے ابھری تھی کچھ درمیان سے پشت
آپؐ صاحبِ کرم بھی اور تھے صاحبِ دولت

حلیۂ سعادت

صحابہؓ سے رسول اللہؐ نے، نصیحت کے بعد
فخرِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد
حلیہ پاک میرا اگر کوئی شخص ہے دیکھتا
گویا ہے مجھے میری زندگی میں دیکھتا
دیکھ کر پھر اُسے جو حُبّ حاصل ہو جائے
یعنی حُسن میرے کا، وہ عاشق ہو جائے
پھر میرے دیکھنے کی وہ آرزو کرتا رہے
قلب اپنے میں محبت میری وہ بھرتا رہے
بس جان لو، پھر جہنم ہوئی اُس پر حرام
میرا ربّ کرے گا، جنت اُسے اکرام
اُسکا حشر برانہ کرے گی، وہ وہ ذات حق
غفران کی صفت جو ہے اُس ذات سے ملحق
کہا جاتا ہے، حلیہ رسولؐ عشق کے ساتھ
لکھ دیتا ہے گر بھرپور محبت سے کسی کا ہاتھ
کر دیتا ہے حق اُسے، خوف و ڈر سے امین
بلاؤں گرچہ بھر جائے ہے یہ روئے زمیں
اعراضِ دنیا سے رہے گا محفوظ اُسکا تن
دردوں سے مبرا رہے گا پھر اُسکا بدن
سرزد ہو بھی جائے اس انسان سے گناہ
اس کے جسم کو مل جائے گی جہنم سے پناہ
چھو نہ پائے گا اُسے پھر عذابِ آخرت
آخرت میں نجات اور دنیا میں راحت
ذوالجلال حشر کرے گا اُسکا اُن کے ساتھ
رہے جو دنیا میں تھے رسول اللہؐ کے ساتھ
حلیہ نبیؐ اگرچہ نہایت مشکل ہے کرنا بیان
شروع کرتے ہیں ہم لکھنا، حتی الامکان
مانگ کر پناہ خدا کی، شروع ہے حقیرانہ
بے وصف انسان کا ہدیہ ہے یہ عاجزانہ

متفق ہیں اِس بات پر اُمت کے سب عالم
سپید و سرخ رنگت کے مالک تھے، فخرِ عالمؐ
رُخِ مبارک صاف تھا اور سفید تھی رنگت
گلابی پن تھا عیاں، سرخی مائل تھی رنگت
موتی کی مانند ٹھہرا ہوا ماتھے پہ پسینہ
خوب ضیاء پاتا ہے اُس رُخ پہ نگینہ
پسینے سے نم جو ہو جاتا وہ منبعِ سرور
گویا موجزن ہوتا تھا اک بحرِ نور
سُرمئی نظر آتی تھی ہر دم وہ چشمِ مبارک
دِلوں کو موہ لیتا تھا گویا وہ کلامِ مبارک
اور آنکھ کی سفیدی، سفید تر تھی اور خوب
مدح کی خدا نے آیت سے، بنایا محبوب
سیاہ تھی پتلی آنکھ کی، نمایاں اور بڑی
خوبصورت ناک ستوان تھی اور کھڑی
بڑی، دلکش اور لطیف تھی چشم مبارک
انوار برساتا تھا ہر دم چہرہ مبارک
کیا ہی تھی وہ قوتِ بصرِ مصطفوی
دِن کی طرح رات کو بھی قوی
کسی کی جانب دیکھنے کی، کرتے اگر آرزو
جسم پاک سے گھوم کر دیکھتے اُسے روبرو
سر مبارک کی اتباع کرتا تھا مبارک وجود
ممکن ہی نہ تھا کہ ہو سر کہیں اور کہیں وجود
پیکرِ حُسن تھا جسمِ رسولِ اکرمؐ
دریائے رحمت تھی روحِ مجسم
خوبصورت بھی، دلکش بھی تھے رسولؐ
حق تعالیٰ کو عزیز و محبوب تھے رسولؐ
مالکؓ اور ابو ہالہؓ نے کیا ہے بیاں
بھنویں آپؐ کی مانند ہلال تھیں عیاں

کرتے ہوئے اُس کی اشاعت کرے گا)، اُس نے مجھے احیا کر دیا (میری شان کو بڑھا دیا، میرے حکم کا اظہار کر دیا)۔ اور جس نے مجھے احیا کیا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

حضورِ رسالت مآب ﷺ نے حضرت بلالؓ بن حارث سے فرمایا: ''اگر کوئی شخص، اسلام میں سنت حسنہ کا کام کرے گا، وہ اِس کا ثواب حاصل کرے گا اور یہ کام کرنے والے دیگر لوگوں کے ثواب بھی حاصل کرے گا۔ اگر کوئی شخص اسلام میں سنت سیئہ متعارف کرے گا، اُسے اِس کا بھی گناہ ملے گا اور یہ کام کرنے والے دیگر افراد کا گناہ بھی ملے گا (۵۷۳)۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے ایک خوبصورت راستہ کھولا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفاء نے راستے کھولے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرنا اور اُن کے بعد آنے والے خلفاء کا سنت کے مطابق عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حرکت کرنا ہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کے دین کو قوت دینا ہے۔ اسلامیت کو خراب کرنے یا تبدیل کرنے کا کسی کو کوئی حق حاصل نہیں۔ کسی ایسے شخص کی بات پر عمل کرنا جائز نہیں جو سنت کا مخالف ہو۔

رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ کی سنت پر عمل کرنے والے ہدایت پا جاتے ہیں۔ اِن میں سے جس نے مدد و طلب کی، اُنہیں مدد ملی۔ جو سنت شریفہ کی مخالفت کرتا ہے اور اِس کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ گمراہ ہو کر مسلمانوں کے راستے سے ہٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو بد اعمال کروا کر جہنم کی جانب گھسیٹ دیتا ہے۔ اور جہنم کیا ہی بری جگہ جانے کے لئے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

''ایک دن میں کچھ لوگوں کے ساتھ تھا۔ اُنہوں نے اچھی طرح کپڑے اتارے اور پانی میں گھس گئے۔ میں نے، ''جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، حمام میں (اپنے ستر کو ڈھانپے بغیر) داخل نہ ہو'' حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے کپڑے نہ اتارے۔ اُس رات خواب میں ایک ذات کی زیارت ہوئی، اُس نے کہا، ''اے احمد! تجھے مبارک ہو! اللہ تعالیٰ نے تجھے اس لئے بخش دیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔ تمہیں امام قرار دیا ہے۔ انسان تمہارے تابع ہونگے۔'' ''آپ کون ہیں'' میرے سوال پر اُس نے جواب دیا، ''میں جبرائیل ہوں۔''

اگر کوئی شخص کسی بھی کام میں رسول اللہ ﷺ کا تابع نہ ہوا تو وہ مومن نہیں۔ آپؐ کو اپنی جان سے بڑھ کر نہ چاہے تو اُس کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ آپؐ تمام انس و جن کے پیغمبر ہیں۔

ہر عصر میں ہر ملت کے لئے واجب ہے کہ آپؐ کی پیروی کرے۔ ہر مومن کے لئے لازم ہے کہ آپؐ کے دین کی مدد کرے، آپؐ کے اخلاق کو اپنائے، آپؐ کے نام کو بار بار کہے اور جب بھی کہے یا سنے، احترام اور محبت کے ساتھ ﷺ پڑھے، مبارک جمال دیکھنے کے لئے مشتاق رہے، آپؐ کے لائے قرآنِ کریم اور دین سے محبت اور حرمت کرے۔

(۵۷۳) ابن ماجہ، ''مقدمہ''، ۳۶۰؛ دارمی، ''مقدمہ''، ۴۴؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۷، ۳۶۱؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱، ۳۱۵؛ بیہقی، السنن، ۱۱،

لا کر، آپؐ کے لائے پیغام کی تصدیق کرنا، آپؐ کے ساتھ محبت کرنا اور اطاعت کرنا، آپؐ کی نصیحتوں کو قبول کرنا، آپؐ کی حرمت اور تعظیم کرنا فرض ہے۔ اِس خصوص میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول نبی اُمّی پر وہ جو خود بھی ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور اُس کے کلام پر اور پیروی کرو اُس کی، تاکہ تم ہدایت پاؤ (۵۷۱)۔''

''جو، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا، بے شک (وہ جان لے) کہ ہم نے اُن کافروں کے لئے تیار کر رکھی ہے ایک چنگاڑتی آگ۔''

رسول اللہ ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت تک (کافروں سے) لڑوں جب تک کہ وہ یہ شہادت نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر مجھ پر اور اُس پر جو میں لایا ہوں ایمان نہ لے آئیں۔ جب وہ یہ کرلیں گے تو مسلمان ہونے کا حق حاصل کر کے (اپنی سزاؤں کے معاملے میں) مجھ سے مستثنا ہو جائیں گے، اُن کے مال اور اُن کی جانیں نجات پا جائیں گی۔ اُن کے (اندر کے خفیہ خیالات کا) حساب اللہ تعالیٰ دیکھے گا۔''

''جو میری اطاعت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ جو میرے خلاف عصیان کا رہوتا ہے، اللہ کے خلاف عصیان کا رہوتا ہے۔ میرے احکام کی اطاعت کرنے والا میری اطاعت کرنے والا ہے، میرے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا میری خلاف ورزی کرتا ہے۔''

''میری اطاعت کرنے والا اور میرے لائے پر عمل کرنے والے کا حال اور اُس شخص کا حال جو میری خلاف ورزی کرتا ہے اور جو میں لایا ہوں اُس کا انکار کرتا ہے ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنوایا، پھر (لوگوں کی ضیافت کے لئے) اچھے، انواع اقسام کے کھانے تیار کئے، لوگوں کو دعوت دینے کے لئے اُس نے ایک
شخص کو مقرر کیا۔ دعوت دینے والوں میں سے جس نے قبول کیا وہ آیا اور اپنی مرضی سے جو چاہا سو کھایا۔ لیکن دعوت قبول نہ کرنے والا نہ آیا نہ اپنی مرضی کا کچھ کھا سکا۔ گھر (رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دعوت دے کر بلائے گئے انسانوں میں سے دعوت قبول کرنے والوں کے لئے حاضر کی گئی) جنت ہے۔ (اللہ تعالیٰ اور اُس کی نعمتوں سے بھر پور جنت کے لئے) دعوت دینے والے محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی مخالفت کی، اُس نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی۔ محمد ﷺ اپنے ماننے والے مومنین اور انکار کرنے والے کافروں کے مابین فرق کر کے علیحدہ کرنے والے ہیں۔''

''میری سنت اور میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑ لینا۔ اِنہیں پوری قوت کے ساتھ پوری احتیاط کے ساتھ چپکے رہنا۔ (دین میں) بعد میں گھڑی جانے والی (قرآن میں، سنت میں اجماعِ اُمت اور قیاسِ فقہاء میں نہ پائی جانے والی) چیزوں سے بچنا۔ کیونکہ ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے (۵۷۲)۔''

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی حدیث شریف کہ جس میں آپؐ نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے متعلق بیان فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو میری سنت کو احیا کرے گا (اُس کے مطابق عمل

(۵۷۱) سورۃ الاعراف، ۱۵۸ / ۷

(۵۷۲) ابن ماجہ، ''مقدمہ''، ۶؛ دارمی، ''مقدمہ''، ۱۶؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۲۶،۱۷؛ حاکم، المستدرک، ۱،۴،۱۷۴؛ بیہقی، السنن، ۴۲۲،۱۱

ہو اللہ سے تو اتباع کرو میری، محبت کرے گا تم سے اللہ اور معاف کر دے گا تمہارے گناہ۔'' (سورۃ آل عمران: ۳۱)

محمد ﷺ کا تابع ہونا، ''احکام اسلامیہ'' کو اپنا کر خوشی خوشی اُن پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کے امور، اسلام کی نگاہ میں قیمتی اور اہمیت کی حامل چیزوں، اِس کے علماء، صلحاء کو عزیز رکھتے ہوئے اُن کی حرمت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے تگ و دو کرنا مراد ہے۔ آپؐ کے دین پر چلنے سے انکار کرنے والوں، ناپسند کرنے والوں اور اِس کی پرواہ نہ کرنے والوں کو بے وقعت جاننا مراد ہے۔

جو چیزیں اسلام کے مطابق نہ ہوں حق تعالیٰ اُنہیں پسند نہیں فرماتا، نہیں چاہتا۔ ناپسندیدہ واَن چاہی چیز سے بھلا ثواب حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کے برعکس گناہ کا سبب ہوگا۔

دو جہان کی سعادت پاجانا، صرف اور صرف دنیا و آخرت کے سردار حضرت محمد ﷺ کی اتباع سے ہی ممکن ہے۔ آپؐ کا تابع ہونے کے لئے اوّل ایمان لانا اور احکام اسلامیہ کو سیکھنا اور انہیں پورے حق کے ساتھ بجالانا ضروری ہے۔

آخرت میں جہنم سے نجات، صرف اور صرف محمد ﷺ کے تابع لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ دنیا میں حاصل کی گئی ساری اچھائیاں، سارے کشف، سارے احوال اور سارے علوم آخرت میں صرف اس شرط کے ساتھ فائدہ مند ہوں گے اگر انہیں رسول اللہ ﷺ کی راہ میں چل کر حاصل کیا گیا ہوگا۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کی پیروی نہ کرنے والے کی سارے اچھے کام، دنیا میں رہ جائیں گے اور آخرت کی خرابی کا سبب بن جائیں گے۔ یعنی، اچھائی کی شکل میں نظر آنے والے ایک استدراج (دنیاوی اور عارضی کامیابی) سے بڑھ کر اور کچھ نہ ہوگا۔

حضرت رسالت مآب ﷺ کا مکمل اور بلاقصور تابع ہونے کے لئے، آپؐ سے مکمل اور بلاقصور عشق کرنا ضروری ہے۔ مکمل اور پختہ عاشق ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آپؐ کے دشمنوں سے دور رہا جائے۔ اُس کے نہ چاہنے والوں کے ساتھ چاہ نہ رکھی جائے۔ ادھ پختہ محبت نا قابل قبول ہوتی ہے۔ عشاق اپنے محبوب کے دیوانے ہوتے ہیں اور اُس کے حکم سے ذرا بھی چوک نہیں کرتے۔ اس کے مخالفین کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے۔ دو متضاد چیزوں کی محبت ایک دل میں کہاں ٹھہرتی ہیں۔ یعنی جمع الضدین محال ہے۔

اس دنیا کی نعمتیں عارضی اور دھوکہ ہیں۔ آج ہاتھ آتی ہیں اور کل کسی اور کے پاس چلی جاتی ہیں۔ آخرت کی نعمتیں ہمیشہ کے لئے ہیں اور اِن کو پانے کا حق دنیا کی زندگی میں رہتے ہوئے حاصل کیا جاتا ہے۔ یہ چند دنوں کی زندگی ہے، اگر دنیا اور آخرت کی اہم ترین ہستی محمد ﷺ کے تابع رہتے ہوئے گزاری جائے تو ابدی سعادت اور ابدی نجات کی امید کی جاسکتی ہے۔ وگرنہ ہر چیز ہیچ ہے۔ اگر آپؐ کی اتباع نہ کی جائے تو کیا گیا ہر خیر کا کام اور نیکی یہیں رہ جائے گی، آخرت میں کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

آپؐ کی اتباع کا ایک ذرّہ، ساری دنیا کی نعمتوں سے اور آخرت کی سعادتوں سے درجہ بدرجہ بڑھ کر ہے۔ انسان کی عظمت اور شرف اُس کے تابع ہونے میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کے لئے مسلمانوں کا اہل سنت والجماعت کے چار حق مسلکوں میں کسی ایک کی تقلید شرط ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان

محمد ﷺ کی اتباع

محمد ﷺ کا تابع ہونا، یعنی آپؐ کی پیروی کرنا اور آپؐ کے راستے پر چلنا ہے۔ آپؐ کا راستہ وہ ہے جو قرآن کریم نے دکھایا ہے۔ اس راہ کو دینِ اسلام کہا جاتا ہے۔ آپؐ پیروی کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ایمان لایا جائے، اسلامیت کو خوب سیکھا جائے، پھر فرائض کی ادائیگی کے بعد حرام امور سے ہاتھ روکا جائے، اس کے بعد سنت کے کام کئے جائیں اور مکروہات سے اجتناب کیا جائے۔ ان کے بعد مباحات میں بھی آپؐ کی پیروی کرنے کی کوشش کی جائے۔

ایمان لانا، آپؐ کی اتباع کی شروعات کرنا گویا درِ سعادت سے اندر داخل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دنیا کے سارے انسانوں کو دعوتِ سعادت دینے کے لئے بھیجا۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہوا:

''اور نہیں بھیجا اے نبی ہم نے تم کو مگر تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر'' (سورۃ سبا: ۲۸)

مثلاً، آپؐ کی پیروی کرنے والے شخص کا دن کے درمیان کچھ دیر کے لئے سو جانا، ایسی ہزاروں راتوں کے جاگنے اور عبادات سے کہیں زیادہ قیمتی ہے جو آپؐ کی پیروی میں نہ کی گئی ہوں۔ کیونکہ ''قیلولہ'' کرنا، یعنی دوپہر سے پہلے کچھ دیر استراحت کرنا آپؐ کی عادت مبارکہ تھی۔ مثلاً، رسول اللہ ﷺ کے دین کے حکم کی وجہ عید کے روز روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا، بے دینی کی حالت میں سالہا سال رکھے گئے روزوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ آپؐ کے دین کے حکم سے فقیر کو دی گئی زکوۃ، اپنی ذاتی مرضی سے صدقہ کئے گئے پہاڑوں جتنے سونے سے بڑھ کر قیمتی اور با فضیلت ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک روز صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد جماعت کی جانب دیکھا، ایک شخص کو جماعت میں نہ پایا اور اُس کے متعلق استفسار فرمایا۔ اصحابِ کرامؓ نے کہا، ''وہ رات بھر صبح تک عبادت کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے اُسے نیند نے آ لیا ہو۔'' امیر المومنینؓ نے کہا، ''کاش کہ وہ ساری رات سوتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھتا، کیا ہی اچھا ہوتا۔''

اسلامیت کی تعلیمات کے برعکس خود پر اذیت کر کے مجادلہ کرنے والے لوگ اپنا نفس مار لیتے ہیں، لیکن یہ کام اسلامیت کے مطابق نہ کرنے کی وجہ سے بے قیمت اور حقیر ہے۔ اگر ایسے کاموں سے اُجرت حاصل کی جائے تو دنیاوی منفعت کے علاوہ اُن کے ہاتھ کچھ اور نہیں لگتا۔ حالانکہ، ساری دنیا کی قیمت اور اہمیت ہی کیا ہے کہ اِس کے تھوڑے سے حصے کا اعتبار کیا جائے۔ یہ ایسے لوگوں کی طرح ہے جو بہت کام کرنے والے ہیں، یہ لوگ بہت کام کرتے ہیں اور بہت زیادہ تھک جاتے ہیں جبکہ معاوضہ کام کی نسبت ہر کسی سے کہیں کمتر ہو۔ اسلام کی اتباع کرنے والے کی مثال لطیف جواہرا اور بیش قیمت الماس کے ساتھ کام کرنے والے جوہری کی مانند ہے۔ اس کا کام تھوڑا ہے لیکن معاوضہ خوب۔ کبھی کبھار ایک گھنٹہ کی مشقت سے، لاکھوں سال کا منافع حاصل کر لیتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اسلامیت کے مطابق کیا گیا عمل حق تعالیٰ کے ہاں مقبول ٹھہرتا ہے، اس سے راضی ہو جاتا ہے، اسے پسند فرماتا ہے۔

ایسا اُس نے اپنی کتاب میں بارہا ارشاد فرمایا، مثلاً، **''کہہ دو (اے نبیؐ)! اگر تم محبت رکھتے**

اخلاق

اسلام، اچھے اخلاق اپنانے، بری عادات سے نفس پاک کرنے، اچھی عادات کی جانب رغبت کرنے اور ہر جہت سے صاحبِ عفت و حیا بننے کا حکم دیتا ہے۔ ان علوم اور انہیں سیکھنے کے راستے کو تصوف کہا جاتا ہے۔

جیسے طبِ بدنی صحت سے متعلقہ علم سکھاتا ہے، ایسے ہی تصوف، ہمیں قلب و روح کی بری عادات سے نجات کا علم سکھاتا ہے۔ اُن برے کاموں سے دور کر دیتا ہے جو عارضۂ قلب کی علامات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے امورِ حسنہ اور عبادت کی جانب رغبت دلاتا ہے۔

اسلام: پہلے علم کے حصول، پھر حاصل کردہ تعلیمات سے موزوں کام اور عبادات کرنے کا، ان سب میں بنیادی چیز اللہ کی رضا کو مدنظر رکھنے، الغرض علم، عمل اور اخلاص کا حکم دیتا ہے۔ انسان کا معنوی طور پر بلند ہو جانے، دنیا اور آخرت کی سعادت پا جانے کو اگر ایک طیارے کی پرواز سے مماثلت دے دی جائے تو ایمان اور عبادات گویا اس کا جسم اور انجنوں کے مماثل ہونگیں۔ تصوف کی راہ میں بڑھنا گویا اس کی قوت کے لئے پٹرول ہوگا۔ مقصد کے حصول کے لئے طیارہ بنایا جاتا ہے۔ یعنی ایمان لایا جاتا ہے اور عبادات کی جاتیں ہیں۔ حرکت کرنے کے لئے قوت یعنی راہِ تصوف میں بڑھنا لازم ہے۔

تصوف کے دو مقصد ہیں۔ اوّل یہ کہ: ایمان کو وجدان کا جامہ پہنا دینا یعنی قلب میں یوں بٹھا لینا کہ تمام اُن اثرات سے خود کو محفوظ کر لینا جو شبہہ پیدا کریں۔ عقل، دلائل اور اثبات کی مدد سے حاصل کردہ ایمان، مضبوط ایمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ''**وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور اطمینان پاتے ہیں اُن کے دل اللہ کے ذکر سے۔ یاد رکھو اللہ ہی کی یاد سے اطمینان ہوتا ہے دلوں کو۔**'' (سورۃ الرعد: ۲۸) ذکر نام ہے ہر کام میں اور ہر حرکت پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا، ہر کام صرف اُس کی رضا کے مطابق کرنے کا۔

تصوف کا دوسرا مقصد: فقہی علوم سے سیکھی گئی عبادات کو خوشی خوشی اور آسانی سے کر سکنے کے لئے، نفسِ امارۃ کی وجہ سے پیدا شدہ سستی اور اجتناب کو دور کرنا۔ آسانی اور خوشی خوشی عبادات کرنے اور گناہوں کے کاموں سے نفرت کرتے ہوئے دور ہو جانا صرف تصوف کا علم حاصل کرنے اور اس راہ میں منزلیں طے کرنے سے ہی ممکن ہے۔ تصوف کو مضبوطی سے پکڑ لینا اس لئے نہیں کہ عالمِ غائب سے متعلقہ خبریں، انوار، ارواح اور اہم امور کے متعلق خواب دیکھنے کے لئے یا ایسی چیزوں کا علم حاصل کیا جائے جو اور لوگوں کو معلوم نہیں۔ تصوف سے معرفتیں، علوم اور احوال حاصل کرنے کے لئے، پہلے ایمان کو درست کرنا، اسلامیت کے اوامر اور نواہی کو سیکھ کر ان سے موزوں کام اور عبادات کرنا لازمی ہے۔ ویسے بھی یہ تین کام نہ کرنے سے قلب کی صفائی، بری عادات سے نجات، تزکیہ نفس اور تربیتِ قلب ممکن نہیں۔

دعا کرنا، ملائکہ کا استغفار کرنا، اللہ تعالی کا مرحمت کرنا اور رحم کھانا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں صلوۃ سے مراد دینی کتب میں بیان کردہ شکل میں معین حرکات کرتے ہوئے مخصوص کلمات پڑھنا ہے۔ نماز پڑھنے کی ابتدا افتتاحی تکبیر سے ہوتی ہے۔ یعنی مردوں کا اپنے دونوں ہاتھ کانوں کی حد تک اُٹھانا اور پھر ناف کے نیچے باندھتے ہوئے، (اللہ اکبر) کہہ کر نماز شروع کی جاتی ہے۔ آخری بار بیٹھنے پر، سر کو دائیں بائیں کندھے کی جانب پھیر کر، سلام کہتے ہوئے نماز ختم کی جاتی ہے۔

دوئم: مال کی زکوۃ دینا۔ زکوۃ کے لغوی معنی، صفائی اور تعریف کرنا، بہتر اور خوبصورت حال میں آجانا مراد ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں زکوۃ سے مراد یہ ہے کہ، احتیاج سے زیادہ اور نساب کے نام سے موسوم کردہ مقدار مالِ زکوۃ کا مالک ہر شخص، اپنے مال سے معین مقدار علیحدہ کر کے اُن مسلمانوں کو بغیر احسان جتائے ادا کرے جن کی قرآنِ کریم نے وضاحت کر دی ہے۔ زکوۃ آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جا سکتی ہے۔ چاروں مسالک کے مطابق زکوۃ کے مال کی چار اقسام ہیں: یہ سونے اور چاندی کی زکوۃ، تجاری مال کی زکوۃ، نصف سال سے زیادہ چراہ گاہ میں چرنے والے چوپاؤں کی زکوۃ اور زرعی مال کی زکوۃ ہے۔ اس آخری زکوۃ کو عُشر کا نام دیا گیا ہے۔ زمین سے فصل کٹتے ہی عشر ادا کیا جاتا ہے۔ دیگر تین اقسام زکوۃ، مقدارِ نساب پورا ہونے کے ایک سال بعد ادا کی جاتی ہیں۔

سوئم: ماہِ رمضان میں روزانہ روزہ رکھنا ہے۔ روزہ رکھنے کو صوم کہا جاتا ہے۔ صوم کے لغوی معنی، ایک چیز کو دوسری چیز سے بچانا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں، شرائط کے مطابق، ماہِ رمضان میں، اللہ کا حکم بجا لا کر، روزانہ تین چیزوں سے خود کو بچانا مراد ہے۔ یہ تین چیزیں: کھانا، پینا اور جماع ہیں۔ رمضان کا مہینہ، آسمان پر ہلال یعنی نیا چاند دیکھنے پر شروع ہوتا ہے۔ کیلنڈر پر پہلے سے ہی حساب لگا لینے سے شروع نہیں ہوتا۔

چہارم: صاحبِ استطاعت کا اپنی عمر میں ایک دفعہ حج کرنا ہے۔ عافیتِ راہ اور صحتمندی کی حالت میں، اور مکہ مکرمہ کے شہر جا کر لوٹ آنے تک، اپنے پیچھے چھوڑے بیوی بچوں کی دیکھ بھال کے لئے کافی اور معقول مال کے علاوہ زائد پیسوں سے وہاں جا سکنے کی استطاعت رکھنے والے شخص پر اپنی عمر میں ایک دفعہ، کعبۂ معظمہ کا طواف کرنا اور میدانِ عرفات میں قیام کرنا فرض ہے۔

پنجم: اللہ تعالی کے دین کی اشاعت کے لئے جد و جہد کرنا، یعنی جہاد کرنا۔ جہاد کے لئے تیاری کرنا عبادت ہے۔

فقہیات: نکاح، طلاق، نفقہ۔۔۔ جیسے مسائل پر مبنی ابواب پر مشتمل ہے۔

معاملات: خرید و فروخت، کرایہ، کاروبار، سود، وراثت۔۔۔ جیسے مسائل پر مبنی ابواب پر مشتمل ہے۔

تعزیرات: یہ سزاؤں پر مشتمل ہے۔ یہ سزائیں پانچ حصوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ قصاص (قتل کی سزا)، سرقہ (چوری کی سزا)، زنا، قذف (افترا کی سزا) ردت (مرتد کی سزا)۔

اصحابِ کرامؓ کی جانب سے ہم تک منتقل کی گئی اس تبلیغ کو بغیر کسی کمی یا بیشی کے بلا تامل قبول کرنے والوں اور اِس پر ایمان لا کر اُن کے راستے پر چلنے والوں کو فرقۂ اہلِ سنت والجماعت کہا گیا ہے، جبکہ اس سیدھے اور صحیح راستے سے انحراف کرنے والے فرقوں کو بدعتی فرقے (ضلالت، گمراہ فرقے) کہا گیا ہے۔

اصحابِ کرامؓ میں سے ہر ایک مجتہد کا مقام رکھتا تھا۔ اُنہوں نے دین کی تعلیمات بالذات رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیں۔ آپؐ کو بالذات دیکھنے، آپؐ کی صحبت میں بیٹھنے سے اُنہیں معنویات میں کمال، سوچ میں پختگی اور عظمت کا شرف حاصل ہوا۔ اُنہیں نفسِ مطمئنہ حاصل ہوا، سب کو اخلاص، ادب، علم اور عرفان میں وہ مرتبہ و درجہ حاصل ہوا جو غیر صحابی کسی بھی عالم اور ولی اللہ کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ حدیث شریف کے مطابق ان میں سے ہر ایک ہدایت کے ستارے کا درجہ رکھتا ہے (۵۷۰)۔ ان سب کا ایمان اور اعتقاد ایک ہی تھا۔ جن معاملات میں نص (آیت یا حدیث) نہ ملتی اُس پر اجتہاد فرماتے تھے۔ ہر ایک عمل کے اعتبار سے صاحبِ مسلک صحابی تھے۔ اکثر کے اجتہادات سے نکالے گئے حکم ایک دوسرے کے مماثل تھے۔ اُن سب کے اجتہادات قلم بند نہ کئے جانے کی بنا پر ان کے مسلک بھلا دیئے گئے۔ اسی لئے آج اصحابِ کرامؓ میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرنا ممکن نہیں۔

اسلامیت کی تعلیم اصحابِ کرامؓ سے حاصل کرنے والے تابعین اور پھر اُن سے تعلیم حاصل کرنے والے تبع تابعین میں دینی علوم میں دسترس حاصل کرنے والے آئمہ عظام ہوئے۔ یہ لوگ بھی اعمال کے اعتبار سے صاحبِ مسلک تھے اور اِن میں سے ہر کسی کے اجتہادات سے نکالے گئے احکامات کو اُس عالم کا مسلک کہا گیا۔ اِن علماء میں سے بھی اکثر کے مسالک قلمبند نہ ہونے کی بنا پر بھلا دیئے گئے۔ صرف چار آئمہ عظام کے اجتہادات، اُن کے شاگردوں کی جانب سے قلمبند کر کے محفوظ کر لئے گئے اور مسلمانوں میں پھیلائے گئے۔ سرزمین پر موجود جملہ مسلمانوں کو سیدھا راستہ دکھانے اور دینِ اسلام کو تحریف سے اور بگڑنے سے بچانے والے اِن چار اماموں میں سے اوّل امامِ اعظم ابو حنیفہؒ، دوئم امام مالک بن انسؒ، سوئم امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور چہارم امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔

اہلِ سنت کے اعتقاد سے منسلک افراد میں سے جو شخص ان چار آئمہ میں سے امامِ اعظمؒ کی راہ پر چلتا ہے اُسے حنفی، امام مالکؒ کی راہ کو اپنانے والے کو مالکی، امام شافعیؒ کو رہبر ماننے والے کو شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کو مشعلِ راہ ماننے والے کو حنبلی کہا گیا۔ آج اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے عبادت اور کام کرنے کے لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرے۔

عبادات

اوّل: اپنی تمام تر شرائط اور فرائض کے ساتھ روزانہ اپنے وقت پر پنجگانہ نماز ادا کرنا ہے۔ نماز کو اُس کے فرائض، واجبات اور سنتوں کا خیال رکھتے ہوئے، اور اللہ سے دل لو لگائے، وقت قضا ہونے سے پہلے ادا کرنا چاہیئے۔ قرآنِ کریم میں نماز کو صلوٰۃ کہا گیا ہے۔ لغت میں صلوٰۃ سے مراد، انسان کا

(۵۷۰) شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، X، ۳۲۹

اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو ہر شے کو بے سبب پیدا فرما دیتا ۔ بلا آگ ہی جلا دیتا ۔ بغیر کھانے کے سیر کر دیتا ۔ لیکن اُس کا یہ لطف ہوا کہ اپنے بندوں کے ساتھ بھلائی کی اور ہر شے کی تخلیق کو کسی نہ کسی سبب سے جوڑ دیا ۔ اُس نے چاہا کہ خاص چیزوں کی تخلیق کو، خاص اسباب کے ساتھ پیدا کیا جائے ۔ اعمال کو اسباب کے تحت پوشیدہ فرما دیا ۔ اُس نے اپنی قدرت کو اسباب کے تحت چھپا دیا ۔ اگر کوئی یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ کوئی شے پیدا کرے، تو وہ شخص اس شے کے اسباب کے حصول میں جُت جاتا ہے اور اُس شے کو پا لیتا ہے ۔ جیسے دیا جلانے کی خواہش رکھنے والا، ماچس کا استعمال کرتا ہے ۔ زیتون کا تیل نکالنے کی خواہش رکھنے والا، دباؤ کا آلہ استعمال کرتا ہے ۔ سر درد سے نجات چاہنے والا ایسپرین کھاتا ہے ۔ جنت کی بے انتہا نعمتوں کے حصول کی چاہ رکھنے والا، اسلامیت پر عمل کرتا ہے ۔ خود پر پستول داغنے والا مر جاتا ہے ۔ زہر پینے والا مر جاتا ہے ۔ پسینے سے شرابور حالت میں ٹھنڈا پانی پینے والا بیمار ہو جاتا ہے ۔ گناہ کا مرتکب اور ایمان سے ہاتھ دھو دینے والا، جہنم پذیر ہوگا ۔ ہر شخص جس سبب کے لئے محنت کرے گا، اُس شے کو پالے گا جس کے لئے اس سبب کو واسطہ بنایا گیا ہے ۔ اسلامی کتب کو پڑھنے والا، اسلامیت سیکھتا ہے، پسند کرتا ہے اور مسلمان بن جاتا ہے ۔ بے دینوں اور بے مذہبوں کے درمیان رہنے والا، اُن کی باتوں پر کان دھرنے والا، دین کا جاہل بن جائے گا ۔ دین کے جہلا میں سے اکثر بے ایمان ہوتے ہیں ۔ انسان جس سواری پر سفر کرے گا اُسی کی منزل مقصود پر جا پہنچے گا ۔

اگر اللہ تعالیٰ نے کاموں کو سبب کے ساتھ پیدا نہ فرمایا ہوتا کوئی کسی کا محتاج نہ ہوتا ۔ ہر کوئی، ہر شے اللہ سے مانگتا اور اس کے حصول کے لئے کوئی کام نہ کرتا ۔ ایسی حالت میں، انسانوں کے درمیان آمر، مامور، مزدور، صنعت کار، طالب علم، استاد اور کئی ایسے انسانی رشتے نہ ہوتے، دنیا اور آخرت کا نظام بگڑ جاتا ۔ خوبصورت و بدصورت، خیر و شر، مطیع و عاصی کے درمیان کوئی فرق نہ رہتا ۔

اسلامیت کی رو سے مسلمانوں کا ایسے ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ایمان اور آپؐ کی تعلیمات ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صرف ایک ایمان کی تعلیم دی ۔ اصحاب کرامؓ آپؐ کی تعلیمات کے عین مطابق ایمان لائے، ان کے مابین اعتقاد کی رُو سے قطعاً تضاد نہ تھا ۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں نے اسلام اصحاب کرامؓ سے سُن کر اور پوچھ کر سیکھا ۔ آپؐ سب نے ایک ہی ایمان کی تعلیم دی ۔ یہ ایمان کی تعلیمات جو اصحاب کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے لے کر آگے منتقل فرمائیں انہیں اعتقادِ اہلِ سنت کہا جاتا ہے ۔ اصحاب کرامؓ نے ایمان کی ان تعلیمات میں کبھی اپنی ذاتی رائے، فلاسفہ کے اقوال، نفسانی آرزوئیں، سیاسی افکار یا ایسی کوئی اور شے قطعاً شامل نہ کی ۔

جملہ اصحاب کرامؓ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور تقدیس کمال کی حد تک پائی جاتی تھی، اُنہوں نے اپنے ایمانوں کی، رسول اللہ ﷺ سے سُنے اقوال کے عین مطابق حفاظت فرمائی اور اس کے لئے ہر وہ بات جو آپؐ نے اُنہیں بیان فرمائی اُس پر بلا تردّد قبول کرتے ہوئے ایمان لائے، متشابہ آیات کی تاویلات میں غرق ہونے سے خود کو محفوظ رکھا ۔ اسلامیت میں ایمان کی بنیادی تعلیمات پر سوال کرنے والے لوگوں کو صاف، شفاف اور اصل پر مبنی تبلیغ کی اور تعلیم دی ۔

استعمال کیا جاتا ہے۔

سب حیوانات، نباتات، بے جان، ٹھوس، مایہ، گیس، ستارے، مالیکیول، جوہر، الیکٹرون، برقی مقناطیسی موج، الغرض ہر شے کی حرکت، طبعی عمل، کیمیائی ردعمل، مرکزی ردعمل، توانائی کا بہاؤ، جانداروں میں حیاتی فعلیات، ہر شے کا ہونا نہ ہونا، بندوں کے اچھے یا برے اعمال، دنیا اور آخرت میں ان کی جزا کا پانا اور ہر شے ازل میں ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ ان سب کو وہ ازل ہی میں جانتا تھا۔ ازل سے ابد تک پیدا کی جانے والی اشیا کو، اُن کی خصوصیات کو، حرکات کو اور واقعات کو ازل میں اپنے علم کے مطابق ہی پیدا فرماتا ہے۔ انسانوں کے اچھے یا برے سب اعمال کو، اُن کے مسلمان ہونے کو، اُن کے کفر کو، رضامندی یا غیر رضامندی سے ہونے والے سب کاموں کو اللہ تعالیٰ ہی تخلیق فرماتا ہے۔ تخلیق کرنے والا اور پیدا کرنے والا صرف وہی ذات ہے۔ اسباب کی وجہ سے پیدا ہوئی ہر شے کا خالق وہی ہے۔ وہ ہر شے کو ایک سبب کے نتیجہ میں پیدا کرتا ہے۔

مثلاً، آگ جلاتی ہے۔ حالانکہ جلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ آگ کا جلانے سے کوئی سروکار نہیں۔ لیکن اُس کی عادت ہے کہ، کسی چیز کو آگ چھوئے بغیر، وہ جلانے کو پیدا نہیں فرماتا۔ آگ، سلگانے کی حد تک گرمی پہنچانے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کرتی۔ نامیاتی اجسام کی ساخت میں پائی جانے والی کاربن، ہائیڈروجن کے ساتھ آکسیجن کو ملانے والی، الیکٹرون کا بہاؤ پیدا کرنے والی آگ نہیں ہے۔ صحیح طرح سے نہ دیکھنے والے یہی سمجھیں گے کہ یہ سب آگ نے کیا ہے۔ جلانے والی، جلنے کا ردعمل دکھانے والی آگ نہیں ہے۔ آکسیجن بھی نہیں ہے۔ گرمی بھی نہیں ہے۔ الیکٹرون کا بہاؤ بھی نہیں ہے۔ جلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان سب کو اُس نے، جلنے کے اسباب کے طور پر پیدا کر دیا ہے۔ کوئی بےعلم شخص، یہی خیال کرے گا کہ آگ جلاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والا، ''آگ جلاتی ہے'' جیسے جملے کو پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ کہے گا کہ ''ہوا جلاتی ہے''۔ اوسط درجے کی تعلیم حاصل کرنے والا، اس بات کو قبول نہ کرے گا اور کہے گا کہ ہوا میں پائی گئی آکسیجن جلاتی ہے۔ کالج کی تعلیم حاصل کرنے والا کہے گا کہ جلانا آکسیجن کے لئے مخصوص نہیں بلکہ ''ہر وہ عنصر جو الیکٹرون کھینچے وہ جلانے والا ہوتا ہے''۔ جبکہ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے والا مادے کے ساتھ ساتھ توانائی کو بھی شامل کر لے گا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ علم کے ارتقا کے ساتھ ساتھ کام کا اندرونی چہرہ سامنے آنے لگتا ہے، اور ہمیں سمجھ آتی ہے کہ جن کو ہم سبب مانتے ہیں اُن کے پیچھے دراصل کئی ایک اسباب پائے جاتے ہیں۔ علم کے، فن کے، سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز، حقائق کو مکمل دیکھنے والے پیغمبر اور اُن عظیم شخصیات کے نقش قدم پر چل کر علم کے سمندر سے قطرے پانے والے علمائے اسلامؒ نے آج اُن چیزوں کو، جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جلانے والی ہیں یا بنانے والی ہیں، عاجز اور زوال پذیر واسطہ اور مخلوق قرار دیا ہے اور بیان کرتے ہیں کہ حقیقی بنانے والا، پیدا کرنے والا دراصل سبب نہیں، اللہ تعالیٰ ہے۔] جلانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ بلا آگ بھی جلا سکتا ہے۔ لیکن آگ سے جلانا اُس کی عادت ہے۔ اگر وہ جلانا نہ چاہے تو آگ کے اندر بھی نہیں جلاتا۔ جیسے اُس نے حضرت ابراہیمؑ کو نہ جلایا تھا۔ اُن سے محبت کی وجہ سے اُس نے اپنی عادت کو بدل دیا۔

جانب ،جہنم کے قریب ہوگا ۔ اس کے بارے میں یوں وضاحت فرمائی گئی ہے کہ دنیا میں کیئے گئے سب اعمال ، باتیں ، سوچیں ،نظریں ، وہاں پرمخصوص شکلوں میں پائی جائیں گی ، اچھائیاں چمکدار ہونگیں جبکہ برائیاں تاریک اور بدصورت دکھائی دیں گی ، ان سب کوترازو میں تولا جائے گا ۔ یہ دنیاوی ترازو سے مماثلت نہیں رکھتا ۔ اس کا بھاری پلڑا اُوپر اُٹھ جائے گا اور ہلکا پلڑا جھک جائے گا ۔ کچھ علما رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ کے مطابق ، ترازو کی مختلف اقسام ہوں گی ۔

پُل صراط ہے ۔ یہ پل صراط ، اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہنم کے اوپر بنایا جائے گا ۔ ہر کسی کوحکم دیا جائے گا کہ اس پل پر سے گزریں ۔ اُس دن سب پیغمبرؑ ''یا ربِّ ! ہمیں سلامتی دے !'' کہہ کر درخواست کریں گے ۔جنتی لوگ اس پل کو آسانی سے پار کرنے کے بعد جنت میں داخل ہو جائیں گے ۔ ان میں سے بعض بجلی کی کوندکی مثل ،بعض تند ہوا کی مانند ،بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزر جائے گا ۔ پل صراط ایک بال سے باریک اورتلوار سے زیادہ تیز ہوگا ۔ دنیا میں اسلامیت کے مطابق زندگی گزارنا بھی ایسے ہی ہے ۔ زندگی کو اسلامیت کے عین مطابق گزارنے کی کوشش کرنا ، پل صراط سے گزرنے کے مترادف ہے ۔ یہاں اپنےنفس سے مجادلہ کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنے والے ،صراط کو آسانی اورراحت سے پارکر جائیں گے ۔ جو لوگ اسلامیت کے مطابق زندگی نہیں گزاریں گے اوراپنےنفس کے بہکاوے میں آجائیں گے ،صراط کو بڑی مشکل سے پارکریں گے ۔ اسی لئے ، اللہ تعالیٰ نے اسلامیت کے بتائے راستے کو (**صراطِ مستقیم**) کا نام دیا ہے ۔ اس نام کی مماثلت سے ظاہر ہے کہ اسلامیت کے راستے پر چلنا ، پُل صراط سے گزرنے کی مثل ہی ہے ۔ جہنمی لوگ ، پل صراط سے گزر نہ پائیں گے اورجہنم میں گر جائیں گے ۔

وہاں ہمارے پیارے پیغمبر محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئےمختص شدہ حوضِ کوثر ہے ۔ اس کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت جیسی ہے ۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ، مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے ۔ اُس کے اطراف میں پڑے قدحوں کی تعداد ، ستاروں سے زیادہ ہے ۔ اسے پینے والا ، پھرکبھی پیاس محسوس نہ کرے گا چاہے پھر وہ جہنم میں ہی کیوں نہ چلا جائے ۔

شفاعت حق ہے ۔ توبہ کئے بغیر مر جانے والے مسلمانوں کے صغیرہ اورکبیرہ گناہوں کی معافی کیلئے ، سارے پیغمبرؑ ، اولیاؒ ،صلحاؒ ، ملائکہ اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائے ، شفاعت کریں گے اورقبول کرلی جائے گی ۔

جنت اورجہنم کا وجود اب بھی ہے ۔ جنت ، سات آسمانوں سے اوپر ہے ۔جہنم ، ہر شے کے نیچے ہے ۔آٹھ جنتیں اورسات جہنمیں پائی جاتی ہیں ۔ جنت ، زمین ،سورج اورآسمانوں سے زیادہ بڑی ہے ۔جہنم بھی سورج سے بڑی ہے ۔

ایمان کی چھ بنیادی شرطوں میں سے پانچویں شرط : اچھی اور بری تقدیر کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے پرایمان لانا ۔ انسانوں پرآنے والا خیر یا شر ، فائدہ یا نقصان ، منافع یا خسارہ سب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی وجہ سے ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کےمتعلق ازل میں چاہنےکو قدر کہا گیا ہے ۔ قدر ، یعنی کسی چیز کی موجودگی چاہی گئی اوراس کا وقوع پذیر ہوجانا (قضا) کہلاتا ہے ۔قضا اورقدر کے کلمات کوایک دوسرے کی جگہ بھی

کہ پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔ جہنم سے ایک کھڑکی قبر میں کھول دی جائے گی۔ صبح و شام جہنم میں اپنے مقامات کو دیکھیں گے اور اپنی قبروں میں روزِ محشر تک تکلیفیں اور عذاب جھیلیں گے۔

مرنے کے بعد پھر سے جی اُٹھنے پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ہڈیاں اور گوشت گل سڑ کر خاک میں مل جاتی ہیں، گیس میں تبدیل ہو جانے کے بعد بدن دوبارہ تخلیق کئے جائیں گے، روحیں اپنے بدنوں میں داخل ہونگیں، ہر کوئی زندہ ہو کر اپنی قبر سے اُٹھے گا۔ اسی لئے، اس وقت کو (روزِ قیامت) کہا جاتا ہے۔ سب جاندار، (محشر) میں اکٹھے ہونگے۔ ہر انسان کا نامہ اعمال اُڑ کر اپنے مالک کے پاس آئے گا۔ اسے زمینوں، آسمانوں، ذرّوں، ستاروں کا خالق اور لامتناہی قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ کرے گا۔ ان سب کے وقوع پذیر ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ نے خبر دی ہے۔ آپؐ کی کہی بات بلا شبہ کہ پوری ہوگی۔ بلا شبہ یہ سب ہو کر رہے گا۔

صلحٰا اور اچھے لوگوں کے نامہ اعمال دائیں طرف سے دیئے جائیں گے۔ فاسقوں اور برے لوگوں کو اُن کے نامہ اعمال پیچھے کی جانب سے یا بائیں جانب سے دیئے جائیں گے۔ ہر کوئی اپنے، اچھے یا بُرے، چھوٹے یا بڑے، پوشیدہ یا کھلے بندوں کئے گئے ہر عمل کو اس نامہ اعمال میں تحریر شدہ پائے گا۔ حتیٰ وہ اعمال جن کا (کراما کاتبین) تک کو خبر نہ ہوئی، اعضأ کی گواہی سے اور اللہ تعالیٰ کے کہنے سے اُس کے سامنے آجائیں گے، ہر شے سے سوال کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا۔ روزِ محشر ہر وہ پوشیدہ چیز سامنے لائی جائے گی جسے اللہ تعالیٰ آشکار کرنا چاہے گا۔ ملائکہ سے پوچھا جائے گا، ''زمینوں اور آسمانوں میں تم نے کیا کیا؟'' پیغمبروں صَلَوٰةُ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَ تَسْلِيْمَاتُهٗ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْن سے سوال کیا جائے گا، ''تم نے اللہ تعالیٰ کے احکام کے متعلق اُس کے بندوں کو کیسے بتایا؟'' سب بندوں سے سوال کیا جائے گا، ''تم نے پیغمبروں کی کیسے اطاعت کی؟ تمہیں بتائے گئے وظیفے کو تم نے کیسے پورا کیا؟ اور تم نے آپس کے حقوق کا کیسے خیال رکھا؟'' محشر میں وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں گے اور جن کے اعمال اور اخلاق اچھے ہونگے، اچھے مکافات اور احسانات سے نوازے جائیں گے۔ برے اخلاق اور بداعمال کے مالک لوگوں کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور احسان سے جس مومن کو چاہے گا، اُس کے چھوٹے بڑے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ شرک اور کفر کے سوا، ہر گناہ کو اگر وہ چاہے معاف فرمادے، اگر چاہے تو اپنی عدالت سے چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر بھی سزا دے دے۔ اُس کے ارشاد کے مطابق وہ شرک اور کفر کی حالت میں مرنے والے کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ اہل کتاب کافر اور بے کتاب کافر، یعنی وہ لوگ جو محمد ﷺ کو سب انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے جانے پر ایمان نہیں رکھتے، آپؐ کے بیان کردہ احکام سے، یعنی اوامر اور نواہی میں سے کسی ایک کو بھی پسند نہیں کرتے، بلا شبہ کہ اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ تا ابد عذاب جھیلیں گے۔

روزِ قیامت، اعمال کے وزن، کاموں کی پیائش کے لئے، ہماری سوچ کے احاطہ سے باہر میزان یعنی پیائش کا آلہ، ایک ترازو ہوگا۔ ایسا کہ زمین و آسمان اُس کے ایک پلڑے میں سمٹ جائے۔ ثواب کا پلڑا چمکدار اور عرش کی دائیں جانب، جنت کے قریب ہوگا۔ گناہ کا پلڑا تاریک اور عرش کی بائیں

بنی آدمؑ میں سب سے افضل، سب سے زیادہ صاحبِ شرف، سب سے عالی اور مخلوقات کی تخلیق کا سبب محمد ﷺ حبیب اللہ ہیں۔ آپؐ کے حبیب اللہ ہونے اور آپؐ کی افضلیت اور فوقیت کے اثبات میں کئی ایک چیزیں دکھائی جا سکتی ہیں۔ اس لئے، آپؐ کے لئے مغلوبیت، شکست جیسے الفاظ استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ قیامت میں سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے اُٹھیں گے۔ مقامِ محشر سب سے پہلے پہنچیں گے۔ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونگے۔ آپؐ کے معجزات گننے سے ختم نہیں ہوتے اور گننے کے لئے قوتِ انسانی ساتھ نہیں دے سکتی۔

روزِ قیامت، سب پیغمبر عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتْ آپؐ کے علم تلے اکٹھے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبرؑ کو حکم دیا کہ اگر تم محمد ﷺ کی پیغمبری کا زمانہ پاؤ، کہ اُس کو میں نے ساری مخلوقات میں سے چن کر اپنا حبیب قرار دیا ہے، تو اُس پر ایمان لانا اور اُس کی معاونت کرنا! سب پیغمبروںؑ نے بھی اپنی اپنی امتوں کو ایسے ہی وصیت فرمائی اور حکم دیا تھا۔ محمد ﷺ ''خاتم الانبیا'' ہیں۔ یعنی آپؐ کے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔

ایمان کی چھ بنیادی شرطوں میں سے پانچویں شرط؛ آخرت کے دن پر ایمان لانا ہے۔ اس وقت کا آغاز، انسان کی موت کا دن ہے۔ قیامت کے قیام تک ہے۔ قیامت کب آئے گی، اس کے متعلق کوئی خبر نہیں دی گئی، اُس کے وقت کے متعلق بھی کوئی نہ جان سکا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کی کئی ایک علامات اور قربِ زمان کے متعلق خبر دی ہے: حضرتِ مہدیؒ کا ظہور، حضرت عیسیٰ کا آسمان سے دمشق میں اترنا، دجال کا نکلنا۔ یاجوج ماجوج نامی مخلوقات کا ہر جگہ پھیل جانا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، بڑے بڑے زلزلوں کا وقوع پذیر ہونا۔ دینی علوم کا بھلا دیا جانا، فسق و فجور کا عام ہو جانا، بے دین، بداخلاق، بے حیا لوگوں کا حکم چلے گا، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر پابندی ہوگی۔ ہر جگہ حرام کا دور دورہ ہوگا، یمن سے ایک آگ اُٹھے گی۔ آسمان اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ چاند اور سورج بجھ جائیں گے۔ سمندر ایک دوسرے میں مل جائیں گے اور اُبل کر خشک ہو جائیں گے (۵۶۸)۔

گناہ کے مرتکب مسلمانوں کو فاسق کہا جاتا ہے۔ فاسقوں اور کافروں کے لئے قبر کا عذاب ہے۔ اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ احادیث شریفہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ، مردے کو قبر میں اتار دیئے جانے کے بعد اُسے ایک نامعلوم حیات میں اٹھایا جائے گا، وہاں پر وہ آرام یا عذاب دیکھے گا۔ منکر اور نکیر نام کے دو فرشتے اجنبی اور نہایت خوفناک انسانی شکل میں قبر میں آ کر سوالات کریں گے (۵۶۹)۔ بعض علمأ کے نزدیک قبر کا سوال، عقائد میں سے بعض کے متعلق کیا جائے گا جبکہ بعض علمأ کا خیال ہے کہ یہ سوال جملہ عقائد سے متعلق ہوگا۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ اپنے بچوں کو؛ ''تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تم کس کی اُمت سے ہو؟ تمہاری کتاب کونسی ہے؟ تمہارا قبلہ کہاں ہے؟ اعتقاد میں اور اعمال میں تمہارا مسلک کیا ہے؟'' جیسے سوالات کے جوابات سکھانے چاہیئے! ''تذکرۂ قرطبی'' میں بیان کیا گیا ہے کہ، غیر اہل سنت کے لئے صحیح جوابات دینا ممکن نہ ہوگا۔ صحیح جواب دینے والوں کی قبریں کشادہ کر دی جائیں گی، یہاں اُن کے لئے جنت سے ایک کھڑکی کھول دی جائے گی۔ صبح و شام وہ، جنت میں اپنے مقامات دیکھیں گے، ملائکہ اُن کے لئے دعا کریں گے اور اُنہیں مژدے سنائیں گے۔ اگر صحیح جواب نہ دیں گے تو اُنہیں لوہے کے گرز کی ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ اُن کی چیخیں جنّ و انس کے علاوہ ہر مخلوق سنے گی۔ قبر اس قدر تنگ کر دی جائے گی

(۵۶۸) بخاری، ''علم''، ۲۱؛ ابن ماجہ، ''فتن''، ۲۵؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۰۸،III
(۵۶۹) ابن ماجہ، ''فتن''، ۲۵.

احسان اور اُس کی طرف سے چِن لئے جانے سے ملتی ہے۔ انسانوں کے دنیاوی اور اُخروی کاموں کے صحیح اور مفید ہونے کے لئے اور نقصان دہ کاموں سے بچا کر، سلامتی، ہدایت اور راحت تک پہنچانے کے لئے، پیغمبروںؑ کے ذریعے دین بھیجے گئے۔ کثیر تعداد دشمن، مذاق اُڑائے جانے اور غمگین ہونے کی پرواہ کئے بغیر، اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیئے گئے احکامات کو بجا لانے اور اُس کے اوامر کو انسانوں تک تبلیغ کرنے میں، انہیں بیان کرنے میں قطعاً خوفزدہ نہ ہوتے اور پلک تک نہ جھپکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دکھانے کے لئے کہ اُس کے پیغمبرؑ صاحبِ صداقت اور حق بات کی تلقین کرنے والے ہیں، اُن کو معجزات سے قوت بخشی۔ کوئی بھی ان معجزات کا مقابلہ نہ کر سکا۔ پیغمبرؑ کا یقین کر کے اُس پر ایمان لانے والوں کو اُس پیغمبرؑ کی (امت) کہا جاتا ہے۔ روزِ قیامت، اُن کو اپنی امت کے گناہگاروں کی شفاعت کی اجازت دی جائے گی اور اُن کی شفاعتیں قبول کر لی جائیں گی۔ اُن کی اُمت کے علماً، صلحاً اور اولیاً کو بھی اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت مرحمت فرمائے گا اور اُن کی شفاعات کو قبول فرمائے گا۔ پیغمبران عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اپنی قبروں میں ہماری عقل سے ماوراٗ حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ مٹی اُن کے مبارک وجود کو بوسیدہ نہیں کرتی۔ اسی لئے حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ (**پیغمبر، اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں**)۔

پیغمبروں عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کی آنکھیں سوتے ہوئے، قلب کی آنکھیں بیدار رہتی ہیں۔ پیغمبری کا وظیفہ پورا کرنے، پیغمبری کی عظمت کا بھار اُٹھانے میں، سب پیغمبرؑ مساوی ہیں۔ مندرجہ بالا ساتِ اوصاف سب میں پائے جاتے ہیں۔ پیغمبروںؑ کو پیغمبری سے عزل نہیں کیا جاتا، وظیفہ سے دور نہیں کیا جاتا۔ اولیاً سے ولایت لی جا سکتی ہے۔ پیغمبران عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ انسان ہوتے ہیں۔ جنوں میں سے یا ملائکہ میں سے پیغمبر نہیں ہوتا۔ جن اور ملک پیغمبری کے درجہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔ پیغمبروں کی ایک دوسرے پر فوقیت اور شرفیت وارد ہے۔ مثلاً، کسی کی امت کا تعداد میں بڑا ہونا، مبعوث کی گئی مملکت کا وسیع ہونا، اُن کے علم اور معرفتوں کا کئی جگہ پھیل جانا، دیئے گئے معجزات کی تعداد اور اِن میں تواتر پایا جانا وغیرہ اور ان کے علاوہ اُن کی ذات کی قدر و قیمت اور اُن پر کئے گئے اللہ کے احسانات کی وجہ سے بھی اُن کے مابین فرق پایا جاتا ہے۔ ان سب کے اعتبار سے نبی آخرالزمان (**محمد**) ﷺ سب پیغمبروں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اولولعزم پیغمبرؑ اُن پر فوقیت رکھتے ہیں جو ایسے نہیں ہیں۔ رسولؑ اُن انبیاؑ پر فوقیت رکھتے ہیں جو رسول نہیں ہیں۔

پیغمبروںؑ کی قطعی تعداد معلوم نہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زیادہ ہونے کے بارے میں روایت مشہور ہے۔ ان میں سے تین سو تیرہ یا تین سو پندرہ عدد رسولؑ ہیں۔ ان میں بھی چھ وہ ہیں جن کے درجات زیادہ بلند ہیں۔ انہیں (**اُولولعزم**) پیغمبرؑ کہا جاتا ہے۔ یہ اولولعزم پیغمبران، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ہیں۔

ابراہیمؑ، خلیل اللہ ہیں۔ کیونکہ آپؑ کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی مخلوق کی محبت نہ پائی جاتی تھی۔ موسیٰؑ کلیم اللہ ہیں۔ کیونکہ آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا تھا۔ عیسیٰؑ کلمۃ اللہ ہیں۔ کیونکہ آپؑ کا کوئی والد نہیں تھا۔ صرف الٰہی کلمہ (کُنْ) سے اپنی والدہ سے دنیا میں تشریف لائے۔ اس کے علاوہ، اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بھرپور کلمات کو وعظ دے دے کر انسانوں کے کانوں تک پہنچایا۔

فرشتوں سے افضل اور صاحبِ عظمت ہیں ۔ عام ملائکہ ،مسلمانوں کے عوام یعنی عاصی اور فاسق لوگوں سے افضل ہیں ۔

ایمان کی چھ بنیادی شرطوں میں سے تیسری شرط : اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کتابیں ،فرشتے کی وساطت سے ،بعض پیغمبروں کے مبارک کانوں میں سرگوشی سے ،بعض کو تختیوں پر لکھ کر ،جبکہ بعض کو کسی فرشتے کے بغیر ،آواز سنوا کر نازل فرمائیں ۔ یہ سب کتابیں کلام اللہ ہیں ۔ ابدی اور ازلی ہیں ۔ یہ مخلوق نہیں ہیں ۔ یہ ملائکہ کا یا انبیاؑ کا اپنا کلام نہیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ سب کتابیں حق ہیں ، سچی ہیں ۔

قرآنِ کریم نے سب کتب کو منسوخ کر دیا ،اُن کے صادر احکامات کو اُٹھا دیا ہے ۔ قرآنِ کریم میں ،تا قیامت یا کبھی بھی ،کوئی غلطی ،بھول ،کمی یا بیشی ہونا ممکن نہیں ۔ ماضی اور مستقبل کے تمام علوم قرآنِ کریم میں پائے جاتے ہیں ۔ اس لئے ،یہ سب سماوی کتب سے برتر اور عظمت کا حامل ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ قرآنِ کریم ہے ۔ تمام انس و جن ایک ساتھ مل کر ،قرآنِ کریم کی سب سے چھوٹی سورت کی مثل کوئی کلام کہنا چاہیں اور اس کے لئے خوب محنت کریں ،تو بھی کامیاب نہ ہو پائیں گے ۔

سماوی کتب میں سے ایک سو چار کے متعلق ہمیں خبر دی گئی ہے ۔ مشہور صحائف میں سے دس (حضرت آدمؑ) ،پچاس صحائف (حضرت **شیثؑ**) ،تیس صحائف (حضرت **ادریسؑ**) ،دس صحائف (حضرت **ابراہیمؑ**) پر نازل فرمائے گئے ۔ کتاب (**تورات**) حضرت موسیٰؑ پر ،کتاب (**زبور**) حضرت داؤدؑ پر ،کتاب (**انجیل**) حضرت عیسیٰؑ پر اور (**قرآنِ کریم**) کو محمد ﷺ پر نازل فرمایا ۔

ایمان کی چھ بنیادی شرطوں میں سے چوتھی شرط : اللہ تعالیٰ کے پیغمبروںؑ پر ایمان لانا ہے ۔ اُنہیں ، انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ راستے پر لانے ،صحیح راہ دکھانے کے لئے بھیجا گیا ۔ رُسل ،رسول کی جمع ہے ۔ یہ ذاتِ تخلیق کے اعتبار سے ،عادات ،علم اور عقل کے اعتبار سے اپنے زمانے کے سب لوگوں سے برتر ، عالی اور محترم ہو ۔ اُس میں کبھی کوئی بری عادت یا ناپسندیدہ حالت نہیں پائی جاتی ۔ پیغمبر صفتِ (**عصمت**) کے حامل ہیں ۔ یعنی اُنہیں پیغمبری کی خبر دینے سے پہلے بھی اور پیغمبری کے بعد بھی وہ کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے مرتکب نہیں ہوتے ۔ ہر پیغمبرؑ میں سات صفات کے پائے جانے پر ایمان رکھنا ضروری ہے : **امانت ،صدق ،تبلیغ ، عدالت ،عصمت ،فطانت** اور **امن العزل** ہیں ۔ یعنی وہ پیغمبری سے کبھی عزل نہیں کئے جاتے ۔ فطانت سے مراد اُن کا نہایت عقلمند ،نہایت سمجھدار ہونا مراد ہے ۔

ایک نیا دین لانے والے پیغمبرؑ کو (رسول) کہا جاتا ہے ۔ نیا دین لائے بغیر ،انسانوں کو موجودہ دین کی دعوت دینے والے پیغمبرؑ کو (نبی) کہا جاتا ہے ۔ اوامر کی تبلیغ کرنے میں اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دینے کی رُو سے رسولؑ اور نبیؑ میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ پیغمبروںؑ پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ ان کے مابین کسی قسم کی تفریق کئے بغیر ،سب کو صادق ،حق بات کرنے والا تسلیم کیا جائے اور ایمان رکھا جائے ۔ ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ رکھنے والا ،ایسا ہی ہوگا جیسا سب کا انکار کرنے والا ۔

پیغمبری ؛ محنت ،بھوک ،چلہ کشی اور بہت عبادت کرنے سے حاصل نہیں ہوتی ۔ صرف اللہ تعالیٰ کے

اور اِس سے ملائکہ کی معصومیت اور بے گناہی پر کوئی عار نہیں آتی ۔ سب سے کثیر التعداد مخلوق ملائکہ ہیں ۔ ان کی تعداد اللہ تعالٰی کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ آسمانوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں ملائکہ عبادت نہ کرتے ہوں ۔ آسمانوں میں ہر جگہ ملائکہ بھرے ہوئے ہیں جو رکوع یا سجدے کی حالت میں ۔ آسمانوں میں ، زمینوں میں ، نباتات میں ، ستاروں میں ، جانداروں میں ، بے جانوں میں ، بارش کے قطروں میں ، درخت کے پتوں میں ، ہر مرکب میں ، ہر جوہر میں ، ہر کیمیائی عمل میں ، ہر حرکت میں الغرض ہر شے میں ملائکہ کے لئے وظیفے مقرر کر دیئے گئے ہیں ۔ وہ ہر جگہ پر اللہ تعالٰی کے احکام بجا لاتے ہیں ۔ وہ اللہ تعالٰی اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں ۔ ان میں سے بعض دیگر ملائکہ کے آمر ہیں ۔ بعض ، انسانوں میں بھیجے گئے پیغمبروںؑ کے لئے خبر لاتے تھے ۔ بعض ، انسانوں کے دلوں میں اچھی سوچ پیدا کرتے ہیں کہ اِسے الحام کہا جاتا ہے ۔ بعض ایسے بھی ہیں جنہیں انسانوں اور دیگر تمام مخلوقات کے متعلق کوئی خبر نہیں ۔ وہ بس اللہ تعالٰی کے جمال کے سامنے خود سے بیگانہ ہو چکے ہیں ۔ ہر ایک کی جگہ مخصوص ہے ۔ وہ وہاں سے کہیں حرکت نہیں کرتے ۔ جنت کے ملائکہ ، جنت میں ہیں ۔ ان کے سردار کا نام رضوان ہے ۔ جہنم کے ملائکہ کو زبانیہ کہا جاتا ہے ۔ یہ جہنم میں وہ امور سرانجام دیتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے ۔ جہنم کی آگ ان پر ایسے ہی اثر نہیں کرتی جیسے سمندر کا پانی مچھلی کو نقصان نہیں پہنچاتا ۔ جہنم کے زبانیوں کے نو سردار ہیں ۔ اُن میں سب سے بڑے کا نام مالک ہے ۔

ہر انسان کی نیکیاں ، برائیاں اور تمام اعمال لکھنے کے لئے دوراتیں اور دو دن میں آنے والے چار ملائکہ کو (کراماً کاتبین) یا (حفظہ) کہا جاتا ہے ۔ کچھ بیانات میں حافظہ فرشتوں کا ان سے مختلف ہونے کے متعلق بھی کہا گیا ہے ۔ دائیں طرف والا فرشتہ ، بائیں طرف کے فرشتے کا آمر ہے اور اچھے اعمال اور عبادات کو تحریر کرتا ہے ۔ بائیں جانب والا برائیاں لکھنے پر مامور ہے ۔

قبر میں ، کافروں اور گنہگار مسلمانوں کو عذاب دینے والے اور سوال کرنے والے فرشتے بھی ہیں ۔ سوال کرنے والے فرشتے (منکر اور نکیر) کہلاتے ہیں ۔ مومنین کو سوال کرنے والوں کو (مبشر اور بشیر) بھی کہتے ہیں ۔

کچھ ملائکہ کی دوسرے ملائکہ پر فوقیت پائی جاتی ہے ۔ چار فرشتے بڑے ہیں ۔ ان میں پہلے (جبرائیلؑ) ہیں ۔ آپؑ کو پیغمبروں پر (وحی) لانے ، اوامر اور نواہی بتانے پر فائز کیا گیا ہے ۔ دوسرے (اسرافیلؑ) ہیں جو (صور) نام کا ایک بگل پھونکیں گے ۔ آپؑ صور دو دفعہ پھونکیں گے ۔ پہلی بار میں ، اللہ تعالٰی کے سوا ہر ذی روح پر موت طاری ہو جائے گی ۔ دوسری بار ، سب دوبارہ جی اُٹھیں گے ۔ تیسرے فرشتے (میکائیلؑ) ہیں ۔ ارزانی ، مہنگائی ، قحط ، فراخی لانے اور ہر مادے کو حرکت کرانے پر فائز ہیں ۔ چوتھے فرشتے (عزرائیلؑ) ہیں ۔ انسانوں کی ارواح کو قبض کرنے والے یہی ہیں ۔ ان چار ملائکہ کے بعد بڑے فرشتوں کی چار درجہ بندی ہے : (حاملانِ عرش) کہلائے جانے والے فرشتوں کی تعداد چار ہے ۔ قیامت کے روز یہ آٹھ ہونگے ۔ اللہ کے حضور میں موجود ملائکہ (مقربین) کہلاتے ہیں ۔ عذاب کے بڑے فرشتوں کو (کرّوبی) کہا جاتا ہے ۔ رحمت کے فرشتوں کو (روحانی) نام دیا جاتا ہے ۔ یہ سب خاص ملائکہ ہیں یعنی انہیں دیگر جملہ ملائکہ پر عظمت حاصل ہے ۔ مسلمانوں کے صلحا اور اولیا ، عام ملائکہ یعنی نچلے درجے کے

اللہ تعالیٰ کو دنیا میں چشم دنیا سے دیکھنا جائز ہے لیکن کوئی اُسے دیکھ نہیں سکا۔ روزِ قیامت، محشر کے میدان میں کافروں اور گنہگار مسلمانوں کو اپنے قہر اور جلال کے ساتھ؛ جبکہ صالح مومنین کو اپنے لطف و جمال کے ساتھ نظر آئے گا۔ مومنین جنت میں اُسے اُس کی صفت جمال کے ساتھ دیکھیں گے۔ کافر اس سے محروم رہیں گے۔ بعض قوی روایات کے مطابق جنات بھی اس سے محروم رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے دِن رات اور زمان کا تصور کرنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ میں کسی طور بھی کوئی تبدیلی نہ ہونے کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ماضی میں ایسا تھا، مستقبل میں ایسا ہوگا یا ایسا ہے ویسا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ کسی چیز میں نہیں ملتا۔ کوئی اللہ تعالیٰ کا متضاد، اُس کا الٹ، اُس کا مماثل، اُس کا شریک، اُس کا مددگار یا محافظ نہیں۔ اُس کا کوئی ماں باپ، بیٹی بیٹا یا زوج نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ ہر کسی کے لئے حاضر، ہر شئی کا احاطہ کئے ہوئے اور ناظر ہے۔ وہ ہر کسی کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن اُس کا حاضر ہونا، احاطہ کرنا، برابر ہونا یا قریب ہونا یوں نہیں جیسا ہم قیاس کرتے ہیں۔ اُس کی قربت؛ علماء کے علم سے، اہلِ فنون کی ذکاء سے اور اولیاء کے کشوف اور شہود سے نہیں سمجھی جا سکتی۔ انسانی عقل اس کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے، کسی میں تغیر و تبدل نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام لامتناہی ہیں۔ ایک ہزار ایک نام مشہور ہیں۔ یعنی اُس نے اپنے ناموں میں سے ایک ہزار ایک نام انسانوں کو بتائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ننانوے کے متعلق خبر دی ہے۔ انہیں اسماء حسنہ کہا جاتا ہے۔

ایمان کی چھ بنیادی شرطوں میں سے دوسری شرط: ملائکہ پر ایمان لانا ہے۔ ملائکہ جسم ہیں۔ لطیف ہیں۔ ہوا سے بھی لطیف ہیں۔ نورانی ہیں۔ زندہ ہیں۔ صاحبِ عقل ہیں۔ ملائکہ اُن برائیوں سے مبراء ہیں جو انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہر شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے ہوا مایا اور ٹھوس میں تبدیل ہوتی ہے اور ٹھوس بن کر ایک شکل اختیار کرتی ہے ایسے ہی ملائکہ بھی خوبصورت اشکال اختیار کر سکتے ہیں۔ ملائکہ، عظیم لوگوں کے بدن سے نکلی روحیں نہیں ہیں۔ عیسائی ملائکہ کو ایسی روحیں تصور کرتے ہیں۔ انرجی اور قوت جیسے بے مادہ بھی نہیں۔ قدیم فلاسفہ کی ایک قسم نے انہیں یوں تصور کیا ہے۔

ملک سے مراد: ایلچی، خبر دینے والا یا قوت ہے۔ اس کی جمع ملائکہ ہے۔ ملائکہ ہر جاندار سے پہلے تخلیق کئے گئے۔ اسی لئے کتابوں پر ایمان سے پہلے ملائکہ پر ایمان لانے کا کہا گیا۔ کتابیں پیغمبروںؑ سے پہلے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی ایمان کی شرائط اسی ترتیب سے بیان کی گئی ہیں۔

ملائکہ پر ایمان یوں ہونا چاہئے: ملائکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اُس کے شریک نہیں۔ اُس کی بیٹیاں نہیں۔ کفار اور مشرک انہیں ایسا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سارے ملائکہ سے راضی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں۔ کبھی گناہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر کبھی عصیان کا رنہیں ہوتے۔ اُن کے نر اور مادہ نہیں ہیں۔ وہ شادی نہیں کرتے۔ اُن کے بچے نہیں ہوتے۔ صاحبِ حیات ہیں یعنی زندہ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں انسان تخلیق کروں گا تب ملائکہ نے سوال کیا، **''یا ربّ! کیا تم، زمین میں فساد برپا کرنے اور خون بہانے والی مخلوق کی تخلیق کرو گے؟''** ملائکہ کے ایسے سوالات کو زلّہ کہا جاتا ہے

ایمان

اِس سے مراد : رسول اللہ ﷺ کے اللہ تعالی کا پیغمبر ہونے ، اُس کی جانب سے چنے جانے ، رسول اور نبی ہونے کی تصدیق کرنا ، یقین کر کے زبان سے کہنا ، صدق دل سے ماننا کہ جو اللہ تعالی نے آپ کو مختصر بتایا آپؐ نے اُسے مختصر بیان فرمادیا اور جو وضاحت کے ساتھ بتایا اُسے وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے اور پوری استعداد کے ساتھ کلمۂ شہادت اپنی زبان سے ادا کرنا ہے ۔ آگ کے جلانے یا زہر یلے سانپ کے ڈسنے پر موت وقوع پذیر ہونے پر یقین جیسے ہوگا تا ہے ویسے ہی قلباً مکمل طور پر اللہ کی صفات کی عظمت کو جان کر ، اُس کی رضا اور جمال کی جانب ، اُس کے غضب اور جلال سے بچنے کی خاطر اِس سے دور بھاگنے کا نام ہی کامل ایمان ہے ۔ اسے یوں اپنے دِل میں کندہ کر لیا جائے جیسے سنگ مرمر پر اَن مٹ تحریر لکھ دی جائے ۔

ایمان کی چھ شرائط ہیں جن پر ایمان لانا لازم وملزوم ہے : پہلی شرط یہ کہ قطعی طور پر یہ ایمان رکھنا کہ اللہ تعالی واجب الوجود ، حقیقی معبود اور خالق مخلوقات کل ہے ۔ دنیا اور آخرت میں موجود ہر شے ، بے مادہ و بے زمان و بے مثال اور ہستی سے تخلیق فرمانے والا صرف اور صرف اللہ ہی ہے ۔ یہ ایمان رکھنا ضروری ہے کہ ہر خلق کا خالق ، صاحب اور حاکم وہی ہے ۔ کوئی نہیں جو اُس کا حاکم ، آمر ، یا اُس سے بڑا ہو ۔ ہر عظمت ، ہر کمال صفات اُسی کے لئے ہیں ۔ اُس میں کوئی ایسی صفت نہیں جس میں کوئی قصور یا کوئی کمی پائی جاتی ہو ۔ جو چاہے سو کر سکتا ہے ۔ جو وہ کرتا ہے اِس لئے نہیں کہ اِس میں خود اُس کی ذات کا کسی اور کا فائدہ ہو ۔ اس کے کام کا کوئی عوض نہیں ۔ لیکن اُس کے کاموں میں حکمتیں ، فوائد ، لطائف اور احسانات بھرپور ہیں ۔

وہ قطعاً مجبور نہیں کہ اپنے بندوں میں سے اچھوں کو فائدہ دے ، کسی کو ثواب اور کسی کو عذاب دے ۔ وہ اگر چاہے تو سب عاصیوں اور گنہگاروں کو جنت میں بھیج دے کہ یہ اُس کے فضل اور احسان کے عین مطابق ہے ۔ وہ چاہے تو سب اطاعت اور عبادت گزاروں کو جہنم میں پھینک دے اور یہ ہرگز اُس کی عدالت کے خلاف نہ ہوگا ۔ لیکن اُس نے کہہ دیا اور بتا دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو ، عبادت گزاروں کو جنت میں بھیجے گا ، اُنہیں بے انتہا نعمتوں سے نوازے گا جبکہ کافروں کو جہنم میں پھینکے گا اور بے انتہا عذاب دے گا ۔ وہ اپنے وعدے سے نہیں پھرتا ۔ سارے جاندار ایمان لے آئیں ، اطاعت کریں تو بھی اُسے اِس کا کوئی فائدہ نہیں ۔ سارا عالم کافر ہو جائے ، گمراہ اور منکر ہو کر اُس کی مخالفت کر لے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا ۔ شرک اور کفر کے علاوہ کسی بھی کبیرہ گناہ کا مرتکب اگر توبہ کئے بغیر مر جائے تو یہ اُس کی رضا ہے چاہے تو اُسے معاف فرما دے ۔ وہ چاہے تو صغیرہ گناہ پر بھی عذاب دے دے ۔ اُس نے ارشاد فرما دیا ہے کہ وہ ، کافر یا مرتد ہو کر مرنے والے کو کبھی معاف نہیں فرمائے گا اور اُنہیں ہمیشہ کا عذاب دے گا ۔

مسلمان اور اہل قبلہ بن کر عبادت کرنے والے لیکن اعتقاد اہل سنت کے اعتقاد سے منحرف اور توبہ کئے بغیر مر جانے والے جہنم کا عذاب چکھیں گے لیکن ایسے اہل بدعت مسلمان ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں رہیں گے ۔

دینِ اسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے جبرائیلؑ کے واسطے سے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو ایسے اصول اور قوائد بھیجے جو بنی نوع انسان کی دنیا اور آخرت میں راحت اور سعادت کے لئے لازم ہیں۔ ساری عظمتیں اور مفید چیزیں اسلام میں پائی جاتی ہیں۔ قدیم ادیان کی وہ سب خصوصیات جو ظاہر ہیں یا پوشیدہ اسلام میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ ساری سعادت وموافقت اسی میں ہے۔ یہ ایسی بنیادوں اور اخلاقیات پر مبنی ہے جنہیں عقل قبول بھی کرتی ہے اور دھوکہ کھانے اور بھٹکنے سے محفوظ بھی رہتی ہے۔

وہ لوگ جن کی تخلیق میں کوئی قصور نہیں اسے نہ تو رد کر سکتے ہیں نہ ہی نفرت۔ اسلام کے اندر کوئی نقصان نہیں اور اسلام سے باہر نہ کوئی نفع ہے نہ ہو ہی سکتا ہے۔ خارج اسلام کسی منفعت کا خیال کرنا گویا سراب سے پینے کے پانی کی امید رکھنا ہے۔ اسلام ہمیں مملکت کی تعمیر، انسانوں کی ترفیع اور رفاہ کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم اور مخلوقات کے ساتھ مرحمت سکھاتا ہے۔

اسلام؛ زراعت، تجارت اور فن سے متعلقہ قطعی احکام دیتا ہے۔ علوم، فنون، ٹیکنالوجی، انڈسٹری کو بحدِ ضرورت اہمیت دیتا ہے۔ انسانوں کی مدد اور باہمی خدمت کو ازحد اہم قرار دیتا ہے۔ ہر کسی کو اُس کی رعیت اور رہنمائی کے ماتحت اولاد، خاندان اور ملت کے حقوق اور انتظام سکھاتا ہے؛ حال حاضر میں موجود، ماضی میں گزرے اور مستقبل میں آنے والے افراد کے حقوق اور مسئولیت کی حفاظت کرتا ہے۔ سعادتِ دارین یعنی دنیا اور آخرت کی خوشیاں اپنے میں سموئے ہے۔

اسلام نے انسانوں کی روحی اور مادی رفاہ مکمل ترین شکل میں بر لانے کے اصول فراہم کئے ہیں۔ انسان کے لئے حقوق وفرائض واضح شکل میں وضع کر دیئے ہیں۔ مختصر یکہ دینِ اسلام کی بنیادیں؛ ایمانیات، عبادات، فقہیات، معاملات اور تعزیرات پر مبنی ہیں۔

۷۔ ایک عدد ترکش۔
۸۔ ایک عدد لحاف۔
اس لحاف میں رسول اللہ ﷺ کے سر کا پسینہ رچ بس جانے کی بنا پر مشک کی مانند خوشبودار تھا۔
عمر بن عبدالعزیزؒ بیمار ہوتے تو اسے دھوکر پانی سے غسل فرماتے اور شفایاب ہو جاتے۔
عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے تابع علما کے امام، فقیہ، مجتہد اور سنن کو خوب جاننے والی شخصیت تھے۔
آپؒ کی والدہ ماجدہ اُمّ عاصم بنت عاصمؓ بن عمرؓ بن خطاب تھی۔ آپؒ کا عدل اور زہد وتقویٰ بے مثل تھا۔
امام شافعیؒ فرماتے تھے، ''خلفائے راشدین پانچ ہیں : ۱) ابوبکرؓ، ۲) عمرؓ، ۳) عثمانؓ، ۴) علیؓ،
۵) عمر بن عبدالعزیزؒ!'' عمر بن عبدالعزیزؒ عدل میں حضرت عمر فاروقؓ، زہد وتقویٰ میں حسن البصریؒ اور علم میں امام زہریؒ کی مثل تھے۔

صلوٰۃ وسلام اُس ذات پر آل واصحاب پر بھی
مشرف کرتا تھا اور بناتا اپنا یار تھا، وہ منبعِ کرم
اے حقی آ، بھول جا خلق کو اور پالے خُلقِ حبیبِ حق
ارشادِ حق ہے یہ کہ حُسنِ خُلق کا معیار تھا، وہ منبعِ کرم

ابراہیم حقی ارضِ رومی

تھی ، کاش کہ اُنہیں اُسی حال میں چھوڑ دیا جاتا ! مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے دیکھ سکتے کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کیسی قناعت پسندی کا نمونہ تھی ۔ اس طرح انسان مال کی بہتات اور اس کی رغبت سے گریز کرتے ۔''

رسول اللہ ﷺ کی وقف کردہ ملکیت

تاریخِ اسلام میں سب سے پہلا وقف جو قائم کیا گیا وہ سات باغات و بوستان پر مشتمل تھا:
۱۔ میثب (منبت ۔ میثم) ، ۲۔ صافیہ ، ۳۔ دلال ، ۴۔ حُسنیٰ ، ۵۔ بُرقہ ، ۶۔ اعواف ، ۷۔ مشربہ (۵۶۷) ۔
یہودیوں کے عالم اور امیر شخصیت حضرت مُخیرق ؓ اُحد میں مسلمان ہوئے اور شہید ہو گئے ۔ آپ ؓ کی وصیت کے مطابق آپ ؓ کے باغات رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کر دیئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں تسلیم لے کر وقف فرما دیا ۔

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ میں قائم کردہ اوقاف عموماً حضرت مخیرق ؓ کے مال میں سے تھے ۔ حضرت ابن حُمیدؒ فرماتے ہیں ، '' خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت مخیرق ؓ کے وقف کی کھجوروں میں سے کچھ کھجوریں لانے کو کہا ۔ ایک تھالی میں پیش کی گئیں ۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا ، '' ابوبکر بن حزمؒ نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ یہ کھجوریں رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے درختوں کی کھجوریں ہیں اور رسول اللہ ﷺ انہیں نوش فرماتے تھے ۔ '' اس پر میں نے کہا ، '' یا امیرالمومنین ! انہیں ہمارے مابین تقسیم فرما دیں ! '' اُنہوں نے تقسیم کر دیں ۔ ہم میں سے ہر کسی کے حصہ میں نو نو کھجوریں آئیں ۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا ، '' میں جب مدینہ کے والی کی حیثیت سے اُس کھجور کے باغ میں داخل ہوا تب میں نے اُس کھجور کے درخت سے پھل کھایا ۔ میں نے اُس جیسی نفیس اور میٹھی کھجور پہلے نہ دیکھی تھی ! ''

حضرت عمرو بن مہاجرؒ فرماتے ہیں ، '' رسول اللہ ﷺ کی متاع ، عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک کمرے میں پڑی تھی ۔ وہ روزانہ اُسے دیکھتے ۔ قریشیوں میں سے جب لوگ آپؒ کے ہاں جمع ہوتے تو آپ اُنہیں اُس کمرے میں لے ٹھہراتے پھر اس متاع کی جانب دیکھتے ہوئے فرماتے ، '' یہ رہی اُس ذاتِ شریف کی میراث جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخشی ہے ! ''

۱۔ ایک عدد چارپائی جو کھجوروں کے پتوں سے بنی گئی تھی ۔
۲۔ ایک تکیہ جو چمڑے سے بنا تھا اور اس کے اندر کھجور کی چھال کے ریشے بھرے تھے ۔
۳۔ ایک عدد بڑی سی تھالی ۔
۴۔ ایک پانی کا پیالہ ۔
۵۔ ایک عدد لباس ۔
۶۔ ایک عدد ہاتھ کی چکی ۔

---
(۵۶۷) ابن سعد ، الطبقات ، ۱، ۵۰۳ ۔

اہلِ خانہ کے لئے آتیں ۔ اہلِ خانہ اس دودھ سے گزر بسر فرماتے تھے (۵۶۴) ۔
لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھی ۔

رسول اللہ ﷺ کے حجرات مبارک

مدینہ منورۃ میں مسجد کی اشاعت کے دوران ، مسجد کے ساتھ گارے سے دو حجرے بھی بنوائے اور ان پر کھجوروں کے تنوں اور پتوں سے چھت ڈال دی گئی ۔

اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ کے حجرے کا دروازہ اُس طرف تھا جو راہ مسجد کی جانب تھی ۔ اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ سودہؓ کے حجرے کا دروازہ ، مسجد کے تیسرے دروازے باب آلِ عثمان کی جانب تھا ۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں اضافہ کے ساتھ ان حجرات کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ۔ انہیں حضرت عائشہؓ کے حجرے اور قبلہ کے درمیان بنایا گیا ۔ یعنی انہیں اُس سمت میں بنایا گیا جو مسجد کی مشرقی قسم ہے ۔ حجرات میں سے بعض گارے سے اور بعض پتھر سے بنائے گئے تھے ۔

ان میں سے بعض کی چھت ، کھجور کی ڈالیوں (بغدادی طرز) سے بُن کر اُوپر گارے کا لیپ اور پھر اوپر سے ایک اور تہہ کھجور کی ڈالیاں ڈال کر بنائی گئی تھیں ۔

حضرت حسنؓ بن ابی الحسن فرماتے ہیں ، '' میں جوان تھا اور رسول اللہ ﷺ کے گھر داخل ہوا ، میں نے ہاتھ بڑھا کر چھت کو چھولیا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ کے حجرہ کی چھت سرو یا چیڑ کے درخت کی ٹہنیوں پر تنے ایک ایسے کپڑے سے بنائی گئی تھی جو بالوں سے بُنا گیا تھا ۔ ''

حضرت امام بخاریؒ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے گھر کا دروازہ بغیر حلقے کے تھا اس لئے کمان کی نوک سے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا تھا ۔ ''

محمد بن ہلال اور عطاء اللہ خراسانی نے رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حجرات دیکھے تھے ۔ فرماتے ہیں کہ یہ کھجوروں کی ڈالوں سے بنے تھے اور دروازے کے طور پر موٹے پردے پڑے تھے ۔

داؤد بن قیس کے مشاہدے پر مبنی بیان کے مطابق : ہر حجرے ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک کی چوڑائی ۷ ۔ ۶ زرع (۵۶۵) ، اندر کی پیائش تخمیناً ۱۰ ازرع تھی ۔

حضرت سودہؓ وصیت فرما گئی کہ اُن کا حجرہ حضرت عائشہؓ کو دے دیا جائے ۔ حضرت صفیہؓ کا حجرہ اس شرط کے ساتھ ایک سواسی یا دوسو درہم میں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا کہ آپؓ اپنی وفات تک اس میں رہیں گی ۔

جس روز خلیفہ عبد الملک کا فرمان کہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات کے حجرات کو منہدم کر کے مسجد میں داخل کرنے کا فیصلہ تحریر تھا مدینہ منورہ میں آ کر پڑھا گیا ۔ بہت سے لوگ اپنے آنسو روک نہ پائے ۔ اہلِ مدینہ اُس دن ایسے روئے جیسے وہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر روئے تھے (۵۶۶) ۔

حضرت سعیدؓ بن مصعیب اس بارے میں بڑے تاسّف سے فرماتے ہیں ، '' واللہ ، میری بڑی آرزو

---

(۵۶۴) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۹۴
(۵۶۵) زرع : ۴۸ سینٹی میٹر کی لمبائی کے مترادف پیائش ہے
(۵۶۶) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۹۹

جانے سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ روایت کے مطابق، غزوۂ خیبر میں یعفور کی کمر پر گدی اور سر پر کھجور کی چھال سے بنی باگیں ڈال کر رسول اللہ ﷺ نے اُس پر بھی سواری فرمائی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے حجۃ الوداع سے واپسی پر یعفور مر گیا جبکہ دُلدُل رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آ گیا۔ آپؓ کی شہادت تک آپؓ اس پر سوار ہوتے رہے، آپؓ کے بعد حضرت حسنؓ، پھر حضرت حسینؓ، اُن کے بعد حضرت محمد بن حنفیہؒ اس پر سواری کرتے رہے۔ دُلدُل حضرت معاویہؓ کے دور تک زندہ رہا۔

رسول اللہ ﷺ کے اُونٹ

قصواء: رسول اللہ ﷺ کی یہ اونٹنی جدعاء اور عضباء کے نام سے بھی موسوم کی جاتی ہے۔ یہ اونٹنی بنی قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر یا حریش بن کعب کے مویشیوں میں سے تھی، حضرت ابو بکرؓ نے اِسے چار سو درہم میں خریدا تھا پھر اِسے اسی رقم میں رسول اللہ ﷺ کو بیچ دیا۔

ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ اِسے حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے قصواء پر سوار ہو کر مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی تھی۔ حدیبیہ کے عمرہ میں بھی آپؐ اسی پر سوار تھے۔

آپؐ نے مکہ بھی اِسی اونٹنی پر سوار ہو کر فتح کیا۔ رسول اللہ ﷺ قصواء کو دوڑ کے مقابلہ میں شامل کرتے، کوئی اونٹ اِس سے آگے نہ بڑھ پاتا۔ لیکن ایک بدوی، دو بوڑھے اُونٹوں کے ساتھ مقابلے میں شامل ہوا اور قصواء سے آگے نکل گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفات کا خطبہ قصواء پر ارشاد فرمایا تھا۔ قصواء کو حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں جنت البقیع قبرستان میں چھوڑ دیا گیا۔ وہ وہاں اپنی مرضی سے چلتی پھرتی اور چرتی رہی اور یہیں اِس کا انتقال بھی ہو گیا (۵۶۳)۔

ابو جہل سے غنیمت میں آیا اونٹ:

رسول اللہ ﷺ کو لشکر کے کمانداں ہونے کی نسبت سے ابو جہل کا مشہور اونٹ غنیمت میں ملا۔ آپؐ حدیبیہ کے عمرہ تک اِس اونٹ پر سوار ہو کر غزوات میں شمولیت کرتے رہے۔ آپؐ نے اُس پر قربانی کا نشان لگا دیا۔ مشرکین نے آپؐ سے سو اونٹ کے عوض یہ اونٹ لینا چاہا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اگر میں نے اِسے قربانی کے لئے علیحدہ نہ کر لیا ہوتا تو تمہاری طلب پوری کر دیتا۔''

دودھ دینے والی اونٹنیاں:

رسول اللہ ﷺ کی حناء، سمرا، عریس، سعدیہ، بغم، یسیرہ اور دبار نام کی سات اونٹنیاں ذولجدر اور جمہ کی چراگاہوں میں چرا کرتی تھیں۔ ہر رات دودھ سے بھری دو مشکیں، رسول اللہ ﷺ کے

(۵۶۳) ابن سعد، الطبقات، ۱: ۴۹۳-۴۹۲

رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے

رسول اللہ ﷺ کا پہلا گھوڑا آپؐ نے مدینہ میں قبیلہ بنی فزارہ کے ایک بدوی سے دس اوقیہ چاندی کے عوض خریدا تھا۔ صحرائی لوگ اسے دارس کہتے تھے جبکہ آپؐ نے اس کا نام سکب رکھا تھا۔ غزوۂ اُحد میں آپؐ اسی پر سوار تھے (۵۶۰)۔

سکب کے ہونٹوں پر سفیدی تھی۔ اس کے تین پاؤں سفید تھے جبکہ دایاں پاؤں جسم سے ہم رنگت تھا۔ سکب چلنے میں بہت اچھا تھا۔ چال ایسی گویا پانی بہہ رہا ہو۔ مرتجز نام کا گھوڑا آپؐ نے بنی مُرّۃ کے ایک بدوی سے خریدا تھا۔ مُرتجز ایک خوبصورت گھوڑا تھا اور آہنگ کے ساتھ ایسے ہنہناتا تھا گویا شعر کہہ رہا ہو (۵۶۱)۔

اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے آپؐ کو ہدیتاً ایک گھوڑا بھیجا تھا۔ اس کا نام لزاز یہ تھا۔ لزاز یہ بڑا تیز رفتار تھا (۵۶۲)۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک گھوڑے کا نام ظرب تھا، اسے آپؐ کو عامل روم حضرت فردۃؓ بن عمرو جذامی نے ہدیہ کیا تھا۔ ظرب بڑا طاقتور اور قوت برداشت کا حامل گھوڑا تھا۔

لُحیف (یا لُخیف) نامی گھوڑا آپؐ کو ربیعہ بن ابی براء الکلبی کی جانب سے ہدیہ کیا گیا تھا۔ لحیف لمبی دُم والا تھا۔ دُم کی لمبائی اس قدر تھی کہ زمین پر لگتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے گھوڑوں میں سب سے اچھا یعسوب تھا۔ آپؐ کا ایک گھوڑا ملاوح تھا۔ یہ گھوڑا دوڑ کے لئے تھا، تبوک میں حضرت عبیدؓ بن یاسر نے اسے آپؐ کو ہدیتاً دیا تھا۔ ملاوح ہوا کی مانند تیز رو تھا۔

ہجرت کے دسویں سال بنی ریاح کے وفود مدینہ آئے، اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک گھوڑا ہدیہ میں پیش کیا اس کا نام مرواح تھا۔ مرواح کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا گیا پھر آپؐ کو اس پر سوار کروا کر چلایا گیا تو آپؐ نے اسے بہت پسند فرمایا۔

وردنام کا ایک گھوڑا رسول اللہ ﷺ کو حضرت تمیم داریؓ نے ہدیہ کیا تھا۔ ورد کی رنگت ایسی تھی جیسے اونٹ کے بچے کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے حضرت عمرؓ کو ہدیہ کر دیا۔ حضرت عمرؓ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے گھوڑوں میں سے تین کے مابین گھوڑ دوڑ کا مقابلہ کرواتے۔ ظرب کی سواری حضرت سہلؓ بن سعد، لزاز یہ کی سواری حضرت ابوعسیدؓ الساعدی کرتے تھے۔ لزاز یہ سب سے آگے، اُس کے پیچھے ظرب اور سکب، ظرب کا تعاقب کرتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس گدھا اور خچر بھی تھا۔ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کو سرمئی رنگت کا خچر اور سرمئی رنگت کا ایک گدھا ہدیہ کیا تھا۔ خچر کو دُلدُل اور گدھے کو یعفور یا عفیر کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ تاریخ اسلام میں پہلی بار دیکھا گیا سفید رنگت کا خچر دُلدُل تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر میں اس پر سواری کی تھی۔ جبکہ غزوۂ حنین میں جس سرمئی خچر پر آپؐ سوار ہوئے، وہ دوسرا خچر تھا۔ سرورِ عالم ﷺ خچر کو ایڑ دے کر بنی ہوازن پر چڑھائی کرنا چاہا، حضرت عباسؓ نے خچر کی بھاگیں اور حضرت ابو سفیانؓ بن حارث نے اس کی رکاب کو پکڑ کر اس کی رفتار کم کرنے اور رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں کے عین بیچ

---

(۵۶۰) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۹

(۵۶۱) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۹۰؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۴۷

(۵۶۲) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۹۰؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۴۷

ذوالسبوغ یا مشبوغ نام کا خود بھی تھا، اُحد کے روز رسول اللہ ﷺ نے یہی خود پہن رکھا تھا جوٹو ٹا اور اس کے دو حلقے رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں دھنس گئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر پر خود پہن رکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے علم اور جھنڈے

حضور رسالت مآب ﷺ کا جھنڈا سیاہ تھا۔ لیکن آپ کا علم سفید تھا۔ محمد بن قاسم کا آزاد کردہ غلام یونس بن عبید بیان کرتے ہیں: ''محمد بن قاسم نے مجھے حضرت براءؓ بن عازب کے پاس بھیجا اور رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے متعلق پوچھا۔

حضرت براءؓ بن عازب نے بتایا کہ وہ سیاہ، مستطیل نمیرہ (سفید اور سیاہ دھاری دھار) کپڑے سے بنایا گیا تھا۔ یہ جھنڈا حضرت عائشہؓ کی جانب سے نقش کیا گیا تھا۔ اس کا کپڑا سیاہ اونی تھا اور اس میں اُونٹوں جیسی شکلیں بنی گئی تھیں۔ یہ عقاب کے نام سے موسوم تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس محفوظ رہتا تھا۔ غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''میں جھنڈا ایسے مرد کو دوں گا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کو چاہتا ہے اور اللہ کا رسول ﷺ اُسے چاہتا ہے!''** پھر حضرت علیؓ کو بلایا اور جھنڈا تھما دیا (۵۵۸)۔

اللہ تعالیٰ نے خیبر کی فتح حضرت علیؓ کو نصیب فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ کے علم مبارک پر ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدُ الرَّسُولَ اللّٰه'' لکھا تھا۔

سرورِ کائنات ﷺ نے ۷ ا رکے سفر میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے لئے سفید رنگ کا علم باندھا تھا۔

حضرت علیؓ کو یمن روانہ فرماتے ہوئے، اُن کی برچھی پر ایک کپڑا باندھ کر ارشاد فرمایا، ''ایسا ہوتا ہے **علم**!'' علم ہمیشہ لشکر کا کماندار ہی پکڑتا ہے۔

ابواء اور ودّان کے غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے سفید رنگ کا علم حضرت حمزہؓ کو، بواط کے غزوہ میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو، قرظ بن جبیر الفہری کے تعاقب کے لئے حضرت علیؓ کو اور ذوالعشیرہ کے غزوہ میں حضرت حمزہؓ کو سونپا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے لئے نکلتے ہوئے اپنا سفید علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو سونپا تھا جبکہ حضرت علیؓ اپنے ہاتھ میں سیاہ جھنڈا عقاب لئے رسول اللہ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے (۵۵۹)۔

غزوہ بنی قینقاع میں رسالت مآب ﷺ کا سفید علم حضرت حمزہؓ نے اٹھایا، قرقرۃ الکدر، اُحد اور بدرُ الموید کے غزوات میں حضرت علیؓ نے اور غزوۂ خندق میں حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اٹھایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ کو بھی سفید علم کے ساتھ ہی فتح فرمایا۔

سفرِ تبوک میں آپؐ نے سب سے بڑا علم حضرت ابوبکرؓ کو اور سب سے بڑا جھنڈا حضرت زبیرؓ بن عوام کو سونپا تھا۔

---

(۵۵۸) ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۸۰؛ ابن کثیر، السیرۃ، ص، ۲۳۶
(۵۵۹) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱، ۱۲۰، ۱۰۵؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱، ۳۸۸

آپؐ کی وفات کے بعد، حضرت بلالؓ حبشی یہی عنزہ عیدین کے مواقع پر حضرت ابوبکرؓ کے آگے لے کر چلتے اور پھر اُن کے سامنے گاڑ دیتے۔
حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کے ادوار میں مؤذن حضرت سعدؓ القراظ یہ وظیفہ ایفاء فرماتے رہے۔
مدینے والی بھی اپنے ادوار میں ایسا ہی کرتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی کمانیں اور ڈھالیں

رسول اللہ ﷺ کی پاس چھ کمانیں تھیں۔ ان میں سے زوحا، بیفاء اور صفراء نام کی تین کمانیں بنی قینقاع کے یہود سے غنیمت میں ملیں تھیں۔ صفراء نام کی کمان منبع درخت کی لکڑی سے بنائی گئی تھی (۵۵۱)۔ کتوم نام کی کمان بھی منبع کی بنی تھی جو غزوۂ اُحد میں ٹوٹ گئی اور اِس ٹوٹی کمان کو حضرت قتادہؓ بن نعمان نے لے لیا تھا۔ اِن کے علاوہ سدّ اور زورا نام کی دو کمانیں اور بھی تھیں (۵۵۲)۔
رسول اللہ ﷺ کی تین ڈھالیں تھیں۔ زلوق نام کی ڈھال پر مینڈھے کے سر کی صورت بنی تھی۔ یہ ڈھال رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کی گئی تھی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو یہ ڈھال اِس لئے پسند نہ آئی کہ اُس پر تصویر بنی تھی۔ صبح ہونے تک اللہ تعالیٰ نے یہ صورت ڈھال پر سے ختم کر دی (۵۵۳)۔
حضورِ رسالت مآب ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں:
ذات الفضول: اسے رسول اللہ ﷺ کو حضرت سعدؓ بن عبادہ نے بدر سے واپسی پر ہدیہ کیا تھا (۵۵۴)۔
سفریہ اور فضہ: یہ دو زرہیں رسول اللہ ﷺ کو بنی قینقاع کی غنیمت سے ملی تھیں۔
سرورِ کائنات ﷺ نے روزِ اُحد فضول اور فضہ اوپر نیچے پہن رکھی تھیں (۵۵۵)۔
آپؐ کی زرہ پر سینے اور پشت کی جانب چاندی کے دو حلقے پائے جاتے تھے۔ سفریہ وہ تاریخی زرہ تھی جو حضرت داؤدؑ نے جالوت کے ساتھ لڑائی کے دوران پہن رکھی تھی۔
رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر آپؐ کی ایک زرہ قبیلہ بنی ظفر کے ایک یہودی ابوالشحم کے پاس رہن پڑی تھی۔ اِسے آپؐ نے اپنے اہلِ خانہ کی احتیاج کے لئے تیس صاع جو کے عوض گروی رکھا تھا۔ یہ زرہ ذات الفضول تھی (۵۵۶)۔
دیگر زرہوں کے نام یوں ہیں: ذات الشوح، ذات الحواشی، تیرا اور خرنق (۵۵۷)۔
آپؐ نے غزوۂ حنین میں ذات الفضول اور سفریہ زیبِ تن فرمائی تھیں۔
آپؐ کے ایک آہنی خود کا نام موشّح تھا جو بنی قینقاع کی غنیمت میں ہاتھ لگا تھا۔ ذات السبوع یا

---

(۵۵۱) ابن سعد، الطبقات، ۱، قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۴۶ (۵۵۲) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۴۶
(۵۵۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۹ (۵۵۴) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۷ (۵۵۵) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۷؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۳۸؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۷۷ (۵۵۶) بخاری، ''بیوع''، ۳۳؛ ''رہن''، ۵؛ احمد بن حنبل، المسند، VI، ۱۶۰؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۷، ۲۷۱؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۳۴؛ بغوی، الانوار، ۱، ۲۹۹؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۷
(۵۵۷) قسطلانی، ، واہب الدنیہ، ص، ۲۴۶

اگر آپؐ کے پاس مسواک نہ ہوتی تو آپؐ سوتے نہ تھے، جاگنے کے بعد اپنے کاموں کا آغاز مسواک سے ہی فرماتے تھے۔ رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے تب بھی اپنے دانتوں کو مسواک کرتے تھے (۵۴۸)۔

حضرت عائشہؓ صدیقہ فرماتی ہیں: ''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کسی رات یا دن کو سوئے ہوں اور اُٹھ کر وضو کرنے سے پہلے آپؐ نے مسواک نہ کی ہو!''

رسول اللہ ﷺ کی تلواریں

رسول اللہ ﷺ کے پاس نو تلواریں تھیں۔ آپؐ کو اپنے والد ماجد کی جانب سے وراثت میں ملی ایک تلوار جس کا نام ماثور تھا۔ ہجرتِ مدینہ کے دوران یہ تلوار آپؐ کے ساتھ تھی (۵۴۹)۔

العضب نام کی تلوار: یہ تلوار آپؐ کو حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ہدیہ فرمائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اسے غزوۂ بدر میں اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

ذوالفقار: یہ تلوار مشرکین قریش میں سے منبہ بن حجاج یا عاص بن منبہ کی تلوار تھی اور غزوۂ بدر میں مالِ غنیمت کے طور پر ہاتھ لگی تھی۔ اس کے پھل پر بنی دھاریوں کی بنا پر اسے ذوالفقار نام دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ذوالفقار حضرت علیؓ کو ہدیہ کی تھی۔ اس کے قبضہ کا کنارہ، اس کی کڑیاں اور زنجیریں چاندی سے بنی تھیں (۵۵۰)۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عباسؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ وہ یہ تلوار حضرت علیؓ سے لے کر اُنہیں دے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا، ''میں نے یہ تلوار اُس کے ہاتھ میں دیکھی ہے۔ اسے اُس سے لے لینے کو میں ہرگز ٹھیک نہیں سمجھتا!'' حضرت عباسؓ نے بھی یہ تلوار حضرت علیؓ کے پاس ہی رہنے دی۔

حضور رسالت پناہ ﷺ کے نیزے کچھ یوں تھے: بنی قینقاع کے یہود سے تین نیزے غنیمت میں آئے تھے۔ آپؐ نے انہیں مختلف ناموں سے موسوم کر رکھا تھا۔ ایک کا نام مُثوی اور دوسرے کا نام مُثنی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک حربہ (بھالا) بھی تھا جس کا نام بیضا تھا اور نیزے سے قدرے چھوٹا ایک اور حربہ بھی تھا جسے عنزہ کہا جاتا ہے۔

یہ حربہ جسے نمعہ کے نام سے بھی موسوم کیا گیا، نجاشی نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو دیا تھا۔ فتح خیبر سے واپسی پر آپؐ نے اسے حضرت زبیرؓ سے لے لیا تھا۔

حبشہ کے نجاشی اصحمہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت تحفتاً تین عنزہ (نیزے) بھیجے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن میں سے ایک اپنے لئے رکھ لیا، دوسرا حضرت علیؓ اور تیسرا حضرت عمرؓ کو دے دیا تھا۔

حضرت بلالؓ حبشی، رسول اللہ ﷺ کے عنزہ کو عیدین پر نماز گاہ تک اٹھائے آپؐ کے آگے آگے چلتے تھے، وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے زمین میں گاڑ دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی اُس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھاتے تھے۔

---

(۵۴۸) ابن ماجہ ''طہارت'' ۷۔

(۵۴۹) ابن سعد، الطبقات، ۱/۴۸۴؛ ترمذی، شمائل شریف، ص ۱۳۵؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص ۲۴۵

(۵۵۰) ابن سعد، الطبقات، ۱/۴۸۴؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص ۲۴۵؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص ۶۰، ۷

آپؐ ترتیب اور نظام کو اہمیت دیتے تھے

رسول اللہ ﷺ صفائی، ترتیب اور نظام کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''جس کے بال ہوں، وہ اُن کی دیکھ بھال کرے!'' رسول اللہ ﷺ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس کی داڑھی اور بال اُلجھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کیا اِس شخص کے پاس اتنا بھی گلاب کا تیل نہیں جو اِس کے بالوں کو صحیح طرح سے بٹھا سکے؟'' پھر اُسے ہاتھ کا اشارہ فرمایا کہ فوراً باہر جا کر بالوں اور داڑھی کو سنوارے۔ اُس شخص کے ایسا کر کے لوٹ آنے پر آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''کیا تم لوگوں کا اِس طرح سے آنا اچھا ہے **یا شیطان کی طرح الجھی داڑھی اور بالوں کے ساتھ آنا؟''**

رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی مبارک کے بالوں کو لمبائی کی جانب سے اور دائیں بائیں سے تھوڑا تھوڑا کاٹتے تھے۔ جمعہ نماز کے لئے جانے سے پہلے اپنی مونچھوں کو ہلکا کرتے، اُن ناخنوں کو تراش فرماتے جو بڑھ گئے ہوں۔ آپؐ نے مسلمانوں کو بھی حکم دیا کہ وہ اپنی مونچھیں کم کریں۔

سرورِ کائنات ﷺ جب بھی آئینہ دیکھتے اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے ہوئے دعا کرتے: **''اے میرے اللہ! جیسی تو نے میری صورت اچھی بنائی ویسے ہی میرے اخلاق بھی اچھے بنا!''**

حضورِ رسالت پناہ ﷺ ہر رات سونے سے پہلے دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار سرمہ لگاتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: **''سرمہ لگاؤ! کیونکہ یہ آنکھوں کو جلا دیتا ہے اور پلکوں کو گھنا کرتا ہے (۵۴۶)۔''**

اعظام اسلام کے مطابق مردوں کا علاج کی نیت سے سرمہ لگانا جائز ہے لیکن زینت (مزین ہونے) کی نیت سے لگانا جائز نہیں۔ جمال اور زینت کے کلمات کو ایک دوسرے سے ملانا نہیں چاہیئے۔ جمال سے مراد بدصورتی کو مٹانا، صاحبِ وقار ہونا اور شکر ادا کرنے کے لئے نعمت کا دکھایا جانا ہے۔ جبکہ دکھاوے کے لئے، تعریف وصول کرنے کے لئے نعمت کی نمائش کرنا جمال نہیں، کبر ہے۔

رسول اللہ ﷺ مسواک کے استعمال کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''پیلو کے درخت سے مسواک کیا کرو!'' اسکی مسواک منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ پھر فرمایا، ''وہ میری اور مجھ سے پہلے آئے پیغمبروںؑ کی مسواک ہے۔''

سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **''اگر مجھے اِس کا ڈر نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لئے مشقت ہوگی، میں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کے متعلق اُنہیں ضرور حکم دے دیتا! (۵۴۷)''**

''میں تمہیں بہت زیادہ نصیحت کرتا ہوں کہ مسواک کیا کرو!''

''مسواک منہ کی صفائی اور میرے ربّ کی خوشنودی ہے!''

رسول اللہ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کام اپنے دانتوں کو مسواک کرنا ہوتا تھا۔

---

(۵۴۶) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۵
(۵۴۷) ترمذی، ''طہارت'' ۱۸

حضرت عبداللہؓ بن اُنیس نے اسے اپنی تلوار کے ساتھ رکھ لیا اپنے سے کبھی علیحدہ نہ کرتے تھے۔ جب آپؓ کی وفات کا وقت آیا تب اپنے گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ اِس عصا کو کفن کے اندر رکھ کر آپؓ کے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔ اسے آپؓ کے بدن اور کفن کے درمیان رکھ کر وصیت پر عمل کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی سات اشیاء

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک لاٹھی تھی جس کی لمبائی تقریباً ۶۰ سینٹی میٹر تھی۔ اس لاٹھی کا ایک سرا مڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ دور سے حجرالاسود کو اسی کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے سلام کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہوتے تو اس کو اپنے آگے لٹکا لیتے۔ آپؐ کے پاس عرجون نام کی ایک چھڑی بھی تھی۔ باقی الغرقد جاتے ہوئے اسے اپنے پاس رکھتے، اُس سے ٹیک لگاتے، بیٹھے ہوئے اُسے اپنے ہاتھوں میں گھماتے رہتے۔

یہ چھڑی عموماً رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہوتی، خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے بھی یہ آپؐ کے ہاتھ میں ہی ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ آپؐ کے پاس ایک لاٹھی ممشوق نام کی تھی جو پہاڑی درختوں سے کاٹی گئی تھی اور ایک قدیبی لاٹھی بھی تھی۔

ایک دن حضرت عثمانؓ اپنے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کی قدیبی لئے منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ججع بن سعید یا ججع بن قیس آگے بڑھا اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے قدیبی کو لے کر اپنے گھٹنے پر موڑتے ہوئے توڑ ڈالا۔ لوگ ججع کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت عثمانؓ منبر سے اترے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ججع کے ہاتھ میں یا گھٹنے پر خارش پیدا فرما دی۔ ججع، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ایک سال گزارے بغیر خارش کرتے کرتے مرگیا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس کنگھی، آئینہ، مسواک، گلاب کا تیل، سرمہ، اور قینچی ہردم موجود رہتی تھی۔ آپؐ سفر میں بھی ان اشیاء کو حاضر رکھتے اور خود سے کبھی جدا نہ کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میں غزوات کے لئے رسول اللہ ﷺ کا گلاب کا تیل، کنگھی، آئینہ، دو قینچیاں، سرمہ دانی اور مسواک حاضر کیا کرتی تھی۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی سات اشیاء ایسی تھیں جو سفر میں اور حاضر میں ہمیشہ آپؐ کے ساتھ پائی جاتی تھیں۔ یہ سات چیزیں:

۱۔ گلاب کا تیل، ۲۔ کنگھی، ۳۔ آئینہ، ۴۔ سرمہ دانی، ۵۔ مسواک، ۶۔ دو عدد قینچیاں، ۷۔ بالوں کی مانگ نکالنے کے لئے ہڈی (۵۴۴)۔

رسول اللہ ﷺ اپنی داڑھی کو دن میں دو بار کنگھی کرتے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ اکثر اپنے بالوں میں گلاب کا تیل لگاتے تھے اور اپنی داڑھی کو پانی کے ساتھ کنگھی کرتے تھے (۵۴۵)۔''

---

(۵۴۴) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۴

(۵۴۵) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۸۴

رسول اللہ ﷺ کو غسل اور کفن دینے کے بعد اسی سریر پر رکھا گیا، نماز جنازہ کی ادائیگی بھی آپ ﷺ کو اسی سریر پر ہی رکھ کر کی گئی۔ لوگ اپنے مردوں کو اُٹھانے کے لئے ہم سے یہ سریر تبرک کے طور پر لے جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے جنازے بھی اسی سریر پر اٹھائے گئے۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی ایک چٹائی تھی، آپؐ رات کو اُس پر نماز ادا فرماتے تھے جبکہ دن کو اسے بچھا لیتے اور لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے (۵۴۳)۔

رسول اللہ ﷺ کا عصا مبارک

پیغمبر آخر زماں ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دیتے ہوئے عصا یا کمان کا سہارا لیتے تھے۔ سفر کے دوران کمان کا سہارا لیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے قول کے مطابق، عصا کا سہارا لینا پیغمبروں کی اخلاقیات میں سے ہے۔ آپؐ خود بھی عصا کا استعمال کرتے اور اس کی ترغیب بھی دیتے۔

حضرت معاویہؓ بن ابوسفیانؓ کے دورِ خلافت میں رسول اللہ ﷺ کا عصا مبارک سعد القراظ کے پاس رکھا تھا۔

حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ ہجرت کے پچاسویں سال جب حج کے لئے تشریف لائے تب مسجد نبوی میں موجود منبر کو اٹھا کر شام لے جانا چاہا۔

سعد القراظ کے پاس رکھا گیا عصا بھی طلب فرمایا۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت ابوہریرۃؓ نے آکر عرض کیا، ''یا امیر المومنین! رسول اللہ ﷺ کے منبر اور عصا مبارک کو اپنے مقامات سے اکھیڑ کر شام منتقل کر دینا ٹھیک نہ ہوگا!''

اِس پر حضرت معاویہؓ نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور معذرت بھی کی۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت عبداللہؓ بن اُنیس کو مسجد سے اپنے گھر لے گئے اور وہاں اُنہیں عصا مبارک عنایت فرمایا اور کہا، **''اِس عصا کو اپنے پاس محفوظ رکھنا اے عبداللہ بن اُنیس!''**

حضرت عبداللہؓ بن اُنیس وہ عصا لئے جب لوگوں کے درمیان پہنچے تو سب اُن سے پوچھنے لگے، ''یہ عصا کیسا؟'' جواب میں اُنہوں نے بتایا، ''یہ عصا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرمایا ہے اور اپنے پاس محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے۔''

لوگوں نے کہا، ''تم رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر یہ دریافت کرو کہ آپؐ نے تمہیں یہ عصا کیوں دیا ہے!'' اِس پر حضرت عبداللہؓ بن اُنیس رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹے اور دریافت کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے عصا مجھے کیوں عنایت فرمایا ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''روزِ قیامت یہ ہمارے درمیان ایک علامت ہوگی! اُس وقت جنت میں موجود لوگوں میں چند ہی ایسے ہونگے جو عصا کا سہارا لئے ہونگے! تم اِسے جنت میں بھی ڈھونڈو گے!''**

---

(۵۴۳) ابن سعد، الطبقات ۱، ۴۶۸

بہ ربہ نادِمٌ'' (جو اپنی فکر سے حرکت کرتا ہے ندامت کا سامنا کرتا ہے)، امام محمدؒ کی انگوٹھی پر ''مَن صَبَرَ ظَفِرَ'' (جس نے صبر کیا فلاح پائی)، امام شافعیؒ کی انگوٹھی میں ''البرکۃ فی القناعۃ'' (قناعت میں برکت ہے) کندہ تھا۔ یہ حضرات اپنی انگوٹھیوں کو مہر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا بستر

رسول اللہ ﷺ کا بستر جس پر آپؐ لیٹتے اور سوتے تھے چمڑے کا بنا تھا۔ اس کے اندر کھجور کی چھال بھری تھی۔ آپؐ خود بھی اور آپؐ زوجہ محترمہؓ بھی اسی پر لیٹتے تھے۔ وہ تکیہ جس پر آپؐ اپنا سر مبارک رکھتے تھے وہ بھی چمڑے سے بنا تھا اور اندر کھجور کی چھال بھری تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میرے پاس ایک انصار قبیلے کی عورت آئی۔ رسول اللہ ﷺ کا بستر دیکھ کر گئی اور ایک گدا بھیج دیا جس میں اُون بھری تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے پاس آکر دریافت فرمایا، ''یہ کیا ہے؟'' میں نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! انصار میں سے فلاں قبیلے کی فلاں خاتون میرے پاس آئی تھی۔ اُس نے آپؐ کا بستر دیکھا اور جاکر یہ بستر آپؐ کے لئے بھیج دیا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا، ''یہ بستر فوراً اُسے لوٹا دو!''

لیکن میں نے اُسے نہیں لوٹایا۔ میرے گھر میں اُس بستر کا ہونا مجھے اچھا لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ تین بار دہرائے۔ بالآخر آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا، ''**واللہ، اے عائشہؓ! میں اگر چاہتا تو اللہ تعالیٰ سونے اور چاندی کے پہاڑ میرے ہمراہ کردیتا جو میرے ساتھ ساتھ چلتے!** (۵۴۱)'' رسول اللہ ﷺ کی گدی بھی کھدر کے دو کپڑوں سے بنی تھی۔

ایک رات جب آپؐ میرے ہاں تشریف لائے تو میں نے یہ کپڑا دوہرا کردیا جس سے وہ کچھ تنگ ہوگیا۔ آپؐ اُس پر سو گئے۔ پھر آپؐ نے پوچھا، ''**اے عائشہؓ! آج رات میرا بستر ویسا نہیں جیسا ہمیشہ ہوتا ہے؟**'' میں نے جواب دیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اُسے آپؐ کے لئے دوہرا کردیا ہے جس سے وہ تھوڑا تنگ ہوگیا ہے۔'' آپؐ نے فرمایا، ''**تم اِسے پہلی حالت میں لے آؤ!** (۵۴۲)''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: اہلِ قریش کے لئے سریر (چارپائی) پر سونے سے بڑھ کر ذوق کی شے اور نہ تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور ابوایوب الانصاریؓ کے گھر قیام فرمایا تو آپؐ نے پوچھا، ''**اے ابوایوبؓ! کیا تمہارے ہاں سریر ہے؟**'' حضرت ابوایوبؓ نے جواب دیا، ''واللہ! نہیں ہے۔''

انصار میں سے حضرت سعدؓ بن ضرارہ کو اس کی خبر ملی۔ آپؓ نے شیشم کے درخت کی لکڑیاں لے کر، اُس پر درختوں کی چھال کا جھول ڈال کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔

رسول اللہ ﷺ اُس پر سوتے رہے جب تک کہ آپؐ اپنے گھر منتقل نہ ہوگئے۔ اپنی وفات تک آپؐ اُسی پر سوتے رہے۔

(۵۴۱) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۶۵
(۵۴۲) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۶۵

''محمد رسول اللہ'' کندہ کروایا گیا۔

''محمد'' ایک سطر،

''رسول'' ایک سطر،

''اللہ'' ایک سطر میں لکھا گیا اس طرح مہر تین سطور پر مشتمل تھی۔

رسول اللہ ﷺ کی چاندی کی انگوٹھی میں حبش کا نگینہ جڑا تھا (۵۳۸)۔

ایک روایت کے مطابق چاندی کی انگوٹھی کا تاج بھی چاندی کا ہی بنا ہوا تھا۔

حضرت عمرؓ بن سعید، رسول اللہ ﷺ کے حضور تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی انگلی میں انگوٹھی دیکھ کر پوچھا، ''**یہ تمہاری انگلی میں انگوٹھی کیسی ہے؟**'' حضرت عمرؓ بن سعید نے عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ ایک حلقہ ہے۔ اِسے میں نے بنایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا، ''**اِس پر کیا نقش کیا گیا ہے؟**''

حضرت عمرؓ بن سعید نے عرض کیا، ''محمد رسول اللہ''۔ تب آپؐ نے پوچھا، ''**کیا میں اِسے دیکھوں؟**'' آپؐ نے اِسے لے لیا اور اپنی ذاتی مہر کے طور پر استعمال کیا، پھر سب کو منع فرمادیا کہ کوئی اپنی انگوٹھی پر ''محمد رسول اللہ'' کے کلمات کندہ نہ کروائے (۵۳۹)۔

جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا، مہر والی یہ انگوٹھی آپؐ کے ہاتھ میں تھی۔ آپؐ یہ انگوٹھی بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنا کرتے تھے۔ کبھی کبھار دائیں ہاتھ میں بھی پہن لیا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اس کے نگینہ کو اپنی ہتھیلی کی جانب موڑ لیتے تھے۔ آپؐ کو جب بیت الخلا جانا ہوتا تب انگوٹھی کو انگلی سے نکال دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی مہر والی یہ انگوٹھی آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ، پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ اپنے ہاتھوں میں پہنتے رہے۔

حضرت عثمانؓ اپنے دورِ خلافت میں ایک روز اریس کنویں پر بیٹھے تھے، آپؓ انگوٹھی نکال کر ہاتھوں میں لئے اِسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے تھے کہ ہاتھ سے نکل کر یہ انگوٹھی کنویں میں جا گری۔

کنویں کا پانی کھینچا گیا، تین روز تک آتے جاتے رہے لیکن ہر طرح کی تلاش کے باوجود یہ مبارک انگوٹھی نہ مل سکی اور کنویں میں گم ہوگئی (۵۴۰)۔

انگوٹھی کے نگینہ پر تحریر کندہ کروانا رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی جاری رہا۔ حضرت ابوبکرؓ کی انگوٹھی پر ''نعم القدیر اللہ'' (اللہ کی قدرت ہر شے پر خوب کافی ہے)، حضرت عمرؓ کی انگوٹھی پر ''کفٰی بالموت واعظاً یا عمرؓ'' (واعظ کے طور پر موت تمہارے لئے کافی ہے اے عمر!)، حضرت عثمانؓ کی انگوٹھی پر ''لنصبرنا'' (ہم ضرور صبر کریں گے)، حضرت علیؓ کی انگوٹھی پر ''الملک للہ'' (بادشاہی صرف اللہ کی ہے)، حضرت حسنؓ کی انگوٹھی پر ''العزۃ للہ'' (بڑائی اللہ کے لئے ہے)، حضرت معاویہؓ کی انگوٹھی پر ''ربِّ اغفر لی'' (اے رب! مجھے معاف فرما)، حضرت ابن ابی لیلیٰؒ کی انگوٹھی پر ''الدنیا غرور'' (دنیا دھوکہ ہے)، امام اعظم ابوحنیفہؒ کی انگوٹھی پر ''قُل الخیر والّا فاسکت'' (یا خیر کی بات کر یا چپ رہ!)، امام ابو یوسفؒ کی انگوٹھی میں ''مَن عَمِل

(۵۳۸) ابن سعد، الطبقات، ا، ۴۷۳-۴۷۱؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۲۳؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۴۷

(۵۳۹) ابن سعد، الطبقات، ا، ۴۷۴ (۵۴۰) بخاری، ''لباس''، ۵۰؛ نسائی، ''زینت''، ۸۲؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۱، ۲۲؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۴۷۷-۴۷۶؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۲۳۹؛ ہیثمی، مجمع الذوائد، ۷، ۱۸۳؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۷۵

فرمایا جس کا عوض اُنتیس جوان اُونٹ تھے۔

حلہ، رداء اور ازار پر مشتمل نیچے اور اوپر پہنے جانے والے دو لباس کو کہا جاتا ہے، عام طور پر اسے یمنی کپڑے سے بنایا جاتا ہے لیکن کسی دوسرے کپڑے سے بھی بنایا جا سکتا ہے۔ یک لباسہ حلہ نہیں کہلاتا۔

نجاشی کی جانب سے بھیجی گئی سونے کی انگوٹھی

حبشہ کے بادشاہ نجاشی اصحمہ کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کو بھیجے گئے تحائف میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی جس پر حبش کا نگینہ جڑا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی نواسی حضرت سیدۃ امامہ بنت ابوالعاصؓ کو بلایا اور کہا، ''اے میری بیٹی! اِسے تم پہنو! (۵۳۷)''

مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا حلال ہے، اِس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق سونے، لوہے یا تانبے سے بنی انگوٹھی پہننا حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اپنی وفات تک چاندی کی انگوٹھی پہنی۔

رسول اللہ ﷺ انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ آپؐ کو انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنے بھی دیکھا گیا۔ دائیں ہاتھ میں اور بائیں میں بھی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ انگوٹھی، چھوٹی یا اُس کے ساتھ کی انگلی میں پہنی جاتی ہے۔ عیدین پر ہر کسی کے لئے انگوٹھی پہننا مستحب ہے۔ دکھاوے کے لئے یا بڑائی کے لئے پہننا حرام ہے۔

ایک روز حضرت نعمانؓ بن بشیر، رسول اللہ ﷺ کے حضور تشریف لائے۔ اُنہوں نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا، ''جنت میں داخل ہوئے بغیر کیوں تم نے جنت کے زیور پہن لئے ہیں؟'' اس کے بعد حضرت نعمانؓ نے لوہے کی بنی انگوٹھی پہننا شروع کردی۔ اِسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم کیوں جہنم کی اشیاء اٹھائے پھرتے ہو؟'' اُنہوں نے اِسے بھی چھوڑ دیا اور تانبے کی انگوٹھی پہن لی۔ اِسے دیکھ کر آپؐ نے فرمایا، ''کیوں مجھے تم سے بتوں کی بو آرہی ہے؟''

''میں کیسی انگوٹھی پہنوں یا رسول اللہ!؟'' اُنہوں نے دریافت فرمایا۔ آپؐ نے جواب دیا، ''چاندی کی انگوٹھی پہن سکتے ہو جس کا وزن ایک مثقال (۴.۸ گرام) سے زیادہ نہ ہو اور اِسے سیدھے ہاتھ میں پہنو!''

حضرت عمروؓ ابن شعیب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سونے اور لوہے کی انگوٹھیاں اتروا دیتے تھے لیکن چاندی کی انگوٹھیوں کی ممانعت نہیں فرماتے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے شاہِ عجم، قیصرِ روم اور نجاشیؑ حبشہ کو مکتوبات لکھوانا چاہے تو آپؐ سے کہا گیا،

۔''یا رسول اللہ ﷺ! وہ لوگ کوئی مکتوب تب تک نہیں پڑھتے جب تک اُس پر مہر نہ لگی ہو۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس کے نگینہ پر تین سطور کی شکل میں:

---

(۵۳۷) ابوداؤد، ''خاتم'' ،۸؛ ابن ماجہ، ''لباس'' ،۴۰؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۱۹،۷۱؛ بیہقی، السنن، ۱۱،۴۰۷؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۲۱

متعدد رومالوں میں لپیٹا یہ خرقہ سعادت ۵۷،۰ × ۴۵،۰ × ۲۱،۰ سینٹی میٹر پیائش کے اطلسی ڈبے میں محفوظ رکھا گیا ہے، اس اطلسی ڈبے کا ڈھکن اوپر کی جانب سے کھلتا ہے۔ خرقہ سعادت کی حفاظت کے لئے بنایا گیا ایک اور اطلسی محافظہ بھی موجود ہے جسے سلطان مراد ثالث نے بنوایا تھا۔ یہ محافظہ فن کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے اور اسے زمردوں سے مزین کیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک چادر تھی جسے زعفران سے رنگا گیا تھا۔ آپؐ یہ چادر اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں اوڑھا کرتے تھے۔ خمیصہ، اُس مستطیل سیاہ عبا کو کہا جاتا ہے جس کے دو جانب نقش و نگار کی کڑھائی کی گئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ علالت سے پہلے خمیصہ پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک روز خمیصہ پر نماز ادا فرما رہے تھے کہ آپؐ کی نظر اُس کے نقش و نگار پر ٹک گئی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا، **''یہ خمیصہ ابوجہم کو بھیج دو۔ کیونکہ اس نے کچھ دیر پہلے مجھے نماز کے دوران مشغول کر دیا۔ میرے لئے عدی بن کعب کے گھر والوں سے ابوجہمؓ بن حذیفہ بن غانم کی انجانیہ لے آؤ!''**

ابوجہم نے استفسار کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے یہ کیوں بھیج دی؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، **''میری نگاہ، دوران نماز اس کے نقش و نگار پر اٹک گئی تھی۔''** یہ خمیصہ، رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوجہمؓ نے ہدیہ کی تھی۔

انجان نامی شہر میں اُون سے بُنی گئی چادر کو جس پر کوئی نقش و نگار نہ ہوتا تھا اسے انجانی کہا جاتا تھا۔ خیبر کے مالِ غنیمت سے رسول اللہ ﷺ کے حصے میں ایک خمیصہ بھی آئی تھی۔

پرانی ہو چکی اس خمیصہ پر آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے۔ علالت قبل وفات آپؐ کی طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہوتی تو آپؐ بار بار اسی خمیصہ سے اپنا چہرہ مبارک ڈھانپ لیتے۔ جب خمیصہ کی وجہ سے گھبراہٹ محسوس کرتے تو اسے ہٹا دیتے (۵۳۶)۔

مدینہ کی مٹی نم دار ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر قبرِ مبارک میں پہلے اسی خمیصہ کو بچھایا گیا۔

ہجرت کے نویں سال بنی ضارکا وفد مدینہ آیا۔ ان میں سے ایک شخص ھانی بن حبیب نے آپؐ کو ایک لباس ہدیہ کیا جس پر سونے کی تاروں سے نقش و نگار بنے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ لباس اپنے چچا حضرت عباسؓ کو دے دیا۔ حضرت عباسؓ نے پوچھا، ''میں اس کا کیا کروں؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، **''اِس کا سونا اُتار کر اپنی زوجہ کا زیور بنا لو یا بیچ ڈالو۔ اِس کا اطلس بیچ کر قیمت وصول کر لو!''** حضرت عباسؓ نے یہ لباس ایک یہودی کو آٹھ ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں، ''سردار طیزن نے ایک ایسا حلہ رسول اللہ ﷺ کو ہدیتاً بھیجا جسے تینتیس بوڑھی اُونٹنیوں کے عوض خریدا جا سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدیہ قبول فرمایا۔''

حضرت اسحاقؓ بن عبداللہ بن حارث نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ نے زیزن کو ایک ایسا حلہ ہدیہ

(۵۳۶) بخاری، ''صلوٰۃ''، ۱۹؛ ابوداؤد، ''صلوٰۃ''، ۹۳؛ دارمی، ''صلوٰۃ''، ۱۰۱؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۶۹؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱، ۲۵۶؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۶۸

حضرت کعبؓ بن زُہیر کو عطا کردہ خرقہ

رسول اللہ ﷺ نے تبوک میں ایلہ کی خلق کے لئے امان کا فرمان لکھوایا اور امان کی علامت کے طور پر اُنہیں ایک بُردۃ (خرقہ) عنایت فرمایا۔

حضرت ابوالعباس عبد اللہ بن محمد نے یہ بُردۃ اُن سے تین سو دینار میں خرید لیا۔ بنوعباس میں یہ خرقہ سلف سے خلف کو وراثت کے طور پر منتقل ہوتا رہا۔

خلفاء عیدین کو اسے زیب تن کئے اور رسول اللہ ﷺ کا عصا ہاتھ میں لئے جب باہر نکلتے تو رعب سے دِلوں پر کپکپی طاری ہو جاتی، آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا تھا۔

عرب کے مشہور شعراء میں سے کعب بن زُہیر نے طلب معافی اور قبولِ اسلام کی نیت سے رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچ کر آپؐ کی شان میں وہ اشعار پڑھے جو قصیدہ بانت سُعاد کے عنوان سے مشہور ہوا:

ان الرّسول لسیف یستضاء بہ۔ مھند من سیوف اللہ مسلول (بے شک! رسول اللہ ﷺ سیدھا راستہ دکھانے والا ایک نور ہیں۔ آپؐ اللہ کی اُن بے نیام تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جو برائیوں کا خاتمہ کرنے والی ہوں)۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا بردۃ (خرقہ) شریف اُتارا اور آپؐ کو پہنا دیا (۵۳۵)۔

حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت کے دور میں حضرت کعبؓ بن زہیر کو: ''آپؓ رسول اللہ ﷺ کا خرقہ شریف ہمیں بیچ دیجئے'' کہلوا بھیجا اور اس مقصد کے لئے دس ہزار درہم بھی بھیجے۔

حضرت کعبؓ بن زہیر نے: ''رسول اللہ ﷺ کا خرقہ شریف پہننے کے متعلق کسی کو خود پر ترجیح نہیں دے سکتا!'' کہہ کر حضرت امیر معاویہؓ کی خواہش کو رد فرما دیا۔

حضرت کعبؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے حضرت کعبؓ کے بیٹے سے بیس ہزار درہم کے عوض یہ خرقہ شریف خرید لیا۔ حضرت کعبؓ کو ہدیتاً دیا گیا یہ خرقہ شریف خلیفہ در خلیفہ بطور وراثت منتقل ہوتا رہا۔

اموی سلطنت کے زوال کے بعد پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح بن عبد اللہ بن محمد نے یہ خرقہ شریف تین سو دینار کے عوض خرید لیا گیا۔

عیدین کے مواقع پر خلفاء اسے زیب تن کرتے تھے۔ جب خلیفہ مقتدر کو قتل کیا گیا تب یہ خرقہ اُس کے خون سے آلودہ ہو گیا۔ جب عباسی مصر منتقل ہوئے تب وہ اس خرقہ شریف کو بھی اپنے ساتھ ہی لے آئے۔ جب عثمانی بادشاہ سلطان یاووز سلیم نے مصر فتح کیا اور خلیفہ بنا تب مصر سے لائی گئی ''مقدس امانات'' کے ساتھ یہ مبارک خرقہ بھی استنبول لایا گیا۔

استنبول میں توپ کپی محل کے خرقہ سعادت نامی حصہ میں خلق عام کی زیارت کے لئے رکھ دیا گیا ہے۔ خرقہ شریف کی لمبائی ۱،۲۴ میٹر، کھلی آستینیں ہیں اور سیاہ اُونی کپڑے سے بنایا گیا ہے۔

خرقہ سعادت کو اندر کی جانب، کریم رنگی اُونی کپڑے کا استر لگایا گیا ہے۔ آگے کی جانب سے ۳۲،۰ × ۳۰،۰ سینٹی میٹر کی پیائش کا ایک ٹکڑا غائب ہے۔ دائیں آستین پر بھی کچھ نقصانات نمایاں ہیں۔ خرقہ سعادت جگہ جگہ سے پھٹ چکا ہے۔

---

(۵۳۵) ابن ہشام، السیرۃ، ۵۱۴،II؛ حاکم، المستدرک، ۶۷۳،III؛ بیہقی، السنن، ۲۸۱،I؛ سہیلی، روض الانف، ۳۳،IV؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۷۰۸،III

دیکھا جو اوپر اور نیچے پہنا جائے۔ آپؓ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ اسے خرید لیں، جمعہ اور عیدین پر اور وفود سے ملاقات کے مواقع پر اسے پہنا کیجئے!۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**یہ تو اُن لوگوں کا لباس ہے جن کے نصیب میں آخرت میں کچھ نہیں! اِسے تو بس وہی پہنے گا جسے آخرت میں کچھ حاصل نہ ہوگا!**'' پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو اطلسی جبہ بھیجا جو آپؐ کے پاس موجود تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے لیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے پھر عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو کہتے سنا کہ یہ تو اُن لوگوں کا لباس ہے جن کے نصیب میں آخرت میں کچھ نہیں! اِسے تو بس وہی پہنے گا جسے آخرت میں کچھ حاصل نہ ہوگا! پھر اس کے بعد آپؐ نے یہ لباس مجھے کیوں بھیج دیا!؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**تاکہ تم اسے بیچ کر اپنی کوئی احتیاج پوری کرسکو، اِس سے فائدہ اٹھا سکو۔ وگرنہ اِس لئے نہیں بھیجا کہ اِسے پہنو!**''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**شہرت اور نمائش کے لئے لباس پہننے والے سے اللہ تعالیٰ اُس وقت تک منہ موڑ لیتا ہے جب تک کہ وہ اُسے اُتار نہ دے!**'' ''**روزِ قیامت اُسے ذلت کا لباس پہنائے گا!**''

''**جو شخص شہرت اور نمائش کی نیت سے لباس پہنتا ہے، روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُسے ویسا ہی لباس پہنائے گا، پھر اُسے آگ سے جلائے گا!**''

بُردۃ؛ اُس یمنی کپڑے کو کہا جاتا ہے جو دھاری دار ہو اور جسے احرام کی مثل بدن پر لپیٹ لیا جائے۔

عبا اور حرقہ کو بھی بردۃ کہا جاتا ہے۔ حضرت سہلؓ بن سعد فرماتے ہیں، ''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بردۃ لائی جس کے کنارے اُس نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے۔ اُس نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے ہاتھ سے اسے بُنا ہے۔ اِسے آپؐ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ کو اِس کی احتیاج تھی اِس لئے اِسے قبول فرمایا۔

آپؐ اِس بردۃ کو لپیٹے ہمارے پاس آئے۔ جماعت میں سے ایک شخص نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا پھر کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کوئی بردۃ اِس سے بڑھ کر اور کیا خوبصورت ہوگا! کیا آپؐ اِسے مجھے عنایت فرما دیں گے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**ہاں!**''۔ آپؐ مجلس سے اُٹھ کر اپنے حجرہ مبارک میں گئے اور بردۃ کو لپیٹ کر اُس شخص کی جانب بھیج دیا۔ جماعت کے دیگر افراد نے اُس شخص پر تنقید کرتے ہوئے کہا، ''تم نے ہرگز اچھا نہیں کیا! تم نے رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز طلب کر لی جو آپؐ نے پہن رکھی تھی اور آپ کو اس کی احتیاج بھی تھی! یہ تم بھی جانتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ کسی طلب کو رد نہیں فرماتے!''

اُس شخص نے جواب دیا، ''واللہ، میں نے اِسے پہننے کے لئے نہیں مانگا بلکہ اس لئے طلب کیا ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ میرا کفن بن جائے!''

پھر ایسا ہی ہوا، اُن کی وفات پر یہ بردۃ اُن کا کفن بنا (۵۳۴)۔

---

(۵۳۴) ابن ماجہ، ''لباس''، ۱؛ احمد بن حنبل، المسند، ۳۳۳،۷؛ ابن سعد، الطبقات، ۴۵۴،۱؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۶۹،۷۱؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۳۴۶

رہے!''

رسول اللہ ﷺ نے اس اطلسی جبے کو پہن کر نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی اسے نفرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہوئے اتار دیا۔

پھر ارشاد فرمایا، ''متقیوں کے لئے یہ اچھی شے نہیں!'' آپؐ نے اسے حضرت عمرؓ کو بھیج دیا۔ اُنہوں نے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اِسے اتارنے میں آپؐ نے اتنی جلدی کیوں کی؟''

سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''مجھے جبرائیلؑ نے اِسے پہننے سے منع فرمادیا!'' حضرت عمرؓ نے روتے ہوئے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے مجھے وہ چیز دی ہے جو آپ کو پہننا پسند نہیں! ؟ میں بھلا اس کا کیا کروں؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے تمہیں یہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اِسے پہنو بلکہ اس لئے دیا ہے کہ اِسے بیچ ڈالو!'' حضرت عمرؓ نے یہ جبہ دو ہزار درہم میں فروخت کر دیا۔

بادشاہِ رُوم نے رسول اللہ ﷺ کو اطلس سے بنا ایک جبہ ہدیتاً بھیجا جس پر سونے کے نقش و نگار کڑھے تھے اور اوپر سے نیچے تک فرگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے زیب تن کیا تو لوگوں نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ آپؐ کے لئے آسمان سے اُتارا گیا ہے؟''

سرورِ عالم ﷺ نے کہا، ''کیا یہ تمہیں بڑا پسند آیا ہے؟ مجھے قسم ہے اُس اللہ تعالیٰ کی کہ جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، جنت میں سعدؓ بن معاذ کے رومالوں میں ایک بھی اِس سے کہیں اعلیٰ اور خوبصورت ہے!''

پھر آپؐ نے یہ جبہ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو بھیج دیا۔ جب حضرت جعفرؓ نے اسے پہنا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کیا میں نے اِسے تمہارے پہننے کے لئے بھیجا تھا!؟'' حضرت جعفرؓ نے دریافت فرمایا، ''اگر میں اسے نہ پہنوں تو کیا کروں؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اسے نجاشی کو بھیج دو!''

رسول اللہ ﷺ کو، ریشم سے بنا ایک لباس ہدیتاً بھیجا گیا، اسے سیَرہ کہا جاتا تھا اور اس پر لمبائی کے رُخ پر زرد دھاریاں بنی تھیں۔ آپؐ نے یہ لباس حضرت علیؓ کو بھیج دیا۔ حضرت علیؓ کو یہ لباس پہنا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر برہمی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا، ''میں نے اُسے تمہارے پہننے کے لئے تو نہیں بھیجا تھا۔ اِس لئے بھیجا تھا کہ خواتین اِس کو کاٹ کر اوڑھنی بنالیں۔'' حضرت علیؓ نے اس لباس کو کاٹ کر اہل بیت کی خواتین میں تقسیم فرمادیا۔

حبشہ کی فرمانروا نجاشی نے جو ہدایا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجے اُن میں مصری کا فتان بھی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سیاہ اُونی لباس بھی پہنا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں، ''آپؐ کے لئے سیاہ اُون سے ایک لباس بھی سیا گیا تھا۔

اِسے پہننے پر آپ کو پسینہ آیا اور اُون کی بومحسوس ہوئی۔ آپؐ نے درحال اِسے اتار دیا کیونکہ طبعاً آپؐ صرف خوشبو پسند فرماتے تھے۔''

حضرت عمرؓ، بازار کو نکلے اور مسجد کے دروازے کے پاس ریشم کا استبرق جنس کا سیَرہ دولباسہ

رسول اللہ ﷺ کے پاس صُحار کے بنے دو لباس موجود تھے۔ صحار، عمان کا ایک قصبہ ہے۔ آپؐ کے پاس صحار کی بنی ایک قمیص بھی تھی۔ قصبہ صحار کی قمیص کو صحاری بھی کہا جاتا ہے۔ آپؐ کا سب سے پسندیدہ لباس قمیص تھی۔ قمیص صاف سوت سے بنے گئے کپڑے سے سی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی قمیص کی آستینیں کلائی تک لمبی تھیں۔ حبشہ کے فرمانروا نجاشی نے جو ہدایا آپؐ کو بھیجے ان میں قمیص بھی تھی۔

سرورِ عالم ﷺ کے پاس ایک قمیص ایسی بھی تھی جو سوت کی ایک تہہ سے بُنے کپڑے کی تھی۔ قریۂ یمن میں سے سحول نامی قریہ ایک تہہ سوت کا کپڑا بنانے میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کپڑے سے سلے گئے لباس کو سحولیہ کہا جاتا ہے۔ حبشہ کے فرمانروا نجاشی کے بھیجے گئے ہدایا میں ایک پاجامہ بھی تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا ایک سفید رنگ کا لباس بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا، **''اپنے ملبوسات میں سے سفید رنگ کا لباس پہنو! زندہ لوگ، سفید لباس پہنیں۔ مردہ لوگ، سفید کفن پہنیں! کیونکہ لباسوں میں سے سب اچھا اور خیر والا لباس ہے (۵۳۱)۔''**

رسول اللہ ﷺ نے سبز رنگی کپڑے بھی ملبوس فرمائے۔ حضرت ابورمسہ نے رسول اللہ ﷺ کو سبز رنگی دو کپڑوں میں ملبوس دیکھنے کے متعلق خبر دی ہے (۵۳۲)۔

سرورِ عالم ﷺ سرخی مائل حُلّہ بھی زیب تن فرماتے تھے۔ حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں، ''میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اِس قدر حسین نہ دیکھا تھا کہ آپؐ سرخی مائل حُلّہ میں نظر آتے! (۵۳۳) آپؐ کے بال مبارک کانوں کی لو تک پہنچ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ جمعہ اور عیدین کے روز سرخ رنگ کا جُبّہ زیب تن فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ آپؐ کے پاس ایک یمنی جبہ تھا۔ سفر کے دوران آپؐ شامی جبہ پہنتے تھے جو تنگ کلائیوں والا تھا۔

اس کے علاوہ جنگوں میں دُشمن کا سامنا کرتے ہوئے طیلسانی کپڑے سے بنا جُبہ زیب تن فرماتے جس کے گریبان اور چاکوں پر اطلسی پٹیاں لگائی گئی تھیں، ایرانی فرمانروا اس کپڑے کے لباس پہنا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی وفات تک یہ جبہ آپؓ کے پاس محفوظ رہا، آپؓ کے بعد حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے لے لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے زیب تن کردہ اس جبے کا دھوون بیماروں کو پلایا جاتا اور وہ شفا پاجاتے۔

دومۃ الجندل کے حاکم عقیدر کا بھائی حسن جو مارا گیا تھا اُس کا ایک جبہ رسول اللہ ﷺ کو بھیجا گیا۔ یہ اطلسی جبہ ابریشمی دھاگوں کے تانے بانے سے بنا گیا تھا، نقش و نگار کے طور پر اس پر سونے کی ڈالیاں اور کھجور کے پتے بنائے گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ جبہ زیب تن کیا اور منبر پر تشریف فرما ہوئے، پھر آپؐ کچھ کہے بغیر منبر سے اتر آئے۔ مسلمان اس جبے کو ہاتھ لگا کر اور دیکھ کر اس کی خوبصورتی پر حیران ہو رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، **''کیا تم لوگ اِس کی خوبصورتی پر حیران ہو رہے ہو؟ کیا یہ تمہیں بہت بھایا ہے؟''** جواب میں سب نے کہا، ''ہم نے آج تک ایسا خوبصورت لباس نہیں دیکھا!''

تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، **''مجھے قسم ہے اُس اللہ تعالیٰ کی کہ جس کے یدِ قدرت میں میری جان ہے، جنت میں سعدؓ بن معاذ کے رومال اِس چیز سے کہیں اعلیٰ اور خوبصورت ہیں جو تم دیکھ**

---

(۵۳۱) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۴۹

(۵۳۲) ترمذی، ''ادب''، ۴۸؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۵۰؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۹۷؛ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، IX، ۴۰

(۵۳۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۵۰

رسول اللہ ﷺ اعلیٰ اخلاق کے منبع تھے۔ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ ان اعلیٰ اخلاق کو سیکھ کر اپنے اخلاق ان جیسے بنائے تاکہ دنیا اور آخرت کی فلاکتوں، پریشانیوں سے نجات حاصل ہو اور آقائے دو جہاں ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے ملبوسات

رسول اللہ ﷺ کا ایک لباس 'حبرۃ' تھا۔ حبرۃ یمن کے ایسے کپڑے کو کہا جاتا ہے جو سوت اور لینن سے بنایا گیا اور دھاری دار ہو۔ رسول اللہ ﷺ حبرہ کا لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس عمان کے بنے دو 'ازار' تھے۔ کمر سے نیچے باندھے جانے والے تہبند یا چادر کو ازار کہا جاتا ہے۔ آپؐ کے پاس ان کے علاوہ ایک چادر نما تہبند اور بھی تھا جس کا کپڑا بالوں سے بُنا گیا تھا اور اُس پر ایسی دھاریاں اور لکیریں پائی جاتی تھیں جو اونٹ کے کجاوے سے مشابہت رکھتی تھیں۔ آپؐ اسے اکثر اُس وقت زیب تن فرماتے جب کہیں باہر جانا مقصود ہوتا۔

حضرت ابوبُردۃ بیان فرماتے ہیں، ''جب ہم حضرت عائشہؓ کی زیارت کے لئے گئے تو آپؓ نے ہمیں موٹا تہہ دار سلا گیا ایک لباس جسے 'مُلبَدہ' کہا جاتا تھا اور یمن کا بُنا موٹا تہبند دکھایا اور قسم کھاتے ہوئے کہا، ''جب رسول اللہ ﷺ کی روح قبض ہوئی تب آپؐ نے یہی لباس پہن رکھا تھا (۵۲۸)۔''''

سرورِ کائنات ﷺ سردی کی سرد راتوں میں عبادت کرتے ہوئے نہ بہت سخت نہ بہت نرم اُون سے بُنا گیا تہبند باندھا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے مردمومنین کے لئے کمر سے شروع ہوکر پنڈلی کے نصف، نرم گوشت سے کچھ نیچے تک لمبا تہبند باندھنے کا حکم دیا ہے۔

بڑائی اور تکبر کی نشانی کے طور پر زمین تک لمبا تہبند پہننے والے مردوں کے لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُنھیں رحمت کی نظر سے نہ دیکھے گا'' آپؐ نے حضرت جابرؓ بن سُلیم سے فرمایا، ''اپنا تہبند پنڈلی کے نصف تک اٹھا رکھو! اگر یہ نہ کرسکو تو ٹخنوں تک لٹکا لو! زمین تک لٹکانے سے باز رہو! کیونکہ، یہ غرور کی علامت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ مغرور کو پسند نہیں کرتا! (۵۲۹)''

اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنا تہبند اپنی پنڈلی کے نصف تک بڑھاتے تھے، اُس کے اوپر قمیض پہنتے اور اوپر سے ردا (۵۳۰) اوڑھ لیتے تھے۔

جب کوئی وفد آپؐ سے ملنے کے لئے آتا تو حضرمی ردا کے ساتھ تشریف لاتے۔ اس کی لمبائی: تین گز، عرض: تقریباً ڈیڑھ گز، قیمت: ایک دینار اور اس کا رنگ سبز تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی یہ ردا، دورِ خلافت میں سمیٹ کر ایک پشتارہ یا گٹھڑی کی شکل میں خلیفہ کے پاس محفوظ رہتی تھی۔ خلفاء عید الفطر اور عید الضحیٰ کے مواقع پر اسے پہنتے تھے۔

---

(۵۲۸) مسلم، ''لباس''، ۵۷؛ ابوداؤد، ''لباس''، ۷؛ ابن ماجہ، ''لباس''، ۱؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷، ۱۷۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۵۳؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۲۶؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۷۸

(۵۲۹) ابوداؤد، ''لباس''، ۲۷؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۳۲۵؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۲۱؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۷۸

(۵۳۰) ایک طرح کا لباس

آپؐ کبھی اپنی ذات کے لئے ناراض ہوئے نہ ہی انتقام لیا۔ کسی چیز کی جانب اشارہ فرماتے تو انگلی سے نہیں پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے۔ حیرت اور تعجب کی بات پر آپؐ اپنا ہاتھ اُلٹ دیتے یعنی اگر ہتھیلی آسمان کی جانب ہوتی تو اسے زمین کی جانب، اگر زمین کی جانب ہوتی تو اُسے آسمان کی جانب موڑ دیتے۔ بات کرتے ہوئے ہاتھ کو حرکت دیتے، دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی اندرونی جانب مارتے رہتے۔ جب ناراض ہوتے تو فوراً ناراضگی ختم کر لیتے یا ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

خوشی اور فرحت کے موقع پر آپؐ اپنی آنکھیں موند لیتے تھے۔ آپؐ کی ہنسی کی انتہا تبسّم تک محدود تھی۔ دورانِ تبسّم آپؐ کے دندان مبارک موتیوں کی لڑی کی مانند دکھائی دیتے تھے (۵۲۶)۔

حضرت ابوسعیدؓ الخدری بتاتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مویشیوں کو چارہ ڈالتے۔ اونٹوں کو باندھتے۔ اپنے گھر میں جھاڑو دیتے۔ بکریوں کا دودھ دھوتے۔ اپنا جوتا مرمت فرماتے۔ اپنے کپڑوں کی پیوند کاری کرتے (۵۲۷)۔ اپنے خدمت گاروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ خدمتگار چکی پیستے ہوئے تھک جاتا تو اُس کی مدد کرتے۔ بازار سے خرید کردہ سودا سلف تھیلے میں ڈال کر گھر لاتے۔ فقیر ہو یا امیر، بڑا ہو یا چھوٹا جو بھی ملتا اُسے سلام کرنے میں پہل فرماتے۔ اُن سے مصافحہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ پہلے آگے بڑھاتے تھے۔

غلام و آقا، سیاہ و سفید میں برابری رکھتے۔ جو کوئی بھی دعوت دیتا آپؐ ضرور تشریف لے جاتے۔ آپ کو سامنے پیش کردہ چیز کو کبھی کی، ناپسندیدگی یا حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے۔ بھلائی کرنا پسند فرماتے۔ ہر کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ روا رکھتے۔ آپؐ شیریں کلام اور خوش مزاج تھے۔ بات کرتے ہوئے کبھی نہ ہنستے تھے۔

غمگین نظر آتے تھے۔ لیکن کبھی بھنویں نہ سکیڑتے تھے۔ نہایت کسرِنفس تھے۔ آپؐ کی شخصیت پر ہیبت تھی اس بنا پر لوگوں کے دلوں میں احترام اور خوف کی حالت پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن آپؐ میں تلخ مزاجی قطعاً نہ تھی۔ بلکہ نہایت نازک مزاج کے مالک تھے۔ بڑے سخی تھے لیکن ہرگز اسراف نہ کرتے، بے فائدہ کہیں کوئی چیز نہ دیتے تھے۔ ہر کسی پر ترس کھاتے۔ کبھی کسی سے کسی چیز کی توقع نہ رکھتے تھے۔ جو شخص حضور اور سعادت کا طالب ہو، اُسے چاہیئے کہ وہ آپؐ جیسا بن جائے۔

ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ان عادات کو مشعلِ راہ بنائے۔ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو اخلاقِ الٰہی کے مطابق ڈھالے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،

''اپنی عادات کو اللہ کے اخلاق کے مطابق ڈھالو!''

مثلاً، اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک ''ستار'' ہے، یعنی گناہوں پر پردہ ڈالنے والا۔ مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی اپنے دینی بھائیوں کے گناہوں پر پردہ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہ معاف کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے قصور اور قباحت معاف کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے، رحیم ہے۔ یعنی اُس کا لطف و احسان بے انتہا اور اُس کی مرحمت بے حد و حساب ہے۔ مسلمانوں کے لئے سخی اور صاحبِ مرحمت ہونا ضروری ہے۔ سارے اچھے اخلاق ایسے ہی ہیں۔

---

(۵۲۶) قاضی عیاض، شفا شریف، ص، ۱۳۲؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۸۵۔

(۵۲۷) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۴۳؛ غزالی، احیاء، II، ۸۷۷۔

آپؐ زمین کی جانب آسمان کی نسبت زیادہ دیر تک دیکھتے۔
زمین کی جانب بھی آپؐ بس سرسری نگاہ سے ہی دیکھتے۔
چلتے ہوئے آپؐ اپنے اصحابِ کرامؓ سے پیچھے چلتے۔
کسی سے ملاقات ہو جاتی تو پہلے آپؐ اُسے سلام کہتے۔
حضرت ابوہریرہؓ یوں فرماتے ہیں:
رفتار کے لحاظ سے میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر تیز نہیں پایا۔ چلتے ہوئے گویا زمین آپؐ کے پاؤں تلے سمٹی جاتی تھی۔

ہم پیچھے چلتے ہوئے، آپؐ تک پہنچنے کے لئے دوڑنا پڑتا اس لئے تھک جاتے تھے۔ جبکہ آپؐ چلتے ہوئے ذرا بھی نہ تھکتے تھے (۵۲۴)۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب کسی سے ملتے تو مصافحہ کرتے، اُس وقت تک ہاتھ نہ کھینچتے جب تک وہ شخص خود اپنا ہاتھ نہ کھینچ لے، اُس وقت تک اُس کی جانب سے منہ نہ موڑتے جب تک وہ اپنا چہرہ خود کسی اور جانب نہ موڑ لے (مصافحہ: دو اشخاص کا ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اپنی ہتھیلیوں کو ایک دوسرے ملاتے ہوئے، ایک دوسرے کے چہرے کی جانب دیکھنا مراد ہے۔)

حضرت انسؓ بن مالک سے ہی روایت ہے: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم میں سے کچھ لوگ بعض لوگوں کے سامنے جھکیں؟'' آپؐ نے جواب دیا، ''نہیں!'' پھر پوچھا گیا، کیا ہم میں سے کچھ لوگ بعض لوگوں کو گلے لگائیں؟'' آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا، ''نہیں! البتہ مصافحہ کرو! (۵۲۵)''

حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں تو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے سے پہلے اُن کی مغفرت کر دی جاتی ہے!**''

سرورِ کائنات ﷺ ہمیشہ متفکر رہتے تھے۔ آپؐ کی خاموشی، آپؐ کے کلام سے زیادہ طویل تھی۔
آپؐ بے وجہ بات نہیں کرتے تھے۔ آپؐ بات کی شروعات بھی اور اختتام بھی اللہ تعالیٰ کے نام سے فرماتے تھے۔

بات کرتے ہوئے، نہایت مختصر اور جامع کلمات استعمال فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہمیشہ حقیقت پر مبنی اور عین زمان و مکان کے مطابق ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بات کرتے ہوئے، نہ کم نہ زیادہ الفاظ صرف فرماتے۔

آپؐ کبھی کسی کا دِل نہ توڑتے، کسی کی حقارت نہ کرتے تھے۔ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا بھی احترام فرماتے، کبھی کسی نعمت کو رد نہ کرتے تھے۔ نہ کسی نعمت کو اس لئے سراہا کہ آپؐ کو پسند آگئی اور نہ ہی کسی نعمت کو برا کہا کہ آپؐ کو پسند نہ آئی۔

کبھی یوں نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دنیا یا دنیاوی امور کے لئے ناراض ہوئے ہوں۔ لیکن اگر معاملہ حق تلفی کا ہوتو کوئی چیز آپؐ کی ناراضگی ختم نہ کرسکتی جب تک کہ وہ حق حاصل نہ ہو جائے۔

---

(۵۲۴) ترمذی، ''مناقب''، ۱۲؛ احمد بن حنبل، المسند، II، ۳۵۰؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۳۸۰؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، III، ۳٦۷؛ بغوی، الانوار، I، ۳۵۲؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۸۲

(۵۲۵) ابن ماجہ، ''ادب''، ۱۵؛ ابویعلی، المسند، VII، ۱۹۷

کے ساتھ حیرت کا اظہار فرماتے ۔

جب کوئی غریب الوطن یا اجنبی شخص آپؐ کے حضور آتا تو اُس کی باتوں اور سوالوں کی سخت کلامی طرزِ گفتگو کو نظرانداز فرما دیتے تاکہ اصحابِ کرامؓ بھی اُن کے ساتھ ویسے ہی پیش آئیں جیسے کہ آپؐ۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے، ''**جب تم دیکھو کہ کوئی محتاج اپنی ضرورت کی چیز طلب کر رہا ہے تو اُس کی احتیاج پوری کرنے میں اُس کی مدد کرو!**''

آپؐ غیر حقیقی اور بلاضرورت تعریف پسند نہ فرماتے تھے۔ جب تک کوئی شخص اللہ کے معاملے میں ناحق تجاوز نہ کرتا، کبھی اُسکی بات نہ کاٹتے تھے۔ جب وہ حد سے تجاوز کر جاتا تو آپؐ اُسے منع کرتے ہوئے بات کاٹ دیتے یا مجلس ترک کر کے چلے جاتے تھے۔ آقائے دو جہاں ﷺ کی خاموشی چار وجوہ کی بنا پر تھی: حلم، نظراندازی، تقدیر اور تفکر۔ آپ کو کبھی کسی دنیاوی شے پر غصہ نہ آتا تھا۔

نظراندازی کے معاملے میں چار خصلتیں آپؐ میں جمع ہو گئی تھیں:

آپؐ بہترین چیز کو اس لئے اپناتے کہ اُسے طبعی سمجھتے تھے۔

بری چیز کو اس لئے رد فرماتے کہ اُس سے دور رہ سکیں۔

اپنی فکر کو، اُمت کے مفاد کی چیزوں کے لئے استعمال فرماتے تھے۔

اپنی ہمت کو اُن چیزوں کے حصول کے لئے استعمال فرماتے جن سے امت کی دنیا اور آخرت سنور سکے۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آقائے دو عالم ﷺ نے کسی چیز کے لئے انکار کر دیا ہو۔ وہ کام جو آپؐ کرنا چاہتے جب آپؐ سے طلب کیا جاتا تو ''ہاں'' کہتے۔ اگر ایسا کام طلب کیا جاتا جو آپؐ نہ کرنا چاہتے تو خاموش رہتے، آپؐ کی خاموشی سے سب کو یہ پتا چل جاتا کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نہیں کرنا چاہتے۔

آپؐ ہر کسی کی دنیا اور آخرت کی سعادت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ایک غزوہ کے دوران، آپؐ سے کافروں کی بربادی کے لئے دعا فرمانے کی درخواست کی گئی۔ آپؐ نے فرمایا، ''**مجھے لعنت بھیجنے کے لئے یا انسانوں پر عذاب لانے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ مجھے بھلائی اور انسانوں کے حضور کے لئے بھیجا گیا ہے۔**''

سورۃ الانبیاء کی ۱۰۷ ویں آیت میں فرمان ہوا ہے، ''**اور نہیں بھیجا ہے ہم نے تم کو اے نبیؐ مگر رحمت بنا کر جہاں والوں کے لئے۔**'' اسی لئے آپؐ ہمیشہ سب کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی چال کے متعلق، حضرت ہند بن ابی ہالہ یوں فرماتے ہیں:

سرورِ کائنات ﷺ چلتے ہوئے زمین سے اپنے پاؤں مبارک قوت کے ساتھ اٹھاتے، دائیں بائیں جھکے بغیر لمبے قدم لیتے۔ آپؐ یوں آگے کی جانب جھک کر چلتے گویا بلندی سے نشیب کی جانب اتر رہے ہوں۔ نہایت پروقار، پرسکون اور راحت چلتے تھے۔

جب کسی کی جانب دیکھنا چاہتے تو پورے وجود کے ساتھ اُس کی جانب گھوم کر دیکھتے۔ اپنے اطراف بلاوجہ نہ دیکھتے تھے۔

فرماتے اور اُسے عنایت فرماتے، یا نہایت نرمی اور شفقت سے لوٹا دیتے۔ آپؐ کا حسنِ اخلاق ایسی وسعت کا حامل تھا کہ پوری انسانیت کا احاطہ کر لے۔

آپؐ اُن کے لئے ایک مشفق باپ کی مانند تھے۔ حقوق کے معاملے میں ہر کوئی آپؐ کے نزدیک مساوی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلس: علم، حیا، صبر اور امانت کی مجلس تھی۔

آپؐ کی مجلس میں نہ کبھی آواز بلند ہوتی، نہ کسی پر الزام تراشی کی جاتی اور نہ ہی کسی کے قصور کو افشا کیا جاتا۔ سرورِ کائنات ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے سب لوگ مساوی تھے اگر کوئی فوقیت حاصل تھی تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر تھی۔ سب بڑی کسرنفسی کے مالک تھے۔

رسول اللہ ﷺ، بڑوں کی عزت کرتے، چھوٹوں سے شفقت اور مرحمت سے پیش آتے تھے۔ محتاجوں کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتے اور اُن کی احتیاجات پوری کرنے کی کوشش کرتے، اجنبیوں کو امان دیتے اور اُن کی حفاظت فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا تھا اور آپؐ نہایت نرم خو تھے۔ بخش دینے اور درگزر کر دینے کی صفت آپؐ میں بھری پڑی تھی۔ آپؐ میں سخت دلی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

آپؐ کسی سے جھگڑا نہ کرتے تھے۔ کبھی کسی سے ڈانٹ یا چیخ کر بات نہ کرتے تھے، کبھی بری بات نہ کرتے تھے۔ کسی کے عیب نہ نکالتے تھے۔ کبھی کنجوسی سے کام نہ لیتے تھے۔ جو بات آپؐ کو پسند نہ آتی، پس نظر کر دیتے۔ اُمید کے ساتھ آئے کسی شخص کو نا اُمید نہ کرتے تھے۔ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار برملا کھلے عام نہ فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تین چیزوں سے اجتناب فرماتے:

لوگوں سے جھگڑا کرنے سے،

زیادہ باتیں کرنے سے،

بے فائدہ، فضول کاموں میں مشغول ہونے سے۔

آپؐ، لوگوں کو بھی تین خصوص میں اُن کے حال پر چھوڑ دیتے تھے:

کسی کے منہ پر یا اُس کی پیٹھ پیچھے اُس کی برائی نہ کرتے، نہ ہی عیب نکالتے تھے،

کبھی کسی میں عیب یا قصور نہ ڈھونڈتے تھے،

کبھی کسی کے متعلق ایسی بات نہ کہتے جس میں ثواب یا خیر کا عنصر موجود نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے خطاب کے دوران موجود لوگ ایسے خاموش اور بے حرکت ہوتے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، جب خطاب ختم ہو جاتا اور آپؐ خاموش ہو جاتے تب یہ لوگ اپنی باتیں بیان کرتے تھے۔ لیکن کبھی آپؐ کے حضور جھگڑا یا سخت کلامی نہ ہوتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کے حضور، ایک شخص جب تک اپنی بات پوری نہ کر لیتا دوسرے لوگ خاموش رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے پہلے کی بات اور سب سے آخری کی بات میں کوئی فرق روا نہ تھا۔ اہلِ مجلس جب کسی بات پر ہنستے تو آپؐ بھی تبسم فرماتے، اگر کسی بات پر حیرت کرتے تو آپؐ بھی اُن

حاجت پیش کرے جو خود آ کر اپنی حاجت پیش نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اُس کے پاؤں پُل صراط پر ضرور ثابت کر دے گا!''

رسول اللہ ﷺ کے پاس ان باتوں کے علاوہ کوئی اور بات نہ کی جاتی تھی۔ آپؐ خود بھی کسی سے ان باتوں کے علاوہ کوئی بات قبول نہ فرماتے تھے۔

سرورِ عالم ﷺ کے حضور آنے والے لوگ طالب بن کر آتے تھے، پھر ایسی حالت میں وہاں سے اُٹھتے کہ وہ سب سے عظیم علم سے لذت آشنا ہو کر دلائل دینے کے قابل بن چکے ہوتے تھے!

حضرت حسینؓ نے اپنے والدؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بیرونِ خانہ مشاغل کے متعلق دریافت فرمایا۔ آپؓ نے یوں بیان فرمایا:

سرورِ کائنات ﷺ گھر سے باہر بات چیت نہیں کرتے تھے۔ البتہ جب کبھی مسلمانوں کے فائدے، آپس کی محبت، آپس کے تفرقہ کو ختم کرنا یا جھگڑے ختم کرنا مقصود ہوتا تو آپؐ خطاب فرماتے۔

آپؐ ہر قوم پر اُس شخص کو والی مقرر فرماتے جو اُن میں سب سے اچھے خصائل کا مالک ہوتا اور اُس کا اکرام فرماتے (۵۲۲)۔ آپؐ لوگوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین فرماتے اور خود بھی بچتے تھے۔ سب سے خوشی کے ساتھ، مسکرا کر پیش آتے اور اچھا سلوک کرتے تھے۔

جب کوئی صحابیؓ نظر نہ آتے تو آپؐ اُن کے متعلق استفسار فرماتے، اصحاب کرامؓ کے آپس کے حالات پوچھتے۔ اچھائی کی تعریف فرماتے اور اس کی تلقین فرماتے، برائی سے نفرت فرماتے اور اس سے منع کرتے تھے۔ آپؐ کا ہر عمل اعتدال پر مبنی اور بلا اختلاف تھا۔ غفلت میں گر جانے کے اندیشے سے مسلمانوں کو خبردار فرماتے رہتے تھے۔ آپؐ ہر حال میں چوکنا رہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کے لئے رسول اللہ ﷺ اپنی پوری استعداد سے کام لیتے تھے۔ نہ کسی معاملے میں حد سے تجاوز فرماتے نہ ہی کوئی کمی رہنے دیتے۔ آپؐ کے قریبی لوگ دنیا کے بہترین انسان تھے۔

آپؐ کے نزدیک، اصحاب کرامؓ میں سب سے افضل وہ تھے جو نصیحت پر عمل کرے اور مرتبے میں سب سے عظمت والے وہ تھے جو محتاجوں کی مدد کرتے، نیکی اور بھلائی کرنے والے تھے۔ سرورِ کائنات ﷺ اللہ کا نام لئے بغیر نہ بیٹھتے تھے اور نہ اُٹھتے تھے۔

آپؐ، مجلس میں اپنے لئے کوئی جگہ مخصوص نہ فرماتے تھے، ایسا کرنے سے منع فرماتے تھے۔ جہاں کہیں بھی جاتے، کسی مجلس میں پہنچتے تو کسی نمایاں مقام پر نہیں بلکہ مجلس کے آخر میں بیٹھ جاتے اور مسلمانوں کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیتے تھے۔

آپؐ کے ساتھ بیٹھا ہر شخص اپنے نصیب کی مرادیں پاتا، آپؐ یوں اکرام فرماتے کہ ہر کوئی خود کو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک معزز ترین شخصیت سمجھتا۔ کسی کے ساتھ بیٹھے ہوئے یا حاجت کے لئے آئے کسی شخص کی عرض آپؐ اُس وقت تک سنتے رہتے جب تک کہ وہ لوٹ نہ جائے (۵۲۳)۔

جب کوئی شخص آپؐ کے پاس کسی حاجت سے آتا اور کسی خواہش کا اظہار کرتا، آپؐ اُسے رد نہ

---

(۵۲۲) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۵۴؛ واقدی، المغازی، III، ۹۲۵؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۶۲؛ طبرانی، المعجم الکبیر، II، ۲۸۹؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۳۶۴

(۵۲۳) غزالی، احیاء، II، ۸۸۰

ہے ۔ اس کا رَس چھلکے کے ساتھ نچوڑ کر پیا جائے تو پتے سے صفرا کے خروج کو آسان بنا تا ہے ۔ انجیر مفرح قلب ہے ۔ کلونجی نظام ہضم کی تکلیف دور کرتی ہے ۔

سبز ککڑی نمک کے ساتھ ، اخروٹ شہد یا کھجور کے ساتھ کھانا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے (۵۲۱) ۔ رسول اللہ ﷺ نے بینگن کی تعریف کی اور اسے زیتون کے تیل میں پکانے کی نصیحت فرمائی ۔ سبز خرفہ (قلفہ سبزی) کی بھی تعریف فرمائی ۔ اجمود (شلغم نما سبزی ۔ Celery) حافظہ کے لئے قوت بخش ہے ۔ وافر پیشاب ہے ۔ خون بناتی ہے اور ماں کے دودھ میں اضافہ کرتی ہے ۔ جگر کی صفائی کرتی ہے ۔ فرشوف (Artichoke) پتے کی پتھری کو گلاتا ہے ، خون صاف کرتا ہے ، خون کی نالیوں کی سختی دور کرتا ہے ۔ پسینے سے بدبو دور کرتا ہے ۔

کسی دوسرے ملک گئے شخص کے لئے بہتر ہے کہ پہلے کچھ کچا پیاز کھالے ، یہ اُس کی صحت کے لئے بہتر ہوگا ۔ پیاز جراثیم کے مقابل قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے ۔ پیاز کے بعد اگر اجمود (Celery) کھالی جائے تو منہ سے آتی بساند دور ہو جاتی ہے ۔ چقندر کھانے سے بھی بو جاتی رہتی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کھانا طعام کیا تھا اُس میں پیاز موجود تھا ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ، **'' پیاز اور لہسن پکی حالت میں کھاؤ ۔ ''** ان کی بو سے فرشتوں کو تکلیف پہنچتی ہے ۔ مُولی وافر پیشاب ہے ۔ ہاضمہ کی آسانی میں مددگار ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کے احوال ، اندرون خانہ اور بیرونِ خانہ

حضرت حسینؓ بیان فرماتے ہیں : میں نے اپنے والد صاحبؓ سے رسول اللہ ﷺ کے اندرونِ خانہ مشاغل دریافت فرمائے ۔ والد صاحبؓ نے یوں بیان فرمایا :

رسول اللہ ﷺ گھر داخل ہوتے ہی اپنا وقت تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے : اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ، اہلِ خانہ کے کاموں کے لئے اور اپنے ذاتی کاموں کے لئے ۔

اپنی ذات کے لئے مخصوص وقت بھی اپنے لئے اور لوگوں کے لئے تقسیم کر رکھتے تھے ۔ اُس وقت آپؐ کے پاس صرف چیدہ اصحاب کرامؓ ہی آسکتے تھے ۔ آپؐ ، خلق عام کو ضروری مسائل اُن ہی کے واسطے سے تبلیغ فرماتے تھے ، آپؐ کبھی کوئی بات جو عام خلق سے متعلقہ ہوا پنے تک محدود نہ رکھتے تھے ۔

آپؐ نے اُمت کے لئے مخصوص کردہ وقت کو ؛ صاحبِ فضیلت اور اُمت میں عظمت کے درجات پر فائز لوگوں کے لئے تقسیم کر رکھا تھا ۔ لوگوں کو اسی کے مطابق اپنے حضور بلانا آپؐ کی عادت مبارکہ تھی ۔ اُن میں سے کوئی ایسا تھا جس کی ایک حاجت تھی ، کسی کی دو یا تین حاجات تھیں اور کچھ ایسے بھی ہوتے جن کی حاجات بے شمار ہوتیں تھیں ۔

رسول اللہ ﷺ اُن کی دینی حاجات میں مشغول ہوتے ، اُن کے سوالات کے جوابات دیتے ، پھر فرماتے ، **'' یہاں موجود سب لوگ ، یہ سب باتیں اُنہیں تبلیغ کر دیں جو اِس وقت یہاں موجود نہیں ! جو شخص مجھ تک آکر اپنی حاجت بیان نہیں کرسکتا ، اُس کی حاجت تم مجھے عرض کرو ۔** جب تم میں سے کوئی کسی ایسے شخص کی

(۵۲۱) غزالی ، احیاء ، ۱۱ ، ۸۸۳

ضرورت ہو، بلا پیا نہ اور ضرورت سے زیادہ نہیں لینے چاہیئے ۔ یہ اسراف ہے ۔ کھانے اور پینے کی چیزوں کے برتن بند ہونے چاہیئے ۔ نہر یا حوض سے جھک کر منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیئے ۔ صراحی ، جگ یا مٹکے سے منہ لگا کر پانی نہیں پینا چاہیئے ۔ گلاس یا پیالے کے ٹوٹے کنارے کی جانب سے پانی نہیں پینا چاہیئے ۔

گرمی میں ٹھنڈا پینا چاہیئے ۔ رسول اللہ ﷺ ٹھنڈا شربت پینا پسند فرماتے تھے ۔ آب زمزم پاؤں پر کھڑے کھڑے پیا جا سکتا ہے ۔ مسافر کو اجازت ہے کہ وہ ہر طرح کا پانی پاؤں پر کھڑا پی سکتا ہے ۔ خالی پیٹ پانی نہیں پینا چاہیئے ۔ پانی آہستہ آہستہ اور چوستے ہوئے پینا چاہیئے ۔

رسول اللہ ﷺ ھریسہ یعنی گندم سے بنایا گیا سالن شوق سے نوش فرماتے تھے ۔ ھریسہ بنانا آپؐ کو حضرت جبرائیلؑ نے سکھایا تھا ۔ ھریسہ انسان کی توانائی میں اضافہ کرتا ہے ۔ ہر پیغمبرؑ نے جو کی روٹی کھائی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کدو کا حلوہ اور مسور کا سالن بہت پسند فرماتے تھے ۔ شکار کے گوشت اور بھیڑ کے گوشت سے رغبت تھی ۔ بھیڑ کے گوشت میں بازو ، شانے اور سینے کا جبکہ بکرے کے شانے کا گوشت مرغوب تھا ۔ بکرے کا گوشت زود ہضم ہے اور سب کے لئے موزوں ہے (۵۱۹) ۔

نر حیوان کا گوشت ، مادہ کی نسبت زیادہ آسانی سے ہضم ہوتا ہے اور ایسے ہی سرخ گوشت سفید (چربی والے) گوشت سے بڑھ کر زود ہضم ہے ۔ ہاضمہ اور لذت کے اعتبار سے بھیڑ کا گوشت اور گائے کا دودھ زیادہ بہتر ہے ۔ شکار میں لذیذ ترین گوشت ہرن کا ہے ۔ خرگوش کا گوشت حلال ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے نوش فرمایا ہے ۔ وافر پیشاب کا سبب ہوتا ہے اور زیادہ کھانے سے نیند میں کمی واقع ہو جاتی ہے ۔ سب کے لئے موزوں ہے ۔ پرندوں اور مرغ کا گوشت بھی سب کے لئے موزوں ہے ۔ ڈربے کے جانوروں میں سب سے اچھا گوشت مرغی کا ہے ۔

رسول اللہ ﷺ نے : "سرکہ کیا ہی اچھی غذا ہے" ارشاد فرمایا ہے ۔ سرکہ بڑی مفید غذا ہے ۔

کھجور بھی ایک غذا ہے یعنی اسے روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہے ۔ انگور کا شمار پھلوں کے ساتھ ساتھ غذا کے طور پر بھی کیا جاتا ہے ۔ انگور کا روٹی کے ساتھ کھانا سنت ہے ۔ شہد میں شفا ہے ۔ شہد کی برکت کے لئے ستر پیغمبروںؑ نے دعا فرمائی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کو کھجور بہت پسند تھی ۔ آپؐ کھجور کے ساتھ خربوزہ یا تربوز کھایا کرتے تھے ۔ خربوزہ اور تربوز گردوں کو صاف کرتے ہیں ، سر درد میں آرام ملتا ہے ۔ پیٹ کے کیڑوں سے نجات ملتی ہے ۔ قوتِ بینائی میں اضافہ ہوتا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ ٹھنڈا شربت پینا پسند فرماتے تھے ۔ چاول کھاتے ہوئے صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہیئے ۔

رسول اللہ ﷺ باقلہ (پھلی) کو خول کے ساتھ کھانا پسند فرماتے تھے ۔ آپؐ کے ارشاد کے مطابق کلونجی بے شمار دردوں کی دوا ہے ۔ اخروٹ پنیر کے ساتھ کھانا شفا ہے ۔ انہیں اکیلے کھانا نقصان دہ ہے اس لئے کسی اور شے کے ساتھ ملا کر کھانا چاہیئے ۔ انگور کے بیج نقصان دہ ہیں ۔ سرورِ عالم ﷺ انگور کا خوشہ بائیں ہاتھ سے پکڑتے اور دائیں ہاتھ سے کھاتے تھے (۵۲۰) ۔ امرود دل کی گھبراہٹ دور کرتا ہے ۔ ہر خربوزے ، تربوز اور انار میں ایک قطرہ جنت کا رس پایا جاتا ہے ۔ جب بھی انار کھایا جائے تو پورا کھایا جائے ، اُس کا ایک دانہ بھی ضائع نہیں جانا چاہیئے ۔ انار دل کی دھڑکن کے لئے مفید ہے ۔ معدہ کو قوی کرتا

(۵۱۹) ترمذی ، شمائل شریف ، ص ، ۱۸۸

(۵۲۰) غزالی ، احیاء ، ۱۱ ، ۸۸۳

کھانے کے لئے تین بار سے زیادہ اصرار نہیں کرنا چاہئے تاکہ وہ تنگ نہ ہو۔ جب کسی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جائے تو اُس وقت تک ہاتھ نہ کھینچا جائے جب تک مہمان ہاتھ نہ کھینچ لے۔

رسول اللہ ﷺ کم کھاتے تھے اور زیادہ کھانے کی ممانعت فرماتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، **''انسان کا دل، کھیت میں بوئی گئی فصل جبکہ غذا بارش کی مانند ہے۔ جیسے زیادہ پانی فصل کو خراب کر دیتا ہے ویسے ہی زیادہ خوراک انسان کے دل کو بیمار کر دیتی ہے۔ زیادہ کھانے اور زیادہ پینے والے کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے۔''**

سرورِ عالم ﷺ ایک تہائی معدے کو خوراک کے لئے، ایک تہائی کو پینے کی چیزوں کے لئے استعمال کرنے کی نصیحت فرمائی۔ معدے کا کم از کم ایک تہائی حصہ ہوا کے لئے مخصوص رکھنے پر زور دیا۔ بہترین درجہ یہ ہے کہ کم کھایا جائے اور کم سویا جائے۔ زیادہ کھانا بیماریوں کا سبب ہے اور کم کھانا سببِ علاج ہے۔ ایک شخص کا کھانا دو اشخاص کے لئے کافی ہوتا ہے۔ مہمان کو چاہئے کہ اپنے میز بان سے نمک اور روٹی سے بڑھ کر توقع نہ رکھے۔ میز بان کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی جانب کھانا بڑھائے۔ پانی سے اُس کے ہاتھ دھلوائے۔

خلیفہ ہارون الرشیدؒ مہمان کے ہاتھ خود دھلوایا کرتے تھے۔ مہمان کو اُس کی پسندیدہ چیز اپنے ہاتھ سے کھلائی جانی چاہئے۔ صاف جگہ پر گری چیز اٹھا کر مہمان کو جبکہ گندی جگہ پر گری چیز اٹھا کر بلی یا دیگر جانوروں کو کھلا دینی چاہئے۔ اس سے گھر کی برکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ برکت پوتوں پوتیوں تک پہنچتی ہے۔ زمین پر گری چیز اگر نہ اٹھائی جائے تو اسے شیطان کھاتا ہے۔ برتن میں بچی غذا اچھی طرح صاف کر کے کھانا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ برتن میں بچے کھچے شربت اور لسی جیسے مشروبات میں پانی ڈال کر پھر کھنگال کر اسے پی لینا بھی ثواب ہے۔ تھالی میں، گلاس میں کچھ چھوڑ دینا جائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خوشی ہوتی جب وہ کسی مومن کو اپنے چھوڑا کھانا کھاتے دیکھتے۔

کھانے کے بعد دانتوں کو مسواک یا تنکے سے صاف کرنا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ یہ صفائی ہے اور صفائی ایمان کو کامل کرتی ہے۔ کھانے کے بعد صاحبِ خانہ کے لئے برکت، رحمت اور مغفرت کی دعا کی جانی چاہئے۔ پھر اُس سے جانے کی اجازت طلب کرنا چاہئے اور اُسے بھی کھانے کی دعوت دینا چاہئے۔

کھانے کے دوران، خوفناک یا گندی باتوں سے اجتناب کرنا چاہئے۔ موت یا بیماری کو موضوع بحث نہیں بنانا چاہئے۔ دسترخوان پر لائے گئے کھانوں کو نہیں دیکھنا چاہئے۔ ایک لقمہ حلق سے اُترے بغیر دوسرا لقمہ ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے۔ کھانے کے دوران کسی کام کے لئے حتیٰ نماز تک کے لئے بھی دسترخوان سے نہیں اُٹھنا چاہئے۔ نماز پہلے ادا کر لینی چاہئے۔

اگر طعام حاضر ہو اور ٹھنڈا یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو، پھر نماز کا وقت کھانے کے بعد پڑھنے پر بھی مانع نہ ہو تو نماز سے پہلے کھانا کھا لینا چاہئے۔ جب کھانا اٹھا لیا جائے تب دسترخوان سے اٹھا جائے۔ راستے میں، پاؤں پر کھڑے کھڑے یا چلتے ہوئے کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

منہ میں یا ہاتھوں میں کھانے کی خوشبو کے ساتھ ہرگز سونا نہیں چاہئے۔ بچوں کے ہاتھ بھی دھلوانے چاہئے۔ بھرے پیٹ سے لیٹنا ٹھیک نہیں۔ غذائی مادے ناپ تول کے ساتھ اُتنے ہی لینے چاہئے جتنی اُن کی

ہاتھ دھلواتے ، کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے ہوئے پہلے بوڑھوں کو ہاتھ دھلواتے تھے ۔

کھانا کھاتے ہوئے اپنے سامنے تھالی کے کنارے سے کھانا ، دائیں گھٹنے کو کھڑا رکھتے ہوئے بائیں ٹانگ پر بیٹھنا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے ۔ بہت گرم چیز نہ کھانی چاہیئے نہ ہی سونگھنی چاہیئے ۔ رسول اللہ ﷺ کھانا کھاتے ہوئے بالکل ہی بات نہ کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے ۔ یہ آتش پرستوں کی عادت تھی ۔ اچھی باتیں کی جائیں ۔ نمک کے ساتھ شروع کرنا اور ختم کرنا سنت رسول ﷺ اور شفا ہے ۔

کھانے پینے کی تعلیم ، عبادت کی تعلیم سے پہلے آتی ہے ۔ پیٹ بھرنے تک کھانا ٹھوس کر کھانا اسلامیت سے پہلے کی بدعات میں سے ایک تھی ۔ روزانہ گوشت کھانا ، دِل کو بیمار کر دیتا ہے ۔ ملائکہ اسے پسند نہیں فرماتے ۔ جبکہ کم گوشت کھانا اخلاق کو خراب کر دیتا ہے ۔

سُفرۃ یعنی دسترخوان پر کھانا کھانا یا اسے زمین پر بچھا لینا اچھی بات ہے ۔ سُفرۃ چمڑے سے بنے رومال کو کہا جاتا تھا ۔ نباتاتی کھانا بہت اچھی بات ہے ۔ ایسا سُفرۃ جس میں نباتاتی کھانا موجود نہ ہو ایسے بوڑھے کی مانند ہے جس میں عقل نہ ہو ۔

حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں ، '' جو یہ چاہے کہ اُس کے مال اور اولاد میں اضافہ ہو ، نباتاتی غذا زیادہ کھائے ۔ '' پہلے دسترخوان پر بیٹھنا چاہیئے ، کھانا بعد میں لایا جانا چاہیئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، **'' میں اللہ کا بندہ ہوں اور اُس کے بندوں کی طرح زمین پر بیٹھ کر کھاتا ہوں (۵۱۷) ۔ ''**

بغیر بھوک کبھی نہیں کھانا چاہیئے ۔ بہت زیادہ نہیں کھانا چاہیئے ۔ پیٹ بھرنے سے پہلے اُٹھ جانا چاہیئے ۔ بے سبب ہنسنا نہیں چاہیئے ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ، **'' بھوک اچھائیوں کا تاج ہے جبکہ سیر شکم برائیوں کا ۔ ''** بھوک میں اضافہ ، کھانے کی لذت میں اضافہ کرتا ہے ۔ سیر شکمی ، کمزوریٔ حافظہ کا سبب ہے ۔ دِل کو اندھا کر دیتی ہے ، پُرنشہ مشروبات کی طرح پیٹ کی بیماریاں پیدا کرتی ہے ۔ جبکہ بھوک ، عقل کو صفائی اور دل کو چمک بخشتی ہے ۔

فاسقوں اور فاجروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا پینا نہیں چاہیئے ۔ اُبلتے کھانے کو ڈھانپ دینا چاہیئے اور ٹھنڈا ہونے تک انتظار کرنا چاہیئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : **'' دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو (۵۱۸) ۔ ''** آپؐ روٹی دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر تربوز کو بائیں ہاتھ سے توڑ کر کھول دیتے ۔ روٹی ایک ہاتھ سے نہیں ہمیشہ دو ہاتھ استعمال کرتے ہوئے توڑنا چاہیئے ۔

لقمہ چھوٹا ہونا چاہیئے اور خوب چبایا جانا چاہیئے ۔ لقمہ لیتے ہوئے دائیں بائیں یا اوپر نہیں دیکھنا چاہیئے ، نگاہ سامنے کی جانب ، لقمہ پر ہونی چاہیئے ۔ منہ کو بہت زیادہ نہیں کھولنا چاہیئے ۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد ہاتھ اپنے وجود پر یا سر پر نہیں لگانا چاہیئے ۔ کھانسی یا چھینک آ جائے تو سر کو پیچھے کی جانب موڑ لینا چاہیئے ۔

بلا دعوت کسی دسترخوان پر نہیں بیٹھنا چاہیئے ۔ دسترخوان پر سب سے زیادہ نہیں کھانا چاہیئے ۔ جب پیٹ بھر جائے تو دعا کی جائے کہ یہ کھانا گناہوں کا سبب نہ بنے ۔ یہ سوچنا چاہیئے کہ روزِ قیامت اِس کا حساب ضرور پوچھا جائے گا ۔ کھانا اِس نیت سے کھایا جائے کہ اِس سے حاصل کردہ قوت سے عبادت کی جائے گی ۔ بھوکا ہونے کے باوجود کھانا آہستہ آہستہ کھانا چاہیئے ۔ چاہیئے کہ کھانا پہلے بڑے شروع کریں ۔ کسی کو مزید

---

(۵۱۷) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۳۸۱ ؛ قاضی عیاض ، شفاء شریف ، ص ، ۸۶

(۵۱۸) مسلم ، '' اشربہ '' ، ۱۴۲ ؛ ابوداؤد ، '' اطعمہ '' ، ۲۰ ؛ احمد بن حنبل ، المسند ، ۱۱ ، ۳۳ ، ۸ ؛ بیہقی ، السنن ، ۱۱ ، ۴۳ ؛ قسطلانی ، مواہب الدنیہ ، ص ، ۳۱۵

''نہیں ! البتہ سوکھی روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ ہے ! لیکن مجھے شرم آتی ہے کہ انہیں آپؐ کے سامنے پیش کروں !''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''انہیں لے آؤ۔ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پانی میں ڈالو۔ نمک بھی لے آؤ!'' آپؐ نے ان پر سرکہ ڈالا اور نوش فرمایا، پھر اللہ کا شکر ادا کیا۔

اور ارشاد فرمایا، ''اے اُمِّ ھانیؓ ! سرکہ کیا ہی اچھی غذا ہے ! جس گھر میں سرکہ موجود ہو اُسے غذا سے محروم نہیں کہا جا سکتا ! (۵۱۱)''

آپؐ سے دریافت کیا گیا، ''پینے کی کونسی چیز سب سے لذیذ ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''ٹھنڈا اور میٹھا پانی ! (۵۱۲)''

رسول اللہ ﷺ بیوت السقیہ سے لایا گیا میٹھا پانی پیا کرتے تھے، بیوت السقیہ کا پانی مدینہ سے دو دن کی مسافت پر تھا (۵۱۳)۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ''جب بھی کوئی چیز کھاؤ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، جب بھی کوئی چیز پیو دائیں ہاتھ سے پیو۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے ! (۵۱۴)''

''جب تم کوئی چیز پیو تو اِس برتن میں مت پھونکو!'' آپؐ نے ارشاد فرمایا اور کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے سے ممانعت فرمادی، اِس کے علاوہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کو بھی قطعی ممنوع قرار دے دیا۔

رسول اللہ ﷺ پیالے میں پانی پیتے ہوئے دو یا تین بار سانس لیتے اور ارشاد فرماتے، ''ایسا کرنے میں زیادہ فائدہ ہے اور بہتر پیاس بجھاتا ہے۔''

ارشاد فرمایا، ''جب بھی کوئی چیز پیو، ایک ہی سانس میں مت پیو!''

''اونٹوں کی مانند ایک ہی سانس میں مت پیو! دو یا تین سانسوں میں پیو! جب پیو تو ''بِسْمِ اللّٰہ'' کہو! جب منہ برتن سے ہٹا لو تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہو! (۵۱۵)''

حضرت نوفلؓ بن معاویہ فرماتے ہیں، ''سرورِ کائنات ﷺ جب بھی کوئی چیز پیتے تین سانسوں کے ساتھ پیتے تھے۔ پہلے سانس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام لیتے اور ''بِسْمِ اللّٰہ'' پڑھتے، آخر میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ'' کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے تھے (۵۱۶)۔''

اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ کی روایت کے مطابق : رسول اللہ ﷺ : آپؐ کے لئے صبح بنایا گیا شیرہ، شام کو نوش فرماتے اور شام کو بنایا گیا شیرہ، صبح نوش فرماتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی کہ آپ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے، سیدھے ہاتھ سے کھانا کھاتے اور سیدھے ہاتھ سے پیتے تھے۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے ہوئے، نوجوانوں کو پہلے

(۵۱۱) ترمذی، ''اطعمہ''، ۲۰؛ حاکم، المستدرک، IV، ۵۹؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XXIV، ۴۳۷؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، IV، ۲۴۳؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۸۱؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۷؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۹۱

(۵۱۲) ابن سعد، الطبقات، I، ۳۹۱

(۵۱۳) احمد بن حنبل، المسند، VI، ۱۰۰؛ حاکم، المستدرک، IV، ۱۵۴

(۵۱۴) مسلم، ''اشربہ''، ۱۴۲؛ ابوداؤد، ''اطعمہ''، ۲۰؛ احمد بن حنبل، المسند، II، ۸،۳۳؛ بیہقی، السنن، II، ۴۳؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۱۵

(۵۱۵) ترمذی، ''اشربہ''، ۱۳؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XII، ۱۶۶؛ بیہقی، شعب الایمان، V، ۱۱۶

(۵۱۶) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۲۲۸؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۱۰۰

بھوکے ہیں۔''

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کدو کھانا پسند فرماتے تھے۔ جب کوئی کھانا؛ جس میں کدو ڈالا گیا ہو، پیش کیا جاتا تو اِس میں موجود کدو آپؐ کی جانب بڑھا دیا جاتا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ بکری کے گوشت میں بہترین اُس کی پیٹھ کا گوشت ہے (۵۰۵)۔''

حضرت اُمّ ایوبؓ سے دریافت فرمایا گیا، ''رسول اللہ ﷺ سات ماہ تک آپؓ کے گھر میں رہے، آپؐ کا مرغوب ترین کھانا کونسا تھا؟''

حضرت اُمّ ایوبؓ نے جواب دیا، ''میں نہیں دیکھا کہ آپؐ نے کبھی حکم دیا ہو کہ فلاں کھانا بنایا جائے، نہ ہی کسی ایسے کھانے کو برا کہا ہو جو آپؐ کو پسند نہ ہو۔ ہم آپؐ کے لئے ھریسہ بناتے، دلیہ کا سالن بناتے۔ ہم نے دیکھا کہ آپؐ پسند فرماتے ہیں لیکن یہ کھانا پانچ چھ دن میں ایک بار، حتیٰ دس دِن میں ایک بار ہی بنایا جاتا تھا (۵۰۶)۔''

حضرت ابوموسیٰ العشریؓ سے روایت ہے: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ برتن کے پیندے میں بچا کھانا پسند فرماتے۔ آپؐ فرماتے، ''جو شخص کسی برتن میں کھائے پھر اُسے اُنگلی سے صاف کرے، وہ برتن اُس شخص کے لئے استغفار کرتا ہے!''

سرورِ کائنات ﷺ سبز کھجور کے ساتھ خربوزہ، سبز کھجور کے ساتھ ککڑی کھانا پسند فرماتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے، ''اِس کی گرمی اُس کی سردی کی کاٹ ہے، اُس کی سردی اِس کی گرمی کی کاٹ ہے اور اِس طرح ہم معتدل کر لیتے ہیں! (۵۰۷)۔''

رسول اللہ ﷺ نے یوں بھی ارشاد فرمایا: ''اے ابوذرؓ! جب گوشت پکاؤ تو اُس میں پانی زیادہ ڈالو، اپنے ہمسائے کو دیکھو، اِس سالن میں سے اُسے بھی بھیجو (۵۰۸)۔''

''وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے لیکن اُس کا ہمسایہ بھوکا رہے!''

''اللہ کی عبادت کرو! لوگوں کو کھانا کھلاؤ! سلام کو عام کرو تا کہ تم جنت میں داخل ہو سکو! (۵۰۹)''

''ایک شخص کا کھانا، دو لوگوں کے لئے کافی ہے۔ تین اشخاص کا کھانا چار کے لئے کافی ہے۔ چار کا کھانا، آٹھ لوگوں کے لئے کافی ہے (۵۱۰)!''

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ اُس وقت تک کھانے کو ڈھانپے رکھتی تھیں جب تک وہ کھولتا رہتا اور اُس میں سے بھاپ نکلتی رہتی تھی، آپؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں کہتے سنا ہے، ''اِس میں بڑی برکت ہے!''

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی صاحبزادی حضرت اُمّ ھانیؓ کے گھر تشریف لے گئے اور پوچھا، ''تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟'' حضرت اُمّ ھانیؓ نے جواب دیا،

---

(۵۰۵) ابن سعد، الطبقات، I، ۳۹۳۔۳۹۱؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۸۸؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۱۰

(۵۰۶) ابن سعد، الطبقات، I، ۳۹۳ (۵۰۷) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۲۱۳؛ سیوطی، اوصاف النبوی، ص، ۹۹

(۵۰۸) ترمذی، ''اطعمہ''، ۳۰؛ احمد بن حنبل، المسند، V، ۱۴۹؛ بیہقی، السنن، II، ۴۳۲

(۵۰۹) حاکم، المستدرک، III، ۱۴؛ بیہقی، السنن، II، ۲۵۹؛ بیہقی، شعب الایمان، III، ۴۲۴؛ ھیثمی، مجمع الذوائد، V، ۲۹

(۵۱۰) ابن ماجہ، ''اطعمہ''، ۲؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XII، ۳۲۰

رسول اللہ ﷺ کبھی : یہ بناؤ اور یہ نہ بناؤ، کبھی نہ کہتے تھے۔ جو موجود ہوتا کھا لیتے۔ اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ میرے ہاں تشریف لاتے اور پوچھتے، ''تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟'' میں ''نہیں ہے'' کہہ کر جواب دیتی تو آپؐ فرماتے، ''تو پھر میں نے روزے کی نیت کر لی! (۵۰۱)''

سرورِ کائنات ﷺ ایک روز میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ایک ہدیہ آیا ہے۔'' آپؐ نے پوچھا، ''کیا ہے وہ؟'' میں نے جواب دیا، ''حَیس ہے۔'' آپؐ نے فرمایا، ''لیکن میں نے صبح روزے کی نیت کی ہے (۵۰۲)۔'' (حَیس : کھجور، گھی اور پنیر سے بنائے گئے ایک کھانے کو کہا جاتا ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا، سوکھی روٹی سے بنائی گئی ثرید اور کھجور کی ثرید کے علاوہ سبزی کھانا پسند فرماتے تھے۔ آپؐ کے حضور دودھ پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا، ''دودھ میں دوہری برکت ہے (۵۰۳)۔''

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں : میں اور خالدؓ بن ولید سرورِ کائنات ﷺ کے ہمراہ میری خالہ حضرت میمونہؓ بنت حارث کے حجرۂ مبارک میں گئے۔ حضرت اُمّ حفیدؓ بنت حارث نے رسول اللہ ﷺ کو ہدیتاً مکھن اور دودھ بھیجا تھا۔

میری خالہؓ نے پوچھا، ''کیا یہ ہدیتاً آیا دودھ آپ کو پیش کروں؟'' سرورِ کائنات ﷺ نے جواب دیا، ''ہاں!'' خالہ چلی گئیں اور ایک برتن میں دودھ لے آئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دودھ کا وہ برتن لیا اور اس میں سے کچھ پی لیا۔ میں آپؐ کے دائیں جانب بیٹھا تھا جبکہ خالدؓ بن ولید آپؐ کے بائیں جانب بیٹھے تھے۔ بقیہ دودھ میری جانب بڑھا دیا اور فرمایا، ''تم پیو! اگر چاہو، تو ترجیحاً خالدؓ کو بھی اکرام کر دو!''

میں نے عرض کیا، ''میں یہ کبھی ترجیح نہ کروں گا کہ میں اپنے علاوہ کسی اور کو آپؐ کا بچا پینے دوں!''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی شے کھلائے تو وہ یوں کہے، '' اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَ اَطْعَمْنَا خَيْراً مِنْهُ (یا الٰہی! اس میں ہمارے لئے برکت احسان فرما! ہمیں اس سے زیادہ خیر والی چیز کھلا!)۔

جب اللہ تعالیٰ کسی کو دودھ پلائے تو اُسے چاہیئے کہ یوں دعا کرے! اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ (یا الٰہی! اس میں ہمارے لئے برکت احسان فرما! اس احسان کو ہمارے لئے اور بھی بڑھا دے!)۔ کیونکہ کھانے اور پینے کی کوئی شے دودھ سے بڑھ کر نہیں (۵۰۴)۔''

جب کھجور کی فصل تیار ہو جاتی تو مدینہ کے مسلمان پہلی کھجور جو پک کر تیار ہو جاتی لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاتے۔ آپؐ اُسے ہاتھ میں لے کر برکت کی دعا فرماتے اور جو سب سے کم عمر بچہ نظر آتا اُسے بلاتے اور یہ کھجور اُسے عنایت فرماتے۔ آپؐ فرماتے : ''جس گھر میں کھجور نہیں، اُس گھر کے لوگ

---

(۵۰۱) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۹۲ (۵۰۲) سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۹۷ (۵۰۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۹۳

(۵۰۴) ابوداؤد، ''اشربہ''، ۲۱؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۸۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۹۷؛ بیہقی، شعب الایمان، ۷، ۱۰۴؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۲۲۰

اپنے اہلِ خانہ کی روٹی کے لئے ایک اوسق یا تیس صاع جو کے عوض رہن رکھی تھی(۴۹۵)۔

اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ کہتی ہیں، ''مجھے قسم ہے اللہ تعالٰی کی کہ جس نے محمد ﷺ کو دینِ حق اور کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا: بعثت سے لے کر تسلیمِ روح تک رسول اللہ ﷺ نے نہ ہی کبھی چھنی دیکھی اور نہ چھنی میں چھنے آٹے سے بنی روٹی ہی کھائی!'' آپؓ سے استفسار کیا گیا،'' تب رسول اللہ ﷺ جو کیسے کھاتے تھے؟'' اس پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں،'' آپؐ برادے کو (اُف!) کی شکل میں پھونک مار لیا کرتے تھے!

سرورِ کائنات کی وفات تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے خود اور اہلِ خانہ نے دو دِن متواتر جو کی روٹی سے پیٹ بھر کھایا ہو!

اللہ تعالٰی کی قسم! سرورِ کائنات ﷺ کے گھر میں چالیس چالیس دِن گزر جاتے نہ کوئی دیا جلتا نہ ہی کوئی آگ! (۴۹۶)

مہینوں گزر جاتے، رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی گھر میں کوئی آگ جلتی یا دھواں اٹھتا نظر نہ آتا!

دو دو ماہ گزر جاتے اور محمد ﷺ کے اہلِ خانہ کے ہاں نہ کوئی روٹی بنتی نہ ہی کسی ہنڈیا یا دیگچی میں کوئی کھانا ہی پکتا! (۴۹۷)

جب ہم اہلِ خانہ، اسودین (دو کالی چیزیں) یعنی کھجور اور پانی سے پیٹ بھرنے لگے تب، آپؐ رحلت فرما گئے (۴۹۸)۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے کھانے آپؐ کے پیٹ میں گئے ہوں، اگر کھجور سے پیٹ بھرا تو روٹی نہ کھاتے، اگر روٹی کھائی تو کھجور سے ہاتھ کھینچ لیتے! بس یہی بات ہے جس پر مجھے رونا آتا ہے! (۴۹۹)''

حضرت انسؓ بن مالک نے بھی یوں بیان فرمایا ہے: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ عالم تھا کہ میں نے کبھی آپ کو خِوان (میز کی شکل کا تھال جس پر رکھ کر کھانا کھایا جاتا ہے) پر کھانا کھاتے، خالص گیہوں کے آٹے سے بنی پتلی چپاتی کھاتے یا آگ پر بھنے بھنے کا گوشت کھاتے نہیں دیکھا! (۵۰۰)''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا فرمایا کرتے تھے: **''یا الٰہی! میرے اہلِ خانہ کو، محمدؐ کے گھر والوں کو اتنا رزق دے جس سے وہ زندہ رہ سکیں! محمدؐ کے گھر والوں کو اُن کی زندگی کی حد تک رزق سے نواز!''**

رسول اللہ ﷺ ہر شئے سُفرۃ (دسترخوان) پر کھاتے تھے۔ سُفرۃ زادِ راہ کو کہا جاتا ہے۔ زادِ راہ اکثر چمڑے کے ایک گول رومال لپیٹ لیا جاتا تھا، اسی لئے اُس کھانے کو اور چمڑے کے اس رومال کو بھی سُفرۃ کا نام دیا گیا۔

---

(۴۹۵) بخاری،''بیوع''،۳۳؛ ''رہن''،۵؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۶۰،VI؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲۷۱،IV؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۳۴؛ بغوی، الانوار، ۲۹۹،I؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۷

(۴۹۶) احمد بن حنبل، المسند، ۷۱،VI؛ حاکم، المستدرک، ۱۱۹،IV؛ بیہقی، شعب الایمان، ۳۱۴،VII

(۴۹۷) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۶

(۴۹۸) بخاری،''اطعمہ''،۴۱؛ مسلم،''زہد''،۳۹؛ احمد بن حنبل، المسند، ۷۱،VI؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۲۶

(۴۹۹) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۶

(۵۰۰) بیہقی، شعب الایمان، ۱۶۹،II؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۸۱،IV

تو یوں دعا فرماتے تھے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَطْعَمَنَا وَ اسقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْن ۔ یعنی حمد و ثناء ہے اُس ذات کی جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور جماعتِ مسلمین میں داخل فرمایا (۴۹۱)۔''

حضرت ابو امامۃ الباہلیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانا کھانے کے بعد دستر خوان اٹھاتے ہوئے یوں دعا فرماتے تھے:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْهِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْهُ رَبَّنَا (تمام تر حمد اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ ہم تیری کثرت سے، پاک اور ایسی مبارک حمد کرتے ہیں جو کبھی رد نہ ہو، جسے کبھی ترک نہ کیا جائے اور ایسی حمد کرتے ہیں خود سے مستغنی نہ ہو!)''

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی کَفَانَا وَاَرْوَانَا غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مَکْفُوْرٍ (حمد و ثناء ہے اُس ذات کی جس نے ہمیں کافی حد تک کھلایا اور پلایا اور ہمیں رد نہ کیا اور اُن میں سے نہ بنایا جو نظریں پھیر جانے والے ہیں۔)''

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد ہاتھ دھوتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ دنیا کو اور دنیاوی اشیاء کو اہمیت نہ دیتے تھے۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود بیان کرتے ہیں: سرورِ کائنات ﷺ ایک چٹائی پر لیٹے سو گئے اور چٹائی کے نشانات آپؐ کے بدن پر پڑ گئے۔ آپؐ جب بیدار ہوئے تو میں نے اُن نشانات پر ہاتھ سے مالش کی۔ میں نے عرض کی، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! کاش کہ آپؐ نے بتا دیا ہوتا تو کم از کم چٹائی کی سختی سے بچانے کے لئے اُس پر کوئی نرم شے ہی بچھا دیتے۔''

ہم نے عرض کیا، ''کیا ہم آپؐ کے لئے کوئی نرم بستر بنا دیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا،

''دنیا کی چیزیں بھلا میرے کس کام کی؟ میرے دنیا کے ساتھ تعلق کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی مسافر ایک درخت کے سائے تلے تھوڑا رُکے، فائدہ اُٹھائے اور پھر اُسے چھوڑ کر اپنی راہ لے! (۴۹۲)''

حضرت ابو امامۃ الباہلیؓ کی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، **''اللہ عزّ و جل نے میرے لئے وادئ مکہ کو سونا بنا دینا چاہا۔ لیکن میں نے، ''نہیں! یا ربی! میں ایک دن سیر شکم اور ایک دن بھوکا رہوں۔ بھوک کی حالت میں تیری نیازمندی کروں اور تیرا ذکر کروں۔ سیر شکمی میں تیری حمد کروں اور شکر ادا کروں! کہہ کر رد کر دیا (۴۹۳)۔''**

اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے لے کر وفات تک کے عرصہ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اہلِ خانہ نے تین راتیں متواتر گندم کی روٹی سے پیٹ بھر کھایا ہو(۴۹۴)۔

رسول اللہ ﷺ اور اہلِ خانہ کا کھانا اکثر جو کی روٹی اور کھجوروں پر مشتمل ہوتا تھا اور یہ چیزیں بھی بہتات میں پائی نہ جاتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے، آپؐ کی زرہ ابو شحمہ نامی یہودی کے پاس تھی جو آپؐ نے

---

(۴۹۱) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۱۵

(۴۹۲) حاکم، المستدرک، IV، ۳۴۴؛ بیہقی، شعب الایمان، II، ۱۶۶؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۳۴

(۴۹۳) ابن سعد، الطبقات، I، ۳۸۱؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، VII، ۷۵

(۴۹۴) نسائی، ''ضحایہ''، ۳۷؛ احمد بن حنبل، المسند، VI، ۴۲؛ بیہقی، السنن، II، ۴۸۷؛ بیہقی، شعب الایمان، II، ۱۶۶؛ غزالی، احیاء، II، ۸۷۷

بِسْمِ اللّٰہ !'' کہہ کر دعا فرماتے اور کھانا شروع فرماتے ۔

اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ سے روایت ہے: حضور سرورِ کائناتﷺ نے ارشاد فرمایا، '' جب بھی تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے، بِسْمِ اللّٰہ کہے ۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے ۔

اگر کھانے کے شروع میں اسے کہنا بھول جائے تو '' بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلِہٖ وَ آخِرِہٖ !'' کہہ لے (۴۸۷) ۔''

حضرت امیہؓ بن مخشی سے روایت ہے کہ ایک شخص بِسْمِ اللّٰہ کہے بغیر کھانا کھا رہا تھا، رسول اللہﷺ بیٹھے اُسے تک رہے تھے ۔ کھانے کا آخری لقمہ بچا تھا، منہ کی جانب لے جاتے ہوئے اچانک اُسے یاد آیا اور اُس نے ''بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلِہٖ وَ آخِرِہٖ !'' کہا ۔

رسول اللہﷺ مسکرا دیئے ۔ پھر ارشاد فرمایا، '' **شیطان اُس کے ساتھ کھانے میں شریک تھا ۔ جب اِس شخص نے اللہ کا نام لیا تو شیطان کو قے آ گئی اور اُس کے پیٹ میں کچھ بھی نہ بچا !''**

رسول اللہﷺ وضو کرتے ہوئے، غسل کرتے ہوئے، جوتا پہنتے ہوئے، بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے یعنی ممکن مرتبے ہر کام سیدھی جانب سے شروع کرتے اور پسند فرماتے، کوئی چیز لینا ہوتی تو دائیں ہاتھ سے لیتے، کوئی چیز دینا ہوتی تو دائیں ہاتھ سے دیتے، کوئی کام کی شروعات کے لئے بھی دائیں طرف کو ترجیح دیتے (۴۸۸) ۔

ارشاد فرمایا: '' **جب بھی تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے دائیں جانب سے شروع کرے! جبکہ جوتا اتارتے ہوئے پہلے بائیں جانب سے شروع کرے ۔ جوتا پہنتے ہوئے دائیں پاؤں کو اوّلیت دو، جبکہ جوتا نکالتے ہوئے دائیں پاؤں کو آخر میں رکھو!''**

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے: حضور رسالت مآبﷺ نے ارشاد فرمایا، '' **جب تم میں سے کوئی شے کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے، جب کوئی شے پئے تب بھی دائیں ہاتھ سے پئے ۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور پیتا ہے! (۴۸۹)''**

حضرت سلمٰی بن عقویٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: حضور رسالت مآبﷺ نے قبیلہ اشجع کے ایک شخص بُصر بن راعی العیر نامی شخص کو دیکھا، وہ آپؐ کے پاس بیٹھا بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، آپؐ نے اُسے کہا، '' **دائیں ہاتھ سے کھاؤ!''**

اُس شخص نے جھوٹ بولا اور کہا، '' میں اِس میں قوت نہیں محسوس کرتا، اِس لئے دائیں ہاتھ سے نہیں کھا پاتا!''

رسول اللہﷺ نے فرمایا، '' **تیری قوت ختم ہو! یہ تمہارا غرور ہے جو تمہیں دائیں ہاتھ سے کھانے میں مانع ہو رہا ہے!''**

اس شخص کا ہاتھ شل ہو گیا اور وہ پھر کبھی اپنا ہاتھ منہ تک نہ لے جا سکا! (۴۹۰)

رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، '' **اللہ عزوجل ہر اُس شخص سے ضرور راضی ہوتا ہے کھانے کی چیز کھا کر یا پینے کی چیز پی کر اِس کے لئے اللہ کی حمد کرتا ہے!''**

حضرت ابوسعیدؓ الخذری سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ جب بھی کوئی چیز کھاتے یا نوش فرماتے

---

(۴۸۷) ابویعلی، المسند، XIII، ۶۲؛ شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، VIII، ۱۷۰ (۴۸۸) بخاری، ''وضو''، ۳۱۔
(۴۸۹) مسلم، ''اشربہ''، ۱۴۲؛ ابوداؤد، ''اطعمہ''، ۲۰؛ احمد بن حنبل، المسند، II، ۸، ۳۳؛ بیہقی، السنن، II، ۴۳
(۴۹۰) بیہقی، السنن، II، ۴۵

رسول اللہ ﷺ کھانا تین انگلیوں سے نوش فرماتے تھے، انگشتِ شہادت اور اس کے ساتھ کی دو اُنگلیاں استعمال کرتے ہوئے کھانا کھاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''کھانے کی برکت: کھانے سے پہلے وضوکرنے میں، کھانے کے بعد بھی وضوکرنے میں، ہاتھ دھونے میں ہے! (۴۸۵)''

''جوشخص ہاتھوں میں گوشت یا چربی کی بُو کے ساتھ یا برتن دھوئے بغیر سوگیا، پھر اُس پر کوئی مصیبت آئی تو اس کا ذمہ دار کسی اور نہیں وہ خود ہوگا!''

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیگچہ تھا جسے غرّہ کہا جاتا تھا۔ آپؐ وقتِ اشراق، نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد ثرید سے بھرا یہ دیگچہ لاکر درمیان میں رکھ دیتے۔ (ثرید، روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اور بہت سارے گوشت سے بنائے گئے سالن کو کہا جاتا ہے۔ حلیم سے مماثلت رکھتا ہے)

مسلمان آ کر اس دیگچہ کے پاس جمع ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ دوزانو ہوکر بیٹھ جاتے، اسے دیکھ کر بدوی کہنے لگے، ''یہ بیٹھنے کا کونسا انداز ہے؟!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صاحبِ کرم انسان بنایا ہے، جابر یا ضدی نہیں بنایا! چلو اب کنارے کی جانب سے کھانا شروع کرو! کھانے کے درمیان عین اوپر کے حصے کو چھوڑ دو۔

کھانے کی برکت کھانے کے عین اوپر یعنی درمیان کے حصہ میں ہے! جب بھی تم میں سے کوئی کھانا کھائے، تو برتن کے درمیان سے مت کھائے۔ ہمیشہ نیچے کی جانب سے کھائے۔ کیونکہ برکت اُس برتن کے عین درمیان میں اترتی ہے!''

حضرت عمرؓ بن ابی سلمیٰ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی تربیت میں بڑھنے والا ایک بچہ تھا۔

کھانا کھاتے ہوئے میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں ہر طرف گھومتا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا، ''اے بیٹے! بِسْمِ اللّٰہ پڑھ۔ دائیں ہاتھ سے کھا! اور اپنے سامنے سے کھا! (۴۸۶)'' اس کے بعد میں نے ہمیشہ اسی طرح کھانا کھایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی تم میں سے کسی کا خدمتگار کھانا تیار کر کے لاتا ہے، تو وہ خدمتگار کھانے کی گرمی اور دھوئیں سے متاثر ہوتا ہے۔ اُسے بھی اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھالو، وہ بھی کھانا کھالے۔ اگر وہ عار محسوس کرتے ہوئے ایسا نہ کرے یا کھانا کم ہو تو تم اُس کے ہاتھ پر ایک دو لقمہ رکھ دو۔''

رسول اللہ ﷺ کسی کھانے سے نفرت نہ کرتے تھے یا برا نہ کہتے تھے۔

کسی کھانے کی آرزو ہوتی تو کھالیتے، آرزو نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے اور خاموش رہتے۔

چھوٹی سے چھوٹی نعمت کا بھی احترام کرتے، کسی نعمت کو برا نہ کہتے تھے۔

آپؐ نہ تو کسی نعمت کو پسند کرنے پر تعریف کرتے نہ ہی ناپسند ہونے پر برا ہی کہتے تھے۔

جب کھانا، درمیان میں رکھا جاتا تو رسول اللہ ﷺ: '' اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ مَا رَزَقْتَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(۴۸۵) ترمذی، ''اطعمہ''، ۳۹۔

(۴۸۶) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۲۰۴۔

یہ کبھی نہ دیکھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاؤں مجلس میں بیٹھے کسی شخص کی جانب کئے ہوں۔

حضرت شریدؓ بن سوید فرماتے ہیں، ''سرورِ کائنات ﷺ میرے گھر تشریف لائے۔ میں اُس وقت یوں بیٹھا تھا کہ میرا بایاں ہاتھ کمر کے پیچھے تھا اور نصف ہتھیلی پر وزن ڈال کر سہارا لئے ہوئے تھا۔ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''تم اُن لوگوں کی طرح نہیں بیٹھے جن پر غضب نازل ہوا ہو؟'' (یعنی یہودیوں کی طرح)۔

حضرت قائلہؓ بنت مرحمہ فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرفصاء (کولہوں کے بل زمین پر بیٹھ کر، گھٹنوں کو کھڑا کر کے اپنے پیٹ کے ساتھ لگا لینا اور بازوؤں سے دونوں ٹانگوں کو گھیر کر قابو کر لینا) کی حالت میں بیٹھے دیکھا۔ آپؐ اس طرح نہایت خشوع میں بیٹھے تھے (۴۸۱)۔''

کھانا کھاتے ہوئے بھی رسول اللہ ﷺ کا بیٹھنا نہایت سادہ تھا۔ آپؐ کبھی بند کواڑوں کے پیچھے نہ بیٹھتے، نہ پردوں کے پیچھے ہی کھڑے ہوتے اور نہ ہی کبھی اپنے سامنے کھانوں سے بھرے تھال رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مٹی پر تشریف رکھتے، کھانا بھی زمین پر بیٹھ کر نوش فرماتے۔ ارشاد فرماتے تھے:

''میں اللہ کے بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں، اللہ کے بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں! جو میری سنت سے منہ پھیرے گا وہ ہم میں سے نہیں! (۴۸۲)''

رسول اللہ ﷺ مکہ کے بالائی مقام پر ٹیک لگائے بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا، ''یا محمدؐ! آپؐ تو بادشاہوں کی مانند کھاتے ہیں!'' رسول اللہ ﷺ فوراً سیدھے ہو کر بیٹھ گئے (۴۸۳)۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرائیلؑ کے ہمراہ ایک فرشتہ آیا، جو پہلے کبھی نہ آیا تھا۔ اُس فرشتے نے کہا، ''تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے اور اختیار دیتا ہے کہ دو میں سے ایک چُن لو، یا پیغمبری کے ساتھ سلطانی یا پیغمبری کے ساتھ بندگی۔ چاہیں تو آپ کو ایک پیغمبر سلطان بنا دیا جائے، چاہیں تو ایک پیغمبر بندہ رکھا جائے!''

جبرائیلؑ نے ''تواضع رکھ!'' کی ماہیت میں اشارہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''پیغمبر بندہ بننا ترجیح کرتا ہوں!'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کبھی پاؤں پر کھڑے ہو کر، یا ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانا نہیں کھایا۔

رسول اللہ ﷺ کا کھانا اور پینا

حضرت ابو جحیفہؓ بیان کرتے ہیں: سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا، ''میں کبھی کسی چیز کے ساتھ ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا (۴۸۴)۔'' ٹیک لگانا تین طرح کا ہے۔ اپنی ایک جانب پر سہارا لینا، چار زانو ہو کر بیٹھنا، ایک ہاتھ کا سہارا لے کر دوسرے ہاتھ سے کھانا کھانا۔

ٹیک لگانے کی یہ تیسری قسم منع ہے اور اس کے متعلق وعید سنائی گئی ہے۔

---

(۴۸۱) بخاری، ''استعذان''، ۳۴؛ ابوداؤد، ''ادب''، ۲۵؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۷۳،۱؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴۲۳،۷؛ بغوی، الانوار، ۱، ۳۵۵؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۸۰ (۴۸۲) ابن سعد، الطبقات، ۳۸۱،۱ (۴۸۳) ابن سعد، الطبقات، ۳۸۰،۱

(۴۸۴) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۱۶۴؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۸۶

ہوا اور کیا کیا چیزیں آ کر بستر پر اپنی جگہ بنا چکی ہیں۔

بستر پر لیٹتے ہوئے دائیں کروٹ لیٹے۔ جب لیٹ جائے تو یوں کہے: ''یا الٰہی! میں تیری تسبیح اور تعریف کرتا ہوں۔

یا ربّ! میں نے کروٹ تیرے ہی نام سے لی ہے۔ تیرے ہی نام سے اٹھوں گا۔ اگر تُو میری روح قبض کر لے، تو اُس پر مرحمت فرمانا! اور اگر چھوڑ دے، تو اُس کی ایسے حفاظت فرمانا جیسے تُو اپنے صالح بندوں کی

حفاظت فرماتا ہے!''

جب اُٹھ جائے تو یوں دعا کرے: ''میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں کہ جس نے میرے جسد کو عافیت نصیب فرمائی، میری روح کو واپس لوٹا دیا اور ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو اوندھے منہ لیٹا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''ایسے لیٹنا اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں!''

حضرت شریدؓ بن سوید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دِن منہ کے بل لیٹ کر سوتے شخص کو دیکھا، اُسے اپنے پاؤں کی نوک سے چھو کر کہا، ''اِس طرح سے لیٹنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ ہے!''

سونے والی ذات اصحابِ صفہ میں سے حضرت عبداللہؓ بن طاحفہ تھے اور فرماتے ہیں: ''میں بوقت سحر مسجد میں پیٹ اور منہ کے بل لیٹا تھا، سوتے میں اچانک کسی نے اپنے پاؤں سے مجھے چھوا۔

۔کون ہے یہ، اُس نے دریافت کیا۔

۔ میں، عبداللہؓ بن طاحفہ ہوں، میں نے جواب دیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ آپ سرورِ عالم ﷺ ہیں!

۔آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''اِس طرح سے لیٹنا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ ہے!

(۳۸۰)''

رسول اللہ ﷺ کبھی بغیر وضو کے نہ رہتے تھے۔

بیت الخلا کے بعد کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ نے وضو نہ کیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا بیٹھنا

حضرت حنظلہؓ بن خزیم نے بیان فرمایا ہے: ''میں جب رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپؐ چار زانو بیٹھے تھے۔''

حضرت جابرؓ بن سَمُرۃ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ شمس تک مسجد میں چار زانو ہو کر بیٹھے رہتے تھے۔

(۳۸۰) احمد بن حنبل، المسند، ۲۶۲،I؛ سہیلی، روض الانف، ۱۶،VIII

فرمانا! اور اگر چھوڑ دے، تو اُس کی ایسے حفاظت فرمانا جیسے تُو اپنے صالح بندوں کی حفاظت فرماتا ہے!

یا الٰہی! میں تیرے ہی نام سے مروں گا اور تیرے ہی نام سے اُٹھایا جاؤں گا۔ میں اپنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جو ہمیں کھلانے والا، پلانے والا، ہماری احتیاجات پوری کرنے والا، ہماری حفاظت کرنے اور ہمیں پناہ دینے والا ہے! بہت سے لوگ ہیں کہ نہ کوئی احتیاجات پورا کرنے والا ہے نہ کوئی پناہ دینے والا! یا اللہ تُو اُس دن کے عذاب سے میری حفاظت فرما جس دن تُو اپنے بندوں کو اپنے حضور میں جمع کرے گا!'' پھر نیند سے بیداری کے بعد بستر سے اٹھتے ہوئے یوں دعا فرماتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو جو ہمیں مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ روزِ قیامت ہم نے اُسی کی جانب لوٹنا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ بستر پر لیٹتے ہوئے یہ دعا فرماتے تھے:

''اے زمین و آسمان کے ربّ، اور ہر چیز کے ربّ، تخم اور بیج کو چیر کر اِس سے کونپل نکا لنے والے، تورات، انجیل اور قرآن نازل کرنے والے اللہ! میں برائیوں کے مالک کی ہر برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں! اُس کو پیشانی سے پکڑ کر روک لینے والی تیری ہی ذات ہے!

یا الٰہی! تُو اوّل ہے! تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں! تُو آخر ہے، تیرے بعد کوئی شے نہیں! تُو ظاہر ہے! تیرے علاوہ کوئی شے نہیں!''

بعضاً نیند سے بیدار ہوتے ہی یوں بھی دعا فرمایا کرتے: ''تیرے سوا کوئی معبود نہیں! میں تیری تسبیح اور تعریف کرتا ہوں۔ یا الٰہی! میں تجھ سے اپنے گناہوں پر بخشش اور رحمت طلب کرتا ہوں۔

یا الٰہی! میرے علم میں اضافہ فرما! مجھے سیدھا راستہ دکھانے کے بعد میرے دل کو اِس سے مت موڑ! تُو اپنی عظمت سے مجھے رحمت اور احسان نصیب فرما! کیونکہ سب سے بڑھ کر معاف کرنے والی ذات تو بس تیری ہی ہے!''

حضرت البراء بن عازبؓ بیان فرماتے ہیں کہ سیّد الکونین ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا، ''جب تم اُس جگہ پہنچ جاؤ کہ جہاں تم نے لیٹنا ہے تو ایسے وضو کرو جیسے تم نماز کے لئے وضو کرتے ہو! پھر دائیں کروٹ لیٹ جاؤ اور اُس کے بعد: ''یا الٰہی! میں نے خود کو تیرے حوالے کیا۔ اپنے چہرے کو تیری جانب پھیرا۔ اپنے کام تیری امان میں دیئے۔ میں نے تیرا ہی سہارا لیا۔ تیرے عذاب سے ڈرتا اور تیری رحمت کی اُمید رکھتا ہوں۔ بجز تیری رحمت کے کوئی پناہ نہیں، بجز تیرے عذاب کے ڈرانے والی کوئی شے نہیں! بس، پناہ تو صرف تیری رحمت سے ممکن ہے اور تیری رحمت سے ہی نجات ہے۔ میں، تیری نازل کردہ کتاب اور تیرے بھیجے پیغمبر ﷺ پر ایمان لایا'' کہہ کر دعا کر!

اگر اُس رات تم مر جاؤ تو تمہاری موت فطرت اسلام پر ہو گی۔ جو شخص یہ کہے اور اُس رات انتقال کر جائے وہ فطرت اسلام پر مرا!''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اگر تم میں سے کوئی رات اپنے بستر سے اُٹھے پھر واپس لوٹ آئے تو اُسے چاہیئے کہ بستر پر لیٹنے سے پہلے اُسے تین بار جھٹک لے۔ کیونکہ اسے پتا نہیں کہ اُس کے بعد بستر پر کیا

داڑھیوں کو چھوڑ دو اور اپنی مونچھوں کو کم کرو (۴۷۸) ۔''

حضرت ابن عبد الحکیمؒ فرماتے ہیں : '' مونچھیں اچھی طرح کاٹا جائے اور داڑھی کو نہ کاٹا جائے ۔ لیکن مونچھوں کو کٹوانے سے مراد ہرگز ان کو منڈوا لینا مراد نہیں ۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں : '' مونچھوں کے کاٹنے کے متعلق مناسب یہ ہے کہ ہونٹوں کے کنارے دکھنے تک انہیں کم کر دیا جائے ، نہ کہ انہیں جڑ سے ہی منڈوا لیا جائے ۔''

علماء کی رُو سے مونچھوں کو اوپر سے مروڑ کر ان کے کنارے دونوں جانب لٹکا دینا مکروہ ہے ۔

حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں :

رسول اللہ ﷺ کو مجوسیوں کے متعلق بتایا گیا ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : '' **وہ لوگ اپنی مونچھوں کے کناروں کو بڑھاتے اور اپنی داڑھیوں کو منڈواتے ہیں ۔ پس تم لوگ اُن کی مخالفت کرو** (۴۷۹) ۔''

حضرت ابو امامہؓ نے کہا ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! اہل کتاب اپنی داڑھیوں کو کٹواتے اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں ۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا ، '' **تم لوگ اپنی مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ ۔**''

علماء کے مطابق مونچھوں کو اس قدر کٹوا لینا کہ وہ بھنووں جتنی ہو جائیں ، سنت ہے ۔ اور داڑھی ٹھوڑی کے بالوں کے ساتھ ایک مٹھی تک بڑھانا اور اس سے زیادہ کو کٹوا دینا سنت ہے ۔

داڑھی ایک مٹھی لمبی رکھنا اور اس سے زیادہ کو کٹوا دینا سنت ہے ۔ لیکن داڑھی کو ایک مٹھی سے کم رکھنا سنت کے مطابق نہیں ۔ سنت کی نیت سے چھوٹی داڑھی رکھنا بدعت ہے ۔ حرام ہے ۔ داڑھی رکھنا سنت زوائد میں سے ہے ۔ امر بالمعروف کے لئے ، نان ونفقہ کے حصول کی خاطر ، فتنہ پروری سے بچنے کے لئے داڑھی کی مکمل تراش جائز ہے ۔ یہ ترکِ سنت کے لئے عذر ہوگا ، لیکن بدعت کا کوئی عذر نہیں ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کا لیٹنا ، سونا

رسول اللہ ﷺ جب سونے کے لئے بستر پر لیٹتے تو ہمیشہ اپنی دائیں کروٹ لیٹتے ، دائیں ہتھیلی کو اپنے دائیں رخسار کے نیچے رکھ لیتے ، پھر یہ دعا فرماتے :

'' یا الٰہی ! میں نے خود کو تیرے حوالے کیا ۔ اپنے چہرے کو تیری جانب پھیرا ۔ اپنے کام تیری امان میں دیئے ۔ میں نے تیرا ہی سہارا لیا ۔ تیرے عذاب سے ڈرتا اور تیری رحمت کی اُمید رکھتا ہوں ۔ بجز تیری رحمت کے

کوئی پناہ نہیں ، بجز تیرے عذاب کے ڈرانے والی کوئی شے نہیں ۔

بس ، پناہ تو صرف تیری رحمت سے ممکن ہے اور تیری رحمت سے ہی نجات ہے ۔

میں ، تیری نازل کردہ کتاب اور بھیجے پیغمبروں پر ایمان لایا ۔

یا ربیّ ! میں نے کروٹ تیرے ہی نام سے لی ہے ۔ اگر تُو میری روح قبض کر لے ، تو اُس پر مرحمت

(۴۷۸) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۴۹ ؛ قسطلانی ، مواہب الدنیہ ، ص ، ۲۸۰

(۴۷۹) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۳۹ ؛ قسطلانی ، مواہب الدنیہ ، ص ، ۲۸۱

ہوتا ہے کہ کانوں کی جانب کے بال تو کانوں کی لوتک لمبے تھے جبکہ پیچھے کے بال آپؐ کے مبارک کندھوں تک متجاوز تھے۔''

پھر یوں بھی فرماتے ہیں: بعض روایات میں بالوں کی لمبائی کانوں تک اور بعض میں یہ لمبائی کندھوں تک بیان کی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف ادوار میں یہ لمبائی بڑھتی اور کم ہوتی رہی ہے۔ اس لئے تمام روایات بالکل ٹھیک ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بعضاً بال بڑھا لیتے اور کندھوں تک جا پہنچتے۔ بعضاً کانوں کے لو سے نیچے یا کانوں کے درمیان تک کٹوا لیتے تھے۔

حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں: ''فخر عالم ﷺ مکہ میں ایک دفعہ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ تب آپؐ چار غدرہ تھے (۴۷۵)۔''

غدرہ سے مراد بالوں کی تقسیم ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے مبارک بالوں کو چار میں تقسیم فرما کر کھول رکھا تھا۔

خلاصہ یہ کہ: رسول اللہ ﷺ کے سر اور داڑھی کے مبارک بال نہ تو بہت پیچدار تھے نہ ہی بالکل سیدھے، ان کی تخلیق لہر یہ تھی۔ آپؐ کے بال لمبے تھے۔ پہلے پہل آپؐ اپنے بال پیشانی پر کھلا چھوڑتے تھے لیکن بعد میں مانگ نکال کر دونوں جانب تقسیم فرمانے لگے۔ آپؐ بعضاً بال بڑھا لیتے بعضاً کٹوا کر چھوٹا کروا لیتے۔

مردوں کے لئے سر منڈوانا، بال بڑھانا یا مانگ نکالتے ہوئے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا سنت ہے۔ اس معاملے میں حالات، عادت اور زمانے کے لحاظ سے حرکت کرنا چاہئے۔ بالوں کو مروڑنا یا چٹیا بنانا مکروہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک کے اوصاف حضرت انسؓ یوں بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ آپؐ کے سر اور داڑھی مبارک میں سفید بالوں کی کُل تعداد سترہ یا اٹھارہ سے زیادہ نہ تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک دن کہا:

۔آپؐ کے بالوں میں سفیدی آ گئی یا رسول اللہ ﷺ!

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

۔ **مجھے** سورۃ ھود، الواقعہ، المرسلٰت، عَمَّ یتسائلون اور واِذَا الشّمس کُوِّرَت **یعنی** سورۃ النبا اور سورۃ التکویر نے بوڑھا کر دیا (۴۷۶)۔

یعنی یہاں آپؐ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان سورتوں میں جنت اور جہنم کے حالات بہت زیادہ ذکر کئے گئے ہیں۔ میری اُمت کا حال کیا ہوگا، اس کے غم اور پریشانی سے میرے بال سفید ہو گئے ہیں۔

حضرت عمروؓ بن شعیب فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ اپنی مبارک داڑھی کو لمبائی اور چوڑائی کی جانب سے تراش فرماتے۔ امام ترمذیؒ کی بیان کردہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''**جو شخص** اپنی مونچھیں نہ کاٹے یا کم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں (۴۷۷)۔'' ایک اور حدیث شریف میں ارشاد ہوا: ''اپنی

---

(۴۷۵) ترمذی، ''لباس''، ۳۹؛ ابن ماجہ، ''لباس''، ۳۶؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۵۹؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۷۹؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۵۴

(۴۷۶) ترمذی، ''تفسیر القرآن''، ۵۶؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۴۳۵؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۴۷؛ سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۶۰

(۴۷۷) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۸۰

رسول اللہ ﷺ کی بعض زوائد سنتیں(۴۷۱)

داڑھی مبارک اور بال

رسول اللہ ﷺ کے مبارک بالوں کے متعلق حضرت انسؓ بن مالک سے پوچھا گیا :

۔ رسول اللہ ﷺ کے بال کیسے تھے ؟

حضرت انسؓ نے یوں جواب دیا :

۔آپؐ کے بالوں میں دونوں قسموں کا ملاپ پایا جاتا تھا یعنی نہ پیچ دار تھے نہ ہی بالکل سیدھے تھے ۔ میانہ درجہ کے تھے ۔ دیکھنے میں بالوں کی لمبائی یا چھوٹائی یوں تھی کہ کانوں سے لے کر کندھوں کے اوپر درمیان تک تھے (۴۷۲) ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں : '' فخر عالم ﷺ پہلے اپنے بالوں کو پیشانی مبارک پر کھلا چھوڑ دیتے تھے ۔ بعد میں بالوں میں مانگ نکالنا شروع کر دی (۴۷۳) ۔ ''

علماء کے مطابق : '' بالوں کو بیچ سے مانگ نکال کر دو طرف بانٹ دینا سنت رسول اللہ ﷺ ہے ۔ کیونکہ آپؐ بعد کے دور میں ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔ بالوں کو پیشانی پر کھلا چھوڑ دینا جائز ہے اور دونوں جانب بانٹ دینا بھی ۔ لیکن دونوں جانب بانٹ دینا زیادہ اچھا ہے ۔ ''

اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں : '' رسول اللہ ﷺ کے بال جُمّہ سے اوپر اور وفرہ سے نیچے تھے (۴۷۴) ۔ ''

جُمّہ سے مراد ایسے بال ہیں جو کندھے تک متجاوز ہوں جبکہ وفرہ اُن بالوں کو کہا جاتا ہے جو کانوں کے نچلے سرے کو چھو جائیں ۔ الغرض اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے بال اِس قدر لمبے تھے کہ کانوں کی لو سے متجاوز تو تھے لیکن کندھوں کو چُھو نہ پاتے تھے بس اِن دونوں کے درمیان درمیان تھے ۔

حضرت قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں : '' ذکر کردہ اِن سب روایات سے یہ ثابت

---

(۴۷۱) رسول اللہ ﷺ کی وہ سنتیں جو عبادت تو نہیں البتہ آپؐ نے عادت کے طور پر اپنائیں ۔ زوائد سنتوں کا ترک کرنا باعث گناہ نہیں ۔ رسول اللہ ﷺ کا طرز لباس ، کسی اچھے کام کا آغاز دائیں جانب سے کرنا وغیرہ سنت زوائد ہیں ۔

(۴۷۲) بخاری ، '' لباس '' ، ۶۸ ؛ ابوداؤد ، '' ترجل '' ۹ ؛ ترمذی ، شمائل شریف ، ص ، ۳۱ ؛ سیوطی ، اوصاف النبی ، ص ، ۵۱

(۴۷۳) ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۳۰ ؛ قسطلانی ، مواہب الدنیہ ، ص ، ۲۷۹

(۴۷۴) ابوداؤد ، '' ترجل '' ، ۹ ؛ ترمذی ، '' لباس '' ، ۲۱ ؛ ابن ماجہ ، '' لباس '' ، ۳۶ ؛ احمد بن حنبل ، المسند ، ۱۱۸،۷۱ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۴۲۸

مندرجہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے اصحاب کرامؓ کے فضائل اور عظمت واضح آشکار ہے۔

خود سے کچھ کلام نہ تھا، نطق پاک تھا جملے تھے وحی
دُرِ حکمت سے بھرپور اک سمندر تھا وہ منبعٔ کرم

بدنا خلق میں موجود قلبا دوست سے مشغول تن وتنہا
خلوتِ وحدت میں اکثر ہی مشغول تھا وہ منبعٔ کرم

میں سے ہر کسی کا نام نہایت حرمت اور ادب کے ساتھ لینا چاہئے۔

اصحاب کرامؓ میں سے ہر ادنیٰ صحابیؓ اِس جمیع اُمت سے بڑھ کر افضل ہے۔ ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے یعنی ہر مسلمان، خواہ کسی بھی نسل سے یا کسی بھی مملکت سے تعلق رکھتا ہو، محمد ﷺ کا اُمتی کہلاتا ہے۔

اصحابِ کرامؓ کی فضیلت اور عظمت سے متعلقہ آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''تم ہو (اے مسلمانو! وہ) بہترین اُمت جسے پیدا کیا گیا۔۔۔(۴۶۵)''

''اور وہ سبقت لے جانے والے جنہوں نے سب سے پہلے (دعوتِ ایمان پر) لبیک کہا مہاجروں میں سے اور انصار میں سے اور جو اُن کے پیچھے آئے راست بازی کے ساتھ، راضی ہوگیا اللہ اُن سے اور وہ راضی ہو گئے اُس سے اور مہیا کر رکھے ہیں اُس نے اُن کے لئے ایسے باغات کہ بہہ رہی ہیں اُن کے نیچے نہریں، رہیں گے وہ اُن میں ہمیشہ اور یہی ہے بڑی کامیابی (۴۶۶)۔''

''محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں زورآور ہیں کافروں پر (اور) مہربان ہیں آپس میں، پاؤ گے تم اُنہیں مشغول رکوع میں سجدے میں، تلاش کرتے ہیں (ان کاموں سے) اللہ کا فضل اور اُس کی خوشنودی، ان کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے چہروں پر سجود کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے اوصاف توراۃ میں اور اِن کی مثال انجیل میں (اس طرح ہے) کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے نکالی اپنی کونپل پھر اِس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر وہ سیدھی کھڑی ہوگئی اپنے تنے پر، خوش کرتی ہے اپنے کاشتکار کو تاکہ جلیں اُنہیں دیکھ کر کافر۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے مغفرت کا اور اجرِعظیم کا، اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور کئے اُنہوں نے نیک عمل اِس گروہ میں سے (۴۶۷)۔''

اصحابِ کرامؓ کے متعلق بعض احادیث یوں ہیں:

''میرے اصحابؓ کو برا مت کہو! میرے اصحابؓ کے بعد آنے والوں میں سے کوئی اگر پہاڑ جتنا صدقہ بھی کردے تو ہرگز اُس ثواب کے برابر یا اِس کے نصف ثواب بھی نہ پا سکے گا جو میرے اصحابؓ نے مٹھی بھر جو دے کر کمایا ہے (۴۶۸)۔

میرے اصحاب آسمان پر چمکتے ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی پیروی کرلو ہدایت پا جاؤ گے (۴۶۹)۔

میرے اصحاب کرامؓ سے دشمنی سے بچو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو! جو اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے۔ جو اُن سے دشمنی کرتا ہے گویا مجھ سے دشمنی کرتا ہے۔ جس نے اُنہیں دکھ پہنچایا، سمجھو اُس نے مجھے دکھ پہنچایا۔ اور مجھے دُکھ پہنچانے والا سمجھ لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دکھ پہنچائے گا۔

میری اُمت میں سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو میرے زمانے کے ہیں۔ اُن کے بعد وہ جو اِن کے بعد آنے والے ہیں۔ اُن کے بعد وہ جو اُن کے بعد آئیں گے۔ مجھے دیکھنے والے اور مجھے دیکھنے والے کو دیکھنے والے مسلمان کو جہنم کی آگ نہیں جلائے گی (۴۷۰)۔''

---

(۴۶۵) ابن سعد، الطبقات، II، ۹۷؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۲۲ (۴۶۶) سورۃ التوبہ، ۱۰۰ / ۹ (۴۶۷) سورۃ الفتح، ۲۹ / ۴۸

(۴۶۸) بخاری، ''فضائل الصحابہ''، ۵؛ ابوداؤد، ''سنت''، ۱۱؛ ترمذی، ''مناقب''، ۶۷؛ ابن ماجہ، ''مقدمہ''، ۳۱؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۱؛ بیہقی، السنن، II، ۱۱۶ (۴۶۹) شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، X، ۳۲۹؛ صفدی، الوافی، II، ۳۶۲

(۴۷۰) بخاری، ''رقاق''، ۷؛ مسلم، ''فضائل الصحابہ''، ۳۱۹؛ نسائی، ''ایمان''، ۲۹؛ احمد بن حنبل، المسند، I، ۴۳۸

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ ہیں۔ ان کے بعد کی افضلیت عشرہ مبشرہ کو حاصل ہے یہ وہ اصحابِ کرامؓ ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چار خلفائے راشدین کے ساتھ ان میں بقیہ چھ (حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت سعیدؓ بن زید، ابوعبیدہؓ بن جراح) اور ان کے علاوہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی شامل ہیں۔

اصحابِ کرامؓ میں خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ کے بعد وہ چالیس اصحابِ کرام افضل ترین ہیں جنہوں نے قبولِ اسلام میں اولیت حاصل کی۔ ان کے بعد تین سو تیرہ اصحابِ غزوۂ بدر، پھر سات سو اصحابِ غزوۂ اُحد آتے ہیں۔ ان کے بعد اُن ایک ہزار چار سو اصحابِ کرامؓ کو درجہ حاصل ہے جنہوں نے ہجرت کے چھٹے سال شجر تلے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ''آخری دم تک لڑنے کا!'' حلف اٹھایا تھا۔ اس حلف کو ''بیعتِ رضوان'' کہا جاتا ہے (۴۶۴)۔

اصحابِ کرامؓ کی تعداد: فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار، غزوۂ تبوک میں ستر ہزار، حجۃ الوداع کے موقع پر نوے ہزار اور رسول اللہ ﷺ کی وفات پر دنیا بھر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد اصحابِ کرامؓ موجود تھے۔ اس تعداد سے متعلقہ اور روایات بھی ملتی ہیں۔

اصحابِ کرامؓ میں سب سے آخر میں وفات پانے والی ذوات یوں ہیں: ۷۰۵ء (۸۶ ھ) میں حضرت عبداللہؓ بن ابوعوفہ کا انتقال کوفہ میں ہوا۔ ۷۰۶ء (۸۸ ھ) میں حضرت عبداللہؓ بن یسر کی وفات شام میں ہوئی۔ ۱۰۰ سال کی عمر میں حضرت سہلؓ بن سعد نے ۷۰۹ء (۹۱ ھ) مدینہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت انسؓ بن مالک کا انتقال ۷۱۱ء (۹۳ ھ) میں بصرہ میں اور حضرت ابوطفیلؓ عامر بن وسیلہ کا انتقال ۷۱۸ء (۱۰۰ ھ) میں مکہ میں ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، خلفائے اربع کے ادوار میں اصحابِ کرامؓ دین کی اشاعت اور جہاد سے متعلقہ رسول اللہ ﷺ سے کئے وعدے پر پوری صداقت کے ساتھ قائم رہے۔ اپنے قول سے کبھی نہ پھرے۔ سب باہمی اتفاق کے تحت اپنی زمینیں، اپنے وطن کو ترک کر کے عرب سے نکل کر دنیا میں ہر جگہ پھیل گئے۔ جانے والوں میں سے زیادہ تر واپس نہیں لوٹے اور تا حیات جہاد کرتے اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اس طرح بہت ہی کم وقت میں بہت سے ممالک ہاتھ لگ گئے۔ فتح کیے گئے ممالک میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیل گیا۔

سارے اصحابِ کرامؓ عادل تھے۔ اسلام کی اشاعت کے معاملے میں سب میں باہمی اتفاق پایا جاتا تھا۔ قرآنِ کریم نے اُنہیں آپس میں باندھ رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو ان ہی ذواتؓ نے نقل فرمایا ہے۔

(اصحابِ کرامؓ کی خدماتِ اسلام، بے مثال طرزِ حیات، فضائل، ان کے اسماء اور احوال کی ترجمان متعدد کتب لکھی گئیں اور ان کی اشاعت بھی ہوئی ہے۔ حقیقت کتب خانہ کی جانب سے مطبوع کردہ ''اصحابِ کرامؓ'' نامی عصر نایاب معلومات کا منبع ہے۔)

پیغمبروںؑ اور اکابر ملائکہؑ کی عظمت کے بعد تمام مخلوقات میں افضل ترین اصحابِ کرامؓ ہیں۔ ان

(۴۶۴) احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۵۹؛ ۱۱، ۱۲۰، ۱۰۱؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۳۱۵؛ واقدی، المغازی، ۱، ۲۷۹

* رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام رِضْوَان اللّٰہ عَلَیْہِمْ

یہ حضور رسالت مآب ﷺ کے ساتھی ہیں۔ وہ مسلمان، عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا عمر رسیدہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ دیر ہی سہی حتیٰ زندگی میں صرف ایک بار ہی دیکھا ہو، اور اگر نابینا ہے تو خواہ ایک بار ہی آپؐ سے بات کی ہو اور ایمان کی حالت میں وفات پائی ہو اُسے ''صاحب'' یا ''صحابی'' کہا جاتا ہے۔ ایک سے زیادہ کی تعداد کے لئے ''اصحاب''، ''صحابہ'' یا ''صحب'' کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

وہ لوگ جنہوں اسلام قبول کرنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایمان لائے یا وہ لوگ جو مسلمان ہوئے لیکن بعد میں مرتد (اسلام کے منکر) ہو گئے صحابی نہیں کہلاتے۔ البتہ وہ لوگ جو صحابی تھے اور مرتد ہو گئے پھر دوبارہ ایمان لے آئے، صحابی ہی کہلائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ جنات کی قوم کے لئے بھی پیغمبر ہیں اس لئے جنوں میں صحابی بھی ہیں۔

اصحابِ کرامؓ دینی احکام کے معاملے میں معتبر ترین حجت ہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کریم براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور پھر بعد میں آنے والوں کو سکھایا اور سمجھایا۔ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال سے متعلقہ تمام تر معلومات ہمیں اصحاب کرامؓ ہی کے واسطے سے پتا چلتی ہیں کیونکہ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو بذاتِ خود یہ افعال کرتے دیکھا اور سنا ہے۔

لہٰذا احادیثِ شریفہ کی بنیاد، اصحاب کرامؓ کی جانب سے منتقل شدہ احکامات پر ہی مشتمل ہے۔ اسلامیت میں اجماعِ اُمت یعنی علماء کا مکمل اتفاق، حقیقی معنی میں اصحاب کرامؓ کے زمانہ میں ہی ممکن نظر آتا ہے۔ ہر صحابیؓ مجتہد و عالم کی حیثیت رکھتے ہیں اور آپؓ کی بات دین کی سند اور وثیقہ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کا درجہ بعد کے آنے والے مجتہدین سے بڑھ کر ہے۔

علمائے اہلِ سنت نے اصحاب کرامؓ کو درجات کے لحاظ سے تین میں تقسیم کیا ہے؛

۱۔ **مہاجرین**: مکہ کی فتح سے پہلے مکہ سے یا اور مقامات سے؛ اپنا وطن اور عزیز و اقارب کو ترک کر کے مدینہ کی جانب ہجرت کرنے والے اصحابِ کرامؓ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ایمان کی حالت میں آئے یا جنہوں نے آکر اسلام قبول کیا۔ حضرت عمروؓ بن العاص اِن میں سے ہی ہیں۔

۲۔ **انصار**: مدینہ اور قرب کے شہروں کے مقیم لوگ اور عرب قبائل اوس و خزرج میں پائے جانے والے مسلمانوں کو کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اِنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور مکہ سے آئے لوگوں کی ہر طرح سے مدد کریں گے اور ان کے لئے ہر طرح کی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔ یہ لوگ اپنے وعدے پر ثابت قدم رہے۔

۳۔ **دیگر اصحاب کرامؓ**: یہ وہ اصحاب کرامؓ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر یا اُس کے بعد مکہ میں اور دیگر مقامات پر اسلام قبول کیا۔ انہیں صحابی ہونے کا شرف تو حاصل ہے لیکن انہیں مہاجر یا انصار نہیں کہا جا سکتا۔

اصحابِ کرام میں سب سے افضل رسول اللہ ﷺ کے چار خلفاء ہیں۔ خلافت کی ترتیب کے مطابق؛

بھی اُنہیں چاہتا ہے۔'' آپؐ سے پوچھا گیا، ''یہ کون لوگ ہیں، کیا آپؐ ہمیں اُن سے مطلع فرمائیں گے؟'' جواب میں آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا: ''علیؓ اُن میں سے ہے، علیؓ اُن میں سے ہے، علیؓ اُن میں سے ہے، ابو ذرؓ، مقدادؓ اور سلمانؓ۔

''میرے گھر والوں کی وجہ سے مجھے تکلیف پہنچانے والوں کے لئے شدت کا عذاب ہے۔''

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے: ''فاطمہؓ میرا ایک جزو ہے (یعنی میرا جگر گوشہ ہے)، جس نے اُسے تکلیف دی اُس نے گویا مجھے تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا، ''فاطمہؓ مجھے تم سے بڑھ کر پیاری ہے۔ تم مجھے اُس سے بڑھ کر عزیز (قیمتی) ہو۔'' (۴۶۳)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ''تمہارے لئے دین اسلام لانے کے عوض میں تم سے کچھ طلب نہیں کرتا ماسوائے اِسکے کہ میرے اقربا یعنی میرے اہلِ بیت سے محبت کرو۔''

علمائے اسلام؛ خاتمہ بالایمان کے لئے اہلِ بیت سے محبت رکھنا شرط مانتے ہیں، ان میں رسول اللہ ﷺ کے ذرّات پائے جاتے ہیں۔ اہلِ بیت کو عزیز رکھنا، اُن کی حرمت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

عظیم عالمِ اسلام حضرت امام ربانیؒ فرماتے ہیں: میرے والدگرامی ظاہری اور باطنی علوم یعنی قلبی علوم کے بڑے عالم تھے۔ وہ ہمیشہ اہلِ بیت سے محبت کرنے کی تلقین ونصیحت فرماتے تھے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ یہ محبت؛ انسان کو دمِ آخر ایمان کے ساتھ لینے میں مددگار ہوتی ہے۔ وقتِ نزع میں آپؒ کے سرہانے موجود تھا۔ آخری لحات میں جب آپؒ کا شعور کم ہونے لگا تو میں نے یہ نصیحتیں یاد کرائیں اور دریافت فرمایا کہ اِس محبت کی تاثیر کیا ہوئی۔ اُس حال میں بھی آپؒ نے فرمایا، ''اہلِ بیتؓ کی محبت کے دریا میں غوطہ زن ہوں۔'' میں فوراً اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بر لایا۔ اہلِ بیتؓ کی محبت اہلِ سنت کا سرمایہ ہے۔ اسی سرمائے سے آخرت میں نفع حاصل ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیتؓ کی تین قسمیں ہیں: وہ جو نسب اور نسل کے اعتبار سے اقربا ہیں۔ پھوپھیاں بھی ان میں سے ہی ہیں۔ دوسری قسم آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کی ہے۔ تیسری قسم اُن خدمتگار خواتینؓ کی ہے جو ہر وقت گھر میں موجود رہتی تھیں اور ازواجِ مطہراتؓ کے بالوں کی کنگھی کرنا، اُن کا کھانا پکانا، اُن کے حجروں کی صفائی کرنا، کپڑے دھونا اور دیگر کام کاج اُن کا وظیفہ میں شامل تھا۔ باہر کے کام کاج کرنے اور مسجد میں اذان دینے والے حضرت بلالؓ، حضرت سلمانؓ اور حضرت صہیبؓ بھی خانۂ سعادت سے ہی خورد ونوش فرماتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ اور قیامت تک آنے والی آپؐ کی ساری اولاد، اہلِ بیت ہیں۔ ان میں سے گرچہ کوئی عاصی بھی ہو، محبت رکھنا ضروری ہے۔ ان سے محبت، قلباً، بدناً اور مال کے ساتھ ان کی مدد، حرمت اور رعایت کرنا، خاتمہ بالایمان کا سبب بنتا ہے۔ (شام کے شہر حماہ میں سادات کے لئے ایک محکمہ قائم تھا۔ اِس مبارک نسل میں پیدا ہونے والے بچوں کے نام کا دو شاہدوں کی موجودگی میں اندراج کیا جاتا تھا۔ (اِس محکمہ کو انگریزوں کے صادق دوست مصطفیٰ رشید پاشا نے ختم کر دیا۔)

(۴۶۳) حیثمی، مجمع الذوائد، IX، ۱۰۰؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXXXII، ۱۲۵؛ شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، XI، ۴۴

تک لٹکی مضبوط رسی ہے۔ دوسری، میرے اہلِ بیت ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جو اِن کی اتباع نہ کرے گا میرے راستے سے نکل جائے گا (۴۶۰)۔''

حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو کہا، ''اپنے جگر گوشوں کے لئے نذر مانو!'' حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور فضہ نامی کنیز نے تین دِن روزہ کی نذر مانگی۔ جنت کی یہ دونوں ہستیاں شفا پا گئیں لیکن گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت علیؓ نے ایک یہودی سے تین صاع جَو اُدھار لے لی (۴۶۱)۔ تینوں نے نذر کے تین روزے رکھے۔ اُس جَو کے ایک حصے کو حضرت فاطمہؓ نے پیس کر پانچ عدد روٹیاں پکا لیں۔ گھر میں پانچ اشخاص موجود تھے۔ افطار کا وقت آ گیا۔ حضرت فاطمہؓ نے یہ پانچ روٹیاں ایک ایک کر کے حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، کنیز حضرت فضہؓ اور خود اپنے سامنے رکھ دیں۔ افطار کرنے والے تھے کہ ایک مسکین نے صدا لگائی: ''یا اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ! میں مسکین مسلمانوں میں ہوں۔ مجھے کچھ کھانا عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو جنت کی نعمتوں سے نوازے۔ سامنے پڑی روٹیاں صدقہ کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ اگلے روز پھر روزہ رکھا۔ کنیز نے جَو کا ایک حصہ پیسا اور پھر پانچ روٹیاں پکالیں۔ وقتِ افطار انہیں سامنے رکھ کر بیٹھ گئے، عین افطار کے وقت ایک یتیم آ گیا۔ پانچوں نے اپنی اپنی روٹیاں دے کر اُس یتیم کو خوش کر دیا اور خود پھر پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ اگلے روز بھی بقیہ جَو سے روٹیاں پکائی گئیں اور سامنے رکھ کر وقتِ افطار کا انتظار کرنے لگے، عین وقت پر ایک اسیر نے آ کر صدا دی کہ تین دِن سے بھوکا ہوں۔ کچھ لوگوں نے مجھے باندھ رکھا تھا اور کھانا بھی نہیں دیا۔ اللہ کے نام پر مجھ پر ترس کھائیں۔ پانچوں نے اپنی اپنی روٹیاں اُسے دے دیں اور خود پھر پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''(یہ وہ لوگ ہونگے) جو پوری کیا کرتے تھے اپنی نذر اور ڈرتے تھے اس دن سے جس کی مصیبت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور کھلایا کرتے تھے کھانا اللہ کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو۔ (اور کہتے تھے) کہ بس کھلا رہے ہیں ہم تم کو اللہ کی خاطر، نہیں چاہتے ہم تم سے کوئی بدلہ اور نہ شکریہ۔ اور پلائے گا اُنہیں اُن کا ربّ نہایت پاکیزہ شراب۔۔۔(۴۶۲)''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں اچھا وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیتؓ کے ساتھ اچھائی سے پیش آئے۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میرے اہلِ بیت کے ساتھ بھلائی کی، روزِ قیامت میں اُس کی شفاعت کروں گا۔'' ''پُل صراط سے بغیر پاؤں پھسلے گزر جانے والے لوگ وہ ہونگے جو میرے اہلِ بیت اور اصحاب کرامؓ سے محبت رکھتے ہیں۔''

حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ ایک حدیث بیان کرتے ہیں: ''جو علیؓ سے محبت کرے گا، ضرور مجھ سے بھی محبت کرتا ہوگا۔ جو اُس سے دشمنی کرے گا، ضرور مجھ سے بھی دشمنی کرے گا۔ جو اُسے تکلیف دے گا، وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ اور جو مجھے تکلیف دے گا، ضرور اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائے گا۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے چار اشخاص سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے کہ اللہ

---

(۴۶۰) ترمذی، ''مناقب''، ۳۲؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۳۰۹،۷۱؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۶۶،۱۱۱

(۴۶۱) صاع: ۴.۲ لیٹر حجم کے مساوی پیمانہ ہے۔ ۳۵۰۰ گرام کے متقابل ہے۔

(۴۶۲) سورۃ الانسان، ۲۱۔۷ / ۷۶

اہلِ بیت

رسول اللہ ﷺ کے سارے افرادِ خانہ کو اہلِ بیت کہا جاتا ہے۔ آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ، صاحبزادی حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ساتھ ساتھ ان صاحبزادوں کی سب اولادیں، علاوہ ازیں بنی ہاشم بھی اہل بیت ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا تعلق اس خاندان سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اہلِ بیت کے متعلق یوں فرمایا ہے: ''اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ دور کردے تم سے گندگی، اے نبیؐ کے گھر والو اور پاک کردے تمہیں پوری طرح (۴۵۶)۔''

اصحابِ کرامؓ نے استفسار کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اہلِ بیت کون ہیں؟'' اس دوران امام علیؓ تشریف لائے۔ آپؐ نے اُن کے لئے اپنی عبا بچھادی۔ پھر حضرت فاطمۃ الزہرۃؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ تشریف لائے۔ آپؐ نے ان سب کو اس عبا پر جگہ عنایت فرمائی اور کہا، ''یہ ہیں میرے اہل بیت۔'' ان عظیم ذوات کو ''آلِ عبا اور آلِ رسول'' بھی کہا جاتا ہے (۴۵۷)۔

آلِ بیتِ نبوی سے محبت رکھنے سے خاتمہ بالخیر اور عالمِ آخرت کو ایمان کے ساتھ لوٹنا نصیب ہوتا ہے۔ اہلِ بیت کے ساتھ محبت ہر مومن کے لئے فرض ہے۔ سرورِ عالم ﷺ ایک حدیث شریف میں ارشاد فرماتے ہیں: ''میرے اہلِ بیت، نوحؑ کی کشتی کی مانند ہیں۔ جو اُن کے تابع ہوگیا سلامتی پا گیا۔ جو پیچھے رہ گیا ہلاک ہوگیا (۴۵۸)۔''

اہلِ بیتِ نبوی کے فضائل اور کمالات بہت زیادہ ہیں، انہیں گننا ممکن نہیں۔ اِن کا بیان اور مدح کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ اُن کی قدر و قیمت اور عظمت تو بس آیتِ کریمہ سے ہی سمجھی جا سکتی ہے۔

امام شافعیؒ اہلِ بیت کی مدح فرماتے ہوئے کیا خوب فرماتے ہیں: ''اے اہلِ بیت آپؓ سے محبت کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دیا ہے۔ آپؓ کی قدر و منزلت اسی سے ظاہر ہے کہ، اُن کی نمازیں ہی قبول نہ ہوسکیں جو اپنی نمازوں میں آپؓ کے لئے دعا نہ کریں۔ آپؓ کا شرف کیا ہی عظیم ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؓ کو قرآنِ کریم میں سلام کہتا ہے۔''

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا'' آپؐ اہلِ بیت میں سب سے بڑھ کر کسے پیار کرتے ہیں؟'' آپؐ نے جواب دیا'' حسنؓ اور حسینؓ کو (۴۵۹)۔''

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھا۔ حسنؓ تشریف لائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''یا ربّ! میں اِس سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی اِس سے محبت رکھ اور اِس کے چاہنے والوں سے بھی محبت رکھ۔'' ایک اور موقع پر فرمایا، ''حسنؓ اور حسینؓ دنیا میں میری خوشبوئیں ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا:

''میں اپنے بعد تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اِن سے چمٹے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔ پہلی چیز دوسری سے زیادہ بڑھ کر ہے۔ پہلی، اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم ہے کہ یہ آسمان سے زمین

---

(۴۵۶) سورۃ الاحزاب، ۳۳ / ۳۳

(۴۵۷) طبرانی، المعجم الکبیر، III، ۵۵؛ حاکم، المستدرک، II، ۴۵۱

(۴۵۸) طبرانی، المعجم الکبیر، III، ۴۵؛ حاکم، المستدرک، II، ۳۷۳؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، XI، ۵۸

(۴۵۹) ابویعلیٰ، المسند، VII، ۲۷۴؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XI،

پر اپنے درندوں میں سے کوئی درندہ مسلط فرما!'' کہہ کر بد دعا دی۔ شام کی جانب سفر کے دوران ایک شیر نے اس کی بوٹی بوٹی کر ڈالی۔ حضرت سیدہ رقیہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے حکم ہوا اور حضرت سیدہ اُمّ کلثومؓ بھی حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دے دی گئیں۔ ہجرت کے نویں سال آپؓ انتقال فرما گئیں۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی، دفن کے دوران قبر کے کنارے کھڑے رہے، مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے (۴۵۲)۔

حضرت سیّدہ فاطمہؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی چوتھی صاحبزادی، حضرت علیؓ کی زوجہ اور حضرت عمرؓ کی ساس ہیں۔ نکاح کے وقت آپؓ کی عمر پندرہ سال تھی (۴۵۳)۔ آپؓ کے حق مہر کے متعلق ''مواہب الدنیہ'' میں غزوۂ سوایق میں ۴۰۰ مثقال چاندی (یہ ۵۷ مثقال سونے کے برابر ہے۔ آج کے زمانے میں ۳۸ سُرخ اشرفیوں کے برابر) بیان کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ اکیس سال کے تھے۔ آپؓ اہل بیت میں سے تھیں۔ رنگت گوری، نہایت حسین وجمیل تھیں۔ ہجرت سے تیرہ سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں۔ ۱۱ھ میں چوبیس سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔ آپؓ کے ہاں حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ نام کے تین صاحبزادے، اُمّ کلثومؓ اور زینبؓ نام کی دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں (۴۵۴)۔ رسول اللہ ﷺ کی آل کو حضرت فاطمہؓ سے فروغ ملا۔ حضرت زینبؓ کی شادی حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ سے ہوئی، آپؓ کے ہاں علی اور اُمّ کلثوم نام کے بچے پیدا ہوئے۔ انہیں شریف جعفری کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہؓ: آپؓ اُمّ المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی آخری اولاد ہیں۔ نبوت کے بعد پیدا ہوئے لیکن شیرخوارگی ہی میں وفات پا گئے۔ آپؓ کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے۔ عبداللہؓ کی وفات کے بعد عاص بن وائل نے کہا، ''محمدؐ ابتر ہو گئے'' یعنی آپؐ کی نسل ختم ہو گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافر وائل کو: ''اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ۔۔۔'' کہہ کر جواب دیا گیا (۴۵۵)۔

حضرت ابراہیمؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کے تیسرے صاحبزادے ہیں اور ساری اولاد میں سب سے چھوٹے ہیں۔ ہراقلیوس کے والئ مصر مقوقس کی جانب سے ہدیتاً بھیجی گئی حضرت ماریہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ہجرت کے آٹھویں سال آپؓ کی ولادت ہوئی، ڈیڑھ سال کی عمر میں آپؓ وفات پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ آپؓ کو بیمار حالت میں گود اٹھا لیتے، مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپؓ کی وفات پر سورج گرہن لگا ہے۔ اسے سُن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چاند اور سورج اللہ تعالیٰ کی موجودیت اور وحدانیت کی نشانیاں ہیں، دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ انہیں کسی کی موت پر یا حیات پر گرہن نہیں لگتا۔ اِن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرو!'' حضرت ابراہیمؓ کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''یا ابراہیمؓ! ہمیں تمہاری موت کا بڑا دکھ ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں، دل روتا ہے لیکن کوئی ایسی بات نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کو بری لگے۔''

---

(۴۵۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXXIX، ۳۷ (۴۵۳) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۲۲

(۴۵۴) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۲۳۱؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۲۶؛ ابن کثیر، البدایہ، V، ۲۹۳

(۴۵۵) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۶؛ طبری، تاریخ، III، ۱۷۵

اولاد:

رسول اللہ ﷺ کے سات بچوں میں سے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ سارے بچے آپؐ کے انتقال سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی آلِ مبارک حضرت فاطمہؓ سے پروان چڑھی۔ آپؐ کے نواسے حضرت حسینؓ کی اولاد کو سیّد اور حضرت حسنؓ کی اولاد کو شریف کہا جاتا ہے۔ سیدوں اور شریفوں کی حرمت کرنا گویا رسول اللہ ﷺ کی حرمت کرنا ہے۔ سیدوں اور شریفوں سے محبت کرنے سے آخری سانس ایمان کے ساتھ لینا نصیب ہوتا ہے۔

حضرت قاسم: رسول اللہ ﷺ کے تین صاحبزادوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ ہی کی نسبت سے رسول اللہ ﷺ کو ابوالقاسم کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت نبوت سے پہلے مکہ میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں۔ آپ صرف سترہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے (۴۴۸)۔

حضرت سیّدۃ زینبؓ: رسول اللہ ﷺ کی چار صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ آپؓ کی پیدائش کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آپؓ کی شادی حضرت خدیجہؓ کے بھانجے ابوالعاص بن ربیعہ سے ہوگئی تھی (۴۴۹)۔ ابوالعاص نے پہلے اسلام قبول نہیں کیا۔ غزوۂ بدر میں اسیر ہوئے۔ اپنی زوجہ کو مدینہ بھیج دینے کی شرط کے ساتھ آپ کو آزاد کر دیا گیا۔ آپ نے اپنے بھائی کے ہمراہ اپنی زوجہ حضرت زینبؓ کو مدینہ کی جانب روانہ تو کر دیا لیکن کفار نے راستے میں روک لیا اور مکہ کی جانب لوٹا دیا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مکہ آئے اور رات کی تاریکی میں حضرت زینبؓ کو مکہ سے نکال کر مدینہ بھگا لے آئے۔ ابوالعاصؓ نے معاہدہ حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضرت زینبؓ کو دوبارہ آپؓ کی زوجیت میں دے دیا گیا۔ ہجرت کے آٹھویں سال تیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کے صاحبزادے علیؓ، فتح مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت زینبؓ کی صاحبزادی امامہؓ کو حضرت علیؓ نے اپنے نکاح میں لے لیا (۴۵۰)۔

حضرت سیّدۃ رقیہؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ آپؓ کی ولادت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تینتیس سال تھی۔ آپؓ نہایت حسین تھیں۔ ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔ سورۃ لہب ''تَبَّتْ یَدَآ'' کے نزول کے بعد عتبہ نے رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی۔ وحی کے ذریعہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت رقیہؓ نے دوبار حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ بائیس سال کی عمر میں، معرکۂ بدر سے کچھ پہلے آپؓ علیل ہوگئیں۔ حضرت عثمانؓ کو حکم دیا گیا کہ آپؓ بدر میں جانے کی بجائے اپنی زوجہؓ کی تیمارداری فرمائیں۔ بدر کی ظفر کے دِن مدینہ واپسی پر آپؓ کو دفن کیا گیا (۴۵۱)۔

حضرت سیّدۃ اُمّ کلثومؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے ساتھ نکاح ہوا تھا لیکن سورۃ لہب ''تَبَّتْ یَدَآ'' کے نزول کے بعد عتیبہ نے رخصتی سے پہلے ہی طلاق دے دی اور رسول اللہ ﷺ کو ایسے الفاظ کہے جن سے آپ کو بڑی تکلیف پہنچی۔ آپؐ نے: ''یا ربی! تُو اِس

---

(۴۴۸) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۲
(۴۴۹) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۲۲۹؛ عبدالرزاق، المصنف، VII، ۱۷۱؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۳۱
(۴۵۰) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۳۱ (۴۵۱) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۳۱

رسول اللہ ﷺ خیبر کی فتح کے بعد عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لائے تب حضرت میمونہؓ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنے نکاح میں لینے کا شرف بخشا۔ ۵۱ھ میں آپؓ مکہ میں بیمار ہو گئیں۔ آپؓ نے فرمایا، ''مجھے مکہ سے باہر لے جاؤ! کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے میرے متعلق فرمایا تھا کہ میری وفات مکہ سے باہر ہوگی۔'' آپؓ کو مکہ سے باہر لے جایا گیا، اُس جگہ پر آپؓ کا انتقال ہوا جہاں آپؓ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں۔

حضرت سیدہ ماریہؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی باندی تھیں اور ایمان لے آئیں تب رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنے نکاح سے شرف بخشا۔ مصر، اسکندریہ کے حکمران مقوقس نے آپؓ کو ہدیتاً بھیجا تھا، اس لئے آپؓ کا نسب اور تاریخ ولادت قطعی طور پر معلوم نہیں۔ حضرت ماریہؓ سے رسول اللہ ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ نہایت خاموش، پرسکون اور اپنے حال میں مگن خاتون تھیں۔ ۱۶ھ میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔ آپؓ کو جنت البقیع میں دفن فرمایا گیا۔

حضرت سیدہ ریحانہؓ: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی باندی تھیں، پھر اسلام قبول کر لیا۔ آپؓ مدینہ کے یہودی قبیلہ بنی قریظہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپؓ کا نسب، ریحانہؓ بنت شمعون بن یزید، یا ریحانہؓ بنت زید ابن عمرو ابن حفہ بن شمعون بن یزید ہے۔ آپؓ کی تاریخ ولادت کا علم نہیں البتہ آپ کی وفات رسول اللہ ﷺ سے پہلے ۱۰ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ آپؓ کو جنت البقیع میں دفن فرمایا گیا۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے: **''ساری ازواج کے ساتھ میری شادیاں اور میری بیٹیوں کی شادیاں، سب اُن احکام پر ہوئیں جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعے مجھے دیئے۔''**

رسول اللہ ﷺ کی اتنی زیادہ شادیوں کا اہم ترین سبب، دین اسلام کی تعلیم تھی۔ حجاب کی آیت کے نزول، یعنی عورت کے پردے کا حکم آنے سے پہلے عورتیں بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ کے حضور آتیں اور ہر اُس بات کے متعلق سوال کرتیں جن کا اُنہیں علم نہ ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی کے گھر تشریف لے جاتے، خواتین خانہ بھی آکر بیٹھ جاتیں اور آپؐ کی صحبت سے مستفید ہوتیں۔ نزولِ آیتِ حجاب کے بعد عورتوں کا نامحرم مردوں کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا اور بات چیت کرنا ممنوع قرار پایا۔ آپؐ نے نامحرم خواتین کو اپنے حضور قبول کرنا بند کر دیا اور حکم ارشاد فرمادیا کہ کسی بات کی معلومات لینی ہو تو حضرت عائشہؓ کے پاس چلی جایا کریں۔ معلومات کے لئے آنے والی خواتین کی تعداد اِس قدر زیادہ تھی کہ حضرت عائشہؓ اُنہیں وقت نہ دے پاتیں۔ اس اہم خدمت کی آسانی اور حضرت عائشہؓ کے کندھوں پر پڑے اِس بھار کو کم کرنے کے لئے ضرورت کے مطابق نکاح فرمائے۔ عورتوں سے متعلقہ سینکڑوں نازک مسائل، مسلمان خواتین تک ازواجِ مطہرات کے واسطہ سے ہی پہنچے ہیں۔ اگر صرف ایک زوجہ ہوتی تو سب خواتین کے لئے اپنے سوالات اُس سے پوچھنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو مکمل طور پر سمجھانے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے کثرتِ ازدواج جیسا عظیم بوجھ اپنے کندھوں پر لے لیا۔

ساتھ کیا جو آپؐ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ حضرت زیدؓ کے ساتھ آپؓ کی یہ ازواج کامیاب نہ ہوئی اور ہجرت کے تیسرے سال ان کے مابین علیحدگی ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے یہ پیغام سن کر خوشی سے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور: ''یا ربّ! تیرے رسول ﷺ نے مجھے چاہا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ میں اس ازواج سے مشرف ہو جاؤں، تب تو ہی مجھے اُنہیں سونپ دے'' کہہ کر دعا فرمائی۔ دعا مقبول ہوگئی۔ سورۃ احزاب کی ۳۷ ویں آیت کا نزول ہوا، ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''پھر جب پوری کرلی زید نے اس (زینب بنت جحش) سے اپنی حاجت (یعنی زینب کو طلاق دے دی، تب) نکاح کر دیا ہم نے تمہارا اس سے۔'' حضرت سیدۃ زینبؓ سے آپؐ کا نکاح اللہ تعالیٰ نے فرما دیا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے پھر سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت زینبؓ اس بات پر ہمیشہ فخر کرتی اور ارشاد فرماتی تھیں: ''ہر عورت کا نکاح اُس کا باپ کرتا ہے جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔'' نکاح کے وقت آپؓ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ ۲۰ھ میں آپؓ کا انتقال ۵۳ سال کی عمر میں ہوا (۴۴۶)۔ آپؓ بہت زیادہ خیر و احسان کرنے والی تھیں اور صدقہ کرنا آپؓ کو بہت عزیز تھا۔ سلائی کڑھائی میں بڑی ماہر تھیں۔ اپنے ہاتھ سے بنائی اشیاء کے علاوہ جو بھی شے آپؓ کے ہاتھ آتی، اقرباء اور فقراء کو دے دیتیں۔ حتیٰ حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں ہر ازواج مطہرہؓ کو بارہ ہزار درہم وظیفہ بھیجتے تھے۔ حضرت سیدۃ زینبؓ یہ رقم آتے ہی ساری کی ساری صدقہ فرما دیتیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ازواج مطہراتؓ میں سب سے پہلے وفات پا جانے والی آپؓ ہی ہیں۔ حضرت عائشہؓ آپؓ کی بڑی مدح سرائی کرتے فرماتی تھیں وہ حدیث کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری ازواج میں سے سب سے پہلے آ کر مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ لمبے ہیں (۴۴۷)'' حضرت زینبؓ کی وفات کی جانب ہی اشارہ کرتی ہے کیونکہ سب سے بڑھ کر صدقہ وخیرات کرنے والی آپؓ ہی تھیں۔ (فرانسیسی بے ادب ومفتری شاعر والٹر نے ایک کتاب لکھی جس میں؛ رسول اللہ ﷺ کا حضرت زینبؓ کو ازدواج کے لئے قبول کرنے کا واقعہ، تاریخی لحاظ سے اور وقوع واخبار کی نوعیت سے مکمل طور پر بگاڑ کر، نہایت پیچ افتراؤں سے بھرپور منظوم ڈرامہ کی شکل میں تحریر کیا۔ یہ نہایت فضول اور قابل مذمت تحریر جو ایک اہلِ ادبیات وفکر کو قطعی زیب نہ دیتی تھی، پاپائے روم کو بہت پسند آئی اور اُس نے والٹر کو اس کام پر ستائش سے بھرپور مکتوب بھیجا حالانکہ وہ والٹر کا سب سے بڑا دشمن تھا کیونکہ اُس کی وجہ سے ہی کلیسا نے والٹر کو عیسائیت سے نکال دیا تھا۔ جب خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید ثانی کے کان تک یہ خبر پہنچی کہ اس ڈرامہ کو تھیٹر پر لایا جا رہا ہے تو درحال فرانسیسی اور برطانوی حکومت کو الٹی میٹم دے کر اسے رکوا دیا، اس طرح نوع انسانی کو اس قبیح اور شرمناک حالت سے بچا لیا۔)

حضرت سیدۃ صفیہؓ: آپؓ، خیبر کے یہودی سردار حُیی ابن اخطب کی بیٹی تھیں۔ پہلے آپؓ کی منگنی خیبر کے ایک یہودی سے ہوئی، پھر نہایت امیر شخص کنانہ بن حقیق کے ساتھ شادی ہوگئی۔ ہجرت کے ساتویں سال خیبر کی فتح پر آپؓ کو اسیر بنا لیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اپنے حصہ میں لا کر آزاد کر دیا، آپؓ ایمان لے آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے نکاح کا شرف حاصل کیا۔ آپؓ کا انتقال ۵۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت سیدۃ میمونہؓ: رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا نام برّۃ سے میمونہ میں تبدیل فرما دیا تھا۔ جب

---

(۴۴۶) دارقطنی، السنن، III، ۳۰۱؛ حاکم، المستدرک، IV، ۲۳
(۴۴۷) بخاری، ''زکوۃ''، ۱۰؛ مسلم، ''فضائل الصحابہ''، ۱۰۱؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۰۸

برکت والی کوئی خاتون نہیں دیکھی (۴۴۲)۔''

دیگر ازواج مطہرات

حضرت سیدۃ عائشہؓ: رسول اللہ ﷺ کی دوسری زوجۂ مطہرۃ ہیں۔ آپؓ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی ہیں۔ نہایت عقلمند، ذہین، عالمہ، ادیبہ، عفیفہ اور صالحہ تھیں۔ بڑی قوّت کا حافظہ تھا جس کی بنا پر اصحاب کرامؓ کئی معاملات میں آپؓ سے مشورہ فرماتے تھے۔ قرآنِ کریم کی ایک آیت میں آپؓ کی مدح فرمائی گئی ہے۔ آپؓ کا اجتہاد، حضرت علیؓ کے اجتہاد کے مطابق نہ ہونے کی بنا پر جنگِ جمل میں آپؓ مخالفین کی صف میں تھیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کا آپؓ کو بڑا دُکھ تھا۔ فرقۂ حروفیہ نے آپؓ پر بڑے بہتان لگائے ہیں۔ اُن کے مطابق؛ آپؓ حضرت علیؓ کو بالکل پسند نہیں فرماتی تھیں۔ جبکہ یہ حدیث شریف؛ **''علیؓ سے محبت رکھنا ایمان کا حصہ ہے''** خود حضرت عائشہؓ نے روایت کی ہے۔ اس طرح آپؓ نے ثابت کر دیا کہ آپؓ حضرت علیؓ کو پسند فرماتی تھیں اور یہی سب مومنین کے لئے لازم وملزوم بھی ہے۔ آپؓ ہجرت سے آٹھ سال پہلے پیدا ہوئیں اور ۵۷ھ میں پینسٹھ سال کی عمر میں مدینہ منورۃ میں وفات پائی۔

حضرت سیدۃ سودۃؓ بنت زمعۃ: رسول اللہ ﷺ کی تیسری زوجۂ مطہرہ تھیں۔ آپؓ نے مسلمان ہوکر اپنے پہلے شوہر حضرت السکرانؓ بن عمرو الانصاری کے ساتھ حبشہ ہجرت کی تھی۔ مکہ واپسی پر آپؓ کے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے حضرت عائشہؓ پھر حضرت سودۃؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ لیکن حضرت سودۃ کی رخصتی مکہ میں جبکہ حضرت عائشہؓ کی رخصتی مدینہ میں ہوئی۔ آپؓ نہایت مرحمت والی اور بڑی عفت والی خاتون تھیں۔ آپؓ کا انتقال حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ہوا (۴۴۳)۔

حضرت سیدۃ زینب بنت خزیمۃ: آپؓ بڑی عبادت گزار اور بڑا صدقہ کرنے والی خاتون تھیں۔ آپؓ پہلے عبیدۃؓ بن الحارث بن عبد المطلب کی زوجہ تھیں۔ اور غزوۂ بدر میں آپؓ شہید ہوگئے۔ پھر حضرت سیدۃ زینبؓ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح کا شرف حاصل ہوا لیکن آپؓ صرف آٹھ ماہ بعد ہی انتقال فرماگئیں (۴۴۴)۔

حضرت سیدۃ اُمّ سلمہؓ: آپؓ کا نام ہند تھا۔ آپؓ نے پہلی ہجرت اپنے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے ہمراہ حبشہ کی جانب فرمائی۔ حضرت ابوسلمہؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی برّہ کے بیٹے اور عبید اللہ بن جحش کے بھائی تھے۔ چار ہجری، مدینہ میں غزوۂ اُحد میں لگے گھاؤ سے آپؓ کی شہادت ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نکاح کا پیغام بھجوایا لیکن آپؓ نے رد فرمادیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے نکاح کا شرف حاصل ہوا۔ ۵۹ھ میں مدینہ میں وفات پائی، وفات کے وقت آپؓ کی عمر چوراسی سال تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ میں آپؓ نے سب سے آخر میں رحلت فرمائی (۴۴۵)۔

حضرت سیدۃ زینبؓ بنت جحش: آپؓ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اُمیمہ کی صاحبزادی اور عبد اللہؓ بن جحش کی بہن تھیں۔ والد کا نام برّہ تھا لیکن ایمان نہ لانے کی بنا پر اُسے جحش کہا گیا۔ حضرت زینبؓ اُن لوگوں میں سے ہیں جو بہت پہلے ایمان لے آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثۃ کے

---

(۴۴۲) احمد بن حنبل، المسند، VI، ۲۷۷؛ ابن ہشام، السیرۃ، I، ۲۹۴؛ طبری، تاریخ، II، ۲۶۴؛ ابن حبیب، المحبر، ص، ۹۰؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۱۸

(۴۴۳) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۳۸؛ ابن حبیب، المحبر، ص، ۷۹؛ مقریزی، امتاع الاسماء، VI، ۳۴

(۴۴۴) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۱۵

(۴۴۵) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۹۶؛ ابن حبیب، المحبر، VIII، ۱۰۸

رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ حبیبہؓ کی قوتِ ایمانی، آپ بیتی و پریشان حالی کے متعلق سنا۔ آپؐ نے نجاشی کو خط لکھ کر حکم دیا، ''میں، وہاں موجود اُمّ حبیبہؓ کے ساتھ ازدواج کروں گا۔ **میرا نکاح پڑھاؤ! اور اُنہیں میری جانب روانہ کردو۔''** نجاشیؒ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے اس مکتوب کا احترام کیا، وہاں کے مسلمانوں کو اپنے محل میں بلا کر ضیافت دی۔ سات ہجری میں نکاح پڑھایا، تحائف دیئے اور احسانات فرمائے۔ اس طرح حضرت اُمّ حبیبہؓ نے اپنے پختہ ایمان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا انعام پایا، آپؓ صاحبِ ثروت ہوگئیں اور راحت کی زندگی نصیب ہوئی۔ آپؓ کی وجہ سے وہاں موجود دیگر مسلمانوں کو بھی آسودگی حاصل ہوگئی۔ جنت میں عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ہونگیں، اس بنا پر آپؓ کو جنت میں سب سے اونچا درجہ پا جانے کا مقام حاصل ہوگیا، کہ دنیا کی سب نعمتیں اور ذوق اس مژدے کے سامنے ہیچ ہیں۔ آگے چل کر ابوسفیان کے قبولِ اسلام کا ایک سبب یہ نکاح بھی بنا۔ یہ نکاح رسول اللہ ﷺ کی عقلمندی، ذکا، فراست، احسان و مرحمت کی بھی ایک مثال ہے (۴۴۰)۔

دوسری مثال؛ حضرت عمرؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ بیوہ ہوگئیں۔ ہجرت کا تیسرا سال تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا، ''کیا تم میری بیٹی کو نکاح میں لیتے ہو۔'' لیکن اُنہوں نے؛ ''سوچ کر بتاؤں گا'' کے سوا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک دِن، رسول اللہ ﷺ ان تینوں اور کچھ دیگر اصحابؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، آپؐ نے پوچھا، **''عمر! میں تمہیں غمگین پاتا ہوں، کیا سبب ہے؟''** رسول اللہ ﷺ ہر کسی کی سوچ کو ایک نظر میں یوں بھانپ جاتے جیسے کسی شیشی میں بند سیاہی کا رنگ نظر آجاتا ہے۔ لازم ہوتا ہو پوچھ لیتے تھے۔ آپؐ کو حتیٰ ہر کسی کو سچ بتانا فرض ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے عرض کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! میں نے ابوبکرؓ اور عثمانؓ کو میری بیٹی سے نکاح کی پیشکش کی، لیکن اُنہوں نے قبول نہیں کیا۔'' رسول اللہ ﷺ اپنے ان تین اصحابِ کرامؓ کو کبھی غمگین نہ دیکھنا چاہتے تھے، اُنہیں خوش کرنے کے لئے آپؐ نے فوراً ارشاد فرمایا: **''یا عمرؓ! کیا تم اپنی بیٹی ایسے شخص کو دینا پسند کروگے جو ابوبکرؓ اور عثمانؓ سے زیادہ اچھا ہو؟''** حضرت عمرؓ ششدر تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ سے بڑھ کر کوئی بھی نہ تھا۔ جوابا؛ ''ہاں، یارسول اللہ ﷺ!'' کہا۔ **''یا عمرؓ! اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دے دو!''** آپؐ نے فرمایا۔ اس طرح حضرت حفصہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور سارے مسلمانوں کی ماں بن گئیں۔ آپؓ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آگئیں، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ آپس میں مزید قریب ہوگئے (۴۴۱)۔

تیسری مثال؛ ہجرت کا پانچواں یا چھٹا سال تھا، قبیلہ بنی مصطلق کے اسیران میں جویریہ بھی تھیں جو سردارِ قبیلہ کی بیٹی تھیں۔ آپؐ نے اُنہیں خرید کر آزاد فرمادیا، پھر اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس پر سارے اصحابِ کرامؓ نے عرض کی، ''ہمیں حیا آتی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور اُمّ المومنین کے اقرباء کو اپنی باندیاں یا غلام بنا کر خدمت حاصل کریں۔'' سب نے اپنے حصہ میں آئے اسیران کو آزاد کردیا۔ اس طرح یہ نکاح سینکڑوں اسیران کی آزادی کا سبب بنا۔ اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ اس بات کو ہمیشہ فخر کے ساتھ بیان فرماتی تھیں۔ اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ بھی فرماتی تھیں: ''میں نے جویریہؓ سے بڑھ کر خیر و

(۴۴۰) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۰۷؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۵۸؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، II، ۱۸۸؛ صفدی، الوافی، I، ۴۲؛ خزاعی، التخریج، ۱۸۴

(۴۴۱) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۳۷؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۸۳؛ ابن کثیر، البدایہ، V، ۲۹۴؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، IV، ۳۲۰

اہلِ بیت
رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِم

ازواجِ مطہرات

اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد، پچپن برس کی عمر میں حضورِ رسالت مآب ﷺ کی دوسری شادی حضرت ابوبکرؓ کی دختر حضرت عائشہؓ صدیقہ سے ہوئی۔ یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے پڑھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے انتقال تک آٹھ سال کا عرصہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کے ساتھ گزارا۔

دیگر ازواج آپؐ نے دینی، سیاسی اسباب کی بنا پر یا مرحمت و احسان فرماتے ہوئے کیں۔ یہ سب خواتین بیوہ اور زیادہ تر عمر رسیدہ تھیں۔ مثلاً، مکہ کے کافروں کی اذیتوں اور ظلموں سے تنگ آ کر اصحابِ کرامؓ کی ایک جماعت نے حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا اور دیناً عیسائی تھا۔ مسلمانوں سے مختلف سوال کے مقابل نہایت منطقی جواب ملنے پر وہ نہایت متاثر ہوا اور ایمان لے آیا۔ مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا۔ کمزور ایمان کے مالک عبید اللہ بن جحش، غریبی سے نجات کے لئے پادریوں کے بہکاوے میں آ گیا اور مرتد ہوگیا۔ اُس نے اپنے دین پر دنیا کو فوقیت دی (۴۳۹)۔ وہ، رسول اللہ ﷺ کا پھوپھی زاد تھا۔ اُس نے اپنی بیوی حضرت اُمّ حبیبہؓ کو بھی دین چھوڑنے اور امیر بننے کی ترغیب دی اور جبر کیا لیکن جب خاتونؓ نے فقیری اور موت کو ترجیح دیتے ہوئے محمد ﷺ کے دین کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تو اس ملعون نے آپؓ کو طلاق دے دی۔ وہ منتظر تھا کہ آپؓ کی موت غربت و سفالت کی حالت میں ہو جائے لیکن کچھ ہی مدت بعد خود اُس کا انتقال ہوگیا۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ، اُس وقت کے سردارِ مکہ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ اُس وقت لشکرانِ قریش کے ساتھ سخت مقابلوں میں مصروف تھے، ابوسفیان اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے درپے تھا اور پوری طاقت سے نبرد آزما تھا۔

---

(۴۳۹) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۲۲۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱۱، ۸۹؛ طبری، تاریخ، ۱۱، ۲۱۴؛ سہیلی، روض الانف، ۱، ۳۷۹

دیہاتی اپنے کئے پر پشیمان تھا اسے سوچ سوچ کر پاگل ہوا جاتا تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔

اس حالت میں وہ حضرت فاطمہؓ کے گھر پر آن پہنچا اور دروازے پر دستک دی۔ اندر سے آقائے دو جہاں ایک آفتاب کی مانند نور بکھراتے باہر نکلے۔ دیہاتی، آپ کو دیکھتے ہی گڑگڑانے لگا، ''میں ایمان لایا، آپؐ اللہ کے رسول ہیں! میں اپنی خطا پر پشیمان ہوں۔ مجھے معاف کردیں یا رسول اللہﷺ!''

رسول اللہﷺ نے پوچھا، ''**تم نے اپنا ہاتھ کیوں کاٹا؟**'' اُس نے جواب دیا، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ! مجھے شرم آئی اُس ہاتھ کو اپنے جسم کے ساتھ رکھنے میں جس نے ایسے شخص کے مبارک چہرے پر اُٹھنے کی جرأت کی ہو جو آپؐ پر ایمان لایا ہو۔۔۔''

دریائے رحمت رسول اللہﷺ نے دیہاتی کے ہاتھ سے وہ کٹا ہوا ہاتھ لے لیا اور ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' پڑھتے ہوئے خون نے لتھڑی کلائی سے ملا دیا۔ وہ ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے، رسول اللہﷺ کے معجزے کے طور پر اپنی پہلی حالت میں لوٹ آیا۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے، اُس کی قوت ہر شے کے لئے کافی ہے۔

پسند تھا اُسے کرنا امورِ حسنہ، دائیں سے شروع
تواضع وعجلت سے بدلتا تھا ملبوس، وہ منبعِ کرم

لیٹتا تھا دائیں کروٹ کو، اور چہرہ بجانبِ قبلہ
کرتا ہر نفس پر عالمِ غیب کی سیران، وہ منبعِ کرم

آنکھ نیند میں قلب بیدار ومشغول یارِ دل کیساتھ
تھا اُس حسن کا ازل سے حیران، وہ منبعِ کرم

اشعار سنے اور اُن کے ساتھ اور بھی اکرام و احسان کے ساتھ پیش آیا۔

۱۶۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز اپنی دختر نیک اختر حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اُن سے احوال دریافت فرمائے۔ حضرت فاطمہؓ نے ارشاد فرمایا: ''اے میرے والدؐ! تین روز سے بچوں سمیت ہم نے نہ کچھ کھایا نہ پیا ہے۔ بھوکے ہیں اور صبر کر رہے ہیں۔ میری کوئی بات نہیں لیکن حسنؓ اور حسینؓ کی حالت دیکھ کر بڑھی تکلیف ہوتی ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے فاطمہؓ! میری پیاری بیٹی! **تم تین دن سے بھوکی ہو اور میں نے چار دن سے کھانا نہیں کھایا۔''** اپنے پیارے نواسوں کو بھوک کی حالت میں دیکھ کر آپؐ بہت افسردہ ہوئے۔۔۔

حضرت علیؓ کام کر کے اپنے مبارک بیٹوں کی خاطر سامان ضروریات اور کھانے کا بندوبست کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے۔ مدینہ سے باہر ایک کنویں پر ایک دیہاتی نظر آیا جو اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

آپؓ اُس کے قریب گئے اور کہا، ''اے اعرابی! **کیا معاوضہ کے عوض اونٹوں کو سیر کروانا چاہتے ہو؟''** ''ہاں۔ میں ایسے ہی کسی شخص کی تلاش میں تھا۔ اگر چاہو تو آؤ، میرے اونٹوں کو پانی پلا دو۔ میں ہر ڈول جو تم کھینچو گے اس کے بدلے تین کھجوریں دوں گا۔''

حضرت علیؓ نے قبول کر لیا اور پانی کھینچنا شروع کر دیا۔ ابھی صرف نو ڈول ہی نکالے تھے کہ ڈول کی رسی یکدم ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ اسے دیکھ کر دیہاتی کو بڑا غصہ آیا اور آگے بڑھ کر اُس نے حضرت علیؓ کے چہرے پر تھپڑ رسید کرنے کی غفلت کر ڈالی۔

بعد میں آٹھ ڈول کی اجرت چوبیں کھجوریں دیں۔ اس واقعہ پر حضرت علیؓ کو بہت دکھ ہوا اور کنویں میں ہاتھ بڑھا دیا۔ اندر گرا ڈول نکال باہر رکھا اور وہاں سے چلے گئے۔

دیہاتی کا منہ حیرت سے کھلا رہ گیا! اُس کا ہاتھ اس قدر گہرے کنویں کی تہہ تک کیسے پہنچ گیا؟!۔ کہیں، یہ اُس دین سے تو منسوب نہیں جس کے متعلق خبر دی جا چکی ہے؟ ان سوچوں میں گھرے حیرت زدہ دیہاتی نے کہا، ''اُس کا پیغمبرؐ، ضرور پیغمبر حق ہے۔ میں ایمان لایا!''

کچھ دیر پہلے جو غلطی کرنے کی جرأت اُس نے کی تھی اُس پر سخت نادم و پشیمان ہوا۔ ''وہ ہاتھ جو ایسے انسان پر اُٹھے اُسے کٹ جانا چاہیے، اُس کی ہڈیاں ٹوٹ جانی چاہیئے'' کہتے ہوئے اُس نے تیزی سے تلوار اُٹھائی اور اپنی کلائی پر چلا دی۔۔۔ وہ ہو گیا جو اُس نے چاہا تھا۔

اُسے تکلیف تو بہت ہوئی لیکن اُس کا دل مطمئن تھا۔ اپنا کٹا ہاتھ لئے وہ سیدھا مسجد نبوی میں آیا۔ اصحاب کرامؓ سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا۔ اُسے بتایا گیا کہ آپؐ اپنی بیٹیؓ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ گھر کا پتا پوچھ کر وہ وہاں جا پہنچا۔

اُس وقت رسول اللہ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنے مبارک گھٹنوں پر بٹھائے تھے اور اُنہیں وہ کھجوریں کھلا رہے تھے جو آپؐ اُن کے لئے لائے تھے۔

فرمایا!'' اس کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سب علوم میں خصوصاً علم تفسیر، حدیث اور فقہ میں اپنے زمانے کے بہترین عالم بن گئے۔ اصحاب کرامؓ اور تابعین کرامؒ سب مسائل آپؓ سے سیکھتے۔ آپؓ؛ ترجمان القرآن، بحر العلم اور رئیس المفسرین کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ اسلام کے سارے دیار آپؓ کے طالب علموں سے بھر گئے (۴۳۷)۔

۱۱۔ آپؐ نے اپنے خدمتگار حضرت انسؓ بن مالک کے لئے دعا فرمائی، ''یا ربیّ! اِس کے مال میں، اولاد میں، عمر میں برکت دے، اِس کے گناہوں کو معاف فرما!'' وقت گزرنے کے ساتھ حضرت انسؓ بن مالک کے مال و ملک میں اضافہ ہوگیا۔ آپؓ کے باغات ہر سال پھلوں سے لد جاتے۔ بہت سارے بچے ہوئے اور آپؓ نے ایک سو دس سال کی عمر پائی۔ عمر کے اواخر میں آپؓ نے کہا، ''یا ربیّ! تو نے اپنے حبیبؐ کی دعاؤں میں سے تین قبول کر لیں! لیکن چوتھی دُعا جو آپؐ نے میرے گناہوں کی مغفرت کے لئے کی تھی بھلا کیونکر پوری ہوگی۔'' تب آپؓ نے آواز سنی، ''میں نے چوتھی بھی قبول کر لی۔تم خاطر جمع رکھو!''

۱۲۔ ہجرت کے تیسرے سال رسول اللہ ﷺ غزوۂ قطعان میں ایک درخت کے سائے تلے اکیلے لیٹے استراحت فرما رہے تھے کہ دعثور نامی ایک کافر پہلوان اپنے ہاتھ میں تلوار سونتے آن پہنچا اور چنگھاڑا، ''کون ہے جو تمہیں میرے ہاتھ سے بچالے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اللہ تعالیٰ بچائے گا۔'' جبرائیلؑ انسانی شکل میں ظاہر ہوئے اور کافر کے سینے پر ضرب لگائی۔ وہ زمین پر گر گیا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور سوال کیا، ''اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟'' کافر التجا کرنے لگا، ''آپؐ سے زیادہ خیر والا کون ہے جو مجھے بچا سکے۔'' آپؐ نے اُسے معاف فرما دیا۔ دعثورؓ ایمان لے آئے۔ آپؓ کی وجہ سے اور کئی لوگ بھی مسلمان ہو گئے (۴۳۸)۔

۱۳۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز وضو سے فارغ ہو کر چمڑے کی جرابیں پہننے لگے۔ آپؐ نے ایک جراب پہن لی اور دوسری کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک پرندہ آیا اور جراب اپنی چونچ میں لے کر جھٹکنے لگا۔ اس میں سے ایک سانپ گر گیا۔ اس کے بعد اُس نے جراب زمین پر رکھ دی۔ اُس دن کے بعد جوتا پہننے سے پہلے جھٹکنا، سنت بن گئی۔

۱۴۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک رومال تھا جس سے آپؐ اپنا چہرۂ مبارک صاف فرماتے تھے۔ جب وہ میلا ہو جاتا تو اُسے آگ میں ڈال دیتے۔ میل جل جاتا لیکن رومال کو کچھ بھی نہ ہوتا اور وہ صاف ستھرا ہو جاتا تھا۔''

۱۵۔ غزوۂ احد کے روز حضرت قتادہؓ کی ایک آنکھ نکل کر گال پر لٹکنے لگی۔ آپؓ، رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اِسے اسکی جگہ واپس لگا دیا اور دعا فرمائی: ''یا ربیّ! اِس کی آنکھ کو اچھا کر دے!'' یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ بہتر ہوگئی۔ حضرت قتادہؓ کی اس آنکھ کی قوت بصارت زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت ابوقتادہؓ کے ایک پوتے، خلیفہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خلیفہ نے دریافت کیا، ''تم کون ہو؟'' آپ نے ایک شعر کی شکل میں بیان فرمایا کہ میں اُس ذات کا پوتا ہوں جس کی آنکھ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے واپس لگائی تھی۔ خلیفہؒ نے یہ

---

(۴۳۷) احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۶۶؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۳۶۵؛ ھیثمی، مجمع الزوائد، IX، ۲۳۳

(۴۳۸) ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۳۵؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱۱، ۴؛ غزالی، احیا، ۱۱، ۸۹۰

محمد ﷺ ! میں آپ ؐ کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں اور آپ ؐ کی خاطر میری اِس التجا کو قبولیت نصیب ہو ۔ اے میرے ربّ ! اِس عظیم پیغمبر ﷺ کی شفاعت مجھے نصیب فرما ! اور آپ ؐ کی حرمت سے میری یہ دعا قبول فرما '' پھر اپنی بینائی لے لئے دعا کرنے کی تلقین فرمائی ۔ اس نابینا شخص نے وضو کرنے کے بعد دعا فرمائی اور اُس کی بینائی لوٹ آئی ۔ مسلمان یہ دعا ہمیشہ کرتے آئے ہیں اور اُن کی دعاؤں کو قبولیت نصیب ہوتی آئی ہے ۔

۶ ۔ ایک خاتون نے ہدیتاً آپ ؐ کو شہد بھیجا ۔ آپ ؐ نے شہد قبول کر لیا اور خالی برتن لوٹا دیا ۔ قدرتِ خداوندی سے جب یہ برتن گھر پہنچا تو شہد سے بھرا ہوا تھا ۔ اُس خاتون نے واپس آ کر سوال کیا ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہو گیا ہے جو آپ ؐ نے میرا ہدیہ قبول نہیں فرمایا ؟ '' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ، '' ہم نے تمہارا ہدیہ قبول کر لیا ہے ۔ جو شہد تم دیکھ رہی ہو وہ اُس شہد کی برکت ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہدیہ کو دی ہے ۔ '' وہ خاتون مسرت سے سرشار وہ شہد گھر لے گئی ۔ سب گھر والوں نے وہ شہد کئی ماہ تک کھایا لیکن اس میں ذرا بھی کمی نہ آئی ۔ ایک دن غلطی سے وہ شہد دوسرے برتن میں منتقل کر دیا ۔ وہاں سے کھانے سے وہ شہد ختم ہو گیا ۔ گھر والوں نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کو خبر دی ۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا ، '' اگر شہد اُسی برتن میں رکھا جاتا جو میں نے بھیجا تھا تو رہتی دنیا تک اُس میں کمی نہ آتی ۔ ''

۷ ۔ پیش خبری کے طور پر آپ ؐ نے بتایا کہ آپ ؐ کی اُمت میں سے کئی لوگ بحری راستے سے جہاد پر نکلے گے ۔ حضرت اُمّ حرام ؓ بنت ملحان نامی صحابیہ کے متعلق بتایا کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہونگی ۔ حضرت عثمان ؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کا ایک لشکر کشتیوں سے قبرص پہنچا اور لڑائی کی ۔ یہ صحابیہ ؓ بھی ان کے ساتھ تھیں ۔ آپ ؓ کو وہیں شہادت نصیب ہوئی ۔

۸ ۔ آپ ؐ نے حضرت معاویہ ؓ سے فرمایا ، '' ایک دن اگر تم میری اُمت کے حاکم بن گئے تو اچھائی کرنے والوں کے ساتھ بھلائی کرنا ! برائی کرنے والوں کو ورگزر کر دینا ! '' حضرت معاویہ ؓ ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے دورِ خلافت میں شام میں بیس سال تک گورنر کے منصب پر فائز رہے ۔ اس کے بعد بیس سال تک آپ ؓ کی خلافت قائم رہی ۔

۹ ۔ حضرت عبد اللہ ؓ بن عباس ؓ کی والدہ کو دیکھ کر آپ ؐ نے فرمایا ، '' تمہارے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا ۔ جب وہ پیدا ہو تو اُسے میرے پاس لانا ! '' جب بچہ لایا گیا تو آپ ؐ نے اُس کے کان میں اذان دی پھر اپنا مبارک لعابِ دہن بچے کے منہ میں ڈال دیا ۔ بچے کا نام عبد اللہ ؓ رکھا پھر اُسکی ماں کی گود میں دے دیا اور ارشاد فرمایا ، '' لو اَب خلفاء کے باپ کو لے جاؤ ! '' بچے کے والد حضرت عباس ؓ نے یہ سنا اور آ کر استفسار کیا ۔ آپ ؐ نے فرمایا ، '' ہاں ، میں نے ایسا ہی کہا ہے ۔ یہ بچہ خلفاء کا باپ ہے ۔ اُن میں ایک السفاح نام کا بھی ہوگا جو مہدی اور عیسیٰ ؑ کے ساتھ نماز ادا کرے گا ۔ '' سلطنتِ عباسیہ میں کئی خلفاء آئے ۔ یہ سب حضرت عبد اللہ ؓ بن عباس ؓ کی نسل سے ہوئے ۔

۱۰ ۔ اپنے چچا زاد حضرت عبد اللہ ؓ بن عباس ؓ کی مبارک پیشانی پر ہاتھ رکھ کر آپ ؐ نے یوں دعا فرمائی : '' یا ربیّ ! اِسے دین میں گہرا علم عطا فرما ، اِسے صاحبِ حکمت بنا ! اِسے قرآنِ کریم کے علوم احسان

مماثل کچھ بھی تحریر نہیں کر پائے ۔ اس کا اعجاز اور بلاغت کسی انسانی کلام سے مماثلت نہیں رکھتا ۔ یعنی ایک کلمے کا اضافہ یا کمی ، واضح طور پر اس کلام کی لفاظی اور معنیٰ کی خوبصورتی کو خراب کر دیتی ہے ۔ اس کے کسی ایک کلمہ کو کسی اور کلمے سے بدلنے کے خواہشمند کبھی کوئی مقابل کلمہ نہیں پا سکے ۔ اس کی نظم و شاعری ، عرب شعراً کے کلام سے نہیں ملتی ۔ یہ ماضی میں وقوع شدہ اور مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے متعدد حادثات کی خبر دیتا ہے ۔ سننے والوں اور پڑھنے والوں کا دل اس کی لذت سے ہرگز نہیں بھرتا ۔ تھکنے کے باوجود ہرگز اس سے اُکتاتے نہیں ۔ متعدد تجربات سے ثابت ہے کہ اس کا پڑھنا اور سننا پریشانی کو دور کرتا ہے ۔ دیکھا گیا ہے کہ اِسے سُن کر بہت سے لوگوں کے دلوں پر دہشت اور خوف طاری ہو جاتا ہے ، حتیٰ اس سبب سے کچھ لوگ مر بھی گئے ۔ دینِ اسلام کے کئی دشمن اسے سُن کر موم ہو گئے اور ایمان لے آئے ۔

۲ ۔ ایک دن آپؐ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اُن کے بچوں کو پاس بٹھا لیا ۔ اُن پر احرام ڈال کر : ''یا ربیّ ! جیسے میں نے اپنے چچا اور اپنے اہل بیت کو ڈھانپا ہے ، تو بھی ایسے ہی اِنہیں جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ'' دعا فرمائی ۔ دیواروں سے تین بار آمین سنائی دی (۴۳۶) ۔

۳ ۔ ایک دن ایک شخص اپنے ہاتھ میں بت اٹھائے تھا ۔ آپؐ نے اُس سے کہا ، ''اگر یہ بت میری شہادت دے تو کیا تم ایمان لے آؤ گے ؟'' وہ شخص بولا ، ''میں پچاس سال سے اِس بت کی پرستش کرتا آیا ہوں ۔ اِس نے آج تک مجھ سے کلام نہیں کیا ۔ تم سے کیسے بات کرے گا ؟'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ، ''اے بت ! بتا میں کون ہوں ؟'' بت سے آواز آئی ، ''آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں ۔'' اِسے سُن کر وہ شخص فوراً ایمان لے آیا ۔

۴ ۔ رسول اللہ ﷺ ایک دِن ایک جنگل سے گزر رہے تھے ، آپؐ کو تین دفعہ ''یا رسولؐ اللہ !'' کی آواز سنائی دی ۔ آپؐ نے اُس جانب نظر کی تو ایک ہرنی دکھائی دی جسے باندھ دیا گیا تھا ، قریب ہی ایک شخص سو رہا تھا ۔ آپؐ نے ہرنی سے اُس کا درد دریافت فرمایا ۔ ہرنی نے کہا ، ''اِس شکاری نے مجھے پکڑ لیا ہے ۔ اُس سامنے کے ٹیلے پر میرے دو بچے ہیں ۔ مجھے رہا کر دیں ! تاکہ میں اُنہیں دودھ پلا کر آ جاؤں ۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا ، ''کیا تم وعدے کے مطابق واپس آ جاؤ گی ؟'' ہرنی نے جواب دیا ، ''اللہ تعالیٰ کے نام پر وعدہ کرتی ہوں ، اگر میں نہ آئی تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب پڑے ۔'' رسول اللہ ﷺ نے اُس ہرنی کو آزاد کر دیا ۔ وہ کچھ دیر بعد لوٹ آئی ۔ شکاری نیند سے جاگ اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہنے لگا ، ''یا رسول اللہ ﷺ ! آپؐ کا کوئی حکم ؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، ''اِس ہرنی کو آزاد کر دو !'' اُس شخص نے ہرنی کی رسی کھول دی ۔ ہرنی نے : ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' کہا اور وہاں سے چلی گئی ۔

۵ ۔ سنن ترمذی اور سنن نسائی کی کتب میں بیان کیا گیا ہے : دونوں آنکھوں سے نابینا ایک شخص آپؐ کے حضور پہنچا اور : ''یا رسول اللہ ﷺ ! دعا فرمائیں کہ میری آنکھوں کی بینائی لوٹ آئے'' کہہ کر درخواست کی ۔ حضرت رسالت مآب ﷺ نے مرحمت فرمائی : ''اچھی طرح وضو کرنے کے بعد ''یا ربیّ ! تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ میں تیرے محبوب محمد ﷺ کو وسیلہ بنا کر تجھ طلب کرتا ہوں ۔ اے میرے سب سے محبوب پیغمبر

(۴۳۶) ہیثمی ، مجمع الزوائد ، IX، ۲۲۹؛ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، XXVI، ۳۱۱

معجزات

ہزاروں شاہد ہیں جنہوں نے محبوب خدا، پیغمبر آخر زمان محمد ﷺ کے ایسے معجزات کو دیکھا جو دلیل ہیں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''**اگر تم نہ ہوتے تو میں اِس عالم کو تخلیق نہ کرتا** (۴۳۵)۔'' جیسے ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا پتہ بتاتی ہیں بالکل ایسے ہی محمد ﷺ کی رسالت اور عظمت پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ اولیائے اُمت سے حاصل شدہ تمام تر کرامات درحقیقت آپؐ ہی کے معجزات کا پرتو ہیں۔ کیونکہ کرامات درحقیقت آپؐ کی اتباع کرنے والوں، آپؐ کے راستے پر چلنے والوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ حتیٰ، جملہ انبیاءؑ آپؐ کے اُمتی ہونے کا شرف حاصل کرنے کے خواہشمند تھے، یا یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اُن سب کی تخلیق آپؐ کے نور سے ہوئی لہٰذا اُن کے تمام تر معجزات درحقیقت محمد ﷺ ہی کے معجزات گنے جائیں گے۔

رسالت مآب محمد ﷺ کے معجزات کو زمانے کے لحاظ سے تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے: **پہلی قسم**، اُن معجزات کی ہے جو آپؐ کے نور کی تخلیق سے شروع ہوکر بعثت نبوت تک کے زمانہ تک وقوع پذیر ہوئے۔ **دوسری قسم**، اُن معجزات پر مبنی ہے جو بعثت سے لے کر آپؐ کی وفات تک دیکھے گئے۔ جبکہ **تیسری قسم**، وہ معجزات ہیں جو آپؐ کی وفات سے شروع ہوکر قیامت تک وقوع ہو چکے یا وقوع ہونے والے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم کو ارھاص کہا جاتا ہے۔ یہ معجزات دو میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں یعنی وہ جنہیں دیکھ کر سمجھا جاسکے یا وہ جنہیں بغیر دیکھے عقل کے ذریعے سمجھا جاسکے۔ ان معجزات کی تعداد اَن گنت ہے، انہیں گننا یا ان کا احاطہ کرنا ہرگز ممکن نہیں۔ دوسری قسم کے معجزات کی تعداد تقریباً تین ہزار کے قریب بتائی گئی ہے۔ ان میں سے چند مشہور معجزات درج ذیل ہیں:

۱۔ پیغمبر آخر زمان محمد ﷺ کا عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہے۔ آج تک سارے شاعر اور ادب نگار قرآن کریم کی منظوم اور نثری صورت کے سامنے عاجز اور حیران رہے ہیں۔ کسی ایک آیت کریمہ سے

---

(۴۳۵) سیوطی، اللآلی المصنوعہ، ۱: ۲۷۲؛ عجلونی، کشف الخفاء، ۲: ۱۶۴

جنابِ حق حکم ارشاد فرمائیں گے کہ جنت اور جہنم کو میدانِ محشر میں لایا جائے۔ تب، جہنم کی چنگھاڑیں، شور، آگ اور دُھواں آسمان کو سیاہ کر دے گا۔ اِس کی چنگھاڑیں، شور اور گرمی کی شدت ناقابل برداشت ہوگی۔ ہر کسی کی ٹانگیں گویا بے جان ہوگئی ہوں، سب جہاں کھڑے ہونگے وہیں گر جائیں گے۔ حتیٰ سارے پیغمبرؑ اور رسولؑ تک اس کی تاب نہ لا پائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ عرشِ اعلیٰ سے لپٹ جائیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو بھول جائیں گے جسے کبھی آپؑ نے قربان کیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھول جائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ حضرت مریمؑ کو بھول جائیں گے۔ ہر کوئی پکار اُٹھے گا: ''یا ربیّ! نفسی نفسی! یعنی آج مجھے اپنے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہیں''

جبکہ محمد ﷺ: ''یا ربیّ! میری اُمت کو سلامتی اور نجات عطا فرما!'' کہہ رہے ہونگے۔ وہاں کوئی ایسا نہ ہوگا جو اِس شدت کا متحمل ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کیفیت کے متعلق سورۃ الجاثیہ کی ۲۸ ویں آیت مبارکہ میں یوں خبر دی ہے: **''اور دیکھو گے تم ہر اُمت کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا، ہر گروہ کو پکارا جائے گا کہ آئے اور اپنا اعمال نامہ دیکھے، آج بدلہ دیا جائے گا تمہیں اُن اعمال کا جو تم کرتے رہے۔''**

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الملک کی ۸ ویں آیت میں یوں ارشاد فرمایا: **''اِس قدر قریب ہے کہ پھٹ جائے وہ شدتِ غضب سے جب بھی ڈالا جائے گا اِس میں کوئی گروہ تو پوچھیں گے اِن سے جہنم کے داروغہ، کیا نہیں آیا تھا تمہارے پاس کوئی متنبہ کرنے والا؟''** تب رسول اللہ ﷺ سامنے آئیں گے اور جہنم کو روک دیں گے۔ پھر فرمائیں گے، **''لوٹ جاؤ حقیر اور ذلیل ہوکر! تاکہ، تم میں صرف وہ چلے جائیں جو اِس کے اہل ہوں۔''**

جہنم بھی آپؐ سے یوں گویا ہوگی: ''یا محمد ﷺ! مجھے اجازت دو! کیونکہ، آپؐ کی ذات میرے لئے حرام ہے۔'' عرش سے ندا آئے گی، ''اے جہنم! محمد ﷺ کی بات سُن۔ اُن کی اطاعت کر!'' اِس کے بعد رسول اللہ ﷺ جہنم کو کھینچ کر عرشِ اعلیٰ کے بائیں جانب رکھ دیں گے۔ محشر میں لوگ، رسول اللہ ﷺ کی مرحمت اور شفاعت دیکھ کر ایک دوسرے کو خوشخبری سنائیں گے۔ اُن کا خوف قدرے کم ہو جائے گا۔ اِس طرح سورۃ الانبیاء کی ۱۰۷ ویں آیت: **''ہم نے آپؐ کو سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''** کا ظہور ہوگا (۴۳۴)۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ چھ جگہوں پر شفاعت فرمائیں گے۔ پہلی شفاعت کا نام مقامِ محمود ہے، اِس سے آپؐ محشر میں موجود سب لوگوں کو انتظار کے عذاب سے نجات دلائیں گے۔ دوسری شفاعت سے آپؐ کئی لوگوں کو جنت میں لے جائیں گے۔ تیسری شفاعت کئی ایسے لوگوں کو جنت لے جائیں گے جن پر جہنم کا عذاب لازم قرار دیا جا چکا ہوگا۔ چوتھی شفاعت سے جہنم سے وہ مومنین نکال لئے جائیں گے جن کے گناہ بہت زیادہ ہونگے۔ پانچویں شفاعت سے اُن کی نجات ہوگی جن کے ثواب اور گناہ مساوی ہونگے اور اعراف نامی مقام پر مقیم ہونگے جو جنت اور جہنم کے درمیان پایا جاتا ہے اور چھٹی شفاعت سے جنتیوں کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔

---

(۴۳۴) مسلم، ''ایمان''، ۳۹۹؛ ترمذی، ''صفات القیامت''، ۱۰؛ ابن ماجہ، ''زہد''، ۳۷؛ احمد بن حنبل، المسند، ۴،۱؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۲۲۰

فصل کا عشر ادا نہ کرنے والے کی گردن پر فصل کے وزن جتنا طوق ڈال دیا جائے گا۔ دنیا میں جس فصل کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہوگی، اُسی نوع کا طوق ڈالا جائے گا۔ گندم ہے تو گندم، جو ہے تو جو کا بنا طوق اُس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ اِس وزن کے نیچے دبے انسانوں میں واویلا اور صبورہ برپا ہوگا (ویل، سے مراد عذاب ہے۔ جب کوئی انسان عذاب کی تاب نہ لائے تو ایسے ہی چیختا چلاتا ہے۔ صبور سے مراد ایسی فریاد ہے جو ہلاکت کے وقت انسان کی زبان سے نکلتی ہے)۔

سونے، چاندی، (کاغذی) روپے پیسے اور تجارتی مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے پر ایک خوفناک سانپ مسلط کر دیا جائے گا۔ چیخ چیخ کر پوچھیں گے، ''یہ کیا ہے؟'' فرشتے انہیں جواب دیں گے، ''یہ تمہارا وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ تم نے ادا نہ کی تھی۔'' یہ حال سورۃ آلِ عمران کی ۱۸۰ ویں آیت کریمہ میں یوں بیان کی گئی ہے: **''وہ مال طوق بنا کر اُن کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے۔''**

ایک دوسرے گروہ کی جائے مخصوصہ سے پس بہہ رہی ہوگی۔ اِس کی بدبو سے اطراف میں موجود لوگ تنگ آ جائیں گے۔ یہ لوگ زنا کار اور حرام کام کرنے والے ہونگے۔

ایک اور گروہ ہوگا جسے درخت کی ڈالیوں پر لٹکا دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں لوطیت میں مبتلا تھے۔

ایک اور گروہ جن کی زبانیں باہر نکل کر اُن کے سینوں تک آ پہنچی ہونگی، نہایت کریہہ حالت میں ہونگے۔ انسان انہیں دیکھنا بھی نہ چاہیں گے۔ یہ لوگ وہ ہونگے جو دنیا میں جھوٹ اور افترا سے کام لیتے تھے۔

ایک گروہ وہ بھی ہوگا جن کے پیٹ بلند پہاڑوں جیسے بڑھے ہونگے۔ یہ لوگ دنیا میں بلا ضرورت اور بلا معاملہ سود کا مال لینے اور دینے والے ہونگے۔ ایسے کام کرنے والوں کے گناہ بڑی بُری طرح ہر کسی کے سامنے افشا کر دیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یا محمد ﷺ! اپنا سر سجدے سے اُٹھاؤ! کہو، تمہاری سنی جائے گی۔ شفاعت کرو، اسے قبول کیا جائے گا۔'' اِس پر رسول اللہ ﷺ عرض کریں گے، **''یا ربی! تُو اپنے بندوں میں سے اچھے اور برے علیحدہ فرما دے، کیونکہ وقت بہت گزر گیا ہے۔ ہر کوئی اپنے اپنے گناہوں کے ساتھ میدان حشر میں ذلیل و رسوا ہو چکا۔''**

ایک ندا آئے گی اور ارشاد ہوگا: **''ہاں اے محمد ﷺ!''** جنابِ حق جنت کو حکم دیں گے کہ ہر طرح کی زینت سے آراستہ ہو جائے۔ پھر اُسے میدان میں لایا جائے گا۔ اُس کی ایسی زبردست خوشبو ہوگی جو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی سونگھی جا سکے گی۔ اِس کیفیت سے دلوں کو فرحت ملے گی۔ روحوں کو جیسے نئی زندگی مل جائے گی، لیکن (وہ لوگ جو کافر یا مرتد ہونگے اور مسلمانوں کے ساتھ ٹھٹھہ کرنے والے ہونگے، نوجوانوں کو گمراہی کی جانب لے جانے والے اور اُن کے ایمانوں کو خراب کرنے والے ہونگے اور) بد عمل اور بد اخلاق لوگ اِس خوشبو کو نہ سونگھ پائیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ ارشاد فرمائیں گے: میری قوم نے مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا ڈالا۔ میں ایسی حالت میں بھلا کیسے شفاعت کر سکتا ہوں۔ انہوں نے میری عبادت کی؛ مجھے بیٹا اور اللہ تعالیٰ کو میرا باپ کہا۔ کیا تم نے کبھی دیکھا کہ تم میں سے کسی کا کوئی تھیلا تو ہو لیکن اس میں نقد موجود نہ ہو اور تھیلے کے منہ پر مہر بھی نہ ہو؟ بھلا مہر توڑے بغیر نقد تک پہنچا جا سکتا ہے کیا؟ پیغمبروںؑ میں سب سے افضل اور آخری پیغمبر محمد ﷺ کے پاس جاؤ، کہ آپؐ نے اپنی دعوت بھی اور شفاعت بھی اپنی اُمت کے لئے تیار کی۔ کیونکہ قوم نے آپ کو بہت ایذائیں پہنچائیں۔ آپؐ کی پیشانی زخمی کر دی۔ آپؐ کے دندان مبارک شہید کر دیئے۔ آپؐ کو دیوانہ کہا۔ جبکہ وہ ایسے عظیم پیغمبر تھے جو اُن کے لئے افتخار کی رُو سے اعلیٰ ترین اور شرف کی رُو سے بلند ترین ذات تھے۔ اُن کی ایذاؤں اور جفاؤں کے مقابل آپؐ نے اپنی قوم کو اُس آیت کریمہ سے جواب دیا جس میں حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا: ''**آج تم پر کوئی الزام نہیں اللہ تمہیں بخشے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے** (۴۳۲)۔'' حضرت عیسیٰؑ جب رسول اللہ ﷺ کے فضائل بیان کریں گے تب وہ لوگ درحال اُن سے ملنا چاہیں گے۔

سب رسول اللہ ﷺ کے منبر کی جانب آئیں گے اور التجا کریں گے: ''آپؐ حبیب اللہ ہیں! جبکہ **حبیب** سارے واسطوں میں سب سے بڑھ کر فائدہ دینے والا ہے۔ آپؐ ہماری شفاعت فرمائیں! کیونکہ ہم پیغمبرِ اوّل حضرت آدمؑ کے پاس گئے تو اُنہوں نے ہمیں حضرت نوحؑ کی جانب روانہ کر دیا۔ ہم حضرت نوحؑ کے پاس چلے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے تو اُنہوں نے ہمیں حضرت موسیٰؑ کی جانب روانہ کر دیا۔ ہم حضرت موسیٰؑ کے پاس چلے گئے، اُنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے طرف بھیج دیا جبکہ حضرت عیسیٰؑ نے ہمیں آپؐ کی جانب بھیج دیا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! اب آپؐ کے بعد ہمارے پاس جانے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں گے: ''**اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اُس کی رضا سے، میں شفاعت کروں گا۔**''

آپؐ صراد قات جلال یعنی جلال پر پڑے پردے کے پاس جائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت طلب فرمائیں گے۔ آپؐ کو اجازت مرحمت فرمائی جائے گی۔ پردے اُٹھا دیئے جائیں گے۔ آپؐ عرشِ اعلیٰ میں داخل ہو جائیں گے اور اپنا سر سجدے میں ڈال دیں گے۔ ہزار سال سجدے میں پڑے رہیں گے۔ اس کے بعد جنابِ حق کی ایسی حمد کریں گے کہ جب سے عالم کی تخلیق ہوئی کسی نے اللہ تعالیٰ کی ایسی مدح نہ کی ہوگی۔ بعض عارفینؒ کے مطابق؛ جب اللہ تعالیٰ نے عالموں کی تخلیق فرمائی تب خود اپنی تعریف میں ایسی حمد و ثنا کے ساتھ مدح فرمائی۔

میدانِ حشر میں انسانوں کی حالت نہایت ابتر ہو چکی ہوگی۔ اُن کی مشقتوں اور زحمتوں میں اضافہ ہو چکا ہوگا۔ ہر انسان کی گردن میں اُس کا وہ مال لٹکا دیا گیا ہوگا جسے وہ دنیا میں عزیز رکھتا تھا۔ اُونٹوں کی زکوٰۃ نہ دینے والے کی گردن میں اُونٹ لٹکا دیئے گئے ہوں گے۔ لوگ چیخیں چلائیں گے اور بھار اِس قدر بڑھ جائے گا کہ وزن پہاڑوں جیسا ہو جائے گا۔ مویشی یا بھیڑوں کی زکوٰۃ نہ دینے والے کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔ ان کی فریادیں ایسی ہونگی جیسے آسمان گرجتا ہو (۴۳۳)۔

---

(۴۳۲) سورۃ یوسف، ۹۲ / ۱۲

(۴۳۳) مسلم، ''ایمان''، ۳۹۹؛ ترمذی، ''صفات القیامت''، ۱۰؛ ابن ماجہ، ''زہد''، ۳۷؛ احمد بن حنبل، المسند، ۴، ۱

حضرت آدمؑ فرمائیں گے: ''میں نے اُس شجر کے پھل کو کھایا جس کے پاس جانے سے اللہ تعالیٰ نے ممنوع فرمایا تھا۔ مجھے اب اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ لیکن تم لوگ حضرت نوحؑ کے پاس جاؤ۔'' ہزار سال اس بات پر آپس میں مشورے کرتے رہیں گے۔

پھر حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے اور التجا کریں گے، ''ہم نا قابلِ برداشت حال میں ہیں ہمارا حساب جلد شروع کرنے کے لئے آپؑ شفاعت فرمائیں۔ تاکہ ہم اس عذابِ محشر سے نجات پائیں۔ حضرت نوحؑ جواباً فرمائیں گے، ''میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی، میری اُس دعا کی وجہ سے روئے زمین پر جس قدر انسان تھے سب ڈوب گئے۔ اس بنا پر مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے۔ لیکن تم خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج کی آخری آیت میں آپؑ کے لئے ارشاد فرمایا ہے: **''ابراہیمؑ تم دنیا میں آنے سے پہلے ہم نے تمہارا نام مسلمان نام رکھ دیا تھا۔''** ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری شفاعت فرمائے۔''

وہ پھر پہلے کی طرح آپس میں ہزار سال مشورہ کرتے رہیں گے۔ پھر وہ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے اور التجا کریں گے، ''اے مسلمانوں کے باپ! آپؑ وہ ذات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل اعلان فرمایا ہے۔ آپؑ ہماری شفاعت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے لئے حکم صادر فرمادے۔''
حضرت ابراہیمؑ اُن سے فرمائیں گے، ''میں نے دنیا میں تین دفعہ کنایہ سے کام لیا تھا۔ میں نے یہ باتیں کرکے دین کے راستے میں مجادلہ کیا۔ اب اس مقام پر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کے لئے اذن مانگتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔ تم لوگ حضرت موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے کلام فرمایا اور یوں اپنی قربت نصیب فرمائی۔ وہ تمہارے لئے شفاعت کردے گا۔''

اس پر وہ پھر پہلے کی طرح آپس میں ہزار سال مشورہ کرتے رہیں گے لیکن اس بار اُن کی حالت بڑی مشکل میں ہوگی۔ میدانِ حشر اُن پر تنگ پڑ جائے گا۔ پھر وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آکر التجا کریں گے۔
''یا ابن عمران! آپؑ وہ پیغمبرؑ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا اور جن پر تورات نازل کی گئی۔ حساب کی شروعات کے لئے ہماری شفاعت فرمائیں! کہ ہمارا یہاں قیام بڑا طویل ہوگیا ہے۔ اژدہام کا یہ حال ہے کہ پاؤں پر پاؤں پڑتا ہے''۔

حضرت موسیٰؑ اُن سے فرمائیں گے، ''میں نے سالہا سال آلِ فرعون کو اُن کی ناپسندیدہ چیزوں سے عذاب دینے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اور آئندہ آنے والوں کے لئے اُنہیں مقامِ عبرت بنا دیئے جانے کی التجا کی۔ شفاعت کرنے میں اب مجھے حیا آتی ہے۔ لیکن جنابِ حق کی ذات صاحب رحمت اور مغفرت ہے۔ تم حضرت عیسیٰؑ کے پاس جاؤ کیونکہ وہ یقین کی جہت میں رسولوں میں سب سے اچھے، معرفت اور زہد کی جہت میں سب سے افضل اور جہتِ حکمت کی رُو سے وہ سب سے عظیم ہیں۔ وہ تمہاری شفاعت کردیں گے''۔

محشر کی اس تنگی سے نجات پانے کے لئے پھر وہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے اور کہیں گے،
''آپؑ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے لئے سورۃ آلِ عمران کی ۴۵ ویں آیت مبارکہ میں: **''دنیا اور آخرت میں مرتبے والا اور اللہ کے مقربوں میں سے ہوگا''** فرمایا ہے۔ آپؑ اپنے ربّ سے ہمارے لئے شفاعت فرمادیں!''

حقدار ہوگا جو اخلاص کے ساتھ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کا اقرار کرے اور اِس کا قلباً اِس کی تصدیق کرے (۴۲۹)۔''

بعض احادیث میں یوں بھی آیا ہے: ''میری اُمت میں سے جس نے میرے اہلبیت سے محبت رکھی میں اُس کی شفاعت کروں گا۔''

''میری اُمت میں سے، کبیرہ گناہوں کے مرتکب لوگوں کی شفاعت کروں گا۔''

''میں سب کی شفاعت کروں گا ماسوائے اُن کے جو میرے اصحابؓ پر زبان درازی کریں۔''

''میری اُمت میں سے میں اُن لوگوں کی شفاعت کروں گا جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور جو اپنے نفس کے بہکاوے میں آ گئے۔''

''روزِ قیامت سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا (۴۳۰)۔''

''جو میری شفاعت پر یقین نہیں رکھتا وہ اُس سے محروم رہے گا (۴۳۱)۔''

روزِ قیامت ''صور'' پھونکے جانے کی دہشت سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے، آنکھیں اِدھر اُدھر دیکھتی ہونگی، مومنین اور کفار کو میدانِ حشر میں کھینچ لایا جائے گا۔ یہ حال روزِ قیامت کے عذاب کی شدت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔

اُس وقت آٹھ فرشتے عرش کو اٹھائے لئے جائیں گے۔ اِن میں سے ہر فرشتہ اپنے ایک ایک قدم میں دنیا کی بیس ہزار سالہ مسافت طے کرے گا۔

ملائکہ اور بادل اُس وقت تک ایسی تسبیحات کریں گے جن کا ادراک عقل نہ کر پائے گی۔ یہ تسبیحات اُس وقت تک جاری رہیں گی جب تک کہ عرشِ اعلیٰ کو قرار نہ مل جائے۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ عرشِ اعلیٰ کو اپنے لئے تخلیق کردہ سفید ارض پر قرار فراہم کرے گا۔ اُس وقت کسی کی طاقت کوئی کام نہ آئے گی اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے سب کے سر جھک جائیں گے۔ سب لوگ پریشانی میں ڈوبے، نفسانفسی کے عالم میں شفقت کے متلاشی ہونگے۔

پیغمبروںؑ اور علمأ پر خوف طاری ہوگا۔ اولیأ اور شہدأ اللہ تعالیٰ کے اِس بے پناہ عذاب سے گھبرا کر فریاد کر رہے ہونگے۔ پریشانی کی اِس مبتلا حالت میں انہیں ایک نور اپنے اندر آ گھیرے گا جس کی روشنی سورج کے نور سے کئی گنا بڑھ کر ہوگی۔ یہ لوگ جن کے لئے سورج کی حرارت پہلے ہی سے ناقابل برداشت ہوگی، اِس نئی صورت حال سے اور بھی پریشان ہو جائیں گے۔ ہزار سال اسی حال میں گزر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھی انہیں کوئی بات نہ کہی جائے گی۔

تب انسان پیغمبر اوّل حضرت آدمؑ کے پاس جائیں گے اور التجا کریں گے، ''یا آدمؑ! آپؑ عزت اور شرف والے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو تخلیق فرمایا اور ملائکہ کو سجدے کا حکم دیا۔ آپؑ کو اپنی روح میں سے پھونکا۔ آپؑ ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ اللہ تعالیٰ اب حساب لینا شروع فرما دے پھر جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوگی ہم اُس پر راضی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے جہاں بھیجنا چاہے، وہ وہاں چلا جائے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر شے کا حاکم اور مالک ہے اپنی مخلوق کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ فرمائے۔''

---

(۴۲۹) ابویعلی، المسند، XI، ۳۹؛ حیثمی، مجمع الذوائد، XI، ۲۳۱؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۲۱۷

(۴۳۰) بغوی، الانوار، ۱، ۶۲

(۴۳۱) طبرانی، المعجم الکبیر، XII، ۳۲۱؛ حیثمی، مجمع الذوائد، XI، ۳۲۳؛

ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں : '' جب ہم کسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود ہوتے تو گِنا کرتے تھے ، آپؐ سو بار یوں دُعا فرماتے : '' یا ربیؐ ! میری بخشش فرما اور میری توبہ کو قبول فرما ۔ تُو تو بہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے (۴۲۵) ۔ ''

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں ، '' رسول اللہ ﷺ متواتر : '' اَللّٰهُمَّ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ۔ ثَبِّتْ قَلْبِی عَلٰی دِیْنِكَ '' کہہ کر دعا فرماتے رہتے (۴۲۶) ۔

صحیح ترمذی کی روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ، '' جو کوئی اپنے بستر پر لیٹ کر تین دفعہ '' اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ '' پڑھتا ہے اُس کے گناہ خواہ سمندر کی جھاگ یا دیارِ تمیم کی ریت یا درختوں کے پتوں یا دنیا کے دنوں جتنی تعداد میں ہی کیوں نہ ہوں ، اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف فرما دے گا ۔ ''

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح استغفار فرمایا کرتے تھے : '' اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَ اِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ '' (یا الٰہی ! میری وہ سب خطائیں معاف فرما جو تیرے علم میں ہے اور جو مجھ سے حد سے تجاوز کرتے ہوئے (جانتے ہوئے یا) نہ جانتے ہوئے سرزد ہوئیں) ۔

'' اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَ خَطْئِیْ وَ عَمَدِیْ وَ کُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ مُؤَخِّرُ وَ اَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ۔ (۴۲۷) '' (یا الٰہی ! مزاح میں ، سنجیدگی کے ساتھ یا بھول کر اپنے لئے کی جانے والی سب ممکنہ قصورات کی مغفرت فرما ۔ یا الٰہی ! میرے اُن سب قصوروں کی مغفرت فرما جو میں نے کئے یا تاخیر کئے ، جو تُو جانتا ہے خواہ وہ پوشیدہ ہو یا آشکار ۔ تُو مقدم اور مؤخر ہے ۔ تُو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے) ۔

آپ ﷺ کی شفاعت

رسول اکرم ﷺ روزِ قیامت اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے ، اُنہیں پریشانی اور غم سے نجات دلائیں گے ۔ ایک حدیث شریف میں آپؐ نے ارشاد فرمایا : '' نصف اُمت کو جنت میں داخل کرنے یا شفاعت کرنے میں مجھے ترجیح کا حق دیا گیا ۔ میں نے شفاعت کو ترجیح دی ۔ کیونکہ اس کا احاطہ زیادہ بڑھ کر ہے ۔ مت سمجھنا کہ یہ صرف صاحب تقویٰ لوگوں کے لئے ہے ، یہ اُن لوگوں کے بھی ہے جو خطاکار اور گناہگار ہوں گے ۔ ۔ ۔ (۴۲۸) ''

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے ، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ، '' وہ شخص میری شفاعت کا

---

(۴۲۵) احمد بن حنبل ، المسند ، ۸۹،II : ابن ابی شیبہ ، المصنف ، VI ، سیوطی ، جامع الاحادیث ، ۳۲۳،XXXVI

(۴۲۶) احمد بن حنبل ، المسند ، ۲۵۷ ؛ حاکم ، المستدرک ، ۷۰۶،I

(۴۲۷) ابوداؤد ، '' صلوٰۃ '' ، ۱۲۳ ؛ ترمذی ، '' دعوات '' ، ۲۹ ؛ احمد بن حنبل ، المسند ، ۹۴،I ؛ دارقطنی ، السنن ، ۲۶۴،III ؛ حاکم ، المستدرک ، I ، ۱۹۲ ؛ بیہقی ، السنن ، ۴۲۰،II

(۴۲۸) احمد بن حنبل ، المسند ، ۲۹،VI ؛ طبرانی ، المعجم الکبیر ، ۵۸،XVIII ؛ ہیثمی ، مجمع الزوائد ، ۳۰۸،XI ؛ قسطلانی ، مواہب الدنیہ ، ص ، ۴۹۰

دو رکعت نماز مزید ادا فرمائی۔ اس کے بعد دو رکعت مزید ادا کرنے کے بعد آپؐ نے وتر نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد فجر کی اذان تک آپؐ نے استراحت فرمائی۔ پھر آپؐ نے اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا کی اور مسجد میں جا کر نمازِ فجر کے فرض ادا فرمائے (۴۱۹)۔''

اُمّ المومنین حضرت سیدہ عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: ایک رات رسول اللہ ﷺ سو گئے، پھر بیدار ہو کر آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''اے عائشہؓ اگر اجازت دو تو یہ رات میں اپنے ربّ کی عبادت میں مشغول ہونا چاہتا ہوں۔'' پھر آپؐ اُٹھے۔ قرآنِ کریم پڑھ کر آپؐ رونے لگے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے دونوں گھٹنے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔ آپؐ نے پڑھنا جاری رکھا، آپؐ پڑھتے جا رہے تھے اور آپؐ کے اشک بہہ کر بدن مبارک کو چھوتے ہر حصے کو بھگوتے جا رہے تھے۔ آپؐ کی یہ حالت صبح تک جاری رہی۔

صبح حضرت بلالؓ حبشی نے آ کر یہ حالت دیکھی اور عرض کی، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف نہیں کر دیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اے بلالؓ! کیا میں شکر کرنے والوں میں سے نہ بنوں کہ اللہ تعالیٰ نے آج رات یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے (۴۲۰): ''بے شک زمین و آسمان کی خلقت لیل و نہار کی آمد و رفت میں صاحبانِ عقل کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں (۴۲۱)''

''صحیح مسلم'' میں بیان کی گئی حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''میرے دل میں کئی خیالات آتے ہیں جن کی بنا پر میں دن اور رات میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔'' اور ''میرے دل میں (انوارِ الٰہیہ مجھ تک پہنچنے میں رکاوٹ بننے والا) پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں روزانہ ستر بار استغفار کرتا ہوں'' ایک اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں (۴۲۲)۔''

رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر زیادہ تھا کہ آپ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔

امام ترمذیؒ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے ایک حدیث شریف مرفوع کی ہے (۴۲۳)، ''بلا شبہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم لوگ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ سُن سکتا ہوں جسے تم لوگ سُن نہیں سکتے۔ آسمانوں میں ایک بالشت جگہ ایسی نہیں جہاں ملائکہ سجدہ نہ کر رہے ہوں۔ اللہ کی قسم! جو میں جانتا ہوں اگر تم جان جاتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ راہوں میں نکل کر باآوازِ بلند اللہ تعالیٰ سے التجائیں کرتے رہتے (۴۲۴)۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی کا عمل اُسے جنت تک نہ لے جائے گا'' استفسار فرمایا گیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ بھی؟'' ''ہاں، مجھے بھی جنت لے جانے والے میرے اعمال نہیں ہونگے۔ البتہ، یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے ممکن ہے'' آپؐ نے جواب دیا۔

---

(۴۱۹) احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۸۴: بیہقی، السنن، ۱، ۸۹ (۴۲۰) سورۃ آل عمران، ۱۹۰ / ۳

(۴۲۱) ابن حبان، الصحیح، ۱۱، ۳۸۶: بیہقی، شعب الایمان، ۱۱، ۱۸۵: ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۱۷، ۱۴۲

(۴۲۲) ابن ماجہ، ''ادب''، ۵۷: بیہقی، شعب الایمان، ۱، ۴۳۸: قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۴۸

(۴۲۳) رسول اللہ ﷺ کی وہ احادیث جنہیں اصحاب کرام نے بلا واسطہ نقل فرمایا ہو۔

(۴۲۴) ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷، ۱۲۳: حاکم، المستدرک، ۱۱، ۵۵۴: بیہقی، شعب الایمان، ۱، ۴۸۴

تک انتظار کرتے کرتے تنگ آ جائیں گے۔ انسان باری باری؛ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے پاس جائیں گے اور شفاعت کی درخواست کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع فرمائے۔ سب اپنی اپنی معذرت پیش کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے شرمندگی اور ڈر کی بنا پر شفاعت کرنے سے گریز فرمائیں گے۔ پھر سب رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچ کر التجا کریں گے، آپؐ سجدے میں گر کر دعا فرمائیں گے اور شفاعت قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپؐ کی اُمت کا حساب دیکھا جائے گا، اسے پل صراط سے گزارا جائے گا اور سب سے پہلے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ آپؐ جہاں بھی جائیں گے وہ جگہ نور سے بھر دی جائے گی۔ حضرت فاطمہؓ جب پل صراط سے گزریں گی تو حکم ہوگا: ''ہر کوئی اپنی آنکھیں موند لے! محمد ﷺ کی دختر آ رہی ہیں۔''

۶۶۔ آپؐ چھ جگہوں پر شفاعت فرمائیں گے۔ ''مقام محمود'' نامی پہلی شفاعت سے آپؐ سارے انسانوں کو محشر میں انتظار کے عذاب سے نجات دلائیں گے (۴۱۸)۔ دوسری شفاعت سے آپؐ بہت سے لوگوں کو جنت میں داخل کروا دیں گے۔ تیسری شفاعت سے ایسے لوگوں کو عذاب سے بچالیں گے جن پر جہنم کا عذاب لازم ہو چکا ہوگا۔ چوتھی شفاعت سے ایسی مومنین کو جہنم سے نجات دلائیں گے جنہوں نے بہت گناہ کئے ہونگے۔ پانچویں شفاعت سے وہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے جن کے ثواب اور گناہ برابر ہونگے اور اُنہیں جنت اور جہنم کے درمیان اعراف نامی مقام پر رکھا گیا ہوگا۔ چھٹی شفاعت سے اُن کے درجات میں اضافہ کر دیا جائے گا جو جنت میں داخل ہو چکے ہونگے۔

۶۷۔ جنت میں رسول اللہ ﷺ کے مقام کا نام وسیلہ ہے۔ یہ جنت میں سب سے بلند درجہ ہے۔ شجر سدرۃ المنتہیٰ کی ایک ایک شاخ جنت کے مقیموں تک بڑھی ہوگی۔ جنت کی نعمتیں اُن تک اسی شاخ کے ذریعہ پہنچائی جائیں گی۔

آپ ﷺ کا استغفار

رسول اللہ ﷺ ساری مخلوقات میں افضل ترین ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر اور حقانیت کے ساتھ ذاتِ باری تعالیٰ کو پہچانتے اور اُس سے ڈرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کے باوجود آپؐ متواتر عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ آپؐ رات کے اوّل حصے میں (عشاء کے بعد) سوتے، بقیہ حصے میں عبادت کرتے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں: ''میں ایک رات اُمّ المومنین حضرت سیّدہ میمونہؓ کے گھر مہمان تھا۔ رسول اللہ ﷺ، آدھی رات یا کچھ پہلے یا کچھ بعد تک سوتے رہے۔ پھر بیدار ہوکر بیٹھ گئے، اپنے ہاتھوں سے نیند کے آثار دور فرمائے۔ پھر آپؐ اُٹھے اور پانی کا مشکیزہ جو لٹکا ہوا تھا، لیا اور اِس سے وضو کیا۔ سورۃ آلِ عمران کی آخری دس آیات پڑھیں اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں بھی اُٹھا اور آپؐ کی طرح وضو کر کے نماز کے لئے سرورِ عالم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر

(۴۱۸) قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۴۱۷

آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ اور آپؐ کے دادا ہاشم کی نسل سے آنے والے مومنین ہیں، یعنی اس سے حضرت علیؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عباسؓ کی اولاد مراد ہے۔

۵۴۔ آپؐ کے سب اصحاب سے محبت رکھنا واجب ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: **''میرے بعد میرے اصحابؓ سے دشمنی مت رکھنا! اُن سے محبت رکھنا، مجھ سے محبت رکھنا ہے۔ اُن سے دشمنی رکھنا، مجھ سے دشمنی رکھنا ہے۔ جس نے اُنہیں اذیت دی، اُس نے مجھے اذیت دی۔ جس نے مجھے اذیت دی گویا اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ اللہ تعالیٰ کو اذیت دینے کو اللہ تعالیٰ عذاب سے ہمکنار کرے گا۔''**

۵۵۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے دو دوست آسمانوں میں اور دو دوست زمین پر پیدا فرمائے۔ یہ: حضرت جبرائیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں (۴۱۶)۔

۵۶۔ مرد، عورت، بالغ عمر میں وفات پا جانے والے ہر کسی سے قبر میں رسول اللہ ﷺ سے متعلق سوال کیا جائے گا۔ جیسے ''تیرا رب کون ہے؟'' پوچھا جائے گا ویسے ہی ''تیرا پیغمبر کون ہے؟'' بھی پوچھا جائے گا۔

۵۷۔ محمد ﷺ کی احادیث شریفہ پڑھنا عبادت ہے۔ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا۔

۵۸۔ آپؐ کی روحِ مبارکہ قبض کرنے کے لئے آئے حضرت عزرائیلؑ انسان کی شکل میں تشریف لائے۔ اندر آنے کے لئے اجازت طلب فرمائی۔

۵۹۔ آپؐ کی قبر مبارک کے اندر کی مٹی؛ ہر جگہ سے، کعبہ سے اور جنتوں سے بڑھ کر افضل ہے۔

۶۰۔ آپؐ اپنی قبر مبارک میں ایسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جس کا ادراک کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ آپؐ اپنی قبر مبارک میں قرآن پڑھتے ہیں، نماز ادا فرماتے ہیں۔ دیگر جملہ پیغمبرؑ بھی ایسے ہی ہیں۔

۶۱۔ دنیا میں کسی بھی جگہ جب مسلمان رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں، اسے سُن کر ملائکہ قبر مبارک میں آ کر اس کی خبر آپؐ کو دیتے ہیں۔ روزانہ ہزاروں ملائکہ آپؐ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے ہیں۔

۶۲۔ آپؐ کی اُمت کے اعمال روزانہ صبح و شام آپؐ کے حضور پیش کئے جاتے ہیں۔ آپؐ یہ اعمال کرنے والوں کو دیکھتے ہیں اور گناہگاروں کے لئے معافی کی دُعا فرماتے ہیں۔

۶۳۔ آپؐ کی زیارت، عورتوں کے لئے بھی مستحب ہے۔ دیگر قبروں کی زیارت کے لئے عورتوں کا تنہائی کے وقت میں اور موزوں لباس میں جانا جائز ہے۔

۶۴۔ وفات کے بعد بھی، دنیا میں ہر جگہ پر، ہر وقت، ہر زمانے میں آپؐ کے توسل سے دعا مانگنے والوں کی دعائیں ویسے ہی قبول کی جاتی ہیں، جیسے آپؐ کی حیات میں اللہ تعالیٰ آپؐ کی خاطر اور حرمت کے ساتھ دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔

۶۵۔ روزِ قیامت سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک سے اُٹھیں گے (۴۱۷)۔ آپؐ جنت کے کپڑوں میں ملبوس ہونگے۔ براق پر سوار ہو کر آپؐ میدانِ محشر پہنچیں گے۔ آپؐ کے ہاتھ میں لواء الحمد نامی ایک جھنڈا ہوگا۔ جملہ پیغمبرؑ اور سارے انسان آپؐ کے اس جھنڈے تلے کھڑے ہونگے۔ سب ہزار سال

---

(۴۱۶) ترمذی، ''مناقب''، ۱۷؛ حاکم، المستدرک، ۲۹۰،۱۱؛ بخاری، التاریخ الکبیر، ۱۵۸،۱۱؛ خزاعی، التخریج، ص۳۹۔

(۴۱۷) بغوی، الانوار، ۶۲،۱

۴۲۔ لگائے گئے الزامات اور افتراؤں پر دیگر جملہ انبیاءؑ نے بذاتِ خود جواب دیا جبکہ محمد ﷺ پر لگی افتراؤں کا جواب اللہ تعالیٰ نے دے کر آپؐ کا مدافعہ فرمایا۔

۴۳۔ محمد ﷺ کی اُمت کی تعداد، دیگر جملہ انبیاءؑ کی ساری اُمم کے مجموعہ سے زیادہ ہے۔ اُن سب سے بڑھ کر صاحبِ عظمت و شرف ہے۔ احادیثِ شریفہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جنت میں داخل ہونے والوں کی دو تہائی تعداد اسی امت کی ہوگی۔

۴۴۔ رسول اللہ ﷺ کو دیئے جانے والے ثواب، دیگر انبیاءؑ کو دیئے جانے والے ثوابوں سے کئی گنا بڑھ کر ہونگے۔

۴۵۔ رسول اللہ ﷺ کو: آپؐ کا نام لے کر پکارنا، آپؐ کے پاس اونچی آواز میں بات کرنا، دور سے آپؐ کو آواز دینا، راستے میں آپؐ سے آگے نکلنا اُمت کے لئے حرام قرار دیا گیا۔ دیگر انبیاءؑ کی امم اُنہیں نام لے کر پکارا کرتی تھیں۔

۴۶۔ آپؐ نے جبرائیلؑ کو دو بار اصل شکل میں دیکھا۔ آپؐ کے علاوہ کسی اور پیغمبرؑ نے اُنہیں اصل صورت میں نہ دیکھا تھا۔

جبرائیلؑ چوبیس ہزار دفعہ آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ اس سے پہلے وہ دیگر انبیاءؑ میں سب سے زیادہ حضرت موسیٰؑ کے پاس تشریف لائے تھے، یہ آمد چار سو بار وقوع پذیر ہوئی تھی۔

۴۷۔ اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا نام لے کر قسم دینا جائز قرار دیا گیا جبکہ دیگر انبیاءؑ اور ملائکہؑ کی قسم دینا جائز نہیں۔

۴۸۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ کو نکاح میں لے لینا ہر کسی کے لئے حرام قرار دیا گیا، اس نسبت سے اُنہیں اُمہات المومنین کا مقام دیا گیا۔

۴۹۔ نسب اور سبب کے لحاظ سے، یعنی خونی یا ازدواجی رشتے کی بنا پر روزِ قیامت کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوگا البتہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ داری کو استثنائی حیثیت حاصل ہے۔

۵۰۔ رسول اللہ ﷺ کا نام رکھنا، دنیا اور آخرت میں فائدہ دیتا ہے۔ آپؐ کے نام والے حقیقی مومن جہنم میں داخل نہ ہونگے۔

۵۱۔ آپؐ کی ہر بات اور ہر کام صحیح ہے۔ آپؐ کے ہر اجتہاد کی تصدیق، اللہ تعالیٰ کی جانب سے کی گئی۔

۵۲۔ آپؐ کے ساتھ محبت رکھنا ہر کسی کے لئے فرض ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''جو اللہ تعالیٰ کی چاہ رکھتا ہے، وہ میری چاہ رکھتا ہے۔'' آپؐ کے ساتھ محبت کی علامت: آپؐ کے دین، آپؐ کی راہ، اور اخلاق کی پیروی کرنا ہے۔ قرآنِ کریم میں حکم دیا گیا کہ آپؐ یوں فرمائیں: ''اگر میری پیروی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں چاہے گا۔''

۵۳۔ آپؐ کے اہلبیت کے ساتھ محبت رکھنا واجب ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''میرے اہلبیت کے ساتھ دشمنی رکھنے والا منافق ہے۔'' اہلبیت آپؐ کے وہ اقرباء ہیں جن پر زکوٰۃ لینا حرام ہے۔ ان میں

۳۵۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا: ''تیرا ربّ تجھے تب تک (انعام) عنایت فرماتا رہے گا، جب تک کہ تُو راضی نہ ہو جائے''(۴۱۰)۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ سے تمام علوم، تمام فضائل، احکامِ اسلامیہ، دشمنوں کے خلاف مدد اور غلبہ اور اُمت کے لئے فتوحات، ظفر اور قیامت میں ہر قسم کی شفاعت اور تجلیات کا وعدہ فرماتا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ لے کر جب حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے تو آپؐ نے حضرت جبرائیلؑ کی جانب دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں اُس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری اُمت سے ایک بھی شخص جہنم میں باقی ہوگا۔''

۳۶۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر پیغمبرؑ کو اُن کے ناموں سے پکارا جبکہ حضرت محمد ﷺ کو ''اے میرے رسولؐ! اے میرے پیغمبرؐ! کہہ کر خطاب فرمایا۔''

۳۷۔ آپؐ عربی زبان کے ہر لہجے کو نہایت شفاف اور فصیح شکل میں بول لیتے تھے۔ مختلف مقامات سے آنے والے لوگوں کے سوالات کو آپؐ اُن کی لغت میں جواب دیتے تھے۔ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ آپؐ ارشاد فرماتے، ''اللہ تعالیٰ نے میری تعلیم و تربیت خوب کی ہے (۴۱۱)۔''

۳۸۔ آپؐ، کم کلمات میں بہت کچھ سمجھا دیتے تھے۔ ایک لاکھ سے زیادہ احادیث اس بات کا ثبوت ہیں کہ آپؐ کیسے ''جوامع الکلِم'' تھے۔ بعض علماء کے بقول حضرت محمد ﷺ نے دینِ اسلام کی چار بنیادیں، چار احادیث میں بیان کر دیں ہیں۔ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے'' (۴۱۲) اور ''حلال میدان میں ہے اور حرام میدان میں ہے'' (۴۱۳) اور ''مدعی کے لئے لازم ہے کہ وہ شاہد پیش کرے اور مدعا علیہ کے لئے لازم ہے کہ وہ قسم اٹھائے'' اور ''کسی انسان کا ایمان کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے مومن بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے (۴۱۴)۔'' ان چار احادیث میں سے پہلی عبادت؛ دوسری معاملاتِ زندگی، تیسری لڑائی جھگڑے یعنی عدالتی امور اور سیاسیات جبکہ چوتھی حدیث آداب و اخلاقیات کی تعلیمات پر مبنی ہے۔

۳۹۔ حضرت محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر قسم کی برائی سے بچائے گئے اور معصوم تھے۔ آپؐ سے چالیس سال سے پہلے اور بعد بھی، جانتے یا نہ جانتے ہوئے، کبھی کوئی چھوٹا بڑا کسی قسم کا گناہ سرزد نہ ہوا۔ کسی قسم کی نازیبا حرکت آپؐ میں کبھی نہ دیکھی گئی۔

۴۰۔ مسلمانوں کو نماز کے دوران بیٹھ کر: ''اَلسَّلامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ'' پڑھتے ہوئے حضرت محمد ﷺ کو سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز میں کسی اور پیغمبرؑ اور فرشتے کو سلام بھیجنا ہرگز جائز قرار نہ دیا گیا۔

۴۱۔ آپؐ کے متعلق ارشاد ہوا: ''اگر تم نہ ہوتے تو میں کوئی شے تخلیق نہ کرتا'' (۴۱۵)۔

---

(۴۱۰) سورۃ الضحیٰ، ۵ / ۹۳

(۴۱۱) سیوطی، جامع الاحادیث، XXXI، ۲۳۷؛ مناوی، فیض القدیر، ۱، ۲۲۴

(۴۱۲) بخاری، ''بدء الوحی''، ۱؛ ابوداؤد، ''طلاق''، ۱۱؛ ابن ماجہ، ''زہد''، ۲۶

(۴۱۳) ابوداؤد، ''بیوع''، ۳؛ نسائی، ''بیوع''، ۲

(۴۱۴) بخاری، ''ایمان''، ۷؛ ترمذی، ''صفات القیامت''، ۵۹؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۷۶

(۴۱۵) سیوطی، اللیالی المصنوعہ، ۱، ۲۷۲؛ عجلونی، کشف الخفاء، II، ۱۶۴

۲۲۔ آپؐ کا مبارک پسینہ، گُل کی مانند خوشبودار تھا۔ ایک غریب شخص نے آپؐ سے اپنی بیٹی کی شادی کے لئے مدد مانگی۔ اُس وقت اُسے دینے کو کچھ نہ تھا۔ آپؐ نے ایک شیشی میں اپنا پسینہ بھر کر اُسے عنایت فرمادیا۔ اُس لڑکی نے اسے اپنے چہرے اور بالوں پر لگا لیا۔ گھر مشک کی طرح خوشبودار ہو گیا۔ وہ گھر تب سے خوشبودار گھر (کے نام سے) مشہور ہو گیا۔

۲۳۔ آپؐ میانہ قامت ہونے کے باوجود جب بھی طویل قامت لوگوں کے درمیان بیٹھتے ہمیشہ سب سے بلند ہی نظر آتے۔

۲۴۔ جب آپؐ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو کبھی سایہ زمین پر نہ پڑتا۔

۲۵۔ آپؐ کے بدن یا لباس پر کبھی کوئی مکھی، مچھر یا کیڑا نہ بیٹھتا۔

۲۶۔ آپؐ جتنی مدت چاہیں کپڑے پہنتے لیکن وہ کبھی گندے نہ ہوتے تھے۔

۲۷۔ آپؐ جہاں بھی جاتے ملائکہ پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ اسی لئے اپنے اصحاب کرامؓ کو آپؐ سے آگے چلنے کا حکم دیتے ہوئے: ''ملائکہ کو میرے پیچھے آنے دو'' ارشاد فرماتے۔

۲۸۔ جب آپؐ کسی پتھر پر پاؤں رکھتے تو اُس پر قدم مبارک کا نشان پڑ جاتا۔ ریت پر چلتے ہوئے کوئی نشان باقی نہ رہتا تھا۔ رفع حاجت کے بعد آپؐ کے بول و براز کو زمین نگل لیتی (جملہ انبیاء میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی تھی) (۴۰۹)۔

۲۹۔ جملہ انسان و ملائکہ میں سب سے بڑھ کر علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اُمیؐ ہونے کے باوجود یعنی کسی سے کوئی شے سیکھے بغیر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہر شے کا علم عطا فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ہر چیز کے متعلق علوم اور اسماء سکھا دیئے جیسا کہ حضرت آدمؑ کو ہر چیز کے نام بتا دیئے تھے۔

۳۰۔ آپؐ کو امتیوں کے نام، اجسام اور ان کے مابین آئندہ وقوع پذیر ہونے والے سب حالات کے متعلق معلومات دے دی گئیں۔

۳۱۔ آپؐ کی عقل سب انسانوں سے بڑھ کر تھی۔

۳۲۔ انسانوں میں پائی جانے والی سب اچھی عادات اور اخلاق، رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی گئی تھیں۔ عظیم شاعر عمر ابن الفرید کو پوچھا گیا، ''تم نے رسول اللہ ﷺ کی مدح کیوں نہیں کی؟'' اُس نے اس کا جواب یوں دیا: ''میں سمجھ چکا ہوں کہ مجھ میں آپؐ کی مدح کرنے کی طاقت ہرگز نہیں۔ میں کسی طور بھی وہ کلمات پا نہ سکا جو آپؐ کی مدح پوری طرح کر سکیں۔''

۳۳۔ کلمۂ شہادت، اذان، اقامت، نماز کے تشہد، کئی ایک دعاؤں، بعض عبادات اور خطبات میں، نصیحتوں میں، غم کے اوقات میں، قبر میں، محشر میں، جنت میں اور ہر مخلوق کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔

۳۴۔ آپؐ کا حبیب اللہ ہونا، آپؐ کے فضائل میں سب سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا محبوب، اپنا دوست بنا لیا۔ آپ کو سب مخلوقات سے، سب فرشتوں سے بڑھ کر عزیز بنا لیا، اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا: ''میں نے ابراہیمؑ کو اگر اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنا لیا ہے''۔

---

(۴۰۹) قاضی عیاض، شفا شریف، ص، ۲۹

۴۔ بصرہ شہر کے قریب ایک نہر میں پکڑی گئی مچھلی کے دائیں جانب ''اللہ'' جبکہ بائیں طرف ''محمدؐ'' لکھا پایا گیا۔

۵۔ ایسے فرشتے بھی ہیں جن کا واحد وظیفہ محمدﷺ کے نام کا ورد کرنا ہے۔

۶۔ فرشتوں کو دیا گیا سجدے کا حکم، دراصل حضرت آدمؑ کی پیشانی میں رکھے گئے نورِ محمدیﷺ کی بنا پر تھا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ پیغمبروںؑ کو محمدﷺ کی آمد کے متعلق بتا دیا گیا تھا؛ علاوہ ازیں اُن کی اُمتوں کو بھی حکم دیا گیا کہ اگر وہ آپؐ کے زمانے کو پالیں تو آپؐ پر ایمان لائیں۔

۸۔ جب آپؐ کی ولادت ہوئی تو دنیا میں بڑی علامات وقوع پذیر ہوئیں۔ تاریخ اور میلاد پر لکھی گئی کتب میں اِن کا ذکر پایا جاتا ہے۔

۹۔ دنیا میں آمد پر آپؐ سنت شدہ حالت میں تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔

۱۰۔ آپؐ کی دنیا میں آمد پر شیطانوں کا آسمانوں میں داخلہ بند ہوگیا اور وہ ملائکہ کی باتیں چُرا کر لانے سے قاصر ہو گئے۔

۱۱۔ آپؐ کی دنیا میں آمد کے ساتھ سرزمین پر پائے جانے والے سب بت اور سب ہیکل جن کی عبادت کی جاتی تھی، منہ کے بل گر گئے۔

۱۲۔ آپؐ کو فرشتے جھولا جھلاتے تھے۔

۱۳۔ آپؐ پالنے میں لیٹے آسمان پر نکلے چاند سے باتیں کرتے تھے۔ وہ اُس طرف حرکت کرتا جس طرف آپؐ کی اُنگلی حرکت کرتی۔

۱۴۔ آپؐ نے پالنے میں ہی بولنا شروع کر دیا۔

۱۵۔ بچپن میں، کھلی فضا میں باہر گھومتے ہوئے ایک بادل سرمبارک پر آپؐ کے ساتھ ساتھ حرکت کرتے ہوئے سایہ کئے رہتا تھا۔ یہ حالت تب تک جاری رہی جب تک آپؐ کو نبوت عطا نہ ہوگئی۔

۱۶۔ ہر پیغمبرؑ کو نبوّت کی مہر، اُن کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں دی گئی جبکہ آپؐ کی مہرِ نبوت پشت مبارک کے درمیان، دونوں شانوں کے بیچ لیکن تھوڑا سا بائیں شانے سے قریب یعنی عین قلب کے پیچھے لگائی گئی تھی۔

۱۷۔ آپؐ اپنے پیچھے بھی ویسے ہی دیکھ سکتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے۔

۱۸۔ اندھیرے میں بھی ویسے ہی دیکھ سکتے تھے جیسا کہ روشنی میں۔

۱۹۔ آپؐ کا لعابِ دہن نے کڑوے پانی کو میٹھا بنا دیا۔ بیماروں کو شفاء دی۔ بچوں کے لئے ایسی غذا بن گیا جیسا کہ دودھ۔

۲۰۔ آپؐ کی مبارک آنکھیں سوتیں لیکن آپؐ کا قلبِ مبارک بیدار رہتا تھا۔ جملہ انبیاء میں یہ خصوصیت پائی جاتی تھی۔

۲۱۔ تمام عمر آپؐ کو کبھی جمائی نہ آئی (جملہ انبیاء میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی تھی)۔

لکڑی یا کافور کی دھونی بھی لینا پسند فرماتے۔

۱۹۔ آپؐ کا بستر چمڑے سے بنے گدے پر مشتمل تھا جس میں کھجور کی چھال سے حاصل کردہ روئی بھری تھی۔ آپؐ کو اُون سے بھرا ایک گدا پیش کیا گیا لیکن آپؐ نے اسے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا، ''یا عائشہؓ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اگر میں چاہوں تو ہر جگہ سونے اور چاندی کے ڈھیر میرے ساتھ رہیں''۔ بعضا چٹائی، لکڑی، گدے، اونی قالین یا خشک مٹی پر لیٹ جاتے تھے۔

۲۰۔ ہر رات آنکھوں میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔

۲۱۔ آپؐ کے خانۂ مبارک میں آئینہ، کنگھی، سرمہ دانی، مسواک، سوئی، دھاگہ ہمیشہ موجود رہتا تھا۔ دورانِ سفر آپؐ یہ اشیاء ہمیشہ اپنے ساتھ لے لیتے۔

۲۲۔ آپؐ عشاء کے بعد آدھی رات تک سوتے، پھر فجر کی نماز تک عبادت کرتے رہتے۔ ہمیشہ دائیں جانب لیٹتے، اپنا دایاں ہاتھ رخسارِ مبارک کے نیچے رکھ لیتے، سونے سے پہلے بعض سورتیں پڑھ کر سوتے۔

۲۳۔ آپؐ کبھی کبھار تفئل بھی فرماتے، یعنی کسی چیز کو پہلی بار دیکھتے ہی اُس کے متعلق خیر کی فال نکال لیتے تھے۔ کبھی کسی چیز کو بدشگن نہ سمجھتے تھے۔

۲۴۔ رنجیدگی کی حالت میں آپؐ اپنی داڑھی مبارک پکڑ کر سوچنے لگتے تھے۔

۲۵۔ غم کی صورت میں، فوراً نماز پڑھنا شروع کر دیتے۔ نماز کی لذت اور برکت سے آپؐ اپنا غم بھلا دیتے۔

حضورِ رسالت پناہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اُس کی اطاعت اور عبادت کرنا اس درجہ بڑھ کر تھا کہ کسی اور کے لئے ایسا کر نا لینا قطعاً ممکن نہ تھا۔ ذاتِ مبارکؐ اس قدر زیادہ نماز ادا فرماتے کہ پاؤں میں ورم آ جاتا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہونے کے باوجود، کیوں آپؐ اِس قدر زحمت فرماتے ہیں؟'' اِس سوال کے جواب میں آپؐ یوں ارشاد فرماتے: ''کیا میں اپنے ربّ کا سب سے زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ بنوں؟''

آپ ﷺ کے فضائل

رسولِ اکرم محمد ﷺ کے فضائل پر سینکڑوں کتب لکھی گئی ہیں۔ فضیلت سے مراد بڑائی کے ہیں۔ آپؐ کے چند فضائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مخلوقات میں سب سے پہلے حضرت محمد ﷺ کا نور اور آپؐ کی روح کی تخلیق ہوئی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا نام عرش پر، جنتوں میں اور ساتوں آسمانوں میں لکھ دیا۔

۳۔ ہندوستان میں کھلنے والے ایک گلاب کی پنکھڑیوں پر'' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہ '' لکھا ہے۔

تب آپؐ اُسے تسلی دیتے ہوئے فرماتے ،'' گھبراؤ نہیں ! میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں ، ظالم نہیں ہوں ۔ ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت کی یخنی کھاتی تھی ۔'' اسے سُن کر اُس شخص کا خوف دور ہو جاتا اور اپنا درد بیان کرنا شروع کر دیتا ۔

۱۰ ۔ آپؐ ارشاد فرماتے ،'' تم سب میں اللہ تعالیٰ کو سب بہتر جاننے والا اُس سے سب سے بڑھ کر ڈرنے والا ، میں ہوں''،'' جو میں نے دیکھا ہے اگر تم بھی دیکھ لیتے تو کم ہنستے اور زیادہ روتے (۴۰۷) ۔'' کبھی ہوا میں بادل دیکھتے تو آپؐ دعا فرماتے ،'' یا ربیّ ! اِس بادل سے ہم پر عذاب نہ بھیجنا !''، ہوا چلتی تو آپؐ دعا فرماتے ،'' یا ربیّ ! ہم پر خیر کی ہوائیں چلا''، آسمان گرجتا تو آپؐ دعا فرماتے ،'' یا ربیّ ! ہمیں روند کر مت ہلاک کر ۔ تو اپنا عذاب نہ بھیج ۔ ہمیں عافیت احسان فرما !'' نماز پڑھتے ہوئے آپؐ کے سینۂ مبارک ایسی آوازیں آتیں جیسے کوئی روتے ہوئے ہچکیاں لے رہا ہو ۔ قرآن کریم تلاوت فرماتے ہوئے بھی ایسا ہی ہوتا تھا ۔

۱۱ ۔ آپؐ کی قوتِ دل اور شجاعت حیران کن حد تک تھی ۔ غزوۂ حنین میں مسلمان بکھر گئے اور آپؐ چند اصحابؓ کے ساتھ نہتے رہ گئے ۔ کئی بار آپؐ نے کافروں کے ہجوم کا اکیلے جواب دیا اور قدم پیچھے نہ ہٹائے ۔

۱۲ ۔ آپؐ نہایت سخی تھے ۔ سینکڑوں کی تعداد میں اونٹ اور بھیڑیں صدقہ فرما دیتے ، خود اپنے لئے کچھ بھی نہ چھوڑتے ۔ کئی ایک کٹھور دل کافر صرف آپؐ کے اِن احسانات کو دیکھ کر ایمان لے آئے ۔

۱۳ ۔ آپؐ اپنی ازواجِ مطہراتؓ اور چند خدمتگاروں کو بعضا پورے سال کا جو اور کھجوروں کا راشن ڈال دیتے ، اِس میں سے فقیروں کو بھی صدقہ فرما دیتے ۔

۱۴ ۔ کھانے میں ؛ بھیڑ کا گوشت ، گوشت کی یخنی ، کدو ، میٹھا ، شہد ، کھجور ، دودھ ، بالائی ، تربوز ، خربوزہ ، انگور اور ککڑی کھانا پسند فرماتے تھے (۴۰۸) ۔

۱۵ ۔ پانی آہستہ آہستہ ، بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر اور تین سانسوں میں پیتے تھے ، پینے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہتے اور دعا فرماتے تھے ۔

۱۶ ۔ ہر قسم کا جائز لباس جو میسر آجاتا اسے پہن لیتے تھے ۔ احرام کی شکل میں موٹا ان سلا کپڑا اوڑھنے کے لئے استعمال کرتے ، تہہ بند باندھتے ، قمیض اور جبہ بھی ملبوس فرماتے تھے ۔ یہ لباس سوت ، اون یا بالوں سے بُنے ہوتے تھے ۔ زیادہ تر سفید بعضا سبز رنگ پہنتے تھے ۔ آپؐ کبھی کبھار ریشمی کپڑے بھی پہن لیتے ۔ جمعہ اور عیدین پر اور اجنبی ایلچیوں سے ملتے ہوئے یا جنگ کے اوقات میں سبز ، سُرخ یا سیاہ رنگ کی قیمتی قمیصیں اور جبے بھی زیب تن فرماتے تھے ۔ آپؐ اپنی آستینیں کلائی تک رکھتے اور مبارک ٹانگیں نصف پنڈلیوں تک ڈھانپتے ۔

۱۷ ۔ عربوں کی عادت کے مطابق اپنے بالوں کو نصف کانوں تک بڑھاتے ، اِس سے زیادہ کے بال تراش فرما دیتے ۔ اپنے بالوں میں خصوصی طور پر تیار کردہ ، خوشبودار تیل لگاتے تھے ۔

۱۸ ۔ آپؐ اپنے مبارک ہاتھوں ، سر اور چہرے پر مُشک یا کوئی اور عطرات لگا لیتے تھے ، عود کی

(۴۰۷) قاضی عیاض ، شفاء شریف ، ص ، ۱۴۵ ؛ مناوی ، فیض القدر ، ۳۱۶،۷

(۴۰۸) غزالی ، احیاء ، ۸۸۴،۱۱

نے پکانے کی ذمہ داری قبول کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں لکڑیاں جمع کرتا ہوں''۔ سب نے عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ! آپ استراحت فرمائیں! ہم اکٹھا کرلیں گے''۔ آپؐ نے: ''ہاں! میں جانتا ہوں کہ تم ہر کام بخوبی سرانجام دے لو گے۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ کام کرنے والوں سے علیحدہ جا بیٹھوں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں ہرگز پسند نہیں فرماتا جو اپنے دوستوں سے علیحدہ جا بیٹھے'' کہہ کر اُٹھے اور لکڑیاں جمع کرنے چلے گئے۔

۳۔ جب اصحاب کرامؓ بیٹھے ہوں تو وہاں پہنچ کر آپؐ کبھی مرکزی جگہ پر نہ بیٹھتے۔ جہاں کہیں جگہ میسر آتی تشریف رکھتے۔ ہاتھ میں لاٹھی لئے ایک دِن آپؐ گلی میں نکلے، آپؐ کو دیکھ کر لوگ ادب سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''اُن لوگوں کی طرح جو ایک دوسرے کی تعظیم میں کھڑے ہوتے ہیں، میرے لئے مت کھڑے ہو! میں بھی تم جیسا انسان ہوں۔ ہرکسی کی طرح کھانا کھاتا ہوں۔ تھک جاتا ہوں تو بیٹھ جاتا ہوں۔''

۴۔ عموماً آپؐ دوزانو ہوکر نشست فرماتے تھے۔ کبھی کبھار گھٹنے کھڑے کر کے اور ان کے گرد بازوؤں کا گھیرا باندھے بھی بیٹھ جاتے تھے (۴۰۵)۔ کھانے، لباس اور دیگر اشیاء کے معاملے میں اپنے خدمتگاروں کو خود سے جدا نہ رکھتے تھے۔ اُن کے کاموں میں اُن کی مدد فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو مارتے ہوئے، سخت کلامی سے پیش آتے نہیں دیکھا گیا۔ حضرت انسؓ بن مالک جو ہمیشہ آپؐ کی خدمت میں موجود رہتے تھے، فرماتے ہیں، ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی۔ وہ خدمت جو آپؐ نے میری کی وہ اُس سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے جو خدمت میں نے آپؐ کی کی ہے۔ آپؐ نے کبھی مجھے مارا نہ کبھی ڈانٹا'' (۴۰۶)۔

۵۔ نمازِ فجر پڑھانے کے بعد، جماعت کے سامنے بیٹھ جاتے اور: ''کیا ہمارا کوئی بھائی بیمار ہے؟ اگر ہے تو اُس کی زیارت کو چلیں!'' ارشاد فرماتے۔ اگر کوئی بیمار نہ ہوتا تو فرماتے، ''کسی کے ہاں فوتگی تو نہیں ہوئی؟ اگر ہے تو اُس کی مدد کو چلیں!'' اگر کوئی جنازہ ہوتا تو اُسے غسل اور کفن دینے میں مدد فرماتے پھر نمازِ جنازہ پڑھاتے اور اُسکی قبر تک ساتھ تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی جنازہ نہ ہوتا تو آپؐ دریافت فرماتے، ''کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو تو سنائیے، ہم سنیں اور اُس کی تعبیر بیان کریں!''

۶۔ آپؐ اپنے مہمانوں اور اصحاب کرامؓ کی خدمت کرتے اور فرماتے: ''قوم میں سب سے بہتر وہ ہے جو خدمت کرنے والا ہو۔''

۷۔ آپؐ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے نہ دیکھا گیا۔ صرف تبسم فرماتے تھے۔ کبھی کبھار تبسم فرماتے ہوئے سامنے کے دانت مبارک دکھائی دے جاتے تھے۔

۸۔ آپؐ بے وجہ اور بے فائدہ بات نہ کرتے تھے۔ ضرورت کے تحت مختصر، مفید اور نہایت سادہ بات کرتے۔ جب کوئی بات سمجھانا درکار ہوتی تو اُسے تین بار تکرار فرماتے تھے۔

۹۔ آپؐ کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کوئی آپؐ کے چہرے کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھ پاتا تھا۔ کوئی شخص جب آپؐ کے حضور آتا تو آپؐ کے مبارک چہرے کی جانب دیکھتے ہی اُس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہوجاتا،

---

(۴۰۵) ابوداؤد، ''ادب''، ۲۵۔

(۴۰۶) احمد بن حنبل، المسند، ۱۱۱، ۲۵۵۔

اُس نابینا نے دعا کرتے ہوئے کہا، ''یا ربّ! اس قمیض کی حرمت میں، میری آنکھیں کھول دے۔'' اُس کی بینائی اُسی وقت لوٹ آئی۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے اور ایک درہم سے ایک قمیض خریدلی۔ ایک درہم سے اشیائے خوردونوش لینے جارہے تھے کہ ایک خدمتگار لڑکی کو روتے دیکھا۔ ''بیٹی! تم کیوں رو رہی ہو؟'' آپؐ نے دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا، ''میں ایک یہودی کی خدمتگار رہوں۔ اُس نے مجھے ایک درہم دیا اور کہا کہ آدھے درہم سے ایک شیشی اور آدھے درہم سے تیل خرید لاؤ۔ میں خرید کر واپس جارہی تھی کہ ہاتھ سے گرگئی۔ شیشی بھی گئی اور تیل بھی گیا۔ اب پریشان ہوں کہ کیا کروں۔'' رسول اللہ ﷺ نے آخری درہم اُس لڑکی کو دے کر فرمایا، **''اس سے شیشی اور تیل لو اور اپنے گھر کو لوٹ جاؤ۔''** لڑکی نے کہا، ''گھر دیر جانے سے ڈرتی ہوں کہ یہودی مجھے مارے گا۔'' اس پر آپؐ نے فرمایا، **''مت ڈر! میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور اُسے کہوں گا کہ تمہیں کچھ نہ کہے۔''**

گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہودی نے دروازہ کھولا، سامنے رسول اللہ ﷺ کو پاکر حیرت زدہ ہوا۔ آپؐ نے یہودی کو ساری روداد سنائی اور التجا فرمائی کہ وہ لڑکی کو کچھ نہ کہے۔ یہودی، رسول اللہ ﷺ کے پاؤں پڑ گیا: ''آپؐ وہ پیغمبر ہیں کہ ہزاروں انسانوں کے سر کے تاج ہیں، ہزاروں شیر آپؐ کے حکم کے منتظر ہیں! ایک خدمتگار لڑکی کے لئے مجھ مسکین کے دروازے پر آئے اور مجھے یہ شرف بخشا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اِس لڑکی کو آپؐ کے شرف میں آزاد کیا۔ مجھے ایمان اور اسلام سکھائیے کہ میں آپؐ کے حضور میں مسلمان ہو جاؤں''۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے اسلام کی تعلیم دی۔ وہ مسلمان ہوگیا۔ اُس نے گھر کے اندر جاکر بیوی بچوں کو سمجھایا۔ سب نے اسلام قبول کرلیا۔ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی برکت سے ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق اور اعلیٰ عادات بہت زیادہ ہیں۔ ہرمسلمان کے لئے ضروری ہے کہ انہیں سیکھے انہیں اپنائے۔ اس طرح دنیا میں اور آخرت میں فلاکت، پریشانی سے نجات حاصل کرے اور آقائے دوجہاں کی شفاعت پانا نصیب ہو۔

آپؐ کے بعض اعلیٰ اخلاق یوں ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ میں علم، عرفان، فہم، یقین، عقل، ذکا، سخاوت، تواضع، شفقت، صبر، غیرت، ہمت، صداقت، امانتداری، شجاعت، محبت، بلاغت، فصاحت، متانت، ملاحت، ورائی، عفت، کرم، انصاف، حیا، زہد، تقویٰ سب انبیاؑ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ سے بڑھ کر تھا۔ اپنے دوستوں اور دشمنوں سے ملنے والے نقصانات اور اذیتیں معاف فرمادیتے تھے۔ کسی سے کوئی بدلہ نہ لیتے تھے۔ غزوۂ اُحد میں کافروں نے آپؐ کے رخسار کو زخمی کردیا، آپؐ کے دندان مبارک شہید کردیئے۔ یہ سب کرنے والوں کے لئے آپؐ: **''یا ربّی! انہیں معاف فرما! انہیں اِن کی جہالت کی وجہ سے بخش دے''** کہہ کر اللہ تعالیٰ سے مرحمت طلب فرماتے رہے۔

۲۔ آپؐ خود کو کسی سے برتر نہیں کہتے تھے۔ ایک سفر کے دوران بھیڑ ذبح کرکے پکانے کا وقت آیا تو ایک شخص نے کہا، ''میں ذبح کرتا ہوں''۔ دوسرے نے کہا، ''میں کھال اتارتا ہوں''۔ ایک اور شخص

اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں، ''رسول اللہ ﷺ ان الفاظ کے ایک ماہ بعد وفات پا گئے۔''

رسول اللہ ﷺ کی سخاوت بھی زبان زدِ عام تھی۔ اِس خصوصیت میں بھی کوئی شخص پیغمبر آخر زمان ﷺ کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان فرماتے ہیں، ''بھلائی کرنے کے معاملے میں رسولِ پاک ﷺ انسانوں میں سب سے بڑھ کر تھے۔ رمضان شریف میں اور حضرت جبرائیلؑ سے ملاقات کے بعد آپؐ کی سخاوت یوں بہتی نظر آتی جیسے بادِصبا ہو۔''

حضرت انسؓ بن مالک بیان فرماتے ہیں، ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جارہے تھے۔ آپؐ نے بُردِ نجرانی یعنی یمن کے کپڑے سے بنی گئی کملی اوڑھ رکھی تھی۔ پیچھے سے ایک بدوی نے آکر کملی کو گلے سے یوں کھینچا کہ کپڑے نے گردن کو چھیل کر رکھ دیا اور اِس کا نشان پڑ گیا۔ رسول اللہ ﷺ، بدوی کے اس حال پر مسکرادیے اور حکم دیا کہ اُسے کچھ دے دیا جائے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ہمسائی ایک بوڑھی عورت تھی۔ اُس نے اپنی بیٹی کو آپؐ کے ہاں بھیجا اور؛ ''میرے پاس نماز پڑھتے وقت اوڑھنے کے لئے کوئی کپڑا نہیں۔ مجھے نماز میں اوڑھنے کے لئے کوئی لباس بھیج دیں'' کہلوا کر التجا کی۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس اُس وقت کوئی اور لباس موجود نہ تھا۔ ذاتِ مبارک عالیہ ﷺ نے اپنی کمر پر اوڑھی قمیض نکالی اور اُس عورت کو بھیج دی۔ جب نماز کا وقت آیا تو آپؐ بے لباس مسجد نہ جاسکے۔ اصحابِ کرامؓ نے آپؐ کی اِس حالت کے متعلق سنا تو کہنے لگے کہ اگر رسول اللہ ﷺ اس قدر سخی ہیں کہ اپنی قمیض دینے کی وجہ سے بے لباس ہو گئے اور مسجد میں جماعت کے لئے نہ آسکے، تب ہمیں بھی اپنی ہر شے فقیروں میں بانٹ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت سورۃ اسریٰ کی ۲۹ ویں آیت نازل فرمائی۔ پہلے اپنے حبیبؐ سے ارشاد فرمایا: ''اور اپنا ہاتھ اپنی گردن تک بندھا ہوا نہ رکھ (دینے میں بخل نہ کر)'' پھر ارشاد فرمایا؛ ''اور نہ اسے کھول پوری طرح کہ پھر تو ملامت زدہ تھکا ہارا (نماز ادا کرنے کے لئے بھی نہ جاسکے اور) بیٹھا رہ جائے (یعنی صدقہ دینے میں میانہ روی سے کام لے)۔''

اُس دِن نماز کے بعد، حضرت علیؓ، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! آج میں نے اپنے بال بچوں کے نان ونفقہ کے لئے چاندی کے آٹھ درہم قرض لئے تھے۔ اِن میں سے آدھے میں آپؐ کو دے دوں۔ آپؐ اپنے لئے ایک قمیض خرید لیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے بازار جاکر دو درہم کی قمیض خریدی۔ بقیہ دو درہم سے اشیائے خورونوش خریدنے جارہے تھے کہ راستے میں ایک نابینا کو بیٹھا پایا۔ ''اللہ کی رضا کی خاطر اور جنت کے لباس پانے کی خاطر، کون ہے جو مجھے ایک قمیض دے دے؟'' کہہ کر التجا کررہا تھا۔ آپؐ نے بازار سے لی وہ قمیض اُسے عنایت فرمادی۔ نابینا شخص نے قمیض ہاتھ میں لی اور اُس سے آتی مشک جیسی خوشبو سونگھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اُسے یہ قمیض رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے عنایت ہوئی ہے۔ کیونکہ جو کپڑا رسول اللہ ﷺ ایک بار پہن لیتے، پرانی ہوکر پھٹ بھی جائے تب بھی اُس کا ہر ٹکڑا مشک کی مانند مہکتا تھا۔

کے دن میں تجھ سے التجا کرتے ہوئے دعا کروں اور بھرے پیٹ والے دن تیری حمد و ثناء کرتا رہوں۔'' (۴۰۲)

جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام عرض کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر چاہیں تو میں ان پہاڑوں کو جو آپؐ کے سامنے ہیں، سونے کا بنا دوں، پھر جہاں بھی جائیں یہ پہاڑ آپؐ کے ساتھ چل کر جائیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اے جبرائیلؑ! یہ دنیا اُس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اُس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں، اِنہیں وہی چاہتا ہے جس کے پاس عقل نہ ہو (۴۰۳)۔''

اس پر جبرائیلؑ نے عرض کیا، ''یا محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قولِ ثابت کے ساتھ ثابت قدم فرما دیا ہے۔''

اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں، ''کبھی ایسا وقت بھی آتا تھا کہ مہینہ بھر ہم اپنے گھر میں (کھانا پکانے کے لئے) آگ نہیں جلاتے تھے۔ صرف کھجور اور پانی سے گزارا فرماتے تھے۔''

حضرت ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں، ''بارہا ایسے ہوتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور اہلِ بیت رات کو کھانا کھائے بغیر سو جاتے تھے۔ شام کو کھانے کے لئے کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔''

اُمّ المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں، ''رسول اللہ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا اور اس وجہ سے کبھی کسی سے شکایت نہ کرتے تھے۔ آپؐ احتیاج کو کثرت سے بڑھ کر عزیز سمجھتے تھے۔ ساری رات بھوک سے پریشان حال رہنے کے باوجود صبح یہ حالت آپؐ کو روزہ رکھنے میں مانع نہ ہوتی تھی (۴۰۴)۔

اگر آپؐ چاہتے تو اپنے ربّ سے سرزمین پر موجود سب خزانے، انواع اقسام کی غذائیں اور راحت کی زندگی طلب کر سکتے تھے۔ مجھے قسم ہے کہ آپؐ کی اس حالت پر مجھے رحم آ جاتا اور میں رو پڑتی تھی۔ میں اپنا ہاتھ آپؐ کے پیٹ پر پھیرتے ہوئے کہتی، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو! آپؐ چند ایسی چیزیں طلب کیوں نہیں فرماتے جو اِس دنیا میں آپؐ کو کچھ طاقت فراہم کر سکیں؟''

اس کے جواب میں آپؐ فرماتے، ''اے عائشہؓ! میں دنیا کا کیا کروں؟ میرے اولوالعزم پیغمبر بھائی عَلَیْهِمُ السَّلَامُ نے اِس سے کہیں سخت حالات میں تحمّل کا مظاہرہ کیا اور اِن حالات میں گزارہ کرتے رہے اور نہایت اپنے ربّ سے جا ملے۔

اِس سبب سے اُن کی اِس واپسی کو اُن کے ربّ نے بڑا شاندار بنا دیا، اُن کے ثوابوں کو بڑھا دیا۔ مجھے راحت کی زندگی گزارنے میں شرم آتی ہے کیونکہ ایسی زندگی گزارنا مجھے اُن سے پیچھے چھوڑ دے گا۔

اپنے بھائیوں، دوستوں سے ملنا اور اُن میں شامل ہو جانا ہی میرے لئے سب سے اچھی اور پسندیدہ شے ہوگی۔''

---

(۴۰۲) ابن سعد، الطبقات، I، ۳۸۱؛ شمس الدین شامی، سبل الهدیٰ، VII، ۷۵؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۹ ـ ۳۰۸؛ غزالی، احیاء، III، ۳۷۵

(۴۰۳) احمد بن حنبل، المسند، VI، ۷۱؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VIII، ۲۴۳؛ بیہقی، شعب الایمان، VII، ۳۷۵

(۴۰۴) بیہقی، شعب الایمان، V، ۲۵؛ ابو یعلیٰ، المسند، VIII، ۱۳۹؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۴۰۲

رسول اللہ ﷺ کے حضور آنے والے شخص کو، جب تک کہ وہ خود چلا نہ جائے آپ کبھی چھوڑ کر نہ جاتے تھے۔ آپؐ ہر کسی کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کا برتاؤ فرماتے۔ آپؐ کے نزدیک حقوق اور عدالت کے لحاظ سے ہر ایک مساوی تھا۔ کسی شخص کو دیگر پر فوقیت حاصل نہ تھی اور نہ ہی کوئی فرق روا رکھا جاتا۔

اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں: میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ جیسے اخلاق کا مالک ہو۔ جب بھی اصحاب کرامؓ یا اہلِ بیتؓ میں سے کوئی آپ کو پکارتا، رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ''فرمایئے'' کہہ کر اس کا جواب دیتے (۳۹۹)۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابؓ کو اچھے ناموں کے ساتھ پکارتے اور کسی کی بات درمیان میں نہ کاٹتے۔ جب بھی کوئی آپؐ کے حضور تشریف لاتا، رسول اللہ ﷺ اُس کی بات تب تک سنتے رہتے اور اُس کی بات میں مداخلت نہ کرتے جب تک وہ خود اپنی بات ختم نہ کر لے یا جانے کے لئے اُٹھ کھڑا نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کے حسنِ معاملہ، شفقت اور مرحمت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

''(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبرؐ آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف اِن کو گراں معلوم ہوتی ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہشمند ہیں اور مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں''۔

اور سورۃ الانبیاء کی ۱۰۷ ویں آیتِ کریمہ میں ارشاد فرمایا، **''ہم نے آپ کو سب عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔** رسول اللہ ﷺ نے امت کی مشقت کا خیال کرتے ہوئے بعض امور کو آسان فرما دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، **''امت کے لئے مشکل ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں ہر وضو میں مسواک کرنے کا حکم دے دیتا (۴۰۰)۔''**

اپنا وعدہ پورا کرنے میں بھی، انسانوں میں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی نہیں گزرا۔ حضرت عبداللہؓ بن ابی الخمسہ بیان فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے اُن کی بعثتِ نبوت سے پہلے خرید و فروخت کی۔ اُن کی جانب کچھ رقم بقیہ رہ گئی تھی۔ میں نے آپؐ سے وعدہ فرمایا کہ فلاں وقت پر فلاں جگہ پر ملاقات کریں گے، لیکن میں بھول گیا۔ تین دِن بعد میرے ذہن میں آیا تو فوراً وہاں پہنچا۔ آپ کو وہاں تین دِن سے انتظار کرتے پا کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ آپؐ نے مجھے کہا، **''جوان تم نے مجھے تھکا دیا! میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''**

رسول اللہ ﷺ کی خصلتِ تواضع تمام لوگوں حتیٰ جملہ انبیاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامْ سے بڑھ کر اور بے مثال تھی۔ تکبر کا اُن میں نام و نشان نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو ترجیح کا حق دیا گیا کہ چاہیں تو بادشاہت کے پیغمبری، چاہیں تو عبدیت کے ساتھ پیغمبری قبول فرمالیں۔ آپؐ نے عبدیت کے ساتھ پیغمبر ہونے کو ترجیح دی (۴۰۱)۔

اس پر حضرت اسرافیلؑ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا، ''بلا شبہ، یہ تواضع جو آپؐ نے برتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ روزِ قیامت، اولادِ آدمؑ میں آپؐ کی عظمت سب سے بڑھ کر ہے۔ اپنی قبر سے اٹھنے والے پہلے انسان اور سب سے پہلی شفاعت کرنے والے بھی آپؐ ہی ہیں۔''

پیغمبر آخر زمان ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا: **''مجھے سونے کی مٹی اور سونے کے پتھروں سے بنا مکہ شہر پیش کیا گیا۔ نہیں یا ربیّ! میں نے کہا۔ میں ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن سیر شکم۔ تاکہ بھوک**

---

(۳۹۹) شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، ۷۱، ۷۔

(۴۰۰) بخاری، ''تمنی''، ۹؛ عبدالرزاق، المصنف، ۱، ۵۵۶؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۲۳۔

(۴۰۱) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۰۹۔

حضرت جابرؓ بن سُمرۃ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کم گو تھے۔ صرف اُس وقت بولتے جب ضروری ہوتا یا جب آپؐ سے کچھ پوچھا جائے۔'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ بے فائدہ حرکات و گفتگو سے اجتناب کرے اور چپ رہے۔ الفاظ میں ترتیل اور ترسیل پائی جاتی تھی یعنی آپؐ نہایت واضح اور ترتیب کے ساتھ بات کرتے اور آپؐ کی باتیں آسانی سے سمجھ آجاتی تھیں۔''

حضرت انسؓ بن مالک بیان فرماتے ہیں: ''رسولا اللہ ﷺ بیمار کی عیادت کے لئے جاتے، جنازے میں شمولیت کرتے، دعوت دی جائے تو اسے قبول فرماتے۔ گدھے پر بھی سواری کرتے۔ میں نے غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپؐ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی باگیں رسی کی بنی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ جب فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے بچے اور مزدور پانی سے بھرے برتن لاتے اور آپؐ کو اس میں اپنی انگشت مبارک ڈالنے کی درخواست فرماتے۔ سرد موسم اور ٹھنڈے پانی کے باوجود آپؐ اُن کی درخواست رد نہ فرماتے اور اُن کے دِلوں کو ممنون فرماتے (۳۹۶)۔''

حضرت انسؓ بن مالک ہی فرماتے ہیں: ''اگر کوئی کم عمر بچی، رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی تو آپؐ اُس کے ساتھ تشریف لے جاتے اور اُس کی مشکل حل کر دیتے۔''

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ طلب فرمایا ہو اور آپؐ نے انکار کر دیا ہو۔''

حضور رسالت مآب ﷺ شرم و حیا کے لحاظ سے ساری مخلوقات سے بڑھ کر ہیں۔ ناموزوں شے کے سامنے آپؐ کی مبارک آنکھیں گویا بند تھیں۔ کبھی کسی کو ناموزوں الفاظ کے ساتھ خطاب نہ فرماتے تھے۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں: جب رسول اللہ ﷺ کو کسی کی ناموزوں حرکت کے متعلق خبر دی جاتی تو اُس کا نام لئے بغیر عمومی معنی میں یوں فرماتے: ''ایسا کیوں کرتے ہیں؟'' اس طرح اُس شخص کو، اُس کی حرکت یا کہی گئی بری بات کو پوشیدہ رکھتے اور اُس کا نام ظاہر نہ فرماتے (۳۹۷)۔

حضرت انسؓ بن مالک بیان فرماتے ہیں: ''ایک دِن ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آیا، اُس کے چہرے پر زرد رنگ کی کوئی شے لگی ہوئی تھی۔ آپؐ نے اُسے کچھ نہ کہا۔ اُسے رنجیدہ نہ کیا۔ اُس کے باہر چلے جانے کے بعد آپؐ نے فرمایا، ''کاش کہ تم نے اُسے کہہ دیا ہوتا اور وہ اپنے چہرے پر لگی شے دھو لیتا! (۳۹۸)''

رسول اللہ ﷺ قوموں کو متحد کرنے والے تھے۔ اُنہیں ایک دوسرے سے نفرت کرنے سے روکتے تھے۔ ہر قوم کے سردار کا اکرام کرتے اور اُسے نمایاں جگہ پر بٹھاتے۔

کسی کو اپنے مبارک جمال سے محروم نہ رکھتے۔ اصحابِ کرامؓ کو بلاتے، جو نہ آپاتے اُن کے متعلق دریافت فرماتے۔ پاس بیٹھے لوگوں کو نصیحت فرماتے، اور وہ سب عطا فرماتے جو اُن کا نصیب ہوتا تھا۔''

رسول اللہ ﷺ کے برتاؤ سے کسی کے دِل میں ایسا خیال نہ آتا کہ آپؐ کسی کو اُس کے مقام سے بڑھ کر چاہتے ہیں۔ آپؐ کے حضور اپنی شکایت لے کر آنے والے کو بڑے تحمل کے ساتھ پیش آتے اور اُسے سنتے تھے۔

---

(۳۹۶) ابن ماجہ، ''زہد'' ۱۶؛ حاکم، المستدرک، ۱۱، ۵۰۶؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۷۱؛ بیہقی، شعب الایمان، ۷۱، ۲۸۹
(۳۹۷) قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۱۶ (۳۹۸) قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۱۶

نبی اکرم محمد ﷺ کے ہزاروں معجزات دیکھے گئے، اسے دوست و دشمن سب ہی نے اعتراف کیا۔ آپؐ کا باادب اور اعلیٰ اخلاق کا مالک ہونا، آپؐ کے معجزات میں قیمتی ترین معجزہ ہے۔ حضرت ابوسعید الخذریؓ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ مویشیوں کو چارہ ڈالتے تھے۔ اُونٹوں کو باندھا کرتے تھے۔ اپنے گھر کی صفائی کرتے تھے۔ بکریوں کا دودھ دھوتے تھے۔ اپنے جوتوں کی مرمت فرماتے اور اپنے کپڑے خود رفو کر لیتے تھے (۳۹۱)۔ خدمتگار کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ چکی پیستے ہوئے جب خدمتگار تھک جاتا تو اُس کی مدد فرماتے تھے۔ بازار سے سودا سلف خریدتے، تھیلے میں ڈال کر گھر لاتے تھے۔ فقیر ہو یا امیر، چھوٹا ہو یا بڑا، ہر کسی سے ملنے پر سلام کرنے میں پہل فرماتے تھے۔ ان سے مصافحہ کرنے کے لئے اپنا ہاتھ پہلے بڑھاتے۔ غلام، آقا، سردار، سیاہ فام اور سفید فام سب کو ایک طرح سے پیش آتے تھے۔ دعوت دینے والا جو کوئی بھی ہو آپؐ ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ آپؐ کو پیش کی جانے والی چیز خواہ کم ہی کیوں نہ ہو، کبھی اسے خفیف اور برا نہ جانتے تھے۔ شام کا کھانا صبح کے لئے اور صبح کا کھانا شام کے لئے بچا نہ رکھتے تھے۔ آپؐ نہایت اچھی عادات کے مالک تھے۔ بھلائی کرنے کو پسند فرماتے، ہر کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ پُر تبسم چہرے کے مالک اور شیریں گفتگو کرنے والے تھے، بات کرتے ہوئے کبھی ہنستے نہ تھے۔ غمگین نظر آتے لیکن کبھی بھنوؤں پر بل نہ ڈالتے تھے۔ نہایت کسرنفسی سے کام لیتے تھے لیکن طبیعتاً بلند باش تھے۔ پُر ہیبت شخصیت کے ملک ہونے کی وجہ سے ہر کوئی آپؐ سے بات کرتے ہوئے احترام اور جھجک سے کام لیتا۔ آپؐ کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔ نازکی کا برتاؤ کرتے اور بڑی سخاوت سے کام لیتے تھے لیکن کبھی اسراف نہ کرتے، بلا وجہ کوئی چیز نہ دیتے، ہر کسی پر رحم فرماتے۔ آپؐ کا سر مبارک ہمیشہ آگے کی جانب جھکا رہتا تھا۔ کبھی کسی سے کسی چیز کی توقع نہ رکھتے تھے۔ سعادت اور حضور کی تمنا رکھنے والے ہر شخص کو آپؐ جیسا ہو جانا چاہیئے۔''

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی، آپؐ نے مجھے ایک بار بھی اُف تک نہ کہا۔ کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا یا ایسا کیوں نہیں کیا (۳۹۲)۔''

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں: ''ایک غزوہ میں ہم نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ کافروں کی بربادی کے لئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے جواب ارشاد فرمایا: ''**مجھے لعنت بھیجنے کے لئے، انسانوں پر عذاب طلب کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ مجھے ہر کسی کے ساتھ اچھائی کرنے اور انسانوں کو بھلائی کے راستے پر لے جانے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے** (۳۹۳)۔'' اللہ تعالیٰ نے سورۃ انبیاء کی ۱۰۷ ویں آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے آپؐ کو سب جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

حضرت ابوسعید الخذریؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ میں حیا، مسلمان کنواری لڑکیوں سے بھی بڑھ کر تھی (۳۹۴)۔''

حضرت انسؓ بن مالک بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو تب تک اپنا ہاتھ نہ کھینچتے جب تک وہ خود کھینچ نہ لے (۳۹۵)۔ اُس وقت تک اپنا چہرہ اُس کی جانب سے نہ پھیرتے جب تک وہ خود اپنا چہرہ کسی اور جانب پھیر نہ لے۔ کسی کے ساتھ بیٹھتے ہوئے آپؐ دوزانو نشست فرماتے، اُس کی عزت کی بنا پر کبھی اپنے گھٹنے کھڑا کر کے نہ بیٹھتے تھے۔''

---

(۳۹۱) غزالی، احیاء، II، ۸۷۷

(۳۹۲) احمد بن حنبل، المسند، III، ۲۵۵؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۲۹۱

(۳۹۳) غزالی، احیاء، II، ۸۷۸

(۳۹۴) مسلم، ''فضائل''، ۹۹؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۷۱؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷، ۲۱۳؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۳۶۸؛ بیہقی، السنن، II، ۳۷۷؛ بغوی، الانوار، I، ۲۶۳

(۳۹۵) غزالی، احیاء، II، ۸۷۹

اوصافِ رسول ﷺ

اعلیٰ اخلاق

اللہ تعالیٰ ؛ ''ہم نے آپؐ کو اسوۂ حسنہ کے ساتھ پیدا فرمایا'' کہہ کر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کو عطا کردہ خوبیاں اور احسانات گنوا تا اور آپؐ کے مبارک دِل کو لبھا جانے والے انداز میں بتاتا ہے کہ اُس نے آپؐ کو بہترین اخلاق دے کر تخلیق فرمایا۔ آیتِ کریمہ میں ارشاد ہوا: '' اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ '' (سورۃ القلم : ۴) ۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں : '' میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے سنا : اس آیتِ کریمہ میں ، ''خلقِ عظیم'' یعنی اچھے اخلاق سے مراد ، قرآنِ کریم کے بتائے گئے اخلاق ہیں ۔'' خلقِ عظیم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسرار اور پوشیدگی کے ساتھ قربت رکھتے ہوئے انسانوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آنا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق ، بے شار لوگوں کے قبولیت اسلام کا سبب بنے ۔

آپؐ کی گفتگو نہایت شیریں تھی جو دلوں کو لبھا دینے والی اور روحوں کو جذب کر لینے والی تھی ۔

آپؐ انتہا کی عقل رکھتے تھے ، جزیرۂ عرب کے سخت اور ضدی مزاج انسانوں میں آ کر اُنہیں برداشت کیا اور اِن کی جفاؤں پر صبر کرتے ہوئے اُنہی لوگوں کو نرم خو اور اطاعت کار بنا دیا ۔ اُن میں سے متعدد لوگ اپنا دین چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور دینِ اسلام کی راہ میں اپنے ہی والدین اور اولاد کے ساتھ حرب کی ۔ اس کی خاطر اپنا مال اور وطن فدا کر دیا اور اپنے خون بہا دیئے ۔ جبکہ یہ سب باتیں ایسی نہ تھیں جن سے وہ پہلے سے واقف ہوں ۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اعلیٰ اخلاق ، نرم مزاجی ، صبر ، احسان ، اکرام کی بنا پر ہر کسی کو حیران کر دیتے تھے ۔ دیکھنے اور سننے والے خوشی خوشی مسلمان ہو جاتے تھے ۔ آپؐ کی کسی حرکت میں ، کسی کام میں ، کسی بات میں ، کبھی کوئی برائی یا قصور نہیں دیکھا گیا ۔ آپؐ ہر طرح کے ذاتی حملے پر کبھی کوئی انتقام نہ لیتے لیکن اِس کے برعکس دشمنانِ دین ، دین پر زبان درازی اور دست درازی کرنے والوں کے ساتھ نہایت سخت اور شدت کے ساتھ پیش آتے ۔

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی تعظیم ہی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرآنِ کریم اور کتب احادیث پر کوئی گھریلو چیز رکھنے سے ممانعت کی جائے۔ پھر اُن پر پڑی دھول صاف کی جائے، کوئی ایسا کاغذ کوڑے میں نہ پھینکا جائے جس پر اللہ تعالیٰ اور اُس کے محبوب محمد ﷺ کا نامِ مبارک لکھا گیا ہو۔

ایسے کاغذات پھاڑے نہیں جاتے۔ اسلامی حروف کے ساتھ لکھے گئے کاغذات کی حرمت از حد ضروری ہے۔ اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی مبارک نام لکھا گیا ہو یا آیاتِ مبارکہ تحریر کی گئی ہوں پھر یہ کاغذات بریدہ و فرسودہ ہو کر پھٹ جائیں تو انہیں صاف کپڑے میں لپیٹ کر مٹی میں دفن کر دینا، پانی سے ان کی سیاہی دھوڈالنا چاہیئے تاکہ تحریریں مٹ جائیں یا پھر انہیں جلا دینا چاہیئے۔ جلانے کے بعد ان کی راکھ مٹی میں دبا دینی چاہیئے۔ جلانا، تحریر کو دھو کر مٹا دینے سے بہتر ہے کیونکہ دھونے سے پانی کا پاؤں تلے بہہ جانے کا خدشہ ہے۔

حرمِ رسول اللہ ﷺ یعنی مدینہ منورہ کی عزت اور احترام کرنا، وہاں ایسے کاموں سے کہ جن سے منع فرمایا گیا ہے یا کسی گناہ کا مرتکب ہونے اجتناب کرنا اور اہالیانِ مدینہ منورہ کا اکرام کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہی کا ایک عنصر ہے۔

عشاق تیرے عشق میں جل جائیں یا رسول اللہؐ!
پی کہ شرابِ عشق، لبریز ہو جائیں یا رسول اللہؐ!

عاشق ہوں اُس دلدار کا، بلبل ہوں اُس گلزار کا
بجز ترے گائے جو گیت، جل جائیں یا رسول اللہؐ!

یہ تیرے چاہنے والے، تیری راہ پہ چلنے والے
خورشیدِ دو جہاں سے لو پا جائیں یا رسول اللہؐ!

تیرا عاشق یہ سحانؔ، چاہے بن گیا خلقت کا سلطان
راہ تیری میں یہ جانیں فدا ہو جائیں یا رسول اللہؐ!

تُو ہی تو جان ہے، اپنے ان چاہنے والوں کی
عاشق یہ تیرے شفاعت پا جائیں یا رسول اللہؐ!

یہ درویش یونسؔ بھی پا جائے، تیری شفاعت کا شرف
سب سلطانِ دو جہاں کی امان پا جائیں یا رسول اللہؐ!

یونسؔ ایمرے

کہ اپنی جان کے علاوہ آپؐ مجھے ہر شے سے بڑھ کر عزیز ہیں۔'' حضورِ رسالت مآبﷺ نے ارشاد فرمایا؛ **''تم میں سے کسی کا ایمان اُس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک میں اُسے اُسکی جان سے بھی بڑھ کر عزیز نہ ہو جاؤں۔''** اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا، ''یا رسول اللہﷺ! مجھے قسم ہے اُس رب تعالیٰ کی جس نے آپؐ پر قرآن کریم نازل فرمایا، آپؐ مجھے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز ہیں۔'' رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، **''اے عمرؓ! اب ٹھیک ہے۔''**

کسی شخص نے حضورِ رسالت مآب کی خدمت میں پہنچ کر دریافت فرمایا، ''یا رسول اللہﷺ! قیامت کب برپا ہوگی؟'' رسول اللہﷺ نے اُس سے پوچھا، **''تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے؟''** اُس شخص نے جواب دیا، ''ہاں، بہت زیادہ نمازیں ادا کر کے، بہت زیادہ روزے رکھ کر یا بہت زیادہ صدقات دے کر تو میں نے قیامت کی کوئی تیاری نہیں کی، البتہ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔'' اس پر رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، **''انسان اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (۳۸۹)۔''**

رسول اللہﷺ سے محبت کرنا، سب مسلمانوں کے لئے فرضِ عین ہے۔ اُس سرورِ عالمﷺ کی محبت جب دِل میں گھر کر جائے تو اسلامیت کے مطابق زندگی، ایمان اور اسلام کی بے پناہ لذت سے سرشار ہونا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ اسی محبت کی بدولت آقائے دو جہان کی پیروی کرنا ممکن ہے۔ اور یہی وہ محبت ہے جس کی بدولت اُن بے پناہ اور ناقابل بیان نعمتوں کی برکتیں پا جانے کا شرف حاصل ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پر فرمائیں۔ علمائے اہل سنت اور اُن کی کتابیں، چھوٹے بڑے ہر مسلمان کو براہِ راست رسول اللہﷺ کی محبت کی برکت تک لے جانے کی سند ہیں۔

ہر اُس مومن کے لئے جو رسول اللہﷺ کا نامِ مبارک سُنے یا یاد فرمائے، یہ واجب ہے کہ قلباً اور بدناً ایسی انکساری اور ادب سے کام لے گویا وہ رسول اللہﷺ کی مجلسِ مبارکہ میں حاضری کا شرف حاصل کر رہا ہو۔

حضورِ رسالت پناہﷺ کے مبارک الفاظ اور امور کے متعلق کہی گئی کسی بات کو بڑھا کر بیان کرنا اور اُس کی شان میں اضافہ کرنا تعظیم اور حرمت ہے۔ یہ بھی حرمت اور تعظیم ہی ہے کہ آپؐ کے لئے ایسے اوصاف کا استعمال نہ کئے جائیں جو انسانوں کے مابین ہیچ اور بے ادبی کے معنی میں زبان زدِ عام ہیں۔

مثلاً، رسول اللہﷺ کو فقیر نہیں کہا جاتا اور نہ آپ کو چرواہا کہا جاتا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ رسول اللہﷺ فلاں چیز پسند فرماتے تھے، تو جواباً؛ ''جبکہ میں یہ چیز پسند نہیں کرتا'' کہنے سے اجتناب اور احتیاط کرنا بھی تعظیم ہی کی ایک شکل ہے۔ رسول اللہﷺ کا یہ فرمان سُن کر کہ **''میں کوئی چیز ٹیک لگا کر نہیں کھاتا''** (۳۹۰) اس کے مقابل یوں کہنے سے پرہیز کرنا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھاتا ہوں، اور پھر ایسی حرکت کرنے سے احتیاط اور رعایت برتنا بھی تعظیم اور حرمت ہی کا جزو ہوگا۔ جبکہ اِن سب چیزوں کو قصداً اہمیت نہ دینے کی نیت کرنا اور اسکی رعایت نہ کرنا کفر کے دروازے کھولنے کے مترادف ہے۔

---

(۳۸۹) بخاری، ''احکام''، ۱۰؛ ترمذی، ''زہد''، ۵۰؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۰۴؛ ھیثمی، مجمع الذوائد، XI، ۱۸۶؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۷۷

(۳۹۰) سیوطی، اوصاف النبی، ص، ۸۱؛ غزالی، احیاء، II، ۸۷۷

تخلیق ہر شے کی اِس جہاں میں، تیرے ہی شرف سے
وہ آن کہ رحمت ہو تیری مجھ پر، بہار مانتا ہوں میں

طوافِ کعبہ کے واسطے، سب ہوئے مسافر راہِ حجاز
تجھ سے ملنے کے شوق میں، کہسار پھلانگتا ہوں میں

خواب میں سر پر میرے، تاجِ سعادت تھا پہنا یا گیا
خاکِ پاتری، رُخ میرے پہ ڈالی گئی جانتا ہوں میں

یار کی تعریف کرنے والے عاشقوں کی بلبل، اے جامی!
دیوان تیرے کے لفظوں کا ترجمان ہونا چاہتا ہوں میں

''لکنی زبان، پیاس کا مارا اور مانندِ سگِ خارش زدہ
تیرے دریائے احسان سے قطرۂ رحمت مانگتا ہوں میں''

رسول اللہ ﷺ کی مدح میں لکھے گئے چیدہ چیدہ اشعار اور مدیحات ایک طرف، آپؐ کی شان میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ انہیں لکھنے والے لوگ اپنی اُس تمام تر شہرت اور فن کو؛ جسے دنیا صدیوں سے مانتی آئی ہے، استعمال کرنے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مدح بیان کرنے سے قاصر رہ جانے کا اعتراف کرتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت کرنے والے عشاق نے اپنی زبان بقدرِ استطاعت کرتے ہوئے اُس جمال کو بیان کرنے کی کوشش کی، لیکن کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اُس جمال کو بیان کر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ علمائے اسلام کی ایسی کتب جن میں ایسے عاشقوں کے متعلق خبر دی گئی، سینکڑوں کی تعداد میں لکھی گئی ہیں۔ انہیں پڑھنے والا یہ جان جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو اُس ناقابلِ فہم طرز پر تخلیق فرمایا ہے کہ جس کی خوبصورتی دیکھ کر کسی کا دل نہ بھرے۔ دیکھے بغیر آپؐ کی محبت میں گم ہو جاتے ہیں۔ حبیب اللہ ﷺ پر عاشق ہونے والے، ہر سانس میں، جگر میں اترنے والی ہوا کی ٹھنڈک میں بھی آپؐ کی محبت کی لذت محسوس کرتے ہیں۔ جب بھی چاند کو دیکھتے ہیں تو اُس میں آپؐ کی آنکھوں سے آنے والی روشنی کا عکس ڈھونڈنے کا ذوق حاصل کرتے ہیں۔ آپؐ کے دریائے جمال سے ایک قطرہ پا جانے والا ہر ذرہ یوں پکار اُٹھتا ہے:

''تیرے رُخِ رخسار کو جاننے والا، گلستان کیا دیکھے
تیرے عشق میں پگھلنے والا، کوئی درمان کیا دیکھے!''

حضرت انس بن مالک سے روایت حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے اُس کا ایمان **مکمل نہیں** جب تک میں اُسے اُسکی اولاد، باپ اور ساری **خلق** سے پیارا نہ ہو جاؤں''۔ (۳۸۸)

ایک دن حضرت عمرؓ نے رسالت پناہ ﷺ سے عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی

---

(۳۸۸) مسلم، ''ایمان''، ۶۷؛ نسائی، ''ایمان''، ۱۹؛ ابن ماجہ، ''مقدمہ''، ۹؛ احمد بن حنبل، المسند، ۲۰۷،III؛ حاکم، المستدرک، ۵۲۸،III

خوش نہ کر سکا'' یعنی تمہارا مجھے خوش کر دینا اُس سے بڑھ کر ہے جتنا میں نے تمہیں خوش کیا۔ حضرت سیدۃ عائشہؓ کی مبارک آنکھوں کے درمیان چومنا اس بنا پر تھا کہ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے، جمالِ مبارک کو پوری طرح سمجھ لیا اور دیکھ لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس بات کی وضاحت اور حقیقت اسی طرح بیان کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے بدنِ مبارک میں جمع شدہ باطنی حسن دکھانے والی ظاہری خوبصورتیاں کسی بھی فرد میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ حضرت امام قرطبیؒ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ کی خوبصورتی اپنی تمامتر و مکمل حالت میں نہیں دیکھی گئی۔ اگر حقیقی خوبصورتی دکھائی دے جاتی تو اصحاب کرامؓ میں اُسے دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔ اگر حقیقی خوبصورتی دکھا دی جاتی تو کوئی اس کی تاب نہ لا پاتا۔''

حضرت یوسفؑ ظاہری حُسن کے ساتھ؛ رسول اللہ ﷺ باطنی حُسن کے ساتھ انسانوں کو دکھائی دیئے۔ حضرت یوسفؑ کے حسن کو دیکھ کر ہاتھ کٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے کمال سے پادریوں کے جبے کٹ گئے، بت ٹوٹ گئے اور کفر کے بادل چھٹ گئے۔

اصحابِ کرامؓ نے استفسار فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ زیادہ حسین ہیں یا حضرت یوسفؑ زیادہ خوبصورت تھے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، **''میرا بھائی یوسفؑ مجھ سے بڑھ کر صبیح (خوبصورت) تھا، میں اُس سے بڑھ کر ملیح (خوبرو) ہوں۔ اُس کی ظاہری خوبصورتی میری ظاہری خوبصورتی سے زیادہ ہے۔''**

رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث شریف میں یوں ارشاد کیا گیا ہے: **''اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہر پیغمبرؑ خوبصورت چہرے اور اچھی آواز کا مالک ہے۔''**

رسول اللہ ﷺ کا ایک نام وہ ہے جو قرآنِ کریم کے دِل کی حیثیت رکھنے والی سورۃ کا ہے یعنی ''یٰسٓ''۔ سیّد عبدالحکیم آرواسیؒ جیسے راسخ عالم کے بیان کے مطابق: ''یٰسٓ''، ''اے میرے دریائے محبت میں غوطہ زن میرے حبیبؐ'' مراد ہے''۔ اس دریا کا نام سننے والے، دور سے دیکھنے والے، قریب آنے والے، اس میں کود کر اپنے نصیب کے مطابق اس کی گہرائی میں اُترنے والے سب لوگ اپنی اپنی عمر کے ہر مرحلے پہ رسول اللہ ﷺ کے عشق میں جل کر سلگتے رہے ہیں، سلگتی فریادوں، دردبھرے آنسوؤں اور دِل سوختہ مصرعوں کے ساتھ اپنے اپنے عشق کو زبان پر لاتے رہے ہیں۔ اِن میں سے ایک عظیم اور مشہور اور اِس محبت کے دریا سے بڑا نصیب پانے والے حضرت مولانا خالد بغدادیؒ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عشق کے ساتھ اُن کی زبان سے نکلے قصائد میں سے ایک میں یوں قلم دراز ہوتے ہیں:

اے سرورِ عالمؐ عاشق ہوں تیرا، کہتا اور جلتا ہوں میں
جہاں بھی رہوں، وہ حسن و جمال تلاش کرتا ہوں میں

تختِ کعبہ قوسین کا ہے سلطان تُو ہی، میں ہوں اک ہیچ
مسافر ہوں تیرا، کہنا بھی بے ادبی گردانتا ہوں میں

جمال رسول اللہ ﷺ

علمائے راسخین نے ؛ جو ظاہری و باطنی علوم کے استاد ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ورثاً کی حیثیت رکھنے والے عظیم علمائے اسلام ہیں ، آپ ﷺ کو تمام تر خوبصورتی کے ساتھ دیکھا عاشق ہو گئے ۔ ان میں سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ صدیق کا نام آتا ہے ۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے نورِ نبوت کو دیکھا ؛ آپ ﷺ کی بڑائی ، خوبصورتی اور عظمت کا ادراک کرتے ہوئے عاشق ہو گئے اور پھر آپؓ کو وہ مقام ملا کہ اُن کے بعد کوئی آپؓ جیسا نہ ہو سکا ۔ حضرت ابو بکرؓ ہر وقت ، ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تھے ۔ ایک دفعہ آپؓ نے اپنا حال رسول اللہ ﷺ سے یوں عرض کیا : ''یا رسول اللہ ﷺ ! میں جدھر بھی دیکھتا ہوں آپ ﷺ کو دیکھتا ہوں'' ایک دفعہ فرمایا ، '' کاش کہ میں اپنی ساری نیکیاں ، آپ ﷺ کی ایک سہو (بھول) سے بدل سکوں ۔'' رسول اللہ ﷺ کے حسنِ اخلاق کو دیکھ کر سب سے زیادہ سمجھنے اور سمجھانے والی ذات اُمّ المومنین حضرت سیدۃ عائشہؓ ؛ ایک عالمہ ، مجتہد ، صاحب عقل ، ذکی اور ادیبہ تھیں ۔ آپؓ نہایت فصیح و بلیغ گفتگو فرماتی تھیں ۔ قرآنِ کریم کی تفسیر ، حلال و حرام ، عربوں کے اشعار اور علمِ ریاضی پر دسترس رکھتی تھیں ۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اشعار بھی لکھے ہیں ۔ ان دو بیات میں حضرت سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں :

''وَلَوْ سَمِعَ اَهْلُ مِصْرَ اَوْصَافَ خَدِّهِ
لَمَا بَذَلُوا فِي سَوْمِ يُوسُفَ مِنْ نَقْدٍ
لَوَائِمُ زُلَيْخَا لَوْ رَأَيْنَ جَبِيْنَهُ
لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوبَ عَلَى الْاَيْدِ''

ترجمہ :

''اگر مصر والے ، آپ ﷺ کے رخساروں کی خوبصورتی کے متعلق سُن لیتے ؛ (داستان زدِ عام ہوئے) یوسفؑ کے لئے کوئی پیسہ خرچ نہ کرتے ۔ یعنی اپنی تمام تر مال و دولت آپ ﷺ کے رخسار دیکھنے کے لئے سنبھال رکھتے ۔ زلیخا کو ، ''یوسفؑ پر عاشق ہو گئی'' کہہ کر طعنہ دینے والی عورتیں ، اگر رسول اللہ ﷺ کی نورانی پیشانی دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھوں کی بجائے اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں اور ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کرتیں ۔''

حضرت سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں ، '' ایک دِن رسول اللہ ﷺ اپنے نعلین مبارک کے چڑے کی تعمیر کر رہے تھے ۔ میں سوت کاتنے میں مصروف تھی ۔ میں آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی جانب دیکھا ۔ آپ ﷺ کو پیشانی مبارک پر پسینہ آ گیا تھا ۔ پسینے کا قطرہ ہر طرف نور برسا رہا تھا ، آنکھیں چندھیائی جا رہی تھیں ۔ میں ششدر رہ گئی ۔ آپ ﷺ نے میری جانب دیکھا اور فرمایا ، '' تمہیں کیا ہو گیا کہ ایسے کھوئی کھوئی بیٹھی ہو'' میں نے کہا ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! آپ ﷺ کے مبارک چہرے پر موجود انوار کی چمک اور مبارک چہرے پر پسینے کے قطروں کو نور برساتا دیکھ کر میں اپنا ہوش کھو بیٹھی ۔'' رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر میرے پاس آئے اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتے ہوئے فرمایا ، '' یا عائشہؓ ! اللہ تعالیٰ تجھے اجر دے ! جیسے تم نے مجھے خوش کیا ، میں تمہیں ویسے

رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھیں سوتیں جبکہ قلبِ شریف کبھی نہ سوتا تھا۔ بھوکے سوتے لیکن سیر شکم اٹھتے تھے۔ آپؐ کو کبھی جمائی نہ آتی تھی۔ آپؐ کا وجود نورانی تھا، سایہ کبھی زمین پر نہ گرتا تھا۔ آپؐ کے کپڑوں پر کبھی کوئی مکھی نہ بیٹھتی، مچھر اور دیگر حشرات کبھی آپؐ کا خون نہ چوستے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپؐ کو اللہ کا رسول ہونے کی خبر دے دی گئی تب سے شیطانوں کا آسمانوں میں جانا اور کاہنوں کی کہانت ناممکن ہوگئی۔ سرورِ عالم ﷺ آج بھی ایسی حیات جی رہے ہیں جس کا ہم ادراک نہیں کر سکتے۔ جسدِ شریف کبھی خراب نہیں ہوسکتا۔ قبرِ شریف میں متعین کردہ ایک فرشتہ آپؐ کو اُمت کی جانب سے بھیجے گئے صلوٰۃ وسلام کی خبر دیتا ہے۔ آپؐ کے منبر اور قبرِ شریف کے درمیانی حصّہ روضۂ مطہرہ کہلاتا ہے۔ یہ جگہ جنت کے باغات میں سے ایک ٹکڑا ہے۔ قبرِ شریف کی زیارت کرنا، سب سے بڑی اطاعت اور سب سے اچھی عبادت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خوبصورتی کے متعلق اکابر اصحابِ کرامؓ یوں بیان فرماتے ہیں: حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں، ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، ایسا لگتا تھا گویا سورج پوری آب وتاب کے ساتھ آپؐ کے چہرے پر چمک رہا ہو۔ جب آپؐ مسکراتے تو دانتوں کی چمک سے دیواریں روشن ہو جاتیں۔''

حضرت علیؓ نے فرمایا، ''اگر کوئی شخص آپؐ کو اچانک دیکھ لیتا تو ہیبت سے کانپنے لگتا۔ پھر آپؐ کی صحبت سے آشنا ہوکر فوراً آپؐ کا گرویدہ ہو جاتا۔''

حضرت جابرؓ بن سَمُرۃ فرماتے ہیں، ''رسول اللہ ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا۔ آپؐ کے ہاتھ سے ایسے خوشبو آرہی تھی گویا عطاروں کے صندوق سے نکالی گئی کوئی نئی خوشبو، مجھے بڑی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ مصافحہ کے لئے جب کسی کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے لگ جاتا تو سارا دن اُس کے ہاتھ سے وہ خوشبو نہ جاتی تھی (۳۸۵)۔''

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، ''جب رسول اللہ ﷺ کسی بچے کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے تو خوشبو کی وجہ سے وہ بچہ دیگر بچوں میں صاف پہچان لیا جاتا (۳۸۶)۔''

ایک دِن رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک کی والدہ اُمّ سُلیمؓ آئیں۔ نیند کے دوران رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر پسینہ کے قطرے نظر آرہے تھے۔ حضرت اُمّ سُلیمؓ نے اس پسینۂ مبارک کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ آپؐ نے آنکھیں کھولی اور اس کا سبب دریافت فرمایا، رسول اللہ ﷺ کی رضائی خالہ اُمّ سُلیمؓ نے جواب دیا، ''ہم اِسے اپنی خوشبوؤں میں ملا لیتے ہیں۔ آپؐ کا پسینہ خوشبوؤں میں سب سے اعلیٰ اور سب سے بڑھ کر خوشبودار ہے (۳۸۷)۔''

رسول اللہ ﷺ بڑی اعلیٰ گفتگو فرماتے تھے۔ بات کو کہاں سے شروع کرنا اور کہاں ختم کرنا ہے اس پر مکمل طور دسترس رکھتے تھے۔ آپؐ کے الفاظ، پیرائے کے لحاظ سے شفاف، نہایت فصیح اور بلیغ تھے۔ الفاظ اور جملے میں معنی اپنی پوری حقیقت کو ہمیشہ ظاہر کرتے تھے، اعلیٰ قوتِ بیان کی وجہ سے بات کرتے ہوئے آپؐ کبھی نہ جھکتے اور نہ ہی کسی قسم کی کلفت ہوتی۔

---

(۳۸۵) مسلم، ''فضائل''، ۱۲۰؛ طبرانی، المعجم الکبیر، II، ۲۲۸؛ قاضی عیاض، شفا شریف، ص، ۶۸؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، II، ۳۰۷
(۳۸۶) قاضی عیاض، شفا شریف، ص، ۶۸
(۳۸۷) مسلم، ''فضائل''، ۱۲۵؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۲۲۱؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XXV، ۱۱۹؛ بیہقی، السنن، I، ۲۵۳

اسلام اور یہودیوں کے کام آیا۔ ایک طرف اُنہوں نے سیاہ فام لوگوں کو نیچ اور ناپسندیدہ کے طور پر پیش کیا۔ انہیں غلام بنا کر استعمال کیا۔ دوسری جانب کالی بلیوں اور کتوں کو، ''عرب، عرب'' کہہ کر پکارنے لگے، اخباروں اور مجموعات میں سیاہ تصویریں اور کارٹون بنا کر انہیں عرب کے طور پر نوجوان نسل کے ذہن میں نقش کر دیا کہ عرب سیاہ فام ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کی اولادوں کو ہمارے پیارے پیغمبر محمد ﷺ سے متنفر کروانا شروع کر دیا۔

اخلاق کے سب اچھے پہلو، رسول اللہ ﷺ میں جمع تھے۔ آپؐ کے اچھے اخلاق وہبی (یعنی اللہ تعالیٰ کی دین) ہیں، کسبی (خود سے حاصل کردہ) نہیں۔ آپؐ نے کبھی کسی مسلمان کا نام لے کر لعنت نہیں بھیجی نہ ہی کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو اذیت دی۔ انتقام لیا تو صرف اللہ کے لئے؛ اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے انتقام نہ لیا۔ اپنے اقربا، اصحاب کرامؓ اور خدمتگاروں کی تواضع کرتے اور اچھے سلوک سے پیش آتے۔ گھر کے اندر نہایت نرم خو اور خوش مزاج تھے۔ بیماروں کی عیادت کو جاتے جنازے میں شرکت فرماتے۔ اصحاب کرامؓ کے کاموں میں اُن کی مدد فرماتے، اُن کے بچوں کو گود میں اُٹھا لیتے۔ لیکن دل ان کاموں میں مشغول نہ رہتا تھا چونکہ آپؐ کی روح مبارکہ عالمِ ملائکہ میں تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی یکدم دیکھ لیتا تو ہیبت زدہ ہو جاتا۔ اگر آپؐ نرم خوئی سے کام نہ لیتے تو پیغمبری کے ان احوال کی بنا پر کوئی آپؐ کے پاس بیٹھ نہ پاتا، اور کسی میں آپؐ کی بات سننے کی مجال نہ ہوتی۔ جبکہ آپؐ کا حال یہ تھا کہ حیا سے کسی کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔ فخرِ عالم ﷺ انسانوں میں سب سے بڑھ کر سخی تھے۔ یہ کبھی نہ دیکھا گیا کہ کسی نے کوئی چیز مانگی ہو اور آپؐ نے انکار کر دیا ہو۔ طلب کردہ چیز اگر ہوتی تو دے دیتے اگر نہ ہوتی تو جواب نہ دیتے۔ اس قدر اچھائیاں اور اس قدر احسانات تھے کہ قیصرِ روم، شاہِ ایران اور کوئی بھی حکمدار آپؐ جیسے احسانات کرنے سے قاصر تھا۔ لیکن اپنے لئے عسرت کی حیات ترجیح فرماتے، زندگی ایسے گزرتی کہ کھانا پینا آپؐ کی سوچ میں بھی نہ آتا تھا۔ کھانا لاؤ یا فلاں کھانا بناؤ کہتے کبھی نہ سنا گیا۔ اگر کھانا لایا جاتا تو نوش فرما لیتے، جب بھی کوئی میوہ پیش کیا جاتا آپؐ قبول فرماتے۔ بعضاً مہینوں کم کھانے پر بسر ان فرماتے، بھوک کو عزیز رکھتے تھے۔ بعضاً پیٹ بھر بھی کھا لیتے۔ کھانے کے بعد پانی ہرگز نہ پیتے۔ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پیتے (۳۸۲)۔ کسی کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اپنا ہاتھ سب سے آخر میں کھینچتے (۳۸۳)۔ ہر کسی سے ہدیہ قبول فرماتے۔ ہدیہ دینے والے کو کئی درجہ بڑھ کر عنایت فرماتے۔

مختلف لباس پہننا آپؐ کی عادت مبارکہ تھی۔ جب اجنبی ممالک سے سفیر آتے تو خوب زیب تن ہو کر، قیمتی اور نفیس لباس کے ساتھ سامنے آتے اور مسکرا کر ملتے۔ چاندی کی ایک انگوٹھی پہنتے تھے جس میں عقیق لگا تھا، اسے آپؐ مہر کے طور پر استعمال فرماتے تھے۔ انگوٹھی پر ''محمد الرّسول اللہ'' کندہ تھا۔ بستر چمڑے کے ایک گدے پر مشتمل تھا جس میں کھجور کی چھال کے ریشے بھرے تھے۔ آپؐ بعضاً اس بستر پر، بعضاً زمین پر بچھائے چمڑے پر، بعضاً چٹائی یا خشک مٹی پر لیٹتے۔ مبارک ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے دائیں گال کے نیچے رکھ کر، دائیں کروٹ لیٹتے (۳۸۴)۔ آپؐ زکوۃ کا مال ہرگز نہ لیتے، کچا پیاز اور لہسن جیسی چیزیں نہ کھاتے تھے اور شعر نہیں کہتے ہے۔

(۳۸۲) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۱۸۔
(۳۸۳) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۱۹۔
(۳۸۴) بغوی، الانوار، ۱، ۳۵۸۔

لغت میں عرب کا معنی خوبصورت ہے۔ مثلاً، لسانِ عرب، خوبصورت زبان کا معنی رکھتی ہے۔ جبکہ اصطلاحی معنی، یعنی جغرافیہ میں عرب کا مطلب عربستان نامی جزیرہ نما میں پیدا ہوکر پرورش پانے والا، وہاں کے موسم اور آب وہوا اور غذا کے ساتھ پلنے والا اور اُن سے خونی رشتہ رکھنے والا مراد ہے، جیسے اناطولیہ کے خون سے تعلق رکھنے والوں جیسے ترک، بلغاریہ میں پیدا ہوکر پرورش پانے والے کو بلغار، المانیہ (جرمنی) والوں کو المان (جرمن) کہا جاتا ہے، ویسے ہی رسول اللہ ﷺ عرب جزیرہ نما میں پیدا ہونے کی وجہ سے عرب ہیں۔ عرب سفید، گندمی رنگت کے ہوتے ہیں۔ خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کی نسل سفید فام اور بہت خوبصورت تھی۔ کیونکہ آپؐ کے دادا حضرت ابراہیمؑ سفید فام تھے اور بصرہ شہر کے ایک مومن باسی طارُخ کے بیٹے تھے۔ آذر جو کافر تھا، حضرت ابراہیم کا والد نہیں بلکہ چچا اور سوتیلا باپ تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی خوبصورتی کا چرچا مصر تک جا پہنچا تھا اور اُن کی پیشانی میں چمکتے نور کی بنا پر دوسو کے قریب لڑکیاں شادی کی غرض سے مکہ آئیں تھیں۔ لیکن محمد ﷺ کا نور، حضرت آمنہ کو نصیب ہوا۔ آپؐ کے چچا عباسؓ اور اُن کے بیٹے عبداللہ بن عباسؓ بھی سفید رنگت کے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اولاد بھی قیامت تک خوبصورت اور سفید رنگت والی رہے گی۔

رسول اللہ ﷺ کے متعدد اصحاب سفید فام اور خوبصورت تھے۔ حضرت عثمانؓ کی رنگت بھوری سفید رنگت اور بال سنہری تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سفیر بنا کر حضرت دحیہ کلبیؓ کو قیصر روم ہراقلیوس کے پاس بھیجا تھا۔ آپؓ نہایت خوبصورت تھے، جب آپؓ گلیوں میں گھومتے، لڑکیاں آپؓ کو دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل آتی تھیں۔ حضرت جبرائیلؑ متعدد بار حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں تشریف لائے۔

مصر، شام، افریقہ، بجلیہ اور اسپین کے رہنے والے عرب نہیں ہیں۔ جب عرب، اسلام کو پھیلانے کی غرض سے جزیرۂ عرب سے نکل کر یہاں پہنچ کر مقیم ہو گئے، آج اسی لئے وہ یہاں پائے جاتے ہیں۔ نتیجتاً، آج اناطولیہ میں، ہندوستان میں اور دیگر ممالک میں بھی عرب پائے جاتے ہیں۔ لیکن آج ان ممالک کے کسی بھی شہری کو عرب کہنا ٹھیک نہیں۔

اہالیانِ مصر کی رنگت گندمی ہے۔ حبشہ کے شہری سیاہ فام ہیں۔ انہیں حبشی کہا جاتا ہے۔ زنگبار (تنزانیہ) کے مقامیوں کو زنگی کہا جاتا ہے۔ یہ بھی سیاہ فام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اقرباً سے، اولاد سے محبت رکھنا، اُن کی عزت کرنا، عبادت ہے۔ اُن سے ہر مسلمان کو محبت ہے۔ اناطولیہ میں مسافر کے طور پر آنے والے سیاہ فام فلاحوں (کھیتی باڑی کرنے والے)، حبشیوں، زنگیوں نے عزت حاصل کرنے کے لئے خود کو عرب کہہ کر متعارف کروایا۔ اناطولیہ کے صاف دل مسلمانوں نے اُن کی بات کا یقین کرتے ہوئے اُن کی عزت و احترام کیا۔ کیونکہ اس محبت میں سیاہ وسفید کا کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ ایک سیاہ مسلمان، سفید فام کافر سے ہزار درجہ اعلیٰ، قابلِ قدر و محبت ہے۔ انسان کا سیاہ فام ہونا، اُس کے شرفِ ایمان میں کمی کا باعث نہیں۔ حضرت بلالؓ حبشی اور حضرت اُسامہؓ بن زید سیاہ فام تھے۔ جبکہ ابولہب اور ابوجہل جن کی برائیوں اور گناہوں کو سب جانتے ہیں، سفید فام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی رنگت کو نہیں قوتِ ایمانی اور تقویٰ کو قابلِ قیمت قرار دیا ہے۔ لیکن سیاہ فام لوگوں کا اس طرح خود کو عرب کہہ کر متعارف کروانا دشمنانِ

زیادہ زمین کی جانب دیکھا کرتے تھے۔ آپؐ کی بڑی بڑی آنکھیں اور لمبی لمبی پلکیں تھیں۔ مبارک آنکھوں کی سفیدی میں کسی قدر سرخ ڈورے پائے جاتے تھے اور سیاہ حصہ بہت سیاہ تھا، آپؐ رات کو سرمہ لگاتے تھے۔ فخرِ عالم ﷺ کی پیشانی نہایت کشادہ تھی۔ بھنویں پتلی اور آپس ملی ہوئی نہ تھیں۔ دو بھنوؤں کے درمیان ایک خون کی نالی نظر آتی تھی جو غصہ کے عالم میں اور بھی اُبھر آتی تھی۔ ناک مبارک نہایت خوبصورت، درمیان سے تھوڑا سا اُبھرا ہوا تھا۔ سرِ مبارک قدرے بڑا۔ آپؐ کا مبارک منہ چھوٹا نہیں تھا۔ دندان مبارک سفید تھے اور سامنے کے دانت ملے ہوئے نہ تھے۔ بات کرتے ہوئے یوں لگتا گویا دانتوں کے درمیان سے نور جھلک رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو آپؐ سے بڑھ کر فصیح اور شیریں گفتگو کرنے والا ہو۔ آپؐ کے منہ سے نکلے الفاظ بخوبی سمجھ آجاتے، دل کو موہ لیتے روح کو جذب کر لیتے تھے۔ جب آپؐ بات کرتے تو گویا کلمات جیسے موتیوں کی مانند پرو لئے گئے ہوں۔ اگر کوئی کلمات گننا چاہتا تو اُس کے لئے گننا ممکن ہوتا۔ بعضا کوئی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے تین دفعہ دہراتے۔ جنت میں کی جانے والی باتیں محمد ﷺ کی طرز پر کی جائیں گی۔ آپؐ کی آواز وہاں تک جا پہنچتی جہاں کسی کی آواز نہ پہنچ پاتی۔

فخرِ عالم ﷺ کی مبارک انگلیاں موٹی، بازو بھرے ہوئے تھے۔ ہتھیلی مبارک چوڑی تھی۔ سارا وجود مُشک سے بڑھ کر خوشبو دار تھا۔ بدن مبارک نرم ہونے کے ساتھ ساتھ قوی بھی تھا۔ حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں: '' میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی، آپؐ کے ہاتھ مبارک ریشم کی مانند نرم تھے۔ آپؐ کی بدن سے مُشک اور پھولوں سے زیادہ اچھی خوشبو آتی تھی۔ آپؐ کے مبارک بازو، پاؤں اور انگلیاں لمبی تھیں۔ پاؤں مبارک کی انگلیاں نسبتاً موٹی تھیں، تلوے زیادہ اونچے نہ تھے اور نہایت نرم تھے۔ آپؐ کا پیٹ مبارک کشادہ تھا اور سینے کی سیدھ میں تھا۔ کندھے کی ہڈیاں بڑی ہونے کی وجہ سے سینۂ مبارک چوڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا قلبِ شریف، نظرگاہِ الٰہی تھا۔

رسول اللہ ﷺ بہت طویل قامت نہ تھے اور نہ ہی چھوٹے قد کے تھے۔ کوئی طویل قامت آپؐ کے پاس آجاتا تو آپؐ کا قد اُس سے اونچا ہی نظر آتا۔ نشست کے دوران آپؐ کے کندھے مبارک سب لوگوں سے زیادہ اونچے دکھائی دیتے تھے۔

آپؐ کی داڑھی اور سرِ مبارک کے بال نہ بہت گھنگر یالے نہ ہی بہت سیدھے تھے، بناوٹ میں بل دار تھے۔ آپؐ کے بال لمبے تھے، پہلے آپؐ زلفیں بڑھاتے تھے پھر درمیان میں چیر نکالنے لگے۔ آپؐ بعضا بال بڑھا لیتے اور بعضا کٹوا دیتے، چھوٹے کروا دیتے۔ بالوں اور داڑھی کو کبھی نہیں رنگتے تھے۔ وفات کے وقت داڑھی اور سر کے بالوں میں سفید بال بیس سے بھی کم تھے۔ مونچھیں کٹواتے تھے۔ آپؐ کی مونچھوں کی لمبائی اور شکل مبارک بھنوؤں جیسی تھی۔ آپؐ کا خصوصی حجام موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسواک اور کنگھی ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے۔ ہمیشہ آئینہ میں دیکھتے ہوئے اپنے بالوں اور داڑھی میں کنگھی کرتے۔ فخرِ کائنات سامنے دیکھتے ہوئے، تیز تیز چلتے تھے اور آپؐ کی دلکش خوشبو اِس کی خبر دیتی کہ اس جگہ سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ عرب تھے۔ یعنی سرخی مائل سفید فام، نہایت خوبصورت، نورانی اور دلکش تھے۔ جو کوئی رسول اللہ ﷺ کو سیاہ فام کہے گا، وہ کافر ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ کی کنیت ''ابوالقاسم'' تھی، آپ کو یہ کنیت حضرت خدیجہؓ سے پیدا ہونے والے اُس بیٹے قاسم کی وجہ سے دی گئی جو کم سنی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ علاوہ ازیں پیغمبری سے پہلے بھی سچائی، اعتماد، امانت داری اور اعتبار جیسی کئی ایک خصوصیات کی بنا پر آپ کو قبیلۂ قریش میں الامین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک نام وہ ہے جو قرآنِ کریم کے دِل کی حیثیت رکھنے والی سورۃ کا ہے یعنی ''یٰسٓ''۔ سیّد عبدالحکیم آرواسیؒ جیسے راسخ عالم کے بیان کے مطابق: ''یٰسٓ''، ''اے میرے دریائے محبت میں غوطہ زن میرے حبیب'' مراد ہے''۔

رسول اللہ ﷺ کی مدح میں لکھے گئے چیدہ چیدہ اشعار اور مدیحات ایک طرف، آپؐ کی شان میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ انہیں لکھنے والے لوگ اپنی اُس تمامتر شہرت اور فن کو؛ جسے دنیا صدیوں سے مانتی آئی ہے، استعمال کرنے باوجود رسول اللہ ﷺ کی مدح بیان کرنے سے قاصر رہ جانے کا اعتراف کرتے ہیں۔ آپؐ کی زیارت کرنے والے عشاق نے اپنی زبان بقدرِ استطاعت کرتے ہوئے اُس جمال کو بیان کرنے کی کوشش کی، لیکن کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اُس جمال کو بیان کر دینا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔

حلیۂ سعادت

حبیبِ اکرم ﷺ کی شکل و صورت کا بیان کرنا حلیۂ سعادت کہلاتا ہے۔

علمائے اسلامؒ نے محمد ﷺ کے تمام اعضا جو دیکھے جاتے تھے، اُن کی شکل، اُن کی صفات، اُن کی اچھی عادات اور اُن کی حیاتِ طیبہ کی تمامتر باریکیاں اور وضاحتیں اسناد و اثبات کے ساتھ بیان فرما دی ہیں۔ ان معلومات کا منبع؛ بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں پائے گئے بیانات اور وہ خبریں ہیں جو اصحاب کرامؓ کی جانب سے ہم تک پہنچی ہیں۔ ان پر مبنی عصرات کو سیرت کی کتابیں کہا جاتا ہے۔ سیرت مبارکہ پر لکھی گئی ہزاروں کتب میں سے چند مشہور کتابیں جن میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کیا گیا ہے اُن میں: امام ترمذیؒ کی ''الشمائلُ الرّسول''، قاضی عیاضؒ کی تصنیف ''شفاءِ شریف''، امام بیہقیؒ اور ابو نُعیم اصفہانیؒ کی ''دلائلُ النبوّۃ'' نام کی کتب قابل تذکرہ ہیں، ان کے علاوہ امام قسطلانیؒ کی تصنیف ''مواہب الدّنیہ'' بھی قابلِ قدر عصر ہے۔

احادیث شریفہ اور اصحابِ کرامؓ سے ہم تک پہنچی اخبار کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک یوں بیان کیا جاتا ہے:

فخرِ کائنات ﷺ کا چہرہ مبارک، تمام اعضاءِ شریفہ اور آوازِ مبارک، سب انسانوں کے چہروں، اعضاء اور آوازوں سے خوبصورت تھے۔ آپؐ کا چہرہ مبارک نسبتاً گول تھا اور خوشی کے موقع پر چاند کی مانند چمک اٹھتا تھا (۳۸۱)۔ خوشی کا اظہار آپؐ کی پیشانی مبارک سے ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ رات میں بھی ویسے ہی دیکھتے تھے جیسے دِن میں، جیسے آپؐ اپنے سامنے والوں کو دیکھتے تھے ویسے ہی اپنے پیچھے والوں کو بھی دیکھتے تھے۔ دائیں بائیں یا پیچھے دیکھنا مقصود ہوتا تو آپؐ پورے بدن کے ساتھ مڑ کر دیکھتے تھے۔ آسمان سے

(۳۸۱) احمد بن حنبل، المسند، ۴۵۹،III؛ حاکم، المستدرک، ۶۰۵،II؛ بغوی، الانوار، ۲۴۲،I

حلیۂ سعادت

اسمائے مبارک اور کنیاتِ مبارکہ

رسول اللہ ﷺ کے لئے سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا نام ''محمدؐ'' ہے۔ اِس سے مراد بہت تعریف کیا گیا، بہت پسند کیا گیا ہے۔ یہ نام مبارک قرآنِ پاک میں سورۃ آلِ عمران، سورۃ احزاب، سورۃ فتح اور سورۃ محمدؐ میں بالترتیب ۱۴۴، ۴۰، ۲۹ اور ۲ ویں آیاتِ کریمہ میں چار دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ الصّف کی چھٹی آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے آپؐ کے متعلق اپنی اُمت کو ''احمدؐ'' نام لے کر خوشخبری دی تھی، جس سے مراد ''حق تعالیٰ کی بہت تعریف اور مدح کرنے والا'' ہے۔ قرآنِ کریم میں آپؐ ''محمدؐ'' اور ''احمدؐ'' کے علاوہ؛ محمود، رسول، نبی، شاہد، بشیر، نذیر، مبشر، مُنذر، داعی الی اللہ، سراج المُنیر، رؤف، رحیم، مصدق، مذکر، مدثر، عبداللہ، کریم، حق، منیر، نور، خاتم النّبین، رحمت، نعمت، ھادی، طٰہٰ، یٰسٓ۔۔۔ اسمأ سے بھی مذکور ہیں۔ ان کے علاوہ آپؐ کے اسمائے مبارکہ میں کئی ایک وہ ہیں جنہیں قرآن میں بیان کر دیا گیا اور کئی ایک ایسے ہیں جنہیں احادیثِ شریفہ میں یا سابقہ پیغمبروںؑ پر بھیجی گئی کتب مقدسہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

رسولِ پاک ﷺ کے اسمائے مبارکہ جو احادیث میں ذکر کئے ہیں اُن میں سے بعض یہ ہیں: ماحِ، عاقب، مقفّی، نبی الرّحمۃ، نبی التوبہ، نبی ملاحم، قتّال، متوکل، فاتح، خاتم، مصطفیٰ، اُمّی، قثم (جس میں ہر طرح کی خیر جمع ہو جائے)۔

ایک حدیث شریفہ میں آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا: ''پانچ نام میرے لئے مخصوص ہیں؛ میں محمدؐ ہوں، میں احمدؐ ہوں، میں ماحِیؐ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کا خاتمہ کر دے گا۔ میں حاشرؐ ہوں کہ روز قیامت خلقت کا حشر میرے چھوڑے راستے کے مطابق کیا جائے گا۔ میں عاقبؐ ہوں کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا (۳۸۰)۔''

(۳۸۰) بیہقی، شعب الایمان، ۱۱۱، ۴۳۶؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۲۳۰؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۱، ۴۰۳

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِكْ وَارْحَمْ علىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ هُوَ سَيِّدُ الْعَرَبِ وَ الْعَجَمِ وَ إِمَامِ مَكَّةِ الْمُكَرَّمَةِ وَ الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ وَالْحَرَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم ۔وَ تَرْجُمَانِ لِسَانِ السَّلَفِ وَالْكَرَمِ۔ وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَم۔ اَصْلُهٗ نُوْرٌ وَنَسْلُهٗ آدَم ۔ بَعْثُهٗ مُؤَخَّرٌ وَ خَلْقُهٗ مُقَدَّمٌ ۔

إِسْمُهُ الشَّرِيْفُ مَكْتُوْبٌ عَلَى اللَّوحِ الْمَحْفُوْظِ بِيَاقُوْتِ الْجَوْهَرِ وَ الْقَلَمِ۔ وَ جِسْمُهُ الشَّرِيْفُ مَدْفُوْنٌ فِى الْمَدِيْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ وَ الْحَرَم ۔فَطُوبىٰ ثُمَّ طُوبىٰ لِمَنْ رَآهُ وَ تَابَعَهُ وَلِمَنْ اَسْلَمْ۔ مَنْبَعُ الشَّفَاعَةِ يَوْمَ الْحَشْرِ وَالنَّدَمِ۔ وَ مَنْبَعُ الشَّفَاعَةِ لِلْعَاصِيْنَ قَآئِلاً يَا رَبِّ سَلِّم۔ يَوْمَ يَالَيْتَ إِكْتَحَلْنَا تُرَابَ تُرَابَ تَحْتِ الْقَدَمِ۔ يَوْمَ يَقُوْلُ اُمَّتِى وَاهْ اُمَّتَاهْ يَا ذَى اللُّطْفِ وَالْكَرَمِ۔ فَيُنَادِى مِنْ قِبَلِ الرَّحْمَانِ الْاَرْحَمِ۔ قُبِلَتْ شَفَاعَتُكَ يَا نَبِىَّ الْمُحْتَرَمِ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَا حَزَنٌ وَلَا اَلَمٌ۔ ثُمَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْ اَبِى بَكْرٍ وَعَنْ عُمَرَ وَ عَنْ عُثْمَانَ وَعَنْ عَلِيٍّ ذَوِى الْكِرَامِ۔ ثُمَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْ خَادِمِ الشَّرِيْعَتِهِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ وَعَلَى مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ وَعَلَى اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ۔ مِنْ اَهْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِيْنَ۔ وَارْحَمْنَا وَاحْشُرْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

نشست اُس کی ، دوزانو ، یک زانو یا پاؤں جوڑ
ادب سے بھرپور اور پنہاں بھی تھا وہ منبعِ کرم

کھا کر تین اُنگلیوں سے ، چاٹتا اُنہیں لذت سے
بیٹھ کر تین سانس میں پانی بھی پیتا تھا وہ منبعِ کرم

پسند تھا اُسے شہد و حلوہ ، کدو ، سرکہ اور سالن بھی
پر جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر نہ کھاتا تھا وہ منبعِ کرم

گاہے بگاہے بھوک سے ، پیٹ پہ اپنے پتھر باندھا
دِل کو گوارا نہیں پر ، کھالِ لرزاں تھا وہ منبعِ کرم

سعادت خانہ میں بعضاً مہینوں جلتی نہ تھی آگ بھی
تمر و رُمان قناعت کے ساتھ کھاتا تھا وہ منبعِ کرم

ہیں۔ ہر حرف پر دس ثواب ہیں۔ نہ لکھنے سے مراد یہ ہے کہ تم چالیس ثوابوں سے محروم رہ جاؤ گے۔'' ایک اور شخص کی بھی یہی عادت تھی۔ اُسے بھی رسول اللہ ﷺ نے خواب میں آ کر فرمایا، ''تمہیں کیا ہوگیا ہے، کیوں مجھ پر صلوٰۃ لکھتے ہوئے پوری نہیں لکھتے؟''

حضرت ابو بکرؓ صدیق فرماتے ہیں: ''جو شخص بھول جانے سے ڈرتا ہو، اُسے چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام پڑھے۔''

اکابر صالحینؒ میں سے محمد بن سعید بن متعارفؒ بیان فرماتے ہیں: میں ہر رات سونے سے پہلے معیّن تعداد میں صلوٰۃ وسلام پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ کمرے کے اندر تشریف لے آئے۔ میرا کمرہ نور سے بھر گیا۔ پھر آپؐ نے میری جانب بڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''لا، میں اُس منہ کو چوم لوں جو مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ پڑھتا ہے۔'' میں نے جھجک سے بجائے منہ کے اپنا رخسار آپؐ کی جانب بڑھا دیا۔ آپؐ نے مجھے اپنے مبارک ہونٹوں سے چوم لیا۔ میں گھبرا کر نیند سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنا کمرہ خوشبو سے معطر پایا۔ آٹھ دن تک میرے رخسار سے وہ خوشبو آتی رہی۔

سلف الصالحین سے حضرت خلاد بن کثیرؒ وفات پا گئے۔ آپؒ کے سر کے نیچے سے ایک کاغذ ملا، اِس پر: ''یہ خلاد بن کثیرؒ کی جہنم سے نجات کا فرمان ہے'' لکھا تھا۔ آپؒ کے اقربا سے پوچھا گیا کہ آپؒ کیا عمل فرماتے تھے؟ بتایا گیا کہ ہر جمعہ کو آپؒ صلوات پڑھتے تھے۔

شیخ عینیؒ کی کتاب زین المجالس میں مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، ''روزِ قیامت کوئی اور سایہ نہ ملنے کی وجہ سے تین قسم کے لوگ سایۂ عرش تلے جمع ہونگے۔'' آپؐ سے دریافت فرمایا گیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہونگے؟ آپؐ نے جواب دیا، ''وہ لوگ؛ میری اُمت کو مشکل سے نکالنے والے، میری سنت کو احیاٗ کرنے والے اور مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ پڑھنے والے ہونگے۔''

شیخ ابو موسیٰ ضریریؒ بیان فرماتے ہیں: ہمیں سمندری طوفان نے آ لیا۔ ہر کوئی موت کے خوف سے رو رہا تھا۔ اس حالت میں مجھے نیند نے آ گھیرا۔ خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کشتی والوں سے کہہ وہ ایک ہزار دفعہ: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ صَلَاةً تُنْجِیْنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَهْوَالِ وَالْآفَاتِ وَتَقْضِیْ بِهَا جَمِیْعِ الْحَاجَات ۔ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَ تَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعلیَ الدَّرَجَاتِ وَ تَبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیَاةِ وَ بَعْدَ الْمَمَات ۔ اِنَّكَ عَلٰی کُلِّ شَیٍّ قَدِیْر''

پڑھیں۔ ابھی ہم نے تین سو بار ہی پڑھا تھا کہ طوفان تھم گیا، اور ہم نے نجات پائی۔ ہر اہم کام اور ہر بلا میں، آفات و زلزلہ کے دوران یہ درود پاک پڑھنا چاہیئے، اس کی نصیحت کی جاتی رہی ہے۔ صلوٰۃ وسلام کیسا ہونا چاہیئے، اِس سے متعلق معتبر کتب میں چالیس

سے زیادہ احادیث موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِك عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ۔

دعا پردے کے پیچھے اٹکی رہ جاتی ہے۔ اوّل دعا حمد وصلوٰۃ پڑھی جائے تو دعا قبول ہو جاتی ہے۔
رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی آل پر صلوٰۃ نہ پڑھی جائے تو دعا اور آسمان کے درمیان ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ صلوٰۃ پڑھنے سے یہ پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا آسمان کی جانب بلند ہو جاتی ہے۔ نہ پڑھنے پر یہ دعا لوٹ آتی ہے۔
جب کسی مجلس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کیا جائے اور اُس کے رسول ﷺ پر صلوٰۃ نہ بھیجی جائے، اللہ تعالیٰ وہاں موجود لوگوں کے سر پر ایک کوڑا مسلّط فرما دیتا ہے، پھر وہ چاہے عذاب فرما دے یا معاف فرما دے۔

جب کسی کا کان بجنے لگے تو مجھ پر صلوٰۃ پڑھے۔

جب کوئی شخص کسی کام کی نیت کرے تو اِس کے متعلق مشورہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اِس کام میں فراست احسان فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص کوئی بات کر کے بھول جائے تو اُسے چاہئے کہ مجھ پر صلوٰۃ پڑھے۔ اُمید ہے کہ وہ بات اُسے یاد آ جائے گی (۳۷۸)۔

خیر کا کام اگر اللہ کا نام اور مجھ پر صلوٰۃ پڑھے بغیر شروع کیا جائے تو وہ کام نامکمل رہتا ہے اور ساری برکت اُٹھ جاتی ہے (۳۷۹)۔

اکابرین علمائے اسلام میں سے ابوحفص کاغذیؒ کی وفات کے بعد، کسی نے آپؒ کو خواب میں دیکھا پھر دریافت کیا، ''اللہ تعالیٰ نے آپؒ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' آپؒ نے جواب دیا، ''مجھ پر اپنی رحمت فرمائی اور مغفرت فرما کر جنت میں جگہ نصیب فرمائی۔'' اُس نے پھر استفسار کیا، ''اِس کا سبب کیا ہے؟'' آپؒ نے جواب دیا، ''مجھے ملائکہ کے درمیان کھڑا کر دیا گیا، میرے گناہوں اور اُن صلوات کا حساب کیا گیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ پر بھیجی تھیں۔ میری پڑھی گئی صلوات زیادہ نکلیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا، ''اے فرشتو! بس اب تمہارا کام ختم ہے۔ اب اور کوئی حساب مت پوچھو۔ اِسے جنت لے جاؤ۔''

سلف الصالحین میں سے ایک بزرگ یوں بیان فرماتے ہیں: ہمارا ایک ساتھی جو ہمارے ساتھ حدیث پڑھتا تھا وفات پا گیا۔ میں نے خواب میں اُسے سبز جبہ پہنے دیکھا۔ میں نے اِس کا سبب دریافت کیا۔ اُس نے جواب دیا، ''ہر حدیث میں جب بھی میں رسول اللہ ﷺ کا نام لکھتا، اِس کے ساتھ ﷺ ضرور لکھتا۔ حق تعالیٰ نے اِس کے اجر میں مجھے یہ نصیب فرمایا۔''

سلف الصالحین میں سے ایک اور بزرگ یوں بیان فرماتے ہیں: میرا ایک ہمسایہ جو کاتب تھا، وفات پا گیا۔ میں نے اُسے خواب میں دیکھا۔ میں نے دریافت کیا، ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟'' ''مجھے بخش دیا'' اُس نے جواب دیا۔ میں نے پوچھا، ''کس سبب سے؟'' ''میں جب بھی رسول اللہ کا نام مبارک لکھتا، ساتھ میں ضرور ﷺ لکھا کرتا تھا'' اُس نے جواب دیا۔

ابوسلیمان الدارانیؒ بتاتے ہیں: میں جب بھی حدیث لکھتا تو اسمِ شریف کے ساتھ ''صَلَّی اللّٰہُ'' تو لکھتا مگر ''عَلَیْہِ وَسَلَّم'' نہیں لکھتا تھا۔ خواب میں مجھے آپؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے مجھے ارشاد فرمایا: **''اے ابا سلیمان! حدیث میں جب بھی میرا نام لکھو تو صلوٰۃ کے ساتھ ''وَسَلَّم'' بھی لکھو۔ یہ چار حرف**

(۳۷۸) ترمذی، ''فتن''، ۷۸: سیوطی، جامع الاحادیث، III، ۴۵۷
(۳۷۹) احمد بن حنبل، المسند، II، ۳۵۹: عبدالرزاق، المصنف، XI، ۱۶۳

اپنا رُخ مبارک پھیر لیا۔

میں نے آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کیوں مجھ سے چہرہ پھیر رہے ہیں؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''کیونکہ تم نے اپنی کتاب میں میرا نام لکھتے ہوئے، مجھے صلوٰۃ نہیں بھیجی!'' میں تب سے اسمِ شریف صلوٰۃ وسلام کے ساتھ لکھتا ہوں۔''

احادیث میں آتا ہے: ''جو مجھ پر ایک بار صلوٰۃ وسلام بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار صلوٰۃ (رحمت) بھیجے گا، اُس کے گناہ معاف فرمادے گا اور اُس کے درجات دس گنا بڑھادے گا۔''

''روزِ قیامت میرے سب سے قریب اور میری شفاعت کے لائق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجے گا۔''

حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا: ''اے موسیٰؑ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری زبان اپنے الفاظ سے، تمہارا دل اپنی سوچ سے، تمہارا بدن اپنی روح سے، تمہاری آنکھ اپنے نور سے بھی بڑھ کر میرے قریب ہو جائے؟'' حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا، ''ہاں، یا ربیؒ!'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''تب، محمد ﷺ پر بے انتہا صلوٰۃ پڑھا کرو۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا، ''اے موسیٰؑ، کیا تم چاہتے ہو کہ روزِ قیامت تم پیاس سے بچے رہو؟'' ''ہاں، یا ربیؒ!'' حضرت موسیٰؑ کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''تب، محمد ﷺ پر بے انتہا صلوٰۃ پڑھا کرو (۳۷۵)۔''

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''روزِ قیامت ہر مقام پر، میرے سب سے قریب وہ شخص ہوگا جو تم میں سب سے زیادہ مجھ پر صلوٰۃ پڑھنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی سو ضروریات پوری کرتا ہے جو جمعہ کے دن اور رات مجھ پر ایک سو بار صلوٰۃ پڑھے۔ اِن میں سے ستر آخرت، جبکہ تیس دنیا سے متعلقہ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایک فرشتے کے ذریعے یہ صلوات میری قبر پر بھیجے گا۔ یہ تمہیں بھیجے جانے والے ہدیات کی طرح ہونگے۔ وہ فرشتہ مجھے صلوات بھیجنے والے کا نام، والد کا نام اور قبیلے کی خبر دے گا۔ پھر میرے پاس پڑے ایک سفید صفحے پر اُسے لکھ دے گا۔ وفات کے بعد میرا یہ سب جان لینا ایسے ہی ہے جیسے میں اپنی زندگی میں جان لیتا ہوں (۳۷۶)۔

جمعرات کے دن، اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں چاندی کی کھاتے اور سونے کے قلم ہونگے۔ وہ اُس میں اُن لوگوں کے نام اندراج کریں گے جو جمعرات اور جمعہ کے روز اپنے پیغمبرؐ پر صلوات بھیجیں گے۔

اگر دو مسلمان ملاقات کے دوران مصافحہ کریں اور اپنے پیغمبرؐ پر صلوٰۃ وسلام پڑھیں تو اُن دونوں کے علیحدہ ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اُن کے اگلے پچھلے سب گناہوں کی مغفرت فرمادیتا ہے۔

جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو اپنے پیغمبرؐ کو سلام کہے اور پھر کہے کہ یا ربیؒ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھ! (۳۷۷)

ایک روایت کے مطابق: ''نکلتے ہوئے، اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ'' پڑھے۔

جب اوّل دعا ثنائے (حمد) باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے تو یہ

---

(۳۷۵) ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، VI، ۳۳۰

(۳۷۶) بیہقی، شعب الایمان، III، ۱۱۱؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LIV، ۳۰۱

(۳۷۷) ابن ابی شیبہ، المصنف، I، ۳۷۳؛ VII، ۱۲۳؛ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، VIII، ۱۳۹

علمائے تفسیر کے مطابق اِس آیتِ کریمہ میں مذکور لفظِ صلوٰۃ سے مراد؛ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رحمت ، ملائکہ کی جانب سے استغفار اور مومنین کی جانب کی جانے والی دعا ہے۔ جملہ علمائے اسلام اِس بات پر متفق ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک سنا جائے ، لکھا جائے یا کہا جائے تو پہلی بار صلوٰۃ شریفہ کہنا اور لکھنا واجب جبکہ مکرر دفعہ اسے مستحب کا درجہ حاصل ہوگا۔

جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرے تو اُسے چاہیے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے ، پھر رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے۔ ایسی دعا قبولیت کے لائق ہے۔ دو صلوٰۃ کے ساتھ (دعا کی ابتدا اور اختتام میں) کی جانے والی دعا واپس لوٹائی نہیں جاتی۔

حضرت ابوطلحہؓ فرماتے ہیں : ''میں رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچا۔ اُس دن آپؐ بہت خوش وخرم تھے ، اس سے پہلے آپؐ کبھی ایسے خوش نظر نہ آئے تھے۔ میں نے اِس کا سبب دریافت کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ،'' کیسے خوش نہ ہوں ؟ کچھ ہی دیر پہلے جبرائیلؑ نے مجھے مژدہ سنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ،'' میری اُمت سے جب کوئی شخص تم پر ایک صلوٰۃ پڑھے گا ، اللہ تعالیٰ اِس کے بدلے اُس پر دس صلوٰۃ بھیجے گا (۳۷۳)۔''

اِس موضوع پر موجود احادیث میں چند درج ذیل ہیں :

''اُس کا ناک زمین پر گھسے (وہ ذلیل ورُسوا ہو) جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھے صلوٰۃ وسلام نہ بھیجے۔ اُس کا ناک زمین پر گھسے (وہ ذلیل ورُسوا ہو) جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنے گناہ نہ بخشوائے۔ اُس کا ناک زمین پر گھسے (وہ ذلیل ورُسوا ہو) جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا اور اُن کی رضا حاصل نہ کی اور جنت میں داخل نہ ہو پایا۔''

حضرت ابوحُمید الساعدیؓ فرماتے ہیں ؛'' بعض اصحاب کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا ،'' یا رسول اللہ ﷺ ! ہم آپؐ پر کیسے صلوٰۃ وسلام بھیجیں ؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ،'' یوں پڑھو :اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ '' (۳۷۴)

بعض صلواتِ شریفات یوں ہیں :

''عَلَيْهِ السَّلَامُ''، ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ''، ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ''، ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ . . .''، ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ''، ''عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّه''، ''عَلَيْهِ وَ عَلٰى جَمِيْعِ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَ مِنَ التَّحِيَّاتِ اَتَمُّهَا وَ اَكْمَلُهَا''۔

ایک شخص نے یوں بیان کیا : میرے ایک دوست نے اپنے خط میں جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک گزرا ، اُس کے ساتھ ''صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا'' لکھا تھا۔ جب میں نے دیکھا تو اس کی وجہ دریافت کی۔ اُس نے بتایا ،'' میں نے اپنی جوانی میں کتبِ احادیث لکھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک لکھتے ہوئے ساتھ میں صلوٰۃ وسلام نہ لکھا۔ مجھے خواب میں آقائے دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ کو دیکھ کر میں قریب پہنچا۔ آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک پھیر لیا ، میں دوسری جانب آیا تو آپؐ نے پھر

(۳۷۳) احمد بن حنبل ، المسند ، III ، ۱۰۲؛ ابن ابی شیبہ ، المصنف ، II ، ۳۹۹

(۳۷۴) شمس الدین شامی ، سبل الہدیٰ ، XII ، ۴۳۴

تمہارے پاس اور معافی مانگتے اللہ سے اور مغفرت کی درخواست کرتے اُن کے لئے رسول بھی تو یقیناً پاتے وہ اللہ کو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا'' ارشاد فرمادیا گیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اُن لوگوں کی توبہ کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بناتے ہیں۔'' اِس پر منصور اپنی جگہ سے اُٹھا، حجرۂ سعادت کے سامنے کھڑا ہوکر: ''یا ربّی! اس آیتِ کریمہ میں تُو نے اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بناتے ہیں۔ میں بھی تیرے عظیم پیغمبرؐ کے حضور میں آکر تجھ سے معافی طلب کرتا ہوں۔ آپؐ کی زندگی میں آکر معافی طلب کرنے والوں کو جیسے تُو نے معاف فرمایا ویسے ہی مجھے بھی معاف فرما! یا ربّی! میں تیرے پیغمبرؐ نبی الرّحمۃ کو وسیلہ بنا کر تجھ سے التجا کرتا ہوں۔ اے سید الانبیاء محمد ﷺ! میں نے آپؐ کے توسّل سے اپنے ربّ سے فریاد کی ہے۔ یا ربّی! اس عظیم پیغمبر کو میرا شافع بنا!'' گڑگڑا کر فریاد کرنے لگا۔ اُس کی پشت قبلہ کی جانب، چہرہ مواجہہ سعادت کی کھڑکی کے سامنے تھا، پاؤں پر کھڑا ہوکر دعا کر رہا تھا۔ منبر نبویؐ اُس کے بائیں جانب تھا۔

حضرت امام مالکؒ کی منصور کو کی گئی نصیحت کے مطابق حجرۂ سعادت کے سامنے کھڑا ہوکر دعا کرنے والوں کے لئے از حد احتیاط کرنا ضروری ہے۔ اُس مقام کے مطابق ادب و احترام کا لحاظ نہ رکھنے والوں کا مدینۂ منورہ میں زیادہ قیام کرنا بہتر نہیں۔

اناطولیہ کا ایک دیہاتی مدتوں مدینہ منورہ میں مقیم رہا، وہاں شادی کرلی اور حجرۂ سعادت کی بعض خدمات سرانجام دیتا رہا۔ ایک دن بیمار ہوگیا اور بخار تیز ہوگیا، اُس کا دل چاہا کہ لسّی پی جائے۔ ''اگر اپنا گاؤں ہوتا تو دہی سے لسّی بناتا اور پیتا'' یہ سوچ اُس کے دل سے گزری۔ اُس رات رسول اللہ ﷺ شیخ الحرمین کی خواب میں دکھائی دیئے، اور اُس شخص کی خدمت کسی اور کو دینے کا حکم دیا۔ شیخ الحرمین نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ خدمت تمہاری اُمت کا فلاں فلاں شخص کرتا ہے۔'' اس پر ارشاد ہوا، ''اُس شخص کو کہو! اپنے گاؤں جاکر لسّی پیئے!'' اگلے روز یہ حکم اُس کو سنا دیا گیا، دیہاتی نے سر تسلیم خم کیا اور اپنے گاؤں لوٹ آیا۔

صرف دل سے گزری ایک سوچ اگر اس قدر نقصان دہ ہوسکتی ہے تو اللہ حفاظت فرمائے کوئی ناموزوں بات یا خلاف ادب کوئی حرکت کتنے بڑے خسارے کا پیش خیمہ ہوسکتے ہیں، اس واقعہ سے سمجھ لینا چاہیئے۔

صلوٰۃِ شریفہ پڑھنے کی اہمیت اور فضیلت

ہمارے اہم ترین وظائف میں سے ایک؛ رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک کہہ کر، سُن کر یا لکھ کر حرمت اور محبت کے ساتھ آپؐ پر صلوٰۃ شریفہ (درود شریف) پڑھنا ہے۔ قرآن کریم، سورۃ احزاب کی ۵۶ ویں آیت میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''بلا شبہ اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبیؐ پر (آپؐ کی شان وشرف میں اضافہ کرتے ہیں) اے لوگو جو ایمان لائے ہو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام بھیجا کرو۔

میں لوٹ آیا۔

اگلے روز ایک شخص آیا اور کہنے لگا، ''فلاں شخص نے یہ اشرفیاں تمہارے لئے بھیجی ہیں۔'' میں نے تھیلی لے لی۔ میرے حالات بہتر ہو گئے لیکن بیماری سے نجات نہ ملی۔ سہارا لے کر حجرۂ سعادت کے سامنے کھڑے ہو رسول اللہ ﷺ سے شفا طلب کی۔ مسجد سے نکل کر میں بغیر کسی کا سہارا لئے اپنے گھر تک چلا۔ گھر داخل ہونے تک بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ صرف اس مقصد سے کہ نظر نہ لگ جائے چند دن گلی میں چھڑی کا سہارا لے کر چلتا رہا۔ لیکن سارا پیسہ ختم ہو چکا تھا۔ میں نے بال بچوں کو اندھیرے میں چھوڑا اور مسجدِ نبوی آ گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد میں نے اپنی پریشانی رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دی۔ راستے میں ایک انجانے شخص نے قریب آ کر مجھے ایک تھیلی تھما دی۔ اس میں انچاس اشرفیاں تھیں، ہر اشرفی کی قیمت نو قروش تھی۔ میں، موم بتیاں اور دیگر ضروری اشیاء لے کر گھر لوٹ آیا۔

شقائق نعمانیہ کتاب کے ترجمے کی دوسری جلد میں بیان کیا گیا ہے کہ دولتِ عثمانیہ کے پہلے شیخ الاسلام، مجدد زمان اور عظیم عالمِ اسلام مولانا شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ کی آنکھوں پر موتیا اتر آیا۔ بینائی جاتی رہی۔ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے خواب میں حکم دیا، ''سورۃ طٰہٰ کی تفسیر کرو!'' مُلاَّ فناریؒ نے عرض کیا، ''آپؐ کی خدمتِ اقدس میں قرآن کریم کی تفسیر بیان کی ہمت تو کیا، آنکھوں میں دیکھنے کے لئے بینائی تک نہیں رہی۔'' پیغمبروں کے طبیب رسول اللہ ﷺ نے اپنے خرقۂ مبارک سے سُوت کے دھاگے نکالے اور اپنے لعاب سے گیلا کرنے کے بعد انہیں مُلاَّ فناریؒ کی آنکھوں پر رکھ دیا۔ مُلاَّ فناری کی آنکھ کھلی تو سُوت کے وہ دھاگے اپنی آنکھوں پر پائے، انہیں اٹھایا تو آپؒ کی بینائی واپس آ چکی تھی۔ آپؒ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ سُوت کے یہ دھاگے آپؒ نے سنبھال کر رکھے اور وصیت فرمائی کی مرنے کے بعد یہ دھاگے آپؒ کی آنکھوں پر رکھ کر دفن کیا جائے۔ آپؒ کا انتقال ۸۳۴ھ (۱۴۳۱ء) بروصہ شہر میں ہوا اور آپؒ کی وصیت پوری کی گئی۔

عباسی خلفاءٗ میں سے ابوجعفر منصور، مسجدِ نبوی میں حضرت امام مالکؒ سے باتیں کر رہا تھا۔ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا، ''اے منصور! یہ مسجدِ سعادت ہے! آواز دھیمی رکھو! حق تعالیٰ نے سورۃ حجرات میں؛ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ بلند کرو اپنی آواز اُوپر نبیؐ کی آواز کے!'' ارشاد فرما کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو سرزنش کی تھی۔ پھر آیتِ کریمہ میں ہی اُن مسلمانوں کی تعریف فرمائی جو دھیمی آواز میں بات کرتے ہیں: ''وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آواز رسول اللہ ﷺ کے حضور۔''

پھر آپؒ نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ویسے ہی ادب و احترام کرنا ضروری ہے جیسا کہ آپؐ کی حیات میں۔'' منصور نے گردن جھکاتے ہوئے کہا، ''یا ابا عبداللہ! قبلہ رُخ ہو کر کھڑا ہونا چاہیئے یا بجانبِ قبرِ سعادت؟'' حضرت امام مالکؒ نے جواب دیا، ''رسول اللہ ﷺ سے منہ مت پھیرو! روزِ قیامت شفاعت کرنے والے رسول اللہ ﷺ، تمہاری اور تمہارے والد آدمؑ کی نجات کا وسیلہ بنیں گے۔

قبرِ سعادت کی جانب رُخ کرتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی روحِ مبارکہ سے لپٹ کر شفاعت طلب کرو! سورۃ نساء کی ۶۴ ویں آیت میں؛ ''اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر تو آ جاتے

ساتھیوں کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ ہم اُن کی طرف چلنے لگے اور اُن کے قریب آ گئے۔

میری سواری کا جانور سب سے آخر میں قافلے کے پیچھے چل رہا تھا۔ وہ یکدم میرے پاس آن کھڑا ہوا۔ اپنی سواری کو پاس میں دیکھ کر خوشی سے میری چیخیں نکل پڑیں۔ میرے چلانے پر میرے ساتھ آئے بزرگ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے سوار کروادیا۔ اس کے بعد انہوں نے ؛ ''ہم سے کوئی شے یا مدد طلب کرنے والے کو ہم کبھی خالی نہیں لوٹاتے'' کہا اور واپس لوٹ گئے۔ تب میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی اور نہیں بذاتِ خود رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپؐ لوٹتے ہوئے رات کی تاریکی میں اپنا نور پھیلاتے اور آسمان کی جانب بڑھتے نظر آ رہے تھے۔ آپؐ نظر سے اوجھل ہو جانے کے بعد مجھے خیال آیا ،''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پاؤں کیوں نہ چومے'' اس خیال نے مجھے بیتاب کر دیا لیکن اب فرصت ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ حضرت ابوالخیر اقطعؒ ، مدینہ میں پانچ دن سے بھوکے تھے۔ آپ حجرۂ سعادت کے قریب پہنچے ، رسول اللہ ﷺ کو سلام پیش کیا۔ اپنی بھوک کے متعلق عرض پیش کی۔ پھر ایک گوشے میں جا کر سو گئے۔ آپؒ نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپؐ کی دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ صدیق ، بائیں جانب حضرت عمرؓ فاروق ، آگے حضرت علیؓ مرتضٰی موجود تھے۔ حضرت علیؓ نے آ کر کہا ،''یا اباالخیر! اُٹھ ،کیا لیٹے پڑے ہو؟ رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ آپؒ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے آ کر ایک بڑی سی روٹی عنایت فرمائی۔ ابوالخیرؒ فرماتے ہیں کہ بھوک کی شدت سے میں فوراً کھانا شروع کر دیا۔ جب آدھی روٹی ختم ہوگئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ بقیہ روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

حضرت احمد بن محمد صوفیؒ فرماتے ہیں : صحرائے حجاز میں میرا مال و ملک سب ختم ہوگیا۔ میں مدینے آ گیا۔ حجرۂ سعادت کے پاس آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا۔ پھر ایک طرف جا بیٹھا اور سو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زیارت نصیب فرمائی اور فرمایا ،''احمد کیا تم آ گئے ؟ اپنی **مٹھی کھولو!**'' میری مٹھی کو اشرفیوں سے بھر دیا۔ میں اُٹھا تو میرے ہاتھوں میں اشرفیاں بھری ہوئی تھیں۔

امام سمہودیؒ ، اپنے دروازے کی چابی گم کر بیٹھے۔ کہیں مل نہ رہی تھی۔ حجرۂ سعادت کے سامنے آ کر بولے ،''یا رسول اللہ ﷺ ! میں چابی گم کر بیٹھا ہوں ، اپنے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔'' ایک بچہ ہاتھ میں چابی پکڑے لے آیا اور کہنے لگا ،'' یہ مجھے ملی ہے ،کہیں آپ کی تو نہیں ؟''

قلیشلی مصطفٰی عشقیؒ اپنی تاریخ کی کتاب موارد مجیدیہ میں فرماتے ہیں :''میں مکہ میں ۲۰ سال تک مقیم رہا۔ ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۱ء) تک میں نے ساٹھ اشرفیاں جمع کیں اور بال بچوں کے ساتھ مدینہ آ گیا۔ سارے پیسے راستے ہی میں ختم ہو گئے۔ ایک جاننے والے کا مہمان بن کر ٹھہرا اور حجرۂ سعادت آ گیا۔ میں رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کی۔ تین دن بعد ، اُس گھر جہاں میں رکا ہوا تھا ایک شخص آیا۔ اُس نے بتایا کہ اُس نے میرے لئے ایک گھر کرایہ پر لیا ہے۔ میری سب اشیاء اُس گھر منتقل کروائیں۔ ایک سال کا کرایہ بھی ادا کر دیا۔ چند ماہ بعد میں بیمار پڑ گیا۔ گھر میں کھانے یا بیچنے کی کوئی شے نہ بچی تھی۔ میں نے اپنی زوجہ کی مدد سے چھت پر چڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک کی جانب دیکھتے ہوئے پریشان حالی بیان کرنا چاہی۔ لیکن جب میں نے ہاتھ اُٹھائے تو دنیاوی مال طلب کرنے سے جھجک گیا۔ کچھ بھی مانگ نہ پایا۔ میں اپنے کمرے

کتاب **مصباح الظلام** میں ہزاروں مسلمانوں کی وہ دعائیں مفصل بیان کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنا کر مانگی گئیں اور جنہیں قبولیت نصیب ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے توسّل سے مراد پانے والوں میں محمد بن منقدر بھی ہیں۔ یوں بیان کرتے ہیں: ''ایک شخص اسی اشرفیاں میرے والد کے پاس چھوڑ کر جہاد کے لئے گیا۔ اُس نے کہا تھا کہ انہیں سنبھال کر رکھنا! اور اگر کوئی نہایت محتاج ہو تو مدد کرنا! مدینہ میں قحط سالی پڑ گئی۔ میرے والد صاحب نے وہ اشرفیاں بھوک سے بے حال لوگوں میں تقسیم کر دیں۔ اشرفیوں کا مالک لوٹ آیا اور اپنی امانت طلب کی۔ میرے والد صاحب نے کہا، ''کل آنا۔'' پھر حجرۂ سعادت آ کر صبح تک رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرتے رہے۔ آدھی رات کے وقت ایک شخص نے آ کر؛ ''ہاتھ بڑھاؤ'' کہا۔ اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی دی اور پھر وہاں سے غائب ہوگیا۔ والد صاحب نے گھر آ کر اشرفیاں گنیں۔ پوری اسی اشرفیاں دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور فوراً اُن کے مالک کو دے دیں۔''

حضرت امام محمد موسیٰؒ اپنی کتاب میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

''۶۳۷ھ (۱۲۳۹ء) میں، میں اور کچھ چیدہ اشخاص صدر کے قلعہ سے نکلے۔ ہمارے ساتھ رہبری کرنے والا ایک شخص بھی موجود تھا۔ کچھ مدت کے بعد ہمارا پانی ختم ہوگیا۔ ہم نے پانی ڈھونڈنا شروع کیا۔ مجھے احتیاجِ حاجت ہوئی اور میں وہاں سے دور ہوگیا۔ اس دوران مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا۔ میں یہ سوچ کر زمین پر لیٹ گیا کہ جاتے ہوئے میرے ساتھی مجھے جگا لیں گے۔

آنکھیں کھلیں تو میں نے خود کو لق و دق صحرا میں تنہا پایا۔ میرے ساتھی مجھے وہاں بھول کر جا چکے تھے۔ اس اکیلے پن کی وجہ سے خوف نے مجھے آن گھیرا۔ صحرا میں دائیں بائیں چلنا شروع کر دیا۔ کہاں تھا، کس طرف جانا تھا، میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ ہر طرف ریت ہی ریت تھی۔ کچھ ہی دیر بعد اندھیرا چھانا شروع ہو گیا۔ جس قافلے کے ساتھ میں تھا اُس کا کوئی نام و نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ میں رات کی سیاہی میں بالکل تنہا تھا۔ میرے خوف میں اور بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ اس پریشانی نے میری رفتار اور بھی تیز کر دی تھی۔

کچھ دیر چلنے کے بعد مجھے پیاس لگی اور میں تھک کر زمین پر گر گیا۔ اب میں اپنی حیات سے نا اُمید ہو کر گویا اپنی موت کو قریب آتا محسوس کرنے لگا تھا۔ میں پیاس، تھکاوٹ، اضطراب اور الم کی آخری حد تک آن پہنچا تھا۔ یکدم میری عقل نے کام کیا۔ رات کے اس اندھیرے میں میری زبان سے: ''یارسول اللہ ﷺ! مدد کیجئے! اللہ تعالیٰ کی اجازت سے میں آپؐ سے مدد کا طلبگار رہوں!'' التجائی جملے نکلے۔

ابھی میرے الفاظ ختم ہی ہوئے تھے کہ ایک آواز سنائی دی جو مجھے بلا رہی تھی۔ میں نے اُس جانب دیکھا جدھر سے آواز آئی تھی: رات کے اندھیرے میں اپنے اطراف میں روشنی پھیلاتے، سفید کپڑوں میں ملبوس ایک ایسے بزرگ شخص کو دیکھا جنہیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، وہ مجھے اپنی جانب بلا رہے تھے۔ اُنہوں نے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ اُسی پل میری ساری تھکاوٹ اور پیاس غائب ہوگئی۔ مجھے جیسے نئی زندگی مل گئی ہو۔ میرے دِل میں اُن کے لئے یکدم محبت پیدا ہوگئی۔ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہم کچھ دیر چلتے رہے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں اپنی زندگی کے سب سے بہترین لمحات جی رہا ہوں۔ ریت کا ایک ٹیلہ پار کرنے کے بعد میں نے اُس قافلے کی روشنیاں دیکھیں جس کے ساتھ میں سفر کر رہا تھا، مجھے اپنے

عثمانؓ بن عفان کے دورِ خلافت میں ایک شخص بڑی مشکل میں تھا، لیکن خلیفہؓ کے سامنے جاتے ہوئے جھجکتا تھا اس لئے اُس نے اپنا درد مجھے بیان کیا۔ میں نے اُسے: ''فوراً وضو کرو! مندرجہ بالا دعا کرو اور اپنی حاجت بیان کرو'' کہا۔

وہ شخص دعا کرنے کے بعد اُس جگہ پہنچا جہاں خلیفہؓ بیٹھے تھے۔ خلیفہؓ نے اُسے اپنی چٹائی پر بٹھایا اور اُس کی عرض سنی اور قبول کر لی۔ اپنا کام اس قدر جلدی ہو جانے پر خوشی خوشی میرے پاس آیا اور کہنے لگا، ''اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو! تم خلیفہؓ کو نہ بتاتے تو میں اس مشکل سے کیسے نجات پاتا۔'' وہ سمجھا کہ میں نے خلیفہؓ سے مل کر اُس کے لئے بات کی ہے۔''

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قحط سالی پیش آگئی۔ اصحاب کرامؓ میں سے حضرت بلالؓ بن الحرث رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر تشریف لے گئے اور: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی اُمت بھوک سے بے حال ہے۔ آپؐ کو وسیلہ بنا کر بارش کے لئے فریاد کرتا ہوں'' کہہ کر التجا کرنے لگے۔ اُس رات رسول اللہ ﷺ نے خواب میں آ کر آپؓ کو کہا، ''**خلیفہؓ کے پاس جاؤ! میری طرف سے سلام کہنا! اور کہنا کہ دعائے استسقاء کریں۔**'' حضرت عمرؓ نے دعائے استسقاء کی اور بارش برسنا شروع ہوگئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب اشخاص کی خاطر دعائیں قبول فرماتا ہے۔ یہ پہلے بیان کیا جا چکا کہ محمد ﷺ، اللہ تعالیٰ کو سب سے بڑھ کر محبوب ہیں۔ اس لئے اگر کوئی شخص: ''اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ بِحَقِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی'' کہہ کر دعا کرے تو رد نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود چھوٹے موٹے دنیاوی کاموں کے لئے رسول اللہ ﷺ کا توسّل کرنا ادباً موزوں نہیں۔

حضرت برھان الدین ابراہیم مالکیؒ فرماتے ہیں: ''ایک بھوکے فقیر نے حجرۂ سعادت جا کر عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں بھوکا ہوں۔'' کچھ ہی دیر میں ایک شخص آیا اور اس فقیر کو اپنے گھر لے گیا، اُسے پیٹ بھر کھانا کھلایا۔ فقیر نے اپنی دعا کی قبولیت کے متعلق بتایا۔ میزبان نے کہا، ''بھائی! تم اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر دور دیار سے تکالیف اُٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے آئے ہو۔ ایک لقمہ روٹی کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں جانا کیا اچھی بات ہے؟ اُس عظمت کے دربار سے تمہیں جنت اور لا متناہی نعمتیں مانگنی چاہیئے تھیں! یہاں مانگی گئی کوئی چیز اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتا۔'' رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے شرفیاب لوگوں کو چاہیئے کہ روزِ قیامت اُن کی شفاعت کے لئے دعا مانگیں۔''

امام ابوبکر مقریؒ ایک دِن امام طبرانیؒ اور ابوشیخؒ کے ساتھ مسجدِ سعادت میں تشریف فرما تھے۔ کچھ دنوں سے کچھ بھی نہ کھایا تھا اور بھوک لگ رہی تھی۔ امام ابوبکرؒ مزید صبر نہ کر پائے اور: ''بھوکا ہوں یا رسول اللہ ﷺ!'' کہہ کر ایک گوشہ میں جا بیٹھے۔ سادات میں سے ایک ذات اپنے دو خدمتگاروں کے ساتھ آیا اور کہنے لگا، ''میرے بھائیو! میرے نانا رسول اللہ ﷺ سے آپ نے بھوک کی وجہ سے مدد طلب فرمائی ہے۔ آپؐ نے مجھے تم لوگوں کی شکم سیری کا حکم دیا ہے۔'' پھر ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ساتھ لائی چیزیں کھانے لگے جو بچ گئیں اُن کے لئے چھوڑ کر چلا گیا۔

علمائے اسلام میں سے ابوعبد اللہ محمد مراکشی (متوفی: ۶۸۳ھ/۱۲۸۴ء) نے اپنی گراں قدر

توسّل

رسول اللہ ﷺ کی تخلیق سے پہلے، تخلیق سے پہلے، دنیاوی حیات میں اور وفات کے بعد بھی، قبر میں عالمِ برزخ الغرض ہر جگہ اور ہر زمانہ میں آپؐ کا توسّل کیا جاتا رہا ہے؛ روزِ قیامت پھر سے جی اُٹھنے کے بعد میدانِ محشر میں اور جنت میں بھی کیا جائے گا۔ وسیلہ سے مراد ہر وہ کام ہے جسے اللہ تعالیٰ کی قربت کے حصول اور اپنی حاجات پوری کرنے کے لئے سبب بنا لیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کے توسّل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ بنایا جائے۔ آپؐ کی مدد اور شفاعت طلب کرنا جائز ہے۔ یہ اُن اعمال میں سے ہے جو پیغمبروںؑ، سلف صالحینؒ، علماً اور دیگر مسلمان کرتے رہے ہیں۔ جماعت مسلمین میں سے کسی نے اسے غلط نہیں سمجھا۔ گمراہ اعتقاد کے مالک افراد کے سوا کوئی ایسا نہیں ملا جو اسے قبول نہ کرے۔

زمین پر اتارے جانے کے بعد بنی نوع انسان کے جدِامجد حضرت آدمؑ نے رسول اللہ ﷺ کو ہی وسیلہ بنایا تھا۔ اسے رسول اللہ ﷺ اپنی حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا: ''جب حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا گیا تب آپؑ نے کہا، ''یا ربیّ! بحرمتِ محمدؐ مجھے معاف فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، ''اے آدمؑ! تمہیں محمدؐ کا کیسے پتا چلا؟ میں نے تو ابھی اُسے تخلیق بھی نہیں کیا۔'' آدمؑ نے جواب دیا، ''یا ربیّ! جب تو نے مجھے تخلیق فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی، میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو عرش کے کنارے پر 'لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌالرَّسُوْلُ اللّٰہ'' لکھا پایا۔ جس کا نام تُو نے اپنے نام کے ساتھ لکھنا پسند کیا، وہ ضرور تجھے پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے: ''ہاں اے آدمؑ تم نے سچ کہا! مخلوقات میں وہ مجھے سب سے پیارا ہے۔ تم نے اُس کی حرمت میں معافی طلب کی سو میں نے تمہیں معاف کیا'' کہہ کر جواب دیا (۳۷۱)۔'' ایک اور روایت میں یوں آیا ہے؛ ''وہ تمہاری ذریت میں آنے والا پیغمبرؐ ہے۔ اگر میں نے اسے تخلیق نہ کیا ہوتا تو تجھے اور تمہاری اولاد کو پیدا نہ کرتا۔ میں تمہیں معاف کرتا ہوں کیونکہ تم نے اس کے نام سے شفاعت طلب کی ہے (۳۷۲)۔''

اس کی کئی ایک مثالیں مل جاتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دونوں آنکھوں سے نابینا ایک شخص نے بینائی کی واپسی کے لئے رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر چاہو تو دعا کروں لیکن اگر صبر کے ساتھ اِس کا سامنا کرو گے تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہوگا۔'' اُس نے جواب دیا، ''مجھ میں اب صبر کی طاقت نہیں رہی۔ میں آپؐ سے دعا کے لئے فریاد کرتا ہوں۔'' تب آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''تو پھر وضو کرو اور یہ دعا پڑھو! اَللّٰھُمَّ اِنّی اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّد اِنّی اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبّی فِی حَاجَتی لِتَقْضِیَ لی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیّ''

اُس شخص نے یہ دعا پڑھی، اللہ تعالیٰ نے قبول کرتے ہوئے آنکھوں کی بینائی لوٹا دی۔ یہ حدیث امام نسائی نے بیان فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ کے توسّل کے متعلق حضرت عثمانؓ بن حنیف یہ واقعہ بیان فرماتے ہیں: ''حضرت

(۳۷۱) حاکم المستدرک، II، ۶۷۲؛ ابن کثیر، السیرۃ، I، ۳۲۰
(۳۷۲) ھیثمی، مجمع الذوائد، VIII، ۱۹۸

سلطان عبدالمجید خان، مسجد نبوی کی تعمیر اور دیکھ بھال کے لئے ہزاروں اشرفیاں خرچ کرتے رہے۔ اس خواہش کے تحت کہ مسجد کی اس شکل کو مسجد خرقۂ شریف میں محفوظ رکھا جا سکے، اُنہوں نے ۱۸۵۰ء میں مہندس مکتب کے اساتذہ میں سے میجر حاجی عزت افندی کو مدینہ شریف روانہ کیا۔ وہ تصویر کشی کے استاد تھے۔ حاجی عزت افندی نے ہر جگہ کی پیمائش کر کے ایک سال میں ۱۲۵۳ کے پیمانے پر مسجدِ نبوی کا چھوٹا نمونہ تیار کر کے استنبول بھیج دیا جسے سلطان عبدالمجید خان نے مسجد خرقۂ شریف میں رکھوا دیا۔

سلطان عبدالمجید خان کی کروائی گئی تعمیرات کے بعد، قبلہ کی جانب واقع دیوار سے جالی تک ساڑھے سات میٹر، مشرقی دیوار سے قدم شریف کی جالی تک چھ میٹر، دیوارِ شامی سے جالی تک کی وسعت گیارہ میٹر، مواجہ شریف سے شامی جالی کے درمیان اُنیس میٹر ہوگئی۔ مسجدِ نبوی کی وسعت بجانب قبلہ ستتر میٹر، دیوارِ قبلہ سے دیوارِ شامی تک لمبائی ایک سوستر ہ میٹر ہوگئی۔ جبکہ حجرۂ سعادت سے منبر شریف تک روضۂ مطہرہ کی وسعت اُنیس میٹر تک جا پہنچی۔

سلطنتِ عثمانیہ کے بعد ان مقدس شہروں میں کئی ایک تبدیلیاں کی گئیں، اس طرح ہمارے اجداد کے تعمیر کردہ انمول تاریخی اثرات توڑ دیئے اور لوٹ لئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے بعد جنت البقیع کے قبرستان جانا چاہیئے۔ وہاں کی زیارت مستحب ہے۔ اُس کے بعد دیگر قبروں خصوصاً سیّدالشہدا حضرت حمزہؓ کی قبر کی زیارت کرنا چاہیئے۔ جنت البقیع میں حضرت عباسؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت زین العابدینؒ، اُن کے صاحبزادے حضرت امام محمد باقرؒ، پھر اُن کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادقؒ، امیر المومنین حضرت عثمانؓ، رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ، رسول اللہ ﷺ کی وہاں موجود ازواج مطہراتؓ، آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ اور کئی ایک اصحاب کرامؓ اور اکابر تابعینؒ کی زیارت کرنی چاہیئے۔ جنت البقیع میں واقع مسجدِ فاطمہؓ میں نماز پڑھی جائے۔ جمعرات کے روز شہدائے اُحد کی زیارت کرنا مستحب ہے۔ وہاں یوں کہیے: ''سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَاصَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الدَّارِ الْقَوْمِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِنَّا اِنْشَآ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْن'' اس کے بعد آیت الکرسی اور سورۃ اخلاص پڑھی جائے۔

حجرۂ سعادت کے زائرین کے لئے ضروری ہے کہ احتیاط سے کام لیں۔ دل ہر طرح کے دنیاوی خیالات سے پاک ہو۔ یہاں رسول اللہ ﷺ کے انوار و درجات کی عظمت کا خیال رکھا جائے۔ دنیاوی امور اور امرأ سے مل کر حصولِ مفاد اور خرید و فروخت کی سوچ کے ساتھ کی جانے والی دعائیں اللہ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں۔ طلب پوری نہیں ہوتی۔

حجرۂ سعادت کی زیارت بڑے شرف کی عبادت ہے۔ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے ڈر ہے کہ کہیں اسلام سے نہ نکل جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ، اللہ کے رسول ﷺ اور سارے مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ مالکی علماً کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنا واجب ہے، جبکہ سب علماً مستحب ہونے پر متفق ہیں۔

دیکھنا ممکن نہ تھا اور نہ ہی کوئی اندر جا سکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے بطور والیٔ مدینہ، ۷۰۷ء (۸۸ھ) میں خلیفہ ولید کے حکم سے ازواجِ مطہرات کے حجرات کو منہدم کروا کر مسجدِ نبوی کی توسیع کی۔ علاوہ ازیں اس دیوار کے گرد پانچ کونے والی بلا دروازہ ایک ثانوی دیوار تعمیر کروا دی۔

عراق میں زنگیوں کی اتابکی حکومت کے وزیر اور صلاح الدین ایوبی کے چچا زاد بھائی جمال الدین اصفہانی نے ۱۱۸۹ء (۵۸۴ھ) میں حجرۂ سعادت کی بیرونی دیوار کے باہر صندل اور آبنوس کی لکڑی سے بنی ایک جالی بنوا دی جس کی اونچائی چھت تک تھی۔

لیکن ۱۲۸۹ء میں پہلی آگ لگنے کی وجہ سے یہ جل گئی اور اس کی جگہ لوہے کا جنگلہ تعمیر کر دیا گیا جسے سبز رنگ میں ڈھال دیا گیا۔ اس جنگلہ کو جالی مبارک بھی کہا جاتا ہے۔ اس جالی کے قبلہ کی طرف مواجہۂ سعادت، مشرق کی طرف قدم سعادت، مغرب کی طرف روضۂ مطہرہ جبکہ شمال کی طرف حجرۂ فاطمہ کہلاتی ہے۔ مکۂ مکرمہ، مدینۂ منورہ کے جنوب میں ہونے کی وجہ سے جب مسجدِ نبوی کے درمیان میں یعنی روضۂ مطہرہ میں کھڑا ہو کر اگر اپنا چہرہ قبلہ کی جانب کیا جائے تو ہمارے بائیں جانب حجرۂ سعادت اور دائیں طرف منبرِ شریف ہوگا۔

۸۴۷ء (۲۳۲ھ) میں جالی مبارک اور بیرونی دیواروں کے درمیان اور اس جگہ کے باہر بھی وقتاً فوقتاً سنگِ مرمر بچھایا اور تبدیل کیا گیا۔ آخری بار یہ مبارک کام عثمانی سلطان عبد المجید خان نے سرانجام دیا۔

حجرۂ سعادت کی پانچ کونی دیواریں اور اُن پر ایک چھوٹا گنبد بھی بنایا گیا اِسے قبۃ النور کہا جاتا ہے۔ پادشاہان سلطنت عثمانیہ کی جانب سے بھیجے جانے والا کسوہ شریف (غلاف) سے اس قبۃ النور کو اوڑھ کر مزین کیا جاتا تھا۔ قبۃ النور کے اوپر واقع سبز رنگی گنبد جو مسجد سعادت کا سب سے بڑا گنبد ہے قبۃ الخضراَ کہلاتا ہے۔ جالی مبارک کو باہر سے احاطہ کرنے والے کسوہ شریف کو قبۃ الخضراَ سے لٹکتی رسیوں سے باندھا گیا۔ اِن اندرونی اور بیرونی پردوں کو ستارہ کہا جاتا ہے۔

جالی مبارک کی مشرقی، مغربی اور شمالی جانب ایک ایک دروازہ پایا جاتا ہے۔ اس جالی مبارک کے اندر حرم شریف کے خدمتگاروں کے علاوہ کسی شخص کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ ویسے بھی کوئی دروازہ یا کھڑکی کھلی نہ ہونے کی وجہ سے، صرف قبۃ النور کے درمیان ایک سوراخ موجود ہے جسے آہنی تاروں سے بنے ایک پنجرے سے ڈھانپ دیا گیا ہے۔ اس سوراخ کے عین اوپر قبۃ الخضراَ میں بھی ایک سوراخ رکھا گیا۔ مسجد شریف کا گنبد ۱۸۳۷ء (۱۲۵۳ھ) تک سرمئی رنگی رہا۔ سلطان محمود ثانی عدلی کے حکم سے اِسے سبز رنگ کر دیا گیا۔ ۱۸۷۲ء (۱۲۸۹ھ) میں سلطان عبد العزیز خان کے حکم سے اس کو دوبارہ رنگا گیا۔

مسجد سعادت کی تعمیر اور تزئین کے لئے کوئی شخص سلطان عبد المجید خان جیسا عاشق اور کھلے دل کا مالک نہ ہوا۔ حرمین کی تعمیر کے لئے سات لاکھ اشرفیاں صرف کیں اور یہ تعمیر ۱۸۶۱ء (۱۲۷۷ھ) میں مکمل ہوئی۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک اور منبر کے درمیان واقع اُس ستون کے پاس آئے جس کے ساتھ حضرت ابولبابہؓ نے خود کو باندھ کر توبہ کی تھی۔ یہاں دو رکعت نماز ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے۔ جو دل میں آئے دعا مانگے۔ پھر روضۂ مطہرہ آ جائے، یہ جگہ مربع کی شکل میں ہے۔ یہاں جتنی چاہے نماز پڑھے، دعا کرے، تسبیحات پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے۔ پھر منبر رسول ﷺ پر آئے اور رسول اللہ ﷺ کی برکت کے حصول کی نیت سے اُس جگہ ہاتھ رکھے جہاں خطبہ پڑھتے ہوں آپ اپنا مبارک ہاتھ رکھتے تھے۔ یہاں دو رکعت نماز ادا کرے۔ جو بھی طلب ہو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگے اور اُس کی رحمت طلب فرمائے۔ پھر ستون حنانہ پر آئے۔ یہ وہ ستون ہے کہ جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے، لیکن منبر کی تکمیل کے بعد جب آپؐ خطبہ دینے کے لئے اس ستون کو چھوڑ کر منبر پر کھڑے ہوئے تو یہ سسکنے لگا، یہ آواز سُن کر رسول اللہ ﷺ منبر سے اُتر آئے اور اسے گلے لگا لیا، تب اس ستون نے سکون پایا۔ زائر کو چاہیئے کہ جب تک یہاں مقیم رہے، راتیں قرآن کی تلاوت کرے، ذکر اللہ میں مشغول رہے، منبر اور قبر شریف کے قریب، خفی اور جلی انداز میں دعائیں کرتا رہے اور رابطہ قائم کرنے میں مشغول رہے۔

رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے حجرات مسجدِ نبوی میں شامل کرنے سے پہلے، حجرۂ سعادت کی قبلہ کی جانب بہت کم جگہ تھی۔ موجہہ سعادت کے سامنے کھڑا ہونا بہت مشکل تھا۔ زائرین، حجرۂ سعادت میں روضۂ مطہرہ کے دروازے کے سامنے قبلہ رُخ ہو کر سلام پیش کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت امام زین العابدینؒ، روضۂ مطہرہ کو پشت کی جانب رکھتے ہوئے سلام کرتے تھے۔ بڑی مدت تک زیارت کا یہی طریقہ قائم رہا۔ ازواج مطہرات کے حجراتِ مبارکہ مسجدِ نبوی میں شامل کر لینے کے بعد موجہہ شریف کی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو کر زیارت کی جانے لگی۔

حضرت عائشہؓ کا حجرہ شریف تین میٹر اونچا، گارے اور کھجور کی ڈالوں سے بنایا گیا تھا۔ مغرب اور شمال کی جانب دو دروازے پائے جاتے تھے۔ مغربی دروازہ روضۂ مطہرہ کی جانب ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے آخری سالوں میں مسجدِ نبوی کی توسیع کے دوران حجرۂ سعادت کے اطراف پتھروں سے چھوٹی سی دیوار چنوا دی گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دورِ خلافت میں یہ دیوار منہدم کر دی گئی اور سیاہ پتھروں سے زیادہ مضبوط بنا دی گئی۔ اس دیوار کی چھت کھلی تھی اور اس میں شمال کی جانب ایک دروازہ موجود تھا۔ ۴۹ ھ میں جب حضرت حسنؓ کی وفات ہوئی تو وصیت کے مطابق حضرت حسینؓ اپنے بھائی کا جنازہ حجرۂ سعادت کے دروازے پر لے آئے۔ دعا اور استغاثہ کرنے کے بعد آپؓ کو یہاں دفن کرنا چاہتے تھے لیکن مخالفین کی وجہ سے اندر داخل نہ ہو سکے اس لئے آپؓ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ مستقبل میں ایسے حادثات پیش نہ آئیں یہ سوچ کر دیوار اور دروازے کی چنوائی کروا کے مکمل طور پر بند کر دیا گیا۔

چھٹے اُموی خلیفہ ولید نے کہ جب وہ مدینہ کا والی تھا، حجرۂ سعادت کی دیواریں اونچی کروا دیں اور اُن پر ایک چھوٹا سا گنبد کی تعمیر کروا دیا اس طرح اسے اوپر سے بند کر دیا گیا۔ تینوں قبروں کو باہر سے

نوازے۔ آپؓ نے بہترین شکل میں رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہونے کا حق ادا فرمایا۔ آپؓ نے سنتِ رسول اللہ ﷺ کو بہترین شکل میں اپنایا۔ آپؓ نے مرتدوں اور گمراہوں کے ساتھ حرب کی۔ ہمیشہ حق کا پرچار کیا۔ ہمیشہ حق پر چلنے والوں کی مدد کی یہاں تک کہ آپؓ کی وفات وقوع پذیر ہوگئی۔ اللہ آپؓ پر اپنی سلامتی، رحمت اور برکت نازل فرمائے! یا اللہ ہماری روح قبض ہوتے ہوئے ہمارے دل ان کی محبت سے لبریز ہوں! ہماری اس زیارت کو رائیگاں نہ کر!''

پھر آدھ میٹر مزید دائیں جانب حضرت عمرؓ کے سرِ مبارک کے سامنے آکر یوں سلام پیش کی جائے:

'' اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرَ الْاِسْلَامِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُقْصِرَ الْاَصْنَامِ! اللہ تعالیٰ آپؓ کو اجرِ عظیم اور ثواب سے نوازے۔ آپؓ نے اپنی زندگی اور موت کے ساتھ مسلمانوں کی اور اسلام کی مدد کی۔ یتیموں کی کفالت فرمائی۔ اقرباؑ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ آپؓ مسلمانوں کے لئے ایک ایسے رہبر تھے جس سے وہ راضی ہوئے، جس نے اُنہیں ہدایت اور انسانیت کے راستے پر چلنے کے لئے قیادت کی۔ اُن کے امور کو منظم و مرتب فرمایا۔ فقیروں کو آسودہ کردیا، اُن کے دکھ درد بانٹے۔ اللہ آپؓ پر اپنی سلامتی، رحمت اور برکت نازل فرمائے!''

پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے خطاباً یوں عرض کیا جائے: '' اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا ضَاجِعَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ رَفِيْقَيْهِ وَ وَزِيْرَيْهِ وَ مُشِيْرَيْهِ وَالْمُعَاوِنَيْهِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ فِي الدِّيْنِ وَ الْقَائِمَيْنِ بَعْدَهٗ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِيْنَ! اللہ تعالیٰ آپؓ دونوں کو عظیم ترین اجر و ثواب سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور رسول اللہ ﷺ کی ہمارے لئے شفاعت، ہماری سعی کی قبولیت، اسلام پر ہماری موت، اسلام ہی پر ہمیں دوبارہ زندہ کرنے، روزِ قیامت رسول اللہ ﷺ کی قربت نصیب ہوتے ہوئے حشر کئے جانے والوں میں ہماری شمولیت ہو۔ اس کے لئے ہم التجا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپؓ بھی وسیلہ بنیں!''

پھر خود اپنے لئے، اپنے والدین کے لئے اور جن مسلمانوں نے دعا کی درخواست کی ہو اُن کے لئے دعا کی جائے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہوکر یوں دعا فرمائے: ''یا الٰہی تو اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے، '' **اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اِس لئے کہ اطاعت کی جائے اُس کی اللہ کے حکم سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر تو آجاتے تمہارے پاس اور معافی مانگتے اللہ سے اور مغفرت کی درخواست کرتے اُن کے لئے رسول بھی تو یقیناً پاتے وہ اللہ کو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا**'' (۳۷۰)۔ یا ربیؑ! تیرے عظیم کلام پر عمل کرتے ہوئے، تیرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے، التجا کرتے ہیں کہ تیرے حضور میں اپنے رسول ﷺ کو ہمارے لئے شفاعت کا ذریعہ بنا! پھر سورۃ حشر کی ۱۰ ویں آیت جو پہلے بھی پڑھی تھی دہرائے: '' رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (**اے ہمارے رب! بخش دے تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو سبقت لے گئے ہم پر امان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کوئی بغض ان کے لئے جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے مالک! یقیناً تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے!**)'' یہ پڑھتے ہوئے زائر اپنی حجرۂ سعادت کی زیارت مکمل کرلے۔

---

(۳۷۰) سورۃ النساء، ۶۴ / ۴

ایک اور حدیث شریف کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر ایک فرشتہ مامور ہے جو آپ کو اُس صلوٰۃ و سلام کی خبر دیتا ہے جو آپ کی اُمت پڑھتی ہے۔ اِس کے بعد یہ کہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰه! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰه! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفِيَّ اللّٰه! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَتِ! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعَ الْأُمَّتِي! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْن! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْن! اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم احسان فرمائے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے پیغمبری کا وظیفہ پورا فرمایا۔ جو امانت آپ کو دی گئی وہ ہمیں پہنچا دی۔ اپنی اُمت کو نصیحت فرمائی تا آنکہ موت نے آپ کو آ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر تا قیامت صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے پاس دور دراز سے آئے ہیں، اِس مقصد سے کہ آپ کی قبر شریف کی زیارت کی جائے، آپ کا حق ادا کیا جائے، آپ کی تگ و دو کی زندگی کے مقامات دیکھے جائیں، آپ کی زیارت سے برکت حاصل کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ کی شفاعت کے لئے التجا کی جائے، کیونکہ خطاؤں نے ہماری کمر دوہری کر دی ہے، ہمارے کندھے گناہوں کا بھار اٹھانے سے قاصر ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! آپ شافع ہیں، آپ وہ ذات شریف ہیں جن کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ مقامِ محمود کا وعدہ آپ ہی کے لئے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے: ''**اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اِس لئے کہ اطاعت کی جائے اُس کی اللہ کے حکم سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر تو آ جاتے تمہارے پاس اور معافی مانگتے اللہ سے اور مغفرت کی درخواست کرتے اُن کے لئے رسول بھی تو یقیناً پاتے وہ اللہ کو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا**'' (سورۃ النساء، ۶۴)۔ ہم آپ کے حضور آئے ہیں۔ لیکن ہم نے ظلم کیا ہے اپنے نفسوں پر۔ اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے التجا کرتے ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفاعت فرما۔ یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہماری روحوں کو سنت کے مطابق ڈھالے، کل روزِ قیامت محشر میں آپ کے ساتھ آنے والوں میں شامل کرے، آپ کے حوض پر آ کر سیراب ہونا نصیب فرمائے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی شفاعت کے طلبگار ہیں۔'' پھر سورۃ حشر کی دسویں آیت پڑھے: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (اور جو آئیں گے ان کے بعد دعا کریں گے: اے ہمارے رب! بخش دے تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو سبقت لے گئے ہم پر ایمان میں اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کوئی بغض ان کے لئے جو ایمان لائے ہیں، اے ہمارے مالک! یقیناً تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے)۔

پھر اُن لوگوں کا سلام پیش کیا جائے جنہوں نے سلام بھیجا تھا: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه! فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کی شفاعت کا طلبگار رہے۔ آپ اُس کی اور سارے مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں'' کہہ کر جتنا دل کرے صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے۔ پھر آدھ میٹر دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ کے سر مبارک کے سامنے آ کر یوں سلام پیش کی جائے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةُ الرَّسُوْلِ اللّٰه! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيْقَهٗ فِي الْغَار! اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْنَهٗ عَلَى الْاَسْرَار! اللہ تعالیٰ آپؓ کو اِس امت کے امام کے طور پر عظیم ترین اجر و ثواب سے

پڑھے۔ پڑھی گئی یہ صلوٰۃ وسلام رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے، احادیث مبارکہ میں بیان کردی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے آداب یوں بیان کئے گئے ہیں:

شہر مدینہ دور سے نظر آتے ہی صلوٰۃ وسلام پڑھی جائے۔ پھر: ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَجَعَلْہُ وِقَایَۃً لِی مِنَ النَّارِ وَ اَمَانًا مِنَ الْعَذَابِ وَ سُوْءِ الْحِسَابِ'' پڑھے۔ اگر ممکن ہو تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کیا جائے۔ خوشبو لگائی جائے۔ نیا اور صاف لباس پہنا جائے کیونکہ یہ سب امور تعظیم وحرمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں نہایت تواضع، انکساری اور حالتِ سکون میں داخل ہوا جائے۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مِلَّتِ رَسُوْلَ اللّٰہ'' کہہ کر سورۃ اسریٰ کی ۸۰ ویں آیت ''وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا'' پڑھی جائے۔ اُس کے بعد ''اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَغْفِرْلِی ذُنُوْبِی وَفْتَحْ لِی اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَ فَضْلِکَ'' کہتے ہوئے مسجدِ نبوی میں داخل ہوا جائے۔ اِس کے بعد منبرِ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کی جائے۔ منبر کے ستون کو اپنے دائیں کندھے کی جانب رکھتے ہوئے کھڑا ہونا چاہیئے۔

بچ ترکِ ادب سے، کوئے محبوب خدا ہے یہ نظرگاہِ الٰہی ہے یہ، مقامِ محمدؐ مصطفٰے ہے یہ! آ اے تجمی! اس در پہ باشرطِ مراعاتِ ادب مطافِ قدسیاں ہے یہ، بوسہ گاہِ انبیاءؑ ہے یہ! تجمی

رسول اللہ ﷺ یہاں نماز ادا فرماتے تھے۔ یہ جگہ رسول اللہ ﷺ کی قبرِ مبارک اور منبر کے درمیان ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے: **''میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کا ایک باغیچہ ہے۔ میرا منبر حوض کے اوپر ہے** (۳۶۹)۔'' اِس کے بعد زائر کو چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبرِ مبارک کی زیارت نصیب فرمانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے سجدہ کرے۔ دُعا کرے اور اُٹھ کر قبر شریف کی زیارت کے لئے حجرۂ سعادت پر آئے، اُس کی پشت قبلہ کی جانب ہو اور رسول اللہ ﷺ کی جانب چہرہ کرتے ہوئے دو میٹر کے فاصلے پر نہایت ادب کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ زیادہ قریب نہیں جائے۔ خضوع وخشوع کے ساتھ وہی ادب اختیار کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دیا ہے، گویا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپؐ کے حضور میں حاضری دی جا رہی ہو۔ انکساری اور عاجزی قائم رکھی جائے۔ قبر شریف کی دیواروں پر ہاتھ رکھنے کی بجائے دور کھڑے ہو کر ادب اور حرمت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ جیسے نماز کے لئے کھڑا ہوا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک ولطیف صورت کا خیال کرتے ہوئے یوں تصور کیا جائے جیسے وہ ہمیں جانتے ہیں، ہماری باتیں، دعائیں اور پیش کی جانے والی صلوٰۃ وسلام سُن کر وہ آمین کہہ کر جواب دے رہے ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **''جو میری قبر پر صلوٰۃ پڑھے گا، میں اُسے سنوں گا۔''**

---

(۳۶۹) بخاری، ''اعتصام'' ۱۶؛ مسلم، ''حج'' ۵۸۸؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱۱، ۲۳۶؛ بیہقی، شعب الایمان، ۱۱۱، ۴۹۱

نماز ادا کرے، ہر رکعت میں فاتحہ اور آیت الکرسی ایک دفعہ، سورۃ اخلاص پندرہ دفعہ پڑھے، پھر نماز کے بعد ایک ہزار دفعہ؛ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ'' پڑھے گا، اگلا جمعہ آنے تک وہ مجھے خواب میں دیکھ لے گا۔ اُس شخص کے گزشتہ اور آئندہ سب گناہوں کی مغفرت ہوگی۔ جنت اُن کے لئے ہے جنہوں نے مجھے دیکھا۔''

رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت

فخرِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں: ''جو کوئی میری وفات کے بعد میری زیارت کرے گا، گویا اُس نے میری حیات میں میری زیارت کر لی۔'' کتاب ''مرآۃِ مدینہ'' میں بیان کردہ حدیث میں یوں ارشاد فرمایا گیا: ''جو میری قبر کی زیارت کرے گا، مجھ پر اُس شخص کی شفاعت واجب ہوگئی۔'' اس حدیث شریف کے متعلق امام ابن خزیمہؒ، امام بزارؒ، امام دارقطنیؒ اور امام طبرانیؒ نے خبر دی ہے۔ امام بزارؒ کی بیان کردہ ایک اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا گیا: ''میری قبر کی زیارت کرنے والے پر میری شفاعت حلال ہو گئی۔''

''صحیح مسلم'' اور امام ابوبکرؒ ابن مقری کی کتاب ''معجم'' میں حدیث بیان کی گئی ہے: ''اگر کوئی صرف میری زیارت کے لئے آئے اور کسی اور چیز کی نیت نہ رکھتا ہو تو روزِ قیامت اُسے میری شفاعت کا حق حاصل ہوگیا۔'' حدیث شریف کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اُن کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت سے مدینہ منورہ آنے والوں کی شفاعت کی خوشخبری دی ہے۔

امام دارقطنیؒ نے ایک اور حدیث میں یوں خبر دی ہے: ''جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔'' رسول اللہ ﷺ کی یہ خواہش کہ اُن کی زیارت کی جائے، دراصل امت کے حصولِ ثواب ہی کے لئے ہے۔

اسی لئے سب علمائے فقہ، وظیفۂ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ آکر مسجد شریف میں نماز ادا فرماتے تھے۔ پھر روضۂ مطہرہ، منبرِ منیر اور عرشِ اعلیٰ سے افضل ترین قبرِ شریف کی، پھر اس کے بعد اُن مقامات کی زیارت فرماتے جہاں رسول اللہ ﷺ بیٹھتے، چلتے، ٹیک لگاتے، دورانِ وحی جس ستون کا سہارا لیتے اور مسجد کی تعمیر میں مشقت اور مالی امداد کرنے سے شرفیاب اصحابِ کرامؓ کی گزرگاہوں اور تابعین کے راستوں کی زیارت کرتے اور اِن کی برکات سے فیضیاب ہوتے۔ اُن کے بعد آنے والے علماٗ اور صلحاٗ بھی حج کے بعد مدینہ تشریف لاتے اور علمائے فقہ کے طریق کی پیروی کرتے۔ آج بھی حاجی اسی طریقہ کی پیروی کرتے ہوئے مدینہ شریف کی زیارت سے شرفیاب ہوتے ہیں۔

شمس العلمائے اسلام حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: ''مستحب امور میں اعلیٰ ترین کام قبرِ سعادت کی زیارت ہے، اسے واجب عبادات کے قریب درجہ حاصل ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کو جانے والے کے لئے لازمی ہے کہ بکثرت صلوٰۃ وسلام

تک مجھے جنت کے میوہ جات کھلا نہ دیئے اور مشروبات پلا نہ دیئے۔ پھر مجھے جنت سے نکال کر وہیں لے آئے جہاں سے لے کر گئے تھے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ستر پیغمبر علیہم السلام اور مشرق سے مغرب تک لمبی ستر صفیں باندھے فرشتوں نے آ کر مجھے سلام کیا اور میرا ہاتھ پکڑا۔ اس دوران میں نے کہا،''یا رسول اللہ ﷺ! حضرت حضرؑ نے فرمایا ہے کہ اُنہوں نے یہ حدیث آپؐ سے سنی ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،'' حضرؑ نے سچ کہا، جو اُس نے کہا سب ٹھیک ہے۔ حضرؑ خدا کی زمین پر سب سے بڑے عالم ہیں۔ رئیس الابدال ہیں۔ زمین پر اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی ہیں۔''

میں نے پھر عرض کی،''یا رسول اللہ ﷺ! اس عمل کرنے والے کے لئے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی اجر ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا،''جو تم نے دیکھا، جو تم پر احسان فرمایا گیا، کیا اُس سے بڑھ کر کوئی اجر ہو سکتا ہے؟ تم نے جنت میں اپنا مقام دیکھ لیا۔ جنت کے میوہ جات کھائے، مشروبات پیئے۔ مجھے، ملائکہ اور پیغمبروںؑ کو دیکھا اور ملاقات کی۔ حوروں کو دیکھا۔''

میں نے کہا،''یہ عمل جو میں نے کیا اسے کرنے کے بعد کیا یہ سب عنایات اُس شخص پر بھی کی جائیں گی جو یہ عمل تو کرے لیکن اُسے یہ سب دکھائی نہ دے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،'' مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے حق پیغمبر بنا کر بھیجا کہ اُس شخص کے کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اُس شخص کے لئے لکھا گیا عذاب اللہ تعالیٰ اُس سے ہٹا دے گا۔ اور مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے حق پیغمبر بنا کر بھیجا کہ یہ عمل کرنے والا اگر یہ سب کچھ جو تم دیکھ رہے ہو نہ بھی دیکھے تب بھی اُسے وہ سب عنایت کیا جائے گا جو تمہیں عنایت کیا گیا ہے۔ آسمان سے ایک آواز آتی ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے اس عمل کرنے والے اور مشرق سے مغرب تک موجود اُمت محمد یہؐ کی مغفرت فرما دی۔''

''یا رسول اللہ ﷺ! جیسے میں نے آپؐ کا جمال اور جنت دیکھی ہے کیا اس میں اُن لوگوں کا بھی کوئی حصہ ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔ آپؐ نے فرمایا،''ہاں سب کچھ دیا جائے گا۔'' میں نے پوچھا،''یا رسول اللہ ﷺ! کیا مرد و عورت، سب مومنین کو یہ دعا سکھانا اور اس کا ثواب بتانا بہتر نہ ہوگا؟'' اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا،'' مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس نے مجھے حق پیغمبر بنا کر بھیجا کہ یہ عمل صرف وہی کریں گے جنہیں اُس نے سعید بنا کر پیدا فرمایا، اُن کے علاوہ کوئی شخص یہ عمل نہ کر پائے گا۔''

خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے والے نے گویا حقیقت میں آپؐ کو دیکھ لیا۔ کیونکہ شیطان آپؐ کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ لیکن شیطان کوئی اور شکل اختیار کر کے نظر آ سکتا ہے۔ وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ پر یقین نہیں رکھتا اُس کے لئے یہ جاننا آسان نہیں۔

بعض علمأ کے مطابق،'' رسول اللہ ﷺ کو مختلف شکل میں دیکھ لینا بھی دراصل آپؐ کو دیکھنے کے ہی مترادف ہے۔ لیکن یہ اُس شخص کے دین میں کمی کی وجہ سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں حقیقی شکل میں دیکھنے والا اور ایمان کی حالت میں مرنے والا ہر شخص جنتی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ، رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان فرماتے ہیں:'' جو شخص جمعہ کی رات دو رکعت

دیکھا۔ آپؐ سید الاوّلین والآخرین رسول اللہ ﷺ ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ''میں تمہارے لئے اجازت لکھنے آیا ہوں۔ میں کسی کے لئے ایسی اجازت کبھی نہیں لکھی۔'' میں نے دیکھا کہ اُس اجازت نامہ کے متن میں، اس دنیا سے متعلق عظیم الطاف، اُن کے بعد آخرت کی دنیا سے متعلق بڑی عنایات لکھی گئی تھیں۔''

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اپنی کتاب غنیۃ میں حضرت ابراہیم تمیمیؒ سے نقل فرماتے ہیں:

حضرت حضر علیہ السلام نے مجھ سے کہا، ''اگر رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنا چاہو تو نماز مغرب کے بعد، نماز عشاءٗ تک کسی سے بات کئے بغیر اپنے پاؤں پر کھڑے رہو، نماز مغرب کے بعد نماز اوّابین ادا کرو۔ ایک سلام میں دو رکعت ادا کرنا۔

ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ اور سات بار سورۃ اخلاص پڑھنا۔ نماز عشاءٗ بھی جماعت کے ساتھ ادا کرنا لیکن وتر نماز گھر آ کر پڑھنا۔ سونے کے لئے لیٹنے سے پہلے پھر دو رکعت نماز ادا کرنا، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سات سات بار سورۃ اخلاص پڑھنا۔ نماز کے بعد سجدہ میں گر کر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرنا، سات دفعہ ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' پڑھنا۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھا کر اور ہاتھ پھیلا کر: ''يَا حَيُّ وَ يَا قَيُّوْمُ يَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ وَ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ رَحِيْمَهُمَا، يَا رَبِّي، يَا رَبِّي، يَا رَبِّي، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ، يَا اَللّٰهُ''، پڑھنا۔

پھر پاؤں پر کھڑے ہو کر یہی دعا دہرانا۔ پھر سجدے میں گر کر یہی دعا پڑھنا۔ پھر سجدے سے سر اُٹھا کر قبلہ رُخ ہو کر اپنی مرضی سے جیسے چاہو لیٹ کر سو جانا۔ جب تک نیند غالب نہ آ جائے رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھتے رہو۔''

میں نے کہا، ''یہ دعا آپ نے کہاں سے سیکھی، مجھے بتائیں۔'' حضرت حضر نے کہا، ''کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں؟'' میں نے جواب دیا، ''مجھے قسم ہے اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے محمد ﷺ کو حق پیغمبر بنا کر بھیجا، میں آپ پر یقین رکھتا ہوں۔''

حضرت حضرؑ نے فرمایا، ''میں اُس مجلس میں موجود تھا جہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی اور اس کی نصیحت فرمائی۔ میں نے یہ دعا اُس سے سیکھی جسے خود آپؐ نے سکھائی تھی۔''

میں نے حضرت حضرؑ کے بتائے عمل کو کیا اور اپنے بستر پر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی خوشی میں میری نیند اُڑ گئی تھی اور صبح تک سو نہ پایا۔ فجر کی نماز کے بعد سورج بلند ہونے تک بیٹھا رہا۔ پھر میں نے نماز اشراق ادا کی۔ میں خود سے کہا، ''اگر آج مغرب تک زندہ رہا تو گزشتہ رات کا عمل دہراؤں گا۔'' میں اُس دوران نیند میں ڈوب گیا۔ خواب میں ملائکہ مجھے جنت لے گئے۔ وہاں میں نے یاقوت، زمرد اور موتیوں سے بنے محلات اور گھر دیکھے، شہد، دودھ اور جنت کے مشروبات کی ندیاں دیکھیں۔

مجھے جنت لے جانے والے فرشتوں سے دریافت کیا، ''یہ محل کس کا ہے؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''یہ اُن کے لئے ہے جو وہی عمل کرتے ہیں جو تم نے کیا۔'' مجھے اُس وقت تک جنت سے باہر نہ نکالا جب

حضرت معین الدین چشتیؒ کا حال یہ سنتے ہی متغیر ہوگیا۔ آپؒ روتے، آنسو بہاتے، زبان سے صلوٰۃ وسلام کا ورد کرتے ہوئے، محبوب خدا رسول اللہ ﷺ کے روضہ مطہرہ کے دروازے کے سامنے باادب جا کھڑے ہوئے۔ تب اس دوران یوں آواز آئی: ''اے قطب مشائخ! اندر آجاؤ!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم، میرے دین کی خدمت کرتے ہو۔ تمہیں ہندوستان جانا چاہیئے۔ ہندوستان جاؤ۔ وہاں اجمیر نامی شہر ہے۔ سیّد حسن نامی ایک شخص میری اولاد (آل) میں سے وہاں موجود ہے۔ وہ وہاں جہاد کی نیت سے گیا تھا۔ وہ اب شہید ہوگیا ہے۔ اجمیر کافروں کے ہاتھ چڑھنے والا ہے۔ تمہارے جانے کی وجہ اور تمہاری برکت سے وہاں اسلام پھیلے گا اور کافر حقیر، کمزور اور بے اثر ہو جائیں گے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو ایک انار دیتے ہوئے فرمایا، ''اِس انار کو غور سے دیکھو، پھر سمجھ جانا کہ تمہیں کہاں جانا ہے۔''

حضرت معین الدین چشتیؒ یہ انار لیا اور آپؐ کے حکم کے مطابق اُسے غور سے دیکھا، مشرق سے مغرب تک آپ کو سب کچھ دکھائی دے گیا۔

حضرت احمد رفاعیؒ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارکہ کی زیارت فرمائی۔ پھر یہ منظوم اشعار پڑھے:

''وکیل کیا روح کو، مٹی تیری کو چومنے کے لئے
آ سکتا نہ تھا چونکہ، رہتا جو نہ تھا تجھ سے قریب!
اب لا دے دے ہاتھ اپنا، اے میرے حبیبؐ
کہ چومنا ید مبارک ہونٹوں کو ہو جائے نصیب!''

یہ اشعار ختم ہوتے ہی، رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک سے ید مبارک باہر نکل آیا۔ حضرت سیّد احمد رفاعیؒ نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ وہاں موجود سب حضرات نے حیرت کے ساتھ یہ واقعہ دیکھا۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کو چومنے کے بعد آپؒ روضہ مبارک کی دہلیز پر لیٹ گئے۔ روتے روتے وہاں موجود جماعت سے عرض کی، ''سب مجھے روندتے ہوئے یہاں سے گزرو!'' علماً دوسرے دروازوں کے نکلنے پر مجبور ہوگئے۔ یہ کرامت بہت مشہور ہوئی اور زبان بہ زبان ہم تک پہنچی۔

حضرت ابن عابدینؒ کا اتباعِ دین، اُن کے احوال اور کرامات اور مناقب بکثرت ملتے ہیں۔ آپؒ پنجگانہ نمازوں میں التحیات پڑھتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتے تھے۔ جب نہ دیکھتے تو وہ نماز دوبارہ ادا فرماتے تھے۔

علمائے اسلام کے اکابرین میں سے اور دوسرے ہزار سال کے **مجدد امام ربّانی احمد فاروقی** سرہندی فرماتے ہیں: ''رمضان شریف کے آخری عشرے میں: اُس دن مجھ پر نہایت ہی اچھا حال طاری ہوا۔ میں اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ آنکھیں موند رکھی تھیں۔ مجھے احساس ہوا کہ بستر پر کوئی آ کر بیٹھا ہے۔ پھر میں نے کیا

حضرت قصیم بن عباسؓ، رسول اللہ ﷺ کی تدفین کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ قبر کی خدمت ختم کر کے باہر آنے والوں میں آپؓ سب سے آخری شخص تھے، فرماتے ہیں:

''میں، رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے والا سب سے آخری شخص ہوں۔ قبر میں آپؐ کے ہونٹ مبارک ہل رہے تھے۔ میں جھکا اور کان لگایا۔ آپؐ، **''یا ربی! اُمتی! ۔ ۔ ۔ یا ربی! اُمتی! ۔ ۔ ۔''** کہہ رہے تھے (۳۶۶)۔

رسول اللہ ﷺ کی زیارت

کیا رسول اللہ ﷺ، نیند اور بیداری میں نظر آ سکتے ہیں؟ اگر نظر آ سکتے ہیں تو کیا نظر آنے والی ذات وہ خود ہی ہیں؟ ہمارے علماً نے اس کے متعلق مختلف جوابات دیئے ہیں۔

آپؐ کی قبر مبارک میں حیات ہونے کے متعلق بالاتفاق بیان کے بعد، آپؐ کی زیارت کے متعلق بھی بالکثرت بیان کیا گیا ہے۔ اس کا وقوع پذیر ہونا حدیث شریف سے بھی ثابت ہے: **''جس نے مجھے خواب میں دیکھا گویا اُس نے مجھے حیات میں دیکھ لیا (۳۶۷)۔''**

اس لئے امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''آپ کو خواب میں دیکھنا بذات خود آپ کو دیکھنا ہے۔''

حدیث شریف میں ارشاد ہے: **''جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے صحیح دیکھا۔ کیونکہ شیطان کبھی میری شکل میں نہیں ڈھل سکتا (۳۶۸)۔''**

حضرت ابراہیم لقانیؒ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی زیارت بیداری کی حالت میں بھی ویسے ہی ممکن ہے جیسے خواب کی حالت میں، علمائے حدیث نے اسے بالاتفاق بیان فرمایا ہے۔ ان دونوں حالتوں میں زیارت کی کئی امثال بیان کی جا سکتی ہیں۔ یہاں چند ایک بیان کی جا رہی ہیں:

حضرت معین الدین چشتیؒ جس جگہ جاتے وہاں قبرستان کی زیارت ضرور فرماتے، وہاں کچھ مدت قیام فرماتے۔ جب لوگ آپؒ کو جاننے پہچاننے لگتے تو کسی کو خبر دیئے بغیر وہاں سے کوچ کر جاتے۔ آپؒ کی ایسی ہی ایک زیارت مکہ مکرمہ کی جانب ہوئی۔ آپؒ مکہ مکرمہ پہنچے، زیارتِ کعبہ معظمہ کے بعد کچھ مدت مکہ میں قیام کیا پھر مدینہ منورہ چلے گئے۔ ایک دن، جب آپؒ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے گئے تو قبر شریف سے آواز آئی: **''معین الدین کو بلاؤ۔''**

اس پر وہاں پر موجود پہریدار نے ''معین الدین!'' کہہ کر آواز لگائی۔ چند لوگوں نے ''جی'' کہہ کر جواب دیا۔ پھر اُنہوں نے دریافت کیا ''آپ کو کون سا معین الدین درکار ہے؟ یہاں معین الدین نامی کئی ایک اشخاص موجود ہیں۔''

پہریدار روضہ مطہرہ لوٹ گیا اور دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ دو دفعہ: **''معین الدین چشتی کو بلاؤ''** کی ندا سنائی دی۔ پہریدار یہ حکم سنتے ہی جماعت کی جانب لوٹا اور آواز لگائی، ''آپؐ نے معین الدین چشتی کو بلایا ہے۔''

---

(۳۶۶) ابن سعد، الطبقات، II، ۲۹۸ (۳۶۷) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۰۹

(۳۶۸) بخاری، ''تعبیر''، ۱۰؛ مسلم، ''رؤیا''، ۲۲؛ ابوداؤد، ''ادب''، ۹۶؛ ترمذی، ''رؤیا''، ۴؛ ابن ماجہ، ''تعبیر الرؤیا''، ۴؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۴۰۰؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VII، ۲۳۲

جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت کی گئی حدیث شریف کو ابن ابی الدنیا نے یوں نقل فرمایا ہے ،
''جب کوئی شخص اپنے جاننے والے کی قبر پر جا کر سلام کرتا ہے تو میّت اُسے پہچانتی ہے اور اُسکے سلام کا جواب دیتی ہے۔ جب کوئی انجانا شخص میّت کو سلام کرتا ہے تو میّت خوش ہوتی ہے اور اُسے جواب دیتی ہے۔''

اگر سوال کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ ساری دنیا میں ہر طرف سے پیش کی گئی صلوٰۃ وسلام کا جواب علیحدہ علیحدہ کیسے دیتے ہیں، تو یہ ایسا ہی ہے جیسے دوپہر کے وقت سورج اپنی روشنی ایک ہی وقت ہزاروں شہروں پر نچھاور کرتا ہے، کہہ کر جواب دیا جائے گا۔

حضرت ابراہیم بن بشرؒ فرماتے ہیں، ''حج کرنے کے بعد میں قبرِ مبارک کی زیارت کی غرض سے مدینہ گیا۔ میں نے حجرۂ سعادت کے سامنے سلام عرض کیا۔ میں نے جواب میں وَعَلَيْكُمُ السَّلَام سنا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں وفات کے بعد ویسے ہی سمجھوں گا جیسے دورانِ حیات سمجھتا ہوں''
ایک اور حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا: ''پیغمبر عَلَيْهِمُ السَّلَام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (۳۶۴)۔''

حضرت سیّد احمد رفاعیؒ اور کئی اکابر اولیاءؒ کی جانب سے کئے گئے سلام کا جواب اُنہوں نے سنا اور حضرت رفاعیؒ کو تو رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ چومنے کا شرف بھی حاصل ہوا، اس کے متعلق کئی مستند کتب میں لکھا گیا ہے۔

امام سیوطیؒ اپنی کتاب میں یوں فرماتے ہیں: اعلیٰ درجات پر فائز اولیاءؒ پیغمبروں کو یوں دیکھتے ہیں جیسے اُنہیں کبھی موت نہ آئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت موسیٰؑ کو اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھتے دیکھنا ایک معجزہ تھا۔ جبکہ اولیاء کا ایسے دیکھنا اُن کی کرامت ہے۔ کرامت سے انکار وجہ جہالت ہے۔''

ابن حبانؒ، ابن ماجہؒ اور ابو داؤدؒ کی نقل کی گئی حدیث میں یوں ارشاد فرمایا گیا ہے: ''جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام بھیجو! یہ مجھ تک پہنچائی جاتی ہیں۔'' جب پوچھا گیا، ''کیا وفات کے بعد بھی پہنچائی جائے گی؟'' تو رسول اللہ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

''مٹی پیغمبروں عَلَيْهِمُ السَّلَام کے وجود کو خراب نہیں کرتی۔ جب کوئی مومن مجھ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے ایک فرشتہ مجھے خبر دیتا ہے کہ آپؐ کی اُمت میں فلاں ابن فلاں نے آپؐ پر سلام بھیجا ہے اور دعا کی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ جیسے اپنی حیاتِ طیّبہ میں اپنے اصحابِ کرامؓ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نعمتِ کبیرہ تھے ویسے وفات کے بعد بھی اپنی ساری اُمت کے لئے عظیم نعمت اور خیر کا سبب ہیں۔

بکر بن عبد اللہ مزنیؒ سے روایت کردہ حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میری حیات تم لوگوں کے لئے باعثِ خیر ہے۔ تم مجھے بتاتے ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ مرنے کے بعد، میری وفات بھی تمہارے لئے باعثِ خیر ہوگی۔ تمہارے اعمال مجھے دکھائے جائیں گے۔ تمہارے اچھے اعمال دیکھ کر میں اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ برے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا (۳۶۵)۔''

(۳۶۴) ابن عساکر، تاریخ دمشق، XIII، ۳۲۶؛ سہیلی، روض الانف، I، ۸۹؛ سیوطی، جامع الاحادیث، XI، ۴۳
(۳۶۵) ھیثمی، مجمع الزوائد، XIII، ۳۱۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۷، ۵۴۷؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۱۹۴

شنوءۃ قبیلہ کے جوانوں کی طرح تھے۔ حضرت عیسیٰ، عروۃؓ بن مسعود ثقفی سے مماثلت رکھتے تھے (۳۶۲)۔''

شنوءۃ شام میں پائے جانے والے دو قبائل کا نام ہے۔ یہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاً عَلَیْهِمُ السَّلام اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں۔ اُن کے بدن، اُن کی روحوں کی مانند لطیف ہو چکے ہیں۔ کثیف یا ٹھوس نہیں ہیں۔ مادی عالم اور عالمِ ارواح دونوں میں دکھائی دے سکتے ہیں۔

اس لئے انبیاً عَلَیْهِمُ السَّلام اپنے بدن اور روح کے ساتھ نظر آ سکتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا نماز پڑھنا بیان کیا گیا ہے۔ نماز کا پڑھنا مختلف حرکات کا مجموعہ ہے۔ یہ حرکات بدن کے ساتھ کی جاتی ہیں، روح کے ساتھ نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت موسیٰ کے متعلق: ''میں نے دیکھا کہ وہ درمیانے قد کے، دبلے، گھنگریالے بالوں والے ہیں'' کہنا دلالت کرتا ہے کہ آپؐ نے اُن کی روح کو نہیں بلکہ بدن کو دیکھا تھا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: جب انبیاً کو قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو اُن کی ارواح اُن کے بدنوں میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ ہم اُنہیں نہیں دیکھ سکتے۔ وہ ملائکہ کی طرح غیر مرئی ہو جاتے ہیں۔ صرف اُن چیدہ و منتخب لوگوں کو دکھائی دے سکتے جن پر کرامت کے شکل میں اللہ تعالیٰ اپنا احسان فرماتا ہے۔'' امام سیوطیؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

''سلام کے جواب میں قبرِ سعادت سے اس کا جواب کئی حضرات کی طرف سے سنا گیا ہے۔ اور قبروں سے بھی سلام کے جواب سنے گئے ہیں۔''

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے، ''اگر مجھے سلام بھیجا جائے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے، میں اُس سلام کا جواب دیتا ہوں (۳۶۳)۔''

امام سیوطیؒ کے بقول: ''رسول اللہ ﷺ، جمالِ الٰہی میں اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ بدنی حیات سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ جب کوئی مسلمان آپ کو سلام بھیجتا ہے تو آپؐ کی مبارک روح کی یہ حالت بدلتی ہے اور آپؐ کے بدن کی حیات لوٹ آتی ہیں۔ دنیا میں اس حال میں موجود لوگوں کی تعداد کچھ کم نہیں۔ انسان دنیاوی کام ہو یا آخرت کا کام، جب اس میں غرق ہو جائے تو آس پاس میں کی گئی باتیں سُن نہیں پاتا۔ پھر بھلا جمالِ الٰہی میں غرق کوئی انسان کیسے کوئی آواز سُن پائے؟''

حضرت قاضی عیاضؒ اپنی کتاب ''شفاءُ'' میں حضرت سلیمان بن سحیم سے روایت فرماتے ہیں:

''میں نے ایک رات فخرِ کائنات ﷺ کو خواب میں دیکھا تب میں نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! جو لوگ آ کر آپؐ کو سلام عرض کرتے ہیں کیا آپؐ کو اُن کے سلام کی خبر ہوتی ہیں؟'' آپؐ نے جواب دیا، ''ہاں، مجھے خبر ہوتی ہے اور میں اُن کا سلام لیتا ہوں اور اُنہیں جواب بھی دیتا ہوں۔''

اپنی قبروں میں پیغمبر عَلَیْهِمُ السَّلام کے زندہ ہونے کے متعلق ایک دوسرے کو تقویت دیتی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ مثلاً، ''جو صلوٰۃ سلام میری قبر کے پاس پڑھا جائے میں اُسے سنتا ہوں اور جو دور کے مقام پر پڑھا جائے مجھے اُس کے متعلق خبر دی جاتی ہے۔''

یہ حدیث شریف، ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت ہے اور صحاح ستہ کے آئمہ کرامؒ کی کتب میں پائی

(۳۶۲) مسلم، ''ایمان''، ۳۴۶؛ ابن سعد، الطبقات، ۲۱۵،I؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۳۸۳،II؛ سیوطی، جامع الاحادیث، XVII، ۳۲۸

(۳۶۳) ابوداؤد، ''مناسک''، ۱۰۰؛ احمد بن حنبل، المسند، ۵۲۷،II؛ بیہقی، السنن، ۲۴۵،II؛ ''شعب الایمان''، ۱۰۱،IV

قبر کی حیات

قبر میں آپؐ کا زندہ ہونا

سب پیغمبرؑ اپنی قبروں میں ایک ایسی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جس کا ادراک ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اولیاؒ اور شہدأ بھی زندہ ہیں۔ اُن کا زندہ ہونا صرف لفظی نہیں۔ وہ مکمل طور پر زندہ ہیں۔ سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ ۱۶۹ میں ارشاد ہے: ''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں اُنہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا! بلکہ وہ اپنے ربّ کے حضور زندہ ہیں اُنہیں رزق دیا جاتا ہے۔''

یہ آیتِ مبارکہ شہدأ کے زندہ ہونے کی خبر دیتی ہے۔ پیغمبرؑ البتہ کہ شہدأ سے کہیں زیادہ عظمت والے ہیں۔ علمائے اسلام کے مطابق ہر پیغمبرؑ شہید ہوکر رحلت فرماتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی آخری علالت کے دوران بتایا تھا، ''خیبر میں کھائے گئے کھانے کی تکلیف میں ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں (۳۵۹)۔'' یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات دراصل شہادت کی موت تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا دیگر شہدأ کی مانند اپنی قبرمبارک میں زندہ ہونا اس سبب سے بھی واضح ہے۔ صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ کی متفق علیہ حدیث مبارکہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''معراج کی رات، مجھے حضرت موسیٰؑ کی قبر کے پاس سے گزارا گیا۔ میں نے اُنہیں قبر میں قیام کی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا (۳۶۰)۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں: ''اللہ تعالیٰ نے مٹی کے لئے حرام کردیا ہے کہ وہ انبیأ عَلَیْہِمُ السَّلام کے بدنوں کو کھائے'' بیان کیا گیا ہے (۳۶۱)۔ اس حدیث مبارکہ کی صحت پر علمائے اجمعین متفق ہیں۔ صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ میں بھی لکھا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے سب پیغمبروںؑ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ آپؐ نے اُن کی امامت فرماتے ہوئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔''

نماز کی ادائیگی، رکوع اور سجدہ کرنے سے ہوتی ہے۔ یہ خبر ہمیں زندہ و سلامت، بدنا نماز کی ادائیگی کے متعلق اطلاع دیتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا اپنی قبرمبارک میں نماز کا ادا کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ مشکوۃ شریف کی آخری جلد میں باب المعراج کی پہلی فصل کے اختتام میں؛ صحیح مسلم میں بیان شدہ اور حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت کردہ حدیث بیان کی گئی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے دکھایا۔ حضرت موسیٰؑ قیام کی حالت میں نماز ادا فرمارہے تھے، وہ دبلے پتلے تھے۔ اُن کے بال بکھرے ہوئے یا لٹکے ہوئے نہ تھے۔ وہ

---

(۳۵۹) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۳۳۷؛ واقدی، المغازی، II، ۶۷۸؛ طبری، تاریخ، II، ۳۰۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۹۹

(۳۶۰) شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، XII، ۳۵۵

(۳۶۱) نسائی، ''جمعہ''، ۵؛ ابن ماجہ، ''اقامت الصلوۃ''، ۷۹؛ دارمی، ''الصلوۃ''، ۲۰۶

تاریخِ اسلام میں، دین کے رد کرنے، دین سے پھر جانے کے معنیٰ کے لئے ''ارتجاء'' یعنی واپس لوٹ جانا، ''مُرتجی'' یعنی واپس لوٹ جانے والا، جیسی اصطلاحات کا استعمال اسی واقعہ کے بعد ہوا۔
رسول اللہﷺ کے انتقال کے بعد منافقوں، یہودیوں اور نصرانیوں کی کوششوں سے گروہوں کی شکل میں لوگ اپنے دین سے پھرنا شروع ہو گئے۔
حضرت سہیلؓ بن عمرو، کعبہ کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور اہلِ مکہ کو آواز دی۔ اُن سے یوں خطاب فرمایا:
''اے مکہ والو! تم اُن مسلمانوں میں سے ہو جنہوں نے یہ دین سب سے آخر میں اپنایا۔ خبردار ارتداد والوں، اسلام سے پلٹ جانے والوں میں کہیں پہل نہ کر بیٹھنا! واللہ، جیسا کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ یہ کام ضرور مکمل کرے گا! میں نے آپ کو تنہا ٹھیک اسی جگہ کھڑے یوں کہتے سنا ہے:
''میرے ساتھ مل کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو تا کہ عرب دین میں داخل ہو جائیں اور غیر عرب تمہیں جزیہ ادا کریں! واللہ، کسریٰ اور قیصر کے خزائن اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے!''
تم نے اُن کو صدقہ و زکوٰۃ تحصیل کرتے دیکھ لیا جن کا تم مذاق اُڑاتے تھے۔ واللہ! باقی باتیں بھی پوری ہو کر رہیں گی۔ اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ جب تک سورج کا طلوع اور غروب ہونا جاری رکھے گا، یہ دین قائم رہے گا۔ تمہارے درمیان موجود اُن لوگوں کے دھوکے میں مت آنا! وہ لوگ بھی یہ سب جانتے ہیں، جو میں جانتا ہوں۔ لیکن بنی ہاشم کے خلاف حسد نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔
اے لوگو! قریش والوں میں، میں سب سے زیادہ خشکی اور سمندری رسد و رسائل کا مالک ہوں۔ تم لوگ اپنے امیر کی اطاعت کرو اور اپنی زکوٰۃ اُسے ادا کرو۔ اگر اسلام آخر تک جاری نہ رہا اور اسکا کام تمام ہو گیا تو تم سب کی زکوٰۃ کی واپسی میرے ذمہ ہے، میں اس کا کفیل ہوں!'' اور پھر وہ رونے لگے۔

اِس پر لوگ ٹھنڈے پڑ گئے۔ حضرت سہیلؓ بن عمرو کے اِس پُر تاثیر خطاب سے اہلِ مکہ ارتداد سے رُک گئے اور مکہ کے والی حضرت عتابؓ بن اسید اپنے گھر سے باہر نکل پائے۔
حضرت سہیلؓ بن عمرو، غزوۂ بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے اور جب اُنہیں اسیر بنا لیا گیا تب رسول اللہﷺ نے اُن کے متعلق حضرت عمرؓ سے یوں ارشاد فرمایا تھا: ''کسی مقام پر تنہا کھڑا ہو کر لوگوں کو اُن کے قصور گنواتے ہوئے خطاب کرنا، ایک ایسا عمل ہے جس کی اِس شخص سے اُمید کی جا سکتی ہے!'' رسول اللہﷺ کی اِس حدیث کے مصداق اچھے مقام پر کی گئی بات سے یہی خطاب اور خدمت مراد ہے۔
جب حضرت عمرؓ نے حضرت سہیلؓ کے اِس خطاب کے متعلق سنا تو رسول اللہﷺ کی وہ بات یاد آ گئی جو آپؐ نے حضرت سہیلؓ کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی، تب رسول اللہﷺ کی غیر موجودگی میں بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا، ''میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں! (۳۵۸)''

---

(۳۵۸) ابن ابی شیبہ، المصنف، VIII، ۴۸۴؛ سہیلی، روض الانف، III، ۱۰۰

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے دن، حضرت عبداللہؓ بن زید نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی، ''یا ربی! میں نے یہ آنکھ تیرے حبیب کے مبارک نورانی چہرے کو دیکھنے کے لئے چاہی تھی۔ جب وہ ہی نظر نہ آئے تو اس کا کیا کروں! یا ربی! میری آنکھ مجھ سے لے لے!'' اور آپؓ نابینا ہو گئے۔۔۔

ارتداد کی حرکات

رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد ارتداد یعنی دین سے پھر جانے کی حرکات شروع ہوگئیں۔ یہ حرکات بڑے پیمانے پر ہونا شروع ہوگئیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اِن کے ساتھ زبردست مجادلہ کیا۔ اگر اِن کے مقابلے میں آپؓ جیسی اولوالعزم شخصیت نہ ہوتی تو یہ خطرہ پورے عرب کو گھیر لیتا۔ حضرت سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں، ''رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد عربوں نے ارتداد کیا۔ نفاق بڑھ گیا۔ **میرے والدؓ پر پڑی مصیبت اگر پہاڑوں پر پڑتی تو یقیناً وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے! (۳۵۵)''**

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، ''اگر ابوبکرؓ نہ ہوتے تو محمد ﷺ کی وفات کے بعد اُمتِ محمد ﷺ ہلاک ہو جاتی (۳۵۶)۔''

''اُس اللہ تعالیٰ کی قسم ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، کہ ابوبکرؓ اگر خلافت پر نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوتا!'' آپؓ نے کہا اور اپنے یہ الفاظ مکرر تین بار کہے۔

حضرت ابورجاء العطاردی فرماتے ہیں، ''میں مدینہ داخل ہوا تو لوگوں کا ایک جمِ غفیر دیکھا، ایک شخص: ''میں تم پر قربان ہو جاؤں! واللہ اگر تم نہ ہوتے تو یقیناً ہم ہلاک ہو جاتے!'' کہہ کر کسی شخص کے سر کو چوم رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا چومنے والا کون ہے اور کون ہے وہ جسے چوما جا رہا ہے؟'' مجھے بتایا گیا، ''عمرؓ، مرتدوں کے ساتھ جہاد کرنے والے ابوبکرؓ کے سر کو چوم رہے ہیں!(۳۵۷)''

حضرت سیدۃ عائشہؓ فرماتی ہیں، جس دن عربوں نے ارتداد کیا اُس دن میرے والدؓ ننگی تلوار لئے اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے۔ اِسے دیکھ کر حضرت علیؓ، آپؓ کے پاس آئے، اُونٹ کی مہار پکڑ لی اور کہا، **''میں تمہیں وہی کہہ رہا ہوں جو تم نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کو کہا تھا: اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لو، خود کو خطرے میں ڈال کر ہمیں پریشانی میں مت ڈالو! واللہ، تمہارے سر پر کوئی فلاکت آئی، تو تمہارے بعد، پھر اسلام کی بنیاد سیدھی نہ رہے گی!''** (اگر حضرت علیؓ آپؓ کی خلافت کے خلاف ہوتے تو آپؓ کو بھیج کر مرنے دیتے، اِس طرح اُن کے لئے خلافت کی راہیں کھل جاتیں۔)

حضرت سیدۃ عائشہؓ اُن دنوں کی بابت یوں بتاتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کئی ایک عرب قبائل نے ارتداد کیا، دین سے پھر گئے۔ یہودیت، عیسائیت اور منافقیت نکلنا شروع ہوگئی۔ مسلمانوں کا حال، سردی کی راتوں میں بارش سے بھیگ کر بکھر جانے والی بھیڑوں جیسا تھا۔ حتیٰ اِس دوران کئی اہلِ مکہ اسلام سے پھر جانے کی تیاری کرنے لگے۔ حضرت سہیلؓ بن عمرو نے کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مکہ والوں سے مخاطب ہوئے۔ اُن سے ولولہ انگیز خطاب کر کے شبہات کو دور کیا اور اُنہیں دین سے پھرنے سے روک لیا۔

(۳۵۵) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۶۵؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۳۷۴؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXX، ۳۱۲
(۳۵۶) سہیلی، روض الانف، IV، ۴۶۷
(۳۵۷) ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXXXIII، ۵۰۲؛ سیوطی، جامع الاحادیث، XXV، ۳۰۰

پر ایمان لایا وہ جان لے کہ محمد عَلَیْہِ السَّلَام وفات پا گئے ہیں۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو وہ حی (زندہ) ہے اور باقی (ابدی) ہے۔ اس کے بعد آپؓ نے سورۃ آلِ عمران کی آیتِ کریمہ ۱۴۴ تلاوت فرمائی۔ ''اور محمدؐ رسول ہی ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی کئی پیغمبر گزر چکے ہیں، پھر اگر آپؐ وفات فرما جائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنے (پچھلے مذہب کی طرف) اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اپنے اُلٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا، اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا۔'' اصحابِ کرامؓ کو نصیحت فرمائی اور حالات کو سنبھالا (۳۵۰)۔ اس طرح سب کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کا یقین ہو گیا۔ حزن اور الم نے اصحابِ کرامؓ کے سینوں کو زہر یلے خنجر کی طرح زخمی کر ڈالا تھا۔ اُن کی آنکھوں سے آنسو دریا کی مانند بہتے تھے اور حسرت کی آگ اُن کے جگر کو واثے جاتی تھی۔

اصحابِ کرامؓ نے پہلا کام یہ کیا کہ تمام امور کو منظم کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ چُن لیا۔ اُن کی بیعت کی اور تابع ہو کر اُن کے حکم کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا (۳۵۱)۔

رسول اللہ ﷺ ہجرت کے گیارہویں سال (۶۳۲ء) ربیع الاوّل کے بارہویں دن، بروز پیر، بوقت قبل از دوپہر آخرت کی جانب انتقال فرما گئے۔ اُس وقت قمری تقویم کے مطابق آپؐ کی عمر ۶۳ اور شمسی تقویم کے مطابق ۶۱ سال تھی (۳۵۲)۔

رسول اللہ ﷺ کو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضلؓ بن عباس، حضرت قصیمؓ بن عباس، حضرت اُسامہؓ بن زید اور حضرت صالحؓ نے غسل دیا (۳۵۳)۔ غسل کے دوران آپؐ کے مبارک وجود سے مشک سی ایسی خوشبو پھیل گئی جو آج تک کسی نے سونگھی نہ تھی۔ پھر آپؐ کو کفن پہنایا گیا۔ ایک چار پائی پر لٹا کر آپؐ کو مسجد لے جایا گیا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی، سب مسجد سے باہر نکل آئے۔ ملائکہ نے گروہ در گروہ آ کر آپؐ کی نماز ادا فرمائی۔ جب ملائکہ کی نماز ختم ہوئی تو غائبانہ آواز سنائی دی، ''اندر داخل ہو جاؤ اور اپنے پیغمبر ﷺ کی نماز ادا کرو!'' اس پر اصحابِ کرامؓ اندر داخل ہو گئے، بلا امام رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی گئی۔ اصحابِ کرامؓ نمازِ جنازہ کی ادائیگی بدھ کی شام تک مکمل کر پائے۔

اصحابِ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے دفن کی جگہ کے لئے اُس حدیث شریف پر عمل کیا جو حضرت ابو بکرؓ نے اُنہیں یاد دلائی: ''پیغمبران اُسی جگہ دفن کئے جاتے ہیں جہاں اُن کی وفات ہوتی ہے۔'' حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے رسول اللہ ﷺ کے لئے قبر شریف، لحد کی شکل میں تیار فرمائی۔ بدھ کو آدھی رات کے قریب آپؐ کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت عباسؓ کے فرزند حضرت قصیمؓ قبر مبارک میں خدمات انجام دے کر باہر نکلنے والے سب سے آخری شخص تھے۔ آپؓ نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک کو دیکھنے والا میں آخری شخص ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے ہونٹ مبارک ہل رہے تھے۔ میں نے کان لگایا، آپؐ: ''یا ربیّ! اُمتی!۔۔۔ یا ربیّ! اُمتی!۔۔۔'' کہہ کر التجا فرما رہے تھے (۳۵۴)۔

---

(۳۵۰) بخاری، ''فضائل الصحابہ'' ۵: ابن ہشام، السیرۃ، ۶۵۵،۱۱: ابن سعد، الطبقات، ۲۷۱،۱۱: حاکم، المستدرک، ۳۲۳،۱۱: سہیلی، روض الانف، ۴۴۳،۱۷: ابن کثیر، السیرۃ، ۴۸۰،۱۷

(۳۵۱) ابن ہشام، السیرۃ، ۶۵۵،۱۱: سہیلی، روض الانف، ۴۴۴،۱۷: طبری، تاریخ، ۴۴۲،۱۱

(۳۵۲) ابن سعد، الطبقات، ۲۷۲،۱۱: سہیلی، روض الانف، ۳۴۱،۱۱: طبری، تاریخ، ۴۴۱،۱۱

(۳۵۳) ترمذی، شمائل شریف، ص ۳۹۶ (۳۵۴) ابن سعد، الطبقات، ۲۹۸،۱۱

''لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ! اے میرے اللہ ! رفیقِ اعلیٰ !'' نکلا ، آپؐ کی روح مبارکہ لے لی گئی اور اَعلیٰ علیّین پہنچا دی گئی ۔ ۔ ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یا حَبِیْبَ اللّٰہ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یا سَیِّدَالاَوَّلِیْن وَالآخِرِین!

شَفَاعت یا رَسُوْلَ اللّٰہ! دَخِیْلَکَ یا رَسُوْلَ اللّٰہ!

حضرت جبرائیلؑ نے رسول اللہﷺ کی جانب دیکھ کر : ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم یا رَسُوْلَ اللّٰہ! اَنتَ مَقْصُودِی وَ اَنْتَ مَطْلُوْبِی۔ آپؐ ہی میرے مقصود اور آپؐ ہی میرے مطلوب تھے ۔ میں اب پھر کبھی زمین پر نہ آؤں گا !'' کہہ کر وداع کر دیا ۔

رسول اللہﷺ کی روح مبارکہ عالمِ بالا کو پرواز کر جانے کے بعد حضرت سیّدۃ فاطمہؓ اور ازواج مطہراتؓ (۳۴۸) نے اُونچی آواز میں رونا شروع کر دیا (۳۴۹) ۔

اسی اثناء میں ایک غائبانہ آواز سنائی دی اور :

''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا اَھلِ بَیْت! وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ'' کہہ کر اُس نے سلام پیش کیا پھر سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ ۱۸۵ تلاوت فرمائی ، **''ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے ، اور تمہارے اجر پورے کے پورے تو قیامت کے دن ہی دیے جائیں گے ۔''** اس کے بعد انہیں تسلی دیتے ہوئے اور تعزیت کرتے ہوئے کہا ، ''اللہ تعالیٰ کے احسانات و اکرامات پر یقین رکھو ۔ اُسی سے بندھے رہو اور اُسی سے مدد مانگو ۔ آہ و فریاد مت کرو ! دراصل مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم رہ جائے !''

یہ الفاظ وہاں موجود سب لوگوں نے سنے اور سلام کا جواب بھی دیا ۔ یہ الفاظ کہنے والے حضرت خضرؑ تھے ۔

رسول اللہﷺ پر موت کی علامات دیکھ کر حضرت اُمّ ایمنؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت اُسامہؓ کو خبر بھیجی ۔ حضرت اُسامہؓ ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ یہ دکھ بھری خبر سنتے ہی لشکر سے نکل کر مسجدِ نبوی آ گئے ۔ حضرت سیدۃ عائشہؓ صدیقہ اور دیگر خواتین کا رونا سن کر مسجد میں موجود اصحاب کرامؓ حیرت کرنے لگے ۔ اُنہیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیا ہوا ۔ اُن کے دماغ ماؤف ہو گئے تھے ۔ حضرت علیؓ بے حس و حرکت تھے گویا جان نکل گئی ہو ۔ حضرت عثمانؓ کی زبان گنگ ہو گئی ۔ حضرت ابو بکرؓ اُس وقت اپنے گھر پر تھے ، بھاگے بھاگے آئے ۔ فوراً حجرۂ سعادت میں داخل ہو گئے ۔ فخرِ عالمﷺ کے چہرے پر سے کپڑا اٹھایا ۔ اُنہیں مفتون پایا ۔ آپؐ کا ہمیشہ کی طرح لطیف ، نظیف ، نور سے چمک رہا تھا ۔'' آپؐ کی ممات بھی آپؐ کی حیات کی طرح کس قدر خوبصورت ہے یا رسول اللہﷺ !'' کہہ کر چوم لیا ۔ بہت روئے ۔ پھر آپؐ کے چہرۂ مبارک پر چادر اوڑھ دی ۔ گھر والوں کو تسلی دی ۔ پھر مسجد شریف تشریف لے آئے اور منبر پر چڑھ کر اصحاب کرامؓ کو خطبہ دیا ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور رسول اللہﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے بعد یوں گویا ہوئے : '' جو کوئی محمد عَلَیْہِ السَّلَام

(۳۴۸) رسول اللہ ﷺ کی بیویاں

(۳۴۹) ابن سعد ، الطبقات ، II، ۲۶۲

جبرائیلؑ نے جواب دیا، ''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کی آمد کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، نہریں بہہ رہی ہیں، جنت کے درخت پھلوں سے لد چکے ہیں، حوریں بن سنور گئی ہیں۔''

پیغمبر آخر زمان ﷺ نے پھر کہا، ''حمد تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ تم مجھے کوئی اور مژدہ سناؤ، یا جبرائیلؑ۔'' حضرت جبرائیلؑ نے پھر جواب دیا، ''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ وہ شخصیت ہیں جو روزِ قیامت سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور جن کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔'' رسول اللہ ﷺ نے پھر دہرایا، ''حمد تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ تم مجھے کوئی اور مژدہ سناؤ۔'' حضرت جبرائیلؑ نے سوالاً کہا، ''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میرا سارا اندیشہ، غم اور دکھ، میری اُمت کے متعلق ہے جسے میں اپنے پیچھے چھوڑے جا تا ہوں۔'' حضرت جبرائیلؑ نے کہا، ''اے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ! روزِ قیامت، اللہ تعالیٰ آپؐ کی اُمت کی بخشش اُس وقت تک فرماتا رہے گا جب تک آپؐ راضی نہ ہو جائیں۔ سب پیغمبروں سے پہلے آپؐ اور سب اُمتوں سے پہلے آپؐ کی اُمت کو جنت میں پہنچایا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیلؑ سے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ سے میری تین مرادیں ہیں۔ پہلی یہ کہ مجھے میری اُمت کے گناہوں کے لئے شافع بنایا جائے، دوسری یہ کہ دنیا میں کئے گئے گناہوں کے بدلے اُن پر عذاب نہ بھیجا جائے اور تیسری یہ کہ جمعرات اور پیر کے دن میری اُمت کے اعمال مجھے پیش کئے جائیں۔ (اگر اعمال اچھے ہوئے تو میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمالے۔ اگر برے ہوئے تو شفاعت کروں گا تاکہ انہیں نامہ اعمال سے مٹا دیا جائے)'' حضرت جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ تینوں مرادیں پوری کئے جانے کی خبر آپؐ کو دے دی۔ اِس پر رسول اللہ ﷺ نے سکون کا سانس لیا۔

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: ''اے میرے حبیب ﷺ! اُمت کے لئے تیرا اِس قدر رحمت اور شفقت دکھانا، تیرے مبارک قلب میں کس نے ڈالا؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''مجھے تخلیق کرنے والے، میری تربیت کرنے والے ربّ تعالیٰ نے۔'' جنابِ حق نے فرمایا، ''تیری اُمت کے لئے میری رحمت اور مرحمت تم سے ہزار درجہ زیادہ ہے۔ تم اُنہیں مجھ پر چھوڑ دو۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''میں نے اب راحت پالی۔ اے عزرائیلؑ اپنا وظیفہ پورا کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے!''

حضرت عزرائیلؑ کائنات کے اُس سلطان ﷺ کے قریب آ گئے جن کے صدقے اُسکی تخلیق کی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پاس رکھے پانی کے برتن میں دونوں ہاتھ ڈال کر گیلے ہاتھوں سے اپنے مبارک چہرے کو تر کیا اور: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه! اے میرے اللہ! رفیقِ اعلیٰ!۔۔۔'' حضرت عزرائیلؑ نے آقائے دو عالم ﷺ کی روح لینا شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کا رنگ متغیر ہونے لگا بھاً سُرخ پڑ جاتا بھاً زرد۔ آپؐ نے حضرت عزرائیلؑ سے پوچھا، ''کیا میری اُمت کی جان بھی ایسی شدت اور سختی سے لو گے!'' جواباً اُنہوں نے فرمایا، ''یارسول اللہ ﷺ! میں نے اب تک کسی کی جان اِس قدر آرام سے نہیں لی۔'' اپنے آخری لمحات میں بھی آپؐ اپنی اُمت کو نہیں بھولے اور کہا، ''اے عزرائیلؑ! میری اُمت کے حصّے کی شدت تم مجھ پر لگا دو! کیونکہ وہ بہت کمزور ہیں، اسے برداشت نہ کر پائیں گے۔۔۔'' پھر مبارک لبوں سے

سب سے پہلے تم میرے پاس آؤ گی۔'' حضرت سیدۃ فاطمہؓ یہ مژدہ سُن کر تسلی پا گئیں۔

اُنہوں نے پھر سوال کیا، ''اے میرے والدِ محترمؐ! آج جدائی کا دِن ہے! اِس کے بعد میں آپؐ سے کب ملوں گی؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اے میری بیٹی! تم مجھے روزِ قیامت حوضِ کوثر کے کنارے پاؤ گی۔ میں اپنی اُمت میں سے جو حوض پر آئے گا اُسے پانی دوں گا۔'' پھر حضرت سیدۃ فاطمہؓ نے عرض کی، ''اور اگر میں آپؐ وہاں نہ پا سکی تو میں کیا کروں؟'' اِس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''میزان کے پاس پاؤ گی۔ میں وہاں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا''

حضرت سیدۃ فاطمہؓ نے پھر عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں آپؐ کو وہاں بھی نہ پا سکی تو؟'''' تب مجھے صراط کے پاس پاؤ گی۔ میں وہاں اپنے ربّ سے؛ ''یا ربی! میری اُمت کو آتش سے بچا'' کہہ کر التجا کروں گا'' کہہ کر جواب دیا۔

اِس کے بعد حضرت علیؓ نے پُرحزن آواز میں سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی روح قبض ہو جانے کے بعد، آپؐ کو کون غسل دے گا، آپؐ کو کفن کیسے دیا جائے گا، آپؐ کی نمازِ جنازہ کون پڑھائے گا، قبر میں کون اتارے گا؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواباً یوں ارشاد فرمایا:

''اے علیؓ! مجھے تم غسل دینا، فضل بن عباس تمہارے لئے پانی بہائے۔ تمہارے ساتھ تیسرا جبرائیلؑ ہوگا۔ غسل ختم ہونے کے بعد مجھے کفن پہنانا۔ جبرائیلؑ جنت سے بہترین خوشبو لائے گا۔ پھر مجھے مسجد میں لے جانا اور باہر نکل جانا۔ کیونکہ پہلے جبرائیلؑ، پھر میکائیلؑ، پھر اِسرافیلؑ، پھر گروہ در گروہ ملائکہ میری نماز پڑھیں گے۔ پھر تم لوگ داخل ہونا، صفیں باندھ لینا۔ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے آگے مت بڑھے (۳۴۷)۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے آپؐ کے لئے منتظر حضرت عزرائیلؑ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا، ''اے عزرائیلؑ! کیا تم زیارت کے لئے آئے ہو یا میری روح قبض کرنے کے لئے؟'' اِس کے جواب میں حضرت عزرائیلؑ نے عرض کی، ''مہمان بن کر بھی آیا ہوں اور وظیفہ دے کر بھی بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کے حضور میں اجازت لے کر داخل ہونے کا حکم دیا ہے۔ آپؐ کی مبارک روح بس آپؐ ہی کی اجازت سے لوں گا۔ یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت دیں تو آپؐ کا حکم بجا لاؤں گا اور آپؐ کی روح قبض کر لوں گا وگرنہ لوٹ کر اپنے ربّ کے پاس چلا جاؤں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''اے عزرائیلؑ! جبرائیلؑ کو کہاں چھوڑ آئے؟'''' میں جبرائیلؑ کو دنیا کے آسمانوں میں چھوڑ آیا ہوں۔ ملائکہ آپؐ کی وفات پر اُس سے تعزیت فرماتے ہیں'' حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا۔ یہ باتیں جاری تھیں کہ حضرت جبرائیلؑ بھی آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے میرے بھائی جبرائیلؑ! اب دنیا سے کوچ کا وقت آن پہنچا ہے۔ بتاؤ، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ مجھے اِس کا مژدہ دو تاکہ راحتِ قلب کے ساتھ میں امانت صاحبِ امانت کو تسلیم کر سکوں۔'' حضرت جبرائیلؑ نے عرض کی، ''اے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ! میں آسمان کا دروازہ کھلا چھوڑ آیا ہوں۔ ملائکہ صف در صف کھڑے محبت کے ساتھ آپؐ کی روح کے منتظر ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''حمد تو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ تم مجھے یہ مژدہ سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟'' حضرت

(۳۴۷) ابن سعد، الطبقات، II، ۲۵۸؛ سہیلی، روض الانف، VIII، ۳۲۹؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، XII، ۲۶۴

علیؓ! میرے ذمہ فلاں فلاں یہودی کا کچھ مال ہے۔ میں نے عساکر کی تیاری کے لئے اُس سے لیا تھا۔ اُسے ادا کرنا مت بھولنا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ذمہ جو کام ہے اُسے تم ضرور پورا کرو گے اور حوض کوثر پر مجھے ملنے والوں میں سب سے پہلے شخص تم ہو گے۔ میرے بعد تمہیں بہت نقصان پہنچے گا، صبر کرنا، جب لوگ دنیا کی خواہش کریں تو تم آخرت کو اپنانا۔''

حضرت اُسامہؓ پھر تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تمہارا مددگار رہو! تم جنگ کو جاؤ!'' وہ وہاں سے نکل کر لشکر سے آن ملے اور فوراً حرکت کا حکم دے دیا(۳۴۶)۔

آقائے دو عالم ﷺ اب آخری سانسیں لے رہے تھے۔۔۔۔ وقت اب بہت ہی قریب تھا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو حکم دیا، ''میرے حبیبؐ کے پاس بہترین صورت میں جاؤ! اگر وہ اجازت دے تو اُس کی روح کو نہایت نرم اور خفیف شکل میں لے لینا۔ اگر اجازت نہ دے تو لوٹ آنا!'' حضرت عزرائیلؑ بہترین شکل میں، انسانی لباس میں ملبوس رسول اللہ ﷺ کے درِ مبارک پر آن پہنچے اور: ''اَلسَّلامُ عَلَیْکُم اے نبوت کے گھر کے مالک! کیا مجھے اندر آنے کی اجازت دیتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے'' کہہ کر اجازت طلب فرمائی۔ اُم المومنین حضرت سیّدۃ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی حضرت سیّدۃ فاطمہؓ سے کہا، ''اِس آنے والے کو تم جواب دو۔'' آپؓ نے دروازے پر پہنچ کر بڑی غمزدہ آواز میں کہا، ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! رسول اللہ ﷺ اِس وقت اپنے حال میں مشغول ہیں۔'' حضرت عزرائیلؑ نے پھر اجازت طلب فرمائی۔ اُنہیں پھر وہی جواب دیا گیا۔ تیسری بار بلند آواز میں سلام کرتے ہوئے جب حضرت عزرائیلؑ نے مطلقاً داخلے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوگئی اور آپؐ نے کہا، ''یا فاطمہؓ! دروازے پر کون ہے؟''

حضرت فاطمہؓ نے فرمایا، ''دروازے پر کوئی اندر آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ میں نے اُسے بار بار جواب دیا لیکن تیسری مرتبہ اجازت طلب کرنے پر میرا وجود کپکپا اُٹھا۔'' اِس پر رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''اے فاطمہؓ! کیا تمہیں معلوم ہے دروازے پر کون ہے؟ وہ لذتیں ختم کرنے والا، قوموں کو مٹا دینے والا، عورتوں کو بیوہ، بچوں کو یتیم کر دینے والا، گھروں کو خراب اور قبروں کو معمور کرنے والا، ملک الموت عزرائیلؑ ہے۔ اے عزرائیل اندر آ جاؤ۔'' اُس وقت حضرت سیدۃ فاطمہؓ انتہائی اضطراب میں پڑ گئیں اور اُن کے مبارک ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے: ''آہ! کیا اب مدینہ خراب ہو گیا؟''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدۃ فاطمہؓ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے سینہ مبارک پر رکھ لیا، پھر آنکھیں بند کر لیں۔ وہاں موجود لوگ یہ سمجھے کہ آپؐ کی روح قبض کر لی گئی ہے۔ حضرت سیدۃ فاطمہؓ نے تاب نہ لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے کان کے پاس جھک کر دلدوز آواز میں کہا، ''اے میرے والدؐ!'' جب کوئی جواب موصول نہ ہوا تو اس بار پکار اُٹھیں، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! صرف ایک بار اپنی مبارک آنکھیں کھولیں اور مجھ سے کچھ بات کریں۔۔۔'' آقائے دو عالم ﷺ نے اپنی مبارک آنکھیں کھولیں، اپنی بیٹی کے آنسو پونچھے اور اُن کے کان میں ذرا ہی دیر میں وفات پا جانے کے متعلق خبر دی۔ حضرت سیدۃ فاطمہؓ نے رونا شروع کر دیا۔ اِس دفعہ آپؐ نے اُن کے کان میں کہا، ''میرے اہلِ بیت میں

(۳۴۶) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۵۰؛ طبری، تاریخ، II، ۴۷۴؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۴۳۳

تھا، سب مل کر رونے لگیں۔

باہر اصحاب کرامؓ ان حالات کے زیر تاثیر کھڑے تھے، رسول اللہﷺ کی بیماری کے بڑھ جانے کی خبر نے اُن کے دلوں کو گویا مسل سا دیا تھا۔ وہ سب بھی رونے لگے۔ بس آخری بار ہی سہی آپؐ کے چہرہ مبارک کی زیارت کے لئے التجا کرنے لگے، ''مہربانی کریں اور دروازہ کھول دیں! ہم رسول اللہﷺ کا چہرہ مبارک بس ایک اور دفعہ دیکھ لیں۔'' اپنے اصحابؓ کی یہ فریاد سُن کر رحمت للعالمینﷺ نے مرحمت فرماتے ہوئے کہا، ''دروازہ کھول دو!'' اکابرین اصحابؓ اندر آ گئے۔

رسول اللہﷺ نے اُنہیں صبر کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا، ''اے میرے اصحابؓ! تم انسانوں میں سب سے افضل اور سب سے شرف والی جماعت ہو۔ تمہارے بعد جو کوئی بھی آ جائے، تم سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ دین قائم کرنے میں متانت اختیار کرو اور قرآنِ عظیم کو اپنا امام (رہبر) بناؤ۔ دین کے احکام سے غافل مت ہونا۔'' پھر یوں فرمایا، ''یا ربیّ! کیا میں نے تبلیغ فرما دی؟'' اس کے بعد آپؐ نے اپنی مبارک آنکھیں موند لیں۔ آپؐ کا مبارک چہرہ پسینے سے شرابور ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے اشارے سے اصحاب کرامؓ کو نکلنے کا اشارہ فرمایا۔

وہ سب چلے جانے کے بعد اُم المومنین سیدۃ عائشہؓ آپؐ کے پاس تشریف لائیں اور آپؐ سے کچھ نصیحت کرنے کی التجا فرمائی۔ رسول اللہﷺ نے؛ ''اے عائشہؓ! اپنے گھر کے کونے میں بیٹھ کر خود کی حفاظت کرنا!'' فرمایا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سلطانِ کائنات رو رہے تھے۔۔۔ وہاں موجود سب کے دل زخمی ہو کر رہ گئے، اُن کے جگر پارہ پارہ ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت اُم المومنین سیدۃ اُمّ سلمہؓ نے عرض کی، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ! آپؐ کیوں روتے ہیں؟'' اس سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا، ''اِس لئے روتا ہوں کہ میری اُمت پر مرحمت ہو۔''

سورج سر پر چڑھتا جا رہا تھا۔ وقت قریب آ چکا تھا۔۔۔ رسول اللہﷺ کا مبارک سر سیدۃ عائشہؓ کے سینہ مبارک سے ٹکا ہوا تھا۔ آقائے دو عالمﷺ اپنے آخری لمحات جی رہے تھے۔ آپؐ کے مبارک لبوں سے یہ جملے سنائی دیئے، ''امان! امان! اپنے غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرو! اُنہیں کپڑے دو، اُنہیں پیٹ بھر کھانا فراہم کرو۔ اپنی عورتوں اور غلاموں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو!۔ یا الٰہی! میری حفاظت فرما! مجھے اپنی رحمت احسان فرما!۔۔۔ مجھے اپنے عظیم دوستوں کی جماعت میں داخل فرما!۔۔۔''

حضرت سیدۃ فاطمہؓ کے آنسوؤں کے بند ٹوٹ چکے تھے، اُن کی آہیں سننے والوں کے جگر پارہ پارہ کئے جاتی تھیں۔ رسول اللہﷺ نے اُنہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور فرمایا، ''میری بیٹی! تھوڑا صبر کر، مت رو۔ کیونکہ تیرا رونا، فرشتگان حاملِ عرش کو رُلائے دے رہا ہے۔'' پھر آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کے آنسو پونچھے۔ اُنہیں تسلی دی اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے لئے صبر مانگا۔ پھر ارشاد فرمایا، ''اے میری بیٹیؓ! جب میری رُوح قبض ہو تب "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُون" پڑھنا۔ اے فاطمہؓ! سر پر پڑی ہر مصیبت کو سہنا چاہیئے۔'' کچھ دیر کے لئے آپؐ نے اپنی مبارک آنکھیں بند کر لیں، پھر فرمایا، ''آج کے بعد تمہارے والدؐ کے لئے کوئی غم و غصہ نہیں کیونکہ وہ اب فانی دنیا سے اور محنت سے بھرپور اس جگہ سے آزاد ہو رہا ہے۔'' پھر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، ''یا

آئے لیکن آپؐ نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن اپنے ہاتھ اُٹھا کر اُن کے بدن پر پھیرتے رہے۔ یہ ظاہر تھا کہ آپؐ اُن کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سوموار کے روز ہی اپنی آمد سے اس دنیا سے شرفیاب فرمایا تھا اور اسی دن ہی آخرت کی جانب رحلت فرمائی۔ بیماری کا تیرہواں دن آخری دن تھا۔۔۔ اصحاب کرامؓ مسجد شریف میں حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا فرما رہے تھے کہ آقائے دوعالم ﷺ مسجد شریف تشریف لائے۔ اپنی اُمت کو صف در صف کھڑے عبادت کرتے دیکھا۔ خوشی سے تبسّم فرمایا۔ آپؐ نے بذاتِ خود حضرت ابوبکرؓ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا فرمائی۔ اصحاب کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد میں دیکھ کر اور بیماری ختم ہو جانے کا سوچ کر خوشی کا اظہار کیا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لائے اور لیٹ گئے۔ پھر ارشاد فرمایا، **''اللہ تعالیٰ کے حضور اس حالت میں جانا چاہتا ہوں کہ پیچھے کوئی دنیاوی مال نہ ہو، جو تمہارے پاس سونا پڑا ہے اُسے بھی فقیروں میں بانٹ دو۔''** پھر آپ کا بخار شدت پکڑ گیا۔ کچھ دیر بعد آپؐ نے دوبارہ آنکھیں کھولیں، حضرت عائشہؓ سے سونے کی تقسیم کے متعلق دریافت فرمایا۔ اُنہوں نے جلد ہی بانٹ دیئے جانے کا کہا۔ آپؐ نے وہ سونا فوراً بانٹنے کے لئے بار بار حکم دیا۔ وہ سونا درحال بانٹ دیئے جانے کے بعد آپؐ کو مطلع کر دیا گیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، **''اب مجھے سکون ہوا۔''**

اپنے بستر پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے حضور طلب فرمایا۔ اپنا سر مبارک اُن کی گود میں رکھ دیا۔ آپؐ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آ رہا تھا اور آپؐ کا رنگ متغیر ہوتا جا رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ اپنے والدؐ کو اس حال میں نہ دیکھ سکیں اور اپنے صاحبزادوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے پاس چلی گئیں۔ اُن کے ہاتھ پکڑ کر رونے لگیں۔ ''اے میرے والدؐ! آپؐ کی بیٹی کو کون دیکھے گا! حسنؓ اور حسینؓ کس کو امانت کر کے جا رہے ہیں؟ آہ میرے والدؐ! میرے جان آپؐ پر فدا! آپؐ کے بعد میرا حال کیا ہوگا! آپؐ کے چہرۂ مبارک کے بعد میری آنکھیں بھلا کسے دیکھیں گی!''

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کے دل سوختہ الفاظ سنے اور اپنی مبارک آنکھیں کھول دیں، پھر اُنہیں اپنے پاس بلوایا اور دعا فرمائی، **''یا ربیّ! اسے صبر احسان فرما۔''** پھر فرمایا، **''اے فاطمہؓ! اے میرے آنکھ کے نور! تمہارا والد جان سپرد کرنے کو ہے!''** آپؐ کی یہ بات سنتے ہی حضرت فاطمہؓ کے دکھ بھرے نالوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ حضرت علیؓ نے کہا، ''اے فاطمہؓ! بس کرو چپ کر جاؤ، رسول اللہ ﷺ کو مزید دکھی مت کرو!'' اُن کی اس بات پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''اُس پر سختی نہ کرو یا علیؓ! چھوڑو اپنے والدؐ کے لئے اُس کی آنکھیں آنسو بہا لیں!۔۔۔''** یہ کہنے کے بعد آپؐ نے اپنی آنکھیں موند لیں اور جیسے آپؐ پر بے ہوشی سی طاری ہو گئی۔

پھر حضرت حسنؓ اپنے نانا محترمؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، ''اے میرے مبارک نانا! کون ہے جو آپؐ کی جدائی برداشت کر سکے گا۔ ہم اپنے دل کی پریشانی کسے بیان کریں گے! آپؐ کے بعد میری ماںؓ، میرے باپؓ اور میرے بھائیؓ پر کون شفقت برسائے گا۔ آپؐ کی ازواجؓ اور اصحاب کرامؓ بھلا آپؐ کے اخلاق کہاں پائیں گے!۔۔۔'' اور رونے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کا حال بھی برا

ہمیشہ کی طرح تب بھی آپؐ کے درِ مبارک پر حاضر ہو کر: ''الصلوٰۃ، یا رسول اللہ'' کہا۔ رسول اللہ ﷺ پر بے در مانی کی حالت طاری تھی اور مسجد جانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''**ابوبکرؓ سے کہو! میرے اصحابؓ کو نماز پڑھادیں۔**'' حضرت عائشہؓ نے: ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! میرے والد نہایت رقیق القلب اور غمگین ہیں۔ آپؐ کی ذاتِ عالیہ کی جگہ پر کھڑے ہونا اور آپؐ کی وہاں ناموجودگی اُن پر بھاری گزرے گی، رونے کی وجہ سے وہ نماز ادا نہ کرواسکیں گے۔ آپؐ امامت کے لئے عمرؓ کو مقرر فرمادیں'' کہہ کر التجا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے دہراتے ہوئے کہا، ''**ابوبکرؓ سے کہو! میرے اصحابؓ کی امامت کرتے ہوئے نماز پڑھادیں۔**'' حضرت بلالؓ نے آکر حضرت ابوبکرؓ کو یہ سب بیان کردیا۔ حضرت ابوبکرؓ محراب میں رسول اللہ ﷺ کو نہ پاکر دِل تھام کر رہ گئے۔ گویا عقل ہاتھ سے جاتی رہی۔ آپؓ روئے!۔۔۔۔۔ روئے!۔۔۔۔ اصحابِ کرامؓ نے بھی رونا شروع کردیا۔ حبیب اللہ ﷺ نے مسجد سے آتی اِس فریاد کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کے اصحابؓ آپ کی جدائی برداشت نہ کرنے کہ وجہ سے رو رہے ہیں!۔۔۔۔ (۳۴۴)''

دریائے مرحمت رسول اللہ ﷺ بڑے متاثر ہوئے۔ اپنے اصحابِ کرامؓ کی تسلی کے لئے نہایت تکلیف کی حالت کے باوجود بڑی مشکل سے اُٹھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کا سہارا لے کر مسجد میں آگئے۔ نماز کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''**اے میرے اصحابؓ! تم اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہو کہ میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کو سونپا ہے! پس تقویٰ اپناؤ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر قائم رہو اور اطاعت کرتے رہو۔ میں اب اِس دنیا سے کوچ کرنے کو ہوں۔**''

حضرت ابوبکرؓ نے اصحابِ کرامؓ کو سترہ اوقات نمازیں پڑھائیں۔ ایک دفعہ آپؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ اس دوران سلطانِ کائنات ﷺ نے اپنے بدن میں کچھ راحت محسوس فرمائی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کا سہارا لے کر مسجد تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا احساس ہوگیا اور آپؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو: ''**اپنی جگہ پر کھڑے رہو!**'' کی شکل میں اشارہ فرمایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی بائیں جانب کھڑے ہو کر اپنے اصحابؓ کو آخری بار نماز پڑھائی (۳۴۵)۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دِن پہلے جبرائیلؑ آپؐ کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سلام بھیجا ہے۔ آپؐ کی حالت کے متعلق سب معلومات کے باوجود آپؐ کی طبیعت کے متعلق پوچھا ہے۔'' آقائے دوعالم ﷺ نے فرمایا، ''**تکلیف میں ہوں!**''

جبرائیلؑ اتوار کے روز پھر حاضر ہوئے اور یہی باتیں دہرائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر وہی پہلے والے جواب دیئے۔ جبرائیلؑ نے اس کے علاوہ یمن میں پیغمبری کے دعویدار اسود عنسی کے قتل کی بھی خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر اپنے اصحابِ کرامؓ کو دے دی۔ علیل پڑنے سے کچھ دن پہلے آپؐ کو کچھ سونے کے سکے بھیجے گئے تھے۔ ان میں سے کچھ آپؐ نے فقراء میں تقسیم کروادیئے اور کچھ سیّدہ حضرت عائشہؓ کو دے دیئے تھے۔ اتوار کے روز آپؐ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ آپؐ کے حضور لشکرِ اسلام کے امیر حضرت اُسامہ

(۳۴۴) سہیلی، روض الانف، III، ۱۹۸؛ ترمذی، شمائل شریف، ص، ۳۸۷-۳۸۶
(۳۴۵) بیہقی، السنن، II، ۳۰؛ ابویعلی، المسند، XIII، ۴۲۸

نے رونا شروع کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ بن عباس کا سہارا لئے ایک بار پھر مسجد تشریف لے آئے اور منبر کے سب سے نچلے قدم پر کھڑے ہوکر یوں ارشاد فرمایا: ''اے مہاجرین اور اے انصارین! جس شے کا وقت مقرر ہو چکا ہو اُس کے لئے جلدی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے لئے جلدی نہیں کرتا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی لکھی قضا اور تقدیر بدلنے، اُس کے ارادے کے خلاف چلنے کی کوشش کرتا ہے، وہ اُس پر اپنا قہر نازل کر کے پریشان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حیلے بازی کرنے والے، اُسے دھوکہ دینے والے کا کام بگڑ جاتا ہے اور وہ خود دھوکہ کھا جاتا ہے۔ جان لو کہ میں تمہارے لئے رؤف ورحیم ہوں۔ تم لوگ بھی مجھ سے آن ملو گے۔ ہماری ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے۔ جو جنت میں داخل ہونا چاہے، مجھ سے ملنا چاہے وہ فضول باتیں نہ کرے۔ اے مسلمانو! کافر ہونا، گناہ کا کام کرنا؛ نعمتوں اور رزق کی کمی کا باعث بنتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرے تو حکومت کے حکمدار، امرأ اور والی اُن پر مرحمت اور شفقت فرماتے ہیں۔ فسق، فجور، بے حیائی اور گناہوں کے کام کرنے والے لوگ، صاحب مرحمت حکمداروں سے محروم رہتے ہیں۔ میری حیات جیسے تمہارے لئے باعثِ خیر ہے ویسے ہی میری موت بھی باعثِ خیر ورحمت ہے۔ اگر میں نے کسی کو ناحق نقصان پہنچایا ہو یا سخت روی دکھائی ہو تو وہ مجھ سے ویسا ہی برتاؤ کرنے کا حق رکھتا ہے، اگر تم میں سے کسی کی کوئی شے ناحق لی ہو تو میں اس بات پر راضی ہوں کہ وہ اُسے واپس مانگ لے، میں حق حلالیت کے لئے حاضر ہوں۔ کیونکہ دنیا کی سزا، آخرت کی سزا سے کہیں کمتر ہے۔ اِسے برداشت کر لینا کہیں آسان ہے۔'' آپؐ نے جیسے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق اپنی ممنونیت کا اظہار فرمایا تھا، اس خطبہ میں آپؐ نے حضرت عمرؓ کے متعلق ممنونیت کا اظہار فرماتے ہوکہا: ''عمرؓ میرے ساتھ ہے اور میں عمرؓ کے ساتھ ہوں۔ میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ اس خطبہ کے بعد منبر سے اُتر آئے۔ نماز کے بعد پھر منبر پر چڑھے اور وصیت اور نصیحت کے بعد: ''میں تمؓ سب کو اللہ تعالیٰ کی امان میں دیتا ہوں'' کہہ کر اپنے حجرہ شریف تشریف لے گئے۔

ایک دن جب رسول اللہ ﷺ کی درد میں بہت اضافہ ہوگیا تھا، اپنے اصحاب کرامؓ سے حق حلالیت لینے اور دنیا سے کوچ کرنے سے پہلے اگر کوئی حقِ عباد اللہ رہ گیا ہو تو اس کی ادائیگی کی نیت سے حضرت بلالؓ کو بلایا اور حکم دیا: ''لوگوں کو بلاؤ! سب مسجد میں جمع ہو جائیں۔ میں اُنہیں وصیت کرنا چاہتا ہوں!۔۔۔''

حضرت بلالؓ نے اصحاب کرامؓ کو مسجد میں جمع کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ کا سہارا لئے مسجد تشریف لائے۔ منبر پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد آپؐ نے: ''اے میرے اصحابؓ! جان لو کہ میرا تم لوگوں سے جدائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جس کسی کا میری جانب کوئی حق بنتا ہے، مجھ سے طلب کر لے۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے اپنا حق طلب کر لے یا مجھ پر اپنا حق حلال کر دے تاکہ میں اپنے ربّ اور اُس کی رحمت سے اِس حال میں ملوں کہ اِس حق کی ادائیگی کر چکا ہوں'' ارشاد فرمایا۔ پھر آپؐ منبر سے اتر آئے، نمازِ ظہر کی امامت فرمائی۔ نماز کے بعد پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے الفاظ دہرائے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے تین دن پہلے آپؐ کی علالت میں بہت زیادہ شدت آ گئی۔ آپؐ مسجد میں آ کر نماز پڑھانے سے قاصر تھے۔ پہلی نماز جس کی آپؐ امامت نہ کر سکے، نمازِ عشاء تھی۔ حضرت بلالؓ نے

مبارک بدن آتش کی مانند تپ رہا تھا۔ میں نے کہا، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ! میں نے آج تک ایسی شدت کی بیماری نہیں دیکھی!۔۔۔'' آپؐ نے فرمایا، ''اے اُمّ بشرؓ! کپکپی کی یہ شدت میرے ثواب میں اضافے کے لئے ہے۔ میری یہ علالت اُس زہریلے گوشت کی وجہ سے جو میں نے خیبر میں چکھا تھا۔ میں اُس گوشت کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں۔ اُس دن کا کھایا زہر، آج میری شاہ رگ اکھاڑے جاتا ہے''۔ (۳۴۲)

رسول اللہﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے بھی یوں فرمایا: ''کوئی مسلمان ایسا نہیں جو بیمار ہو اور اللہ تعالیٰ اُس کے گناہوں کو درخت کے پتوں کی مانند جھاڑ نہ دے! (۳۴۳)''

آپؐ کی علالت میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اصحاب کرامؓ آپؐ کی اس کیفیت سے نہایت رنجیدہ تھے اور اُن کے لئے اپنے گھروں میں راحت نہ تھی۔ سب مسجد میں جمع ہو گئے تھے۔ رسول اللہﷺ کا حال پوچھنے کی غرض سے اُنہوں نے حضرت علیؓ کو آپؐ کے حضور بھیجا۔ آقائے دو عالمﷺ نے اشارے سے پوچھا، ''میرے اصحابؓ کیا کہتے ہیں؟''

حضرت علیؓ نے جواب میں عرض کیا، ''وہ غمگین اور پریشان ہیں کہ کہیں رسول اللہﷺ ہمارے بیچ سے چلے گئے تو!۔۔۔'' اپنے اصحابؓ کے لئے مرحمت کے سراپا رسول اللہﷺ اپنی بیماری کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اُٹھے، پھر حضرت علیؓ اور حضرت فضلؓ بن عباس کا سہارا لیتے ہوئے مسجد میں آ گئے۔ منبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اپنے اصحابؓ سے یوں خطاب فرمایا: ''اے میرے اصحابؓ! میری موت کا سوچ کر تم سب پریشان ہو رہے ہو۔ کیا کوئی پیغمبر کبھی اپنی اُمت میں ہمیشہ کے لئے زندہ رہا ہے جو میں تمہارے بیچ ہمیشہ کے لئے زندہ رہوں؟ جان لو کہ میں اپنے ربّ سے جا ملوں گا۔ تم لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ اکابرینِ مہاجرین کی عزت کرنا! اے مہاجرین تمہیں میری وصیت یہ ہے کہ انصارین کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھنا! اُنہوں نے تمہارے ساتھ بھلائی کا سلوک کیا۔ تمہیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ گزر بسر میں تنگی کے باوجود اُنہوں نے تمہیں خود پر ترجیح دی۔ اپنا مال و ملک تمہارے ساتھ بانٹا۔ تم میں سے جو کوئی انصارین پر حاکم ہو وہ اُن کا خیال رکھے، اگر اُن سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو معاف کر دے۔'' پھر آپؐ نے پراثر نصیحتیں فرما کر کہا، ''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا میں بھیجنے سے لے کر اپنے ربّ سے ملنے تک کی مہلت دی۔ وہ بندہ اپنے ربّ سے ملنا چاہتا ہے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہﷺ کے ان الفاظ کو وفات کی پیشگوئی جان کر؛ ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ!'' کہہ کر رونا شروع کر دیا۔ دریائے مرحمت و پیغمبر آخر زمانﷺ نے؛ ''رومت یا ابا بکرؓ!'' کہہ کر صبر اور ہمت کی نصیحت فرمائی۔ آپؐ کی مبارک آنکھیں نم تھیں۔ پھر فرمایا، ''اے میرے اصحابؓ! دینِ اسلام کی راہ میں صدق اور اخلاص کے ساتھ اپنا مال فدا کر دینے والے ابوبکرؓ سے میں راضی ہوں۔ سفرِ آخرت میں اگر کوئی ساتھ چُن لینا ممکن ہوتا تو میں اسے چُن لیتا۔'' اور حکم دیا، ''مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دیئے جائیں ماسوائے اُس کے جس سے ابوبکرؓ داخل ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد آپؐ منبر سے اُترے اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ شریف لے گئے۔ اصحاب کرامؓ

---

(۳۴۲) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۳۳۷؛ واقدی، المغازی، II، ۶۷۸؛ طبرانی، المعجم الکبیر، II، ۳۰۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۹۹

(۳۴۳) ابن حبان، الصحیح، VII، ۱۸۹؛ بزار، المسند، II، ۳۶۰؛ سیوطی، جامع الاحادیث، XIX، ۳۳۶

آپؐ کے انتقال کے بعد ہی ممکن ہو پائی۔ رسول اللہ ﷺ پر شدت کی کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ بخار اور بیماری درجہ بدرجہ بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک رات جب آپؐ کی درد میں کچھ افاقہ ہوا تو آپؐ اپنے بستر سے اُٹھے۔ کپڑے پہنے اور تیار ہو گئے۔ یہ سب دیکھ کر اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے استفسار فرمایا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟'' سرورِ عالم ﷺ نے جواب دیا، ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جنت البقیع میں مدفون لوگوں کے لئے مغفرت مانگوں۔ وہاں جا رہا ہوں۔'' آپؐ اپنے ہمراہ حضرت ابوموہیبہؓ اور حضرت ابو رافعؓ کو لے کر نکلے۔ قبرستان پہنچ کر بڑی طویل دعا فرمائی، اُن کی شفاعت اور مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا فرماتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ کا اس قدر اصرار کے ساتھ التجا کرنا دیکھ کر آپؐ کے ساتھ موجود اصحاب کرامؓ رشک کے ساتھ؛ ''کاش کہ ہم بھی یہاں مدفون ہوتے اور رسول اللہ ﷺ کی اس دُعا کا فیض پانے سے شرفیاب ہوتے'' کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے مڑ کر حضرت ابوموہیبہؓ کی جانب دیکھا اور فرمایا، ''اے ابوموہیبہؓ! مجھے دنیا کے خزائن اور آخرت کی نعمتیں چننے کی اجازت دی گئی ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ چاہو تو دنیا میں بقاؑ پاؤ پھر جنت میں داخل ہو جاؤ، چاہو تو لقاؑ اللہ (یعنی اللہ سے ملاقات) حاصل کرو پھر جنت میں داخل ہو جاؤ۔ میں نے لقاؑ اللہ کے بعد جنت کو ترجیح دی۔''

ایک دن آپؐ شہدائے اُحد کی مغفرت کی دُعا کی غرض سے گھر سے نکلے۔ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے دیر تک دُعا فرماتے رہے۔ پھر آپؐ مسجد تشریف لے گئے اور اصحاب کرامؓ سے فرمایا: ''حوضِ کوثر پر تم لوگوں کو سب سے پہلے میں ملوں گا اور تمہارا استقبال کروں گا۔ وہی ہماری ملاقات کی جگہ ہے۔۔۔ مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے کہ کہیں تم شرک کی طرف نہ لوٹ جاؤ۔ پھر دنیا کی محبت میں ڈوب کر، اُس کی خاطر ایک دوسرے سے حسد کرنے اور ایک دوسرے کو مارنے لگ جاؤ۔ نتیجتاً کہیں تم بھی ویسے ہی ختم نہ ہو جاؤ جیسے تم سے پہلے والے ختم ہو گئے۔۔۔'' پھر اس کے بعد آپؐ اپنے سعادت خانہ تشریف لے گئے۔

آپؐ کی بیماری میں شدّت آ گئی تھی۔ ازواجِ مطہراتؓ نے آپ کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں رہنے کی اجازت دیتے ہوئے اپنے حق پر اُن کو ترجیح دی۔ آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کی اس فداکارانہ حرکت سے ممنون ہو کر اُن سب کے لئے دعا فرمائی۔ آپؐ نے اس کے بعد بقیہ دِن حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ میں بسر کرنا شروع کر دیئے۔

رسولِ اکرم ﷺ کا بخار بڑھ چکا تھا۔ بخار کی شدت نے آپ کو بستر پر کروٹیں بدلنے پر مجبور کر رکھا تھا۔ ایسی حالت میں زیارت کے لئے آنے والے اصحابِ کرامؓ، رسول اللہ ﷺ کے اس شدید اضطراب پر نہایت رنجیدہ ہوتے۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری فرماتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوا۔ آپؐ نے مخمل کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔ کپکپی اور بخار کی شدت کی گرمی چادر کے باہر بھی محسوس ہو رہی تھی۔ حرارت سے چادر کو ہاتھ لگانا مشکل تھا۔ ہمیں حیرت زدہ اور رنجیدہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب سے زیادہ شدت کی بلائیں پیغمبروںؑ پر آتی ہیں۔ اِس کے باوجود پیغمبروں کا شکر، تمہارے اُس شکر سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے جو تم پر کیئے گئے احسانات کے لئے کرتے ہو۔''

حضرت اُمّ بشرؓ بن براء فرماتی ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی غرض سے گئی۔ آپؐ کا

حضرت عکاشہؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ جب آپؐ نے مجھے مارا تھا تب میری پشت ننگی تھی۔'' تب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک پشت کھول دی۔ اس دوران اصحاب کرامؓ کی ہچکیوں سے بھری آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ''یا عکاشہؓ! تم رسول اللہ ﷺ کی پشت پر ضرب لگاؤ گے کیا؟'' سب غمناک تھے اور منتظر تھے۔ حضرت عکاشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھتے ہی: ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! اپنا حق لینے، آپؐ کی پشت مبارک پر ضرب لگانے اور آپؐ سے قصاص لینے کی کس میں ہمت ہے، کون ہے جو ایسی جسارت کر پائے؟'' کہا اور سلطانِ کائنات ﷺ کی مبارک مہر نبوت کو بڑھ کر چوم لیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''نہیں، یا تم مارو گے، یا معاف کرو گے'' اسے سُن کر حضرت عکاشہؓ نے عرض کی، ''میری جان آپؐ پر قربان ہو یا رسول اللہ ﷺ! میں نے معاف کیا، لیکن کیا اللہ تعالیٰ بھی مجھے روزِ قیامت معاف فرما دے گا؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو کوئی میرے جنت کے دوست کو دیکھنا چاہے، اس پیر فانی (بوڑھے) کو دیکھ لے۔'' رسول اللہ ﷺ کے یہ مبارک الفاظ سُن کر اصحاب کرامؓ نے حضرت عکاشہؓ کی پیشانی چومنا شروع کر دی۔ سب نے: ''مبارک ہو، مبارک ہو، اے عکاشہؓ! رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی کے صدقے تمہیں جنت کے بلند درجات نصیب ہو گئے (۳۴۰)۔''

ماہِ صفر کے آخری ایام تھے۔ اس سے پہلے کہ شمال میں بازنطینی سلطنت مسلمانوں کے لئے خطرہ بن جائے، آقائے دو عالم ﷺ اُنہیں دوبارہ دعوتِ اسلام دینا چاہتے تھے، بحالت انکار اُن سے حرب کر کے یہ سلطنت دولتِ اسلامیہ کے ماتحت لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ رومیوں سے جنگ کی تیاری کیلئے اپنے بہادر اصحاب کرامؓ کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اصحاب کرامؓ تیاری کے لئے چلے گئے تو آپؐ نے حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ کو بلا کر: ''اے اُسامہؓ! اللہ تعالیٰ کے نام اور اُس کی برکت کے ساتھ؛ شام کی جانب، بلقاؔ کی سرحد تک، فلسطین میں دارِ روم تک اور اپنے والد کی شہادت گاہ اُبنیٰ تک جاؤ۔ یہ جگہیں اپنے گھوڑوں کے سموں تلے روند ڈالو۔ میں تمہیں اس لشکر کا امیر تعین کرتا ہوں۔ اُبنیٰ والوں پر آنی حملہ کرتے ہوئے بجلی کی مانند کوند جانا۔ اِس تیزی سے جاؤ کہ تمہارے آنے کی خبر اُن تک پہنچنے سے پہلے تم پہنچ جاؤ۔ اپنے ہمراہ کچھ رہبر لے جانا، جاسوسوں اور مخبروں کو آگے روانہ کر دینا، اللہ تعالیٰ نے اگر ظفر احسان فرمائی تو وہاں کے لوگوں میں کم قیام کرنا۔'' پھر جُرف کے مقام پر قرارگاہ قائم کرنے کا حکم دیتے ہوئے اپنے مبارک ہاتھوں سے علم تہہ کیا اور تسلیم کر دیا (۳۴۱)۔

مسجد میں آ کر رسول اللہ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا، ''اے میرے صحابیوؓ! اُسامہؓ کا والد زیدؓ جیسے امیری کے لائق تھا اور مجھے محبوب تھا، اُس کے بعد اُس کا بیٹا اُسامہؓ بھی ویسے ہی امیری کے لائق ہے۔ اُسامہؓ میرے نزدیک محبوب ترین انسانوں میں سے ایک ہے۔''

حضرت اُسامہؓ کی امیری کے تحت، جنگ میں شرکت کرنے والوں میں؛ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جیسے جید اصحاب کرامؓ بھی موجود تھے۔

لیکن اگلے ہی روز، سلطانِ کائنات ﷺ کے اچانک بیمار پڑ جانے کی وجہ سے اس لشکر کی روانگی

(۳۴۰) طبرانی، المعجم الکبیر، III، ۵۸؛ سہیلی، روض الانف، VIII، ۳۱۸
(۳۴۱) واقدی، المغازی، III، ۱۱۱۷؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، II، ۴۶؛ سہیلی، روض الانف، VIII، ۳۸۳

آئے، قیامت سے پہلے یہاں مجھ سے لے لے۔'' لیکن کوئی بھی حق طلبی کے لئے نہ اُٹھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دوسری پھر تیسری دفعہ خدا کا واسطہ دیتے ہوئے کہا، ''جس کا حق ہو وہ آئے اور لے لے۔'' اس پر اصحاب کرامؓ میں سے پیرِ فانی حضرت عکاشہؓ اُٹھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچے۔ پھر فرمانے لگے، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! غزوۂ تبوک میں میں آپؐ کے ہمراہ تھا۔ تبوک سے واپسی پر میرا اور آپؐ کا اُونٹ ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ میں اُونٹ سے اُترا اور آپؐ کے پاس آیا۔ میرا مقصد آپؐ کے مبارک وجود کو بوسہ دینا تھا۔ تب آپؐ نے میری کمر پر چابک سے ضرب لگا دی تھی۔ آپؐ نے کیوں مارا مجھے معلوم نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے: ''یا عکاشہؓ! اللہ تمہیں رسولؐ کی قصداً مار سے محفوظ رکھے۔ یا بلالؓ! میری بیٹی فاطمہ کے گھر جاؤ۔ میرے لئے وہ چابک لے آؤ۔'' کہا اور حکم دیا۔ حضرت بلال مسجد سے نکلے اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا اور حیرت میں کہنے لگے، ''رسول اللہ ﷺ قصاص ادا کریں گے!'' گھر پہنچ کر دروازے پر دستک دی اور آواز دی، ''اے دُخترِ رسولؐ! مجھے رسول اللہ ﷺ کا چابک دے دیں!'' حضرت فاطمہؓ نے دریافت فرمایا، ''یا بلالؓ! یہ نہ تو حج کا زمانہ ہے نہ ہی کسی غزوہ کا! والدِ محترمؐ کو اس چابک کی کیا ضرورت آن پڑی؟'' حضرت بلالؓ نے جواباً عرض کیا، ''اے فاطمہؓ! تمہیں خبر نہیں، رسول اللہ ﷺ اس سے قصاص ادا کریں گے۔''

حضرت فاطمہؓ نے: ''یا بلالؓ وہ کون ہے جس کا دِل رسول اللہ ﷺ سے قصاص لینے پر راضی ہوا؟ پھر بھی اگر آپؐ نے طلب کیا ہے تو دیئے دیتی ہوں لیکن یاد رہے حسنؓ اور حسینؓ کو کہنا کہ حق کا طالب جو قصاص طلب کرے اُسے اپنے بدن پر ادا کریں۔ وہ ذات اپنا قصاص ان دونوں سے لے لے۔ قطعاً رسول اللہ ﷺ سے قصاص مت لے'' کہہ کر حضرت بلالؓ کو تنبیہ کی۔ حضرت بلالؓ مسجد آئے اور چابک رسول اللہ ﷺ کو دے دیا، آپؐ نے یہ چابک حضرت عکاشہؓ کو تھما دیا۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ یہ سب دیکھ کر التجا کی، ''اے عکاشہؓ! لو ہم تمہارے پاس حاضر ہیں، تم اپنا حق ہم سے لے لو، رسول اللہ ﷺ سے مت لو!'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، **''اے ابوبکر! تم چھوڑ دو، پیچھے ہٹ جاؤ۔ اے عمرؓ! چلو تم بھی ہٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بلند مقام کا علم ہے۔''** پھر حضرت علیؓ اُٹھے اور: ''اے عکاشہؓ میرا دل اس بات پر راضی نہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کو زد لگاؤ، چاہے میری کمر چاہے میرے پیٹ پر، آؤ اور اپنا حق مجھ سے لے لو، چاہو سو دفعہ مار لو لیکن رسول اللہ ﷺ پر ہاتھ نہ اُٹھاؤ!'' کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا، **''اے علیؓ! تم بھی بیٹھ جاؤ۔ اللہ کو تمہارے بلند مرتبے کا بھی علم ہے۔''** اس بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اُٹھ کھڑے ہوئے اور: ''اے عکاشہؓ! آپؓ جانتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی نواسے ہیں۔ اس لئے ہم سے لیا گیا قصاص، گویا رسول اللہ ﷺ سے لئے گئے قصاص کے مترادف ہے۔ آپؓ اپنا حق ہم سے لے لیں، التجا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو زد مت لگائیں!'' کہہ کر التجا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں بھی پیار سے حکم دیا، **''تم دونوں میری دو آنکھوں کی ٹھنڈک ہو، تم دونوں بھی بیٹھ جاؤ۔''** اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا، **''اے عکاشہؓ! آؤ اور ضرب لگاؤ!''**

وفات

ہجرت کا گیارہواں سال تھا، اس سال حضرت جبرائیلؑ نے آکر دو دفعہ رسول اللہ ﷺ کو شروع سے آخر تک قرآن کریم سنایا۔ جبکہ اس سے پہلے ہر سال آکر صرف ایک دفعہ پڑھا کرتے تھے۔ جب حضرت جبرائیلؑ نے سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورۃ النصر کی آیات؛ ''جب خدا کی مدد آن پہنچی اور فتح حاصل ہوگئی۔ اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول درغول خدا کے دین (اسلام) میں داخل ہورہے ہیں۔ تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔'' پڑھیں تو انہیں سُن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''یا جبرائیلؑ! میں محسوس کررہا ہوں کہ جلد ہی میرا انتقال ہونے کو ہے۔'' اس پر جواباً حضرت جبرائیلؑ نے یہ آیاتِ کریمہ پڑھیں: ''اور بے شک آخرت آپ کے لئے دنیا سے بڑھ کر خیر والی ہے۔ اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اس حد تک) عطا فرمائے گا کہ جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں (۳۳۹)۔''

رسول اللہ ﷺ نے اُس دن مدینہ میں موجود تمام اصحاب کرامؓ کو بوقتِ ظہر مسجد میں جمع ہونے کا پیغام بھیجا۔ سرورِ عالم ﷺ نے نماز ادا فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ ایسا تھا کہ سننے والوں کے دل کانپ کر رہ گئے، آنسو سارے بند توڑ کر آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے سوال کیا، ''اے لوگو! تم نے مجھے اپنے پیغمبرؐ کے طور پر کیسا پایا؟'' اصحابِ کرامؓ نے جواب دیا، ''یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے بے انتہا خیر و احسان سے نوازے۔ آپؐ ہمارے لئے نہایت مشفق باپ اور ہمیں نصیحت فرمانے والے شفقت سے بھرپور بھائی تھے۔ آپؐ نے پیغمبری کا وہ وظیفہ بخوبی انجام دیا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے لطف و کرم سے چن لیا تھا۔ آپؐ نے ہر وہ بات ہم تک پہنچا دی جو آپ کو وحی فرمائی گئی۔ نہایت حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ ہمیں اللہ تعالیٰ کی راہ جانب دعوتِ اسلام دی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اور سب سے عظمت والا مقام عطا فرمائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے مومنو! جس کسی کا مجھ پر کوئی حق باقی ہو، خدا کے لئے وہ اُٹھ کر

---

(۳۳۹) سورۃ الضحیٰ، ۵-۴ / ۹۳

اللہ تو گواہ رہنا! اے اللہ تو گواہ رہنا! اے اللہ تو گواہ رہنا!''

رسول اللہ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع کے دن سورۃ المائدہ کی تیسری آیت کریمہ نازل ہوئی، اس میں ارشاد ہوا: ''تمہارے دین کو آج میں نے تمہارے لئے پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند فرمایا ہے۔۔۔'' رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت اصحاب کرامؓ کے سامنے پڑھی تو حضرت ابوبکرؓ نے رونا شروع کر دیا۔ اصحاب کرامؓ نے آپؓ سے رونے کا سبب دریافت فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا، ''یہ آیتِ کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات قریب ہے۔ اسی لئے رو رہا ہوں (۳۳۷)۔''

رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں دس دن قیام فرمایا، اس دوران آپؐ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا، پھر الوداعی طواف کیا اور مدینہ لوٹ آئے۔ حجۃ الوداع کے بعد تمام اصحابِ کرامؓ اپنے اپنے دیاروں کو لوٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ باتیں وہاں موجود لوگوں کو بتلا دیں۔

ہجرت کے دسویں سال پیش آنے والے واقعات میں، چند جھوٹے افراد کا پیغمبری کے دعویٰ کے ساتھ سامنے آنا تھا۔ ان میں سے ایک یمن میں نکلا جس کا نام اسودِ انسی تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اسودِ انسی کو یمن کے مسلمانوں نے اُسی کے گھر میں واصل جہنم کر دیا۔ دوسرا مسیلمۃ الکذاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کی امیری میں اُس کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ مسیلمۃ الکذاب کی موت حضرت وحشیؓ کے ہاتھوں ہوئی (۳۳۸)۔

> غنی ہونا ناپسند اُسے، فقر تھا عزیز بھی باعث فخر بھی
> مسکینوں، فقیروں کو بناتا تھا اخوان، وہ منبعِ کرم
>
> پہنا رفو لگا لباس زیب تن، نعلین پاک پاؤں میں
> پہنچتا ہر مریض تک، ہوتا تھا درمان، وہ منبعِ کرم
>
> بذاتِ خود خدمت کر کے اہل بیت کی پاتا خوشی
> لوگوں کی مشکلیں کرتا تھا آسان، وہ منبعِ کرم
>
> صرف جو کی روٹی ہمراہ دال کے سالن کے
> ملتی تھی جو دعوت، بنتا تھا مہمان، وہ منبعِ کرم
>
> مرکب تھی کبھی اُس کی اُونٹنی، خچر کبھی گھوڑا
> ننگے پاؤں بھی چلتا تھا سلطان، وہ منبعِ کرم

---

(۳۳۷) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۰۳؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۳۸۳

(۳۳۸) واقدی، المغازی، II، ۸۶۳؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XXII، ۳۶۰؛ صفدی، الوافی، V، ۳۹۲؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LXII، ۴۰۲

دیتے ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ اب وقت اللہ تعالیٰ کے بنائے دنوں کی شکل اور نظام کے مطابق تبدیل ہوگیا ہے۔

لوگو! تمہاری اِس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے، پھر سے موثر ہو جانے اور حاکمیت قائم کرنے سے ابداً مایوس ہوگیا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اُس کی اطاعت اُسے ممنون کرے گی۔ اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو اور ان گناہوں سے بھی پرہیز کرو!

اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی بیویوں کے حقوق کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اللہ کی امانت کے طور پر تم نے اُن کو بیوی بنایا اور اُن کی ناموس اور عفت کو اللہ تعالیٰ کے کلام سے تم نے اپنے لئے حلال بنایا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر ہے: اُن کے بھی تم پر حق ہیں۔ تمہارا حق اُن پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے گھر کی خاص اور محرم باتیں کسی ایسے شخص کے سامنے آشکار مت کریں اور نہ ہی استعمال کی اجازت دیں جسے تم پسند نہیں کرتے۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو اُن کو ہلکی سی مار مارو جو نمودار نہ ہو۔ عورتوں کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو بمطابق شریعت اچھی طرح کھلاؤ، اچھی طرح پہناؤ۔

اے ایمان والو! میں تمہارے لئے ایک امانت چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اِس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے۔ وہ امانت اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم ہے۔ (ایک اور روایت کے مطابق: ''میری سنت'' اور ''میرے اہلِ بیت'' بھی بتایا جاتا ہے۔)

اے ایمان والو! میری باتیں غور سے سنو اور اِن کو اپنی یاداشت میں محفوظ کرلو! مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور اس طرح سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تمہارے دینی بھائی کے حق پر تجاوز کرنا دوسرے مسلمان کے لئے حلال نہیں البتہ اگر وہ اپنی رضا اور خوشی سے دے دے تو جائز ہے۔

اے میرے اصحابؓ! اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اُس کا حق (قرآنِ کریم میں) بیان فرما دیا ہے۔ اب کسی وارث کے لئے کسی وصیت کی ضرورت نہیں۔ لڑکا اُس کا وارث ہے جس کے بستر پر پیدا ہو، زنا کار کے لئے محرومیت ہے۔ اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے نسب ثابت کرنے والا بےنسبی ہے، یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور سے انتساب کرنے کی کوشش کرنے والا ناشکرا ہے، جنابِ حق ایسے انسانوں کی نہ تو یہ قبول کرتا ہے نہ ہی عدالت اور گواہی قبول فرماتا ہے۔

اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے: تم سب ایک آدمؑ کی اولاد ہو۔ آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تقویٰ میں بہتر ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ فوقیت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ تم سے قیامت کے دن میری نسبت پوچھے گا تو کیا جواب دو گے؟!۔۔۔''

اصحابِ کرامؓ نے عرض کی، ''ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہمیں وصیت اور نصیحت فرمائی۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک انگشت شہادت آسمان کی جانب اٹھائی اور فرمایا، ''اے

خطبہ حجۃ الوداع

۔۔۔ لوگو! میری باتیں سُن لو، مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں تم سے اِس قیام گاہ میں اِس سال کے بعد پھر کبھی ملاقات کر سکوں۔

لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی حرمت والی ہیں جیسا کہ تم آج کے دن اس شہر (مکہ) کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو۔ اسے ہر قسم کے تجاوز سے امان حاصل ہے۔

اے میرے اصحابؓ! دیکھو عنقریب تمہیں اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو! میری یہ وصیت یہاں موجود لوگ اُن لوگوں کو پہنچا دیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں! ہوسکتا ہے کہ جسے یہ وصیت پہنچائی جائے وہ اُس سے بڑھ کر اس کی حفاظت کرے جو یہاں موجود ہے۔

اے میرے اصحابؓ! اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اسے اس کے مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے۔ ہاں تمہارا اصل سرمایہ تمہیں مل جائے گا۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا۔، جہالت کا یہ دستور آج میرے پاؤں تلے ہے اور سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب (میرے چچا) کا سود باطل کرتا ہوں۔

لوگو! جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے میں ملیا میٹ کرتا ہوں۔ پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ عبدالمطلب کے پوتے ربیعہ بن حارث (میرے چچیرے بھائی) کے بیٹے عامر کا قتل ہے۔

لوگو! صرف حرب کرنے کے لئے حرمت والے مہینوں کی جگہیں تبدیل کر دینا کفر میں حد سے تجاوز کر جانے کے مترادف ہے۔ اس عمل سے کافروں نے خود کو ضلالت میں ڈال دیا ہے۔ ایک سال حلال قرار دیئے گئے مہینے کو اگلے ہی سال حرام قرار دے دیتے ہیں۔ جنابِ حق کے حلال اور حرام کردہ مہینوں کی گنتی پوری کرنے کے لئے وہ یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال اور حلال کردہ کو حرام بنا

شمولیت کے ساتھ زمین و آسمان تلبیہ کی صداؤں سے گونج اُٹھے۔ ''لَبَّيْكَ اللّٰهُم لَبَّيْكَ! لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ! اِنَّ الْحَمْدَ وَنِّعْمَتَ لَكَ وَلْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ!'' رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی غرض سے سو جانور اور اُونٹ اپنے ساتھ لئے تھے۔ دس دن کی مسافت کے بعد قافلہ ذی الحجہ کی چار تاریخ کو مکہ پہنچ گیا۔ یمن اور دیگر ممالک سے آنے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار سے تجاوز کر گئی۔ رسول اللہ ﷺ ۸ ذی الحجہ کو منیٰ، ۹ ذی الحجہ کو عرفات تشریف لے گئے۔ وادیٔ عرفات کے بیچ دوپہر کے بعد آپؐ نے اپنی اُونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر خطبۃ الوداع پڑھا اور اپنے اصحاب کرامؓ کو الوداع کہا (۳۳۶)۔

(۳۳۶) بخاری، ''حج''، ۹۵؛ ابن سعد، الطبقات، ii، ۱۷۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، iv، ۲۱۷

ہوں۔'' یہ چار چیزیں یوں تھیں۔

۱۔ مومنین کے علاوہ کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

۲۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ کے قریب نہ آپائے گا۔

۳۔ کوئی شخص برہنہ طواف نہیں کرے گا (اُس زمانے میں مشرکین کعبہ کا طواف برہنہ حالت میں کرلیتے تھے)

۴۔ اگر کسی کا رسول اللہ ﷺ سے کوئی معاہدہ طے ہے تو وہ اپنی معیاد تک معتبر سمجھا جائے گا۔ اس کے علاوہ باقی سب کو چار ماہ کی مدت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد کسی مشرک کے لئے نہ کوئی عہد ہوگا نہ ہی امان۔

اُس دن کے بعد کوئی مشرک کعبہ میں داخل نہ ہوا اور نہ ہی کسی نے برہنہ طواف کیا۔ یہ باتیں بیان کردی جانے کے بعد زیادہ تر مشرکین مسلمان ہوگئے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ اپنے ہمراہ آئے اصحابؓ کرامؓ کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔

ہجرت کے دسویں سال اسلام پورے جزیرۂ عرب میں پھیل چکا تھا۔ عرب کے ہر کونے سے لوگ مدینہ آرہے تھے؛ مسلمان ہونے کا شرف حاصل کرکے ابدی سعادت کے حصول کی خاطر ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کررہے تھے۔ اب پورے عرب میں مسلمانوں کی مخالفت کرنے والی کوئی طاقت باقی نہ رہی تھی، اسلام کی حاکمیت ہر طرف اپنے قدم جما چکی تھی۔ ماسوائے چند یہودی اور عیسائی قبائل تھے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے دسویں سال حضرت خالدؓ بن ولید کو یمن کے قریب مقیم بنی الحارث بن کعب کی جانب دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اس قبیلے کو یکے بعد دیگرے تین دن دعوتِ اسلام دی۔ اُنہوں نے اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام قبول کرلیا۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ ایک معاہدہ برائے صلح طے کیا۔ ان میں سے بعض نے خود ہی اسلام قبول کرلیا۔ اسی سال حضرت علیؓ کو تین سو اصحابِ کرامؓ کے ساتھ یمن میں مقیم بنی مدلج کی جانب دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ کیا گیا۔ پہلے پہل مخالفت سے پیش آنے کے باوجود بعد میں مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سال اُن سب علاقوں میں کہ جہاں اسلام پھیل چکا تھا، اپنے نمائندے کے طور پر والی اور زکوۃ کی وصولی کے لئے عامل بھیجے (۳۳۵)۔

ہجرت کے دسویں سال، رسول اللہ ﷺ نے ادائیگی حج کے لئے تیاری کی اور مدینہ میں مقیم مسلمانوں کو بھی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ سے باہر مقیم مسلمانوں کو بھی خبر بھیج دی گئی۔ اس امر پر عمل کرتے ہوئے ہزاروں مسلمان مدینہ میں جمع ہوگئے۔ جب تیاری مکمل ہوچکی تو رسول اللہ ﷺ نے ماہِ ذیقعدہ کی ۲۵ تاریخ کو چالیس ہزار کے قافلے کی شکل میں بعد از نمازِ ظہر مدینہ سے حرکت کی۔ سرورِ کائنات ﷺ نے دعا فرمائی، ''یاالٰہی! اس کو میرے لئے ایک ایسا مبرور اور مقبول حج بنادے جو ریاکاری اور دکھاوے سے پاک ہو!'' آپؐ نے احرام پہنا، حضرت جبرائیلؑ کے کہنے پر باآوازِ بلند تلبیہ کہنا شروع کردیا۔ اصحابِ کرامؓ کی

(۳۳۵) واقدی، المغازی، ۹۷۴،II؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۶۰،II؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XVIII، ۲۳

حجۃ الوداع

اسلام کے پانچ بنیادی ستونوں میں سے ایک حج بھی ہے جسے ہجرت کے نویں سال میں فرض قرار دیا گیا۔ نازل ہونے والی آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا: ''اِس (کعبہ) میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیمؑ ہے اور جو اِس میں داخل ہو جائے گا وہ محفوظ ہو جائے گا اور اللہ کے لئے لوگوں پر اِس گھر کا حج کرنا واجب ہے اگر اِس راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو منکر ہو جائے تو خدا تمام عالمین سے بے نیاز ہے (۳۳۲)۔

فخر عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اپنے اصحاب کرامؓ کو بتا دیا۔ اُس سال آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو تین سو افراد پر مشتمل ایک قافلے کا امیر تعین فرمایا۔ اس قافلے میں موجود اصحاب کرامؓ حضرت ابوبکرؓ کی امارت میں مکہ گئے۔ اس دوران سورۃ التوبہ کی پہلی آیاتِ مبارکہ کا نزول ہوا۔ یہاں معاہدے کے متعلق بعض احکامات بتائے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن کے متعلق آگاہی دینے کی غرض سے حضرت علیؓ کو مکہ روانہ فرمایا (۳۳۳)۔

اُس زمانے میں عربوں کی عادت کے مطابق اگر کوئی معاہدہ کیا جائے یا توڑا جائے تو اس کا اعلان یا تو معاہدہ کرنے والا شخص بذاتِ خود کرتا یا اُس کا کوئی قربت دار نمائندہ کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اعلان کے لئے حضرت علیؓ کو تعین کر کے حج کے قافلہ کے پیچھے پیچھے مکہ بھیجا۔ حضرت علیؓ نے قافلے کو آن پکڑا اور سب ایک ساتھ مکہ میں داخل ہوئے (۳۳۴)۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک خطبہ پڑھا اور عباداتِ حج کے متعلق معلومات دیں۔ اصحابِ کرام عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان نے اُنہیں دی گئی تعلیمات کے مطابق حج ادا فرمایا۔ عباداتِ حج ادا فرماتے ہوئے حضرت علیؓ نے منیٰ میں ''جمرۂ عقبہ'' کے مقام پر ایک خطبہ پڑھا، اس خطبے میں آپؓ نے:

''اے لوگو! مجھے تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے'' کہتے ہوا اپنی بات شروع کی اور سورۃ التوبہ کی پہلی آیتِ کریمہ پڑھی۔ پھر اس کے بعد فرمایا، ''میں تمہیں چار چیزیں بتانے پر مامور کیا گیا

(۳۳۲) سورۃ آل عمران، ۹۷ / ۳

(۳۳۳) قطانی، التراتیب الاداریہ، ۱،۲۵۶

(۳۳۴) بخاری، ''مغازی''، ۶۸؛ ''جزیہ''، ۱۶؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۴،۱۷۶-۵۴۵؛ ابن سعد، الطبقات، ۲،۱۶۹؛ الکلاعی، الاکتفاء، ۲،۴۰۹؛ قطانی، التراتیب الاداریہ، ۱،۲۵۶

اسے گرا دو، اسے جلا دو۔'' وہ مغرب اور عشاٗ کے درمیان وہاں پہنچے، عمارت کو آگ لگا دی۔ پھر اُسے گرا کر زمین بوس کر دیا۔ منافقوں کی آواز تک نہ نکلی (۳۳۰)۔

رسول اللہ ﷺ اور اصحاب، کرامؓ کی آمد کی خبر پا کر مدینہ والے سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایک ہیجان کے ساتھ اُن کا استقبال کرنے نکل آئے۔۔۔

رسول اللہ ﷺ کے سفرِ تبوک سے واپسی کے دو ماہ بعد منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی مر گیا۔ اُس کے بعد منافقوں کے گروہ بکھر گئے (۳۳۱)۔

اس طرح عرب میں صرف منافقین کے ہی نہیں، مشرکین اور یہودیوں کے بھی سر کچلے گئے، اسلام کے مقابل اُٹھنے اور اسے روکنے کی کوششیں بھی ختم ہو گئیں۔

(۳۳۰) ابن ہشام، السیرۃ، ۵۲۹،II؛ واقدی، المغازی، ۱۰۴۰،II؛ ابن سعد، الطبقات، ۵۴۹،۴۶۶،III؛ سہیلی، روض الانف، ۳۰۶،IV

(۳۳۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۳۳۲،II؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۴۲،IV

والی تنگ گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا جائے ، اس کے لئے وہ گھات لگا کر بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے ۔ رسول اللہ ﷺ کی اُونٹنی کی مہار حضرت عمارؓ بن یاسر کھینچ رہے تھے جبکہ پیچھے حضرت حذیفہؓ بن یمان چلے آرہے تھے ۔ منافقوں کی اس سازشِ قتل کی خبر حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو پہلے ہی دے دی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ جب اُس مقام پر پہنچے تو منافقوں کا یہ گروہ اپنے چہروں پر ڈھاٹے باندھے آپ ﷺ پر حملہ آور ہوئے ۔ حضرت حذیفہؓ نے : '' اے اللہ تعالیٰ کے دشمنو ! '' کہہ کر ہاتھ میں پکڑی لاٹھی سے منافقوں اور اُن کی سواری کے جانوروں کو مارنا شروع کر دیا ۔ اس شور شرابے سے گھبرا کر بارہ منافق فوراً مجاہدین میں گھل مل گئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے نام حضرت حذیفہؓ کو گنوا دیئے اور تنبیہ فرما دی کہ کسی سے ان کا ذکر نہ کریں ۔

اس حادثہ کے متعلق خبر ملتے ہی حضرت اُسیدؓ بن حضیر رسول اللہ ﷺ کے حضور حاضر ہوئے اور : '' میری جان آپ ﷺ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ ! مجھے اُن کے نام بتائیں تاکہ میں اُن کے سر قلم کر کے آپ ﷺ کو پیش کر دوں '' کہہ کر التجا کرنے لگے ۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اس کی اجازت نہ دی (۳۲۹) ۔

مسجدِ ضرار

بالآخر رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ نے بازنطینی کو ہراساں کر کے ، اُن قوت کا زور توڑ کر مدینہ منورہ کے قریب آن پہنچے ۔ سلطانِ کائنات ﷺ نے مدینہ کے قریب ذی اوان نامی مقام پر اصحاب کرامؓ کو پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا ۔ اصحاب کرامؓ ابھی آرام فرما رہے تھے کہ چند منافق رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچے اور آپ ﷺ کو مسجد ضرار چلنے کی دعوت دی ۔

مسجد ضرار قبا کے مقام پر منافقوں کی طرف سے بنائی گئی تھی ۔ اور اُس مسجد قبا کے مقابل بنائی گئی تھی جسے ہجرت کے دوران رسول اللہ ﷺ نے پہلی مسجد کے طور پر بذاتِ خود تعمیر کروایا تھا ۔ تبوک جانے سے پہلے منافقین نے آکر رسول اللہ ﷺ سے التجا کرتے ہوئے دعوت دی ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! ہم نے ایک نئی مسجد بنائی ہے ، آپ ﷺ تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھا دیں ۔ '' لیکن سفر کی تیاری میں مصروف رسول اللہ ﷺ نے تبوک سے واپسی پر اگر نصیب ہوا تو آنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا ۔

منافقین کا اصل مقصد مسلمانوں کی جماعت کو توڑ کر انہیں اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا ، فتنہ و فساد پیدا کرنا اور انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دینا تھا ۔ حتیٰ بازنطینی لشکر کو مدینہ آنے کی دعوت دے کر اس مسجد میں جمع کردہ اسلحہ وہتھیار فراہم کرنا اور اُن کی مدد کرنا تھا ۔ مسجدِ ضرار میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے نماز پڑھا دیئے جانے سے اسے مقدس مقام کا درجہ حاصل ہو جاتا ۔ اس طرح مسلمان وہاں نماز ادا کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور گویا وہ منافقوں کے جال میں جا پھنستے ! ۔۔۔

سرورِ عالم ﷺ نے منافقوں کی اس دعوت کو قبول فرما لیا اور جانے کا فیصلہ فرما لیا ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ کی ۱۰۸ ۔ ۱۰۷ آیات کریمہ نازل فرما کر اُن کا اصل چہرہ بے نقاب فرما دیا ۔ اس پر آقائے دو عالم ﷺ نے حضرت مالکؓ بن دخشم اور حضرت عاصمؓ بن عدی کو حکم دیا ، '' ان ظالموں کی مسجد میں جاؤ اور

(۳۲۹) واقدی ، المغازی ، ۱۰۴۰،II

تین ہزار مجاہدین کے مقابلے میں ایک لاکھ کے رومی لشکر نے ہزیمت اٹھائی تھی۔ جبکہ اب اُن کے سامنے تمیں ہزار مجاہدین اور اُن کے سالار آقائے دو عالمﷺ تھے۔ جب رومیوں کو خبر ملی کہ رسول اللہﷺ اپنے عالیشان اصحابِ کرامؓ کو اکٹھا کر کے آ رہے ہیں تو ہر کوئی راہِ فرار تلاش کرنے لگا۔

رسول اللہﷺ نے اپنے اصحابِ کرامؓ سے مشورہ فرمایا اور تبوک سے آگے نہیں گئے۔ اس دوران اُس علاقے میں مقیم بعض قبائل کو لشکرِ اسلام کی خبر مل چکی تھی۔ خوف کی وجہ سے اُنہوں نے اپنے وفود رسول اللہﷺ کے حضور روانہ کئے اور جزیہ کی ادائیگی کے عوض امان طلب کی۔ رسول اللہﷺ نے اُن پر مرحمت فرمائی اور اُن کی پیشکش قبول فرمالی۔ ہر قبیلے کے لئے علیحدہ علیحدہ شرائط پر مبنی معاہدے لکھوائے گئے اور اُنہیں اپنی امان میں لے لیا گیا۔

جال۔۔۔

سرورِ کائناتﷺ نے تبوک میں تقریباً بیس دن تک دشمن کا انتظار کیا۔ تبوک میں اپنے اصحابِ کرامؓ کے ساتھ متعدد صحبتیں ہوئیں اور اُن کے دل دریائے نور میں نہلائے گئے۔ آپؐ نے اپنے مبارک قلب سے پھوٹتا فیض اور برکات اصحابِ کرامؓ کے دلوں میں اتار دیں۔ ایسی ہی ایک بے مثال صحبت کے دوران آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ انسانوں میں سب سے بہتر اور شرف والا کون ہے؟'' اصحابِ کرامؓ نے کہا، ''بتائیں یارسول اللہﷺ!'' اس پر آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا: ''انسانوں میں سب سے خیر والا وہ شخص ہے جو اپنے گھوڑے یا اُونٹ پر سوار ہو کر یا اپنے پاؤں پر چلتے ہوئے، آخری سانس تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں کام کرے۔ انسانوں میں سب سے بدتر وہ سرکش ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھے اور اُس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کرے۔''

شہادت کے متعلق کسی کے استفسار پر آپؐ نے فرمایا: ''مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے ید قدرت میں میری ہستی ہے، شہدا روزِ قیامت اپنے گلے میں تلواریں لٹکائے آئیں گے۔ نور سے بنے منبروں پر بیٹھیں گے۔ (۳۲۸)''

تبوک سے مدینہ واپسی کی تیاری کے دوران بھوک سے نڈھال اصحابِ کرامؓ رسول اللہﷺ کے پاس اپنی حالت بیان کرنے کی غرض سے تشریف لائے۔ رسول اللہﷺ نے کھانے کی بچی کھچی چیزیں، چمڑے کے ایک دسترخوان پر اکٹھی کرائیں۔ یہ سب چیزیں ایک دیگچی بھر بھی نہ تھیں۔ سرورِ عالمﷺ نے اپنا وضو تازہ کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ اپنے مبارک ہاتھوں کو اُٹھایا اور اشیائِ خورد و نوش کی برکت کے لئے دُعا فرمائی۔ پھر اصحابِ کرامؓ کو اپنے اپنے برتن لانے کا حکم دیا۔ اتنے بڑے لشکر میں کوئی برتن خالی نہ بچا سب بھر لئے گئے۔ علاوہ ازیں سب مجاہدین کے پیٹ بھر کر کھا لینے کے باوجود دسترخوان پر کھانے کی چیزوں میں کوئی کمی نظر نہ آتی تھی۔

مجاہدین نے تبوک سے نکل کر مدینہ کی راہ لی۔ ایک رات منافقین آپس میں فیصلہ کرلیا کہ آگے آنے

(۳۲۸) واقدی، المغازی، ۱۰۱۸،II

رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ ہر منزل پر کچھ دیر پڑاؤ ڈالتے اور پھر دوبارہ سفر شروع کر دیتے۔ آپؐ کے پڑاؤ کی آٹھویں منزل مقامِ حجر تھی جہاں حضرت صالحؑ کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا۔ اپنے پیغمبرؑ کی اتباع نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صیحہ یعنی شدید قسم کی آواز سے اُنہیں ہلاک کر دیا تھا۔ سلطانِ کائنات ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے ارشاد فرمایا: **''آج رات ایک آندھی آئے گی جو نہایت زبردست اور مخالف سمت سے اُٹھے گی۔ تم میں سے کوئی بھی تب تک اپنے پاؤں پر مت کھڑا ہو جب تک کہ اُس کا ساتھی اُس کے ساتھ نہ ہو۔ ہر کوئی اپنے اونٹ کے گھٹنے کو باندھ دے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں عذاب اترا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ پانی نہ پئے نہ ہی اس سے وضو کرے!۔۔۔''** سب نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ رات کو اُٹھنے والی زبردست آندھی نے ہر شے کو اکھاڑ پھینکنا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک شخص جو اپنے اونٹ کو باندھنا بھول گیا تھا اُسے پکڑنے کے لئے اکیلا اپنے پاؤں پر اُٹھ کھڑا ہوا، آندھی نے اُسے گھسیٹتے ہوئے طائی پہاڑ کے دامن میں لا پھینکا۔ ایک شخص کو شدت کی حاجت ہوئی اور رفع حاجت کے لئے جس جگہ گیا وہاں اُسے خناق کی بیماری نے آ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اُس نے پھر سے صحت پا لی۔

اُس صبح پانی کے برتنوں میں بالکل پانی نہ بچا تھا۔ ہر کوئی پیاس کے مارے جان بلب تھا۔ منافقوں کو موقع مل گیا: ''محمدؐ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو دُعا کرتے اور بارش برسا دیتے'' کہتے ہوئے فتنے کا بیج بونے کی کوشش کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کو حالات سے آگاہ فرمایا گیا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور اللہ تعالیٰ سے بارش احسان فرمانے کی التجا کی۔ اس گرم اور خشک موسم میں فوراً گھٹا دار بادل پیدا ہو گئے۔ شدت سے بارش برسنے لگی۔ ہر کسی نے اپنے اپنے برتن بھر لئے، وضو اور غسل کر لیا، اپنے جانوروں کو بھی سیر کر دیا۔ جب بادل چھٹ گئے تو سب نے دیکھا کہ بادل صرف لشکر کے اوپر رُک کر مینہ برسا گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ نے تکبیر کہی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ادا کی۔ پھر منافقوں سے کہا، ''اب تو کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر صالح مسلمان بن جاؤ!۔۔۔'' لیکن شرم و حیا سے عاری اِن منافقین نے: ''کیا ہوا؟۔۔۔ ایک بادل تھا جو آیا اور برس کر چلا گیا!۔۔۔'' کہہ کر جواب دیا۔

ادھر کم خوراکی کا عالم یہ تھا کہ دو افراد ایک کھجور بانٹ کھاتے تھے۔ شدت کی گرمی، بھوک اور پیاس کے باوجود لشکر تبوک کے قریب آن پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے: **''انشاء اللہ! تم کل بوقتِ اشراق تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے۔ جب تک میں پہنچ نہ جاؤں اُس پانی کو ہاتھ مت لگانا''** کہہ کر تنبیہہ فرمائی۔ اگلے روز سب وہاں پہنچ گئے۔ چشمے کا پانی بہت کم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کا کچھ پانی ایک برتن میں منگوایا اور اُس میں اپنا مبارک ہاتھ ڈال کر دعا فرمائی۔ پھر اس پانی کو چشمے میں اُنڈیل دیا۔ چشمے کا پانی یکدم اُبل اُبل کر بہنے لگا۔ تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکرِ اسلام نے پانی پیا اور پھر بھی اس میں کمی واقع نہ ہوئی۔ اس کے بعد اطراف کی زمین کی اِس معجزوی پانی سے آبیاری کی گئی۔ وہ علاقہ سرسبز صحرا بن گیا، برکتوں سے لبریز ہو گیا۔

جب رسول اکرم ﷺ اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کے ہمراہ تبوک پہنچے تو بازنطینی اور قبیلہ عاملہ، قبیلہ لخم اور قبیلہ جذام جیسے عیسائی عرب قبائل پر مشتمل کوئی رومی لشکر اُنہیں نظر نہ آئے۔ موتہ میں صرف

کے ساتھ بتایا کہ اُن کے لئے سواری کا کوئی جانور نہیں بچا۔ ایک دفعہ حضرت سالمؓ بن عمیر، حضرت عبداللہؓ بن مغفل، حضرت ابولیلیٰؓ مازنی، حضرت علبہؓ بن زید، حضرت عمروؓ بن الحمام، حضرت ہرمیؓ بن عبداللہ اور حضرت عرباضؓ بن ساریہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پہنچے اور یہی آرزو بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے نہایت افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے کہا، ''آپؓ کی سواری کے لئے مجھے کوئی سواری کا جانور نہیں مل رہا۔'' یہ ساتوں صحابیؓ رسول اللہ ﷺ سے دور رہنے اور جہاد میں شمولیت نہ کر پانے کے احساس سے رونے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائی: ''اور نہ اُن پر (کوئی حرج ہے) کہ جب آپؐ کے پاس آئے کہ آپؐ اُنہیں سواری دیں، تو آپؐ نے کہا کوئی سواری نہیں جس پر تمہیں سوار کروں تو وہ (اس حال میں) لوٹے اور غم سے اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ وہ کچھ نہیں پاتے جو وہ خرچ کرسکیں (۳۲۴)۔'' بالآخر اُنہیں بھی حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ نے غزوہ میں شمولیت کے لئے حاضر کرلیا۔

تیاری مکمل ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لشکر کو وداع کی چوٹی پر جمع کیا۔ بہت کم صحابہ تھے جو غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ رسول اکرم ﷺ لشکر کو اکٹھا کیا اور کُوچ کا حکم دے دیا، حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو مدینہ میں اپنی جگہ وکیل مقرر فرمایا (۳۲۵)۔ سفر شروع کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے ساتھ وافر تعداد میں جوتیاں لے لو۔ اگر تمہارے پاس فالتو جوتیاں ہوئی تو پریشانی سے بچے رہو گے۔''

لشکر کی روانگی کے وقت، منافقین کا سردار عبداللہ بن ابیّ مسلمانوں کو ڈرانے کے لئے اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔ حتیٰ: ''قسم ہے، مجھے ابھی سے یوں دکھائی دے رہا ہے گویا وہ اور اُس کے اصحاب دو دو کی شکل میں بندھے ہوئے ہوں۔۔۔'' کہتا پھر رہا تھا۔ لیکن اُس کے ان الفاظ پر کسی نے کان نہ دھرے، جہاد کا شوق بڑھتا ہی جا رہا تھا جسے دیکھ دیکھ کر منافقوں کے سینے چھلنی ہوئے جاتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے وداع کی چوٹی سے تبوک کی جانب حرکت کرتے ہوئے لشکر کے علم اور جھنڈے کھلوا دیئے۔ سب سے بڑا علم حضرت زبیرؓ بن عوام کے ہاتھ میں دیا۔ بنو اوس کا جھنڈا حضرت اُسیدؓ بن حضیر کو، بنو خزرج کا جھنڈا حضرت ابودجانہؓ کو عنایت فرمایا (۳۲۶)۔ تیس ہزار کے لشکر میں سے دس ہزار کو رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود کمان کر رہے تھے۔ میمنہ کی کمان حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اور میسرہ کی کمان حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے ہاتھ میں تھی (۳۲۷)۔

عالیشان اصحاب کرامؓ نے نہایت گرمجوشی کی فضا میں رسول اللہ ﷺ کی کمان میں کوچ کرنا شروع کردیا۔ اُن کے سر پر اللہ تعالیٰ حبیب ﷺ تھے اب خوراک اور پانی کی کمی کیسے اُنہیں راستے ہٹا سکتی تھی، منزل کی دوری، دشمنوں کی تعداد اُن کے دلوں کو خائف کرنے میں ناکام تھی۔ وہ اس حالت میں ہر جگہ جا سکتے تھے۔

---

(۳۲۴) سورۃ التوبہ، ۹۲ / ۹

(۳۲۵) ابن ہشام، السیرۃ، ۵۱۹،II؛ واقدی، المغازی، ۸،I؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲۹۳،V؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۲،IV؛ سہیلی، روض الانف، ۲۹۷،IV؛ خزاعی، التخریج، ص، ۳۲۷؛ قطانی، التراتیب الاداریہ، ۳۸۵،I

(۳۲۶) واقدی، المغازی، ۹۹۶،II؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۳۶،II؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۴۴۳،V

(۳۲۷) واقدی، المغازی، ۱۰۰۱،II؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۳۶،II

دیا۔ اُس سال خشک سالی کی وجہ سے اصحابِ کرامؓ مادی طور پر بڑی تنگی میں تھے۔ صرف اُن لوگوں کی حالت قدرے بہتر تھی جو تجارت میں مشغول تھے۔ رسول اللہﷺ نے یہ طلب بھی کی کہ سب اصحابِ کرامؓ اس جنگ کی تیاری کے لئے مالی مدد بھی کریں۔ رسول اللہﷺ کی اس آرزو کے مطابق سب اصحابِ کرامؓ حرکت میں آ گئے۔ جس کے پاس جو بھی تھا لے آیا، ہر کوئی جان و مال کے ساتھ اس جہاد کے لئے تیار ہونے کی کوشش میں تھا۔

رسول اللہﷺ کے یارِ غار حضرت ابوبکرؓ اپنا سارا مال لے آئے۔ رسول اللہﷺ کے: ''اپنے **اہلِ خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ اے ابوبکرؓ!**'' سوال کرنے پر آپؓ نے عرض کی، ''اُن کے لئے اللہ اور اُس کے رسولؐ کو چھوڑا ہے۔'' حضرت عمرؓ اپنے مال کا نصف حصہ مدد کے طور پر لے آئے، رسول اللہﷺ نے آپؓ سے بھی: ''**اپنے اہلِ خانہ کے لئے کیا چھوڑا؟ اے عمرؓ!**'' سوال کرنے پر آپؓ نے عرض، ''جتنا لایا ہوں اُتنا ہی چھوڑ آیا ہوں۔'' رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**تمہارے درمیان فرق ایسا ہی ہے جیسا تم دونوں کے الفاظ میں۔**'' اس پر حضرت عمرؓ نے: ''میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں، یا ابا بکر! امورِ خیر میں تم ہمیشہ مجھ سے سبقت لے جاتے ہو۔ اب اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ کسی بھی کسی کام میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتا'' کہہ کر آپؓ کی تعریف کی (۳۲۲)۔

اصحابِ کرامؓ مدد کے لئے ہر چند کوشش کر رہے تھے۔ لیکن منافقین اُنہیں: ''تم لوگ دکھاوے کے لئے دے رہے ہو'' کہہ کر اُن کا مذاق اُڑاتے۔ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**جو کوئی آج صدقہ دے گا، اُس کا یہی صدقہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ سے اُس کی گواہی دے گا۔**'' رسول اللہﷺ کے ان مبارک الفاظ پر مومنین نے اور بھی زیادہ مدد دینا شروع کر دی۔ حضرت عثمانؓ بن عفان نے لشکر کے ایک تہائی حصہ کو سرتاپا لیس کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ اس طرح مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ مدد کرنے والی شخصیت آپؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے لشکر کی ضروریات کو ایسے پورا کیا کہ پانی کے مشکیزوں کی مرمت کے لئے استعمال کیا جانے والا چمڑا تک دینے میں چوک یا کوتاہی نہ برتی۔ آپؓ کی اس مدد پر رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**آج کے بعد، عثمان کا کوئی گناہ لکھا نہ جائے گا** (۳۲۳)۔'' ایک صحابی جو مالی طور پر بڑے پسماندہ تھے، جہاد کے لئے مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اُس رات صبح تک کھجور کے ایک باغ کی آبیاری کے لئے پانی ڈھوتے رہے، بدلے میں ملیں کھجوریں لا کر رسول اللہﷺ کو پیش کر دیں اور کہا، ''یا رسول اللہﷺ! میں اپنے ربّ کی رضا کے لئے جو میرے پاس تھا لے آیا ہوں، اسے قبول فرمایئے۔''

مسلمان مردوں سے جو بھی بن پڑتا وہ مدد کے لئے کر رہے تھے، عورتیں بھی اس راہ میں اپنا وظیفہ پورے حق و انصاف سے سرانجام دیتی نظر آتی تھیں۔

تبوک کے سفر کی تیاری کے دوران مسلمان بڑی مشکل وقت سے گزر رہے تھے۔ شدید قحط سالی تھی، کئی اصحابِ کرامؓ ایسے تھے جن کے پاس کچھ نہ بچا تھا اور وہ رسول اللہﷺ کے حضور آ کر کہنے لگے، ''یا رسول اللہﷺ! سواری کا کوئی جانور نہیں رہا! کھانے کو کچھ نہیں بچا! اس غزوہ میں ہم آپؐ سے الگ نہیں رہنا چاہتے اور جہاد کا ثواب حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔'' رسول اللہﷺ نے اُنہیں نہایت افسوس

(۳۲۲) واقدی، المغازی، II، ۹۹۰؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، II، ۳۳۔
(۳۲۳) واقدی، المغازی، II، ۹۹۰۔

تبوک کا سفر

سرورِ عالم ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد مختلف ممالک کی جانب اپنے ایلچی بھیج کر اُنہیں دعوتِ اسلام دی۔ عمان اور بحرین کے حکمدار ان قبولِ اسلام سے شرفیاب ہوئے۔ علاوہ ازیں متعدد قبائل سے وفود نے آکر آقائے دو عالم ﷺ کی اتباع کی اور ابدی سعادت سے فیضیاب ہوئے۔

اب اسلام نہایت تیزی سے پھیل رہا تھا۔ قرب وجوار کے قبائل اور ممالک کی جانب اسلام کی بنیادی تعلیمات سکھانے کے لئے معلّمین اور حکومتی نظام کو سنبھالنے کے لئے والی بھیجے جارہے تھے۔ ہجرت کے نویں سال میں مدینہ منورہ میں قبولِ اسلام کے لئے آنے والے وفود کا تانتا بندھ گیا تھا۔

ہجرت کے نویں سال کا ماہِ رجب تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے فرمایا، ''آج تمہارا ایک صالح بھائی وفات پا گیا ہے۔ اُٹھو اور اُس کی نمازِ ادا کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے امامت فرماتے ہوئے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر آپؐ نے وضاحت فرمائی، ''ہم نے تمہارے بھائی نجاشی اصحمہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔''

کچھ دنوں بعد حبشہ سے آنے والی خبر کے مطابق حضرت نجاشی اصحمہ کا انتقال عین اُس دن ہوا تھا جس دن رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی تھی (۳۲۱)۔

نویں سال میں جزیرہ نما عرب میں اسلام کی اشاعت کی رفتار دیکھ کر، عیسائی عربوں نے بازنطینی بادشاہ ہراقلیوس کو جو اپنے دل میں پہلے سے ہی ''دولتِ اسلامیہ'' سے حسد رکھتا تھا اور اس کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کا خواہشمند تھا، ایک مکتوب کے ذریعے یوں اپنی خواہش ظاہر کی، ''یہ پیغمبری کا دعویٰ کر کے اُٹھنے والا شخص اب وفات پا گیا ہے۔ مسلمان اب قحط سالی اور غربت میں مبتلا ہیں۔ اگر تم اُنہیں اپنے دین کی جانب لانا چاہتے ہو تو یہی وقت ہے۔'' اس مکتوب کے بعد ہراقلیوس نے چالیس ہزار کا ایک لشکر تیار کیا اور قباد کی کمان میں اسے مسلمانوں سے لڑنے کیلئے روانہ کر دیا۔

اس کی اطلاع پاتے ہی فخرِ کائنات ﷺ اپنے اصحابِ کرام کو جمع کیا اور جنگ کی تیاری کا حکم

(۳۲۱) بخاری، ''جنائز''، ۵۲؛ نسائی، ''جنائز''، ۳۷؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۸۳،۱۱؛ شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، ۹۳،۱۱

تب ایک فرشتے نے آکر آپؐ سے کہا، ''اگر آپؐ اجازت دیں تو ان پہاڑوں کو ان کے سروں پر اُلٹ دوں!'' اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''میں رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میری واحد خواہش یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن لوگوں سے ایک ایسی نسل پیدا فرمائے جو حق تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔'' اور اب بھی مرحمت فرماتے ہوئے دُعا فرمائی، ''یاربی! اہلِ ثقیف کو سیدھا راستہ دکھا! اُنہیں ہمارے پاس لے آ!''

حبیب اکرم ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کے ہمراہ طائف سے نکل کر جیرانہ تشریف لے آئے جہاں حنین سے حاصل کردہ مالِ غنیمت اور اسیر جمع کئے گئے تھے۔ چھ ہزار اسیران کے علاوہ بیس ہزار سے زیادہ مویشی، چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں اور بے حساب اشیائے زینت غنیمت میں ہاتھ لگی تھیں۔ انہیں مجاہدین میں تقسیم کردیا گیا کیونکہ یہ اُن کا حق تھا۔ اس دوران آپؐ کو اطلاع دی گئی کہ بنو ہوازن کا ایک وفد آپؐ کے حضور آنے کی خواہش ظاہر کررہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنے حضور قبول فرمایا۔ وفد نے آپؐ کو سارے بنو ہوازن کے قبولِ اسلام کی خبر دی۔ اس خبر سے رسول اللہ ﷺ نہایت ممنون ہوئے اور جنگ میں آپؐ کے حصّہ میں آئے اسیروں کو آزاد کرتے ہوئے لوٹا دیا۔ اصحاب کرامؓ نے بھی آپؐ کی تقلید کی، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی ایک مرحمت سے ایک ہی پل میں چھ ہزار اسیران کو حریت نصیب ہوگئی۔ یہ خبر بنو ہوازن کے سردار مالک بن عوف کو بھی ملی جو طائف میں پناہ لئے ہوئے تھا۔ وہ بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ پر بڑے احسانات فرمائے (۳۱۷)۔

اب یہاں سب کام ختم ہو چکے تھے۔ سلطانِ کائنات ﷺ ہمیشہ کی طرح مظفر ہوکر اپنے اصحاب کرامؓ کے ہمراہ مکہ لوٹ آئے۔ حضرت عتابؓ بن اسید کو مکہ کا والی مقرر فرمایا (۳۱۸)۔ حضرت معاذؓ بن جبل کو دین کی تعلیم کے لئے چھوڑا (۳۱۹)۔ کعبۂ معظمہ کا طواف کرکے عمرہ ادا فرمایا اور اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کی ہمراہی میں مدینہ کی راہ لی۔۔۔

ایک سال بعد اہلِ طائف نے قبولِ اسلام کی نیت سے چھ افراد کا ایک وفد مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے حضور بھیجا۔ آقائے دو عالم ﷺ نے ایک سال پہلے طائف سے نکلتے ہوئے دُعا فرمائی تھی، ''یاربی! اہلِ ثقیف کو سیدھا راستہ دکھا! اُنہیں ہمارے پاس لے آ!'' اور اب اہلِ ثقیف مسلمان ہونے کے لئے آ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے قبولِ اسلام سے بہت خوش ہوئے اور اُنہیں بعض امتیازات کے ساتھ طائف روانہ فرمایا۔ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کو والی بنا کر اُن کے ساتھ روانہ فرمایا (۳۲۰)۔

(۳۱۷) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۴۵۲؛ واقدی، المغازی، III، ۹۲۵؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۳۱۲؛ ذھبی، سیَر، II، ۲۰۷

(۳۱۸) ابن ماجہ، ''تجارت''، ۲۰؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۴۴۰؛ حاکم، المستدرک، III، ۶۸۷؛ بیہقی، السنن، I، ۴۹۸؛ II، ۲۶۴؛ واقدی، المغازی، I، ۸۹۰، ۹۶۰؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۱۳۷؛ فکیہی، اخبارِ مکہ، V، ۱۴۴؛ ازرقی، اخبارِ مکہ، I، ۲۳۲

(۳۱۹) واقدی، المغازی، III، ۹۵۹؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۱۳۷

(۳۲۰) ابوداؤد، ''صلوٰۃ''، ۱۲؛ ابن ماجہ، ''مساجد''، ۳؛ احمد بن حنبل، المسند، IV، ۲۱؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۵۴۱؛ ابن سعد، الطبقات، V، ۵۰۹

طائف کا سفر

سلطانِ کائنات ﷺ طائف کی جانب بھاگ جانے والے دشمنوں کی جانب پیش قدمی کر کے حتمی نتائج حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مکہ کے قریب واقع یہ قلعہ کفر کا آخری لیکن مضبوط ترین قلعوں میں سے ایک تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے پہلے یہاں آ کر اُنہیں ایک ماہ تک نصیحت فرمائی تھی۔ لیکن اہلِ طائف نے رسول اللہ ﷺ پر ایسے شکنجے اور ظلم ڈھائے جن کی مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ آپؐ کے قدم مبارک خون سے لت پت ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ اپنی زندگی کے تلخ ترین دن گزارے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو پیش دستہ کی کمان دے آگے روانہ فرمایا اور خود اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کے ہمراہ پیچھے سے آ کر طائف کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ بنوثقیف نے اپنے محکم قلعے میں پہلے سے ہی وافر مقدار میں خوراک ذخیرہ کر رکھی تھی۔ اصحاب کرامؓ کو آتے دیکھ کر قلعہ بند ہو گئے اور اپنا دفاع کرنے لگے۔ قلعہ کے نزدیک آئے اصحاب کرامؓ پر تیر برسا کر جواب دیتے۔ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی۔ اہلِ طائف کسی طرح بھی قلعہ سے نکل کر سینہ بہ سینہ جنگ کرنے کی جسارت نہیں کر پا رہے تھے۔

اصحاب کرامؓ میں سے بعض نے قلعہ کے اندر منجنیق سے پتھر پھینکنے کی تجویز پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے پسند فرمایا اور منجنیقیں تیار کروائیں۔ اُن کو استعمال کرتے ہوئے مشرکوں پر پتھر پھینکتے ہوئے یہ محاصرہ جاری رکھا۔ اصحاب کرامؓ دل و جان سے قلعہ فتح کرنے میں کوشاں تھے۔ اس دوران چودہ اصحاب کرامؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ لیکن قلعہ اس قدر مضبوط تھا کہ فتح کرنا ممکن نظر نہ آتا تھا۔

محاصرے کے بیسویں دن کے قریب ایک رات رسول اللہ ﷺ نے خواب میں مکھن سے بھرا ایک پیالہ دیکھا جو آپؐ کو ہدیتاً پیش کیا گیا تھا پھر ایک مرغ نے چونچ مار کر اُسے زمین پر گرا دیا۔ آپؐ نے اس کی تعبیر یوں کی کہ اس سال طائف کی فتح ممکن نہیں اور محاصرہ اٹھا دیا۔

دریائے رحمت، رسول اکرم ﷺ پر آٹھ سال پہلے جب اہلِ طائف نے ظلم ڈھایا اور اذیت دی

اوطاس کی جانب نکل گئے ۔ سپہ سالار مالک بن عوف طائف میں پناہ لینے والوں میں سے تھا۔ اصحاب کرامؓ نے کچھ مدت اُن کا تعاقب کیا۔ اوطاس میں پھر سے زبردست معرکے پیش آئے ۔ دشمنوں کو پھر سے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

اس غزوہ میں اللہ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی ہمت کی برکت سے ظفر پھر سے مسلمانوں کا نصیب بنی ۔ چار صحابہؓ نے شہادت پائی ، بعض اصحاب کرامؓ زخمی ہوئے ۔ حضرت خالدؓ بن ولید کے زخمی ہونے کا سُن کر رسول اللہ ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لائے اور زخموں پر اپنے مبارک ہاتھوں کو پھیرا، زخم فوراً شفا پا گئے ۔

جان ہو قربان میری ، راہ میں تری
نام پیارا تیرا ، تُو خود بھی پیارا ، یا محمدؐ
شفاعت ہو تیرے اس کمتر بندے کی
نام پیارا تیرا ، تُو خود بھی پیارا ، یا محمدؐ

مومن کے لئے گر ہے یہاں دکھ و جفا
آخرت میں پر ہے اُس کو ذوق و صفا
اٹھارہ ہزار عالموں کا مصطفیٰ ہے تُو
نام پیارا تیرا ، تُو خود بھی پیارا ، یا محمدؐ

ساتوں آسمانوں کی سیر کرنے والا
کرسی کے بھی اوپر سے گزرنے والا
معراج میں اُمت کا خیال کرنے والا
نام پیارا تیرا ، تُو خود بھی پیارا ، یا محمدؐ

یونس کرے گا کیا تیرے بن یہ دو جہاں
کہ تو پیغمبر حق ہے ، بے شک و بے گماں
تجھے نہ مانا جو ، گیا وہ دنیا سے بے ایماں
نام پیارا تیرا ، تُو خود بھی پیارا ، یا محمدؐ

مشرکین کے سالار نے رات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے وادیٔ حنین کی گھاٹی کے دونوں طرف اپنا لشکر کھڑا کر دیا تھا۔ پیش دستے کے کمانڈار حضرت خالدؓ بن ولید اس چال سے بے خبر اپنے گھوڑے پر سوار اس گھاٹی کی جانب آگے چل رہے تھے۔ علی الصبح اندھیرے میں صاف دکھائی بھی نہیں دے پا رہا تھا۔ یکدم ہزاروں تیر مجاہدین کی جانب برسنے لگے۔ اس ناگہانی آفت سے بچنے کے لئے مجاہدین کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ تیزی سے ہونے والی اس پسپائی سے پیچھے سے آنے والے عساکر کی ترتیب خراب ہوگئی۔ اُنہوں نے بھی جلدی سے پیچھے ہٹنا شروع کیا تو دشمن کا بیس ہزار کا لشکر ایک طوفان کی مانند وادی کی جانب بہنے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نہتے حملہ آور مشرکین کی جانب آگے بڑھنے لگے۔ صرف حضرت عباسؓ، حضرت ابو بکرؓ اور سو کے قریب بہادر اصحابِ کرامؓ موت کی پروا نہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک آن پہنچے۔ اپنے وجودوں کو رسول اللہ ﷺ کے لئے سپر بنا دیا۔ حضرت عباسؓ آپؐ کے خچر کی باگیں کھینچ کر اور حضرت سفیانؓ بن حارث اُس کی لگام کو پکڑ کر اُس کی رفتار کم کرنے کی کوشش میں تھے تا کہ رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے لشکر میں جانے سے روک پائیں۔ آقائے دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے دین کے مٹ جانے کی سوچ سے غمزدہ ہو کر کہا،

''یا عباس! تم اُنہیں یہ کہہ کر پکارو کہ اے مدینہ والو! اے شجرِ سمرہ کے نیچے بیعت کرنے والو صحابیو۔''

حضرت عباسؓ دیوہیکل اور پُر ہیبت جثہ کے مالک تھے۔ جب با آوازِ بلند پکارتے تو آپؓ کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ آپؓ نے پوری قوت کی ساتھ با آوازِ بلند پکارا، ''اے مدینہ والو! اے شجرِ سمرا کے نیچے بیعت کرنے والے صحابیو، بکھر و نہیں یہاں جمع ہو جاؤ۔'' اسے سننے والے اصحابِ کرامؓ نے واپس لوٹنا چاہا لیکن سواری کے جانور اس قدر گھبرا چکے تھے کہ اُن کو واپس لوٹانا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ نہایت اپنی زرہ، تلوار اور نیزہ لے کر گھوڑوں سے کودنے پر مجبور ہو گئے۔ سُرعت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے لگے۔ ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی صداؤں سے زمین و آسمان ہلنے لگے، دشمن پر خوف و دہشت طاری ہونے لگا۔ بدر، اُحد، خندق اور خیبر میں شجاعت دکھانے والے اصحابِ کرامؓ خاص طور پر حضرت علیؓ، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام پلٹ پلٹ کر حملے کرتے اور دشمنوں کی صفوں کو پچھاڑ کر رکھ دیتے۔

آقائے دو عالم ﷺ اپنے اصحابؓ کو دل و جان سے لڑتے دیکھ رہے تھے اور آپؐ کے مبارک ہونٹوں سے بار بار یہ دعا سنائی دے رہی تھی: **''یا الٰہی ہمارے لئے اپنی مدد بھیج۔ بلا شبہ کہ تُو نہیں چاہتا کہ وہ ہم پر غالب آ جائیں۔''** رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے جھک کر زمین سے مٹھی بھر ریت لے لی؛ ''اُن کے منہ کالے ہوں'' کہہ کر مشرکوں کی جانب پھینک دی۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزے کی وجہ دشمن کا کوئی عسکر ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں یہ ریت نہ پڑی ہو۔ ملائکہ کی مدد بھی آن پہنچی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''قسم ہے اللہ تعالیٰ کی، اُنہیں شکست ہوئی۔'' مشرکین کی ترتیب بگڑ گئی، پسپا ہو کر بھاگنے لگے۔ بھاگنے والے دشمنوں کا اصحابِ کرامؓ پیچھا کرتے، ساتھ لائے بیوی بچوں اور مال سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگے جا رہے تھے۔ میدانِ حرب میں ستر دشمن مارے گئے، چھ ہزار لوگ اسیر ہوئے اور بے حد و حساب مال چھوڑا گیا تھا۔ بھاگنے والوں میں سے بعض نے طائف کے قلعہ میں پناہ لی۔ بعض بطن نخلہ کی سمت اور بعض

غزوۂ حنین

سرورِ عالم ﷺ مکہ کو فتح کرنے کی نیت سے مدینہ سے نکلے تو مکہ کے جوار میں مقیم بنو ہوازن اور بنو ثقیف نامی دو بڑے قبیلے یہ سمجھ کر کہ مسلمان ہم پر چڑھائی کرنے نکلے ہیں، جنگ کی تیاری کرنے لگے۔ جب اُنہیں یہ معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ دراصل مکہ فتح کرنے کی غرض سے آئے ہیں تو سکون کا سانس لیا لیکن: ''اہلِ قریش کے بعد ضرور اب باری ہماری ہوگی'' سوچ کر اس جنگی تیاری کو اور تیز کر دیا۔ اس کے علاوہ کہنے لگے، ''قسم سے، مسلمانوں کا تو ابھی تک کسی جنگجو قوم سے پالا ہی نہیں پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہم پر حملہ کریں ہم اُن پر چڑھائی کر کے اُنہیں دکھا دیں کہ حرب کرنا کیا ہوتا ہے۔'' ہوازن کے سردار مالک بن عوف کی کمان میں بیس ہزار کے قوی لشکر کی شکل میں انہوں نے حرکت کی۔ یہ لوگ اپنے عساکر کی ہمت بڑھانے اور مشکل وقت میں بھاگنے سے روکنے کے لئے اپنا سب قیمتی ساز و سامان، عورتیں اور بچے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

یہ خبر جلد ہی مکہ تک آن پہنچی۔ فخرِ کائنات ﷺ نے خبر کی تصدیق کے لئے حضرت عبد اللہؓ بن ابی حدرد کو قبیلہ بنو ہوازن کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت عبد اللہؓ بھیس بدل کر دشمنوں کے اندر گھس گئے۔ اُن کے افکار اور اُن کی حرکات کا اندازہ لگایا اور رسول اللہ ﷺ کو فوراً حالات سے آگاہ فرما دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فوراً اصحابِ کرامؓ کو جمع کیا۔ مکہ میں بیس سالہ حضرت عتابؓ بن اسید کو والی مقرر فرمایا اور سرعت کے ساتھ سفر پر نکل پڑے۔ آپؐ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ مشرک قبائل ہوازن اور ثقیف کی قرارگاہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ مہاجرین کا علم حضرت علیؓ کے ہاتھ تھا (۳۱۵)۔ پیش دستہ کی کمان حضرت خالدؓ بن ولید فرما رہے تھے (۳۱۶)۔ آقائے دو عالم ﷺ نے خود پہن رکھا تھا اور اوپر نیچے دوہری زرہیں پہن رکھی تھیں، آپؐ دُلدُل نامی خچر پر سوار تھے۔ شوال کی گیارہ تاریخ کو وادیٔ حنین پہنچ گئے۔ اُس رات سرورِ عالم ﷺ نے لشکر کی تفتیش فرمائی اور اسے حربی نظام کے تحت منظم کیا۔ صبح نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد آپؐ نے حرکت کا حکم دیا۔

---

(۳۱۵) ابن سعد، الطبقات، ۱۷، ۳۵۷؛ سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۲۰۳

(۳۱۶) احمد بن حنبل، المسند، ۱۷، ۳۵۰؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۴۴۸؛ واقدی، المغازی، ۱۱، ۹۱۲؛ سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۱۹۵

لے گئے جہاں پہلی بار آپؐ نے اہلِ قریش سے اپنی نبوت کا اعلان کیا اور اُنہیں دعوتِ اسلام دی تھی۔ وہیں اُسی جگہ آپؐ نے، چھوٹے بڑے، مرد و عورت سب اہلِ مکہ کی بیعت قبول فرمائی۔ اس طرح اہلِ قریش نے مسلمان ہو کر اصحابِ کرامؓ میں شامل ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔

مردوں سے عہد لینے کے بعد آپؐ نے عورتوں سے بھی بعض امور پر عہد لیا (۳۱۳)۔ ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، رسول اللہ ﷺ کی احکام پر عصیان نہ کرنا، چوری نہ کرنا، عفت اور ناموس کی حفاظت کرنا، بچیوں کو قتل نہ کرنا شامل ہے۔ مسلمان ہونے والی عورتوں میں حضرت ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہؓ بھی موجود تھی جس کا نام اُن پندرہ اشخاص کی فہرست میں شامل تھا جنہیں قتل کیا جانا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں بھی معاف فرما دیا۔ سب نومسلم افراد نے اپنے اپنے گھروں میں پڑے بتوں کو توڑ ڈالا۔ گرد و جوار کے قبائل میں عسکری قوت بھیج کر وہاں موجود سب بتوں کو بھی زمین بوس کر وا دیا۔ اس طرح حق کے آ جانے سے باطل کی جڑیں اُکھڑ گئیں۔ مرحمت سے فیضیاب ہونے والوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے والے وحشی جیسے اشخاص بھی شامل تھے۔ ان میں سے حضرت عکرمہؓ جنگِ یرموک میں شہید ہوئے۔ حضرتِ وحشیؓ نے جنگِ یمامہ میں مسیلمۃ الکذاب کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا (۳۱۴)۔

> اللہ ہی کے لئے تھی محبتِ خلق اُس کی اور تھا بغض بھی
> نہ دوستی اُسکی بخاطرِ نفس نہ دُشمن تھا وہ منبعِ کرم
>
> نہ ہنسا کبھی قہقہہ سے، نہ برہم ہوا کسی سے ہرگز
> خوش سخن اور خوش اخلاق تھا ہمیشہ وہ منبعِ کرم
>
> موصوف تھا حیا و حلم سے، لطف و حرمت سے بھی
> در آئے سوالی کا کرتا سوال پورا وہ منبعِ کرم
>
> قبول کرتا عذر مجرموں کا بڑے عفو و لطف سے
> عظیم الخلق تھا اور حنان و مشفق بھی وہ منبعِ کرم

(۳۱۳) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۹؛ صفدی، الوافی، VIII، ۳۳۲

(۳۱۴) واقدی، المغازی، II، ۸۶۳؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XXII، ۳۶؛ صفدی، الوافی، V، ۳۹۲؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LXII، ۴۰۴

زمیں بوس کر دیئے گئے (۳۱۰)۔

بوقتِ دوپہر، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو کعبہ میں اذان دینے کا حکم دیا۔ اُنہوں نے فوراً اس امر کی تعمیل فرمائی۔ اذان کی آواز کے ساتھ ساتھ مومنین کے دلوں میں سرور پیدا ہوتا جا رہا تھا اور قہر کی حالت میں ڈوبے مشرکین کے غم واَلم کی کیفیت میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا (۳۱۱)۔

رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی چابی طلب فرمائی۔ لائی گئی۔ اندر بنائی گئی تصاویر مٹانے اور موجود بتوں سے صاف کرنے کے بعد حضرت اُسامہؓ بن زید، حضرت بلالؓ، حضرت عثمانؓ بن طلحہ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے دروازے کی جانب پیٹھ کرتے ہوئے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ہر کونے میں تکبیر پڑھتے ہوئے دُعا فرمائی۔ حضرت خالدؓ بن ولید دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور لوگوں کو وہاں ہجوم کرنے سے روک رہے تھے۔

سلطانِ کائنات ﷺ نے کعبہ کے دروازے کے دو پٹوں کو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے تھام رکھا تھا۔ سارے اہلِ قریش مسجدِ حرام میں جمع ہو گئے تھے، خوف واُمید کے ساتھ حبیب اللہ ﷺ کی جانب دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ پر ہر طرح کی شکنجہ آزمائی کی تھی۔ اُن کے گلوں میں رسیاں ڈال کر کھینچا تھا۔ آگ میں ڈال کر جلانے کی کوشش کی تھی، چلچلاتی دھوپ میں گرم چٹانیں اُن کے سینوں پر رکھی تھیں، یہ شکنجہ آزمائیاں جاری رکھتے جب تک کہ وہ بے ہوش نہ ہو جائیں۔ اُن کے بدن آگ میں سرخ کی گئی سلاخوں سے داغے جاتے۔ تین سال تک اُنہیں بھوک اور پیاس کی حالت میں ایک محلے میں ناکہ بندی کر کے محصور کر دیا گیا اور ہر چیز سے محروم کر دیا گیا۔ دونوں ٹانگوں سے اونٹ باندھ کر مخالف سمتوں میں دوڑاتے ہوئے اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُنہیں اپنے دیارِ عزیز سے نکال دیا گیا تھا۔ صرف اسی پر کفایت نہ کی اور انہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کی غرض سے کئی بار جنگ بھی کی۔

لیکن اس کے باوجود وہ پُر اُمید تھے کیونکہ اُن کے سامنے رحمت للعالمین بن کر بھیجے گئے دریائے رحمت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر تک اُن کی جانب دیکھا اور ارشاد فرمایا، **''اے قریش والو! اب تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے متعلق کیا فیصلہ کروں گا۔''** اُنہوں نے کہا، ''ہم تم سے خیر کی توقع کرتے ہیں، خیر کی اُمید رکھتے ہیں کیونکہ تم ایسے بھائی ہو جو کرم کرتا ہے۔ ہمارے، صاحبِ کرم اور بھلائی پسند کرنے والے بھائی کے بیٹے ہو۔ تم ہم پر غالب آئے ہو۔ ہم تم سے بھلائی کی تمنا رکھتے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے اُن کی جانب دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا، **''میرا اور تمہارا حال ایسا ہی ہے جیسا یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ اُس کی طرح میں کہتا ہوں: آج (کے بعد میری جانب سے تمہارے گناہوں کے متعلق) تم پر کوئی سرزنش نہیں ہے، ذاتِ الٰہی تمہاری غلطیوں کے برے انجام سے محفوظ رکھنے والی ہے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والی ذات ہے (۳۱۲)۔'' جاؤ، تم سب حُر اور آزاد ہو۔''**

اس معظم مرحمت نے اُن پتھر دلوں کو پگھلا ڈالا، نفرت کو محبت میں بدل ڈالا۔ آقائے دو عالم ﷺ نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی تو مسلمان ہونے کے لئے جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ صفا کی پہاڑی پر تشریف

(۳۱۰) ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۲۱۶
(۳۱۱) سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۱۷۲
(۳۱۲) سورۃ یوسف، ۹۲ / ۱۲

حق آ گیا، باطل زائل ہو گیا۔۔۔

رمضان کی تیرہ تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا۔ مجاہدین میں سب سے آگے چلنے والے حضرت خالدؓ بن ولید تھے۔ مکہ کے جنوب سے داخل ہوتے ہوئے جب جبلِ خندمہ تک پہنچے تو مشرکینِ مکہ کے سرکش افراد نے اُن پر تیر چلائے۔ دو مجاہد شہید ہو گئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے اپنے منظم لشکر کو؛ ''مغلوب ہو کر بھاگنے والوں کو قتل نہ کرنا'' حکم دیتے ہوئے چڑھائی کر دی۔ مشرکین پسپا ہو کر بکھر گئے۔ اس لڑائی میں ستر مشرک مارے گئے۔ باقی پہاڑ پر سے ہوتے ہوئے اپنے گھروں کو بھاگ نکلے۔

مقدس سرزمین مکہ میں دیگر اطراف سے داخل ہونے والے اصحابِ کرامؓ کو کسی قسم کی مزاحمت پیش نہ آئی۔ پندرہ افراد جن کے قتل کا حکم دیا جا چکا تھا اُن میں سے پانچ کو پکڑ کر کیفرِ کردار تک پہنچا دیا گیا تھا۔ دیگر مکہ سے بھاگ گئے۔ مجاہدین نہایت ہیجان کے ساتھ موج در موج مکہ میں داخل ہو رہے تھے، ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! کی ندائیں گونج رہی تھیں۔ سرورِ عالم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار، حضرت اسامہؓ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھائے نہایت تواضع اور عجز و انکساری کے عالم میں، اُس دیار مکہ میں داخل ہو رہے تھے جہاں آپؐ کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی۔ آپؐ بار بار اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے تھے جس نے یہ دِن دیکھنے نصیب فرمائے اور فتحِ مکہ کی خوشخبری دینے والی سورۃ فتح کی آیات تلاوت فرما رہے تھے۔

فخرِ کائنات ﷺ نے نہایت سرور کے ساتھ اپنے مظفر اصحابِ کرامؓ کے درمیان کعبۂ معظمہ کی جانب رُخ کیا۔ دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ، بائیں جانب حضرت اُسیدؓ بن حضیر کے ساتھ کعبۂ معظمہ کے پاس آن پہنچے۔ حجرِ اسود کی زیارت کے بعد تلبیہ اور تکبیر کہی۔ اصحابِ کرامؓ نے بھی اس کی تقلید فرمائی اور مکہ مکرمہ کی فضائیں ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی آوازوں سے گونج اٹھیں۔ اس عالی شان منظر کے سامنے فرطِ مسرت سے مسلمانوں کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ مشرکین جنہوں نے حرمِ شریف میں پناہ لے رکھی تھی یا اپنے گھروں میں بند ہو چکے تھے، خوف اور ڈر کی کیفیت میں مبتلا منتظر تھے۔

پھر آقائے دو عالم ﷺ اور اصحابِ کرامؓ نے طواف کرنا شروع کیا۔ طواف کا ساتواں چکر پورا ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ اپنی اُونٹنی سے اُتر آئے اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر زم زم پیا جسے حضرت عباسؓ نے کنویں سے نکالا تھا۔ آپؐ نے زم زم سے وضو کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرنا شروع کیا۔ وضو کا پانی آپؐ کے مبارک وجود کو چھو کر زمین پر گرنے سے پہلے ہی اصحابِ کرامؓ نے ہوا ہی میں ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ یہ منظر دیکھ کر مشرکین نے حیرت سے کہا، ''ہم اپنی زندگی میں ایسا حکمدار نہ دیکھا نہ سُنا۔''

سرورِ عالم ﷺ نے اپنی آرزو بیان فرمائی اور کعبہ کے اطراف پتھر و لکڑی سے بنے سب بتوں کو توڑنے کا حکم دیا۔ **''جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ حق آ گیا اور باطل زائل ہو گیا اور باطل کو تو زائل ہونا ہی تھا (۳۰۹)''** آیت کریمہ پڑھتے ہوئے اپنے مبارک ہاتھ میں پکڑے عصا کو بتوں کی جانب بڑھا دیا۔ عصا کے لگتے ہی ہر بت ایک ایک کر کے منہ کے بل گرنے لگے۔ اس طرح تین سو ساٹھ بت

(۳۰۹) سورۃ الاسریٰ، ۸۱ / ۱۷

اس پر مشرکین میں سے چند سر پھروں نے حضرت ابوسفیانؓ کی مخالفت کی اور آپؓ کو حقارت بھرے الفاظ کہے۔ حتیٰ لشکرِ اسلام کا مقابلہ کرنے کی نیت سے تیاری کرنا شروع کر دی۔ لیکن یہ تعداد میں بہت کم تھے۔ دوسرے لوگ اِن سے متفق نہ ہوئے اور اپنے اپنے گھروں کی جانب بھاگ اُٹھے۔ اِن میں سے کچھ وہ تھے جنہوں نے مسجدِ حرام میں آ کر پناہ لے لی تھی۔

سرورِ عالمﷺ اور عالیشان اصحابِ کرامؓ ذی طویٰ کی وادی میں اکٹھے ہو گئے۔ سرکارِ دو عالمﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ پر نگاہِ مبارک ڈالی اور آپؐ کو آٹھ سال پہلے مکہ سے جدائی اور ہجرت یاد آ گئی۔ آپؐ کو وہ وقت یاد آ رہا تھا جب آپؐ کے سعادت خانہ کو مشرکین نے گھیر رکھا تھا اور آپؐ یٰسٓ شریف کی آیاتِ کریمہ تلاوت کرتے ہوئے نکل گئے، کسی کو خبر ہوئے بغیر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ غارِ ثور میں آ گئے، اُس وقت آپؐ نے مکہ کی حدود سے نکلنے سے پہلے آخری بار مُڑ کر دیکھا اور فرمایا تھا: ''(اے مکہ) اللہ کی قسم، میں جانتا ہوں کہ تم، اللہ کی تخلیق کردہ تمام جگہوں سے زیادہ خیر والی جگہ ہو۔ اللہ کے نزدیک اور میرے لئے بھی سب سے پیاری جگہ تم ہی ہو۔ مجھے تم سے نکلنے پر مجبور نہ کیا جاتا تو کبھی تم سے نہ نکلتا اور تم سے جُدا نہ ہوتا۔'' آپؐ اس قدر محزون تھے کہ حضرت جبرائیلؑ نے سورۃ قصص کی ۸۵ ویں آیتِ کریمہ پڑھ کر آپؐ کی تسلی اور تشفی فرمائی اور جس میں آپؐ کو خوشخبری دی گئی کہ آپؐ کو مکہ مکرمہ واپس لوٹایا جائے گا، پھر بدر میں مٹھی بھر اصحابِ کرامؓ کے ساتھ، اُحد میں، خندق میں، خیبر میں، موتہ میں دشمنوں کو کیسے مات دی، سب آپؐ کی نگاہوں سے گزرنے لگا۔ اور اب بارہ ہزار کی تعداد میں اصحابِ کرامؓ آپؐ کے گرد پروانہ بنے مکہ داخل ہونے کے لئے آپؐ کے حکم کے منتظر تھے۔ سرورِ عالم ہمارے آقا و مولاﷺ اللہ تعالیٰ کی تہہِ دل سے حمد اور شکر بجا لائے جس نے یہ سب احسان فرمایا تھا۔ تواضع روی سے آپؐ کی مبارک گردن آگے کو جھک گئی تھی۔

فخرِ کائناتﷺ نے اصحابِ کرامؓ کو چار گروہوں میں تقسیم فرمایا۔ میمنہ کی کمان حضرت خالدؓ بن ولید، میسرہ کی کمان حضرت زبیرؓ بن عوام کے ہاتھ تھی، پیادہ فوج کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو مقرر کیا، دیگر گروہ پر حضرت سعدؓ بن عبادہ کو کمان دی گئی۔ حکمتِ عملی کے طور پر حضرت خالدؓ بن ولید کو مکہ کے جنوب سے داخل ہونا تھا اور صفا کہ چوٹی تک پہنچ کر رسول اللہﷺ سے آن ملنا تھا، اس کے علاوہ مشرکین مکہ میں سے کوئی سرکشی پر اُتر آئے تو اسے سزا بھی دی جائے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام کو مکہ کے شمال کی جانب سے داخل ہونا تھا اور مکہ کے بالائی مقام حجون پر جھنڈا گاڑ کر رسول اللہﷺ کا انتظار کرنا تھا۔ جبکہ حضرت سعدؓ بن عبادہ کو مغرب کی جانب سے پیش قدمی کرنا تھی(۳۰۷)۔

رسول اللہﷺ نے اپنے سب کمانداروں کو: ''کسی پر کسی صورت بھی حملہ نہ کرنا جب تک کہ وہ تم پر حملہ نہ کرے۔ کسی کو قتل مت کرنا'' تنبیہہ کرتے ہوئے حکم دیا۔ البتہ پندرہ افراد ایسے تھے جن کے نام پہلے سے بتا دیئے گئے تھے اور حکم دیا گیا کہ اِن میں سے جو بھی پکڑا جائے اُس کی گردن اُڑا دی جائے، خواہ وہ آ کر غلافِ کعبہ کے نیچے چھپ جائیں (۳۰۸)۔

(۳۰۷) ابوداؤد، ''خراج'' ۲۵؛ عبدالرزاق، المصنف، ۷، ۳۷۷؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۳۳۱
(۳۰۸) ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۸۵۹

پہنچا دیں اور کوئی مخالفت نہ کر سکے۔۔۔ اس طرح حرم شریف میں خون نہ بہے۔۔۔

حضرت عباسؓ، حضرت ابوسفیانؓ کو لئے پہاڑی کی اُس گھاٹی کی جانب بڑھ رہے تھے اور مجاہدین جنگی ترتیب میں منظم ہو چکے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے علم لہراتا ہوا اس گھاٹی سے گزرنے لگا۔ ہر کوئی زرہ پہنے اور ہتھیاروں سے آراستہ تھا۔ ہر گروہ گزرتے ہوئے تکبیر بلند کرتا جا رہا تھا۔ حضرت ابوسفیانؓ نے پوچھا، ''یہ کون لوگ ہیں؟'' حضرت عباسؓ: ''یہ بنی سلیمان ہیں! اور ان کے امیر خالدؓ بن ولید ہیں!''''یہ بنی غفار ہیں!''''یہ بنی کعب ہیں!۔۔۔'' کہہ کر جواب دیتے رہے۔ زمین و آسمان ''اللہ اکبر!'' کی نداؤں سے گونج رہے تھے، مجاہدین کی تعداد اور اسلحوں کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔

حضرت ابوسفیانؓ کو سب زیادہ فخرِ عالم ﷺ کے متعلق تجسس تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اطراف میں موجود عساکر کو دیکھنا چاہتے تھے اور خیال تھا کہ یہ گروہ دوسروں سے مختلف ہوگا۔ اس لئے بار بار پوچھنے پر مجبور ہو جاتے، ''کیا یہ رسول اللہ ﷺ کا گروہ ہے؟۔۔۔'' بالآخر سلطان الانبیاءؐ آقائے دو عالم ﷺ آفتاب کی مانند نور پھیلاتے ہوئے، اپنی اُونٹنی قصویٰ پر سوار نظر آئے۔ آپؐ کے اطراف میں مہاجرین اور انصار موجود تھے۔ سب نے سر سے پاؤں تک داؤدی زرہ پہن رکھی تھی، ہندوستانی تلواریں باندھ رکھی تھیں، اعلیٰ نسل کے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔

حضرت ابوسفیانؓ نے اُنہیں دیکھ کر پُر تجسس انداز میں پوچھا، ''یہ کون لوگ ہیں یا عباس؟'' جواب میں حضرت عباس نے وضاحت کی، ''درمیان میں رسول اللہ ﷺ ہیں اور اُن کے گرد عشق شہادت کی آگ میں جلنے والے انصارین اور مہاجرین ہیں!۔۔۔''

رسول اللہ ﷺ اُن دونوں کے پاس سے گزرتے ہوئے حضرت ابوسفیانؓ سے گویا ہوئے، **''آج کا دن، وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کی شان کو بلند کرے گا۔ آج کا دن، وہ دن ہے کہ بیت اللہ کو اوڑھا جائے گا! آج کا دن، مرحمت کا دن ہے۔۔۔ آج کا دن، وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلِ قریش کو (اسلام سے) عزت دے گا۔''**

حضرت ابوسفیانؓ نے جو دیکھنا تھا دیکھ لیا، جو سُننا تھا سُن لیا تھا۔ ''میں نے قیصر کے بھی اور کسریٰ کی سلطنتیں دیکھی ہیں۔ لیکن ایسا احتشام کبھی نہیں دیکھا۔ ایسے لشکر کا کوئی سامنا نہیں کر سکتا۔ اُن کے مقابل کوئی بھی قوت ٹھہر نہیں سکتی'' کہتے ہوئے مکہ کی راہ لی۔۔۔

حضرت ابوسفیانؓ نے مکہ پہنچ کر مشرکینِ مکہ کو جو آپؐ کے بڑے منتظر تھے، اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی، پھر وضاحت فرمائی، ''اے قریش والو! محمد ﷺ ایک ایسے عظیم لشکر کے ساتھ ہمارے سر پر آن پہنچے ہیں کہ جس کا مقابلہ کرنا تم لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ اب اپنے آپ کو دھوکہ دینے میں کچھ فائدہ نہیں۔ مسلمان ہو جاؤ تاکہ بچ سکو۔ میں نے وہ سب دیکھا ہے جو تم نے نہیں دیکھا۔ میں نے لاتعداد بہادر، گھوڑے اور اسلحہ جات دیکھے ہیں۔ اُن کے مقابلے میں کسی کا زور نہیں چل سکتا۔ جو ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہوا اُسے امان ہے، وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔ جو مسجدِ حرام میں داخل ہو کر امان طلب کی اُسے امان دے دی گئی! جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اُسے امان دے دی گئی (۳۰۶)۔''

(۳۰۶) ابوداؤد، ''خراج''، ۲۵؛ احمد بن حنبل، المسند، ۲۹۲،II؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۳۰۱،II؛ واقدی، المغازی، ۸۱۷،II؛ سہیلی، روض الانف، ۱۵۵،IV

رکھنا۔ وہ تمہیں ضرور ملے گا!''

اہلِ قریش جیسے جیسے قریب آ رہے تھے اُن کی حیرت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، اُن پر دہشت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ مکہ کے گرد کس قدر عسا کر جمع تھے اور کس قدر زیادہ آگ جلائی گئی تھی۔۔۔ وہ یہ سب باتیں کرتے کرتے اراک نامی مقام پر پہنچ گئے۔

اس دوران رسول اللہ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا، ''ابوسفیان اس وقت اراک میں ہے۔''
حضرت عباسؓ نے اُنہیں پہچان لیا اور رسول اللہ ﷺ کے حضور لے گئے۔ راستے میں ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا، ''کیا خبر ہے؟'' آپؓ نے جواب دیا، ''اے ابوسفیان! افسوس ہے تم پر! رسول اللہ ﷺ ایک ایسے لشکر کے ساتھ تم پر چڑھائی کر رہے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قسم ہے مجھے کہ قریش کا حال برا ہوگا۔ اور افسوس ہے اُس پر جو قریش والوں کے ساتھ ہونے والا ہے!'' ابوسفیان اور اُس کا ساتھی خوف کی حالت میں مجاہدین کے درمیان سے گزرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش ہوئے۔ سلطان کائنات ﷺ نے اُن کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا۔ اہلِ مکہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ دیر تک باتیں کرتے رہے اور پھر اُن کو اسلام کی دعوت دی۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ لیکن ابوسفیان کا تردّد ابھی باقی تھا۔

صبح ہوئی تو دریائے رحمت، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا، ''اے ابوسفیان! افسوس ہے تم پر! کیا ابھی بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم سمجھ جاؤ اور کہو کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں؟'' ابوسفیان جوابا: ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! کون ہے جو حلم و بردباری میں، شرافت میں اور اقرباً کے حقوق کی پاسداری میں آپؐ سے بڑھ کر ہو۔ جو ہم نے آپؐ کے ساتھ کیا اس کے باوجود آپؐ ابھی تک ہمیں راہِ ہدایت کی دعوت دیتے ہیں۔ آپؐ کیسے صاحبِ کرم ہو۔ میں ایمان لایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔۔۔ اگر اُن کا کچھ فائدہ ہوتا تو مجھے ضرور پہنچتا۔ اور آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' کہہ کر صحابیت کے مرتبے سے شرفیاب ہوئے (۳۰۵)۔

حضرت عباسؓ نے با احترام یوں عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ کیا آپؐ ابوسفیانؓ کو ایسا مرتبہ عنایت فرمائیں گے جو مکہ والوں میں ان کا اعتبار بڑھا دے؟'' پیغمبرِ آخر زماں نے آپؓ کی درخواست قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''جو ابوسفیانؓ کے گھر داخل ہوا اُسے امان ہے، وہ قتل ہونے سے بچ گیا۔'' حضرت ابوسفیانؓ نے التجا کرتے ہوئے عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ! اسے تھوڑا اور بڑھا دیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جو مسجدِ حرام میں داخل ہوا، جس نے امان طلب کی اُسے امان دے دی گئی! جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اُسے امان دے دی گئی۔''

اس مقصد سے کہ حضرت ابوسفیانؓ لشکرِ اسلام کی ہیبت اور تعداد دیکھ کر مشرکینِ مکہ کو سمجھا سکیں، رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، ''اُسے اُس گھاٹی پر لے جاؤ جہاں وادی تنگ ہو جاتی ہے تاکہ وہ گھوڑوں کو ایک دوسرے سے جڑ کر گزرتے ہوئے دیکھے۔ اِس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر کے احتشام کو دیکھ لے۔''

حضرت ابوسفیانؓ کا یہ منظر دیکھنا ضروری تھا تاکہ جس منظر کا مشاہدہ اُنہیں ہو وہ اُسے مشرکین مکہ تک

(۳۰۵) ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۴۰۰؛ واقدی، المغازی، ۱۱، ۸۱۱؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷، ۶۲؛ سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۱۵۵

اس دوران مدینہ میں ہونے والی تیاریوں کے متعلق مشرکینِ مکہ کے نام ایک خط لکھا گیا۔ جس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ایک معجزے کے طور پر دی گئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو بھجوا کر یہ خط راستے ہی میں پکڑ لیا۔

رمضان کی دو تاریخ تک قرب و جوار کے قبائل سے امداد مدینہ پہنچ گئی اور ابوعنبہ کے کنویں پر اس کے پڑاؤ کا بند و بست کر دیا گیا۔ اصحاب کرامؓ کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ ان میں سے چار ہزار انصاری، سات سو مہاجر اور بقیہ نفری جوار کے قبائل سے آئے مسلمانوں پر مشتمل تھی (۳۰۰)۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنے وکیل کے طور پر حضرت عبداللہؓ بن اُمِ مکتوم کو چھوڑا (۳۰۱)۔ حضرت زبیرؓ بن عوام کو دو سو سواروں کے ساتھ کشف کے لئے آگے روانہ فرمایا۔

رحمت للعالمین آقائے دو عالم ﷺ، بارہ ہزار کے اس معظم لشکر کی سپہ سالاری کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نام کا ورد کرتے ہوئے مدینہ سے روانہ ہوئے جس کے ہر عسکر کا دل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت سے لبریز تھا۔ آج آپؐ اُس دیارِ مکہ کی جانب لوٹ رہے تھے جہاں سے آپؐ کو ظلم، شکنجے اور تکالیف دے کر ہجرت پر مجبور کیا گیا تھا۔ اُس کعبۂ معظمہ کو بتوں سے پاک کرنے جا رہے تھے جسے صنم کدہ بنا دیا گیا تھا۔۔۔ اپنی ضد پر اڑے مشرکین کو حق، عدالت اور مرحمت دکھانے جا رہے تھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے، وہاں کے مقیم لوگوں کی ابدی عذابِ جہنم سے نجات کا وسیلہ بننے کے لئے جا رہے تھے۔ یا ربّ! واہ، یہ کیسی عظیم مرحمت تھی آپؐ کی!۔۔۔۔

جب لشکرِ اسلام ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا تو بمعہ اہل و عیال مکہ سے ہجرت کر کے آتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ سے ملاقات ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا کو آتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اے عباسؓ! جیسے میں آخری پیغمبر ہوں ویسے ہی تم آخری مہاجر ہو۔'' اور اُن کی تشفی فرمائی۔ حضرت عباسؓ کا ساز و سامان مدینہ بھیج دیا گیا اور حضرت عباسؓ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رُک گئے اور مکہ کی فتح میں حصہ لیا (۳۰۲)۔

رسول اکرم ﷺ نے مکہ کے قریب کدید کے مقام پر پہنچ کر اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کو جنگی ترتیب دی۔ ہر ایک قبیلے کو علیحدہ علیحدہ علم اور جھنڈے دیئے۔ اور انہیں ہر قبیلے کے علمبرداروں کو سونپ دیئے۔ مہاجرین کے جھنڈے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اٹھائے ہوئے تھے۔ انصارین کے بارہ، بنی اشجع اور بنی سلیم کا ایک، بنی مزینہ کے تین اور بنی جہینہ کے چار جھنڈے تھے جو اُن کے بہادروں نے اُٹھا رکھے تھے (۳۰۳)۔

مدینہ سے نکلے دس دن گزر چکے تھے۔ شام کے قریب لشکر مکہ کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا اور عشاء کے وقت مرالظہران کے مقام پر آن پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں رُکنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں ہر مجاہد کو آگ روشن کرنے کا حکم دیا (۳۰۴)۔ اس کی نگرانی پر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو مامور فرمایا۔ ایک دم بارہ ہزار سے زیادہ الاؤ جلائے گئے تو مکہ کی فضا روشن ہو کر رہ گئی۔ مشرکین مکہ جو کسی بھی چیز سے ہنوز بے خبر تھے ششدر رہ گئے۔ اُنہوں نے ابوسفیان کو اس معاملے کی کھوج کے لئے مقرر کیا۔ اپنے ہمراہ کچھ شخص لے کر خفیہ طور پر لشکرِ اسلام کے قریب پہنچا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ کو فرمایا، ''ابوسفیان کا خیال

(۳۰۰) ابن سعد، الطبقات، II، ۱۳۵ (۳۰۱) ابن سعد، الطبقات، II، ۱۳۵ (۳۰۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXXVI، ۲۷۹
(۳۰۳) واقدی، المغازی، II، ۸۰۰ (۳۰۴) ابن سعد، الطبقات، II، ۱۳۵

رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر قریش کے سردار نے کہا، '' میں اس لئے آیا ہوں کہ حدیبیہ کا صلح نامہ کی تجدید کر لی جائے اور اُس کی مدت بڑھا لی جائے۔ تو چلو ہمارے درمیان کئے گئے اس معاہدے کی تجدید کے لئے ایک تحریر لکھ لی جائے۔'' حبیبِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، '' ہم کچھ بھی ایسا نہیں کریں گے جو حدیبیہ کے صلح نامہ کے منافی ہوا اور نہ ہی اُسے تبدیل کریں گے!'' قریش کا سردار بار بار؛ '' صلح نامہ میں تبدیلی کی جائے!اس کی تجدید کی جائے!۔۔۔'' کہہ کر اصرار کرتا رہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا۔ قریش کے سردار نے جب دیکھا کہ اُس کی تمام تر کوششیں رائیگاں ہیں تو مکہ لوٹ کر مشرکین کو حالات سے آگاہی دی۔ '' اچھا! تو تم ناکام ہو کر لوٹ آئے ہو؟۔۔۔'' کہہ کر مشرکین نے اُس کو برا بھلا جانا۔ انتظار کے سوا اب اُن کے پاس کوئی اور چارہ نہ بچا تھا۔

جو مسجدِ الحرام میں داخل ہوا۔۔۔

ابوسفیان مدینہ سے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اہلِ قریش نے عہدشکنی کی تھی اور یوں معاہدہ توڑ ڈالا تھا۔ لیکن اپنے اس فیصلے کو خفیہ رکھا کیونکہ آپؐ مشرکین کو تیاری کا موقع دیئے بغیر اور مسجدِ الحرام میں خون بہائے بغیر مکہ فتح کرنا چاہتے تھے۔ یہ ایک جنگی تدبیر تھی۔ کیونکہ مکہ کی فتح پر کیا خبر کتنے لوگ اسلام سے شرفیاب ہونے والے تھے۔

آپؐ نے صرف حضرت ابوبکرؓ صدیق اور چند چیدہ اصحابِ کرامؓ کو اپنے فیصلے کے متعلق آگاہی دی۔ آپؐ نے اصحابِ کرامؓ کو سفر کی تیاری کا حکم دیا لیکن سفر کی منزل کے متعلق کسی قسم کی معلومات نہ دیں۔ اصحابِ کرامؓ نے جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ رسول اللہ نے علاوہ ازیں قرب و جوار کے قبائل میں سے بنی اسلم، بنی اشجع، بنی جہینہ، بنی حصائن، بنی غفار، بنی مزینہ، بنی سلیم، بنی ضمرہ اور بنی حزاعد کو بھی خبر پہنچا دی۔ آپؐ نے؛ '' اللہ تعالیٰ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والے رمضان شریف کے اوائل میں مدینہ پہنچ جائیں'' کہہ کر پیغام پہنچا دیا اور جہاد میں شمولیت کی دعوت دے دی۔ حبیب اللہ ﷺ نے تدبیر کے طور پر حضرت عمرؓ کو مکہ جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی پر مامور فرما دیا تا کہ کوئی مخبری نہ ہو پائے۔ حضرت عمرؓ نے پہاڑی راستوں، دروں اور مکہ جانے والے تمام دیگر راستوں پر پہریدار بٹھا دیئے اور اُنہیں حکم فرما دیا، '' مکہ جانے والے ہر شخص کو واپس لوٹا دو!''

رسول اللہ ﷺ اس کام کو پوشیدگی سے جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے؛ '' یا ربی! خاموشی کے ساتھ اُن کے دیار پہنچنے تک، قریش کے جاسوسوں کو اندھا اور بہرا بنا دے۔ وہ ہمیں اچانک ہی دیکھیں اور اچانک ہی سنیں!'' دعا فرماتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے یوں ظاہر کیا جیسے آپؐ شمال میں مقیم مشرکین یا بازنطینیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی نیت رکھتے ہیں اس مقصد کے لئے آپؐ نے حضرت ابوقتادہؓ کو ایک عسکری قوت دے کر شمال میں وادئ عظام کی جانب بھیج دیا۔

سلجھانا ضروری ہے، اسے پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں۔ اگر اسے سلجھایا نہ گیا محمد ﷺ ہمیں مکہ سے نکال باہر کرے گا!'' ابوسفیان نے کہا، ہر چند کہ مجھے اس حادثے کا علم نہ تھا اس کے باوجود کئے گئے اس قتال کی خبر مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی صلح کی مدت بڑھانے کے بہانے اس صلح نامے کی تجدید کرنے کے لئے مجھے فوراً مدینہ جانا ہو گا۔''

جبکہ رسول اللہ ﷺ یہ خبر پا چکے تھے۔ اس کے علاوہ اس حادثہ کے تین دن بعد قبیلہ بنی خزاع سے چالیس سواروں کی معیت میں عمرو بن سلیم نے آکر رسول اللہ ﷺ کو حالات سے آگاہ کر دیا۔ حبیب اللہ ﷺ نے؛ ''اگر میں بنی خزاع کی مدد نہ کر سکا تو میری بھی مدد نہ ہو!'' کہہ کر ایک مکتوب لکھوایا۔ مشرکینِ قریش کو بھیجے گئے اس مکتوب میں رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ''۔۔۔تم، یا بنی بکر سے کئے گئے اتفاق سے **انکار کرتے ہوئے پیچھے ہٹ جاؤ، یا پھر بنی خزاع کے قتل کردہ افراد کی دیت ادا کرو! اگر میرے اِن الفاظ میں سے کسی ایک کو بروئے کار نہ لاؤ گے تو، خبردار کرتا ہوں کہ میں تم سے حرب کروں گا!۔۔۔''**

قریش والے، اس مرحمت سے بھرپور پیشکش کو بھی نہ سمجھ پائے اور؛ ''ہم اپنا اتفاق نہیں توڑیں گے، نہ ہی دیت ادا کریں گے! البتہ حرب کر سکتے ہیں'' کہہ کر خبر بھیج دی۔ لیکن ایسا کرنے پر ہزار پشیمان بھی تھے، خوف اور ڈر کے عالم میں معاہدے کی تجدید کے لئے ابوسفیان کو مدینہ کی جانب روانہ کر دیا۔

ابوسفیان کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ اُس کے آنے کی خبر اپنے اصحاب کرامؓ کو دے دی اور ارشاد فرمایا: **''میں سمجھتا ہوں کہ، ابوسفیان معاہدے کی تجدید کرتے ہوئے صلح کی مدت کو بڑھانے کے لئے آ رہا ہے۔ لیکن اس کی مراد پوری نہ ہوگی اور جیسے آئے گا ویسے ہی واپس لوٹ جائے گا!۔۔۔''**

ابوسفیان جو ہنوز اسلام سے شرفیاب نہ ہوا تھا مدینہ منورہ پہنچا۔ اپنی بیٹی اور رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے گھر چلا گیا۔ ابوسفیان نے اُس گدی پر بیٹھنا چاہا جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے تھے۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ نے اُس کے بیٹھنے سے پہلے ہی وہ گدی اُٹھا دی۔ باپ کو بیٹی کی اس حرکت سے بہت دکھ ہوا اور حیرت کے ساتھ کہنے لگا، ''اے میری بیٹی! یہ گدی تم کو مجھ سے زیادہ عزیز ہے؟'' رسول اللہ ﷺ کی محبت کو ہر شے پر فوقیت دینے والی اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ نے اپنے والد کو جواباً کہا، ''یہ گدی اللہ کے رسول ﷺ کی ہے۔ کوئی مشرک اس پر براجمان نہیں ہوسکتا! تم ایک مشرک ہو اور نجس ہو! تم قطعاً اس گدی پر بیٹھنے کے لائق نہیں!''

باپ نے کہا، ''اے بیٹی! جب سے تم نے میرا گھر چھوڑا ہے تمہیں کچھ ہوگیا ہے!'' جواب میں اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ نے کہا، ''اَلحَمدُ لِلّٰہ کہ اُس نے مجھے اسلام نصیب فرمایا۔ جب کہ تم ابھی تک اُن بتوں کو پوجتے ہو جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے! اے میرے والد! یہ کیسے ممکن ہے کہ قریش کا تم جیسا بڑا اور عمر رسیدہ سردار ابھی تک اسلام سے دور ہے؟۔۔۔'' باپ نے غصہ میں آکر؛ ''تم میری اس قدر بے عزتی کرتی ہو اور مجھے جہالت کا الزام دیتی ہو! یعنی میں اُن بتوں کو چھوڑ کر کہ جن کی ہمارے باپ دادا صدیوں سے عبادت کرتے آئے ہیں، محمدؐ کے دین میں داخل ہو جاؤں؟!'' کہا اور وہاں سے نکل گیا(۲۹۹)۔

(۲۹۹) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷، ۴۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱۱، ۵۳۰

فتح مکہ

ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ حدیبیہ کے صلح نامے کے مطابق: ''طرفین کے علاوہ دیگر عرب قبائل جس کی حمایت میں جانا چاہیں جا سکتے ہیں، اُنہیں آزادی ہوگی کہ وہ مسلمانوں یا مشرکوں میں کسی سے بھی اتفاق کر لیں۔'' اس کے تحت رسول اللہ ﷺ کا متفق قبیلہ بنی خزاع، مسلمانوں کے ساتھ مل گیا تھا جبکہ قبیلہ بنی بکر نے مشرکین کی جانب جگہ لے لی تھی۔ بنی خزاع اور بنی بکر کے مابین پرانی دشمنی چلی آرہی تھی، جب بھی موقع ملتا ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے بعد کچھ مدت تک اُن دونوں قبائل نے بھی یہ حملے روک دیئے تھے۔ لیکن بنی بکر اس معاہدے پر صرف دو سال تک قائم رہ سکے۔ بنی بکر میں سے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے، اسے سُن کر بنی خزاع کا ایک جوان برداشت نہ کر پایا اور اُس کا سر پھوڑ دیا۔ بنی بکر نے اسے موقع جان کر بنی خزاع پر جو کہ عہد کے مطابق اطمینان سے تھا، حملہ کر دیا۔ اس حملے میں قریش نے اُنہیں اسلحہ فراہم کیا اور چپکے سے کچھ افراد بھیج کر مدد بھی کی، حرم شریف میں بنی خزاع کے بیس سے زائد افراد کو قتل کر دیا گیا۔ اس لڑائی کے دوران بنی خزاع کے کچھ مسلمان، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدد طلب کرنے آن پہنچے۔ بنی خزاع پر رات کے وقت کئے گئے اس حملے میں کچھ لوگوں نے قریش کے لوگوں کو بھی دیکھا تھا۔

اُس رات، مدینہ میں آپؐ اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کے حجرہ میں موجود تھے۔ نماز ادا کرنے کے لئے اُٹھے اور وضو کرتے ہوئے؛ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک معجزہ پیش آیا۔ آپؐ نے مکہ کے مسلمانوں کو سنا، وہ آپؐ سے مدد طلب فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اُنہیں ''لبیک!'' کہہ کر جواب دیا۔ حضرت میمونہؓ جب رسول اللہ ﷺ کو بغیر کسی کی موجودگی کے بات کرتے سنا تو سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ کے پاس کوئی موجود ہے؟''

رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں مکہ میں پیش آئے حادثات کے متعلق بتایا اور یہ کہ قریش نے کیسے ان کی معاونت کی ہے۔

قریش کے مشرکین نے بنی بکر والوں کی مدد کرتے ہوئے بنی خزاع پر حملہ کر کے اور اُنہیں قتل کر کے صلح حدیبیہ کی شرائط کی خلاف ورزی کی تھی اور اس طرح اس معاہدے کو توڑ ڈالا تھا۔ لیکن اس حادثے کے متعلق قریش کے سردار ابوسفیان کو خبر نہ ہوئی کیونکہ وہ اس دوران تجارت کی غرض سے شام میں تھا۔ شام سے واپسی پر قریش والوں نے اُسے اس حادثے کے متعلق معلومات دیں اور کہا، ''یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اسے

نہ لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکل آئے (۲۹۸)۔

اپنے خانۂ سعادت میں آکر حبیبِ اکرم ﷺ نے اپنی ازدوجِ مطہراتؓ کو فرمایا، ''جعفرؓ کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرنے میں کوئی کمی مت رکھنا!'' شہداء کے گھر والوں کو تین دن تک کھانا بھجوایا۔

کئی دن گزر گئے تھے کہ حضرت یعلیٰؓ بن اُمیہ مدینہ میں خوشخبری لے کر پہنچے۔ وہاں کے واقعات کی خبر دیئے بغیر ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اگر چاہو تو تم خبر سنا دو، اگر چاہو تو میں تمہیں بتا دوں!'' پھر آپؐ نے میدانِ حرب میں پیش آئے سب حالات پوری تفصیلات کے ساتھ بیان فرما دیئے۔ یہ سب سُن کر حضرت یعلیٰؓ بن اُمیہ نے کہا، ''آپ کو حق دین اور کتاب کے ساتھ بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجاہدین کے ساتھ جو کچھ بھی پیش آیا اُن میں سے کوئی بھی ایسا حادثہ نہیں جو آپؐ نے بیان نہیں فرما دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے درمیان کی سب مسافتیں ختم کر دیں اور میں نے میدانِ حرب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔''

کچھ دن بعد مخبروں نے اطلاع دی کہ لشکرِ اسلام مدینہ کے قریب پہنچ چکا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ اکرام کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کے لئے مدینہ سے باہر آگئے۔ دُور سے دھول کا ایک غبار اُٹھتا نظر آرہا تھا، اسلام کا مبارک علم لہرا رہا تھا۔ تلواروں اور ڈھالوں کے عکس سے ہر جانب آئینہ کی مانند چکا چوند تھی۔۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد اپنے امیر حضرت خالدؓ بن ولید کے ہمراہ مجاہد غازی مدینہ منورہ میں داخل ہو گئے۔۔۔

(۲۹۸) احمد بن حنبل، المسند، VI، ۳۷۰؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۳۸۰؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۲۸۲؛ ابن کثیر، البدایہ، III، ۴۷۴؛ IV، ۲۵۱؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۱۲۶؛ ھیثمی، مجمع الزوائد، VI، ۱۵۶

پیدا کر دی۔۔۔

رسولِ اکرم و نبیٔ محترم ﷺ نے میدانِ حرب کی کوئی خبر آنے سے پہلے ہی، موتہ میں ہوئے واقعات کے متعلق بتانے کے لئے اپنے اصحابِ کرامؓ کو مسجد میں جمع کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر دُکھ کے آثار واضح تھے، آپ کو مدید دُکھی نہ کرنے کی نیت سے کوئی بھی کسی قسم کا سوال کرنے سے کترا رہا تھا۔ نہایت اصحابِ کرامؓ میں سے کسی نے پوچھا، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں آپؐ پر فدا! آپؐ کے چہرہ مبارک پر دُکھ کے آثار دیکھ کر ہمارے دل خون کے آنسو رو رہے ہیں، ہمارے دُکھ کی انتہا صرف جنابِ حق ہی جانتا ہے!'' رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپؐ نے فرمایا، ''جو دُکھ تم میرے چہرے پر دیکھ رہے ہو، جس نے مجھے حزن میں ڈبو رکھا ہے، وہ میرے اصحابؓ کی شہادت ہے۔ میری یہ حالت اس وقت تک رہی جب تک میں نے اُنہیں بھائیوں کی طرح جنت میں آمنے سامنے پڑے تختوں پر بیٹھے دیکھ نہ لیا۔ زیدؓ بن حارثہ نے علم ہاتھ میں لیا پھر وہ شہید کر دیا گیا۔ وہ اب جنت میں داخل ہو گیا ہے۔ وہاں دوڑتا پھر رہا ہے۔ پھر علم جعفرؓ بن ابی طالب نے لیا۔ اُس نے دشمن کے لشکروں پر حملہ کر دیا۔ خوب لڑا اور پھر شہید ہو گیا۔ وہ شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گیا اور یاقوت سے بنے دو پروں جتنا چاہے اُڑتا پھر رہا ہے۔ جعفرؓ کے بعد علم، عبداللہؓ بن رواحہ نے تھاما۔ علم ہاتھ میں لئے دشمنوں سے ٹکرا گیا اور پھر وہ بھی شہید ہو گیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ مجھے دکھایا گیا ہے کہ وہ سب جنت میں سونے کے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ یا الٰہی! میرے زیدؓ کی مغفرت فرما!۔۔۔ یا الٰہی! جعفرؓ کی مغفرت فرما!۔۔۔ یا الٰہی! عبداللہؓ بن رواحہ کی مغفرت فرما!''

رحمتِ دو عالم ﷺ کی مبارک آنکھوں سے ابھی بھی آنسو ٹپک رہے تھے۔ بہتے آنسوؤں سے آپؐ نے یوں بات جاری رکھی: ''عبداللہؓ بن رواحہ کے بعد علم خالدؓ بن ولید نے لے لیا۔ لو اب حرب میں گرمی آئی۔ یا الٰہی! وہ (خالدؓ بن ولید) تیری تلواروں میں سے ہی ایک تلوار ہے۔ اُس کی مدد فرما!۔۔۔'' (۲۹۷)

رسول اللہ ﷺ نے ایک معجزہ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہزار کلومیٹر سے زیادہ کی مسافت پر موجود میدانِ حرب کے حالات دیکھ لئے اور اپنے اصحابِ کرامؓ کو سنا دیئے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی شہادت کے دن یہ حادثہ سب کو بتانے کے بعد آپؐ اُٹھے، حضرت جعفرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اُن کی زوجہ محترمہ حضرت اسماؓ نے ابھی گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر بچوں کو نہلایا اور کنگھی کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''اے اسماؓ! جعفرؓ کے بیٹے کہاں ہیں؟ اُنہیں میرے پاس لاؤ!'' اسماؓ خاتون بچوں کو لے آئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں گلے سے لگا لیا اور جی بھر کر چوما اور انہیں سونگھا۔ آپؐ کا مبارک دل برداشت نہ کر سکا اور آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ یہ سب دیکھ کر حضرت جعفرؓ کی زوجہ محترمہ نے التجائی لہجہ میں استفسار فرمایا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! میرے بچوں پر کیوں ایسی مرحمت فرما رہے ہیں جو آپؐ یتیموں پر فرماتے ہیں؟ کہیں آپ کو جعفرؓ اور اُن کے ساتھیوں کے متعلق کوئی غمگین خبر تو نہیں ملی؟!'' آقائے دو عالم ﷺ نہایت غمناک لہجے میں جواب دیا، ''ہاں!۔۔۔ وہ آج شہید ہو گئے ہیں!۔۔۔'' حضرت اسماؓ نے بھی اپنے یتیم بچوں کو گلے سے لگا لیا اور رونا شروع کر دیا۔ اس منظر کی تاب

(۲۹۷) احمد ابن حنبل، المسند، ۲۹۹،V؛ ابن سعد، الطبقات، ۳۹۵،VII؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵۳۶،VIII؛ طبری، تاریخ، ۳۲۲،II؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱۵۰،VI

خالدؓ نے ادب سے علم لینے سے انکار کر دیا اور آپؓ کے مبارک ہونٹوں سے یہ الفاظ نکلے : '' میں یہ علم آپؓ سے نہیں لے سکتا ! کیونکہ آپؓ مجھ سے بڑھ کر اس کے لائق ہیں ۔ کیونکہ آپؓ مجھ سے زیادہ سن رسیدہ ہیں اور آپؓ کو بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر لڑنے کا شرف حاصل ہے ! ۔ ۔ ۔ ''

لیکن وقت کی قیمت کا احساس تھا اور اطراف میں سب اصحاب کرامؓ دشمنوں سے بھرپور جنگ میں مشغول تھے ، ایک لاکھ افراد پر مشتمل دشمن کی قوت کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں تھے ۔ حضرت ثابتؓ نے اپنے الفاظ دہرائے ، '' اے خالدؓ ! رسول اللہ ﷺ کے علم مبارک کو در حال اپنے ہاتھ میں لے لو ! واللہ ، میں نے اسے تمہارے ہی حوالے کرنے کی نیت سے لیا تھا ۔ تم اصولِ حرب مجھ سے بہتر جانتے ہو ! '' اور اپنے اطراف میں موجود مجاہدین سے سوال کیا ، '' اے میرے بھائیو ! خالدؓ کی امیری کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے ؟ '' سب نے بیک زبان ہو کر جواب دیا : '' ہم نے اُسے اپنا امیر چُن لیا ۔ ''

اس پر حضرت خالدؓ نے اُس علم مبارک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تسلیم کیا تھا ، اسے نہایت حُرمت اور ادب کے ساتھ لے کر چوم لیا ۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن پر پوری حشمت اور ہیبت کے ساتھ ٹوٹ پڑے (۲۹۵) ۔

شجیع اصحاب کرامؓ نے اپنے نئے امیر کے پیچھے ایک بار پھر دھاوا بول دیا ۔ حضرت خالدؓ بے مثال جسارت اور مہارت سے لڑ رہے تھے ۔ جو سامنے آتا اسے کاٹ گراتے ۔ اسی دوران حضرت قطبہؓ بن قتادہ نے دشمنوں کے ایک سالار مالک بن زافلہ کا سرتن سے جدا کر ڈالا ۔ رومیوں کے حوصلے پست پڑنے لگے ۔ لیکن بڑی دیر ہو چکی تھی اور شام ہونے لگی ، اندھیرا بڑھنے لگا ۔ اندھیرے میں لڑنا خطرناک تھا اور غلطی سے اپنے ہی دوستوں پر ضرب لگ سکتی تھی ۔ ۔ ۔

اس وجہ سے دونوں طرف کی فوجیں اپنی اپنی قرارگاہوں میں لوٹ گئیں ۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی ۔ حضرت خالدؓ اصولِ حرب میں کمال کی مہارت رکھتے تھے ۔ صبح دشمن کے سامنے نئے حربے کے ساتھ نکل کر اُنہیں پریشان کر دینا چاہتے تھے ۔ اُس رات ، آپؓ نے اپنے فوجیوں کی صفوں میں تبدیلی کر دی اور میمنہ کے فوجیوں کو میسرہ میں اور مقدمہ کے فوجیوں کو ساقہ میں منتقل کر دیا ۔

صبح دوبارہ جب اصحاب اکرامؓ نے '' اللہ اکبر ! '' کی صدائیں لگاتے حملہ کرنا شروع کیا تو دشمن کے فوجی اُن پر حملہ آور ہونے والوں کو پہلی بار دیکھ رہے تھے ۔ یہ وہ نہ تھے جن کے ساتھ اُنہوں نے کل مقابلہ کیا تھا ۔ یہ سوچ کر کہ ضرور مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک نیا لشکر آن پہنچا ہے اُن میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی ۔ ۔ ۔ اُن کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے اور پریشانی میں مبتلا ہو کر رہ گئے ۔ اس فرصت کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت خالدؓ اور بہادر اصحاب اکرامؓ نے اُس دن خوب جم کر دشمنوں پر تلوار چلائی اور ہزاروں کی تعداد میں دشمن واصل جہنم ہوئے ۔ اُس دن حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھوں نو تلواریں ٹوٹیں (۲۹۶) ۔ اللہ تعالیٰ کے احسان اور رسولِ اکرم ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے تین ہزار مجاہد غازیوں نے ایک لاکھ کے لشکر کو مغلوب کر لیا تھا ۔ اس بڑے معرکے میں پندرہ اصحاب اکرام شہید ہوئے ۔ اس طرح مسلمانوں نے بازنطینی سلطنت کو اُس کی حد سکھلا دی اور یوں جنوب کی جانب اُس کے مذید حملوں کی راہ میں رکاوٹ

---

(۲۹۵) واقدی ، المغازی ، ۷۵۶،II ؛ ابن سعد ، الطبقات ، ۱۲۹،II ؛ عبدالرزاق ، المصنف ، ۳۹۰،III ؛ طبرانی ، المعجم الکبیر ، ۱۰۵،II ؛ سہیلی ، روض الانف ، ۱۳۰،IV

(۲۹۶) بخاری ، '' مغازی '' ۴۲ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، ۲۵۳،IV ؛ ابن ابی شیبہ ، المصنف ، ۵۸۲،IV ؛ حاکم ، المستدرک ، ۴۴،III

عبداللہؓ بن رواحہ کو تسلیم کر دیا۔ آپؓ نے بھی اپنے گھوڑے پر علم کو لہرایا اور پوری شدت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ ایک طرف تو سامنے آئے دشمنوں کو کاٹتے پچھاڑتے جا رہے تھے اور دوسری جانب یوں پڑھتے جا رہے تھے:

''اے نفس جھکے گا سر تیرا میرے آگے ہو کے مجبور
کہ قسم کھائی ہے میں نے، آج ہونگا شہید ضرور

اس مقصد کے حصول میں یا خود سے تُو ہو جا راضی
ورنہ قبول کرانا بھی آتا ہے، بدل دونگا بازی

آج ابھی اس جنگ میں، گر مارا نہ جا سکا تُو
موت ہے بھی کیا تیرے نصیب میں، یہ بتا تُو

جعفرؓ بن ابی طالب و زید بن حارثہ کی مثال اگر تم بھی
دکھا سکے جو شجاعت اور بہادری، تو سمجھو امر ہو تم بھی

وہ تو شہید ہو چکے، اے نفس میرے تُو رہ نہ جانا پیچھے
بڑھ آگے، نہ ہو بد بخت، ہرگز اُن سے نہ رہنا پیچھے''

حضرت عبداللہؓ بھی، ''اللہ اکبر!'' کی صداؤں میں دشمنوں کے ساتھ زبردست مجادلے میں جُت گئے۔ اسی دوران ایک تلوار کی ضرب آپؓ کی انگشت مبارک پر لگی اور ادھ کٹی انگلی ہاتھ میں جھولنے لگی۔ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے عشق میں شرابور یہ مبارک سپہ سالار فوراً گھوڑے سے اتر آئے اور عین لڑائی کے درمیان زخمی انگلی کو اپنے پاؤں تلے لے کر؛ ''تم صرف ایک زخمی انگلی ہی تو ہو، اور پھر اس زخم سے تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کام آ گئی ہو!'' کہا اور کھینچ کر اُکھاڑ پھینکا۔ بجلی سی تیزی کے ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور بھرپور قوت سے لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن اس قدر لڑائی کے باوجود شہادت کا مرتبہ حاصل نہ ہونے پر خود پر غصہ کرنے لگتے۔۔۔ بار بار دشمن پر حملہ کیا۔ بالآخر ایک نیزے کی ضرب سے آپؓ زمین پر گر گئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے اور روحِ مبارکہ جنت الفردوس کو پرواز فرما گئی۔۔۔

اس وقت حضرت عبداللہؓ کے قریب ہی لڑائی کرتے حضرت ابوالیُسر کعب بن عمیر نے علم مبارک لے کر لہرانے کی کوشش کی۔ آپؓ کی آنکھیں خود سے زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار صحابی کی تلاش میں تھیں۔ حضرت ثابتؓ بن اکرم کو دیکھا اور علم اُن کے حوالے کر دیا۔ حضرت ثابتؓ علم اپنے سامنے تانے کھڑے ہو گئے اور فرمایا، ''اے میرے بھائیو! درحال ایک امیر چُن لو اور اُس کی اتباع کرو۔'' اُنہوں نے جواب میں کہا، ''ہم نے تمہیں چنا۔'' لیکن آپؓ نے قبول نہیں فرمایا۔ آپؓ کی نظر حضرت خالدؓ بن ولید پر آن رُکی اور کہنے لگے، ''اے ابوسلیمان! علم تم تھام لو!'' اسلام سے ہنوز نئے نئے شرفیاب ہوئے حضرت

لشکر کو اسلام کی دعوت یا پھر جزیہ دینا قبول کرنے کو کہا۔ لیکن اُنہوں نے اس دعوت کو رد کر دیا۔ اب لشکرِ اسلام کے پاس برباد کرنے کے لئے اور وقت نہ تھا۔ امیر لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ نے ایک ہاتھ میں علم اسلام تھامے ہوئے لشکر کو ہجوم کا حکم دے دیا۔ مجاہدین تو اسی کے منتظر تھے؛ ''اللہ اکبر!'' کی صداؤں کے ساتھ وہ سب ایسے جھپٹے جیسے کوئی تیر کمان سے نکلتا ہو۔ بجلی کی طرح چمکتی تلواروں کو نیام سے نکالا اور ایک طوفان کی مانند دشمن لشکر کے درمیان میں گھس گئے۔۔۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹوں، تلواروں کی جھنکاروں، تکبیروں کی صداؤں اور زخمیوں کی چیخ و پکار سے ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ابھی جنگ کے اوائل ہی میں میدان میں خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ عالیشان اصحاب کرامؓ اپنے ہر ہر تلوار کے وار پر یا کوئی سر یا کوئی بازو کاٹ گراتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا علم مبارک اپنے ہاتھ میں تھامے حضرت زیدؓ، دشمنوں کے عین بیچ میں ''اللہ اللہ'' کہتے ہوئے لڑ رہے تھے۔ اُن کے تلوار گھمانے پر ایک دم سے اُن کے ارد گرد خلا پیدا ہو جاتا تھا، جو سامنے آتا اُسے پشیمانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اپنے امیر کو یوں بہادری سے لڑتا دیکھنے والے عظمت و شان کی پیکر اصحاب کرامؓ بھی اُن سے کچھ کم نہ تھے۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ کم از کم تین دشمنوں کا سر کاٹ کر اُنہیں ڈھیر کر دیا جائے۔ اس دوران یکدم کئی ایک نیزے امیر لشکر حضرت زیدؓ کے مبارک سینے کو چھیدتے نظر آئے۔ اُن کے بعد اور نیزے پھر اور نیزے، اس عالیشان صحابیؓ کا وجود چھلنی ہو کر رہ گیا۔ اور اس طرح حضرت زیدؓ وہ جامِ شہادت جس کی وہ بے حد تمنا رکھتے تھے پی کر گرم زمین پر گرتے نظر آئے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کے پیچھے آتے حضرت جعفرؓ نے فوراً علم مبارک کو تھام لیا۔ علمِ اسلام کو لہراتا دیکھ کر مجاہدین ایک نئے شوق کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ حضرت زیدؓ کی طرح حضرت جعفرؓ بھی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ ایک طرف وہ لڑائی کر رہے تھے اور دوسری طرف اپنے ساتھیوں کو جسارت اور ہیجان دلا رہے تھے۔ بہادری سے لڑنے والا یہ نیا امیر، اپنی تلوار کو اور بھی تیز چلا رہا تھا اور دشمن کو سانس لینے کی مہلت نہ دیتا تھا۔ حضرت جعفرؓ اپنے ہی حال میں مست لڑتے لڑتے دوستوں سے بہت آگے نکل گئے تھے۔ رومیوں کے عین بیچ میں اکیلے لڑ رہے تھے، ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ تلوار مار رہے تھے۔ لیکن جلد ہی وہ جان گئے کہ اس طرح کامیابی نہ ہوگی۔ یہ بہادر امیر لشکر؛ ''میرے لئے ضروری یہ ہے کہ ہر کافر کو اپنی تلوار سے ماروں!'' کہہ کر اور اللہ کے مبارک نام کا ورد کرتے ہوئے اپنی بھرپور قوت سے لڑ رہے تھے۔ بالآخر ایک دشمن عسکر نے حضرت جعفرؓ کے دائیں کندھے پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت جعفرؓ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تھا، آپؓ نے علمِ اسلام کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی فوراً بائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ اُسے اٹھا کر پھر سے لہرا دیا۔ اسی اثناء میں تلوار کا ایک اور وار پڑا۔۔۔ بایاں ہاتھ بھی کٹ چکا تھا۔ اب کی بار علم مبارک کو اپنے دونو کٹے بازوؤں سے سینے پر دبا کر لہرانے کی کوشش کی۔ لیکن یکے بعد دیگرے وار کرتی دشمن تلواروں سے آپ نے وہ شربتِ شہادت پی لیا جس کی آرزو اپنے دل میں لئے ہوئے تھے۔ آپؓ کی روح مبارکہ جنت کے بلند ترین درجات کی جانب پرواز فرما گئی تھی۔۔۔ آپؓ کے بدن پر نوے سے زیادہ تلوار اور نیزوں کے زخم گنے گئے (۲۹۴)۔

اپنے امیر کو شہید ہوتا دیکھ کر بہادر مجاہدین نے زمین پر گرے علم مبارک کو اٹھایا اور فوراً حضرت

---

(۲۹۴) واقدی، المغازی، ۲،۷۵۶۔

'' اے میری قوم کیا ہے بتاؤ اس تردد کا سبب ؟
کیا شہید ہونے کے مقصد سے نہیں آئے ہم سب ؟

نہیں ملی ہمت ہمیں کبھی اسلحہ کے اعداد میں
نہ لڑے ہیں ہم کبھی کہیں بڑی تعداد میں

شیر کی مانند لڑے ہیں ہر دم اُسی دین کی قوت سے
اللہ نے بنایا انسان ہمیں جس دین کی عظمت سے

چلو ، بڑھو ، لڑو محقق ہے پنہاں ہے اس میں نتیجہ بہتر
کیونکہ نتیجے میں اس کام کے یا ہے شہادت یا ظفر

وَاللہ دو ہی تھے گھوڑے ، تم یاد کرو وہ یومِ بدر
اُحد میں اک گھوڑا تھا اور اسلحہ کچھ آتا نہ تھا نظر

یارو! اس جنگ میں غالبیت ہے ہمارا نصیب
کہ ایسا ہی کرتا ہے وعدہ اللہ اور اس کا حبیب

کیا دیکھے ہیں کبھی تم ٹوٹتے اللہ کے کئے وعدے
تو اے مومنو! لڑنے کے لئے قدم بڑھاؤ آگے

شہادت گر لکھ چکا ہے نصیب میں ہمارے ، اللہ
شہداُ دوستوں سے ملیں گے جنت میں ، انشا اللہ

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے ان اشعار سے مجاہدین کو جسارت ملی اور سب نے کہا، '' وَاللہ اے ابن رواحہ تم نے سچ کہا۔''

اب فیصلہ ہو چکا تھا۔ جنگ اُس وقت تک لڑی جانی تھی جب تک شہادت نہ ہو جائے۔ عالیشان اصحاب کرامؓ موتہ نامی گاؤں پہنچے تو رومیوں کا ایک لاکھ کا لشکر اُن کے سامنے تھا۔ پہاڑوں پر ٹیلوں پر ہر جگہ دشمنوں کے عساکر بھرے پڑے تھے۔ ایک طرف تین ہزار افراد پر مشتمل اسلام کا وہ لشکر تھا جو اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلانے کے لئے مدینہ سے اُٹھ کر شام آ پہنچا تھا اور ایک طرف ایک لاکھ پر مشتمل کافروں کا مجمع تھا جو اسلام کا گلا دبا دینے کی نیت سے آیا تھا۔ ۔ ۔ دیکھنے میں دونوں طرف کی قوتیں اس قدر غیر مساوی تھیں کہ ان کے مابین موازنہ کرنا تک ممکن نہ تھا۔ حساب کے مطابق ایک مسلمان کا مقابلہ تمیں سے زیادہ رومیوں سے ہونا ضروری تھا۔

دونوں طرفوں اپنی فوج کو جنگی حکمتِ عملی کے تحت کھڑا کر دیا تھا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق لشکرِ اسلام سے ایک وفد نکل کر رومیوں کی قرارگاہ کی جانب جاتا نظر آیا۔ اس وفد نے رومی

چھوڑ کر آخری منزل پہ مومن رفتار سے نکل جائیں مجھے
اے ابن رواحہؓ ساتھی تیرے قریبی بھی گزر جائیں تجھے

ٹوٹیں اخوت کے سب ناطے، رشتہ داری نہ بھائی چارہ
حوالے کریں تجھے حق تعالیٰ کے، دیکھیں نہ لوٹ کر دوبارہ

کچھ سوچ رہی نہ باقی، پیچھے بچا کیا مال اور کیا امور
پرواہ نہیں ہے اب مجھے، کتنے درخت ہیں کتنی کھجور!''

آپؓ کے یہ اشعار سن کر میں رو دیا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے مجھے چابک سے ٹہو لتے ہوئے کہا، ''اے لڑکے! تجھے کیا ہوا؟ میرے ان الفاظ سے بھلا تجھے کیا نقصان ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرما دے تو تم اس سواری پر بیٹھ کر واپس اپنے گھر چلے جانا۔ جبکہ میں دنیا کے سب درد، دکھ، غم اور حادثات سے نجات پاکر راحت پا جاؤں گا۔'' پھر سواری سے اتر کر آپؓ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد بڑی طویل دعا کی اور مجھے: ''اے لڑکے!'' کہہ کر بلایا۔ میرے: ''جی'' کہنے پر اُنہوں نے کہا، ''انشاٗ اللہ اس بار شہادت نصیب ہو جائے گی!''

مجمع اصحاب کرامؓ شام کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی شام کے گورنر شراحبیل بن عمرو کو لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر مل چکی تھی۔ بازنطینی قیصر ہراقلیوس کو بروقت خبر بھیج کر وہ پہلے سے ہی اپنے لئے ایک بہت بڑی مدد حاصل کر چکا تھا۔ جیسا کہ اُسے خبر مل چکی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر تین سے پانچ ہزار کی تعداد پر مشتمل ہے۔ اس کے مقابلے میں اُس نے اپنا لشکر تیار کیا جو ایک لاکھ سے تجاوز کرتا تھا۔ اس کے اسلحہ جات بے حد وحساب تھے۔

اصحاب کرام علیہم الرضوان، جب سرزمین شام میں معان نامی مقام پر پہنچے تو اُنہیں خبر ملی کہ رومیوں کا ایک لاکھ کا لشکر اُن پر چڑھائی کے لئے آرہا ہے۔ پڑاؤ ڈال دیا گیا اور وہیں پر دو راتیں گزاریں۔ لشکر کے امیر حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اپنے معاون دوستوں کو بلایا اور حالات کے متعلق معلومات دیں اور رومی لشکر کے مقابلے میں کیا حکمتِ عملی اختیار کی جائے اُن سے مشورہ مانگا۔ اصحاب کرامؓ میں سے کچھ کا مشورہ تھا کہ روم کے لشکر کا سامنا کئے بغیر اُن کے ملک پر حملہ کیا جائے۔ انسانوں کو اسیر بنا کر مدینہ کی جانب لوٹ چلیں۔ بعض اصحاب کرامؓ کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مکتوب کے ذریعے دشمن کی تعداد کے متعلق خبر دی جائے تاکہ ہم فوراً عسکری کمک طلب کر سکیں یا پوچھ سکیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ جس دوران سب لوگ اس دوسری رائے زیادہ موزوں ہونے پر متفق ہو رہے تھے، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے دخل اندازی فرماتے ہوئے کہا:

ہو تو اُنہیں تین باتوں کی دعوت دینا! ۔ ۔ ۔ (اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو،) اُنہیں مہاجرین کے دیارِ مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کی دعوت دینا! اگر انہوں نے دعوت قبول کر لی تو اُنہیں بتانا کہ وہ ہر اُس چیز کے مالک بن جائیں گے جو مہاجرین کو حاصل ہے، تب اُنہیں بھی وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو مہاجرین کرتے ہیں۔ اگر وہ مسلمان ہو کر اپنے ملک میں مقیم رہنے کو ترجیح دیں تو اُنہیں بتانا کہ اُن کی حیثیت عرب خانہ بدوشوں کی سی ہوگی تب اُن کے لئے اُنہی الٰہی احکام کا نفاذ کیا جائے گا جو خانہ بدوش عربوں پر نافذ کئے جاتے ہیں، اُنہیں جنگ کے مالِ غنیمت میں سے کچھ حصہ نہ دیا جائے گا، البتہ غنیمت کے حصول میں صرف اُسے حق حاصل ہوگا جو مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہوئے لڑائی کرے گا!

اگر اُنہوں نے اسلام قبول نہ کیا تو اُنہیں جزیہ دینے کی دعوت دینا! اُن میں سے جو لوگ اسے قبول کر لیں اُنہیں ہاتھ مت لگانا! اگر جزیہ دینے پر راضی نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اُن سے لڑائی کرنا! ۔ ۔ ۔ ''

ان نصیحتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو الوداع کہہ روانہ فرمایا۔ لشکرِ اسلام نعرہ تکبیر کی صداؤں میں وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پیچھے رہ جانے والے ہاتھ ہلا ہلا کر جانے والوں کو: '' اللہ تعالیٰ تم سب کو ہر طرح کے خطرے سے محفوظ رکھے اور تمہیں زندہ سلامت لوٹائے ۔ ۔ ۔ '' کہہ کر دعائیں دے رہے تھے۔ اُفق پر سے گرد و غبار غائب ہونے تلک اُن کی نمناک آنکھیں تعاقب کرتی اور رشک سے اُنہیں دیکھتی رہیں ۔ ۔ ۔

علَم مقدس حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ہاتھ میں لہرا رہا تھا، مجاہدین ان دیکھی راہ پر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کی غرض سے ایک لمبے سفر پر چل نکلے تھے۔ لشکرِ اسلام بڑی تیزی سے شام کی جانب بڑھ رہا تھا۔ سفر نہایت پر کیف اور بے خطر کٹ رہا تھا۔ مجاہدین جلد از جلد دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو بیتاب نظر آ رہے تھے۔ شہادت کے شوق سے لبریز اصحاب کرامؓ میں سے ایک حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ تھے۔ اُن کے متعلق حضرت زیدؓ بن ارقم کچھ ایسے بتاتے ہیں:

'' میں وہ یتیم تھا جس نے عبد اللہؓ بن راوحہ کی تربیت میں پرورش پائی۔ جب آپؓ موتہ کے سفر پر نکلے تو مجھے بھی اپنے پیچھے اُونٹ پر سوار کر الیا۔ رات کچھ پہر گزر جانے کے بعد، آپؓ کے ہونٹوں سے یہ بیت جھڑ رہے تھے۔

'' اے اونٹ میرے! لے جا آج صحرا کے کنویں پر کہیں
پھر اس سے بھی چار منزل آگے پہنچا دے مجھے اور کہیں

بعد اس کے پھر نہ نکال پاؤں گا تجھے کسی اور سفر پر
بے صاحب رہ جائے گا کچھ دیر میں بس اس کی فکر کر

ہے مجھ کو یقین محکم کہ لوٹ پاؤں گا میں نہ گھر واپس
گر جاؤں شہید ہو کر اس حرب میں یہی امید ہے بس

''سبب رونے کا میرے، ہرگز نہیں دنیا کی محبت،
اور قسم اللہ کی نہ یہ کہ مجھے ہے تم سے محبت۔
ہے سبب حقیقی رونے کا جو لکھا ہے قرآن میں
ارشادِ باری ہے کچھ یوں آیتِ قرآن میں:
''تم میں سے کوئی بھی جائے گا جنت میں اگر
بغیر گزرے اس کا جہنم سے ممکن نہیں مگر۔۔۔''
سنی یہ آیت ہے، کہتی تھی رسول اللہ کی زبان
کروں گا صبر کیونکر جو ہوا جہنم سے گزراں!''

آپؓ کے دوستوں نے دعا دیتے ہوئے کہا، ''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پسندیدہ بندوں کے زمرے میں داخل فرمائے، اور تم صالحین میں سے ہو جاؤ!'' اس کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے اپنے دوستوں سے یوں کہا: ''میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے فیضیاب ہونا چاہتا ہوں۔ اور اس علاوہ میں آرزو کرتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار کی ضرب میرے جگر میں لگے جو میرے خون کے فوارے چھڑا دے یا پھر ایسے نیزے کے گھونپے جانے سے شہادت پا جانا چاہتا ہوں جو میری آنتوں کو چھیدتا چلا جائے!۔۔۔'' جب لشکر تیار ہو چکا تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور الوداع کہا، پھر التجا فرمائی، ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ ایسی بات کہیں جسے میں یاد کرلوں اور جو ہمیشہ میری عقل میں رہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو یوں ارشاد فرمایا: ''تم، کل ایک ایسے ملک پہنچو گے جہاں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کم کیا جاتا ہے۔ وہاں اپنے سجدوں اور نمازوں میں اضافہ کرنا۔'' حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے پھر التجا فرمائی یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''ذکرِ الٰہی کرتے رہو کیونکہ اللہ کا ذکر تمہیں تمہاری امیدوں تک پہنچانے میں مددگار رہتا ہے۔''

تین ہزار پر مشتمل لشکرِ اسلام نے، ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی تکبیروں کے ساتھ حرکت کرنا شروع کردی۔ رسول اللہ ﷺ اور مدینہ میں رہے دیگر اصحابِ کرامؓ نے وداع کے ٹیلے تک ان مجاہد غازیوں کا ساتھ دیا۔ یہاں پہنچ کر آقائے دوجہاں ﷺ نے اسلام کے اس مبارک لشکر سے یوں خطاب فرمایا: ''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کے احکام بجالاؤ اور اس کے ممنوع کردہ افعال سے باز رہو، اور جو مسلمان تمہارے ساتھ ہیں اُن کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ اللہ کی راہ میں، اُس کا نام لے کر جنگ کرو۔ غنیمت کے مال میں خیانت مت کرو۔ کئے گئے عہد کو مت توڑو۔ بچوں کو قتل مت کرو۔ وہاں عیسائیوں کے کلیساؤں میں تم ایسے لوگ دیکھو گے جو تارک دنیا ہو چکے ہیں اور انہوں نے خود کو صرف عبادت میں مشغول کر رکھا ہے۔ اُنہیں مت چھیڑنا! اُن کے علاوہ تم ایسے لوگ بھی دیکھو گے جن کے سروں پر شیطان نے اپنا گھونسلا بنا رکھا ہے، اُن کے سر اپنی تلواروں سے کاٹ پھینکنا۔ تم عورتوں اور بوڑھوں کو مت قتل کرنا۔ درختوں کو مت جلانا اور نہ ہی اُنہیں کاٹنا۔ لوگوں کے گھروں کو آگ مت لگانا!''

لشکر کے امیر حضرت زیدؓ بن حارثہ سے مخاطب ہوکر یوں ارشاد فرمایا: ''مشرک دشمنوں سے سامنا

مسلمان ہو گئے (۲۹۱) ۔

اس طرح مکہ کے چیدہ بہادروں میں سے وہ تین پہلوان کہ جو کوئی بھی خطرہ خاطر مول نہ لاتے ، اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے سے ذرّہ برابر بھی تردّد نہ کرتے اور اب جن کے دل حقیقت کی لذت سے لبریز ہو چکے تھے اب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر صحابیت کے مقام سے شرفیاب ہو چکے تھے ۔ اب وہ کفر کا سدِّ باب کرنے کے لئے اپنی پوری صلاحیت اور قوت کو بروئے کار لانے والے تھے ۔ اُن کے مسلمان ہونے سے اصحاب کرام] کو بہت خوشی ہوئی اور اپنی خوشی کا اظہار اُنہوں نے :'' اَللہ اکبر! '' کی تکبیروں کے ساتھ کیا ۔

ہجرت کے آٹھویں سال ، رحمت اللعالمین سرورِ کائنات عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃ نے اسلام کی اشاعت کے لئے مختلف قبائل اور حکومتوں کی جانب ایلچی روانہ فرمائے تھے ۔ ان میں سے بعض کی جانب سے مثبت نتائج آئے تھے لیکن بصرہ کے والی کی جانب بھیجے گئے ایلچی حضرت حارثؓ بن عمیر ، شام کے شہر بلقا کے سرحدی گاؤں موتہ میں عیسائی فوجیوں کی جانب سے گرفتار کر لیا گیا تھا ۔ حضرت حارثؓ کو شام کے والی شراحبیل کے سامنے لے جایا گیا ۔ ایلچی ہونے کے باوجود آپؓ کو نہایت بے دردی سے قتل کر کے شہید کر دیا گیا تھا (۲۹۲) ۔

اس خبر سے رسول اللہ ﷺ بڑے رنجیدہ ہوئے تھے اور فوراً اپنے بہادر اصحاب کرامؓ کو جمع ہونے کا حکم دے دیا ۔ آپؐ کا یہ حکم پا کر اصحاب کرامؓ اپنے بچوں سے الوداعی ملاقات کرنے کے بعد جُرف کی لشکر گاہ میں جمع ہو گئے ۔ حبیب اکرم ﷺ نے نمازِ ظہر ادا فرما کر خطاب فرمایا :'' **جہاد پر جانے والے اِن لوگوں کی کمان کے لئے میں زیدؓ بن حارثہ کو تعین کرتا ہوں ! اگر زیدؓ شہید ہو گئے تو اُن کی جگہ جعفرؓ بن ابی طالب لے لیں ۔ جعفرؓ شہید ہو گئے تو اُن کی جگہ عبد اللہؓ بن رواحہ لے لیں ۔ اگر عبد اللہؓ بن رواحہ بھی شہید ہو گئے تو مسلمان آپس باہمی مشورے سے کسی مناسب شخصیت کو چُن لیں اور اُسے اپنا کماندار بنا لیں !** '' اصحاب کرامؓ اِسے ، نام لئے گئے دوستوں کی شہادت کی پیشن گوئی جان کر رونے لگے اور کہنے لگے ،'' یا رسول اللہ ﷺ ! کاش کہ یہ حضراتؓ زندہ رہیں اور ہم اِن سے استفادہ کر سکیں ! ۔ ۔ ۔ '' رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہے (۲۹۳) ۔

آپؐ کے یہ الفاظ ، وہاں موجود حضرت زیدؓ ، جعفرؓ اور عبد اللہؓ نے بھی سنے اور خوشی میں غرق ہو گئے ۔ کیونکہ اُن کے لئے سب سے اہم مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرتے ہوئے شہید ہو جانا ہی تھا ۔ اب نہایت اُنہیں یہ مژدہ دے دیا گیا تھا اور اِسے اُنہوں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا ۔ مجاہدوں نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں تھیں اور اپنے کماندار کا انتظار کر رہے تھے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام کا سفید علم حضرت زیدؓ بن حارثہ کو سونپا اور اُنہیں حکم دیا کہ اُس جگہ تک جائیں جہاں حضرت حارثؓ بن عمیر کو قتل کیا گیا ہے اور وہاں اسلام کی تبلیغ کریں ۔ اگر وہ قبول نہ کریں تو دُشمنوں کے ساتھ لڑائی کریں ۔

حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ اپنے کماندار دوستوں کے ساتھ وہاں سے نکلتے ہوئے رو پڑے ۔ اُنہوں نے دریافت فرمایا ،'' اے ابنِ رواحہ ! کیوں رو رہے ہو ؟ '' حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ نے اپنے اشعار میں یوں جواب دیا :

---

(۲۹۱) بیہقی ، دلائل النبوۃ ، IV ، ۳۵۵ ؛ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، XVI ، ۲۲۸ ؛ ذھبی ، سیَر ، II ، ۱۱۸

(۲۹۲) واقدی ، المغازی ، II ، ۷۵۶ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، II ، ۱۲۸ ؛ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، XI ، ۳۶۳

(۲۹۳) بخاری ،''مغازی'' ، ۴۶ ؛ واقدی ، المغازی ، II ، ۷۵۸ ـ ۷۵۶ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، II ، ۱۳۰ ـ ۱۲۸

طرف سے کی جا رہی ہے۔ پھر ہم ایک دوسرے سے دور چلے گئے۔ میرے ذہن میں مختلف سوچیں پنپ رہی تھیں کہ محمد ﷺ عمرہ کے لئے مکہ تشریف لائے، میں تب بھی اُن کے سامنے نہ آیا۔ آپؐ میرے بھائی ولیدؓ کے ساتھ آئے تھے اور مجھے نہ پا سکے۔ میرے بھائی نے میرے نام ایک مکتوب چھوڑا تھا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ! اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے بعد میں کہتا ہوں کہ اسلامیت سے تمہاری پہلوتہی حقیقتاً میرے لئے نا قابلِ فہم ہے۔ حالانکہ تمہارا راستہ غلط ہے اور اس کی سمجھ رکھنے سے تم ہرگز عاجز نہیں۔ کیوں اپنی عقل کا استعمال نہیں کرتے؟ کس قدر عجیب بات ہے کہ تم اسلامیت جیسے دین سے متعارف ہو کر اسے سمجھنا نہیں چاہتے! رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت فرمایا اور یہ آرزو فرمائی کہ تم اسلامیت سے متعارف ہو کر اپنی ہمت اور شجاعت کو مشرکین کے خلاف استعمال کرو۔ اے میرے بھائی! تم نے بہت مواقع ضائع کر دیئے ہیں؛ اب مزید تاخیر مت کرو!''

جب میرے بھائی کا خط مجھ تک پہنچا تو میرے دل میں مسلمان ہونے کی تڑپ نے اور بھی قوت پکڑ لی۔ جانے کے لئے جلدی کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ سے میرے اندر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اُس رات میں نے خواب میں خود کو ایک مشکل، تنگ اور صحرا جیسی بے آب وگیا مقام سے نکل کر، فراخ اور کشادہ مقام پر پہنچتے دیکھا۔ میں نے مدینہ پہنچ کر اپنا یہ خواب حضرت ابوبکرؓ سے بیان کرنے اور اُن سے اس کی تعبیر دریافت کرنے کا قصد کیا۔

میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لئے تیاری کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا: ''بھلا کون ہے جو وہاں جاتے ہوئے میرا ساتھ دے؟'' اس دوران میری ملاقات صفوان بن اُمیہ سے ہوئی۔ میں نے اُسے اپنی حالت سے آگاہ کیا۔ اُس نے میری پیشکش رد کر دی۔ پھر میری ملاقات عکرمہ بن ابوجہل سے ہوئی۔ اُس کے انکار کر دینے کے بعد میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور عثمان بن طلحہ کے پاس جا پہنچا۔ پھر میں نے مسلمان ہونے کی نیت سے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے ارادے کے متعلق اُسے بتایا اور رفیق راہ بن کر میرے ساتھ چلنے کو کہا۔ اُس نے بلا تردّد قبول کر لیا اور اگلے دن بوقتِ سحر ہم دونوں سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ جب ہم حدّہ کے مقام پر پہنچے تو ہماری ملاقات عمرو بن العاص سے ہوئی۔ وہ بھی مسلمان ہونے کی نیت سے مدینہ جا رہے تھے۔

ہم مدینہ پہنچے۔ میں نے اپنی سب سے بہترین پوشاک زیبِ تن کی اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے تیار ہو گیا۔ اس دوران میرا بھائی ولیدؓ آن پہنچا اور کہنے لگا، ''جلدی کرو۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو تم لوگوں کی آمد سے مطلع فرما دیا گیا ہے اور اُنہوں نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ اب وہ تم لوگوں کا انتظار فرما رہے ہیں۔'' میں جلدی جلدی اُس عالی ذات پیغمبرِ دو جہاں کے حضور پہنچا۔ آپؐ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ میں نے سلام پیش کیا اور کہا، ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ''۔ آپؐ نے فرمایا، ''حمد وثناء ہے اُس اللہ کی جس نے تمہیں ہدایت دی اور سیدھا راستہ دکھایا۔'' پھر میں نے آپؐ سے التجا فرمائی کہ آپؐ میرے گناہوں کی مغفرت کے لئے دُعا فرمائیں۔ آپؐ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: ''اسلام، قبولیت سے پہلے کے سب گناہوں کو اُتار پھینکتا ہے۔'' پھر میرے دوسرے دونوں ساتھی بھی

جنگِ موتہ

رحمت اللعالمین بنا کر بھیجے گئے حبیب اکرم ﷺ جب عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے تو اصحابِ کرامؓ میں سے حضرت ولیدؓ بن ولید کو کہا، ''خالد کہاں ہے؟ کیسے ممکن ہے کہ اُس جیسا شخص اسلامیت کو نہ جان پائے اور اُسے سمجھ نہ پائے؟ کاش کہ وہ اپنی تمام تر ہمت اور بہادری مسلمانوں کے ساتھ کافروں کے خلاف دکھا پاتا، کیا ہی خوب ہوتا پھر ہم اُسے چاہتے اور اُس کی عزت کرتے۔'' حضرت ولیدؓ بن ولید پہلے بھی وقتاً فوقتاً اپنے بڑے بھائی کو مکتوب لکھتے اور مسلمان ہونے کی تشویق دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ مبارک الفاظ سُن کر آپ کا اسلام کی جانب رجحان اور بھی بڑھ گیا۔ اصحابِ کرامؓ زیارتِ عمرہ سے مدینہ لوٹ آئے تھے۔ کچھ دن گزر گئے اور ہجرت کا آٹھواں سال شروع ہو گیا تھا۔ خالد بن ولید کے لئے اب مزید رکنا مشکل ہو رہا تھا، جلد از جلد مدینہ پہنچ کر، آقائے دو جہاں ﷺ کے حضور میں گھٹنے ٹیک کر مسلمان ہونے کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ اپنے حالات آپؓ یوں بیان فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی محبت احسان فرمائی۔ میرے دل میں اسلام کی لو جلا دی۔ مجھے اس قابل بنا دیا کہ خیر اور شر میں فرق کر سکوں۔ میں خود سے ہم کلام ہو کر کہتا،'' میں، محمد ﷺ کے خلاف سب جنگوں میں شامل ہوا۔ لیکن ہر جنگ کے میدان سے نکل کر جاتے ہوئے میرے حالات مجھے یہ احساس دلاتے کہ میں غلط راستے پر ہوں اور ایک دن مطلقاً آپؐ غالب آ جائیں گے۔ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ آئے تب بھی میں دشمن گھوڑ سواروں کا کمانڈار تھا۔ عصفان کے مقام پر قریب آ کر میں نے آپؐ کی حرکات کا جائزہ لیا۔ رسول اللہ ﷺ ہم سے بے پرواہ ہو کر اپنے اصحابِ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے۔ ہم نے اُن پر آنی حملہ کرنا چاہا لیکن ایسا کرنا ممکن نہ ہوا۔ ایسا ہونے ہی میں خیر تھی۔ ہمارے دلوں میں آئی اس سوچ کی خبر ضرور رسول اللہ ﷺ کو ہو گئی تھی کیونکہ آپؐ نے عصر کی نماز تدبیر کے ساتھ ادا فرمائی۔

میں اس بات سے بہت متاثر ہوا۔ میں نے خود سے کہا کہ اس ذات کی حفاظت ضرور اللہ تعالیٰ کی

حبشی کو حکم دیا کہ کعبہ میں اذان دیں، حضرت بلالؓ ورحال حکم بجا لائے۔ آپؓ نے اذان پڑھی اور پورا مکہ گونج اُٹھا۔ اصحاب کرام] بڑے خشوع کے ساتھ اذان سن رہے تھے اور ہلکی آواز میں دُہرا رہے تھے۔ اذان ختم ہوئی تو حبیب اللہ ﷺ نے امامت فرمائی۔ بیک وقت ادا کی گئی اس نمازِ ظہر نے مشرکوں کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک کھلی زمین پر خیمہ لگایا گیا۔ اصحاب کرامؓ نے تین دن تک اطراف کے خیموں میں قیام فرمایا۔ نماز کے اوقات میں بیت اللہ میں آکر جماعت سے ادا فرماتے۔ دیگر اوقات میں اپنے اقربا کی زیارت کے لئے جاتے، اُن کے سامنے اسلام کے اُس اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کرتے جس سے وہ مشرف ہو چکے تھے۔ وہ سب بھی اصحاب کرامؓ کے احوال دیکھ دیکھ کر متاثر ہوتے اور اپنی حیرانگی کو چھپا نہ پاتے۔ ان تین دنوں میں مکہ گویا اندرونی طور پر فتح کرلیا گیا تھا۔

تین دن پورے ہو چکے تھے۔۔۔اب وقتِ وداع آن پہنچا تھا۔ شام کے وقت رسول اللہ ﷺ نے: ''(عمرہ کے لئے آنے والے) **مسلمانوں میں سے کوئی آج شام مکہ میں نہیں گزارے گا، سفر کے لئے نکل جائے گا!**'' ارشاد فرمایا اور ہر کوئی تیار ہو کر مدینہ کی جانب چل نکلا۔۔۔

کیسی دولت ہے راہِ عشق میں تری، بند آنکھوں سے جاں دینا
کیا نصیب نہ ہوگا میرے سلطان تری حرم گاہ میں جاں دینا
بجھتی آنکھوں سے گرترے لئے آہ بھروں تو آساں ہو جائے
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں، یارسول اللہ

خم گردن، پریشان ہوں میں، تُو ہی کر میرے درد کی تدبیر
لب سوختہ ہیں گویا آتش سے کہ کرتا ہوں در تیرے پہ تذکیر
دل میرے کی کوئی مراد ہو جس دم، پھر کر بیانِ عظمتِ قطمیر
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں، یارسول اللہ

ہے جس نے متحدہ قبائل کو شکست سے روشناس کیا!''
اس پر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے یوں کہنا شروع کر دیا:

''نہیں سوائے اللہ کے،
اور کوئی الٰہ!
نہیں کوئی شریک اُس کا،
لا الٰہ الاّ اللہ!

وہی ہے مسلمانوں کے،
عساکر کو قوت دینے والا!
وہی ہے کافروں کو،
بکھیرنے والا، مغلوب کرنے والا!''

سب مسلمان بھی آپؐ کے ساتھ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں داخل ہوتے ہی اپنا دایاں کندھا مبارک کھول دیا۔ آپؐ کی حسین جلد مبارک آنکھوں کو فرحت بخش رہی تھی، دلوں کو جذب کر رہی تھی۔ پھر آپؐ نے فرمایا،'' آج، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُن جوانوں کی مغفرت فرمائے جو اِن اہلِ شرک کے سامنے خود کو مضبوط اور قوی دکھائے!''
اس پر سب اصحابِ کرامؓ نے اپنے دائیں کندھے کھول دیئے اور پر ہیبت شکل میں تیز تیز چلتے ہوئے تین بار کعبہ کا طواف کیا۔ لیکن رُکن یمانی اور حجرِ اسود کے کونے کے درمیان آہستہ آہستہ چلے۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ حجرِ اسود کے قریب جا کر اُسے بوسہ دیتے یا پیچھے رہ کر حجرِ اسود کی جانب اپنے ہاتھ کھول دیتے۔

مشرکین، اصحابِ کرامؓ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور اُن کی اس ہیبت انگیز اور قابلِ دید چال کو دیکھ کر حیرت کر رہے تھے۔ کیونکہ اُنہیں بتایا گیا تھا مسلمان جب سے مدینہ گئے ہیں ضعیف اور بیمار رسیدہ ہیں اور اسی طرح کی خبریں پھیلائی گئی تھیں۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس دیکھ کر اُن کی حیرت میں اضافہ ہوا۔
باقی کے چار طواف آہستہ آہستہ اور چھوٹے چھوٹے قدموں سے مکمل کئے گئے۔ طواف کے بعد اُنہوں نے مقامِ ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے ٹیلوں کے درمیان سات دفعہ سعی کی۔ قربانی کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے سرِ مبارک کو منڈوایا۔ آپؐ کے بال مبارک ہوا میں ہاتھوں ہاتھ لے لئے گئے۔ اصحابِ کرامؓ نے بھی اپنے بال منڈوا لئے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا وہ خواب پورا ہو گیا جو آپؐ نے ایک سال پہلے دیکھا تھا۔
زیارتِ عمرہ مکمل ہو چکی تھی، دوپہر کا وقت داخل ہو چکا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت بلالؓ

رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے نشان لگے اُونٹوں کو پہلے ہی ذی طویٰ کے مقام پر بھیج دیا۔ بعد میں اصحاب کرام ؓ کے ساتھ تیاری مکمل کر کے، مقدس مکہ شہر میں داخل ہونے کے لئے چل پڑے۔ اصحاب کرام ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بیچ میں لے رکھا تھا۔ سلطانِ کائنات اپنی اُونٹنی قصوا پر یوں بیٹھے تھے جیسے ہزاروں ستاروں کے جھرمٹ میں آفتاب جو اپنے اطراف نور بکھیر رہا ہو۔ الامان یا ربیؒ ! یہ کیا حُسن ! یہ کیا احتشام سے بھرپور منظر تھا ! ۔۔۔ زبانوں سے : '' لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ۔ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ '' کی صدائیں، دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت تھی۔ وہ قدم قدم کعبہ معظمہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ جیسے جیسے قریب آرہے تھے اُن کے ہیجان میں درجہ بدرجہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ بیک زبان تلبیہ کی صداؤں سے مکہ کی فضائیں گونج رہی تھیں۔ مشرکین یہ منظر دیکھ کر اندر ہی اندر گھلتے جا رہے تھے، وہ اپنے دلوں میں ہلکا ہلکا محبت کا شربت اُترتا محسوس کر رہے تھے۔ اُن میں کئی ایک کے دلوں میں اسلام کی چاہت بیدار ہو چکی تھے۔ با لآخر محمد ﷺ غالب آ گئے تھے۔۔۔

آج وہ وقت آ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب ذیشان ؓ اپنی کمروں پر سجائی تلواروں سمیت کعبۂ معظمہ میں داخل ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ؓ بن رواحہ، رسول اللہ ﷺ کی اُونٹنی قصوا کی مہار پکڑے آگے بڑھ رہے تھے۔ مکہ کے بعض مشرکین، عورتیں اور بچے دارُالندوہ میں کھڑے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام ؓ کو دیکھ رہے تھے۔ حضرت عبداللہ ؓ بن رواحہ آگے بڑھتے جا رہے تھے اور کافروں کے سروں پر ہتھوڑے کی مانند برس کر اُن کے دلوں تک اُتر جانے والے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

اے کافرو، ہٹ جاؤ راستے سے پیغمبرؐ کے	کہ بھیجا قرآن ہے اللہ نے اُسے دے کے
خیر و بھلا سب کچھ ہے بس اُسی کے دین میں	موت ہے خیر کی، گر ہو مرنا اِسی دین میں
رسول برحق ہے، دل سے قبول کیا میں نے	اور لانا ہر بات پہ ایمان، قبول کیا میں نے
اُتارا جب قرآن اللہ نے، اے کفار!	کلام اللہ کا اُس وقت تم نے کر دیا انکار
پھر جیسی لگائیں ضربیں، تمہیں پے در پے	اور جیسے کئے جدا، سر تمہارے بدن سے
اب بھی اِس کے معنٰی کو تم گر سمجھ نہ پاؤ گے	سر پر پڑیں گی ضربیں، خود کو بچا نہ پاؤ گے
کرتا ہوں شروع، پاک نام اللہ سے	نہ ہے کوئی حق دین، بجز دین اللہ کے
پھر کرتا ہوں شروع، پاک نام اللہ سے	کہ محمدؐ بندے اور رسول بھی ہیں اللہ کے

حضرت عمر ؓ برداشت نہ کر سکے اور آپؐ کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا، '' اے ابن رواحہ! تم رسول اللہ ﷺ کے آگے اور حرم شریف میں کیسے اشعار پڑھ سکتے ہو؟ '' لیکن پیغمبر ذیشان ﷺ نے فرمایا، '' یا عمرؓ! مانع مت ہو۔ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ اِس کے اشعار؛ اِن مشرکین پر تیر برسانے سے زیادہ تیز اور پر تاثیر ہیں۔ اے اِبن رواحہ، تُو جاری رکھ۔ '' کچھ دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ؓ بن رواحہ سے ارشاد فرمایا، '' کہہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں! وہی ہے جو واحد ہے۔ وہی ہے جو اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے! وہی ہے جس نے اپنے اِس بندے کی مدد کی۔ وہی ہے جس نے عساکر کو قوت دی! وہی

کر دیا کہ اُن سے بتوں کی عبادت کروائیں۔ شاید کہ اسلام کی یہ حیثیت دیکھ کر مشرکوں کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو جائے اور مسلمان ہو جائیں!۔۔۔

مدینہ میں پیچھے رہ جانے والے اصحاب کرامؓ وداع کی ڈھلان تک رسول اللہ ﷺ کو تکبیروں کے ساتھ چھوڑنے کے لئے آئے، آپؐ کو وداع کرنے کے بعد لوٹ آئے!۔۔۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ سے دس کلو میٹر دور ذوالحلیفہ پہنچے پر احرام پہن لیا۔ عالیشان اصحاب کرام] کی جماعت نے بھی آپؐ کی اتباع کی۔ سب سفید کپڑوں میں لپٹے ہوئے تھے۔ عمرے کے لئے مکۂ مکرمہ کا سفر شروع ہو چکا تھا۔ اب، ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ۔ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ۔ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔'' کی صداؤں سے آسمان گونجنے لگا۔ سفر، اللہ تعالیٰ کی حمد اور التجا کرنے میں، اُس کے اسمِ مبارک کا ذکر کرتے ہوئے بڑے ذوق سے طے ہو رہا تھا۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کا پیش دستہ جب مکہ کے قریب پہنچا تو قریش کے مشرکین نے اُنہیں دیکھ لیا۔ ڈرتے ڈرتے اُن کے قریب آئے اور اتنا ہی پوچھ پائے کہ'' یہ کیا ہے؟'' گویا پوچھنا چاہتے ہوں کہ ایک سال پہلے ہمارے درمیان کیا ایسا ہی معاہدہ ہوا تھا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے ایسا جواب دیا جس سے اُن کی رگوں میں خون جم کر رہ گیا: '' یہ، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سوار ہیں۔۔۔ انشا اللہ کل وہ خود تشریف لا رہے ہیں!۔۔۔'' مشرکین، ڈرتے ڈرتے واپس آئے اور قریش تک خبر پہنچا دی، مشرکینِ مکہ نے کہا، '' ہمیں قسم ہے کہ ہم معاہدے پر قائم رہے ہیں۔ محمدؐ ہم سے کیوں لڑائی کرے گا؟۔۔۔'' درحال اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا۔

اس دوران رسول اللہ ﷺ بطنِ یاجج نامی مقام پر پہنچ چکے تھے یہاں سے مکہ دیکھا جا سکتا تھا۔ تلواروں کے علاوہ باقی سارا اسلحہ یہاں چھوڑ دیا گیا۔ اسلحہ کی حفاظت کے لئے دوسو اصحاب کرام] کو یہاں مقرر فرما دیا۔

یہ تیاریاں ختم ہوئی ہی تھیں کہ قریش کے وفد نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے اجازت طلب کی۔ قبولیت کے بعد اُنہوں نے کہا، '' یا محمدؐ! صلح حدیبیہ سے لے کر آج تک ہم نے کسی قسم کی بد عہدی نہیں کی۔ اس کے باوجود کیا تم مکہ میں اپنی قوم کے پاس اس اسلحہ کے ساتھ جاؤ گے؟ حالانکہ، معاہدے کے مطابق نیام بند تلواروں کے سوا تمہارے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہونا چاہیئے تھا!۔۔۔'' اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے جواب دیا، '' میں اپنے بچپن سے آج تک اپنے وعدے کی صداقت اور وفا کاری سے جانا جاتا ہوں۔ ہم حرم میں نیام بند تلواروں کے علاوہ کسی اور اسلحہ کے ساتھ داخل نہ ہونگے۔ لیکن اسلحہ کو اپنے قریب ہی رکھنا چاہتا ہوں۔'' وفد نے بتایا کہ اُن تک پہنچنے والی خبر کچھ اور تھی اور ان حالات میں وہ راحت محسوس کر رہے ہیں، پھر کہنے لگے، '' یا محمدؐ! سچ ہے ہم نے تم میں وفا اور خیر ہی پائی ہے۔ تمہیں یہ زیبا دیتا ہے۔'' اس کے بعد وہ واپس لوٹ گئے۔ مکہ آ کر قریش کو سب حالات بیان کر دیئے۔ وہ بھی پر سکون ہو گئے۔

قریش کے وہ بڑے بڑے سردار، رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ کی یہ مسعود گھڑیاں دیکھ سکنے کی تاب نہ لا کر اپنا کینہ اور حسد سینوں میں لئے مکہ ترک کر کے پہاڑوں پر چلے گئے۔

عُمْرَةُ القَضاٗ
کا سفر

صلح حدیبیہ کو ایک سال گزر چکا تھا۔ عید الاضحیٰ میں ایک ماہ باقی تھا، رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کو عمرے کی تیاری کا حکم دیا۔ عمرے میں اُن اصحابِ کرامؓ کو شریک ہونا تھا جنہوں نے حدیبیہ جا کر بیعتِ رضوان میں شرکت کی تھی، البتہ اُن میں سے وہ لوگ جو وفات پا چکے تھے اس سے مبرا تھے۔ اس حکم پر دو ہزار اصحابِ کرامؓ نے اپنی تیاری مکمل کر لی۔ قربانی کے ستر اُونٹ بھی لے لئے۔ انہیں مکہ تک گھاس پھونس کھلاتے ہوئے لے جانے کا وظیفہ حضرت ناجیہؓ بن جندب اور اُن کے چار ساتھیوں کو سونپا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو ایک سو سواروں کی معیت میں زرہ، نیزے، تلوار جیسے جنگی ہتھیار دے کر پیش دستے کے طور پر آگے بھیج دیا گیا۔ مشرکین کا کوئی اعتبار نہ تھا۔ کسی قسم کے حملے کی صورت میں ان ہتھیاروں سے فائدہ اٹھایا جا سکتا تھا۔ اصحاب کرامؓ نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق، عمرے کے لئے آتے ہوئے نیام میں بند تلواروں کے علاوہ کوئی ہتھیار ساتھ نہ لایا جائے گا!'' آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہم یہ ہتھیار حرم میں اُس وقت نہیں لے کر جائیں گے جب قریش والے ہمارے ساتھ ہوں۔ البتہ، ہم انہیں اپنے قریب، ہاتھوں کی پہنچ میں رکھیں گے تا کہ قریش والوں کے کسی غیر متوقع حملہ کے مقابلے میں انہیں استعمال کیا جا سکے۔''

آپؐ نے مدینہ میں اپنے نمائندے کے طور پر حضرت ابوذرؓ الغفاری کو چھوڑا (۲۹۰)۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابورُحمؓ الغفاری کو چھوڑا گیا۔ دو ہزار اصحابؓ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ اصحابِ کرامؓ بڑے ہیجان میں تھے۔ کئی سالوں بعد وہ، اللہ تعالیٰ کی راہ میں، رسول اللہ ﷺ کی خاطر چھوڑے ہوئے اپنے گھر بار اور وطن کو دیکھنے جا رہے تھے۔۔۔ جس کعبہ معظمہ کی جانب رُخ کر کے دن میں پانچ وقت نماز پڑھتے تھے، اُس کی زیارت کرنے والے تھے۔۔۔ اپنے اُن اقرباٗ کو گلے لگانے والے تھے جو مسلمان ہونے کے باوجود ابھی تک معاہدہ کی رُو سے مدینہ نہیں آ سکتے تھے۔ اور اُن مشرک قریش والوں کو اسلام کی حیثیت اور شرف دکھانے والے تھے جن کے ظلم سے اُن کی آنکھوں نے سالہا سال اشکوں کی بجائے خون بہایا، جن کے تشدد تلے سسکتے رہے، جنہوں نے ان کے کئی بھائیوں کو صرف اس لئے شہید

(۲۹۰) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۴۳۴، II، ۲۸۹؛ واقدی، المغازی، ۱، ۸؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۵۹؛ مقریزی، امتاع الاسماع، ۱، ۴، ۷، ۱۲۸، ۱۹۳، ۱۹۷؛ قطانی، التراتیب الاداریہ، ۱، ۲۸۶-۲۸۴

دیار کی جانب اور اب میرے ملک کی جانب ہجرت کی ہے۔''

خیبر سے ہاتھ لگنے والا مالِ غنیمت، حدیبیہ کے معاہدے میں شامل تمام اصحابِ کرامؓ، خیبر میں شمولیت کرنے والے اصحابِ کرامؓ، حبشہ سے ہجرت کر کے آنے والے اصحابِ کرامؓ اور فتح میں اشتراک کرنے والے قبیلۂ دوس میں تقسیم کیا گیا (۲۸۹)۔

خیبر کی فتح کے بعد اب عرب کے سارے یہودی رسول اللہ ﷺ کے حکم کے ماتحت ہو چکے تھے۔ اب مشرکین کی مدد کرنا اُن کے لئے ناممکن ہو چکا تھا۔ جوار کے تمام قبائل اور ممالک یہ جان چکے تھے کہ مسلمان ایک بڑی قوت بن چکے ہیں کیونکہ بظاہر اسلحہ اور عسکری قوت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خیبر کے قلعوں کو تسخیر کرنا ممکن نہ تھا جو مسلمانوں نے کر دکھایا۔ لہٰذا اب وہ اس دولتِ اسلامی سے خائف رہنے لگے۔ مشرکین مکہ خیبر کی فتح پر بڑی افسردگی و یاس میں ڈوب کر رہ گئے۔ اس فتح کے بعد چھوٹے بڑے کئی ایک قبائل مسلمان ہونے کے لئے مدینہ منورہ آئے اور اصحابِ کرامؓ ہونے کا شرف حاصل کیا، حتیٰ غطفانی بھی۔۔۔ راہِ راست پر نہ آنے والے بعض قبائل پر قوت بھیج کر اُنہیں اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

---

(۲۸۹) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۵۳؛ ذھبی، سیر، ۱۱، ۸۲

کر لیا اور کہا، ''ہاں! میں زہر ملایا تھا۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''تم نے ایسا کیوں کرنا چاہا!'' اس نے جواب دیا، ''تم نے میرے شوہر، میرے باپ اور میرے چچا کو قتل کیا ہے۔ میں خود سے کہا، ''اگر وہ حقیقت میں پیغمبر ہے تو اللہ اُسے خبر دیدے گا۔ اگر نہیں ہے تو یہ زہر اُس پر اثر کرے گا اور وہ مر جائے گا۔ اس طرح ہم اُس سے نجات پا جائیں گے۔'' اصحاب کرامؓ اس حادثے پر بہت افسردہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگے، ''ہماری جانیں آپؐ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! ہم اسے ماردیں؟'' لیکن اپنی ذات پر ہر طرح کی حقارت کو معاف کر دینے والے آقائے دو عالم ﷺ نے اُسے بھی معاف کر دیا۔ اس قدر زیادہ مرحمت دیکھ کر زینب نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگئی (۲۸۶)۔

خیبر میں ہاتھ آنے والے مال غنیمت میں حیی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔ سپہ سالار کے حق کے طور وہ رسول اللہ ﷺ کے حصے میں آئیں۔ آقائے دو عالم ﷺ نے اپنی اسیر کو آزاد کر دیا۔ وہ اس سلوک سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ دل و جان سے کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے اور حضرت صفیہؓ کو اپنے نکاح میں لے کر شرف بخشا۔ یوں حضرت صفیہؓ اُمّ المومنین بن گئیں۔ صہباؑ کے مقام پر شادی کی گئی، خربوزوں اور کھجوروں سے ولیمے کی دعوت کی گئی (۲۸۷)۔

اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ کی آنکھ کے قریب ایک نیل پڑا نظر آ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، ''یہ نشان کیسا ہے؟'' آپؓ نے جواباً وضاحت فرمائی، ''ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا چاند اُتر کر میرے پہلو میں آ گیا ہے۔ میں نے اپنے خاوند کنانہ کو اس کی بابت بتایا تو وہ کہنے لگا، ''تو تم اس عرب ملِک کی بیوی بننے کی نیت رکھتی ہو!'' یہ کہہ کر اُس نے میرے آنکھ پر ایک مکا رسید کیا اور جیسا آپؐ دیکھ رہے ہیں آنکھ پر نیل پڑھ گیا۔''

خیبر کی فتح کے بعد، یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ پیشکش کی: ''یا محمدؐ! ہم خیبر سے نکل کر چلے جائیں گے۔ لیکن ہم زراعت، کھیتی باڑی، باغ باغیچوں کی دیکھ بھال سے خوب واقف ہیں۔ اگر تم چاہو تو ان زرخیز زمینوں کو ہمیں کرایہ پر دے دو۔ تاکہ ان زمینوں سے حاصل کردہ اناج کا نصف تمہیں دے دیں!'' رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام] کے پاس کھیتی باڑی کرنے کو بالکل وقت نہ تھا۔ وہ دینِ اسلام کی اشاعت میں مشغول تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے دن رات ایک کرنے میں مصروف تھے۔ اس پیشکش سے رسول اللہ ﷺ ممنون ہوئے اور ارشاد فرمایا، ''لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جب بھی ہم چاہیں گے تمہیں نکال دیں گے!'' یہودیوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور خیبر کی زمینوں پر کام کاج کرنا شروع کر دیا (۲۸۸)۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام] کے ساتھ مظفر ہو کر مدینہ لوٹے۔ اس دوران حبشہ کو ہجرت کر کے جانے والے اصحاب کرام] حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی نگرانی میں لوٹ چکے تھے۔ اُنہیں دیکھ کر آپؐ بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے حضرت جعفرؓ کو ماتھے سے چوما اور پھر گلے سے لگا لیا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''میں خیبر کی فتح پر خوشی مناؤں یا جعفرؓ کی آمد کی معلوم نہیں۔ آپؓ لوگوں کی ہجرت دوہری ہے۔ آپؓ نے پہلے حبش کے

(۲۸۶) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۳۳۷؛ واقدی، المغازی، II، ۶۷۸؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۲۰۲؛ طبری، تاریخ، II، ۳۰۳؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۸۱؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۹۸؛ غزالی، احیاء، II، ۸۹۱؛ ذھبی، سیر، II، ۸۶

(۲۸۷) بخاری، ''صلوٰۃ''، ۱۲؛ ''جہاد''، ۷۴؛ ابوداؤد، ''خراج''، ۲۱؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۰۱؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۳۳۰؛ واقدی، المغازی، II، ۶۶۹؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۲۱؛ ابن کثیر، السیرۃ، IV، ۶۲۵

(۲۸۸) احمد بن حنبل، المسند، II، ۱۵۷؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۳۱؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، IV، ۳۷۷؛ ھیثمی، مجمع الزوائد، I، ۲۰۵

۲۔ خیبر کو ترک کر کے جانے والے یہودی اپنے ساتھ صرف بچے اور اس قدر گھریلو استعمال کی چیزیں لے جاسکیں گے جو ایک اونٹ پر لادا جا سکے۔

۳۔ باقی بچا سب منقول اور غیر منقول مال؛ زرہ، تلوار، ڈھال، کمان، تیر جیسا سارا اسلحہ، زیب تن لباس کے علاوہ ہر طرح کا لباس؛ کپڑے، سونا، علاوہ ازیں خزانے، گھوڑے، اونٹ، بکریوں جیسے مویشی۔۔۔ جو بھی ہو سب مسلمانوں کے پاس رہے گا۔

۴۔ کوئی ایسی شے جو مسلمانوں کے پاس چھوڑنا ضروری ہے، قطعاً پوشیدہ نہ رکھی جائے گی۔ جو کوئی پوشیدہ رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی امان اور حمایت سے باہر ہوگا۔۔۔

ان شرطوں پر عمل درآمد نہ کرنے پر کنانہ بن ربیع کو سزا دی گئی۔ اُس نے اپنے خزانے مشکوں میں بند کر کے زمین میں دفن کر دیئے تھے۔ مسلمانوں کے ہاتھ لگی غنیمت کا حد و حساب نہ تھا۔ خیبر کی وہ زرخیز اراضی، کھجوروں کے باغات سارے کے سارے لشکرِ اسلام کو دے دیئے گئے۔

اُدھر اپنے دیار واپس چلے جانے والے غطفانی، یہودیوں کی مدد کے لئے خیبر لوٹ آئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کر لیا ہے اور یہودی تسلیم ہو چکے ہیں تو کہنے لگے، ''اے محمدؐ! تم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم خیبر ترک کر کے چلے جائیں گے تو ہمیں خیبر کی ایک سال کی کھجوریں دو گے۔ ہم اپنے وعدے پر قائم رہے۔ چلو اب تم بھی وہ کھجوریں دے دو!'' رسول اللہ ﷺ نے اُن سے کہا، **''چلو وہ پہاڑ تمہارا ہوا۔''** غطفانیوں نے؛ ''اگر ایسا ہے تو ہم تم سے لڑیں گے'' کہہ کر تحدیدوارانہ رویہ اختیار کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں جواب دیا، **''تب تو لڑائی کا مقام جنیفہ ہوگا۔''** جنیفہ غطفانیوں کا ایک علاقہ تھا۔ غطفانیوں نے سنا تو ڈر کے مارے واپس چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ اور بہادر اصحابِ کرامؓ خیبر کی فتح میں بہت تھک گئے تھے۔ ایک طرف زخمیوں کا علاج جاری تھا اور دوسری جانب آرام کیا جا رہا تھا۔ یہودیوں کے سردار سَلّام بن مِشکَن کی بیوی زینب نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دے کر مار ڈالنا چاہا۔ اس مقصد کے لئے اُس نے ایک بکری ذبح کی اور کاٹ کر پکائی، گوشت میں وافر مقدار میں زہر ملا دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر ہدیتاً پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قبول کر لیا اور اصحابِ کرامؓ کو بلایا۔ سب مل کر کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔

آقائے دو عالم ﷺ نے بکری کے بازو کی طرف سے ایک ٹکڑا توڑا اور؛ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کہتے ہوئے اپنے منہ میں رکھ لیا۔ ایک آدھ بار چبانے کے بعد فوراً اُگل دیا اور؛ ''اے میرے **اصحاب! اس کھانے سے ہاتھ کھینچ لو! اس کندھے کے گوشت نے مجھے خبر دی ہے کہ اُس میں زہر ملایا گیا** ہے۔'' اصحابِ کرامؓ نے درحال اپنے ہاتھ کھانے سے کھینچ لئے۔ لیکن حضرت بِشر بن برّاء نے گوشت کا ایک نوالہ کھا لیا تھا، اُن کا جسم فوراً نیلا پڑ گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ جبرائیلؑ نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو لعاب میں شامل شدہ زہر سے نجات کے لئے مبارک کندھوں کے درمیان پچھ لگوانے اور زہریلا خون نکلوانے کو کہا۔ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر زہریلا گوشت مٹی میں دبا دیا گیا۔ یہ کام کی فاعلہ زینب کو پکڑ کر لایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، **''کیا اِس جانور کے گوشت میں تم نے زہر ملایا تھا؟''** اُس نے اپنے کئے کا اعتراف

حضرت علیؓ پر وار کر دیا جسے آپؓ نے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہوئے ذوالفقار سے کافر کے سر پر اس طرح وار کیا کہ اُس ڈھال کو کاٹ ڈالا جو دیوہیکل مرحب نے اپنے بچاؤ کے لئے بڑھائی تھی، یہی نہیں تلوار ڈھال کے ساتھ ساتھ آہنی خود کو کاٹتے ہوئے کھوپڑی کو اُوپر سے لے کر دو میں تقسیم کرتے ہوئے گردن تک اُتر گئی۔ ذوالفقار سے نکلی ہیبت ناک آواز خیبر کی ہر سمت میں سنائی دی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''خوش ہو جاؤ! خیبر کی فتح اب آسان ہوگئی ہے۔'' اصحاب کرامؓ حضرت علیؓ کی اس بہادری پر حیران رہ گئے اور اُن کی ؛''اللہ اکبر!'' کی صداؤں سے آسمان گونج رہا تھا۔ لڑائی پوری شدت سے جاری تھی۔ اصحاب کرامؓ لڑتے لڑتے قلعہ کے دروازے تک پہنچ گئے، اس اثناء میں ایک یہودی نے حضرت علیؓ کی ڈھال پر تلوار سے وار کیا۔ ڈھال زمین پر گر گئی۔ لیکن آپؓ کے پاس اُسے اٹھانے کا وقت نہ تھا۔ اس فرصت سے فائدہ اٹھانے والے اُس یہودی نے ڈھال اُٹھائی اور پچھلے قدموں بھاگ گیا۔ اللہ کے شیر اس وجہ سے بڑے رنجیدہ ہوئے، آپؓ نے ذوالفقار سے اپنے اطراف کے دشمنوں کو صاف کیا اور قلعے کے دروازے کو ڈھال بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' کہہ کر اُس بڑے سے دروازے کے قبضوں کو پکڑ لیا۔ آپؓ نے قبضوں کو ہلا ہلا کر دیوار سے نکال دیا۔۔۔ حضرت علیؓ کے دروازہ اکھاڑنے سے قلعہ تک ہل کر رہ گیا۔ آپؓ نے اُس دروازے کو ایک ہاتھ سے ڈھال کی طرح پکڑ لیا جسے آٹھ یا دس پہلوانوں کی قوت اپنی جگہ سے ہٹا نہ پا سکتی تھی۔ آپؓ نے اسی کو ڈھال بنا کر لڑائی جاری رکھی۔

یہودیوں کے پیش در پیش چھ بہترین بہادر پہلوان آپؓ کے مقابلے میں اُترے۔ اللہ کے حکم سے آپؓ نے ان سب کو زیر کر دیا اور اپنے بہادر دوستوں کے ساتھ قلعے میں داخل ہو گئے۔ اب لڑائی قلعے کے اندر جاری تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُن کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ بچا۔ علمِ اسلام کو قلعے پر لہرا دیا گیا۔ اس طرح اُن کا سب سے محکم قلعہ نطاۃ فتح کر لیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی آنکھوں کو چومنے کے بعد فرمایا: ''جو بہادری تم نے دکھائی ہے اُس پر اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگیا۔'' یہ مبارک الفاظ سُن کر حضرت علیؓ خوشی کے مارے رو پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''کیوں روتے ہو؟'' آپؓ نے جواب دیا،''میری جان آپؐ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! خوشی سے رو رہا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ مجھ سے راضی جو ہو گئے ہیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''صرف میں ہی نہیں، جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور جملہ ملائکہ تم سے راضی ہو گئے۔''

اس دوران دوس قبیلہ سے چار سو مسلمان رسول اللہ ﷺ کی مدد کو آن پہنچے۔ اس کے بعد دیگر قلعوں کی فتح کے لئے لڑائیوں میں شدت جاری رکھی گئی۔ خیبر کے باقی قلعے بھی یکے بعد دیگرے فتح کر لئے گئے۔ جب یہودیوں کے پاس کوئی چارہ نہ رہا تو وفد بھیج کر صلح کی پیشکش کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کی یہ طلب منظور کرتے ہوئے ان شرائط پر صلح کر لی:

۱۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے ساتھ لڑنے والے یہودیوں کا خون نہیں بہایا جائے گا۔

حکم دیا، ''اُسے میرے پاس بلاؤ۔'' اُن دنوں حضرت علیؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے اور اُن کے لئے آنکھیں کھولنا تک مشکل تھا۔ اصحابِ کرامؓ نے جا کر حالات سے آگاہ کیا اور آپؓ کو مبارک بازو سے پکڑ کر رسول اللہﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ سلطانِ کائناتﷺ نے حضرت علیؓ کی شفا کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور اپنی مبارک انگلیوں کو اپنے لعابِ مبارک سے تر کر کے آپؓ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اس دم حضرت علیؓ کی آنکھوں کی تکلیف جاتی رہی۔ اس کے علاوہ رسول اللہﷺ نے آپؓ کے لئے یوں دعا فرمائی: ''یا ربیّ! تُو اپنی گرمی اور اپنی سردی کی تکلیف کو اِس سے دور فرما۔'' اس کے بعد سرورِ دو عالمﷺ نے اپنے ہاتھوں سے حضرت علیؓ کو زرہ پہنائی، آپؓ کی کمر پر اپنی تلوار زیب تن فرمائی اور اسلام کا سفید علم آپؓ کے ہاتھ میں تھما دیا پھر ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تجھے فتح نصیب کرنے تک لڑتے رہنا۔ قطعاً پیچھے کو نہ لوٹنا!''

حضرت علیؓ نے بھی جواباً عرض کیا: ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ! میں اُن سے تب تک لڑوں گا جب تک وہ دینِ اسلام میں داخل نہ ہو جائیں۔'' رسول اللہﷺ نے پھر ارشاد فرمایا، ''واللہ! تیرے سبب سے اُن میں کسی ایک شخص کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی تو یہ تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہوگا کہ تم بہت سارے سرخ اونٹوں کے مالک بن جاؤ اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دو۔'' (۲۸۵)

حضرت علیؓ ہاتھ میں علم لئے یہودیوں کے قلعے کی جانب چل پڑے اور اصحابِ کرامؓ آپؓ کے پیچھے چل پڑے۔ قلعہ کے بالکل قریب پہنچ کر آپؓ نے علم کو ایک پتھر کی آڑ سے زمین میں گاڑ دیا۔ اس دوران نظاقہ کے قلعے کا دروازہ کھلا۔ یہودیوں کے حملہ آور فوجی باہر نکلتے نظر آئے۔ یہ خیبر کے چیدہ چیدہ بہادر تھے۔ ہر ایک نے دوہری زرہیں پہنی اور آہنی ڈھالیں سجا رکھی تھیں۔ ان میں سے ایک، حضرت علیؓ سے مقابلہ کی نیت سے آگے بڑھتا نظر آیا۔ یہ مرحب کا بھائی حارث تھا جو جسارت میں اُسی کا ہم پلہ تھا۔ اُس نے سُرعت سے وار کیا۔۔۔ دو تلواروں کی کھنکھناہٹ سے میدان گونج گیا، ذوالفقار بجلی کی مانند کوندی اور حارث کا سرتن سے جدا ہوتا نظر آیا۔ اس اثنا میں ہر طرف سے اُٹھتی ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی آوازیں آسمان کو ہلا رہی تھیں۔

اپنے بھائی کی موت کی خبر سُن کر مرحب اپنے ماتحت عساکر کو لے پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتر آیا اور حضرت علیؓ کے مقابلے میں آن کھڑا ہوا۔ اُس نے بھی دوہری زرہ زیب تن کر رکھی تھی۔ اُس جثہ پر دو تلواریں سجائے وہ ایک دیو کی مانند نظر آتا تھا۔ پوری حدّت کے ساتھ؛ ''میں کہ، جنگوں کے شدید ترین وقت میں عین درمیان میں کود کر بہادری سے لڑنے والا مرحب ہوں! میں چنگھاڑتے شیر کو بھی اپنی تلوار یا نیزے سے چھید دیتا ہوں!۔۔۔'' کہہ کر اپنی بڑائیاں بیان کرنا شروع کر دی۔

حضرت علیؓ نے بھی؛ ''میں کہ، ماں نے جس کا نام حیدر رکھا ہے، پُر ہیبت شیر کی مانند ہوں! تجھے ایک ہی جست میں زمین بوس کر دینے والا جوان ہوں!'' کہہ کر اُس کا جواب دیا۔ حضرت علیؓ کی زبان سے حیدر کا لفظ سُن کر مرحب کے دل میں ایک ڈر سا بیٹھ گیا۔ کیونکہ رات ہی اُس نے خواب میں ایک شیر کو دیکھا جو اُسے چیر پھاڑ رہا تھا۔ کیا یہی وہ شیر ہے جسے اُس نے خواب میں دیکھا تھا؟ یہ سوچتے ہوئے مرحب نے

(۲۸۵) واقدی، المغازی، ۲، ۶۵۳

حضرت عامرؓ نے اپنے رب کی پناہ مانگتے ہوئے ؛ ''یا اللہ!'' کہا اور اپنی تلوار سے مرحب کی ٹانگوں پر وار کر دیا۔ تلوار آہنی زرہ سے ٹکراتے ہی پلٹی اور صحابیؓ کی ٹانگ کو لگ گئی۔ تلوار کی اس شدید پلٹ کی وجہ سے حضرت عامرؓ کی ٹانگ کی نس کٹ گئی۔ اصحاب کرامؓ نے بھاگ کر حضرت عامرؓ کو بانہوں میں بھرا اور علاج کے لئے قرارگاہ لے گئے۔ لیکن حضرت عامرؓ نے وہاں شہادت پالی(۲۸۴)۔

حملے پوری قوت سے جاری تھے۔ شام کے قریب رسول اللہ ﷺ نے، چار ہزار کی قوت کے ساتھ یہودیوں کی مدد کے لئے آئے اور جنگ میں شریک غطفانیوں کو وہاں سے واپس اپنے دیار چلے جانے کی پیشکش کی۔ آپؐ نے اُن سے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ ایسا کرنے پر رضامند ہوں جائیں تو اُنہیں خیبر کی کھجوروں کی ایک سالہ فصل دی جائے گی۔ لیکن غطفانیوں نے یہ پیشکش رد کر دی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کو حکم دیا کہ صبح تک اُس قلعہ کے گرد جمع رہیں جہاں غطفانی موجود تھے۔ مسلمانوں کے حملے کے خوف سے غطفانی رات بھر سو نہ سکے۔ اُس رات ایک نامعلوم سی آواز آئی : ''غطفان کے دیار پر حملہ کیا گیا، عورتوں، بچوں اور مال پر قبضہ کر لیا گیا۔'' یہ آواز تین بار سنائی دی گئی اور سارے غطفانیوں نے خوف کے عالم میں اسے سنا۔ اُن کے کماندار عیینہ نے بھی یہ آواز تین بار سنی، پو پھٹنے سے پہلے اُس نے اپنے آدمی اکٹھے کئے اور خیبر سے نکل کر اپنے دیار کی جانب چل دیا۔ صبح، خیبر ترک کر کے غطفانیوں کا بے سبب چلے جانا یہودیوں کے لئے بڑی حیرت کا سبب بنا اور ناامیدی کا شکار ہو گئے اور اُنہیں مدد کے لئے بلانے پر پشیمان بھی ہوئے۔

حضرت علیؓ کی بہادری

اُس دن خیبر کے سامنے بڑی شدت کی لڑائی ہوئی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ شام کو سلطانِ کائنات نے مژدہ دیتے ہوئے فرمایا: **''کل میں علم ایک ایسے بہادر کے ہاتھ دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسولؐ اُسے چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھ سے فتح دے گا!''**

اُس رات اصحاب کرام] نے بڑے ہیجان کے ساتھ صبح کا انتظار فرمایا۔ ہر کسی کی خواہش تھی کہ یہ علم اُسے دیا جائے، اس خواہش کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے۔ حضرت بلالؓ حبشی نے خوش الحانی کے ساتھ صبح کی اذان دی۔ اذان کے دوران ہر کسی کو اک نیا ہیجان، نیا ذوق آ گھیرتا تھا، اس الٰہی ذوق سے کبھی جی نہ بھرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ، اصحاب کرامؓ کو نماز پڑھانے کے بعد اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اسلام کے علم مبارک کو لانے کا حکم دیا۔ مقدس علم لانے تک اصحاب کرامؓ پاؤں پر کھڑے انتظار کرتے رہے، رسول اللہ ﷺ کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ سننے کو بیتاب تھے۔ بالآخر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھ کو پیغمبری کا شرف بخشنے والے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ میں یہ علم اُس جوان کو سونپوں گا جسے یہ نہیں معلوم کہ بھاگنا کسے کہتے ہیں۔'' آپؐ نے اصحاب کرامؓ پر نظر دوڑائی، پھر؛ ''علیؓ کہاں ہے؟'' استفسار کیا۔ اصحاب کرامؓ نے جواب دیا،''یا رسول اللہ ﷺ! اُن کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔'' اس پر آپؐ نے

(۲۸۴) احمد بن حنبل، المسند، ۱۷، ۵۱؛ واقدی، المغازی، ۱۱، ۶۳۹؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۱۷۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۲۱۱

ایک ہزار چھ سو مجاہد اصحاب کرامؓ پر دس ہزار سے زیادہ یہودی عسکر تیر پھینک رہے تھے۔ اصحاب کرامؓ ان تیروں کے مقابلے میں خود کو ڈھالوں سے بچا رہے تھے۔ جب بھی فرصت ملتی زمین پر گرے تیر اٹھا کر یہودیوں پر چلانا شروع کر دیتے۔ لیکن اس کے باوجود چند اصحاب کرامؓ زخمی ہو گئے تھے۔

اسی دوران حضرت حبابؓ بن مُنذر نہایت ادب کے ساتھ حبیب اللہ ﷺ کے حضور میں آئے اور سوال کیا، ''میری جان آپؐ پر فدا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم اپنی قرارگاہ کسی اور جگہ منتقل کر لیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''انشاء اللہ تعالیٰ شام ہونے پر منتقل کریں گے!'' مجاہدین تیروں کی پہنچ کی حدود کے اندر تک آن پہنچے تھے۔ یہودیوں کے پھینکے تیر اسلام کی قرارگاہ کے پیچھے تک پہنچ جاتے تھے (۲۸۲)۔

اُس دن شام تک لڑائی تیروں سے جاری رہی۔ پھینکے گئے تیروں سے تقریباً پچاس اصحاب کرامؓ زخمی ہوئے۔ شام ہوئی تو نئی قرارگاہ کی کشف کے لئے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو تعین کیا گیا۔ آپؓ نے رجیع نامی مقام کو موزوں قرار دیا اور اسلام کی قرارگاہ کو یہاں منتقل کر دیا گیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی بھی شروع ہو گئی (۲۸۳)۔

اگلے دن نطاۃ سامنے آنے والے اصحاب کرامؓ شام تک بہادری کے ساتھ لڑتے رہے۔ تیسرے دن، چوتھے اور پانچویں روز بھی محاصرہ جاری رہا۔ یہودی صرف دفاع کرتے رہے۔ اُن دنوں رسول اللہ ﷺ کو شدت کا سر درد لاحق ہونے کی وجہ سے آپؐ دو دن تک مجاہدین کے ساتھ شامل نہ ہو سکے۔ پہلے دن علم حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ، دوسرے دن حضرت عمرؓ کے ہاتھ دیا۔ اصحاب کرامؓ نے دونوں کی سربراہی میں یہودیوں کے خلاف بھرپور لڑائی کی، لیکن قلعہ کو فتح کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

اس دوران یہودیوں کی جسارت میں اضافہ ہوا اور انہوں نے قلعے کے دروازے کھول کر حملہ کر دیا۔ بالآخر سینہ بہ سینہ لڑائی شروع ہوگئی۔ جنگ میں گرمی آ چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرام] کو حکم دیا: ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔ کہہ کر تکبیر پڑھو'' اسے سن کر اصحاب کرامؓ تکبیر کی صداؤں کے درمیان عشق اور شوق کے ساتھ دشمن پر تلواریں چلا رہے تھے۔ اس دوران حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے بھائی محمودؓ شہید کر دیئے گئے۔ حملے بھی شدت کے ساتھ شام تک جاری رہے۔

اس سے اگلے روز خیبر کا سب مشہور کماندار مرحب، زرہ بند ہو کر قلعے سے باہر نکلا۔ وہ بڑا قوی اور دیوہیکل شخص تھا۔ آج تک اُس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہ نکلا تھا۔ وہ مجاہدین کی جانب مڑ کر اپنی تعریف میں کہنے لگا، ''میں مرحب ہوں، جسے بہادری اور جسارت کی بناٗ پر جانا جاتا ہے!'' وہ اپنی اس طرح تعریف کر رہا تھا کہ اصحاب کرامؓ میں سے ایک شخص مرحب کے مقابلے میں: ''اور میں پُر دہشت اور پُر شدت جنگوں میں کود جانے والا اور نڈر عامرؓ ہوں'' نعرہ لگاتے ہوئے کود پڑے اور آن سامنے کھڑے ہو گئے۔ دیوہیکل مرحب نے اپنی اُس تلوار سے کہ جس پر'' جسے لگے اُسے ہلاک کر دے!'' کندہ تھا، حضرت عامرؓ پر بھرپور قوت کے ساتھ وار کر دیا۔ شجیع حضرت عامرؓ نے فوراً اپنی ڈھال آگے کر دی۔ چوڑے پھل والی تلوار ڈھال سے ٹکرانے سے ایک زبردست گونج پیدا ہوئی اور تلوار ڈھال میں پیوست ہو گئی۔

---

(۲۸۲) واقدی، المغازی، II، ٦٣١
(۲۸۳) واقدی، المغازی، II، ٦٣١؛ سہیلی، روض الانف، VI، ٦٨

نہ کرتی تھی، جو فرصت ملتے ہی مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنے کی تاک میں رہتے تھے اور جو حقیقت کو نظر انداز کرنے پر مُصر تھے۔ جب اُنہوں نے، خاتم الانبیاء ﷺ کو اپنے علاوہ کسی اور قوم میں مبعوث ہوئے دیکھا تو حسد سے آپؐ کو قبول کرنے سے ہی انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے بچپن سے ہی ہر طرح کی سازشیں کرتے رہے لیکن اللہ تعالی کی حفاظت کے سامنے اُن کی کچھ نہ چلی۔

تیرے در پہ آیا ہوں!

اے پناہِ گناہگاراں، تیری پناہ میں آیا ہوں!
قباحتیں ہیں لاتعداد و حد درجہ، التجا کو آیا ہوں!

اندھیروں میں گھرا، گناہوں کی دلدل میں دھنسا
روشنی جو صراطِ مستقیم کی ہے، تمنا اُس شمع کی لایا ہوں

بچی ہے صرف اک جان باقی، اے جانِ جاناں!
کیا صحیح ہے جو کہہ دوں، کرنے جان فدا آیا ہوں

درد ماروں کی دوا ہو تم، میں ہوں اک بیمار دل
زخمِ دل کی دوا کے لئے، کھٹکھٹانے در تیرا آیا ہوں

بھرے ہاتھوں سے جانا سخیوں کے در پر، خطا ہی تو ہے
جسے چھوا تیرے قدموں نے، چومنے وہ خاک آیا ہوں

گناہ بے انتہا، پہاڑوں سے بھاری، چہرہ سیاہ کالا
اس بھارے، اس سیاہی سے پانے نجات آیا ہوں

کرے صاف سب، تیرے دریائے احسان کا اک قطرہ
حقیقت میں مانندِ چہرہ سیاہ ہے جو، نامۂ اعمال لایا ہوں

چہرہ تیرے در پہ جو لگا لوں، میرے محبوب عزیز از جان
کام کر سکے نہ جو پانی بھی، اُس خاک سے مل جائے امان!

زمینوں کا اور ہر اُس چیز کا رب ہے جو اُن کے اُوپر ہے! اے میرے اللہ کہ تو شیطانوں اور اُن کی جانب سے بہکائے گئے لوگوں کا رب ہے! اے میرے اللہ کہ تو ہواؤں کا اور ہر اُس چیز کا رب ہے جنھیں وہ اُڑا لے جائیں! ہم تجھ سے اِس دیار کی خیر اور اچھائی، اس دیار میں رہنے والوں کی خیر اور اچھائی، اور اِس دیار میں پائی جانے والی ہر چیز کی خیر اور اچھائی طلب کرتے ہیں۔ اِس دیار کے شر سے، اس کے انسانوں کے شر سے، اس میں پائی جانے والی ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں!''اصحاب کرام کے ہونٹوں سے: ''آمین، آمین'' کی آوازیں آرہی تھیں۔ اس کے بعد اپنے اصحاب کرام کو ارشاد فرمایا: ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، کہہ کر آگے بڑھو!''

اصحاب کرامؓ نے پھر سے رسول اللہ ﷺ کے گرد اکٹھے ہو کر چلنا شروع کر دیا۔ خیبر کے مضبوط ترین قلعے نطاۃ کے قریب آ کر اپنی قرارگاہ تشکیل دی۔ شام کا وقت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب تک صبح نہ ہو جائے حملہ نہ فرماتے اور پہلے دعوتِ اسلام دیتے تھے۔ آپؐ کی دعوت کو قبول نہ کرنے کی صورت میں جنگ شروع فرماتے تھے۔ اس سبب سے اصحاب کرامؓ نے صبح کا انتظار فرمایا۔ یہودیوں میں سے کسی کو لشکرِ اسلام کی آمد کی خبر نہ ہو پائی۔

آقائے کائنات نے صبح کی نماز پڑھانے کے بعد اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور مجاہدوں کو حرکت کا حکم دیا۔ دو سو سوار اور ایک ہزار چار سو پیادہ منظم حرکت کے ساتھ نطاۃ کے قلعے کے سامنے جا پہنچے۔ اس دوران، باغوں، باغیچوں، کھیت، کھلیان میں کام کاج کے لئے قلعے سے نکلنے والے یہودی لشکرِ اسلام کو دیکھ کر دنگ رہ گئے اور کہنے لگے، ''قسم ہے کہ یہ محمدؐ اور اُس کا منظم لشکر ہے!۔۔۔'' اور اُلٹے پاؤں بھاگنا شروع کر دیا۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ اکبر! اللہ اکبر! خیبر تو خراب ہو گیا'' اور اپنے ان مبارک الفاظ کو تین بار دہرایا۔

رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو؛ یا مسلمان ہونے کی، یا تسلیم ہو جانے اور خراج و جزیہ ادا کرنے کی یا پھر جنگ کرنے اور خون بہانے کی پیشکش کی۔ یہودی اپنے سرداروں میں سے سَلّام بن مِشکَن کے پاس گئے اور حالات بیان کئے۔ سلّام نے اُنہیں؛ ''میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ محمدؐ پر حملہ کر دو لیکن تم لوگوں نے قبول نہ کیا۔ اب کم از کم اُن سے جنگ کرنے میں کمزوری مت دکھاؤ۔ تمہارے لئے، مسلمانوں کے مقابل لڑتے ہوئے جان دے دینا، بے یار و مددگار زندہ رہنے سے کہیں بہتر ہوگا!۔۔۔'' کہہ کر جنگ کرنے پر اُکسایا۔ یہودیوں نے درحال بچوں اور عورتوں کو کتیبہ، مال و رسد کو ناعم اور عساکر کو نطاۃ کے قلعوں میں جمع کر دیا۔

لشکرِ اسلام کی جانب سے دی گئی دعوتِ اسلام کو جواب یہودیوں نے تیروں کی بوچھاڑ سے دیا۔ مجاہدین نے ڈھالوں پر انہیں روکا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کمانیں تان لی گئی اور قلعہ کی بُرجیوں پر موجود یہودیوں پر یکدم ''اللہ اکبر!۔۔۔'' کی صداؤں میں تیر چھوڑ دیئے گئے۔ اب جنگ شروع ہو چکی تھی۔

ایک طرف سلطانِ کائنات ﷺ اور آپؐ کے شجیع اصحاب کرامؓ تھے جو اس لئے لڑ رہے تھے کہ اسلام کو پھیلا یا جا سکے اور یہ یہودی مسلمان ہو کر جہنم سے نجات پا سکیں۔ دوسری طرف وہ یہودی تھے جن پر کوئی نصیحت اثر ہی

خیبر کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو روک دیا۔ پھر ہاتھ کھول کر یوں مناجات کی: ''اے میرے اللہ کہ تو آسمانوں کا اور ہر اُس چیز کا رب ہے جو اُنہوں نے ڈھانپ رکھی ہے! اے میرے اللہ کہ تو

کہتا ہے محبوبِ حق، کہ تیری ہی جانب جاؤں میں
بھلا دوں ہر شے کو، صرف تجھ کو مان جاؤں میں
صحرا میں بھٹک کر، جل جاؤں، پگھل جاؤں میں
چلوں بن کر ہردم، صرف تیرا ہی عاشق وحیراں۔

جلے چکے ہیں لب میرے یوں آتشِ محبت میں تیری
سیراب کروں انہیں چوم، خاک روضہ کی تیری
چوموں خاکِ پاک وصاف، لگا کر پیشانی پہ میری
روح کو شفا ملے اور بدنِ بیمار پا جائے درماں۔

تیرے حضور میں ہاتھ اُٹھا کر، حق سے کروں دعا
کھڑا رہوں میں یونہی گھنٹوں، دنوں، ہفتہ وماہ
استغفر اللہ پڑھوں، صلوٰۃ وسلام بھی کروں ادا
قرار یہ ہے کہ شکر کی ادائیگی مجھ سے ممکن ہے کہاں۔

ہچکیوں سے روتے ہوئے، دل اپنا تجھے تھما دوں
جلا ڈالنے والے اپنے سب اشکِ محبت بہا دوں
عمر ختم، خون ندارد، حیات شمع کی مانند پگھلا دوں
عرش سے بلند روضے کے سامنے دے دوں جاں۔

بہترین وسیلہ بھی تُو ہے، رہبر کامل بھی تُو
ہے ابدی سعادت کے لئے منبعٔ حقیقی بھی تُو
تابعی اُمتیوں کے لئے ہے، خوشخبری بھی تُو
نہ لکھ سکے جسے قلم، نہ ہو سکے زبان سے بیاں۔

بس اک بار سہی، گویا اک فقیر کے لئے ہو سلطاں
رونے سے اندھے چکے یعقوب کے لئے ہو کناں
گویا اندھیر کالی راتوں کے لئے کوئی ہو ماہِ تاباں
اک جھلک دے جا کہ شاداں ہو جائے دلِ ویراں۔

اندیشے سے، ماضی کی پریشانی سے، کمزوری اور کاہلی سے، بخیلی سے، ڈرپوکی اور کمر توڑ دینے والے قرض سے، ظالم اور ناانصافی کرنے والے بادشاہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں!''

یا رسول اللہ!

یا رسول اللہ! تیرے در کے غلام کی،
قدموں سے لگی خاک نہ چومنے والے کی،
اس سعادت سے محروم رہنے والے کی،
بات ہے جھوٹی، ہے تیرے لئے محبت کہاں۔

تیری قدموں کی خاک کو اپنے سر کا تاج بناؤں
چوموں لگاؤں آنکھ میں، دردِ دل کا علاج بناؤں
یا اسے صراطِ مستقیم پانے کے لئے، سراج بناؤں
بن کر عاشق تیری راہ میں، گھوموں کون ومکاں۔

تیری جانب سے آئی ہر ہوا کو سونگھ لوں
بوئے خوش کا اثر ہے کہ نہیں بُو جھ لوں
فدا اہل وعیالِ مَن تجھ پہ، یہ سُو جھ لوں
ہزار جان، مادر و پدر، اقرباً بھی قرباں۔

عشق میں ڈوبی ہے مولانا بغدادی کی جان
اے سلطانِ دو عالم، اے جانِ جہانان
اک جان ہے میری، ہے تیرا ہی احسان
کہوں کیسے پھر کہ لایا ہوں فدا کرنے یہ جاں۔

غلامی تیری کی مہر، ماتھے پہ جو نہ لگائے کوئی
محبت تیری کا طوق، گلے میں جو نہ سجائے کوئی
نگاہ غیر کے تیکھے و بے مثل تیر، جو نہ کھائے کوئی
عاشق ہوں تیرا؛ قطعاً پھر نہ کہے وہ انساں۔

تیرہ سو سال سے آج تک، تیری مدح کرنے والوں میں
دل سوختہ لیکن، زبان سے تعریف ہر دم کرنے والوں میں
تیرے در پر ہو کر حاضر، شفاعت طلب کرنے والوں میں
سب سے بُرا اور عاجز بھی ہوں، ہو جاؤں پر تجھ پہ قرباں۔

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا۔ مدینہ کو یہودیوں کے حملے سے بچانے کے لئے، خیبر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مدینہ میں موجود یہود آپؐ کے اس فیصلہ سے پریشان ہو گئے۔ مسلمانوں کا حوصلہ پست کرنے کے لئے کہنے لگے، ''ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر تم لوگوں نے خیبر کے قلعے، وہاں پر موجود بہادر اور جنگجو جوانوں کو دیکھا ہوتا تو کبھی وہاں قدم رکھنے کا نہ سوچتے!۔۔۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بنے بلند برجوں والے قلعوں کی حفاظت زرہ بند بہادر جوان کرتے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں قرب و جوار سے عسکر اُن کی مدد کے لئے آ چکے ہیں!۔۔۔ خیبر کو فتح کر لینا تمہارے لئے کیسے ممکن ہے؟۔۔۔'' شجیع اصحاب کرامؓ اس کے جواب میں؛ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے خیبر کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے'' کہہ کر یہودیوں سے نہ ڈرنے کا اعلان فرما دیا۔ اصحاب کرامؓ کی یہ ثابت قدمی دیکھ کر یہودی اور بھی پریشانی اور اندیشے میں گر گئے۔

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابیٔ نے خیبر کی جانب فوراً خبر بھیجی: ''محمدؐ تھوڑی سی قوت کے ساتھ تم پر حملے کے لئے آ رہا ہے۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں، لیکن تدبیر کا دامن ہاتھ سے مت جانے دو اور اپنے مال و ملک کو اپنے قلعوں میں لے جاؤ۔ پھر قلعے سے باہر آ کر اُن کا سامنا کرو!''

اصحاب کرامؓ نے اپنی تیاری مکمل کر لی، اپنے گھر والوں سے مل کر رسول اللہ ﷺ کے گرد آن جمع ہوئے۔ مجموعی طور پر وہ دو سو سوار اور ایک ہزار چار سو پیادہ تھے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت، جہاد کرنے اور شہادت کا مرتبہ پانے کے لئے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کا حکم بجا لانے کے لئے تیار تھے۔ اس دوران بعض خواتین نے دورانِ جنگ، اصحاب کرامؓ کے طعام، مرہم پٹی اور دیگر کام کاج کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن پر مرحمت فرمائی اور اُنہیں اس ثواب سے محروم نہ کیا۔ اس طرح مجاہدین میں رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ سلمہؓ کے ہمراہ بیس خواتین مجاہدات بھی شامل ہوئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سباعؓ بن عرفطہ غفاری (بعض روایات کے مطابق حضرت نمیلہؓ بن عبداللہ) کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا اور خیبر کی جانب روانگی کا حکم صادر فرما دیا۔ سفر تکبیروں کے ساتھ شروع ہوا۔ وہ لوگ جو کسی معذرت کی بنا پر نہ جا سکے اور وہ کم عمر اصحاب کرامؓ کہ جنہیں شمولیت کی اجازت نہ مل سکی، رشک بھری نگاہوں سے رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد، چچاؤں، ماموؤں اور بھائیوں کو دیکھ رہے تھے، اُنہیں تکبیروں کے ساتھ رخصت کر رہے تھے۔

تقویم کے مطابق یہ ہجرت کا ساتواں سال تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا علم مبارک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ میمنہ کی کمان حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں تھی (۲۸۱)۔ سفر نہایت خوش کن گزر رہا تھا۔ شعراً، اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کی وجہ سے حمد و ثناء کر رہے تھے جو انہیں عطا فرمائی گئیں، رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہوئے عالیشان اصحاب کرام کی مدح سرائی کر رہے تھے۔ اصحاب کرامؓ بھی گویا عید پر جا رہے ہوں: ''اَللّٰهُ اَكْبَرْ! اَللّٰهُ اَكْبَرْ! لَا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ!'' کہتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور ہر طرف ان کی تکبیریں گونج رہی تھیں۔ ہر پڑاؤ کے مقام پر سلطانِ کائنات ﷺ یوں دعا فرماتے: **''اے میرے اللہ! میں، مستقبل کے**

(۲۸۱) بخاری، ''مغازی'' ۴۰؛ واقدی، المغازی، ۱۱، ۶۵۳؛ الکلاعی، الاکتفا، ۱۱، ۲۵۸

میں موجود چھر اُٹھایا گیا۔ اُس کے نیچے سے گیارہ گرہیں لگا دھاگہ مل گیا۔ اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ بڑی کوشش کے باوجود یہ گرہیں نہ کھل پائیں۔ جبرائیلؑ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس کے نزول کے ساتھ حاضر ہوئے۔ گیارہ آیات پر مبنی ان سورتوں کی پہلی آیتِ کریمہ پڑھتے ہی پہلی گرہ کھل گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک کر کے آیات پڑھتے ہوئے سب گرہیں کھول دیں۔ گرہیں کھلتے ہی سرورِ کائنات ﷺ راحت اور صحت پا گئے۔

یہودی لبید کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اُس سے کہا، ''**تمہارے کئے گئے سحر کی خبر مجھے اللہ تعالیٰ نے دے دی اور جگہ بھی بتادی۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟**'' اُس نے جواباً کہا، ''سونے کی محبت میں!'' اصحابِ کرامؓ میں سے کچھ نے عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ! اجازت دیں کہ اس یہودی کی گردن مار ڈالیں!'' رسول اللہ ﷺ ذاتی غرض سے کسی کی جان لینے پر راضی نہ ہوئے اور: ''**اُس کے لئے آخرت میں الٰہی عذاب زیادہ شدید ہے**'' کہہ کر اُس کے قتل کی اجازت نہ دی (۲۸۰)۔

یہود ملک بدر ہو کر عرب کے شمالی علاقہ کی جانب چلے گئے تھے۔ ان میں سے کچھ خیبر میں ٹھہر گئے اور وہیں بس گئے۔ کچھ شمال کی جانب شام میں جا بسے۔ یہ لوگ، رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کی وجہ سے ملک بدر کئے گئے تھے۔ لیکن ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف پائی جانے والی، کینہ، حرص اور انتقام کی آگ کبھی بھی بجھ نہ سکی۔ حتیٰ دن بدن اس میں تیزی ہی آئی۔ وہ، جلد از جلد سلطانِ کائنات ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو ختم کر کے دینِ اسلام کو مٹا دینا چاہتے تھے۔ ان کے سرداروں میں سے بعض نے کہا، ''چلو، غطفانیوں کے پاس جا کر اُن سے مدد طلب کریں اور مسلمانوں کے خلاف اُن کی معاونت میں جنگ کریں!'' جبکہ بعض نے: ''فدک، تیمہ اور وادی القریٰ کے یہودیوں کو مدد کے لئے بلایا جائے اور اس سے پہلے کہ مسلمان ہم پر حملہ کریں ہم اُن کے شہر پر یلغار کر دیں، پھر اپنے اگلے پچھلے سب انتقام لے لیں!...'' کہہ کر اپنی رائے دی۔

خیبر کے یہود نے اس بات کو مان کر، قرب و جوار کے یہودی قبائل اور غطفانیوں کو مدد کے لئے بلایا۔ صرف غطفانیوں نے اپنے بہت سارے چیدہ چیدہ جنگجو عساکر خیبر بھیج دیئے۔ انہوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔

اُن کی تیاریاں جاری تھیں کہ یہودیوں کی حرکات کی خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو تین اصحابِ کرامؓ کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ فرمایا تاکہ وہاں کے حالات کی خبر لی جاسکے۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور اُن کے تین ساتھی سُرعت کے ساتھ خیبر پہنچے۔ یہ آٹھ مضبوط قلعوں، زرخیز اراضی، متعدد باغات اور باغیچوں پر مشتمل فارغ البال شہر تھا۔ حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک کو شق، دوسرے کو کتیبہ اور تیسرے کو نطاۃ کے قلعوں کی جانب روانہ کیا۔ خود ایک اور قلعے میں داخل ہو گئے اور تین دن تک یہودیوں کے حالات، اُن کی جنگی تیاریوں کو قریب سے دیکھتے رہے۔ چاروں صحابہؓ تین دن بعد طے شدہ مقام پر ملے، پھر سُرعت کے ساتھ مدینہ پہنچ گئے، اُن کی حرکات اور تیاریوں کے متعلق سب معلومات رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دیں۔

(۲۸۰) بخاری، ''طب''، ۴۷؛ احمد بن حنبل، المسند، ۲۳، ۱۷؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۱۹۸

فتحِ خیبر

مدینہ منورہ میں ایسے یہودی موجود تھے جو بظاہر مسلمان دکھائی دیتے تھے لیکن درحقیقت منافق تھے۔ ان میں ایک منافق لبید بن عاصم بھی تھا جو جادو کرنے میں بڑا شہرہ رکھتا تھا۔ یہودیوں نے اُسے سونا دیا اور کہا، ''تم جانتے ہو کہ محمدؐ نے ہماری قوم کو کیسے ملک بدر کیا اور ہمارے مردوں کو کیسے قتل کر دیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم اُس پر سحر کرو اور اُسے اُس کے کئے کی سزا دو!'' اُس نے قبول کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کام کرنے والے ایک یہودی لڑکے کے ذریعے، آپؐ کے بال مبارک اور کنگھی کے چند دندانے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

لبید نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں اور کنگھی کے دندانوں کو ایک دھاگے سے گیارہ گرہیں لگا کر باندھا اور اُس پر جادو پھونک دیا۔ اُس کے بعد کنویں میں ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی صحتِ مبارکہ بگڑتی چلی گئی۔ آپؐ بیمار ہو کر بستر پر جا پڑے اور کئی دنوں تک اُٹھ نہ پائے۔ اصحاب کرامؓ روزانہ آپؐ کی زیارت کے لئے آتے اور روز بدن آپؐ کی صحت بگڑتے دیکھ کر اُن کے جگر پارہ پارہ ہو کر رہ جاتے، آنکھیں خون کے آنسو روتی تھیں۔ منافقین خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے تھے۔

نہایت ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ارشاد فرمایا، ''اے عائشہؓ! کیا تم جانتی ہو؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری شفاء کی چیز بتا دی ہے، وہ ایسے کہ دو شخص (جبرائیلؑ اور میکائیلؑ) آئے، ایک میرے سرہانے اور دوسرا میرے پاؤں کی جانب بیٹھ گیا۔ پہلے نے دوسرے سے پوچھا، ''اس ذات کو کیا بیماری ہے؟'' دوسرے نے جواب دیا، ''اِس پر سحر کیا گیا ہے۔'' اُس نے پھر پوچھا، ''یہ سحر کس نے کیا؟'' دوسرے نے جواب دیا، ''لبید بن عاصم نے۔'' اُس نے پھر سوال کیا، ''یہ سحر کس چیز سے کیا گیا ہے؟'' دوسرے نے جواب دیا، ''کنگھی اور بالوں کے کچھ ٹکڑوں پر سحر کرنے کے بعد انہیں نر کھجور کی کونپل میں رکھا گیا ہے۔'' ''وہ کہاں ہے؟'' پہلے کے اس سوال پر دوسرے نے؛ ''ذروان کے کنویں میں'' جواب دیا (۲۷۹)۔''

ذروان، مدینہ میں قبیلہ بنی ذریق کے باغ میں پایا جانے والا ایک کنواں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کنویں پر حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عمارؓ کو بھیجا۔ کنویں کا پانی کھینچا گیا اور رتبہ

(۲۷۹) بخاری، ''بدء الخلق''، ۱۱؛ ''طب''، ۴۷؛ احمد بن حنبل، المسند، ۶۳،۱۷؛ بیہقی، السنن، ۳۴۱،۱۱؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۹۶،۱۱

جان آئے ہے اُس رواں بخش ، بوئے گل کی ہوا سے
لرزے ہے آفتاب بھی ، اُس تابِ دیدار کی انتہا سے
پریشان اک نیازمند ، پُر التجا ہوں زندگی کی مُنتہا سے
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں ، یا رسول اللہ

جلتے صحرا میں پیاس سے جو جان نکل جائے ، کچھ غم نہیں
آتش فشاں پھٹیں سینے میں جو ، طلب بحر سے مگر کچھ نم نہیں
آگ برسے گر آسمان سے جو ، چھونے میں کچھ الم نہیں
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں ، یا رسول اللہ

یامان دادا

ہوزہ) جان لو کہ اسلام ہر اُس جگہ تک پھیل جائے گا جہاں اونٹ اور گھوڑے جا سکتے ہیں، یہ سب دینوں پر غالب آ جائے گا۔ تم بھی اسلام قبول کر لو کہ سلامتی پا سکو۔ اگر مسلمان ہو جاتے ہو تو میں تمہاری حاکمیت کے تحت علاقے، تمہاری ہی نگرانی میں رہنے دوں گا۔۔۔''

یمامہ کا حکمدار ہوزہ، یہ مبارک دعوت قبول کرنے سے کترا گیا۔ سلطنت کی ہوس، مقام کی حرص نے اُسے اندھا کر دیا تھا۔ اس لئے سلطانِ کائناتﷺ کی دعا پانے جیسی عظیم الشان دولت سے محروم رہ گیا۔ ایلچیٔ اسلام حضرت سلیطؓ بن عمرو نے مرحمت سے کہا، ''اے یمامہ کے حکمدار ہوزہ! تم اس قوم کے بڑے ہو! وہ قیصر جنہیں تم بڑا سمجھتے ہو مر کر مٹی میں مل چکے ہیں۔ اصل بڑے وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پورا کیا، نواحی سے بچ کر جنت جانے کا حق حاصل کر لیا۔ اگر ایک جماعت ایمان لانے سے شرفیاب ہو جائے تو، اُنہیں اپنے غلط اعتقادات کی جانب لا کر سیدھے راستے سے مت ہٹاؤ!۔۔۔ درحقیقت میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر کو پورا کرنے اور نواحی سے بچنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر، اُس اوامر کو پورا کرو گے تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ شیطان کی پیروی کرو گے تو جہنم میں ڈالے جاؤ گے۔

اگر میری نصیحتوں کو قبول کر لو گے تو اُس خوف سے نجات پا جاؤ گے جو تمہارے اندر ہے اور وہ پا لو گے جس کی تم اُمید رکھتے ہو۔ اگر میری نصیحت کو رد کرتے ہو تو پھر کچھ بچا نہیں جو میں تمہارے لئے کر سکوں۔ اب باقی تم خود سوچ لو!۔۔۔''

ہوزہ نے اسلام کے ایلچی کی یہ نصیحتیں نہ سنیں۔ حضرت سلیطؓ بن عمرو نے یہ جان کر کہ یمامہ میں اب اُن کا قیام عبث ہے تو آپؓ درحال مدینۂ منورہ کی جانب لوٹ آئے۔ رسول اللہﷺ کو سب کچھ بیان فرما دیا۔ رسول اللہﷺ کو دکھ ہوا کہ وہ اسلام قبول کرنے سے شرفیاب نہ ہو سکا۔ جلد ہی ہوزہ کی موت کی خبر آن پہنچی۔ اُس کی سلطنت کی ہوس اور مقام کی حرص بالآخر جہنم کے گڑھے یعنی قبر میں جا پہنچی (۲۷۸)۔

اس طرح اسلام کے چھ ایلچیوں نے اپنا وظیفہ پورا کیا، زمانے کی بڑی حکومتوں کو اسلام کی موجودیت کی خبر دے دی۔ اُنہیں حقیقی سعادت کے متعلق خبر پہنچا دی تھی اور قیامت کے دن اُن کے لئے: ''ہم نے نہیں سنا تھا'' کہنے کا امکان نہ چھوڑا تھا۔

حبشہ کے حکمدار اصحمہ مسلمان ہوا، اصحابِ کرامؓ کو دیکھنے اور رسول اللہﷺ کی مبارک دعاؤں سے شرفیاب ہوا۔ روم کا حکمدار ہراقلیوس اور مصر کا حکمدار مقوقس مسلمان تو نہ ہوئے البتہ بھیجے گئے مکتوبات کی بڑی حرمت کی اور نہایت ادب کے ساتھ جواب دیئے، ایلچیٔ اسلام کے ساتھ بہت اچھا پیش آئے اور رسول اللہﷺ کو ہدایا بھیجے۔ غسانی اور ایرانی حکمداروں نے ایلچیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا، اپنی دشمنی کھل کر بیان کی۔ یمامہ کا حکمدار ایلچیٔ اسلام سے نہایت نرمی سے پیش آیا۔

---

(۲۷۸) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۰۷؛ ابن سعد، الطبقات، IV، ۲۰۳؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۳۹۰۔

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

اللہ تعالیٰ کے رسول محمدؐ کی جانب سے ایران کے سردار کسریٰ کو۔۔۔'' کاتب نے ابھی یہاں تک ہی پڑھا تھا کہ متکبر بادشاہ کی آنکھوں میں خون اُتر آیا، بہت برہم ہوا اور مکتوب لے کر پھاڑ ڈالا۔ مکتوب کی شروعات رسول اللہ ﷺ کے نام سے ہونا اُس کے اس غصے کا سبب بنا تھا۔ اُس نے ایلچیٔ اسلام حضرت عبد اللہؓ بن حذیفہ کو بھی اپنے حضور سے نکال دینا چاہا، لیکن آپؓ نے کسریٰ کے ہمراہ موجود آتش پرستوں سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے عجم والو! تم پیغمبروں کو نہیں مانتے، کتابوں کو قبول نہیں کرتے۔ آج تم اس سرزمین پر گنتی کے دن جی رہے ہو، ایک خواب کی سی زندگی گزار رہے ہو!۔۔۔

اے کسریٰ! تم سے پہلے کئی حکمران ہوئے جو اس تخت پر بیٹھے اور حکمرانی کی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اتباع کی، اپنی آخرت سنوار کر؛ جبکہ اتباع نہ کرنے والے الٰہی غضب کا شکار ہوئے اور اس حال میں دنیا سے کوچ کر گئے!۔۔۔

اے کسریٰ! یہ جو مکتوب میں نے لا کر تمہیں پیش کیا تھا، دراصل تمہارے لئے ایک بہت بڑی دولت تھی۔ تم نے اُسے حقیر جانا۔ قسم ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی، کہ جس دن وہ دین جسے تم نے حقیر جانا یہاں آ گیا، تمہیں بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا!۔۔۔''

پھر کسریٰ کے محل سے نکل کر آپؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور سرعت کے ساتھ مدینے آ کر حالات سلطانِ کائنات ﷺ سے بیان فرما دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''یا الٰہی! اُس نے میرے مکتوب کو جیسے ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے، تو بھی اُسے اور اُس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے!۔۔۔''**

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا قبول فرمائی، کسریٰ کو اُس کے بیٹے نے ایک رات خنجر کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایران کے سارے علاقوں پر قبضہ ہو گیا اور سارا ملک مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا (۲۷۶)۔

حضرت شجاعؓ بن وہب کو غسان کے والی حارث بن ابی شمر کی جانب بھیجا گیا۔ حضرت شجاعؓ پہلے والیٔ شہر کے دربان سے ملے۔ اُسے اسلام کی دعوت دی جو اُس نے قبول کر لی اور رسول اللہ ﷺ کو حرمت اور سلام عرض کیا۔ حضرت شجاعؓ کو انتظار کروائے بغیر والی سے ملوا دیا۔ حارث بن ابی شمر نے مکتوب پڑھا اور غصہ سے مکتوب زمین پر پھینک دیا۔ حضرت شجاعؓ درحال مدینۂ منورہ واپس آ گئے اور حبیب اللہ کو حالات بیان فرما دیئے۔ رسول اللہ ﷺ مکتوب کے زمین پر پھینکے جانے پر رنجیدہ ہوئے اور فرمایا: **''اُس کی سلطنت مٹ جائے!''** مختصر مدت کے بعد حارث بن ابی شمر مر گیا اور اُس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا (۲۷۷)۔

حضرت سلیطؓ بن عمرو کو یمامہ کے حکمران ہوزہ بن علی کے پاس بھیجا گیا۔ ہوزہ عیسائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مکتوب میں یوں ارشاد فرمایا تھا:

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

اللہ تعالیٰ کے رسول محمدؐ کی جانب سے ہوزہ بن علی کو! سلامتی ہو اُن پر جو ہدایت پا جائیں۔ (اے

---

(۲۷۶) بخاری، ''تفسیر''، ۴؛ ''مغازی''، ۸۴، ۸۲، ۷۷؛ ''علم''، ۷؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۰۷؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۵۹؛ حزاعی، التخریج، ص، ۱۸۴

(۲۷۷) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۰۷؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۶۱

نے اُس کے لئے دو لونڈیاں، سواری کے دو جانور، ایک ہزار مثقال (ایک مثقال۔۴.۸ گرام) سونا، بیس جوڑے مصری کام والے پتلے لباس اور کئی اور ہدایا بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ تمہارے لئے سو دینار اور پانچ جوڑے لباس دینے کو کہا ہے۔ میرے یہاں سے نکل کر چلے جاؤ! خیال رہے قبطی تمہاری زبان سے ایک لفظ بھی نہ سنیں!''

مقوقس نے اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو بلوری پیالہ، خوشبودار شہد، عمامہ، مصر کا مشہور سوتی کپڑا، عود، مشک جیسی خوشبوئیں، لاٹھی، ایک صندوق میں سرمہ دانی، گلاب کا تیل، کنگھی، مسواک، آئینہ، سوئی اور دھاگہ ہدیتاً بھیجا تھا۔

مقوقس نے ایلچیٔ اسلام حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے ہمراہ محافظ عساکر روانہ کئے۔ سرزمینِ عرب میں پہنچ کر مدینہ جانے والے ایک قبیلے سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت حاطبؓ نے محافظ عساکر کو واپس بھیج کر اُس قافلے میں شمولیت کر لی۔

حضرت حاطبؓ بن بلتعہ ہدایا کے ساتھ مدینہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں تشریف لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے مقوقس کے ہدایا قبول فرمائے۔ حضرت حاطبؓ نے مقوقس کا مکتوب دیا اور اُس کی باتیں بتائیں۔ سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**کیسا بدبخت انسان ہے! اپنی سلطنت کو قربان نہ کر سکا۔ حالانکہ جو سلطنت اُس کے ایمان لانے میں مانع ہوئی، اُس کے پاس نہ رہے گی!** (۲۷۵)''

مقوقس نے جو ہدیے رسول اللہ ﷺ کے لئے بھیجے اُن میں دو کنیزیں، ماریہ اور اُس کی بہن سیرین تھیں۔ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اُنہیں اسلام کی دعوت دی، دونوں نے قبول کیا اور مسلمان ہو گئیں۔ رسول اللہ ﷺ حضرت ماریہؓ کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور اُنہیں اپنے نکاح میں لے کر زوجیت کا شرف بخشا۔ اُن سے رسول اللہ ﷺ کے ابراہیم نام کے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے۔ سیرین، اصحابِ کرام] میں سے شاعرِ رسول حضرت حسانؓ بن ثابت کو دے دی گئیں۔ اچھی جنس کے مالک دو جانوروں میں سے خچر کو دُلدُل، گدھے کو عُفیر یا یعفور نام دیئے گئے۔ اُس دن تک عرب میں سفید بالوں والا خچر کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ دُلدُل سفید بالوں والا وہ پہلا خچر تھا جو مسلمانوں نے دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ اُنہیں ہدیہ کئے گئے بلور کے پیالے سے پانی پیتے تھے۔

مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو بڑی حرمت دکھائی اور ہاتھی دانت سے بنے ایک ڈبے میں رکھ دیا۔ اس ڈبے کو مہر بند کر دیا اور اپنی کنیزوں میں سے ایک کے حوالے کر دیا۔ (موضوعِ بحث یہ مکتوب ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء) میں مصر کے علاقہ اخمین میں ایک کلیسا کی کتابوں کے درمیان پڑا ملا اور سلطنتِ عثمانیہ کے ۹۶ ویں خلیفہ سلطان عبدالمجید خان نے اسے خرید کر توپ کپی محل استنبول کے مقدس امانتوں والے حصے میں رکھوا دیا)۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن حذیفہ کو ایران کے حکمدار کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب ایران کے مغرور کسریٰ کو دیا تو اُس نے پڑھنے کے لئے اپنے کاتب کو دے دیا۔

---

(۲۷۵) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۶۰۷؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۶۰

کرنے، رمضان میں روزے رکھنے، وعدہ پورا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ مردار جانور کا گوشت کھانے سے منع کرتے ہیں۔

اس پر مقوقس نے کہا:

۔ مجھے اُس کی شکل صورت کے متعلق کچھ بتاؤ! اس سوال پر آپؓ نے مختصر سی تعریف بیان کی۔ کئی ایک کو شمار نہ کیا۔ مقوقس نے کہا:

۔ جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں کئی باتیں رہ گئی ہیں۔ جیسا کہ آنکھوں میں ہلکی سی سرخی، کمر پر مہر نبوت موجود ہے۔ وہ گدھے پر سوار ہوتے ہیں، کملی پہنتے ہیں، کھجور اور بہت کم گوشت کھا کر گزارا کرتے ہیں۔ اپنے چچاؤں یا چچازاد بھائیوں کی طرف سے اُن کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہ سُن کر حضرت حاطبؓ نے کہا،

۔ یہ بھی اُنہی کی صفات ہیں۔

مقوقس نے حضرت حاطبؓ سے رسول اللہﷺ کے متعلق پھر سوال کیا:

۔ کیا وہ سُرمہ استعمال کرتے ہیں؟

۔ ہاں! آئینہ کو دیکھتے ہیں، بالوں میں کنگھی کرتے ہیں، سفر میں ہوں یا حاضر میں، آئینہ، سرمے دانی، کنگھی، مسواک اپنے سے دور نہیں کرتے!

۔ میں جانتا تھا کہ ایک پیغمبر نے آنا ہے اور سمجھتا تھا کہ وہ شام میں آئے گا۔ کیونکہ پہلے سارے پیغمبر وہیں آئے تھے۔ ویسے میں نے چند کتابوں میں یہ بھی پڑھا ہے کہ آخری پیغمبر عرب میں سخت، تنگی اور غربی کے ملک میں آئے گا۔ اُس کی صفات بیان کرنے والی کتابوں کے مطابق، اُس کے آنے کا وقت بھی بلاشبہ یہی ہے۔ ہم اُس کی وصف کے طور پر یہ جانتے ہیں کہ وہ دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں اکٹھا نہ کرے گا، ہدیہ قبول کرے گا، صدقہ قبول نہ کرے گا۔ فقیروں، غریبوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے گا! ہم نے یہ سب کتابوں میں لکھا پایا ہے۔ اُس کی اطاعت کے متعلق قبطی میری بات نہ سُنیں گے۔ میں اپنی سلطنت سے بھی دست بردار نہ ہونگا۔ میں اس معاملے میں لالچی واقع ہوا ہوں۔ وہ پیغمبرؐ کئی ممالک پر حاکم ہو جائے گا، اُس کے بعد صحابہ اس علاقے تک پہنچ جائیں گے اور قبضہ کر لیں گے۔ نہایت یہاں کی خلق پر غالب آ جائیں گے۔ میں قبطیوں سے اس بارے میں ایک لفظ بھی نہ بتانا، نہ ہی کسی کو اس بات چیت کے متعلق ہی کچھ کہنا چاہتا ہوں!

اس گفتگو کے بعد مقوقس نے عربی کاتب کو بلایا۔ رسول اللہﷺ کے مکتوب کا جواب یوں لکھوایا:

محمدؐ ابن عبداللہ کے نام، قبطیوں کے سردار مقوقس کی جانب سے!

سلام آپؐ پر۔ آپؐ کا بھیجا مکتوب میں نے پڑھا۔ وہاں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے میں اُس دعوت کو سمجھ گیا ہوں۔ میں بھی جانتا تھا کہ پیغمبر آنے والا ہے۔ لیکن میرا خیال تھا کہ وہ کے شام میں آئے گا۔ میں نے آپؐ کے ایلچی کا اکرام کیا۔ میں آپؐ کو دو کنیزیں بھیج رہا ہوں جن کی قبطیوں کے ہاں بڑی قیمت ہے اور پہننے کے لئے لباس بھیج رہا ہوں۔ اس کے علاوہ آپؐ کی سواری کے لئے ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیج رہا ہوں۔''

مقوقس نے اس علاوہ اور کچھ نہ کیا، مسلمان بھی نہ ہوا۔ حضرت حاطب کو مصر میں پانچ دن مہمان رکھا۔ اُن کی بڑی حرمت کی اور بڑے اکرامات کئے۔ پھر کہا، ''جلد اپنے صاحب کے پاس لوٹ جا! میں

۔ تم نے بہت خوب جواب دیا۔ بے شک تم صاحبِ حکمت ذاتؐ کے پاس سے آنے والے حکیم شخص ہو۔ آج رات ہمارے ساتھ رہو، میں تمہیں کل جواب دونگا۔

حضرت حاطبؓ نے حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کو قصد کرتے ہوئے مقوقس سے کہا:

۔ تم سے پہلے یہاں ایک حکمدار گزرا ہے۔ اُس نے اپنی خلق کو؛''سب سے بڑا معبود میں ہوں!'' کہہ کر اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے دنیا اور آخرت کا عذاب دے کر اُس سے انتقام لے لیا۔ تم اس سے عبرت حاصل کرو اور دوسروں کے لئے عبرت کا سامان مت بنو!

۔ ہمارا ایک دین ہے۔ ہم اپنے اس دین کو تب تک نہ چھوڑیں گے جب تک بہتر اور خیر والا نہیں مل جاتا۔

۔ وہ دین کہ جس سے تم وابستہ ہو اور جسے چھوڑنے کے لئے زیادہ بہتر اور خیر والا دین طلب کرتے ہو، تو بلا شبہ اس سے بہتر دین اسلام ہے۔ ہم تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس آخری دین، دینِ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تکمیل اس سے کر دی ہے، اسے بنی نوع انسان کے لئے کافی قرار دیا ہے اور یہ قطعی ہے۔ اس پیغمبرؐ نے صرف تمہیں ہی نہیں، ساری نوع انسانی کو دینِ اسلام کی دعوت دی ہے۔ تب قریش، انسانوں میں اُس کی سب سے بڑھ کر مخالفت کر کے بُرا پیش آنے والے؛ یہودی، اُس کی سب سے بڑھ کر دشمنی کرنے والے؛ جبکہ عیسائی اُسے سب سے بڑھ کر قریب ہوئے۔ قسم ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی کہ حضرت موسیٰؑ کا حضرت عیسیٰؑ کے لئے خوشخبری دینا ایسا ہی ہے جیسا حضرت عیسیٰؑ کا حضرت محمد ﷺ کے لئے خوشخبری دینا۔ اس وجہ سے ہمارا تمہیں قرآن کی دعوت دینا، تمہارا یہودیوں کو انجیل کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ بلا شبہ تم جانتے ہی ہو کہ ہر پیغمبر کسی ایک قوم پر بھیجا گیا جو اُسے سمجھ کر اس کا ادراک کر سکے۔ اور اُس قوم کے لئے اس پیغمبر کی اطاعت کرنا واجب قرار دی گئی۔ اب تم نے بھی اس پیغمبر کو پا لیا ہے۔ اس لئے ہم تمہیں اس نئے دین کی دعوت دیتے ہیں۔

حضرت حاطبؓ کے ان الفاظ پر مقوقس نے؛

۔ میں نے اس پیغمبرؐ کے حال پر نظر ڈالی ہے۔ اس کے اوامر اور نواحی میں خلافِ عقل قطعی کوئی چیز نہیں پائی۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں وہ کوئی سحر باز، کاہن یا جھوٹا نہیں۔ پیغمبری کی علامات میں سے بعض مجھے اُس میں نظر آئیں۔ غیب کی باتوں کی کھول کر سامنے لانا ان علامات میں سے ہے۔ بعض اسرار کے متعلق خبر دینا بھی اس ذات میں پائی جاتی ہے۔ بس مجھے سوچنے دو! کہہ کر مہلت طلب کی۔

مقوقس نے رات کو حضرت حاطبؓ کو نیند سے جگایا اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق کئی ایک سوالات پوچھنا چاہے۔ پھر دونوں کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

۔ اُس کے متعلق میں جو پوچھوں، تم اُن کا صحیح جواب دو تو میں تم سے تین باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔

۔ جو چاہو سو پوچھو! میں تمہیں ہمیشہ سچ ہی بتاؤں گا۔

۔ محمدؐ انسانوں کو کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

۔ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ رات اور دن میں پانچ وقت نماز ادا

مبارک ثابت فرمائے۔''

حضرت حاطبؓ بن بلتعہ نے رسول اللہﷺ سے مکتوب لیا۔ الوداع کہا اور پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اپنا گھوڑا تیار کیا۔ اپنے گھر والوں سے وداع ہونے کے بعد راستے پر چل نکلے۔ آپؓ کی معلومات کے مطابق مصر کا حکمدار مقوقس اسکندریہ میں تھا، آپؓ اُس کے محل تک جا پہنچے۔ اندر جانے سے پہلے آپؓ کے آنے کا مقصد جان کر محل کے دربان نے حضرت حاطبؓ کی بڑی حرمت کی۔ آپؓ کو انتظار نہ کروایا۔ مقوقس اس وقت سمندر میں ایک جہاز پر سوار اپنے آدمیوں کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا۔ حضرت حاطبؓ ایک کشتی پر بیٹھ کر مقوقس تک آئے اور رسول اللہﷺ کا مکتوب اُسے دے دیا۔ حضرت حاطبؓ سے مکتوب لے کر مقوقس نے پڑھنا شروع کر دیا:

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ!

اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول محمدؐ کی جانب سے قبط (پرانے مصری خلق) کے سردار مقوقس کو!
سلامتی ہو اُن پر جو ہدایت پا جائیں۔ سلامتی پانے کے لئے میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جا تا کہ تم سلامتی پا جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوگنا اجر پا سکو۔ اگر منہ موڑو گے تو سارے قبط کا گناہ تیرے سر ہو گا۔'' اے اہلِ کتاب (یہودیو اور عیسائیو) آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے ہاں اور تمہارے ہاں، یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شرک کریں اس کے ساتھ ذرا بھی اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو رب، اللہ کے سوا۔ پھر اگر منہ موڑیں وہ (اس دعوت سے) تو (اے مسلمانو!) کہہ دو: گواہ رہو کہ ہم تو (صرف اللہ ہی کے) عبادت گزار اور اطاعت شعار ہیں (۲۷۴)۔''

سلطانِ کائناتﷺ کا مکتوب پڑھ کر مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو کہا، ''خیر و برکت ہو!'' مصر کے حکمدار نے اپنے کمانداروں، حکومت کے افراد کو اکٹھا کیا اور حضرت حاطبؓ سے بات کرنا شروع کر دی۔ اُس نے کہا:

''کچھ باتیں ہیں جو میں سمجھنا چاہتا ہوں، اس لئے اس بارے میں میرے کچھ سوالات ہوں گے۔''

حضرت حاطب نے فرمایا، ''ہاں کہو، بات کرتے ہیں!'' اس پر مقوقس نے پوچھا:

۔ مجھے اُس ذات کے متعلق بتاؤ جس نے آپؓ کو میرے پاس خبر دینے کے لئے بھیجا ہے۔ کیا وہ پیغمبر ہے؟ اُس کے متعلق کچھ بتاؤ!

۔ ہاں، وہ ایک پیغمبرؐ ہے۔

۔ اگر وہ حقیقت میں پیغمبر ہے تو اُس نے اُسے وطن سے نکالنے والی اور دوسرے دیار میں جا کر پناہ لینے پر مجبور کر دینے والی قوم کے لئے کیوں بد عا نہیں کی؟

کیا ایسا نہیں کہ تم، عیسیٰؑ بن مریمؑ کے پیغمبر ہونے پر ایمان رکھتے ہو؟ اُس کی قوم نے اُسے پکڑ کر مار ڈالنا چاہا، اس کے باوجود اُس نے اُن کے لئے بد عا نہ کی اور جنابِ حق نے آسمانوں پر اُٹھا لیا۔ اُسے مکافات سے نوازا۔ تو کیا اُس کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ قوم کی ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بد عا کرتا؟ مگر اُس نے ایسا نہ کیا۔

(۲۷۴) سورۃ آل عمران، ۶۴ / ۳

ہرقلیوس نے حضرت دحیہؓ کو بلایا۔ ایک سے بڑھ کر ایک ہدیے دیئے۔ اس کے علاوہ اُس نے رسول اللہ ﷺ کے نام ایک مکتوب بھی لکھا۔ اپنا مکتوب اور تیار کردہ ہدیے رسول اللہ ﷺ کو دینے کے لئے حضرت دحیہؓ کے حوالے کر دیئے۔ ہرقلیوس مسلمان ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مقام اور موت کے ڈر سے ایمان نہ لایا۔ رسول اللہ ﷺ کے نام لکھے مکتوب میں اُس نے یوں تحریر کیا تھا: ''حضرت عیسیٰؑ کی جانب سے خوشخبری دیئے گئے، محمد رسول اللہ کو، حکمدار روم قیصر کی جانب سے! آپؐ کا ایلچی آپؐ کے مکتوب کے ساتھ میرے پاس آیا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ذاتاً ہم نے آپؐ کو انجیل میں لکھا پایا ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے ہمیں آپؐ کی خوشخبری دی ہے۔ میری دعوت کے باوجود رومی آپؐ پر ایمان لانے پر راضی نہیں ہوئے۔ اگر میری سُن لیتے تو یقیناً اسی میں اُن کے لئے خیر ہوتی۔ میں آپؐ کے پاس رہ کر آپؐ کی خدمت کرنا اور آپؐ کے پاؤں دھونے کی آرزو رکھتا ہوں۔''

حضرت دحیہؓ ہرقلیوس سے نکل کر حسمیٰ چلے آئے۔ راستے میں جذام کی وادیوں سے وادیٔ شنار میں، ہُنید بن عوص، اُس کے بیٹے اور ساتھیوں نے حضرت دحیہؓ کو لوٹ لیا۔ بوسیدہ کپڑوں کے سوا جو بھی تھا سب لے لیا۔ اس مقام پر مقیم بنوضبیب قبیلے کے حضرت زیدؓ بن رفاعہ اور قبیلے کے کچھ لوگ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ حضرت دحیہؓ ان کے پاس چلے گئے اور اُنہیں سب حالات بتا دیئے، اُنہوں نے فوراً ہُنید بن عوص اور اُس کے قبیلے پر حملہ کر دیا اور سب چیزیں واپس لے لیں۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ہنید بن عوص اور اُس کے ساتھیوں پر حملے کے لئے بھیجا۔ اُس دیار میں مقیم سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت دحیہؓ مدینہ آئے تو گھر جانے سے پہلے حبیب اکرم ﷺ کے درِ مبارک پر جا پہنچے۔ آپؐ نے دروازے پر دستک دی۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''کون ہے؟'' حضرت دحیہؓ نے جواب دیا، ''دحیۂ الکلبی۔'' آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اندر آ جاؤ۔'' حضرت دحیہؓ اندر داخل ہوئے اور جو بیتا تھا سب وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ہرقلیوس کا مکتوب پڑھ کر سنایا۔ آپؐ نے فرمایا، ''ابھی اُسے کچھ مدت اور (سلطنت پر) رہنا ہے۔ جب تک میرا مکتوب اُس کے پاس رہے گا، اُس کی سلطنت قائم رہے گی (۲۷۳)۔''

ہرقلیوس نے اپنے مکتوب میں رسول اللہ ﷺ کو اپنے ایمان لانے کے متعلق لکھا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جھوٹ بولتا ہے۔ اپنے دین سے نہیں پھرا۔'' ہرقلیوس نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو ریشمی اطلس میں لپیٹ کر سونے سے بنے صندوقچے میں حفاظت سے رکھا۔ ہرقلیوس کی نسل نے یہ مکتوب سنبھالے رکھا اور اسے سب سے مخفی رکھا۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جب تک یہ مکتوب اُن کے پاس رہے گا اُن کی سلطنت قائم رہے گی۔ حقیقتاً ایسا ہی ہوا۔

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مصر کے حکمدار کے پاس بھیجنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے میرے صحابہ! اجر کی توقع اللہ تعالیٰ سے کرتے ہوئے، تم میں سے کون ہے جو یہ مکتوب مصر کے حکمدار تک پہنچا دے؟'' حضرت حاطبؓ اپنی جگہ سے فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں لے جاؤں گا!'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اے حاطب! اللہ تعالیٰ تمہارے لئے یہ وظیفہ

(۲۷۳) بخاری، ''تفسیر''، ۴؛ احمد بن حنبل، المسند، ۳۴۱،۱۱۱؛ بیہقی، السنن، ۳۵۳،۱۱؛ ابن سعد، الطبقات، ۲۵۹،۱

کرتا ہوں تو مجھے ڈر ہے کہ رُومی مجھے مار ڈالیں گے۔ میں تمہیں اُن کے سب سے بڑے عالم ضغاطر کے پاس بھیجتا ہوں کہ سب اُس پر مجھ سے بڑھ کر اعتبار کرتے ہیں۔ سب عیسائی اُس کے تابع ہیں۔ اگر وہ ایمان لے آئے تو سارے رُومی ایمان لے آئیں گے۔ تب میں بھی، جو میرے دل میں ہے اور جو میرا اعتقاد ہے کھول کر بیان کر دوں گا۔''

اس کے بعد ہراقلیوس نے ایک مکتوب لکھ کر حضرت دحیہؓ کو دیا اور آپؓ کو ضغاطر کے پاس بھیج دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسقفِ روم ضغاطر کے نام بھی ایک مکتوب بھیجا تھا۔ ضغاطر نے مکتوب پڑھ کر، رسول اللہ ﷺ کے اوصاف سُن کر جان لیا کہ آپؐ ہی وہ پیغمبر آخر زمان ہیں جس کی خبر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ بلا کسی شک وشبہ فوراً ایمان لے آیا۔ پھر اپنے گھر چلا گیا، باہر نکلنا بند کر دیا اور تین ہفتے تک ہر اتوار کو دیئے جانے والے وعظ میں بھی شرکت نہ کی۔ عیسائی؛ ''ضغاطر کو کیا ہوا، جب سے ایک عرب سے ملا ہے اُس نے باہر نکلنا چھوڑ دیا ہے؟ اسے بلایا جائے!'' کہہ کر چلانے لگے۔

ضغاطر نے اپنے اوپر سے اُسقفِ اعظم کا لباس اتارا۔ سفید کپڑوں میں ملبوس، ہاتھ میں عصا پکڑے کلیسا میں آ گیا۔ شہر کے اہالیان کو جمع کرنے کے بعد وہ کھڑا ہوا: ''اے عیسائیو! جان لو کہ ہمیں احمدؐ کی جانب سے مکتوب آیا ہے۔ اُس نے ہمیں حق دین کی دعوت دی ہے۔ میں کھلے دل سے مانتا اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسولؐ ہے۔'' عیسائی یہ سُن کر ضغاطر جھپٹ پڑے اور اُسے مار مار کر شہید کر ڈالا۔ حضرت دحیہؓ نے آ کر ہراقلیوس کو حالات کی خبر دی۔

ہراقلیوس بولا، ''میں نے آپؓ کو پہلے ہی نہیں کہا تھا؟ ضغاطر، عیسائیوں کے لئے مجھ سے بڑھ کر محترم اور عزیز ہے۔ اگر وہ سُن لیں تو مجھے بھی قتل کر ڈالیں گے۔''

صحیح بخاری میں بیان کی گئی اور زُھری کی روایت میں یوں خبر دی گئی ہے: ہراقلیوس نے اپنے حمص کے محل میں رومیوں کے شرفاء کو بلایا اور دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ پھر بلند مقام پر کھڑا ہو کر؛ ''اے روم والو! کیا تم چاہتے ہو کہ سعادت اور حضور حاصل کرو اور تمہاری حاکمیت ابدی ہو جائے، اور حضرت عیسیٰؑ کی کہی بات پر عمل بھی کر لو؟'' کہا۔ رومیوں نے پوچھا، ''اے ہمارے حکمدار! یہ سب حاصل کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟'' ہراقلیوس نے کہا، ''اے روم والو! میں نے تمہیں نیک کام کے لئے جمع کیا ہے۔ مجھے حضرت محمدؐ کی جانب سے مکتوب موصول ہوا ہے۔ مجھے دینِ اسلام کی دعوت دی گئی ہے۔ مجھے قسم ہے کہ وہ وہی پیغمبرؐ ہیں جن کا ذکر اور اوصاف ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے اور جس کے ہم منتظر ہیں۔ آؤ، اُس کا تابع ہو جاؤ تا کہ ہم دنیا اور آخرت میں سلامتی پا سکیں۔'' اس پر سب برا بھلا کہتے ہوئے بُڑبُڑانا شروع ہو گئے اور باہر نکلنے کے لئے دروازوں کا رُخ کیا۔ لیکن دروازے بند تھے اس لئے باہر نہ نکل پائے۔ ہراقلیوس، رومیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ لوگ اسلام سے بھاگ رہے ہیں اس لئے اُسے اپنی جان کی فکر ہوئی اور بولا، ''اے روم والو! جو میں نے کہا، وہ یہ پرکھنے کے لئے تھا کہ تم اپنے دین پر کس قدر ثابت قدم ہو۔ اپنی آنکھوں سے تمہاری اپنے دین سے وابستگی دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ہے۔'' اس پر رومیوں نے ہراقلیوس کو سجدہ کیا اور دروازے کھلنے پر اُس کے محل سے چلے گئے(۲۷۲)۔

(۲۷۲) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۵۹.

۔ کیا تمہارا پیغمبر کبھی اپنی زبان سے پھرا یا عہد شکنی کی ؟
۔ کبھی نہیں ہوا ۔ البتہ اب ہم نے اُس کے ساتھ ایک مدت کے لئے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا ہے ۔ اس عرصہ میں وہ کیا کرے گا ہمیں پتا نہیں ۔
۔ وہ تمہیں کیا حکم دیتا ہے ؟
۔ ایک خدا کی عبادت کرنے ، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے ۔ اُن چیزوں (بتوں) کی عبادت کرنے سے روکتا ہے جنہیں ہمارے آباؤ اجداد پوجتے آئے ہیں ۔ نماز کا ، درست ہونے کا ، فقیروں کی مدد کرنے کا ، حرام سے بچنے کا ، عہد وفا کرنے کا ، امانت میں خیانت نہ کرنے کا اور اقربا سے ملنے جلنے کا حکم دیتا ہے ۔

یہ گفتگو کلیسا میں ہوئی تھی ، رسول اللہ ﷺ کا مکتوب مبارک پڑھا گیا تھا ۔ ہراقلیوس نے مکتوب کو چوما ، اُسے آنکھوں سے لگایا اور اپنے سر پر رکھا ، اسے دیکھ کر رومیوں کے بیچ سے آوازیں بلند ہونے لگیں ۔ قیصر نے ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کو باہر لے جانے کا حکم دیا ۔ ابوسفیان کہ ابھی مسلمان نہ ہوا تھا یہاں قسم کھا کر یقین سے کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دعوئی میں ضرور کامیاب ہوں گے ۔

حضرت دحیہؓ نے اپنے پُر جمال چہرے اور دلکش آواز کے ساتھ ، ہراقلیوس کے سامنے جا کر کہا ، '' اے قیصر ! مجھے تمہارے پاس بُصریٰ سے ایک شخص (حارث) نے بھیجا ہے کہ وہ تم سے بڑھ کر خیر والا ہے ۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اُس کے پاس بھیجنے والی ذات (رسول اللہ ﷺ) اُس سے اور تم سے بھی بڑھ کر خیر والی ہے ۔ تمہیں چاہئے کہ میری بات کو عاجزیٔ قلب کے ساتھ سُن کر ، تمہیں کی گئی نصیحتوں کو قبول کر لے ! کیونکہ عاجزیٔ قلب کے ساتھ سنو گے تو نصیحتوں کو سمجھ پاؤ گے ۔ اگر نصیحتوں کو قبول نہ کرو گے تو انصاف نہ کر پاؤ گے ! ''

ہراقلیوس نے کہا ، '' اپنی بات جاری رکھو ۔ '' حضرت دحیہؓ نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا ، '' ایسا ہے تو میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ پر ایمان کی کہ جس کے لئے عیسیٰؑ نماز پڑھتے تھے ۔ میں تمہیں اُس اُمّی پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں جس کی آمد کی خوشخبری پہلے موسیٰؑ نے پھر عیسیٰؑ نے دی تھی ۔ اگر اس بارے میں کچھ جانتے ہو اور دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہو تو انہیں اپنی نظروں کے سامنے لاؤ ۔ وگرنہ آخرت کی سعادت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی ، کفر اور شرک میں پڑے رہ جاؤ گے ۔ اسے اچھی طرح جان لو کہ ، تیرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ ظالموں کو ہلاک کرنے والا اور نعمتوں کو بدل دینے والا ہے ۔ ''

ہراقلیوس بولا ، '' جب میرے ہاتھ کوئی تحریر لگتی ہے تو اُسے پڑھے بغیر ، میرے پاس آئے کسی عالم کو وہ باتیں جو میں نہیں جانتا پوچھ کر سمجھے بغیر نہیں جانے دیتا ۔ میں اسی میں خیر اور بہتری جانتا ہوں ۔ تم مجھے سوچ سمجھ کر حقیقت پانے کی مہلت دو ۔ '' ہراقلیوس نے اس کے بعد حضرت دحیہؓ کو اپنے پاس اکیلے میں طلب کیا اور بات چیت کی ۔ پھر اپنے دل کی بات یوں کھول کر بیان کی : '' میں جانتا ہوں کہ جس ذات نے تمہیں بھیجا ہے وہی پیغمبرِ آخر زمان ہے جس کے ہم منتظر ہیں اور جس کا کتابوں میں ذکر ہو چکا ہے ۔ لیکن اگر میں اُس کی اتباع

قافلے سے ہو گیا جو تجارت کی غرض سے وہاں آیا تھا۔ ان میں قریش کا سردار ابوسفیان بھی موجود تھا جو ہنوز مسلمان نہ ہوا تھا۔

حضرت ابوسفیانؓ بیان کرتے ہیں: ہم غزہ میں تھے کہ ہراقلیوس کا والیٔ شام ہماری طرف یوں بڑھا گویا ہم پر حملہ کر دے گا۔ اُس نے پوچھا، ''کیا تم حجاز میں اُس ذات کی قوم سے تعلق رکھتے ہو؟'' ہم نے کہا، ''ہاں۔'' اُس نے کہا، ''اچھا، تو پھر تمہیں ہمارے ساتھ بادشاہ کے پاس چلنا ہوگا۔'' وہ، ابوسفیان اور اُس کے ساتھیوں کو شام لے گیا۔ اور انہیں ہراقلیوس کے پاس لے گیا۔ اُس وقت ہراقلیوس قدس کے ایک کلیسے میں موجود تھا۔ اپنے سر پر تاج سجائے وہ وزیر کے ساتھ براجمان تھا۔ ہراقلیوس نے ابوسفیان اور اُس کی معیت میں تمیں کے قریب مکہ والوں کو وہیں قبول کر لیا۔

ترجمان بلایا اور اُن سے دریافت کیا، ''تم میں، پیغمبری کا دعویٰ کرنے والی ذات کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا، ''نسب کے لحاظ سے میں اُس کا سب سے قریبی ہوں۔'' ہراقلیوس نے پوچھا، ''کس درجہ کی رشتہ داری ہے؟'' جواب میں ابوسفیان نے کہا، ''وہ میرا چچا زاد ہے۔'' ہراقلیوس نے ابوسفیان کو اُس کے قریب آنے اور دوسروں کو اُس سے پیچھے کھڑے رہنے کا حکم دیا۔ ابوسفیان نے شروع میں جھوٹ کہا لیکن حکمدار کی تہدید اور رعب سے خائف ہو کر جھوٹ نہ بول سکا۔ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان گفتگو یوں ہوئی، ہراقلیوس:

۔ پیغمبری کا دعویٰ کرنے والی ذات کا نسب کیسا ہے؟

۔ وہ، اپنے زمانے کے سب سے اعلیٰ نسب کا مالک ہے۔ نسب کے اعتبار سے ہم میں اعلیٰ ترین ہے۔

۔ کیا تم میں سے کسی شخص نے اس سے پہلے پیغمبری کا دعویٰ کیا؟

۔ نہیں کیا۔

۔ اُس کے آباؤ اجداد میں سے کوئی حکمدار گزرا؟

۔ نہیں۔

۔ اُس کے تابع ہونے والوں میں خلق کے شرفا ہیں یا کہ فقرا اور ضعیف ہیں؟

۔ اُس کے تابع ہونے والوں میں فقیر، ضعیف، نوجوان اور خواتین ہیں۔ قوم کے بزرگ اور اشراف میں سے اُس کے تابع ہونے والے کم ہی ہیں۔

۔ کیا اُس کے تابع ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے یا کمی واقع ہو رہی ہے؟

۔ اضافہ ہو رہا ہے۔

۔ کیا کبھی کوئی اُس کے دین میں داخل ہو کر پھر ناپسندیدگی یا ناراضگی سے واپس لوٹا ہے؟

۔ نہیں۔

۔ پیغمبری کا دعویٰ کرنے سے پہلے کیا تم نے اُسے کبھی جھوٹ بولتے سنا؟

۔ نہیں۔

اس پر ہراقلیوس نے کہا، ''اللہ کی قسم، یا تو تم بے عقل ہو یا پھر پاگل ہو۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم ایسے ہو، کیا تم چاہتے ہو کہ اس مکتوب کے متن کو دیکھے بغیر پھاڑ کر پھینک ڈالوں؟ مجھے اپنی زندگی کی قسم، اگر وہ اللہ کا رسول ہے تو مکتوب میں مجھ سے پہلے اپنا نام لکھنے میں اور مجھے رومیوں کا سردار کہہ کر بلانے میں وہ حق بجا ہے۔ میں صرف اُن کا مالک ہوں، حکمدار نہیں۔'' پھر یانا ق کو وہاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔

پھر اُس نے اُسقف کو بلایا جو عیسائیوں کا سب سے بڑا عالم اور رئیس ہونے کے ساتھ ساتھ اُس کا مشیر بھی تھا۔ پھر مکتوب پڑھوایا۔ مکتوب کے تسلسل میں یوں فرمایا گیا تھا: ''اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہونے والوں، صراطِ مستقیم پر چلنے والوں پر سلامتی ہو!'' اس کے بعد؛ (اے رومیوں کے سردار!) تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام کو قبول کر کہ تُو سلامتی پا سکے۔ مسلمان ہو جا کہ اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے۔ اگر منہ موڑلو گے تو ساری عیسائی دنیا کا وبال تیرے سر ہوگا!'' کہہ کہ: ''اے اہلِ کتاب (یہودیو اور عیسائیو) آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے ہاں اور تمہارے ہاں، یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شرک کریں اس کے ساتھ ذرا بھی اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو رب، اللہ کے سوا۔ پھر اگر منہ موڑیں وہ (اس دعوت سے) تو (اے مسلمانو!) کہہ دو: گواہ رہو کہ ہم تو (صرف اللہ ہی کے) عبادت گزار اور اطاعت شعار ہیں (۲۷۱)۔''

رسولِ اکرم ﷺ کا مکتوب پڑھا جا رہا تھا اور ہراقلیوس کی پیشانی سے پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ مکتوب ختم ہوتے ہی وہ بولا، ''سلیمانؑ کے بعد میں نے ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' کہہ کر لکھا جانے والا کوئی مکتوب پہلی بار دیکھا ہے۔ ہراقلیوس نے اس مسئلے میں اُسقف کی رائے پوچھی تو اُس نے کہا، ''واللہ، وہ وہی پیغمبر ہے جس کے آنے کی خوشخبری ہمیں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے دی تھی۔ ہم تو اُسی کے آنے کے منتظر تھے۔''

ہراقلیوس نے پھر پوچھا، ''تمہارے رائے میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟'' اُسقف نے جواب دیا، ''میرے خیال میں اُس کا تابع ہو جانا ہی بہتر ہے'' ہراقلیوس بولا، ''جو تم نے کہا ہے میں خوب سمجھتا ہوں۔ لیکن اُس کا تابع ہو کر مسلمان ہو جانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ کیونکہ یوں میری حکمرانی چلی جائے گی اور سب مجھے مار ڈالیں گے۔'' اس کے بعد اُس نے حضرت دحیہؓ اور عدی بن حاتم کو بلایا۔ عدی نے کہا، ''اے حکمدار! یہ ذات جو میرے ساتھ ہے، اس کا تعلق مویشیوں اور اونٹوں کے مالک عربوں سے ہے اور یہ اپنے دیار سے وقوع پذیر ہونے والے حیران کن حادثات کی خبر لایا ہے۔'' ہراقلیوس نے پوچھا، ''تمہاری مملکت میں پیش آنے والے واقعات کیا ہیں؟'' حضرت دحیہؓ نے فرمایا، ''ہمارے درمیان ایک ذاتؐ کا ظہور ہوا ہے۔ اُسؐ نے ہمیں اپنے پیغمبر ہونے کی خبر دی۔ خلق میں سے ایک قسم اُس کی تابع ہوئی اور ایک قسم اُس کی مخالفت کرتی ہے۔ ہم ایمان لانے والوں اور نہ لانے والوں میں جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔''

اس کے بعد ہراقلیوس نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق تفتیش کرنا شروع کر دی۔ شام کے والی کو حکم دیا کہ اس پیغمبرؐ کی نسل سے کسی شخص کو ڈھونڈے۔ اس دوران روم میں مقیم اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو عبرانی پر عبور رکھنے والا عالم تھا اور اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ رُوم کے عالم کی جانب سے آنے والے جواب میں لکھا تھا کہ موضوعِ بحث ذاتؐ ضرور پیغمبرِ آخر زمان ہیں۔ شام کے والی کا سامنا قریش کے ایک

(۲۷۱) سورۃ آل عمران، ۶۴ / ۳

یہ مکتوب بُصریٰ میں غسان کے والی حارث کے حوالے کرنا تھا اور پھر اُس نے یہ مکتوب روم کے بادشاہ ہراقلیوس کو بھیجنا تھا۔

حضرت دحیہؓ کلبی نہایت حرمت کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کے دعوت کا مکتوب لئے سرعت کے ساتھ بُصریٰ پہنچے۔ حارث سے مل کر حالات بیان کئے۔ حارث نے عدی بن حاتم کو جو ابھی مشرف با اسلام نہ ہوئے تھے، حضرت دحیہؓ کے ساتھ ہراقلیوس کی جانب بھیجا جو اُس وقت قُدس میں تھا۔ دونوں ایک ساتھ قدس پہنچے اور بادشاہ سے ملنے کے لئے مختلف لوگوں سے ملے۔ بادشاہ کے آدمیوں نے اُن سے کہا، ''جب تم قیصر کے حضور میں جانے کے لئے چلو تو تمہارے سر جھکے ہونے چاہیئے، اُس کے قریب پہنچ کر زمین بوس ہو کر اُسے سجدہ کرنا۔ وہ جب تک سجدے سے اُٹھنے کا حکم نہ دے سجدے سے سر مت اُٹھانا۔''

یہ الفاظ حضرت دحیہؓ پر بھاری گزرے اور آپؓ نے اُن سے فرمایا، ''ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور پھر انسان کا انسان کو سجدہ کرنا اُس کی تخلیق کے خلاف ہے۔'' یہ سُن کر قیصر کے آدمی کہنے لگے، ''اگر ایسا ہے تو قیصر تمہارے لائے مکتوب کو کبھی قبول نہ کرے گا اور تمہیں بھی اپنے دربار سے نکال باہر کرے گا۔'' حضرت دحیہؓ نے کہا، ''ہمارے پیغمبر محمد ﷺ، سجدہ تو کجا، اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ کوئی اُن کے سامنے سر ہی جھکا دے۔ اُن سے ملنے والا خواہ کوئی غلام ہی کیوں نہ ہو، اُس کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں۔ اپنے حضور بلا کر اُس کا درد سنتے ہیں، اُس کی تکلیف دور کرتے اور اُس کا دل جیت لیتے ہیں۔ اس لئے اُن کی اتباع کرنے والا ہر شخص حُر ہے، صاحب شرف ہے۔''

آپؓ کی باتیں سُن کر اُن میں سے ایک شخص نے رائے دی: ''اگر تم قیصر کو سجدہ نہیں کر سکتے تو پھر تمہیں ایک اور راستہ بتاتا ہوں جس سے تم اپنا وظیفہ سرانجام دے سکو گے۔ قیصر کے محل کے باہر ایک جگہ ہے جہاں وہ آ کر آرام کرتا ہے۔ وہ روزانہ بعد دوپہر اس صحن میں نکلتا ہے اور وہاں پر چہل قدمی کرتا ہے۔ وہاں پر ایک منبر ہے۔ اس پر چھوڑی گئی اگر کوئی تحریر ہو تو پہلے اُسے پڑھتا ہے، بعد میں استراحت کرتا ہے۔ تم ابھی جاؤ، مکتوب کو اس منبر پر رکھ دو اور باہر کھڑے ہو کر انتظار کرنا۔ مکتوب دیکھ کر وہ تمہیں بلائے گا۔ تب تمہارے ذمہ جو وظیفہ لگایا گیا ہے اُسے پورا کر لینا۔''

اس پر حضرت دحیہؓ نے مکتوب اُس منبر پر چھوڑ دیا۔ ہراقلیوس نے مکتوب لے لیا اور عربی جاننے والا ایک ترجمان طلب کیا۔ ترجمان نے رسول اللہ ﷺ کے مکتوب کو پڑھنا شروع کیا۔ مکتوب پر سب سے اوپر؛ ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ! اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے رومیوں کے سردار ہرقلیوس کو'' لکھا تھا۔ مکتوب کا اس طرح سے شروع ہونا ہراقلیوس کے بھتیجے یا ناق کو ناگوار گزرا اور اُس نے ترجمان کے سینے پر بڑے زور کا مکہ رسید کر دیا۔ مکّے کی تاب نہ لاتے ہوئے ترجمان زمین پر جا گرا اور مبارک مکتوب اُس کے ہاتھ سے گر گیا۔ ہراقلیوس نے یاناق سے پوچھا، ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' وہ بولا، ''تم نے مکتوب نہیں دیکھا؟ مکتوب کو ایک تو تمہارے نام سے پہلے اپنا لکھ کر شروع کیا گیا ہے پھر تمہیں حکمدار لکھنے کی بجائے ''رومیوں کا سردار ہرقل'' کہہ کر مخاطب کیا ہے، کیوں تمہیں رومیوں کا حکمدار نہیں لکھا اور کیوں تمہارے نام سے شروع نہیں کیا گیا؟ اُس کا مکتوب آج نہیں پڑھا جا سکتا۔''

آنکھوں پر لگایا، پھر اسے کھول کر پڑھایا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ کی جانب سے حبشہ کے مَلِک نجاشی اصحمہ کے نام!۔۔۔

سلام اُس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی!۔۔۔اے حکمدار! میں، تمہاری سلامتی کے لئے اور اُن نعمتوں کے لئے جو تمہیں بخشی گئی ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں۔ اُس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ وہ مَلِک القدوس السّلام ہے (ساری کائنات کا تصرف اُس کی ملکیت میں ہے اور کسی بھی قسم کے عیوب وقصورات سے بَری ہے اور وہ اپنے بندوں کو خطرات سے نکال کر سلامتی دیتا ہے)۔ وہ مؤمن ومھیمن ہے (وہ امن دینے والا اور نگہبان ہے)۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنی پاک اور صاحبِ عِفت، ہرطرح کی دنیاوی حیات سے دُور رہنے والی بندی حضرت مریمؑ کو القاء کی گئی۔ اس طرح آپؑ کے بطن میں حضرت عیسیٰ کا حمل ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو جیسے تخلیق فرمایا ویسے ہی حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی بھی تخلیق کی گئی۔

اے حکمدار! میں تمہیں دعوت دیتا ہوں ایمان لانے کی، اُس اللہ تعالیٰ پر جس کی کوئی مثال نہیں، اُس کی عبادت کرنے اور میرے تابع ہونے کی اور یہ ایمان لانے کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ کیونکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ سب تبلیغ کرنے کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور مامور فرمایا ہے۔

اب میں نے تم کو وہ سب تبلیغ اور نصیحت کردی ہے جو دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ پس تم میری نصیحت قبول کرلو! ہدایت پانے والے، صراط مستقیم پر چلنے والوں پر سلامتی ہو۔''

رسول اکرم ﷺ کے مکتوب کو نہایت ادب اور تواضع کے ساتھ سننے کے حکمدار اصحمہ نے فوراً: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ '' پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ پھر کہنے لگا،'' مجھے قسم ہے کہ آپؐ وہی پیغمبر ہیں جس کا اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں کو انتظار ہے اور جس کے آنے کی خوشخبری انہیں دی جا چکی ہے۔

اگر آپؐ کے پاس جانے کا امکان ہوتا تو ضرور جاتا اور آپؐ کی خدمت کرنے سے شرفیاب ہوتا!'' پھر یہ مکتوب نہایت حرمت کے ساتھ ایک خوبصورت صندوق میں رکھ کر یوں گویا ہوا، ''یہ مکتوب جب تک یہاں رہے گا، حبشہ سے خیر و برکت کبھی نہ جائے گی(۲۷۰)۔''

رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو دو مکتوب بھیجے تھے۔ نجاشی نے دوسرے مکتوب میں بیان کردہ احکام کی تکمیل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی زوجہ اُمّ المومنین اُمّ حبیبہؓ اور وہاں موجود دیگر اصحاب کرام] کو کشتیوں پر سوار کروایا، تحائف کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کے نام ایک مکتوب لکھا جس میں ایمان لانے کے متعلق بیان کیا۔

حضرت دحیہ کلبیؓ، روم کے بادشاہ کو دعوت اسلام دینے کے وظیفے پر مقرر کئے گئے تھے۔ آپؓ نے

(۲۷۰) احمد بن حنبل، المسند، ۱۹۸،۱۷؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۲۲۳،۱؛ بیہقی، السنن، ۹،۱۱، ۷؛ ابن سعد، الطبقات، ۲۰۸،۱ـ۲۰۷؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۸۰،XX

دعوت کے مکتوبات

حکمداروں کو بھیجے گئے مکتوبات

نبیٔ محترم ﷺ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد، یہ خواہش رکھتے تھے کہ اسلام کو پوری دنیا میں پھیلایا جائے، انسانوں کو عذابِ جہنم سے نجات دلا کر حقیقی سعادت کی جانب لے جایا جائے۔ کیونکہ آپ کو کُل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے قرب و جوار کے حکمداروں کی جانب ایلچی بھیجنے اور اُنہیں اسلام کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔ حضرت دحیہ کلبی کو رُوم؛ حضرت عمروؓ بن اُمیہ کو حبشہ؛ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مصر کے حکمداروں کی جانب سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔ اسی طرح اس وظیفے کو پورا کرنے کے لئے حضرت سلیطؓ بن عمرو کو یمامہ؛ حضرت شجاعؓ بن وہب کو غسان؛ حضرت عبداللہؓ بن حذیفہ کو ایران کے حکمرانوں کے جانب بھیجا (۲۶۸)۔

ایلچی بنا کر بھیجے گئے یہ اصحابِ کرامؓ برگزیدہ اشخاص تھے۔ نہایت خوش شکل اور آدابِ گفتگو کے حامل تھے۔ ہر حکمدار کے لئے علیحدہ علیحدہ مکتوب لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہر خط کے نیچے، اپنی چاندی کی انگوٹھی میں جڑے نگ پر کندہ تحریر؛ ''اللہ تعالیٰ کے رسول محمد ﷺ'' کی مہر لگا دی۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزے سے؛ حکمداروں کی جانب بھیجے جانے والے ایلچی اصحابِ کرامؓ صبح نیند سے اُٹھے تو اُس حکمدار کی زبان سیکھے ہوئے تھے جس کی جانب اُنہیں بھیجا جا رہا تھا (۲۶۹)۔

حبشہ جانے والے حضرت عمروؓ بن اُمیہ کے ذمے یہ بھی تھا کہ وہ اولاً نجاشی اصحمہ سے اُن اصحابِ کرامؓ کو مدینہ بھیجنے کی درخواست کریں جو پہلے سے وہاں ہجرت کر کے آ چکے تھے۔

حضرت عمروؓ بن اُمیہ، جلد ہی حبشہ پہنچ کر ملِک نجاشی اصحمہ کے حضور جا پہنچے۔ نجاشی اپنے تخت سے اُٹھ کر نیچے اُتر آیا؛ بڑی حرمت کے ساتھ مکتوب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُسے بوسہ دیا، اپنے چہرے اور

---

(۲۶۸) بخاری، ''تفسیر''، ۴؛ ''مغازی''، ۸۲، ۸۴، ۷۷؛ ''علم''، ۷؛ مسلم، ''جہاد''، ۱۰۹؛ احمد بن حنبل، المسند، I، ۲۶۲؛ III، ۳۳۱؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۰۷؛ بیہقی، السنن، II، ۳۵۳، ۳۴۳؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۵۹؛ طبرانی، المعجم الکبیر، IV، ۳۰۱؛ VII، ۴؛ خزاعی، التخریج، ص ۱۸۳-۱۸۴؛ قطانی، التراتیب الاداریہ، I، ۳۴۶-۳۴۵

(۲۶۹) ابن سعد، الطبقات، II، ۱۵

رسول اللہ ﷺ نے مرحمت فرمائی اور اُن کی خواہش پوری کر دی۔ اس طرح قریش والوں کے لئے شام کے تجاری راستے کھل گئے۔ مسلمان اپنے صبر کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔

قدم تیرے ہیں رحمتِ ذوق وصفا، یا رسول اللہ
ظہور تیرا ہے دردِ عشاق کی دوا، یا رسول اللہ

نبی تھے آپؐ تب بھی، جب آدمؑ تھے بیچ ماٗ وطین
امامِ انبیاءٗ ہونا ہے آپؐ ہی کو روا، یا رسول اللہ

زمرۂ کاملین کا تکمل ہوا آپؐ ہی کے نور سے
وجود آپؐ کا ہے کامل مظہرِ خدا، یا رسول اللہ

رسائی پاک ذات وانواع لذات ہوئی تجھ سے
کام تیرا ہے اربابِ حاجات کو عطا، یا رسول اللہ

کر شفاعت خدا آئی کی، خواہ ظاہر خواہ باطن
ہے در تیرے سے منسوب یہ گدا، یا رسول اللہ

عزیز محمود خدائی

اُنہوں نے مسلمانوں کی ایک حکومت قبول کر لی تھی۔ اس کے علاوہ جب بھی مکہ سے شام یا مصر تجارت کی غرض سے کسی مشرک کا گزر مدینہ سے ہوتا ہوتا تو اُن کے جان و مال کو امان حاصل ہوتا۔ اس سے مشرکین کو مسلمانوں کی طرزِ حیات قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، اسلام کی عدالت، اصحاب کرامؓ کے مابین حسنِ اخلاق کو دیکھ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اسلامیت کو پسندیدگی سے دیکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر مسلمان ہو کر اصحاب کرامؓ کی صفوں میں جگہ لے لی (۲۶۶)۔

دس سالہ اس معاہدہ کی رو سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ، اسلام کا قوت پکڑنا اور اسلامیت کا ہر طرف پھیل جانا اب ناگزیر تھا۔

لیکن: ''اگر قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیا جائے گا'' والی شرط کی وجہ سے رسول اللہﷺ بہت متاثر تھے اور فرماتے تھے: **''اللہ تعالیٰ اُن کے لئے ضرور فراخی پیدا کرے گا اور نجات کا کوئی راستہ احسان فرمائے گا۔''**

اب مشرکین کے ساتھ کرنے والا کوئی کام نہ بچا تھا۔ رسول اللہﷺ نے اصحاب کرامؓ کو ارشاد فرمایا: **''اُٹھو! اپنے اپنے حیوانوں کو قربان کرو۔ اپنے بال کٹوا کر احرام اُتار دو۔''** رسول اللہﷺ نے سب سے پہلے قربانی کی پھر اپنے حجام حضرت حراشؓ بن اُمیہ سے بال تراش کروائے۔ اصحاب کرامؓ اُن مبارک بالوں کو زمین پر گرنے سے پہلے ہی ہوا میں جھپٹ لیا اور برکت کیلئے اُنہیں چھپا کر رکھ لیا۔ اصحاب کرامؓ نے بھی اپنی اپنی قربانیاں کیں، بعض نے بال کٹوا لئے بعض نے حلق کروا لیا۔

حدیبیہ میں بیس دن تک قیام رہا۔ رسول اللہﷺ اور اصحاب کرامؓ مدینہ واپس جانے کے لئے چل پڑے۔ راستے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرما کر اپنی نعمت اور مدد کی تکمیل کی خوشخبری دی۔

جن دنوں سلطانِ کائناتﷺ مظفر ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے، قریش کے قبیلہ ثقیف سے حضرت ابوبصیرؓ مشرف با اسلام ہو گئے۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ مشرکین کے ساتھ رہنا ناممکن ہے حضرت ابوبصیرؓ پیدل چلتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ حدیبیہ کی شرائط کے مطابق مدینہ سے نکل کر بحرِ احمر کے ساحل پر واقع عیص کے مقام پر رہنے لگے (۲۶۷)۔

یہ مقام مشرکین قریش کے اُس تجارتی راستے پر واقع تھا جو شام کی جانب جاتا تھا۔ اس کے بعد قریش کے وہ لوگ جو مسلمان ہوئے مکہ چھوڑ کر مدینہ کی بجائے حضرت ابوبصیرؓ کے پاس عیص پہنچ گئے۔ ان میں سے سب سے پہلے شخص حضرت ابو جندلؓ تھے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری رہا۔ پچاس، پھر سو، پھر دوسو، پھر تعداد تین سو تک جا پہنچی۔ قریش کے کاروانوں کو شام جاتے ہوئے مجبوراً یہاں سے گزرنا پڑتا تھا۔ حضرت ابوبصیرؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے گزرنے والے مشرکین کو پکڑ لیتے اور چاہتے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ جو مسلمان نہ ہوتے اُن کے ساتھ مقابلہ کرتے اور اُنہیں پریشان حال کر دیتے۔

مکہ کے مشرکین نے جب دیکھا کہ اب شام کے تجارتی راستے اب کٹ کر رہ گئے ہیں تو ایک وفد مدینہ کی جانب روانہ کیا۔ حدیبیہ کے صلح نامہ کی: ''اگر قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیا جائے گا'' والی شرط ختم کرنے کے لئے منتیں سماجتیں کرنے لگے۔

(۲۶۶) بخاری، ''شروط''، ۱۵؛ احمد بن حنبل، المسند، ۳۲۳،۱۷؛ طبری، تاریخ، ۲۸۳،۱۱
(۲۶۷) ابن ہشام، السیرۃ، ۳۲۴،۱۱؛ واقدی، المغازی، ۶۲۵،۱۱؛ سہیلی، روض الانف، ۵۷،۱۷

سہیل بن عمرو کے بیٹے تھے۔ سہیل نے اپنے بیٹے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''کچھ دیر پہلے جو معاہدہ ہم میں طے پایا ہے اُس کی رُو سے آپؐ کا پہلا قدم یہ ہونا چاہیئے کہ اسے میرے حوالے کر دیں!''

رسول اللہ ﷺ اور دیگر اصحاب کرامؓ اس کی حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ سب رسول اللہ ﷺ کے جواب کے منتظر تھے۔ ایک طرف صلح نامہ تھا اور دوسری جانب ایک ظلم رسیدہ صحابیؓ۔۔۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے سہیل سے کہا، ''ہم نے ابھی اس معاہدے پر دستخط نہیں کئے!'' سہیل عناد میں آ کر کہنے لگا، ''یا محمدؐ! ہم نے معاہدے کی شرطیں، میرے بیٹے کے یہاں آنے سے پہلے لکھ ڈالیں تھیں۔ اگر تم میرے بیٹے کو واپس نہیں کرتے تو میں بھی کبھی صلح نامے پر دستخط نہ کروں گا!''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اسے میری خاطر اس معاہدے سے بری رکھو۔'' لیکن مشرکین نے اسے قبول نہیں کیا۔ سہیل بن عمرو اپنے بیٹے کو گھسیٹتے ہوئے لے جا رہا تھا اور حضرت ابو جندلؓ: ''یا رسول اللہ ﷺ! اے میرے مسلمان بھائیو!۔۔۔ مسلمان ہونے کا شرف حاصل کرنے اور آپؐ کے سامنے التجا کرنے کے باوجود کیا آپؐ مجھے مشرکین کے ہاتھ تسلیم کر رہے ہیں۔ کیا آپؐ اسے روا سمجھتے ہیں کہ مجھ پر روزانہ ناقابلِ برداشت ظلم کئے جائیں؟ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ مجھے اس لئے واپس بھیج رہے ہیں کہ وہ مجھے میرے دین سے لوٹا دیں؟۔۔۔'' کہہ کہہ کر التجا کر رہے تھے۔

اس کلیجہ چیر دینے والی التجاؤں کو برداشت کرنا بہت مشکل تھا۔ اصحاب کرامؓ کے دل خون رو رہے تھے، سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ دریائے رحمت ﷺ کی مبارک آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔ آپؐ نے سہیل کے پاس جا کر درخواست کی، ''دیکھو ایسا مت کر! اُسے مجھے بخش دو!'' لیکن سہیل نے رد کرتے ہوئے کہا، ''ناممکن، میں اُسے کبھی نہ دونگا!۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے ابو جندلؓ! تھوڑا صبر اور! برداشت کرو جو تم پر گزر رہا ہے! اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے مانگ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے جیسے کمزور اور بے کس مسلمانوں کے لئے ضرور فراخی پیدا کرے گا اور نجات کا کوئی راستہ احسان فرمائے گا۔'' پھر آپؐ نے اُنہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا، ''ہمیں زیبا نہیں دیتا کہ اُس بات سے پھر جائیں جس کا ہم نے وعدہ کر لیا ہو۔''

یہ دردناک واقعہ دیکھ کر وفد میں آئے مشرکین تک برداشت نہ کر سکے اور کہنے لگے، ''اے محمدؐ! ہم تیری خاطر ابو جندلؓ کو اپنی حمایت میں لیتے ہیں۔ ہم سہیل کو موقع نہ دیں گے کہ اُس پر کوئی سختی کر سکے!'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ کچھ سکون میں آئے۔ (سہیل بن عمرو، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو کر اصحاب کرامؓ کی جماعت میں داخل ہو گیا۔)

صلح نامہ کے دو نسخے لکھے گئے، دونوں اطراف نے دستخط کئے۔ مشرکین اپنی قرارگاہ کی جانب لوٹ گئے (۲۶۵)۔

بظاہر مسلمانوں کے خلاف نظر آتی ان شرائط پر قریش کا وفد بہت خوش تھا۔ جبکہ اس کے برعکس یہ صلح نامہ مسلمانوں کے لئے بہت بڑی ظفر تھی اور یہ شرائط مسلمانوں کے حق میں ثابت ہوئیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ

---

(۲۶۵) ابن ہشام، السیرۃ، III، ۳۲۱؛ واقدی، المغازی، II، ۶۰۸؛ ابن سعد، الطبقات، VII، ۴۰۵؛ سہیلی، روض الانف، IV، ۵۶

جان آپؐ پر قربان، آپؐ کی اس مبارک صفت کو میرا ہاتھ تو نہ مٹا سکے گا! ۔ ۔ ۔'' کہہ کر معذرت کی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے وہ جگہ دکھانے کا کہا ۔ دکھانے پر اُن کے ہاتھ سے لے اپنی مبارک انگلی سے مٹا کر محمدؐ بن عبداللہ لکھوا دیا ۔

اس کے بعد معاہدے کی شرطیں لکھی جانے لگیں ۔

۱ ۔ یہ معاہدہ دس سال تک جاری رہے گا، اس دوران دونوں طرفین ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے ۔

۲ ۔ مسلمان اس سال کعبہ کی زیارت نہیں کریں گے ۔ البتہ ایک سال بعد زیارت کر سکتے ہیں ۔

۳ ۔ کعبہ کی زیارت کو آئے مسلمان تین دن قیام کر سکتے ہیں اور اپنے ساتھ سفری ہتھیار کے علاوہ کوئی ہتھیار نہیں رکھیں گے ۔

۴ ۔ مسلمان کعبہ کا طواف کرتے ہوئے مکہ کے مشرکین کعبہ سے باہر نکل کر انہیں آزادی سے طواف کرنے دیں گے ۔

۵ ۔ اگر قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیا جائے گا، مسلمانوں سے اگر قریش کی جانب مکہ چلا جائے تو اُسے واپس نہیں کیا جائے گا ۔ حضرت عمرؓ نے اس شق کے متعلق اعتراضاً سوال کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ یہ شرط بھی قبول فرما لیں گے؟'' رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر جواب دیا: ''ہاں، ہمارے بیچ سے نکل اُن کی جانب جانے والے کو اللہ ہم سے دُور کر دے!''

۶ ۔ اصحاب کرام I میں سے کوئی اگر حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ آئے گا تو اُس کی جان اور مال کو امان حاصل ہوگی ۔

۷ ۔ مشرکین میں سے اگر کوئی شام، مصر یا کسی اور دیار کو جاتے ہوئے مدینہ میں ٹھہرے گا تو اُس کی جان اور مال کو امان حاصل ہوگی ۔

۸ ۔ دیگر عرب قبائل جسے چاہیں، اُس طرف کی حمایت میں جا سکتے ہیں، اُنہیں آزادی ہوگی چاہیں تو مشرکین کے ساتھ مل جائیں، چاہیں تو مسلمانوں کے ساتھ (۲۶۴) ۔

اب باری تھی معاہدے پر دستخط کرنے کی ۔ اسی دوران ایک شخص زنجیر پا حالت میں خود کو گھسیٹتے گھسیٹتے لشکرِ اسلام کی جانب بڑھتا دکھائی دیا ۔ وہ قریب آیا، اور قریب آیا: ''مجھے نجات دلائیں! ۔ ۔ ۔'' کہہ کر چلا رہا تھا ۔ یہ آواز سنتے ہی قریش کے وفد کا سردار فوراً اپنی جگہ سے پھدک کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ اور اپنے ہاتھ میں پکڑی کانٹے دار ڈالی سے اُس کے سر اور چہرے پر مارنے لگا ۔ اپنی طاقت کو اکٹھا کرتے ہوئے وہ، رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں بیٹھ گیا اور: ''مجھے نجات دلائیں یا رسول اللہ ﷺ!'' کہہ کر فریاد کرنے لگا ۔ اپنے باپ کی طرف سے زنجیروں میں جکڑا گیا یہ شخص مکہ میں مشرف با اسلام ہوا تھا ۔ اُس پر روزانہ شکنجہ آزمائی کی جاتی، اُسے بتوں کی پرستش کے لئے زور لگایا جاتا ۔ مشرکین کے حدیبیہ چلے جانے کو موقع جان کر اُس نے اپنی زنجیریں توڑ ڈالیں اور لوگوں کی نظروں سے بچتے بچاتے مکہ سے نکل کر خود کو مسلمانوں کے درمیان لا پھینکا ۔ حدیبیہ پہنچنے والی یہ مبارک ذات حضرت ابو جندلؓ تھے جو مشرکین کے سردار

---

(۲۶۴) بخاری، ''مغازی'' ۳۵: ابوداؤد، ''جہاد'' ۱۶۸: احمد بن حنبل، المسند، ۳۲۳،IV: ابن ہشام، السیرۃ، ۳۰۷،II: واقدی، المغازی، ۶۰۸،II: ابن سعد، الطبقات، ۹۸،II ۔ ۹۷

مجھے نجات دلائیں یا رسول اللہ ﷺ!

جب لشکرِ کفار نے دیکھا کہ لشکرِ اسلام دن رات جنگ کے لئے حاضر انتظار کر رہا ہے اور ہر آن حملہ کر سکتا ہے تو اُن کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اب معاہدے کے علاوہ کوئی اور راہِ نجات نہیں تو فوراً ایک وفد کو قاصد چنا۔ سہیل بن عمرو کو ان کا سردار بنایا اور اُنہیں کہا گیا، ''ہم معاہدے پر راضی ہیں بشرطیکہ اس سال وہ مکہ میں داخل نہ ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قاصدوں کو اپنے حضور قبول فرمایا۔ قاصدوں کی پہلی طلب قیدیوں کی رہائی کے متعلق تھی۔ سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا، **''میں اِن آدمیوں کو تب تک نہ آزاد کروں گا جب تک مکہ میں قیدی بنائے گئے میرے اصحاب کرامؓ کو نہیں چھوڑا جاتا۔''** سہیل نے جواباً: ''سچ ہے، آپؐ نے عدالت اور انصاف کی بات کی ہے'' کہہ کر مکہ میں نظر بند کئے گئے حضرت عثمانؓ اور پہلے سے قیدی بنائے گئے تقریباً دس اصحابِ کرامؓ کو آزاد کروا دیا۔ اس کے بعد، حملے کے لئے آ کر قید ہو جانے والے مشرکین کو چھوڑ دیا گیا۔

طویل گفتگو کے بعد معاہدہ کر لیا گیا۔ اب باری تھی معاہدے کو تحریر کرنے کی۔ حضرت علیؓ کو کاتب چنا گیا۔ صلح نامہ لکھنے کے لئے کاغذ دوات تیار کی گئی۔ رحمتِ عالم بنا کر بھیجے گئے حبیب اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا، **''لکھو۔''** پھر یوں لکھوانا شروع کیا: ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' اس پر سہیل نے فوراً اعتراض کیا، ''مجھے قسم ہے کہ میں رحمان کا مطلب نہیں جانتا''۔ اور کہنے لگا، ''یوں مت لکھو؛ لکھو کہ بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ! ورنہ میں امن کے لئے راضی نہ ہونگا!'' رسول اللہ ﷺ امن کے قائم ہونے میں بڑی حکمت دیکھ رہے تھے۔ اس لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا، **''بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ بھی اچھا ہے''** اور حضرت علیؓ کو یوں ہی لکھنے کا حکم دیا۔ یہ لکھے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے: **''یہ معاہدہ، محمد رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے مابین طے پائی جانے والی رضامندی اور صلح کی شرائط پر مبنی ہے جنہیں پورا کرنے کے لئے طرفین نے دستخط کئے ہیں''** کہہ کر لکھوانا شروع کیا لیکن سہیل نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور مڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کہا، ''قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تمہیں اللہ کا رسول مانتے تو نہ تمہارے مقابل آتے اور نہ ہی تمہیں کعبہ کی زیارت کرنے سے روکتے۔ اس لئے رسول اللہ کی جگہ محمدؐ بن عبداللہ لکھو!''

رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی قبول فرماتے ہوئے: **''واللہ تم چاہے مجھے جھٹلا دو، لیکن بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میرے اور میرے والد کے نام لکھوانے سے میری پیغمبری میں کوئی حرج نہیں آتا۔ یا علیؓ! اُسے مٹا دو اور محمدؐ بن عبداللہ لکھ دو''** فرمایا۔

رسول اللہ کے الفاظ مٹانے پر، اصحابِ کرامؓ میں سے کسی کا دل رضامند نہ تھا۔ ایک دم ہر شے بھول کر: ''یا علیؓ! محمدؐ رسول اللہ لکھو، ورنہ اِن مشرکین اور ہمارے درمیان فیصلہ تلوار کرے گی! ۔ ۔ ۔'' کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ کرامؓ کی یہ ہمت دیکھ کر بہت خوش ہوئے، لیکن اپنے مبارک ہاتھ سے اُنہیں چپ رہنے کا اشارہ فرمایا۔ حضرت علیؓ کو مٹانے کا حکم دینے پر اُنہوں نے: ''یا رسول اللہ! میری

زیارت اور طواف کی نیت سے آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ میں لائے گئے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد لوٹ جائیں گے، اور اُنہیں اسلام کی دعوت دینا!'' اس کے علاوہ مکہ میں موجود مسلمانوں کو اس بات کی خوشخبری دینے کی تنبیہ کی کہ جلد ہی مسلمان مکہ فتح کر لیں گے (۲۶۲)۔

حضرت عثمانؓ، مشرکین کے پاس گئے اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو بعینہٖ بیان کر دیا۔ اُنہوں نے حضرت عثمانؓ کو نفی میں جواب دیا۔ اور اگر چاہیں تو صرف آپؓ کو بیت اللہ کا طواف کرنے کی اجازت دے دی۔ جبکہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کا طواف کئے بغیر میں بھی نہ کروں گا!''

آپؓ کی اس بات پر مشرک بڑے برہم ہوئے اور آپؓ کو نظر بند کر دیا۔ یہ خبر اصحاب کرامؓ تک؛ ''حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے'' کی شکل میں پہنچی۔ رسول اللہ ﷺ کو حالات کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا، ''اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس قوم سے جنگ کئے بغیر یہاں سے ہرگز نہ جائیں گے۔'' پھر وہاں پر موجود سُمرہ کے درخت کے نیچے بیٹھ کر ارشاد فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے بیعت لینے کا حکم دیا ہے'' اور اصحاب کرامؓ کو بیعت کی دعوت دی۔

بہادر اصحاب کرامؓ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر رکھ کر؛ ''ہم آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو ظفر نصیب نہیں کرتا، اُس وقت تک آپؐ کے سامنے لڑتے لڑتے فتح کو یقینی بنانے یا اس مقصد کی خاطر شہید ہو جائیں گے!'' آپؐ سے عہد کیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر حضرت عثمانؓ کے نام پر جو وہاں موجود نہ تھے، خود اپنے آپؐ سے بیعت فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ اصحاب کرامؓ کی اس بیعت پر بہت ممنون ہوئے اور فرمایا، ''درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔'' اس بیعت کو ''بیعتِ رضوان'' کہا جاتا ہے (۲۶۳)۔

اصحابِ کرامؓ نے اب اپنی تلواریں نیام سے نکال لیں تھیں اور اُن کے لئے اپنی جگہوں پر کھڑا رہنا محال ہو رہا تھا، بس رسول اللہ ﷺ کے ایک اشارے کے منتظر تھے۔

اس دوران اسلام کی قرارگاہ پر نظر لگائے قریش کے جاسوسوں نے دیکھ لیا کہ مجاہدین نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے، اس مقصد کے لئے شہادت کا جام پی لینے تک لڑتے رہنے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ درحال قریش کی قرارگاہ میں پہنچے اور حالات بیان کر دیئے۔

رسول اللہ ﷺ ہر احتمال زیرِ نظر رکھتے ہوئے راتوں کو اپنے اصحابِ کرامؓ کی حفاظت کے لئے پہرے دار مقرر فرماتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی نظر بندی کے دنوں میں ایک رات مکرز کی کمان میں پچاس مشرکین کے ایک گروہ نے اسلام کے عساکر پر نیند کی حالت میں قتل کی نیت سے حملہ کر دیا۔ اُس دن حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور اُن کے ساتھی پہرہ دے رہے تھے۔ مختصر سے مجادلے کے نتیجے میں مجاہدین نے آنے والے کفار کو گرفتار کر لیا۔ صرف مکرز فرار ہونے میں کامیاب ہوا۔ اسیران رسول اللہ ﷺ کے حضور لائے گئے۔ کچھ کو قید کر لیا گیا اور کچھ کو معاف کر دیا گیا۔ مشرکوں نے دوسرے دن بھی حملہ کرنا چاہا لیکن پھر پکڑے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں بھی معاف کر کے چھوڑ دیا۔

---

(۲۶۲) ابن سعد، الطبقات، ۹۷،II

(۲۶۳) بخاری، ''مغازی''، ۱۹؛ احمد بن حنبل، المسند، ۵۹،I؛ واقدی، المغازی، ۲۷۹،I؛ ابن سعد، الطبقات، ۹۷،II

بھی تمہیں تسلیم نہ کریں گے ۔ یہ ہیں حالات ! اب اس کے بعد خوب سوچ لو ! ان حالات میں محمدؐ نے ہمیں جنگ بندی کی پیشکش کی ہے ، اس کا فائدہ اٹھاؤ ! ''

مشرکینِ قریش نے ان باتوں کو قبول نہ کیا اور عُروہ کو بُری طرح پیش آئے اور اُسے ناراض کر دیا ۔

جب قریش کی قرارگاہ سے کوئی جواب نہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خراشؓ بن امیہ کو اپنی پیشکش دہرانے کی غرض سے ایلچی بنا کر بھیجا ۔ مشرکین نے اسلام کے ایلچی کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ۔ آپؐ کے اونٹ کو ذبح کر کے کھا لیا ، خود آپؓ کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے ۔ حضرت خراشؓ بن اُمیہ بڑی مشکل سے اُن کے ہاتھوں سے بچ کر نکلے ۔ آپؓ نے آ کر سب کچھ رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کر دیا ۔ ایلچی کے ساتھ کی گئی اس حرکت کی وجہ سے آپؐ کو بہت دکھ ہوا ۔

اس دوران مشرکین کی قرارگاہ سے احابیش قبیلے کا سردار حلیس آتا دکھائی دیا ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھتا چلا آرہا تھا ۔ مشرکین نے اپنے ایلچی کے طور پر اسے مقرر کیا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ نے حلیس کو آتا دیکھ کر فرمایا ، '' یہ آنے والا ، اُس قوم سے تعلق رکھتا ہے جو قربانی کے جانور کی عزت کرتی ، اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرتی اور عبادت کرنے میں احتیاط برتتی ہے ۔ (اے میرے اصحاب !) قربانی کے اونٹ اُس کی جانب چلا دو کہ وہ دیکھ سکے ! '' اصحابِ کرامؓ نے قربانی کے اونٹوں کو اُس کی جانب کھول دیا اور '' لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ '' کہہ کر تلبیہ کہنے لگے ۔

حلیس ، گردنوں میں رسی پڑے اور کانوں پر نشان لگے قربانی کے جانوروں کو دیر تک دیکھتا رہا ۔ اُس کی آنکھیں بھر آئیں اور خود سے : '' مسلمانوں کی نیت کعبہ کا طواف اور زیارت کے بجز کچھ اور نہیں ۔ اُن کو اس پر مانع ہونا کس قدر بری حرکت ہے ! میں ربِ کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ قریش اس غلط حرکت کی بنا پر ہلاک ہو جائیں گے ! '' کہے بغیر نہ رہ سکا ۔ اُس کے یہ الفاظ سُن کر سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ، '' ہاں ایسا ہی ہے ، اے بنی کنانہ سے منسوب بھائی ۔ '' حلیس شرم کے مارے رسول اللہ ﷺ کے حضور نہ آسکا اور نہ ہی آپؐ کے چہرۂ مبارک کی طرف ہی دیکھ پایا ۔ قریش کی قرارگاہ کی جانب لوٹ گیا ۔ وہ سب بتا دیا جو اُس نے دیکھا تھا اور : '' تم لوگوں کا اُسؐ کے کعبہ کی زیارت کے لئے مانع ہونا میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے '' کہا اور کھل کر اپنی فکر بیان کر دی ۔ مشرکینِ قریش بڑے برہم ہوئے اور حلیس کو جہالت کا طعنہ دیا ۔

مشرکوں نے اب کی بار مکرز بن حفص کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا جو اپنے ظلم کی وجہ سے بدنام تھا ۔ وہ بھی اپنا جواب لئے لوٹ آیا ۔ مکرز کی قاصدی کے بعد اب مشرکین کو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں مسلمان آنی حملہ نہ کر دیں ۔

رسول اللہ ﷺ یہ کام آدھ میں نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اس لئے ایک ایسے صحابیؓ کو بھیجنا چاہتے تھے جو قریش والوں کی نظر میں اعتبار والا ہو ۔ بالآخر حضرت عثمانؓ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان سے فرمایا ، '' اُنھیں کہہ کہ ہم یہاں کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ۔ صرف کعبہ معظمہ کی

لڑتے ختم نہ ہو جائیں۔ یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''ہم یہاں کسی سے لڑائی کرنے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ عمرہ کرنے اور کعبہ معظمہ کا طواف کرنے آئے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی ہمیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنے کی کوشش کرے گا، ہم اُس سے لڑیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنگوں نے قریش کو پریشان کر کے اور کمزور کر دیا ہے اور اُنہیں بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اگر وہ آرزو کریں تو میں اُن کے لئے کچھ مدت جنگ بندی اعلان کر دوں۔ اس مدت کے دوران وہ میری جانب سے امن میں ہونگے۔ وہ میرے اور دوسرے قبائل کے درمیان مت آئیں۔ مجھے اُن کے ساتھ فیصلہ کے لئے چھوڑ دیں۔ اگر میں، اُن قبائل پر غالب آ گیا، جناب حق نے اُنہیں ہدایت فرمائی اور وہ مسلمان ہو گئے تب اگر قریش نے چاہا تو مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اگر میں، اُن کے خیال کے مطابق دیگر قبائل پر غالب نہ آ سکا، تب تک قریش راحت کی زندگی پا چکے اور اپنی کھوئی قوت پھر سے بحال کر چکے ہونگے۔ اگر مشرکین قریش یہ سب رد کر دیں اور مجھ سے لڑائی کے لئے اُٹھ کھڑے ہونگے تو قسم ہے مجھے اُس اللہ تعالیٰ کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، میں یہ دین پھیلانے کی خاطر اُن سے اُس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک میرا سرتن سے جدا نہ ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ بلا شبہ اپنا وعدہ پورا کرے گا جو اُس نے میری مدد کے لئے کر رکھا ہے!''

حزاعہ قبیلے کا سردار بدیل، رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ سُن کر قریش کی لشکر گاہ میں پہنچانے کے لئے وہاں سے نکل گیا۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کے فرمائے الفاظ سُن کر اپنے سرداروں میں سے عُروہ بن مسعود کو رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ عُروہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ قریش کا اٹل فیصلہ یہ ہے کہ کسی کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اے عروہ! اللہ کے لئے بتا! اِن قربانی کے اُونٹوں کو قربان کرنے، اِس کعبہ معظمہ کی زیارت اور طواف کے لئے مانع ہوا جاتا ہے کیا؟'' پھر اس کے بعد اپنے وہی الفاظ عُروہ کو دہرا دیئے جو آپؐ نے حزاعہ قبیلے کے سردار سے کہے تھے۔

عُروہ ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کی باتیں سُن رہا تھا اور ایک طرف سے اصحاب کرامؓ کے حال وحرکات، ایک دوسرے کے ساتھ اور سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ رویہ اور عزت وحرمت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ وہ، رسول اللہ ﷺ کی پیش کردہ تجویز سننے کے بعد اٹھا اور قریش کو بتانے کے لئے وہاں سے چلا گیا۔ جب اُن کے پاس پہنچا تو یوں گویا ہوا: ''اے قریش والو! تم جانتے ہو کہ میں قیصر، نجاشی، کسریٰ جیسے حکمداروں کے حضور ایلچی بنا کر بھیجا جاتا رہا ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے آج تک ایسی حرمت اور عزت کسی حکمدار کی ہوتی نہیں دیکھی جیسی مسلمان محمدؐ کی کرتے ہیں۔ اُسؐ کے اصحابؓ میں سے کوئی بھی بغیر اجازت بات نہیں کرتا، اُسؐ کے سر کا بال گر جائے، برکت کے لئے فوراً اُسے اپنے پہلو میں چھپا لیتے ہیں۔ اُسؐ کے پاس جب بات کرتے ہیں تو آواز ناقابل سماعت حد تک ہلکی ہوتی ہے۔ اس قدر حرمت کرتے ہیں کہ اُسؐ کے چہرے کی جانب نہ دیکھتے ہیں اور نہ اُس کے سامنے آنکھ اُٹھاتے ہیں۔ وہؐ اپنے اصحاب کو ایک اشارہ کرے یا حکم دے تو وہ سب اپنی جان ہاتھوں پر رکھے بجا لانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں۔

اے اہلِ قریش! تم جتنا چاہو تلواریں سونت لو، جو کر سکتے ہو کر لو لیکن وہؐ اپنے پیغمبر ﷺ کا ایک بال

روانہ ہو گئے ۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ یہاں سے حدیبیہ نامی مقام کی جانب چل پڑے ۔

مکہ کی مقدس حدود میں داخل ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی قصوا بغیر کسی ظاہری سبب کے بیٹھ گئی ۔ بڑی کاوشوں کے باوجود اُسے اُٹھا نہ پائے ۔ سلطانِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کی یوں بیٹھ جانے کی عادت ہرگز نہیں ۔ لیکن وہ اللہ کہ جس نے کبھی (ابرہہ کے) ہاتھی کو مکہ داخل ہونے سے روک دیا آج اُس نے قصوا کو روک دیا ہے ۔ مجھے قسم ہے اُس اللہ تعالیٰ کی کہ جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، آج قریش مجھ سے جو مانگیں دوں گا بشرطیکہ اللہ کے حرم کی حرمت کی ہتک نہ ہو (لڑائی اور خون بہانا)! ۔''

اس کے بعد قصوا کو اُٹھانا چاہا ۔ اُونٹنی اچھل کر اُٹھ کھڑی ہوئی ۔ حرم کی حدود میں داخل نہ ہوئی اور عین حرم کی حدود حدیبیہ کے مقام پر رُک گئی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ اس جگہ پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں پانی کی فراوانی میسر نہ تھی ۔

رسول اللہ ﷺ کا خیمہ مبارک مکہ کی حدود سے دور لگایا گیا تھا ۔ اصحاب کرامؓ نے یہاں انتظار کرنا شروع کر دیا ۔ جب وقت داخل ہوتا تو اپنی نمازیں مکہ کی حدود کے اندر ادا فرماتے ۔ یہاں کے کنوؤں میں استعمال کے لئے پانی میسر نہ تھا ۔ صرف رسول اللہ ﷺ کی صراحی میں موجود تھا ۔ مشکل میں پڑے اصحاب کرامؓ نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں آپؐ پر فدا! ہمارے پاس اب صرف وہ پانی بچا ہے جو آپؐ کی صراحی میں موجود ہے ۔ ہم پریشان ہیں ۔''

آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''جب تک میں تمہارے بیچ موجود ہوں تم پریشان نہیں ہو سکتے ۔'' پھر ''بِسْمِ اللّٰہ'' کہہ کر اپنا مبارک ہاتھ صراحی پر رکھ دیا ۔ پھر اٹھا دیا اور اُٹھا کر: ''لے لو!'' کہا اور مبارک انگلیوں کے درمیان سے، چشمے کی مانند پانی بہنا شروع ہو گیا ۔ اصحاب کرامؓ نے سیر ہو کر پیا، وضو کیا، سب برتن بھر لئے، گھوڑوں اور اُونٹوں کو پلایا ۔ اپنے اصحاب کرامؓ کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے مرحمت کے دریا ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی ۔

اُس دن وہاں موجود حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں: ہم تعداد میں ایک ہزار پانچ سو اشخاص تھے ۔ اگر ایک لاکھ مزید انسان بھی موجود ہوتے، وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا ۔''

سُن کر حیرت سے دبائے نہ اُنگلی دانتوں میں بھلا کیوں؟
یومِ شدت انگلیوں سے بہے پانی نے انصار کو سیر کیا یوں!

بیعتِ رضوان

رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں خیمہ زن تھے ۔ مدت سے مسلمانوں کے ساتھ اپنی دوستی برقرار رکھنے والے قبیلے خزاعہ کا سردار بدیل آپؐ کے حضور پیش ہوا اور خبر دی کی کہ قریش نے قرب و جوار کے قبائل کی ساتھ حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال رکھا ہے اور قسم کھائی ہے کہ وہ جنگ جاری رکھیں گے جب تک اُن کے لشکر لڑتے

آ کر حملے کے لئے حاضر حالت میں آن کھڑا ہوا۔ اس کے باوجود، سرکارِ دو عالم اور اصحابِ کرامؓ نے صف بندی کی اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک ہزار پانچ سو اصحابِ کرامؓ کا صفوں کی شکل میں بلا حرکت قیام کرنا، رکوع کے لئے جھکنا قابلِ دید منظر تھا۔ پھر ایک ساتھ سجدے میں جانا، ایسے لگتا تھا گویا ایک پُر ہیبت پہاڑ جھک کر اُٹھ رہا ہو۔

اُن کا، اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی باشرف پیشانیوں کو مٹی پر رگڑ کر عاجزی دکھانا، قریش کے سواروں میں سے کچھ کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کا سبب بن گیا۔ اصحابِ کرامؓ نے سلام پھیر کر نماز ختم کی تو قریش کے سواروں کے کمانڈان نے خفا ہو کر کہا، ''اگر ہم مسلمانوں پر اُن کی اس حالت سے استفادہ کرتے ہوئے حملہ کر دیتے تو ان میں سے کئی ایک کو ختم کر دیتے!۔۔۔ ہم نے اُن پر نماز کی حالت میں کیوں حملہ نہیں کیا؟'' پھر اُس نے، ''فکر نہیں کرو۔ جیسے بھی ہو اپنی جانوں اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز نماز کے لئے یہ لوگ پھر کھڑے ہوں گے!'' کہہ کر اس بار موقع ضائع نہ کرنے کے متعلق اپنے ساتھیوں کو تنبیہہ کر دی۔

اُن کے ان ارادوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کو بھیج کر اپنے رسول ﷺ کو مطلع فرما دیا۔

وحی کی گئی آیت میں ارشاد فرمایا گیا: ''اور (اے میرے حبیبؐ!) جب موجود تم (اصحابِ کرامؓ) کے ساتھ (دشمنوں کے مقابلے میں) اور پڑھانے لگو اُن کو نماز، تو چاہیے کہ (انہیں دو گروہوں میں بانٹ دو پھر) کھڑا ہو ایک گروہ ان میں سے تمہارے ساتھ اور (دوسرے گروہ والے) لئے رہیں اپنے ہتھیار (دشمن کے مقابل)، پھر جب سجدہ کر چکیں (ایک رکعت ادا کر چکیں) یہ لوگ تو چاہیے کہ (نماز توڑنے والے اعمال سے بچتے ہوئے) چلے جائیں تمہارے پیچھے اور آ جائے گروہ دوسرا جنہوں نے نماز نہیں پڑھی پس وہ نماز پڑھیں تمہارے ساتھ اور ضروری ہے کہ چوکنا رہیں (اور لئے رہیں) اپنے ہتھیار (تشہد تمہارے ساتھ پڑھیں۔ جب تم سلام پھیر دو تو یہ گروہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابل چلا جائے، پہلے والا گروہ جس نے ایک رکعت ادا کی تھی آ کر اپنی نماز اپنے طور پر مکمل کریں اور سلام پھیر لیں۔ دوسری رکعت امام کے ساتھ پڑھنے والا گروہ دوبارہ واپس آئے اور ایک رکعت پڑھ کر اپنی نماز مکمل کرے اور سلام پھیر لے)، دل سے چاہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہیں کہ کاش غافل ہو جاؤ تم اپنے ہتھیاروں سے اور سامانوں سے تو ٹوٹ پڑیں وہ تم پر ایک دم۔ اور نہیں نے کچھ گناہ تم پر اگر ہو تمہیں تکلیف بارش کی وجہ سے یا ہو تم بیمار کہ اُتار رکھو اپنے ہتھیار لیکن چوکنا رہو، بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے لئے رسواکن عذاب۔'' (۳۶۱)

عصر کے وقت حضرت بلالؓ حبشی نے اذان دی، قریش کے سوار حملہ کے لئے تیار ہو کر پھر مکہ اور اصحابِ کرامؓ کے درمیان حائل آ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ کرامؓ کو آیتِ کریمہ میں بیان کردہ طریقہ سے نماز ادا کروائی۔

اس تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کا نماز ادا کرنا مشرکین کے لئے باعثِ حیرت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر خوف طاری فرما دیا اور کسی قسم کی حرکت کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ خبر دینے کے لئے مکہ کی جانب

(۳۶۱) سورۃ النساء، ۱۰۲ / ۴

پُر ہیجان تھا، اس لئے سب جلد از جلد مکہ پہنچنے کے لئے ذوالحلیفہ سے نکل پڑے۔

راستے میں حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اُن لوگوں کے پاس بغیر کسی اسلحہ کے جائیں گے جنہوں نے آپؐ کے ساتھ جنگیں کی ہیں؟ ہمیں ڈر ہے کہ اہلِ قریش کہیں حملہ کر کے آپؐ کے مبارک وجود کو ضرار نہ پہنچائیں!۔۔۔'' اور اپنے اندیشے کا اظہار کیا۔ ثروتِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میں نے عمرے کی نیت کی ہے۔ اس حال میں کسی اسلحے کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا۔''

راستہ پُرسکون طریقے سے طے ہو رہا تھا۔ راستے میں مقیم مختلف قبائل سے ملاقاتیں بھی کی جا رہی تھیں، رسول اللہ ﷺ اُنہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے۔ کچھ لوگ قبول کرنے میں تردّد کا اظہار کر رہے تھے اور کچھ تحائف بھیج رہے تھے۔ اس شکل میں اُنہوں نے آدھا سفر طے کرلیا اور عُسفان کے پیچھے غدیر الاشطاط کے مقام تک آن پہنچے تھے۔ حضرت بُسرؓ بن سفیان جنہیں آپؐ نے پہلے سے مکہ والوں کو خبر دینے کے لئے بھیج رکھا تھا، قریش سے ملاقات کے بعد لوٹ آئے تھے۔ اُنہوں نے جو دیکھا وہ سب رسول اللہ ﷺ کو بیان فرما دیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ کے آنے کی خبر قریش کو مل چکی ہے۔ خوف کی وجہ سے اطراف کے قبائل کو دعوتیں دے کر اُن سے مدد کے طلبگار ہوئے، دو سو گھڑسوار پر مشتمل ایک ٹولہ کشف کے لئے آپؐ کی جانب روانہ کیا۔ اطراف کے قبائل یہ طلب قبول کرتے ہوئے بلدہ کے مقام پر اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اُنہوں نے کئی عسکری گروہ بندیاں کر لی ہیں اور مکہ میں آپؐ کو داخلے سے روکنے کے لئے قسم کھائی ہے۔''

اس خبر سے آقائے دوعالم بہت متاثر ہوئے اور ارشاد فرمایا: **''قریش ہلاک ہو گئے۔ حرب نے اُنہیں ویسے ہی ختم کر ڈالا تھا۔۔۔ مشرکینِ قریش کیا سمجھتے ہیں کہ اُن میں کوئی قوت ہے؟ واللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دین کو پھیلانے کے لئے بھیجا ہے، میں تب تک لڑتا رہوں گا اور کبھی پیچھے نہ ہٹوں گا جب تک اس دین کو حاکمیت اور عظمت نہیں مل جاتی!''**

پھر اپنے عالیشان اصحابِ کرامؓ کی جانب مڑ کر اس معاملے میں اُن کی رائے پوچھی۔ اصحابِ کرامؓ جنہوں نے اپنی زندگیاں آپؐ کے نام کر رکھی تھیں کہنے لگے، ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ ہماری جانیں آپؐ پر قربان یارسول اللہ ﷺ! ہم بیت اللہ کے طواف کی نیت سے راہ پر نکلے ہیں۔ ہماری نیت نہ کسی کو مارنے کی ہے نہ ہی کسی سے لڑائی کرنے کی۔ البتہ، کعبہ کی زیارت کے لئے اگر کسی نے ہمارا راستہ روکا تو ہم ضرور اس سے ٹکر لیں گے اور اپنے مقصد کو پالیں گے!۔۔۔''

اصحابِ کرامؓ کا یہ فیصلہ کن حال دیکھ کر، رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا، **''اچھا، اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسمِ شریف کے ساتھ چلو!۔۔۔''** اصحابِ کرامؓ نے، رسول اللہ ﷺ کے اطراف ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ'' کہتے ہوئے تلبیہ اور اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔ کہتے ہوئے تکبیریں پڑھ رہے تھے اور مکہ کی جانب بڑھنا شروع کر دیا۔

دوپہر کے وقت حضرت بلالؓ حبشی نے پوری خوش الحانی سے اذانِ شریف پڑھ کر ظہر کے وقت کا اعلان فرمایا۔ اس دوران دو سو گھڑسواروں پر مشتمل ٹولہ وہاں پہنچ گیا، مکہ اور اصحابِ کرامؓ کے درمیان

اسے ہمارے حق میں خیر و برکت والی فرما!'' اس کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش برسنا شروع ہوگئی۔

رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ کے کپڑوں کا کوئی حصہ ایسا نہ بچا جو بھیگ نہ گیا ہو۔ گھر واپس پہنچنے تک ہر جگہ جھیل کی مانند دکھائی دیتی تھی۔ ہر کوئی پانی میں چل رہا تھا۔ بارش جاری رہی۔ اُس دن، اگلے دن۔۔۔اُس سے اگلے دن۔۔۔اگلے جمعہ کے وقت اصحابِ کرامؓ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے گھر بارش کے پانی سے ڈھنے لگے اور ہمارے حیوان ڈوبنے لگے ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں تاکہ اب بارش بند ہو جائے!۔۔۔'' رسول اللہ ﷺ مسکرا دیئے اور مبارک ہاتھ اُٹھا کر دعا فرمائی: ''یا ربیّ! اس بارش کو گاؤں، جنگلوں اور وادیوں کی جانب بھیج دے۔'' ایک ہفتہ سے متواتر برستی بارش اسی وقت تھم گئی اور اُن علاقوں میں برسنا شروع ہوگئی جن کے لئے آپؐ نے دعا فرمائی تھی۔

ہجرت کے چھٹے سال کا ماہِ ذیقعدہ تھا۔ ایک رات نبی محترم ﷺ نے اپنے خوابِ مبارک میں دیکھا کہ آپؐ نے اپنے اصحابِ کرامؓ کے ساتھ کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا، پھر کچھ نے اپنے بال کٹوا دیئے اور کچھ نے حلق کروالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا یہ خواب اصحابِ کرامؓ کو بیان فرمایا اس سے وہ سب بھی ہیجان میں آ گئے۔ ہجرت کے بعد اب وہ اُس پیارے وطن مکہ کی جانب جا رہے تھے جہاں وہ پلے بڑھے تھے، جہاں کی اچھی بُری یادیں اُن سے وابستہ تھیں۔ دن میں پانچ دفعہ جس کعبہ مقدس کی جانب منہ کر کے وہ نماز ادا کرتے تھے اب اُس کی زیارت اور طواف کے لئے جا رہے تھے۔ یہ کیسی اچھی خوشخبری تھی۔۔۔''تم ضرور مسجدِ حرام میں داخل ہوگے!'' رسول اللہ ﷺ کی جانب سے یہ مژدہ پاتے ہی اصحابِ کرامؓ نے تیاری شروع کر دی۔

حبیبِ اکرم ﷺ نے تیاری مکمل کرنے کے بعد، حضرت عبداللہؓ ابن مکتوم کو مدینہ میں اپنا وکیل تعین فرمایا۔ ذیقعدہ کی پہلی سوموار کے دن، آپؐ قصوا نامی اُونٹنی پر سوار ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ تیار ہونے والے ایک ہزار چار سو اصحابِ کرامؓ نے مدینہ میں پیچھے رہنے والوں کو الوداع کہا۔ عمرہ کی نیت کرتے ہوئے مقدس دیار مکہ کی جانب چل پڑے۔ آپؐ نے اپنے ساتھ اسلحہ کے طور پر تلواریں اور ذبح کرنے کے لئے ستر اونٹ لے لئے تھے۔ اس قافلہ میں دوسو گھڑ سوار اور چار خواتین بھی شامل تھیں۔ خواتین میں سے ایک رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُمِّ سلمہؓ بھی تھیں۔

میقات کے مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر سب نے احرام پہنا، نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ اس کے بعد قربانی کے اونٹوں کے کانوں پر نشان لگا کر اُن کے گلے میں رسی باندھ دی گئی۔ حضرت ناجیہؓ بن جندب اسلمیؓ کو چند معاون حضرات کے ساتھ اونٹوں کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ حضرت عبادؓ بن بشر کو بیس گھڑ سواروں کی ٹولی کا کماندان مقرر فرما کر کشف کے لئے آگے روانہ فرمایا۔ حضرت بُشرؓ بن سفیان کو مکہ کی جانب خبر دینے کے لئے بھیجا گیا (۲۶۰)۔

سفید احرام میں ملبوس رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ، اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اُس کی شان کی تصدیق کرنے لگے: لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ. لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ. اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ. لَا شَرِيْكَ لَكَ." اس مبارک تلبیہ سے زمین و آسمان گونج رہے تھے۔ ذوالحلیفہ کو ایک نورانی فضا نے گھیر رکھا تھا۔ ہر کوئی

---

(۲۶۰) واقدی، المغازی، II، ۵۷۴؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۹۵۔

صلح حُدیبیہ

غزوۂ خندق کے بعد دولتِ اسلامی کی قوت کو قرب وجوار کے کئی ایک قبائل نے قبول کر لیا۔ اب وہ سوچنے پر مجبور تھے اور جانتے تھے کہ بہترین راستہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں، حتیٰ اسلام قبول کر لینے میں تھا۔ ان میں سے بعض رسول اللہ ﷺ کے حضور آ کر مشرف با اسلام ہوئے۔

آقائے دو عالم ﷺ نے دینِ اسلام پھیلانے کے لئے اصحابِ کرامؓ میں سے کچھ وفد تشکیل دیئے اور قرب وجوار کے قبائل میں دعوت کے لئے بھیجے۔ بعض قبائل کے پاس آپؐ بذاتِ خود تشریف لے گئے۔ دُومۃ الجندل جیسے قبائل کے لوگوں نے آپؐ کی نصیحتیں قبول کر لیں اور مسلمان ہو گئے۔ غطفان اور بنی لحیان جیسے قبائل لشکرِ اسلام سے مقابلے کے ڈر سے بھاگ گئے۔ اس طرح جوار کے قبائل پر دھاک بیٹھ گئی۔

ہجرت کے چھٹے سال میں بڑی شدید قحط سالی پیش آئی، آسمان سے ایک بوند پانی نہ برسا۔ اس وجہ سے زمین پر گھاس تک نہ اُگ سکی، انسان وحیوان سب بھوک کی پریشانی میں مبتلا تھے۔ ماہِ رمضان شریف کے ایک جمعہ کے دن سب نے؛ ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ دعا فرمائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ بارش احسان فرما دے!۔۔۔'' کہتے ہوئے اپنی مراد بیان کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابِ کرامؓ کو ساتھ لیا اور صحرا پہنچ کر، بلا اذان و بلا اقامت دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر کو الٹا لپیٹ لیا اور تکبیر پڑھی۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے ہاتھ اس قدر اُٹھا دیئے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر آپؐ نے یوں دعا کرنا شروع فرمائی: ''یا الٰہی! ہمیں بارش احسان فرما!۔۔۔'' اصحابِ کرامؓ: ''آمین! آمین!'' کہہ رہے تھے۔

اُس وقت آسمان بالکل صاف تھا اور کہیں بادل کا نام ونشان نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرنا شروع فرمائی اور ہوا چلنا شروع ہو گئی پھر دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کو بادلوں نے گھیر لیا۔ پھر ہلکی ہلکی بارش ہونا شروع ہوئی۔ آقائے دو عالم ﷺ نے اب یوں دعا فرمائی: ''یا الٰہی! اس بارش کو موسلا دھار برسا اور

حجاب کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمان عورتوں کے لئے پردے کا حکم صادر ہوا (۲۵۷)۔ اس کے علاوہ منافقین نے اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی۔ بعض مسلمان بھی اس تہمت سے دھوکہ کھا گئے۔ آیاتِ کریمہ کے نزول سے منافقین کی افترائیں کھل کر سامنے آگئیں اور حضرت عائشہؓ کی مدح سرائی ہوئی(۲۵۸)۔ مدینہ منورہ کے قرب میں مقیم مزینہ قبیلے نے وفد بھیج کر اسلام قبول کرلیا اور اُنہیں مہاجرین میں شامل کیا گیا (۲۵۹)۔ اس سال زلزلہ اور چاند گرہن بھی وقوع پذیر ہوا۔ اس کے علاوہ حج بھی اسی سال فرض ہوا۔

خون ہوا دل، تیرے عشق میں رنگ گیا میں، یا رسول اللہ
آتشِ جہنم مجھے معلوم نہیں کیسے سہہ گیا میں، یا رسول اللہ
بزمِ ازل میں بےکل سا اک فغاں تھا میں، یا رسول اللہ
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں، یا رسول اللہ

دوائے دلِ سوختہ ہے تُو، نایاب اک شفا بھی تو ہے
اک معظم سخا ہے تو، اور میرے لئے رہنما بھی تو ہے
حبیبِ کبریا بھی تو ہے، اور محمد بھی، مصطفٰے بھی تو ہے
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں، یا رسول اللہ

نہ کوئی گل ہی کھلے، نہ پانی ہی بہے، گر الٰہی نور نہ ہوترا
رہے نہ کوئی عالم، نہ کوئی نفس ہی، فلک گر منظور نہ ہوترا
روتا رہے فراق بھی وصال بھی، ازل گر مستور نہ ہوترا
فرحت دے جمال سے اپنے کہ جل گیا میں، یا رسول اللہ

یامان دادا

(۲۵۷) بخاری، ''توحید''، ۲۲؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۱۰۶
(۲۵۸) بخاری، ''مغازی''، ۳۴؛ مسلم، ''توبہ''، ۶۸؛ احمد بن حنبل، المسند، VI، ۱۹۴؛ واقدی، المغازی، II، ۴۳۱
(۲۵۹) ابن سعد، الطبقات، I، ۲۹۱

حضرت اسلمؓ بن حارث یوں بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ حضرت سعدؓ بن معاذ کے گھر تشریف لائے۔ ہم دروازے پر انتظار کررہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے آئے، آپؐ اپنے قدم نہایت کھول کھول کر چل رہے تھے۔ ہم بھی آپؐ کے پیچھے چل پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کے اشارے پر ہم رُک گئے اور واپسی کو مڑے۔ اندر حضرت سعدؓ کے جنازے کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر اندر قیام فرمایا اور باہر تشریف لے آئے۔ میں متجسس تھا اس لئے سوال کیا، ''یارسول اللہ ﷺ! قدم کھول کھول کر چلنے میں آپؐ کی کیا حکمت تھی؟'' جواباً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں نے آج تک ایسی کھچا کھچ مجلس نہیں دیکھی۔ ایک فرشتے نے مجھے اپنے پر پہ لے لیا تب کہیں بیٹھ پایا۔'' پھر حضرت سعدؓ بن معاذ کو اُن کی کنیت سے پکارتے ہوئے فرمایا: ''تیرے لئے عافیت ہو یا اباعمرو!، تیرے لئے عافیت ہو یا اباعمرو!، تیرے لئے عافیت ہو یا اباعمرو!''

اُن کی وفات سے رسول اللہ ﷺ کو بڑا دکھ ہوا، آپؐ رو پڑے اور آنسو بہہ نکلے۔ آپؐ کے جنازہ میں سب اصحاب کرامؓ جمع ہوئے تھے۔ نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ نے ادا فرمائی اور جنازے کو کندھا دیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کا جنازہ اٹھانے والے اصحاب کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، ''یارسول اللہ ایسا ہلکا جنازہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا!'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''اس جنازے کے لئے ملائکہ اترے ہیں، اور وہ اُسے اٹھائے ہوئے ہیں!''

جنازے میں منافقین بھی شامل تھے اور برائی کرنے کی نیت سے: ''کس قدر خفیف ہے!'' کہنے پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سعدؓ کے جنازے پر ستر ہزار ملائکہ اترے ہیں۔ زمین پر اس قدر بڑی تعداد میں وہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترے۔''

حضرت ابوسعید الحضری اپنے دادا سے نقل فرماتے ہیں: ''حضرت سعدؓ بن معاذ کی قبر کھودنے والوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ اُن کی قبر کھودنا شروع کی تو قبر سے ہر اطراف مُشک کی خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی!'' شراحبیلؓ بن حسنہ فرماتے ہیں: حضرت سعدؓ بن معاذ کو دفن کرتے ہوئے کسی شخص نے آپؓ کی قبر سے ایک مٹھی مٹی لے لی۔ پھر اُسے گھر لے گیا، وہ مٹی مشت بن چکی تھی۔ آپؓ کا جنازہ قبر میں اتارتے ہوئے رسول اللہ ﷺ قبر کے کنارے بیٹھے تھے، آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آپؐ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ رکھی تھی اور نہایت افسردہ تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''سعدؓ بن معاذ کی موت سے عرش کانپ اٹھا۔''

ایک بار رسول اللہ ﷺ کو قیمتی لباس ہدیتاً دیا گیا۔ اصحاب کرامؓ کے: ''بہت خوبصورت!'' کہنے پر آپؐ نے فرمایا، ''جنت میں سعدؓ بن معاذ کے رومال اس سے کہیں خوبصورت ہیں۔''

ہجرت کے پانچویں سال پیش آنے والے چند اہم واقعات یہ ہیں: شام آنے جانے والے قافلوں اور مدینہ منورہ کے لئے تہدیدارانہ رویہ رکھنے والے قبائل کے مقابلے کے لئے جودومۃ الجندل میں مقیم تھے، رسول اللہ ﷺ ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ سفر پر نکلے۔ مسلمان لشکر کی آمد کا سُن کر دشمن قبائل بھاگ نکلے۔ یہاں کچھ دن کے قیام کے بعد مدینہ واپسی ہوئی (۲۵۵)۔

رسول اکرم ﷺ نے ماہِ ذیقعدہ میں زینب بنت جحشؓ سے ازدواج فرمائی (۲۵۶)۔ اس سال

---

(۲۵۵) واقدی، المغازی، ۳۰۳،I؛ ابن سعد، الطبقات، ۶۲،II؛ سہیلی، روض الانف، ۴۱۴،III؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۷۷،III

(۲۵۶) ابن سعد، الطبقات، ۴۲،III؛ طبری، تاریخ، ۲۳۱،II

اس طرح مسلمانوں کی پشت پر اُن کے مشکل ترین وقت میں حملہ کرنے والی، کئے گئے تمام معاہدوں کو توڑنے والی، پیغمبر آخر زمان ﷺ کو بچپن سے لے کر اب تک جب دیکھتے اُن کے مبارک وجود کو ختم کرنے کی ناپاک سازشیں کرنے والی یہ قوم اب مدینہ منورہ سے بالکل ختم ہو چکی تھی۔

اصحابِ کرامؓ پُر سعادت، حضور اور خوشی کے ساتھ مدینۂ منورہ کی جانب چل پڑے۔۔۔

اسیروں میں سے ایک عورت مشرف با اسلام ہوگئی۔ اُن کی اس حرکت سے رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے، اس لئے اُن کی خوشی کی خاطر اور جنت میں اُن کے بلند درجات کے لئے، مرحمت فرماتے ہوئے اُنہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیا۔ یہ اُمّ المومنین حضرت ریحانہؓ تھیں(۲۵۳)۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کی شہادت

حضرت سعدؓ بن معاذ کو، بنی قریظہ کے یہود کے متعلق حکم دینے کے بعد واپس اُن کے خیمے میں لے جایا گیا۔ اُن کا زخم بگڑ کر خراب ہو گیا تھا، رسول اللہ ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لائے اور آپؓ کو اپنی گود میں رکھ لیا، پھر آپؓ کے لئے دعا فرمائی: ''یا الٰہی! سعدؓ نے تیری رضا کے لئے، تیری راہ میں جہاد کیا۔ تیرے رسولؐ نے اس کی تصدیق کی۔ اُس کے لئے آسانی احسان فرما۔۔۔'' حضرت سعدؓ بن معاذ نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک الفاظ سنتے ہی آنکھیں کھولیں اور ہلکی سی آواز میں کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کو سلام کرتا ہوں اور آپؐ کی حرمت کرتا ہوں، شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے پیغمبر ہیں۔'' اس کے بعد حضرت سعدؓ بن معاذ کے اقرباؓ، اُنہیں اس خیمہ سے بنی عبدالاشہل کے گھر لے گئے۔ اُس رات آپؓ کی طبیعت بہت بگڑ گئی۔ جبرائیلؑ نے آکر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! آج آپؐ کی امت میں سے کون وفات پا گیا ہے کہ اُس کی وفات کی خوشخبری ملائکہ ایک دوسرے کو دے رہے ہیں؟'' اس پر سلطانِ کائنات ﷺ نے فوراً حضرت سعدؓ کی حالت دریافت فرمائی۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ اُنہیں اُن کے گھر لے جایا گیا ہے۔ پیغمبر آخر الزمان ﷺ اپنے ساتھ چند اصحابؓ کو لئے حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس تشریف لے گئے۔ راستے میں نہایت تیزی سے چلنے کی وجہ سے اصحابِ کرامؓ نے کہا، ''ہم تھک گئے یا رسول اللہ ﷺ!'' رسول اللہ ﷺ نے؛ **''ملائکہ نے جیسے حنزلہؓ کے جنازے پر ہم سے پہلے پہنچ گئے تھے ویسے ہی سعدؓ کے جنازے پر بھی پہلے پہنچ جائیں گے۔ ہم پہلے پہنچ نہیں پائیں گے''** کہا اور اپنے تیز چلنے کا سبب بیان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ جب حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس پہنچے تو وہ وفات پا چکے تھے۔ اُن کے سرہانے کی جانب کھڑے ہو کر، حضرت سعدؓ بن معاذ کی کنیت کہتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا: **''اے ابوعمرو! تم سرداروں میں سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ تجھے سعادت، برکت اور اجرِ خیر عطا فرمائے! تو نے اللہ تعالیٰ سے کیا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھے وہ عطا فرمائے گا جس کا اُس نے تجھ سے وعدہ فرمایا ہے!''** اس دوران حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ نے رو کر یہ اشعار پڑھے (۲۵۴)۔

''افسوس ہے کہ سہہ پائے کیوں کر یہ ماں تری! ہے تحمل لازم، پر روتی ہے جو سر پر آن پڑی!''

---

(۲۵۳) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۴۵؛ واقدی، المغازی، II، ۵۱۹؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۷۵؛ سہیلی، روض الانف، III، ۴۴۹؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۲۴۲

(۲۵۴) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۵۰

''ہم ہفتہ کے دن کام کرنے کی ممانعت کو نہیں اٹھا سکتے!'' کہہ کر یہ نصیحت بھی رد کر دی۔ ان میں سے صرف اسید اور ثعلبہ برادران، اور اُن کے چچا زاد اسد نے پہلی نصیحت کو مان لیا اور مشرف با اسلام ہوئے۔ یہ لوگ اپنے قلعے سے نکلے اور اصحاب کرامؓ میں شامل ہو گئے (۲۵۱)۔

یہودی یوں آپس میں بڑی دیر تک مناقشہ کرتے رہے۔ بالآخر تسلیم کا جھنڈا لہرا دیا اور رسول اللہ ﷺ سے، اُن کے حق میں فیصلہ کرنے کے لئے کسی کو حاکم مقرر کرنے کی طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''میرے اصحابؓ میں سے جس کو چاہو حاکم مقرر کرلو۔''** انہوں نے جواباً کہا، ''ہم سعدؓ بن معاذ کے دیئے گئے حکم پر راضی ہونگے۔'' رسول اللہ ﷺ نے قبول کرلیا اور حضرت سعدؓ بن معاذ کو لانے کا حکم دیا۔

حضرت سعدؓ بن معاذ غزوۂ خندق میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُن کا علاج مسجدِ نبوی میں لگائے گئے ایک خیمے میں کروا رہے تھے۔ حاکم مقرر کئے جانے پر اُنہیں چارپائی پر ڈال کر بنی قریظہ کے قلعہ میں لے جایا گیا۔ راستے میں حضرت سعدؓ اپنے آپ سے مخاطب ہوکر یوں کہہ رہے تھے: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کی راہ میں کسی تنقید کرنے والے کی تنقید پر کان نہ دھروں گا!'' رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچ کر آپؓ کو چارپائی سے اتارا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''اے سعدؓ! ان لوگوں نے تمہارے فیصلے کے مطابق تسلیم ہونا قبول کیا ہے۔ ہاں، ان کے متعلق جو تمہارا حکم ہے مجھے بتاؤ۔''** حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کی، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! حقیقت میں اللہ اور اُس کے رسولؐ حکم دینے کے زیادہ لائق ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''ان کے متعلق فیصلہ کرنے کا حکم تمہیں اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے۔''**

حضرت سعدؓ نے یہودیوں سے قطعی وعدہ لیا کہ جو فیصلہ وہ کریں گے اُسے قبول کیا جائے گا۔ دونوں طرف کے لوگ بڑے تجسس سے فیصلہ کے منتظر تھے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے پُرعظمت، رگوں میں خون جما دینے والا اور اپنی شان کے لائق یہ معظم فیصلہ سنا دیا:

''میرا حکم یہ ہے کہ، عاقل اور بالغ تمام مردوں کی گردنیں ماردی جائیں! عورتیں اور بچے اسیر بنا لئے جائیں، ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے!۔۔۔''

اس قطعی حکم کے سامنے یہودی پتھرا کے رہ گئے۔ کیونکہ اُن کی اپنی کتابوں میں ایسے جرم کی سزا عین یہی تھی ان میں: ''اگر کسی شہر تک جنگ کے لئے جاؤ تو اُنہیں صلح کی دعوت دو۔ اگر اسے قبول کر کے دروازے کھول دیں تو اندر رہنے والے سب لوگ تمہیں خراج دیں اور تمہاری خدمت کریں۔ اگر جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیں تو اُن کا محاصرہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے جب تم اُن پر غالب آ جاؤ تو اُن تمام مردوں کی گردنیں تلوار سے کاٹ ڈالو۔ عورتوں، بچوں اور مال کو غنیمت کے طور پر لے لو!'' تحریر تھا۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کا دیا گیا حکم، الٰہی حکم کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے سرورِ عالم ﷺ نے اُنہیں مبارکباد دی اور اُن کی تعریف فرمائی: **''تم نے، اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اُس حکم کے عین مطابق حکم دیا ہے جو سات آسمانوں سے اوپر لوحِ محفوظ پر لکھا گیا ہے!''**

یہودی اُن کی کتابوں میں لکھے گئے اس حکم پر اعتراض نہ کر پائے۔ عاقل۔ بالغ سب مردوں کو باندھ لیا گیا اور حکم پورا کر دیا گیا۔ بچے، عورتیں اور مال اصحاب کرامؓ کے مابین بانٹ دیئے گئے (۲۵۲)۔

---

(۲۵۱) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۳۵؛ واقدی، المغازی، II، ۵۰۱؛ سہیلی، روض الانف، III، ۴۳۹؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۲۳۰

(۲۵۲) ابن سعد، الطبقات، II، ۷۵

کرنے میں تردد نہ کریں گے۔ اگر تمہیں مدینہ سے نکال دیا جائے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے!۔۔۔'' اس خبر کے مصداق منافقین کی مدد کے منتظر یہودیوں نے نئے عظم اور امید کے ساتھ اپنا دفاع جاری رکھا۔ محاصرہ طول پکڑ گیا، ایک ماہ کا عرصہ گزرنے کے باوجود منافقین کی مدد نہ پہنچ پائی۔ اُن کے دلوں میں خوف گھر کر چکا تھا، انہوں نے معاہدے کی شرطیں پیش کر دیں۔

معاہدے کے لئے نباش بن قیس نامی یہودی، رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پہنچا اور بولا: ''یا محمدؐ! ہمیں بھی ویسی ہی مرحمت دکھاؤ جو تم نے بنی نضر والوں کو دکھائی تھی۔ ہمارا مال اور اسلحہ تمہارا ہوا! ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہمارا خون نہ بہایا جائے!۔ ہمیں ہمارے بچوں عورتوں کے ساتھ اپنے دیار سے نکل جانے کی اجازت دے دو۔ اسلحہ کے علاوہ ہر خاندان کو ایک اونٹ مال لے جانے کی اجازت دے دو۔۔۔'' سرکار دو عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: **''نہیں، میں یہ شرط قبول نہیں کر سکتا!''** اب کی بار اس نے کہا، ''ہم مال لے جانے کی شرط سے باز آئے، بس ہمارا خون نہ بہایا جائے! عورتوں اور بچوں کو لے جانے کی اجازت دے دو!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''نہیں! بغیر کسی شرط اور بغیر کسی معاہدے کے، میرے حکم پر سر جھکانے اور اطاعت کرتے ہوئے تسلیم ہونے کے علاوہ تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں!''** یہودی نباش، پریشان حال کے ساتھ قلعہ کو لوٹ گیا اور ہونے والی ساری باتیں بتا دیں۔ بنی قریظہ، اب یاس اور دکھ میں غرق ہو چکے تھے (۲۵۰)۔

اُن کے سردار کعب بن اسد کی عقل ٹھکانے آئی تو اپنی قوم کے سامنے اس اعتراف اور نصیحت کے ساتھ آیا: ''اے میری قوم! جیسا کہ تم سب جانتے ہو، ہمارے سروں پر ایک بڑی فلاکت آ پڑی ہے۔ اس حالت میں میں تمہیں تین نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں سے جو تمہیں پسند آئے، اس کے مطابق حرکت کر لینا! اول: اُس ذاتؐ کا تابع ہو کر اُس کی پیغمبری قبول کر لیں! اللہ کی قسم، اسے اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کے اوصاف ہماری کتابوں بتائے گئے ہیں۔ اگر اُس پر ایمان لے آیا جائے، ہمارا خون، ہمارے بچے، ہماری عورتیں اور ہمارے مال سب بچ جائیں گے۔ اُس کی اتباع نہ کرنے وجہ وہ حسد ہے جو ہمارے دلوں میں عربوں کے لئے پایا جاتا ہے اور اُس کا بنی اسرائیل سے نہ ہونا۔ حالانکہ یہ کام اللہ کا ہے اور وہی بہتر جانتا ہے۔ آؤ، اُس کے تابع ہو جائیں!۔۔۔'' سب یہودیوں نے یکدم مخالفت کی اور کہنے لگے، ''نہیں! ہم نہ تو اسے قبول کریں گے اور نہ ہی اپنے علاوہ کسی اور کے تابع ہونگے۔''

اس دفعہ کعب نے دوسری نصیحت کی پیش کی: ''ہم سب اپنے بچوں اور بیویوں کو مار ڈالتے ہیں تاکہ پیچھے کوئی ایسا نہ بچے جس کی سوچ ہمارے لئے رکاوٹ ہو، پھر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں، اور آخری دم تک لڑائی کریں!۔۔۔'' یہودیوں نے اسے بھی رد کر دیا۔

کعب نے تیسری نصیحت کی، ''آج رات، ہفتہ کی رات ہے۔ مسلمان یہ جانتے ہیں کہ ہم آج رات لڑائی نہیں کریں گے، اس لئے وہ سکون میں اور غفلت میں ہو سکتے ہیں۔ ہم سب اپنی تلواریں نکال کر، دروازے سے ایک ساتھ نکلیں۔ اس طرح کے آنی حملے سے شاید ہم غالب آ سکیں!۔۔۔'' یہودیوں نے:

(۲۵۰) واقدی، المغازی، ا، ۳۶۰

اسی پل حضرت دحیہؓ کی شکل میں ایک سوار آپؐ کے پاس آیا اُس نے زرہ پہن رکھی تھی اور ہتھیار سجا رکھے تھے۔ یہ جبرائیلؑ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ فوراً بنی قریظہ پر حملہ کر دیا جائے۔'' سلطانِ کائنات ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور اصحاب کرامؓ کو خبر دینے کے لئے یوں حکم ارشاد فرمایا: **''اے میرے اصحابؓ! اُٹھو، اپنے گھوڑوں، اپنے اونٹوں پر سوار ہو جاؤ! جو اطاعت کرنے والے ہیں، عصر کی نماز بنی قریظہ کے دیار میں ادا کریں!''**

حبیب اکرم ﷺ نے فوراً زرہ پہنی اور تلوار سجا لی۔ سر مبارک پر خود پہنا، ڈھال کو کمر پر اور نیزے کو اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اصحاب کرامؓ کے درمیان پہنچے اور علمِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھمایا اور پیش قوت کے طور پر اُنہیں بنی قریظہ کے قلعہ کی جانب روانہ کر دیا۔ ہمیشہ کی طرح حضرت عبداللہؓ ابن اُمّ مکتوم کو اپنا وکیل مقرر فرما کر مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا (۲۴۹)۔

عالیشان اصحاب کرامؓ، رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لے کر ''اللہ اکبر! اللہ اکبر'' کی تکبیریں کہتے ہوئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں بنوغنم سے ملاقات ہوئی۔ وہ سب ہتھیار سجائے، رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؐ نے اُن سے دریافت فرمایا: ''کیا کوئی تمہارے پاس آیا تھا؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! دحیہ کلبیؓ ہمارے پاس آئے تھے۔ وہ ایک سفید خوبصورت گھوڑی پر سوار تھے۔ گھوڑی کی پشت پر اطلسی مخمل پڑا تھا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''یہ جبرائیلؑ ہے۔ بنی قریظہ کی جانب بھیجا گیا ہے۔ اُن کے قلعوں کو ہلا کر اُن کے دلوں میں خوف پیدا کرنے کے لئے۔۔۔''** بنی قریظہ کے قلعہ پر پہنچنے تک لشکرِ اسلام کی تعداد تین ہزار ہو چکی تھی۔

حضرت علیؓ نے علمِ اسلام بنی قریظہ کے قلعہ کے سامنے گاڑ دیا۔ اسے دیکھ کر یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کچھ غلط الفاظ صرف کئے۔ حضرت علیؓ نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے یہ سب بیان فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ تین ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں تشریف لانے کے بعد، اپنی مرحمت کے تحت اُنہیں اسلام کی دعوت دی۔ یہودیوں نے آپؐ کی یہ قابلِ ستائش دعوت رد کر دی، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''اگر ایسا ہے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر سر جھکا کر اپنے قلعہ سے نیچے اترو اور تسلیم ہو جاؤ۔''** اُنہوں نے آپؐ کا یہ حکم بھی رد کر دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کے اُستاد حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے فرمایا، **''اے سعدؓ! آگے بڑھو اور اُن پہ تیر برسا!''** حضرت سعدؓ اور دیگر تیر انداز اصحابؓ نے ترکش میں موجود تیر، تکبیر کی صداؤں میں یہودیوں کے قلعہ پر پھینکنا شروع کر دیئے۔ اُنہوں نے تیر اور پتھر پھینک کر جواب دیا اور لڑائی شروع کر دی۔ مسلمانوں پر مشکل وقت میں پشت سے وار کرنے والے اور حسد کی وجہ سے محمد ﷺ کی پیغمبری کو قبول نہ کرنے والے اس یہودی گروہ کی ہمت و جسارت نہ تھی کہ اپنے قلعہ کا دروازہ کھول کر سامنے آ سکے۔

حرب، محاصرے کی شکل میں جاری تھی۔ لشکرِ اسلام میں پائے جانے والے منافقین بھی، قلعہ کے اندر خفیہ طور پر خبر بھیجتے رہے: ''قطعاً تسلیم مت ہونا! اگر مدینہ سے نکل جانے کا کہا جائے تو ہرگز قبول مت کرنا! اگر تم نے مقابلہ جاری رکھا، تو اپنی پوری قوت کے ساتھ ہم تمہاری مدد کریں گے، اور کوئی چیز مہیا

(۲۴۹) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۳۴؛ واقدی، المغازی، I، ۴۹۷؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۷۴؛ سہیلی، روض الانف، III، ۴۳۶

کر دیا۔ اُن پر ریت اور پتھر برس رہے تھے(۲۴۶)۔

مشرکین کا لشکر چلے جانے کے بعد، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لئے چل پڑا۔ آدھے راستے پر پہنچا تھا کہ بیس کے قریب سفید پگڑیوں والے سوار (فرشتے) سامنے آ گئے۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا، ''رسول اللہ ﷺ کو خبر دو۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو پریشان کر دیا ہے۔۔۔'' جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپؐ ایک دری پر نماز پڑھ رہے تھے۔ جبکہ میں اپنی اُسی حالت میں واپس آ گیا جو جانے سے پہلے تھی، کپکپی طاری اور ٹھنڈ لگنا شروع ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کرنے کے بعد مجھ سے خبر کے متعلق دریافت فرمایا۔ میں نے کفار کی پریشان حالی اور واپس لوٹ جانے کے متعلق خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور مسکرا دیئے۔ ہم کئی دنوں کے جگراتے تھے۔ آپؐ نے مجھے اپنے پاس لٹا لیا اور دری کا ایک کونا مجھے اوڑھا دیا۔ وہ رات ہم نے اسی طرح بتائی۔ سحر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے مجھے بیدار کیا۔ صبح کے وقت مشرکین کے لشکر کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ اُن کے مکہ پہنچنے تک ہوا اُن کا تعاقب کرتی رہی اور پیچھے سے متواتر تکبیریں سنائی دیتی رہیں۔

مشرکین قریش، جب اپنی قرارگاہ کو ترک کر کے بھاگ گئے تو اُن کے ساتھ آئے دیگر مشرک قبائل بھی مدینہ چھوڑ کر نکل گئے۔ ایسی مغلوبیت کے رنج اور غم میں مبتلا ہوئے جسے وہ زندگی بھر نہ بھلا سکیں۔ اُدھر وہ ہزیمت سے ہمکنار ہوئے اور اِدھر سرورِ کائنات ﷺ اور عالیشان اصحابِ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر میں گر رہے تھے، حمد و ثناء کے ساتھ شکرگزاری کا اظہار کر رہے تھے۔ مجاہدین نے ؛''اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔'' کی صداؤں میں مدینہ منورہ کی راہ لی۔ مدینہ کی گلیاں، ایک ہی پل میں بچوں سے بھر گئیں، وہ اپنے محبوب پیغمبر آقائے دو عالم ﷺ، اپنے والد، چچاؤں، ماموؤں، بھائیوں کا استقبال کرنے آئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ بھی اُنہیں اپنی مسکراہٹ سے جواب دے رہے تھے۔۔۔

غزوۂ خندق میں ٦ صحابیؓ شہید ہوئے۔۔۔ اس غزوہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا: ''اور واپس بھیج دیا اللہ نے کافروں کو غصے میں بھرا ہوا، نہ حاصل کر سکے وہ کوئی فائدہ اور بچا لیا اللہ نے مومنوں کو لڑائی سے اور ہے اللہ بڑی قوت والا اور زبردست (۲۴۷)۔''

''اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کا احسان جو اس نے تم پر کیا جب چڑھ آئے تم پر لشکر تو بھیجی ہم نے ان پر آندھی اور (بھیجے) ایسے لشکر جو تم نہ دیکھ سکتے تھے اور اللہ ان سب اعمال کو جو تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا (۲۴۸)۔''

اس جنگ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،''اب باری تمہاری ہے۔ اس کے بعد قریش تم پر حملہ آور نہیں ہو سکتے۔''

بنی قریظہ کے یہود

رسول اللہ ﷺ مدینۂ منورہ واپس آتے ہی اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے اپنے ہتھیار اور زرہ اتار دی۔ آپؐ کا مبارک وجود مٹی سے اَٹ چکا تھا۔ آپؐ نے غسل فرمایا۔

(۲۴۶) واقدی، المغازی، ۱، ۴۸۹

(۲۴۷) سورۃ الاحزاب، ۲۵ / ۳۳

(۲۴۸) سورۃ الاحزاب، ۹ / ۳۳

ہماری جانب گھوم کر یوں مخاطب ہوئے: ''تم میں سے کوئی ہے جو مشرکین کے لشکر تک جائے اور اُن کے حالات کا جائزہ لے کر مجھ تک خبر لا سکے؟ یہ خبر لانے والے کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ اُسے جنت میں میرا دوست بنا دے۔'' وہاں موجود سب لوگ شدید بھوک اور ٹھنڈ سے پاؤں پر کھڑے ہونے سے قاصر رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ ٹھنڈ اور بھوک سے میں دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹکائے سکڑا بیٹھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چھو کر: ''تم کون ہو؟'' استفسار فرمایا۔'' میں حذیفہؓ ہوں یا رسول اللہ ﷺ!'' میں نے جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''جاؤ اور دیکھو کہ یہ قوم کیا کر رہی ہے! میرے پاس لوٹ آنے تک اُن پر کوئی تیر یا پتھر مت پھینکنا، اُن پر کوئی نیزہ یا تلوار مت چلانا۔ تم جب تک میرے پاس لوٹ نہیں آتے تمہیں نہ سردی نہ گرمی سے ہی کوئی نقصان پہنچے گا، نہ تمہیں کوئی اسیر بنا سکے گا، نہ ہی کوئی تمہیں ایذا پہنچا سکے گا۔''

میں نے اپنی تلوار اور کمان سنبھالی اور جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی: ''یا الٰہی! اسے سامنے سے۔ پیچھے سے، دائیں سے۔ بائیں سے، اوپر سے۔ نیچے سے محفوظ رکھ۔''

میں نے مشرکین کی جانب چلنا شروع کر دیا۔ گویا کسی حمام میں چل رہا تھا۔ اللہ کی قسم میں نے خود میں نہ کوئی خوف، نہ کپکپی، نہ کوئی جھنجھناہٹ ہی محسوس کی۔ بالآخر مشرکین کی لشکر گاہ تک آن پہنچا۔ کمانداروں اور اشراف نے ایک زرہ میں آگ جلا رکھی تھی اور اسے تاپ رہے تھے۔ ابوسفیان کہہ رہا تھا: ''ہمیں واپس چلا جانا چاہیئے۔'' میرے دل میں آئی کہ اُسے وہیں مار ڈالوں۔ میں نے تیر ترکش سے نکالا اور کمان پر چڑھا لیا۔ آگ کی روشنی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُسے مارنا چاہتا تھا۔ تیر پھینکنے ہی کو تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی: ''میرے پاس آنے تک کچھ نہیں کرو گے'' تلقین یاد آ گئی اور میں اُسے مارنے سے باز آ گیا۔ اس کے بعد میں نے خود میں ایک زبردست جسارت محسوس کی۔ میں مشرکین کے ساتھ آ کر آگ کے پاس آن بیٹھا۔ شدت کی ہوا اور اللہ تعالیٰ کی غیر مرئی فوج (فرشتے) وہ کر رہے تھے جو اُنہیں کرنا تھا۔ ہوا سے دیگیں اُلٹی جا رہی تھیں، آگ اور مشعلیں بجھی جا رہی تھیں، خیمے اُن کے سروں پر گر رہے تھے۔ اس دوران مشرکین کا کماندار ابوسفیان نے اُٹھ کر کہا، ''تمہارے درمیان جاسوس آ سکتے ہیں، احتیاط سے کام لو، ہر کوئی اپنے ساتھ والے کو دیکھے کہ وہ کون ہے! ہر کوئی اپنے ساتھ والے کا ہاتھ پکڑ لے۔'' ابوسفیان کو شبہ ہو گیا تھا کہ اُن کے درمیان کوئی باہر کا انسان آ گھسا ہے۔ میں نے فوراً اپنے دائیں اور بائیں بیٹھے لوگوں کی جانب ہاتھ بڑھا کر اُن کے پوچھنے سے پہلے ہی اُن کے نام پوچھ لئے اس طرح پہچانے جانے سے بچ گیا۔

بالآخر ابوسفیان نے اپنے لشکر سے یوں خطاب کیا: ''اے اہلِ قریش! تم ایسی جگہ پر نہیں جہاں رکا جا سکے۔ گھوڑے، اُونٹ مرنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہر طرف غلہ کی کمی واقع ہو چکی ہے۔ ہوا کی وجہ سے جو ہمارے ساتھ پیش آ رہا ہے اُسے تم دیکھ ہی رہے ہو۔ فوراً کوچ کرو اور واپس لوٹ چلو! دیکھو میں جا رہا ہوں!'' پھر اپنے اُونٹ پر سوار ہو گیا۔ مشرکین کے لشکر نے پریشان حال میں جمع ہو کر مکہ کی جانب چلنا شروع

یہودیوں کی اس طلب کو قبول کر لیا ہے! اگر یہود تم سے رہین مانگیں تو ہرگز قبول مت کرنا، وہ سب کو مار ڈالیں گے! یاد رہے میری یہ باتیں کسی سے مت کہنا!۔۔۔'' اس اہم خبر پر قریش نے حضرت نُعیمؓ کا بہت شکریہ ادا کیا اور اُن کی بڑی آؤ بھگت کی۔

حضرت نُعیمؓ بن مسعود وہاں سے اُٹھ کر قبیلہ غطفان والوں کے پاس پہنچے اور جو قریش کو کہا تھا وہی اُنہیں بھی بیان کر دیا۔

ایک دن بعد قریش کے کماندار نے بنی قریظہ کو خبر بھیجی: ''اب ہمارے لئے یہاں رکنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہوا سرد ہے، ہمارے جانور بھوک سے مرنے کو ہیں۔ اس لئے آج کی رات خوب تیاری کے بعد کل ایک زبردست اور شدید حملہ کیا جائے۔'' یہودیوں نے جواب دیا: ''ہم ہفتہ کے روز جنگ نہیں کرتے اور اس کے علاوہ تمہارے ساتھ مل کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنے سرداروں میں سے کچھ ہمیں رہین دے دو۔ اگر محاصرہ طول پکڑ گیا اور تم عاجز آ کر اپنے وطن کو لوٹ گئے تو گویا تم ہمیں محمدؐ کے حوالے کر کے چلے جاؤ گے۔ اگر تم رہین دے دو گے تو ہمیں چھوڑ کر نہ جا سکو گے!۔۔۔''

یہ خبر قریش کے کماندار تک پہنچی تو اس نے فوراً کہا، ''نُعیمؓ بن مسعود کی بات بجا تھی۔'' اُس نے یہودیوں کی جانب پھر خبر بھیجی اور کہلا بھیجا، ''ہم تمہیں اپنا ادنٰی فرد بھی رہین کے طور پر نہ دیں گے۔ اگر کل آ کر ہمارے ہمراہ جنگ میں حصہ لیتے تو خوب! وگرنہ ہم اپنے وطن کو لوٹ جائیں گے اور تم لوگ محمدؐ کا سامنا کرتے رہنا!۔۔۔''

اسے سُن کر بنی قریظہ کے یہود نے یہ سوچ کر کہ نُعیمؓ بن مسعود بالکل صحیح کہا تھا کہہ دیا: ''ایسی صورت میں ہم تمہارے ساتھ اتفاق کر کے مسلمانوں کے خلاف ہرگز نہ لڑیں گے۔۔۔'' اس طرح دونوں اطراف کے دلوں میں خوف نے گھر کر لیا (۲۴۵)۔

جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کو آ کر مژدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو آندھی طوفان سے پریشان کر دے گا۔ اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے گھٹنے مبارک ٹیک دیئے اور مبارک ہاتھ اُٹھا کر: **''الٰہی! میرے اور اصحاب کرامؓ کے حال پر تیرے رحم کرنے کا شکر ادا کرتا ہوں''** کہتے ہوئے شکر بجا لائے۔ پھر اپنے دلیر اصحاب کرامؓ کو یہ مژدہ سنایا۔

ہفتہ کی رات تھی۔ ہر طرف گھور اندھیرا چھایا تھا، آنکھ کو کچھ سجائی نہ دیتا تھا۔ ایسے میں شدید ٹھنڈی لہر اور پھر قوت کی ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ اُس رات کے متعلق حضرت حذیفہؓ بن یمان یوں بیان فرماتے ہیں: ''وہ ایک ایسی رات تھی کہ ہم نے کبھی ایسی سیاہ رات پہلے نہ دیکھی تھی۔ اس شدید اندھیرے کے ساتھ، بجلی کی کڑک جیسی آواز کے ساتھ خوفناک ہوا چلنا شروع ہو گئی تھی۔ اس دوران مشرکین کا لشکر پریشانی اور خوف طاری تھا، اس کی وجہ سے ان کے مابین غلط فہمیاں پیدا ہو گئی تھیں اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی تھی۔ ہم شدید سردی، بھوک اور رات کی دہشت سے پاؤں پر کھڑے نہ ہو پا رہے تھے اور جہاں بیٹھے تھے وہیں اپنے اوپر کوئی شے اوڑھے انتظار کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور رات کا ایک حصہ نماز ادا کرتے ہو گزارا پھر

---

(۲۴۵) ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۲۸؛ واقدی، المغازی، I، ۴۸۱؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۳۳

مبنی ہے، جو جی میں آئے کہہ سکتے ہو۔''

حضرت نُعیمؓ بن مسعود، پہلے بنی قریظہ کے یہود کی جانب گئے۔ آپؓ وہاں پہنچ کر کہنے لگے، ''میرے دل میں تمہارے لئے جو محبت ہے تم لوگ جانتے ہی ہو۔ لیکن جو بات میں تم سے کہنے جارہا ہوں اسے اپنے تک ہی محدود رکھنا۔ اس کی خبر کسی کو نہ ہونے پائے!'' یہودیوں نے فوراً کہا، ''کسی کو بھی خبر نہ ہوگی'' اور اس بات پر قسم اٹھائی۔ اس پر حضرت نُعیمؓ نے کہا، ''یہ آدمی (رسول اللہ ﷺ) ہمارے لئے ایک بڑی بلا ہے، اُس نے جو بنی نضر اور بنی قینقاع کے ساتھ کیا، تم اس سے واقف ہی ہو۔ تم نے دیکھا کہ اُس نے اُنکو اُن کے وطن سے، اُن کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ اب قریش اور غطفان کے قبائل نے آکر مسلمانوں سے ٹکر لی ہے، تم لوگ بھی اُن کی مدد کر رہے ہو۔ کئی دنوں کی لڑائی کے بعد کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوا۔ اگر ایسے ہی جاری رہا تو یہ محاصرہ طول پکڑتا نظر آتا ہے۔ قریش اور غطفان کا مال و مُلک، اُن کا وطن، اُن کی اولاد تم لوگوں کی طرح یہاں موجود نہیں۔ اس جنگ میں اگر موقع ملا اور فتح حاصل کر لی تو غنیمت اکٹھی کر کے لوٹ جائیں گے۔ لیکن اگر مغلوب ہوئے تو وہ تو واپس چلے جائیں گے اور تم لوگوں کو ان کا سامنا کرنے کے لئے چھوڑ جائیں گے۔ جبکہ تم لوگوں کے پاس مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی نہ تو طاقت ہے نہ ہی قوت۔ اس وقت جنگ کی کیفیت مسلمانوں کے حق میں جاتی اور مسلمانوں کی فتح ہوتی نظر آتی ہے۔ اگر میں تخمین سے کام لوں تو لگتا ہے کہ مسلمان تم سب کو اپنی تلوار کا شکار بنائے بغیر نہ رہیں گے۔ اس لئے کوئی فوری تدبیر کرنا ضروری ہے!۔۔۔ (۴۴۴)''

یہودیوں نے آپؓ کے یہ الفاظ بڑے ہیجان اور خوف کے ساتھ سنے۔ حضرت نُعیمؓ کے اُن کے متعلق جذبات اور خیالات سُن کر اُنہیں بڑی خوشی ہوئی، پھر کہنے لگے، ''تم نے ہمیں دکھا دیا کہ دوستی کا حق کیسے ادا کیا جاتا ہے۔ اب ہمیں یہ بھی بتاؤ کہ اس کی کیا تدبیر کی جائے؟'' حضرت نُعیمؓ بن مسعود کو اسی کا انتظار تھا، آپؓ نے کہا، ''صحیح تو یہ ہے کہ قریش اور غطفان کے اشراف میں سے بعض کو رہن لئے بغیر مسلمانوں کے ساتھ کبھی جنگ مت کرنا! جب تک رہن تمہارے پاس رہیں گے کوئی بھی جنگ سے بھاگ کر نہ جاسکے گا!'' یہودیوں کو یہ تدبیر بڑی اچھی لگی، اُنہوں نے آپؓ کا بڑا اعزت اور اکرام کیا۔

حضرت نُعیم یہودیوں کے ہاں سے نکل کر سیدھے قریش کی قرارگاہ پر پہنچے۔ اُن کے کمانداروں سے کہنے لگے، ''تم سب جانتے ہو کہ میری محمدؐ سے کیسی دشمنی اور تمہارے ساتھ کیسی محبت ہے۔ ایک ایسی بات مجھ تک پہنچی ہے جو تم تک پہنچانا اپنی دوستی کی وجہ سے ضروری سمجھتا ہوں۔ لیکن پہلے تم سب قسم کھاؤ کہ یہ بات کسی اور سے نہ کہو گے نہ ہی اس کا اعلان کرو گے!'' اُنہوں نے قسم کھائی اور بڑے تجسس کے ساتھ کہنے لگے، ''بولو، ہم تمہاری بات سُن رہے ہیں۔'' آپؓ نے کہا، ''تو پھر جان لو کہ، بنی قریظہ کے یہود تمہارے ساتھ اتفاق کرنے پر پشیمان ہیں اور اُنہوں نے محمدؐ کو خبر بھیجی ہے: ''ہم قریش اور غطفان کے سرداروں کی گردنیں مارنے کے لئے اُنہیں رہن لے لیتے ہیں۔ پھر اُنہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اُس کے بعد تمہارے ساتھ اتفاق کر کے مشرکین کی جڑیں اکھاڑ ڈالنے تک لڑائی کریں گے! البتہ اس کے لئے تم ہمارے بھائی قبیلہ بنی نضر کو معاف کر دو اور اُنہیں واپس اپنے وطن آنے کی اجازت دے دو۔'' محمدؐ نے بھی

(۴۴۴) ابن ہشام، السیرۃ، ۲۲۸،II؛ واقدی، المغازی، ۴۸۱،I؛ سہیلی، روض الانف، ۴۳۳،III؛ قطانی؛ التراتیب الاداریہ، ۵۴۳،I

شدت کے ساتھ رات میں حملہ کریں۔ مسلمان صرف اسی شکل میں مغلوب ہو سکتے تھے۔ اپنے اس فیصلے پر فوراً عمل درآمد کرنا شروع کر دیا اور بنی قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ رات کو حملے کرنا شروع کر دیئے۔ اپنے عسا کر کو ٹولیوں میں تقسیم کیا اور باری باری حملہ انداز ہوتے رہے۔ یہ حملے کئی دن تک جاری رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سرپرستی میں اصحاب کرامؓ بھوک، نیند، تھکن سے نڈھال ہونے کے باوجود اپنا دفاع کرنے میں مصروف رہے۔ کسی ایک دشمن عسکر کو خندق کے اس پار نہ آنے دیا۔ جان و دل سے کیا جانے والا یہ دفاع، پہلے کئے گئے غزوات سے کہیں زیادہ خوفناک، شدید، پریشان کن اور پُر زحمت تھا۔

کئی دنوں سے حملہ آور مشرکین میں بھی اب کھانے کی کمی واقع ہونا شروع ہوگئی تھی۔ گھوڑے اور اُونٹ زمین پر مٹھی بھر خشک گھاس تک نہ ملنے کی وجہ سے مرنے لگے۔ مشرکین کے کماندار ضرار بن خطاب کی کمان میں ایک ٹولی بنی قریظہ کی جانب روانہ کی گئی تا کہ کمک حاصل کی جا سکے۔ کفار کے لئے اپنی ہر چیز فدا کرنے پر تیار بنی قریظہ نے درحال گندم، جو، کھجور اور جانوروں کے لئے غلہ سے لدے بیس اونٹ اُن کے حوالے کر دیئے۔ ضرار کے عسکر خوشی خوشی واپس لوٹ رہے تھے کہ قبا کے قریب اصحاب کرامؓ کے ایک گروہ سے سامنا ہو گیا۔ شجیع اصحاب کرامؓ نے فوراً حملہ کر دیا۔ ایک خونی معرکے کے بعد مشرکین کو بھگا کر غلہ سے لدے اُونٹ لا کر رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیئے اور آپؐ کی دعاؤں سے مظہر ہوئے۔

تقریباً ایک ماہ کے قریب جاری رہنے والی اس شدید لڑائی میں سلطانِ کائنات ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کو مشکلات میں دیکھ کر بڑے غمگین ہوتے، اُن سے ایک باپ کی شفقت سے بڑھ کر محبت سے پیش آتے۔ انسانی قوت سے بڑھ کر دکھائی گئی اصحاب کرامؓ کی دلیری دیکھ کر، رسول اللہ ﷺ اپنی پیشانی مبارک زمین پر رکھ دیتے اور اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر التجا فرماتے: **''اے تنگی میں گرے لوگوں کی مدد کرنے والے! اے محتاج اور بے چاروں کی دعا کو سننے والے اللہ! تو بلاشبہ میرا اور میرے اصحابؓ کا حال دیکھتا اور جانتا ہے۔ یا ربیّ! تو کفار کو ہزیمت سے ہمکنار کر، اُن کے مابین تفرقہ پیدا فرما اور اُن کے مقابلے میں ہمیں نصرت دے اور ظفر احسان فرما!۔۔۔''**

جنگ کے آخری ایام میں حبیب اللہ ﷺ یہ دعا بار بار فرماتے رہے۔ غذائی قلت کے اضطراب کی بنا پر مشرکین جلد از جلد مسلمانوں کا کام تمام کرنے کے لئے اپنی بھرپور قوت بروئے کار لا رہے تھے۔ لڑائی کی ایسی ہی ایک شام مشرکین کے لشکر سے، ایک ایسا شخص جس کے دل میں اسلام کی محبت گھر کر چکی تھی، رسول اللہ ﷺ کے حضور آن پہنچا۔ یہ، قبیلہ غطفان سے نُعیم بن مسعود تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے آکر یوں گویا ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپؐ کے حق پیغمبر ہونے کی تصدیق کرنے آیا ہوں۔ الحمدُ للہ میں مسلمان ہونے سے شرفیاب ہوا۔ آج تک آپؐ کے مقابل لڑتا رہا۔ آج کے بعد کفار کے خلاف جہاد کروں گا۔ آپؐ مجھے جو حکم دیں کرنے کو تیار ہوں! یا رسول اللہ ﷺ! میرے مسلمان ہونے کی خبر میرے قبیلے تک کو نہیں ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''کیا تم اِن کفار میں گھس کر، تفرقہ ڈال کر اِنھیں ایک دوسرے سے توڑ سکتے ہو؟''** اُنہوں نے جواباً عرض کیا اور پوچھا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی مدد سے میں اُنہیں توڑ دوں گا۔ لیکن جو میں چاہوں کیا مجھے کہنے کی اجازت ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''حرب تو حیلے پر

اصحابِ کرامؓ کے درمیان عبداللہ بن اُبیّ جیسے منافقین بھی موجود تھے جو نہایت آرام سے کام لے رہے تھے اور آگے کی صفوں کے قریب بھی نہیں جاتے تھے۔ یہ باور کرانے کی کوشش میں تھے کہ گویا وہ لوگ بھی لڑائی کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مجاہدین کی ہمت توڑنے کے لئے وہ سب کر رہے تھے جو اُن سے بن پڑتا تھا؛ ''محمدؐ نے تم لوگوں کو قیصر وکسریٰ کے خزانوں کا وعدہ کیا ہے جبکہ ہم خندق میں محصور ہو کر رہ گئے ہیں۔ ڈر کی وجہ سے ہم خلاء کی احتیاج تک کے لئے بھی نہیں جاسکتے۔ اللہ اور اُس کا رسولؐ ہمیں دھوکہ دینے کے علاوہ کچھ اور نہیں کر رہے، اور کچھ ہوتا نظر بھی نہیں آتا!۔۔۔'' کہہ کہہ کر فتنہ پردازی کرنے میں مصروف تھے۔ پھر جب تنگ آجاتے تو یہ بہانہ کر کے چلے جاتے کہ کہیں اُن کے گھروں پر دشمن حملہ نہ کر دے۔ منافقین کی یہ حرکات الگ مشکلات پیدا کر رہی تھیں۔

مشرکین کا لشکر اپنی بھر پور قوت کے ساتھ کسی نتیجہ تک پہنچنے کی کاوش میں تھا لیکن عالیشان اصحابِ کرامؓ کے بہادرانہ دفاع کی بدولت کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ اُن کے سب سے زیادہ حملے خندق کے اُسی جگہ سے تھے جو تنگ رہ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ یہاں سے قطعاً نہ ہٹے اور اپنے اصحابِ کرامؓ کو لڑائی کی ترغیب دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود اصحابِ کرامؓ جنگ سے شرفیاب ہونے کی خاطر ایسی شجاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے جو میدانِ جنگ میں کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ ایک باریوں بھی دیکھا گیا کہ مشرکین نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی اور ان کا ہدف وہ خیمہ تھا جس میں سلطانِ کائنات ﷺ موجود تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے مبارک وجود کو زرہ نے ڈھانپ رکھا تھا۔ جبکہ سرِ مبارک پر خود پہن رکھا تھا، آپؐ اپنے خیمے سے باہر تن کر کھڑے تھے اور اصحابِ کرامؓ کو جنگ کے بدلتے رنگ کے مطابق امر دے رہے تھے۔ مشرکین بعضاً اس نقطہ کی جانب یلغار کرتے جو کمزور رہ گیا تھا۔ اصحاب مبارکؓ دوڑ کر آتے اور بھر پور شوق کے ساتھ دشمنانِ دین کے ساتھ اس وقت تک لڑتے جب تک انہیں پچھاڑ نہ دیں۔ یہ بے مثال لڑائی کبھی کبھار بڑی شدت پکڑ جاتی تھی، بہادر اصحابِ کرامؓ اس شدت سے مقابلہ کر رہے تھے کہ دائیں بائیں دیکھنے تک کی فرصت نہ تھی۔ اس دن صبح کے وقت شروع ہوا یہ مقابلہ دیر تک جاری رہا۔ نماز کے وقت اصحابِ کرامؓ نے عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم نماز ادا نہیں کر سکے۔'' آقائے دو عالم، سلطانِ کائنات ﷺ نے بڑے دکھ میں جواب دیا، ''واللہ! میں بھی ادا نہ سکا۔'' عبادت کے مانع اس مشرک لشکر کو بالآخر عشاء کے وقت بکھیرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لشکر کے بکھر جانے کی وجہ سے قریش اور غطفان کو رات گزارنے کے لئے اپنے خیموں میں جانا پڑا۔ مجاہدین بھی رسول اللہ ﷺ کے خیمے کی جانب چل پڑے۔ بددعا کرنا فخرِ عالم، رسول اللہ ﷺ کی عادت نہ تھی لیکن نماز کی قضا کا دکھ ایسا تھا کہ برداشت نہ کر سکے اور، ''سورج غروب ہونے تک اُنہوں نے جیسے ہمیں مصروف رکھا اور ہماری عبادت کے لئے مانع ہوئے، اللہ تعالیٰ اُن کے گھروں، اُن کے پیٹوں اور اُن کی قبروں کو آگ سے بھر دے!'' کہہ کر مشرکین کے لئے بددعا فرمائی۔ سب نے ظہر، عصر اور مغرب کی قضا ادا کرنے کے بعد عشاء کی نماز ادا فرمائی۔ اس مقابلے کے بعد، مشرکین اب یہ جان چکے تھے کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی جو کاوش انہوں نے کی، کم از کم دن میں اس میں کامیابی ممکن نہیں۔ اب اُن کے پاس ایک ہی چارہ تھا کہ وہ اسی

اُدھر بنی قریظہ کے یہودیوں نے حیّ بن اخطب کو مشرکین کے پاس بھیجا اور رات کو حملہ کرنے کے لئے دو ہزار افراد پر مبنی ایک قوت طلب کی۔ وہ رات کو اکیلی عورتوں اور بچوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مجاہدین کی صبح تک پہریداری، ''اللہ اکبر!'' کی نداؤں سے اور نعروں سے اُن کے دلوں میں خوف بیٹھ گیا۔ خود کو اپنے قلعہ میں بند کر لیا اور فرصت کا انتظار کرنے لگے۔ کبھی کبھی چھوٹے چھوٹے گروہوں کی شکل میں مدینہ میں گھسنے کی کوشش کرتے۔

ایک رات بنی قریظہ کے سرداروں میں سے غزال، اپنے ساتھ دس آدمی لے کر اُس مکان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی صفیہؓ، دوسری خواتین اور بچوں کے ساتھ موجود تھیں۔ اُن کے پاس خود کا دفاع کرنے کے لئے کوئی اسلحہ تک بھی نہ تھا۔ یہودیوں نے پہلے تیر پھینکے پھر خود داخل ہونے کی کوشش کی۔ ان میں سے ایک مکان کے اندرونی صحن تک جا پہنچا اور اندر گھسنے کے لئے اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ کی بہادر پھوپھیؓ نے اپنے ساتھی خواتین کو تنبیہہ کی کہ کوئی آواز نہ نکالے۔ پھر نیچے اتر کر دروازے کے پاس آ گئیں۔ ایک کپڑے سے اپنے سر کو خوب اچھی طرح باندھا اور ایک آدمی کا روپ دھار لینے کے بعد ایک ہاتھ میں ایک ڈنڈا لیا اور کمر پر ایک خنجر کس لیا۔ آہستہ سے دروازہ کھولا اور اس یہودی کے پیچھے سے قریب پہنچ گئیں اور ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے سے اُس کے سر پر شدت کی ضرب لگائی۔ وقت ضائع کئے بغیر زمین پر گرے یہودی کو قتل کر دیا۔ پھر اس یہودی کا سر کاٹ کر باہر سے تیر برسانے والے یہودیوں کی جانب اچھال دیا۔ اپنے ساتھی کا کٹا ہوا سر اپنے قدموں میں دیکھ کر یہودی خوفزدہ ہو گئے، نہایت خوفزدہ ہو کر بھاگ اُٹھے۔ ساتھ میں کہتے جا رہے تھے: ''ہمیں تو یہ خبر دی گئی تھی کہ مسلمانوں کے گھروں میں کوئی مرد باقی نہیں سب جنگ کے لئے جا چکے ہیں۔''

جنگ اگلے دن بھی اُسی جوش کے ساتھ جاری رہی۔ تیر ہوا میں سناٹے بھرتے اُڑ رہے تھے۔ آقائے دو عالم ﷺ اپنے عالیشان اصحابؓ کو: ''**میں قسم کھاتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے، جو تکالیف ہمیں پیش آئی ہیں، ضرور ختم کر دی جائیں گی اور تمہیں فراحی حاصل ہو جائے گی**'' کہہ کر اُنہیں صبر کی تلقین فرمائی اور خوشخبری سنائی کہ ظفر ایمان والوں کی ہو گی۔ یہ خوشخبری سننے کے بعد شجیع اصحاب کرامؓ اپنی بھوک اور قحط سالی جیسی تکالیف بھول کر جی جان سے لڑنے لگے۔ خندق سے کسی ایک مشرک کو گزرنے کا موقع نہ دیا۔ اکابر صحابہ میں سے حضرت سعدؓ بن معاذ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔ جنگ کے دوران حبان بن قیس بن عرقہ نامی مشرک کے پھینکے ہوئے ایک تیر سے آپؓ کا بازو زخمی ہو گیا۔ تیر خون کی نس کو کاٹ گزرا تھا، بہت زیادہ خون بہنے کا سبب بنا۔ حضرت سعدؓ نے زخمی حالت میں جب اپنے اطراف کے لوگوں کو اُن کا خون بند کرنے کی کوششیں کرتے دیکھا تو حالت کی نزاکت کا احساس ہوا۔ تب اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی: ''یا ربیّ! اگر قریش جنگ رکھیں گے تو مجھے عمر احسان فرما۔ کیونکہ تیرے رسول ﷺ کو اذیت دینے والوں، اسے جھوٹا کہنے والے ان مشرکوں سے جنگ کرنے سے بڑھ کر میرے لئے کوئی شے پسندیدہ نہیں۔ اگر ہمارے درمیان جنگ ختم ہو چکی ہے مجھے شہادت کا درجہ نصیب فرما۔ لیکن مجھے بنی قریظہ کی عاقبت دکھائے بغیر میری روح قبض مت فرمانا۔'' آپؓ کی دعا قبول ہو گئی اور آپؓ کا خون بہنا بند ہو گیا۔

حرکت سے ایک طرح سے رسول اللہ کی مدد ہی کر چکے ہو گے!۔۔۔'' عمرو نے کہا اسے بھی بھول جاؤ! میں نے قسم کھائی ہے کہ انتقام لئے بغیر کبھی خوشبو نہ لگاؤں گا۔ کوئی اور خواہش ہے تو بول!'' یہ سن کر حضرت علیؓ نے کہا، ''اے اللہ کے دشمن! اب تم سے مقابلہ کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں!''

عمرو ان الفاظ پر ہنس پڑا اور بولا، ''حیرت ہے! دیارِ عرب میں میرے مقابلے میں آ سکنے والا کوئی جوان بھی ہے میرے تخیل میں بھی نہ تھا! اے میرے بھائی کے بیٹے! قسم ہے مجھے کہ میں تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ تمہارا باپ میرا دوست تھا۔ میں قریش کے اشراف میں سے ابوبکرؓ جیسا یا عمرؓ جیسا کوئی شخص چاہتا تھا۔'' حضرت علیؓ نے جواباً کہا، ''ایسا ہو بھی جائے تو سُن میرے یہاں نکلنے کا مقصد یہ ہے کہ تمہیں میں مارنا چاہتا تھا۔ عمرو کا پارہ چڑھ گیا۔ اُس تلوار اُٹھائی اور حملہ کر دیا۔ اللہ کے شیر حضرت علیؓ ایسے حملہ کے لئے پہلے سے تیار تھے، بجلی سی تیزی کے ساتھ ایک جانب ہٹ گئے اور حملہ اپنی ڈھال پر روک لیا۔ لیکن عمرو نے ایسی کئی ڈھالیں توڑ یں تھیں۔ اس کے حملے کی تاب نہ لا کر بڑی مضبوط ڈھالیں تک ٹوٹ جاتی تھیں۔ اور ہوا بھی ایسے ہی۔ حضرت علیؓ کی ڈھال ٹوٹ چکی تھی، اور اس کی تلوار آپؓ کے سر کو زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ اب حملے کی باری حضرت علیؓ کی تھی۔ ''یا اللہ!'' کہہ کر آپؓ نے ذوالفقار سے عمرو کی گردن پر وار کر دیا۔ تلوار کے وار کے ساتھ لشکر اسلام میں ''اللہُ اکبر! اللہُ اکبر!'' کی صداؤں نے زمین و آسمان ہلانا شروع کر دیا، ادھر لشکرِ کفار سے آہ و فریاد آنا شروع ہوگئی۔ ہاں، سلطان الانبیاً، سید المخلوقات ﷺ کی دعا قبول ہوگئی تھی۔ مغرور انسان عمرو زمین بوس ہو چکا تھا، تن سے خون دھارے کی مانند بہہ نکلا اور سر آہنی خود سمیت اُڑ چکا تھا۔ اُس عمرو کو جس پر اُنہیں سب سے ذیادہ ناز تھا، زمین بوس دیکھ کر دوسرے ساتھیوں نے مل کر فوراً حضرت علیؓ پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر اصحاب کرامؓ اُس طرف دوڑ پڑے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے نوفل بن عبداللہ کو پکڑا اور گھوڑے سمیت خندق میں دھکیل دیا۔ حضرت علی نے خندق میں اتر کر نوفل کو دو حصوں میں کاٹ ڈالا۔ دوسرے لوگ خندق کو بڑی مشکل سے پار کر کے واپس لوٹ گئے۔ جبکہ مشرکوں کے لشکر کا سالار، جنگ کے شروع میں ہی نا امیدی کا شکار ہو گیا۔

اب جنگ کی شکل سامنے آ چکی تھی۔ خندق، سینہ بہ سینہ لڑائی میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ تیروں کی بوچھاڑ سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ اس حرکت کا سوائے نتیجہ ٹالنے کے کوئی اور فائدہ نہ تھا۔ مشرکین نے جب یہ اندازہ لگا لیا کہ اس طرح وہ کبھی غالب نہیں آ سکتے تو اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ خندق کی ہر طرف سے بیک وقت حملہ کیا جانا ہی سب سے موزوں طریقہ ہوگا۔ دس ہزار کا عظیم لشکر خندق کو عبور کرنے کی تگ و دو میں تھا، جبکہ تین ہزار کا افراد پر مشتمل اسلام کا عالیشان لشکر تیروں سے، پتھروں سے اُنہیں خندق عبور کرنے سے روک رہا تھا۔ زبردست لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ یہ لڑائی شام تک جاری رہی۔

رسول اللہ ﷺ نے رات کو خندق کے مختلف مقامات پر پہرہ بٹھا دیا۔ خود خندق کے تنگ مقام پر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ مدینہ کو پانچ سو افراد کی قوت روانہ کی اور گلیوں میں اُونچی آواز میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے رہنے کی تلقین فرمائی۔ اس طرح یہودیوں یا مشرکینِ قریش کی جانب سے پیدا شدہ کسی خطرے کی بروقت روک تھام کی جا سکتی تھی، عورتوں اور بچوں کی حفاظت ممکن ہو سکتی تھی۔

مشرک گھڑسواروں کی حرکات کا جائزہ لینے لگے۔ یہ سوار رفتار پکڑنے کے لئے پیچھے گئے۔ پھر اپنے گھوڑوں کا رُخ خندق کے اس تنگ مقام کی جانب موڑا اور رفتار بڑھادی۔ چاروں پٹ دوڑتے آئے پانچ اعلیٰ نسل کے گھوڑے ایک ہی جست میں پرلی طرف پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اُن کے پیچھے کئی ایک سواروں نے کوشش کی مگر ناکام ہوئے اور خندق کی دوسری طرف ہی رہ گئے۔ پار کر جانے پانچ افراد میں عمرو بن عبد نامی بڑا قوی شخص بھی موجود تھا۔ سرتا پا زرہ بند تھا، دیکھنے میں بڑا ہیبت والا دکھتا تھا۔ ایک نظر میں دلوں میں خوف طاری کر دینے والا یہ شخص، مجاہدین کے سامنے آکر للکارا: ''کوئی ہے جو میدان میں اُترے اور مجھ سے مقابلہ کرے؟۔۔۔''

اس دوران سب نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچ کر یوں عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ میری جان آپؐ پر فدا! اجازت دیجیے اُس کے ساتھ میں مقابلہ کروں۔'' آپؐ پر کوئی زرہ تک موجود نہ تھی۔ اصحابِ کرامؓ انہیں رشک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زرہ نکالی اور حضرت علیؓ کو پہنا دی۔ اپنی تلوار اُن کی کمر پر کس دی۔ اپنے سر مبارک سے پگڑی اتار کر بذاتِ خود اپنے ہاتھوں سے اُن کے سر پر باندھ دی۔ پھر دعا فرمائی: **''یا الٰہی! بدر کے غزوہ میں میرا چچا زاد عبیدہؓ، اُحد کے غزوہ میں میرا چچا حمزہؓ شہید ہو گئے۔ میرے ساتھ اب میرا بھائی اور میرا چچا زاد علیؓ رہ گیا ہے۔ تم اس کی حفاظت فرما۔ اُس کی مدد فرما۔ مجھے اکیلا مت چھوڑ!''** اصحابِ کرامؓ نے: ''آمین!'' کہا۔

اللہ کے شیر دعاؤں اور تکبیروں کے ساتھ پاپیادہ آگے بڑھے، گھوڑے پر ایک ہیولے کی مانند بیٹھے عمرو بن عبد کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ عمرو جس کی آنکھوں کے سوا سارا وجود زرہ سے ڈھکا پڑا تھا، اس شجیع جوان کو پہچان نہ سکا اور تعارف پوچھا۔ آپؓ نے کہا، ''میں علیؓ بن ابی طالب ہوں۔'' اسے سن کر عمرو بولا، ''اے میرے بھائی کے بیٹے! تیرا باپ میرا دوست تھا۔ اس لئے میں تمہارا خون نہیں بہانا چاہوں گا۔ میرے مقابل آنے والا تیرا کوئی چچا نہیں کیا؟'' یہ کہہ کر گویا وہ آپؓ پر رحم کھا رہا تھا۔ جبکہ حضرت علیؓ نے جواب میں: ''اے عمرو! واللہ، میں تمہارا خون بہانا چاہوں گا۔ لیکن کیا ہم دونوں کا برابر ہونا لازم نہیں؟ یہی تمہاری مردانگی کو زیبا نہیں کیا؟ جبکہ میں پیادہ ہوں اور تم گھوڑے پر سوار!۔۔۔'' کہہ کر اسے مشتعل کیا۔

یہ سُن کر عمرو کی مردانگی کی رگ پھڑکی اور اپنے گھوڑے سے فوراً اتر آیا اور اس کی ٹانگوں کو تلوار سے کاٹ ڈالنے کے بعد نہایت غصے کے ساتھ حضرت علیؓ کے مقابل آن کھڑا ہوا۔ عین حملہ کرتے وقت اسد اللہؓ نے کہا، ''اے عمرو میں نے سنا ہے کہ تم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب بھی تم قریش میں سے کسی کے مقابل آؤ تو اُس کی دو میں سے ایک خواہش ضرور پوری کرو گے۔ کیا یہ سچ ہے؟'' اُس نے جواباً کہا، ''ہاں، سچ ہے۔'' اس دفعہ حضرت علیؓ نے کہا، ''تب میری پہلی خواہش یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ اور مسلمان بن جاؤ!'' یوں آپؓ نے اُسے ایمان کی دعوت دی۔ اسے سُن کر عمرو بھڑک اُٹھا اور بولا، ''بھول جاؤ اس بات کو! مجھے اس کی ضرورت نہیں!'' حضرت علیؓ نے کہا، ''میری دوسری خواہش یہ ہے کہ یہ جنگ چھوڑ کر مکہ لوٹ جاؤ۔ کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ دشمن پر غالب آ گئے تو تم اپنی اس

کے ساتھ ہمارا کوئی معاہدہ یا عہد و پیان نہیں ہے۔ ہم نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے پیغمبرؐ پر بیک وقت حملہ کر کے اُسے قتل کر دیں گے۔ ہم اپنے بھائیوں کی پشت پناہی کر کے اُن کی مدد کریں گے!۔۔۔"

حضرت سعدؓ بن معاذ اور اُن کے ساتھی اصحابؓ رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچے اور ڈھکے چھپے انداز میں حالات کی خبر دی تا کہ ہر کوئی سمجھ نہ پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی، "**اس خبر کو خفیہ رکھو۔ صرف اُس ذکر کرو جو جاننے والا ہو۔ کیونکہ حرب تو سراپا تدبیر اور چالاکی پر مبنی ہوتی ہے** (۲۴۳)۔" اصحابِ کرامؓ خندق کے اِس طرف رسول اللہ ﷺ کے منتظر تھے اور متجسس تھے کہ حرکت کیسے کی جائے؟ تھوڑی ہی دیر بعد سلطانِ کائنات ﷺ اپنے شجیع اصحابؓ کے ساتھ تشریف لائے اور؛ "**اللہُ اکبر! اللہُ اکبر!**" کہہ کر تکبر پڑھی۔ اسے سُن کر عالیشان اصحابِ کرامؓ نے بیک زبان تکبیر پڑھ کر جنابِ حق کے نامِ مبارک کی عظمت بیان کی اور خندق کے اُس پار تعداد میں ریت کے ذرّات کی مانند پھیلے کفار کے دلوں میں خوف کی لہر دوڑا دی۔ مشرکین تکبیریں سن کر کہنے لگے، "لگتا ہے محمدؐ اور اُس کے اصحابؓ کو کوئی خوشی کی خبر ملی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**اے جماعت المسلمین! اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت تمہیں مبارک ہو!**" آپؐ نے اس ارشادِ مبارک کے ساتھ ظفر کا مژدہ سنا دیا۔ عالیشان اصحابِ کرامؓ اب تک کئی ایک سرایہ میں شرکت کر چکے تھے، بدر اور اُحد کے غزوات میں شمولیت کر چکے تھے۔ تعداد اور قوت میں کئی گنا زیادہ مشرکین کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے ہر بار ہزیمت سے ہمکنار کر دیا تھا۔ جب تک اُن کے سروں پر سیّد المخلوقات ﷺ موجود تھے کوئی کام ایسا نہ تھا جو وہ کر نہ سکیں یا کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جسے وہ سہہ نہ سکیں۔ ٹھنڈی ہوا، شدت کی قحط سالی، ناقابل برداشت بھوک۔۔۔ رسول اللہ ﷺ اور کئی ایک صحابہ کرامؓ نے اپنے مبارک پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ مقابلے پر آیا دشمن تعداد میں ریت کے ذرّات کی مانند سامنے پھیلا کھڑا تھا!۔۔۔ لیکن عالیشان اصحابِ کرامؓ کے لئے دشمن کی تعداد اور اٹھائی جانے والی زحمتوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ سب سے اچھا وکیل تھا۔۔۔ اور وہ اُسی سے بندھ چکے تھے، اُسی پر بھروسہ کئے ہوئے تھے اور اُسی کی پناہ میں آ چکے تھے۔

قریش کے سردار کماندار اور قریش کے ساتھ دیگر قبائل کے سردار عمومی حملہ کرنے کے لئے کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے خندق کے اطراف میں گھوم کر کسی ایسی جگہ کا سراغ لگانے لگے جہاں سے اسے پار کیا جا سکے۔ خندق کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک چکر لگاتے رہے۔ بالآخر جلدی کی بنا پر نامکمل چھوڑ دی گئی تنگ جگہ پر رُک کر اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں سے ہجوم کی شکل میں حملہ کرنا مناسب ہوگا۔ مشرک عساکر بھی اپنے کمانداروں کے پیچھے چل رہے تھے، حیرت سے کبھی خندق کو دیکھتے اور کبھی عالیشان اصحاب اکرامؓ کو۔ پھر آپس میں کہتے، "ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حرب کا یہ اصول عربوں نے کبھی نہیں اپنایا تھا۔ یہ ضرور اُس فارسی شخص کی فکر ہوگی!"

قریش کے کمانداروں نے اپنے عساکر کو خندق کے اُس تنگ حصہ دکھاتے ہوئے کہا، "یہاں سے کون ہے جو پھلانگ کر دوسری طرف جا سکتا ہے؟ یہ سُن کر اُن میں سے پانچ سوار علیحدہ ہو گئے۔ ان سب نے ایک ایک کر کے جست لگاتے ہوئے پرلی طرف پہنچنا تھا۔ عالیشان اصحابِ کرامؓ بڑے تجسس سے اِن پانچ

---

(۲۴۳) بخاری، "جہاد" ۱۵۷؛ ابوداؤد، "جہاد"، ۱۰۱؛ ترمذی، "جہاد"، ۵؛ ابن ماجہ، "جہاد"، ۲۸؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۵۴۳

حیٔ نے مشرکین کے لشکر میں لوٹ کر حالات بیان کئے اور بتایا کہ بنی قریظہ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کریں گے۔

ساتویں دن، مشرکین دس ہزار کا عظیم لشکر لئے مدینہ کے مغرب اور شمال میں لشکر گاہ بنا کر بیٹھ گئے۔ یہ لشکر گاہ اسی جگہ پر تھی جہاں خندق کھودی گئی تھی۔ مشرکین کا خیال تھا کہ وہ اس بڑے لشکر کے ساتھ مدینے کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں گے اور رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ کو قتل کرنے کے بعد اسلامیت کو ختم کر ڈالیں گے۔ دیکھنے میں یہ ناقابل تسخیر قوت کا حامل، عظیم لشکر تھا۔ مشرکین نے جب خندق جیسی رکاوٹ دیکھی جو اُن کے تخیل سے بڑھ کر ناقابل عبور تھی تو ششدر رہ گئے، اُن کے جذبات پر پانی پھر گیا۔ کیونکہ خندق اس قدر چوڑی تھی کہ ایک تیز رفتار گھڑسوار اسے پھلانگ نہیں سکتا تھا۔ اور جو اس میں گر جائے آسانی سے نکل نہ پائے۔ خصوصاً کسی زرہ بند شخص کے لئے باہر نکل آنا تو بالکل ممکن نہ تھا۔

مشرکین کے پہنچنے کی خبر پاتے ہی رسول اللہ ﷺ نے چھ دن سے متواتر خندق کی کھدائی سے تھکے اصحابِ کرامؓ کو اکٹھا کیا اور خندق کے اس طرف سلع کے پہاڑ دامن میں قرارگاہ بنوائی۔ ان کے پیچھے سلع کا پہاڑ اور مدینہ تھا جبکہ سامنے خندق اور اس کے پار دشمن۔۔۔ ابن اُمّ مکتوم کو پھر مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے وکیل کے طور پر چھوڑ دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے اُنہیں حصار میں رکھا گیا۔ تین ہزار افراد پر مشتمل لشکرِ اسلام صرف تیس گھڑسوار موجود تھے۔ علمِ اسلام حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ اٹھائے ہوئے تھے(۴۴۱)۔ رسول اللہ ﷺ کا چمڑے سے بنا خیمہ سلع پہاڑ کے دامن میں لگا یا گیا تھا۔

اصحابِ کرامؓ جو پھر سے نت نئے شجاعت کے کارنامے دکھانے کو تیار تھے، دشمن کی حرکات کو بڑے غور سے دیکھ پرکھ رہے تھے۔ اس دوران سب نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے سنا ہے کہ بنی قریظہ کے یہود نے ہمارے ساتھ کیا معاہدہ توڑ دیا ہے اور ہمارے خلاف مقابلہ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ آپؐ اس خبر سے بڑے متاثر ہوئے۔ اب لشکرِ اسلام دو طرفہ آتش کے بیچ میں گھر چکا تھا۔ شمال اور مغرب کی جانب مشرکین کا لشکر، جنوب مشرق میں یہودی موجود تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ بن عوام کو بنی قریظہ کے قلعہ کی جانب روانہ کیا۔ حضرت زبیرؓ گئے اور حالات کی خبر لی۔ واپس آکر: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اُنہیں اپنے قلعے کی تعمیر کرتے، حربی تعلیم اور مشقیں کرتے دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے مویشیوں کو بھی اکٹھے کر رہے تھے'' کہا اور جو کچھ دیکھا اس سے متعلقہ ساری تفصیل بیان کی۔ اس پر حبیب اکرم ﷺ نے حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت خوّاتؓ بن جبیر، حضرت عمرؓ بن عوف اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو بنی قریظہ کی جانب نصیحت اور معاہدہ کی تجدید کے لئے بھیجا (۴۴۲)۔

اس وظیفہ پر مقرر کئے گئے یہ پانچ صحابیؓ بنی قریظہ کے یہود کے پاس گئے اور اُنہیں نصیحت کی۔ لیکن نصیحت کا کوئی فائدہ نہ ہو رہا تھا۔ مزید یکہ وہ حقارت پر بھی اتر آئے۔ پھر آخری بات یوں زبان پر لائے:
'' ہمارے برادر قبیلہ بنی نضیر کو ملک بدر کر کے تم لوگوں نے جیسے ہمارے بازو کاٹ ڈالے۔ محمد کون ہے! اُس

(۴۴۱) ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۶۷
(۴۴۲) واقدی، المغازی، ۱، ۴۶۰؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۷، ۸

اللہ سے ۔ بے شک اللہ ہے بخشنے والا اور رحم فرمانے والا (۲۳۹) ۔''

منافقین کے لئے اُتاری گئی آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا: ''مت سمجھ بیٹھو رسول کے بلانے کو اپنے درمیان اس طرح جیسے بلاتے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کو بیشک خوب جانتا ہے اللہ ان لوگوں کو جو کھسک جاتے ہیں تم میں سے (ایک دوسرے) کی آڑ لیتے ہوئے سو لازم ہے کہ ڈریں وہ لوگ جو خلاف ورزی کرتے ہیں رسول کے حکم کی اس بات سے کہ کہیں نہ آن پڑے اُن پر کوئی فتنہ یا نہ آلے اُنہیں دردناک عذاب ۔ خبردار رہو بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۔ اور وہ خوب جانتا ہے اُس (روش) کو جس پر تم ہو اور جس دن لوٹائے جائیں گے وہ اُس کے حضور تو وہ اُنہیں بتادے گا کہ وہ کیا کرتے رہے اور اللہ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے (۲۴۰) ۔''

خندق کی کھدائی کا کام شروع ہوئے چھ دن ہو چکے تھے ۔ سب نے اپنا کام جی جان سے مکمل کر لیا تھا ۔ لیکن ایک جگہ ایسی تھی جو وقت کی کمی کے باعث ذیادہ چوڑی اور گہری نہ کھودی جا سکی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جگہ کے متعلق اندیشے کا اظہار فرمایا: ''مشرکین اس کے علاوہ کسی اور جگہ سے خندق عبور نہیں کر سکتے ۔''

مشرکین کا لشکر جب مدینہ کے بہت قریب پہنچ گیا تو یہودی قبیلہ بنی نضیر کے سردار حیٔ نے قریش کے کمانڈر کو خبر بھیجی ، ''مدینہ کے یہودیوں کا قبیلہ قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے لیکن اُن کے سردار کعب بن اسد کو بہلا پھسلا کر اپنی طرف کھینچا جا سکتا ہے ۔'' کمانڈر نے فوراً جواب دیا ، ''اے حیٔ ! فوراً کعب بن اسد کے پاس جا ، تاکہ مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو توڑ کر ہماری مدد کرے ۔'' اس معاہدے کی ایک شق یہ تھی کہ اگر مدینہ پر کوئی دشمن لشکر حملہ کرے تو یہودی بھی مسلمانوں کا ساتھ دے کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے ۔''

یہودی حیٔ ، مشرکین کے لشکر سے علیحدہ ہو کر رات کی تاریکی میں بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے گھر آن پہنچا ۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور خود کا تعارف کروایا پھر کہنے لگا ، ''اے کعب ! میں قریش کے سارے لشکر کو ، کنانہ اور بنی غطفان جیسے اہم قبائل کو دس ہزار کے ایک بڑے قبیلے کی شکل میں لے آیا ہوں ۔ اب محمدؐ اور اُس کے اصحابؓ قطعاً بچ نہیں پائیں گے ۔ ہم نے قسم کھائی ہے کہ جب تک اُنہیں مکمل طور پر ختم نہ کر ڈالیں ، قریشیوں کے ساتھ رہیں گے اور یہاں سے نہیں جائیں گے ! ۔ ۔ ۔'' اندیشے سے بھرپور کعب نے کہا ، ''محمدؐ اور اصحاب کرامؓ نہ مارے گئے ، قریشی اور غطفانی اپنے اپنے دیار کو لوٹ گئے تو ہم یہاں اکیلے رہ جائیں گے ۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے بعد وہ ہم سب کو مار ڈالیں گے ! ۔ ۔ ۔'' اس پر حیٔ نے کہا ، ''تمہارے اس خوف کو دور کرنے کے لئے قریش اور غطفان والوں کے ستر افراد رہن مانگ لینا ۔ یہ رہن جب تک تمہارے پاس رہیں گے وہ لوگ تب تک یہاں سے نہ جا سکیں گے ۔ اگر مغلوب ہو کر چلے گئے تو بھی میں تم سے علیحدہ نہ ہونگا ۔ تم پر آنے والی فلاکت ، یوں سمجھو میرے سر آئے گی ۔'' اُس نے یہ سب کہہ کر پہلے کعب کو پھر دوسرے یہودیوں کو ورغلایا ۔ مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے معاہدے کو تار تار کروا دیا ۔ اس طرح معاہدہ ٹوٹ گیا ۔

---

(۲۳۹) سورۃ النور ، ۶۲ / ۲۴

(۲۴۰) سورۃ النور ، ۶۳-۶۴ / ۲۴

نے دیکھا کیا تم بھی دیکھا؟" سب نے کہا، "ہم نے ہتھوڑے کی ضرب سے چٹان سے نکلنے والی بجلی دیکھی۔ جب آپؐ تکبیر پڑھتے تھے تب ہم بھی تکبیر پڑھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی، "پہلی ضرب کی روشنی میں مجھے کسریٰ کے (مدائن کے) محل دکھائے گئے۔ جبرائیلؑ نے آکر مجھ سے کہا، "آپؐ کی امت ان شہروں کی مالک بن جائے گی۔" دوسری ضرب پر مجھے رُوم کے صوبے (شام) کے سُرخ محلات دکھائے گئے۔ جبرائیلؑ نے آکر پھر کہا، "آپؐ کی اُمت اُس شہر کی بھی مالک بن جائے گی۔" تیسری ضرب پر مجھے صنعاً (یمن) کے محلات دکھائی دیئے۔ جبرائیلؑ نے پھر خبر دی، "آپؐ کی امت اس جگہ کی بھی مالک بن جائے گی۔"

بعد میں سلطانِ کائنات ﷺ نے، عجم کسریٰ کے مدائن کے محل کے متعلق تفصیلات بتائیں، حضرت سلمانؓ فارسی جو وہاں کے باشندے تھے کہنے لگے، "میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! اُس اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں جس نے آپ کو حق دین اور کتاب دے کر بھیجا، وہ محلات عین ایسے ہی ہیں جیسی آپؐ نے وضاحت فرمائی ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "اے سلمانؓ! شام ضرور فتح ہوگا۔ ہراقلیس اپنی مملکت کی سب سے دور مقام کی جانب بھاگ جائے گا۔ تم لوگ شام کی ہر سمت پر حاکم ہو جاؤ گے۔ کوئی ایسا نہ ہوگا جو تمہارا مقابلہ کر سکے۔ یمن بھی ضرور فتح ہوگا۔ وہ "دیارِ مشرق" بھی فتح کر لیا جائے گا اور کسریٰ مارڈالا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ یہ فتوحات میرے بعد تم لوگوں کو نصیب فرمائے گا (۲۳۸)۔"

حضرت سلمانؓ فارسی بیان فرماتے ہیں، "رسول اللہ ﷺ کی جانب سے دیئے گئے یہ سب مژدے میں نے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھے ہیں۔"

دُشمن اب پہنچنے ہی والا تھا۔ خندق پوری رفتار سے کھودی جا رہی تھی اور پوری تگ و دو سے اسے ختم کرنے کی کوششیں جاری تھیں۔ مجاہدین بحالتِ ضرورت رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر کام چھوڑتے تھے، احتیاج پورا کرتے ہی پھر سے اپنے کاموں میں جت جانے کے لئے دوڑے آتے تھے۔

منافقین نہایت آرام سے حرکت کر رہے تھے، جب چاہتے کام پر آجاتے جب چاہتے اجازت طلب کئے بغیر چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ اصحابِ کرامؓ کے اس طرح کام کرنے پر اُنہیں استہزا بھی کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کے دیئے مژدوں پر بھی مذاق اُڑاتے اور کہتے: "ہم دُشمن کے خوف سے خندق میں چھپ رہے ہیں۔ جبکہ وہؐ ہمیں یمن، روم اور فارس کے ملکوں کے محلات کا وعدہ کر رہا ہے۔ ہم تو تمہارے اس حال پر ششدر ہیں!۔۔۔

اس پر مجاہدین کے لئے اترنے والی آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا: "مومن تو صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں وہ اللہ کے رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام کے موقع پر تو نہیں جاتے جب تک اجازت نہ لے لیں رسول اللہ سے، بے شک وہ لوگ جو اجازت مانگتے ہیں تم سے وہی ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اُس کے رسول پر۔ پھر جب اجازت طلب کریں تم سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت جس کو چاہو ان میں سے اور دعائے مغفرت کرو اُن کے لئے

(۲۳۸) واقدی، المغازی، I، ۴۵۰؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۱۵۹؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، III، ۴۸۲

گھر پہنچا اور سب کچھ اپنی زوجہ کو بیان کر دیا اور کہا: ''اب ہم کیا کریں گے؟'' اُس نے مجھ سے کہا، ''کیا رسول اللہ ﷺ نے تم سے کھانا کتنا ہے نہیں پوچھا؟'' میں نے جواباً کہا: ''ہاں، پوچھا تھا اور میں نے بتا دیا تھا۔'' پھر زوجہ نے دریافت کیا: ''اصحابِ کرامؓ کو دعوت تم نے دی تھی یا رسول اللہ ﷺ نے؟'' میں نے کہا، ''رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی ہے۔'' اس پر اُس نے کہا، ''رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں'' اور مجھے تسلی دی۔

تھوڑی دیر بعد، پیغمبر ﷺ کا نورانی جمال ہمارے دروازے پر دکھائی دیا۔ پھر آپؐ نے جمِ غفیر کی صورت آئے اصحابِ کرامؓ سے فرمایا: **''سب ایک دوسرے کو دھکا دیئے بغیر اندر داخل ہوں''**۔۔۔ میرے سب صحابی برادرانؓ، دس دس کی ٹولی میں بیٹھ گئے۔ نبیِ محترم ﷺ نے روٹی اور گوشت میں برکت کے لئے دعا فرمائی۔ پھر، ہنڈیا کو تندور سے نکالے بغیر ڈوئی سے اس میں موجود کھانے کو روٹیوں پر پھیلا پھیلا کر اصحابِ کرامؓ کو پیش کیا۔ آپؐ کا یہ عمل جاری رہا یہاں تک کہ سب اصحابِ کرامؓ نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ کھانے والے ایک ہزار سے زائد افراد تھے جبکہ گوشت اور روٹیاں ویسی کی ویسی پڑی تھیں۔ جب ہم بھی کھا چکے تو ہمسایوں میں تقسیم کر دیا (۲۳۷)۔''

حضرت سلمانؓ فارسی بہت اچھی خندق کھودتے تھے۔ دس افراد کا کام اکیلا کر لیتے تھے۔ وہ اور اُن کے ساتھی اپنے حصے کی زمین کھود رہے تھے کہ اُن کا سامنا بھی ایک بڑی اور سخت سفید چٹان سے پڑا۔ اُسے توڑنے کی بڑی کوشش کی گئی مگر ساری محنت رائیگاں گئی۔ یہاں تک کہ ہتھوڑے، کدال اور بیلچے بھی ٹوٹ گئے۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچ کر عرض کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا، خندق کی کھدائی کے دوران ایک ایسی سخت چٹان سے سامنا ہوا ہے کہ لوہے کے سب آلات ٹوٹ جانے کے باوجود ہم اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں پائے۔'' حبیب اکرم ﷺ وہاں تشریف لائے اور ایک ہتھوڑا طلب فرمایا۔ وہاں موجود سب اصحابِ کرامؓ بھی تجسس کے ساتھ نتیجے کے منتظر تھے۔

سلطان الانبیاء ﷺ نیچے اترے۔ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' کہہ کر ہتھوڑا اُٹھایا، چٹان کو ایسی ضرب لگائی کہ اس سے مدینے کو روشن کر دینے والی ایک بجلی چمک اٹھی اور چٹان کا ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ''اللہ اکبر!'' کہہ کر تکبیر پڑھی۔ اسے سن کر اصحابِ کرامؓ نے بھی تکبیر پڑھی۔ پھر دوسری بار ہتھوڑا چلایا۔ ایک بار پھر ہر اطراف روشن کر دینے والی بجلی کی چمک!۔۔۔ اور چٹان سے ٹوٹتے ہوئے کچھ اور ٹکڑے۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر ''اللہ اکبر!'' کہہ کر تکبیر پڑھی۔ اسے سُن کر اصحابِ کرامؓ نے بھی ویسا ہی کیا۔ ہتھوڑے کی تیسری ضرب لگاتے ہی ہر طرف جگمگا دینے والی ایک اور بجلی پیدا ہوئی اور چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر ''اللہ اکبر!'' کہہ کر تکبیر پڑھی۔ اصحاب کرامؓ نے بھی ایسے ہی آپؐ کی تقلید فرمائی۔

حضرت سلمانؓ فارسی نے ہاتھ بڑھایا اور رسول اللہ ﷺ اوپر تشریف لے آئے۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے عرض کیا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسول اللہ ﷺ! میں نے ایسی چیز اپنی پوری عمر میں نہیں دیکھی تھی۔ اس کی حکمت کیا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا، ''جو سلمانؓ

(۲۳۷) بخاری، ''مغازی''، ۲۷؛ دارمی، ''مقدمہ''، ۷؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VII، ۳۲۵

رحمت عالم بنا کر بھیجے گئے پیارے پیغمبرﷺ کو اپنی بھوک کی بالکل پرواہ نہ تھی لیکن اصحاب کرامؓ کا اس سردی اور بھوک کی حالت میں کام کرنا اور زحمت اٹھانا آپ کو رنجیدہ کر رہا تھا، اُن پر بڑا ترس آ رہا تھا، آپؐ اُن کے لئے یوں دعا فرما رہے تھے: ''یا الٰہی! آخرت کی حیات کے علاوہ اور کوئی حیات (مطلوب) نہیں۔ یا ربیؐ! انصارین اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔'' اُن سب نے بھی اپنی جانوں سے بڑھ کر عزیز حبیب اکرمﷺ کو یوں جواب دیا: ''ہم اپنی زندگی کے آخری دم تک راہِ خدا میں، دینِ اسلام پھیلانے کے لئے اپنے آقا رسول اللہﷺ کے تابع ہیں۔ اس دوطرفہ محبت نے بھوک، پیاس جیسی کئی ایک مشقتوں اور تکلیفوں کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکا تھا۔

خندق کی کھدائی روزانہ علی الصبح شروع ہوتی اور شام تک جاری رہتی۔ ایک دن کھدائی کے دوران حضرت علیؓ بن حکم کا پاؤں زخمی ہوگیا۔ آپؓ کو گھوڑے پر سوار کرواکر رسول اللہﷺ کے پاس تشریف لایا گیا۔ آقائے دوعالمﷺ نے ''بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم'' کہہ کر آپؓ کے پاؤں کو سہلایا۔ رسول اللہﷺ کے معجزے سے پاؤں سے خون کا بہنا بند ہوگیا اور تکلیف ختم ہوگئی۔

خندق کی کھدائی جاری تھی۔ اصحاب کرامؓ کا سامنا ایک سخت چٹان سے پڑ گیا۔ یہاں کھدائی ممکن نظر نہ آتی تھی۔ آ کر رسول اللہﷺ کو آگاہ کیا۔ آپؐ تشریف لائے اور خندق میں اتر آئے۔ ایک پیالہ میں پانی طلب کیا۔ ایک گھونٹ لیا اور پھر پیالہ میں قلّی کر دی۔ پھر یہ پانی سخت زمین پر چھڑک دیا۔ ہتھوڑا لے کر اُس جگہ پر ایسی ضرب لگائی کہ چٹان ریزہ ریزہ ہوگئی۔ اب وہ جگہ کھدائی کے لئے موزوں ہوگئی۔ اس ضرب کے دوران رسول اللہﷺ کے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹ گیا، وہاں موجود سب لوگوں نے دیکھا کہ رسول اللہﷺ نے اپنے مبارک پیٹ پر بھوک کی شدت سے پتھر باندھ رکھے تھے۔ رسول اللہﷺ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اجازت طلب فرمائی: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یا رسول اللہﷺ! اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں گھر جاکر آسکوں۔'' اجازت کے بعد کے حالات حضرت جابرؓ یوں بیان فرماتے ہیں:

''اجازت پاتے ہی میں گھر اپنی زوجہ کے پاس پہنچا اور کہا: ''میں نے رسول اللہﷺ کو بھوک کی ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ کیا گھر میں کھانے کی کوئی شے موجود ہے؟ اُس نے کہا: ''اس مینڈھے اور چند مٹھی جو سے زیادہ اور کچھ نہیں۔'' میں نے فوراً مینڈھے کو حلال کیا، میری زوجہ نے جو کو چکی میں پیسا اور گوندھ لیا۔ گوشت کو ہنڈیا میں ڈال کر تندور میں پکنے کو رکھ دیا۔ اس کے بعد میں رسول اللہﷺ کے حضور پہنچا اور کہا: ''یا رسول اللہﷺ! میرے ہاں بہت تھوڑا سا کھانا موجود ہے۔ آپؐ اپنے ساتھ ایک آدھ افراد لے کر میرے ہاں کھانے کے لئے تشریف لایئے!''

رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''تمہارے ہاں کتنا کھانا ہے؟'' میں نے بتا دیا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: ''کھانا اچھا بھی ہے اور زیادہ بھی۔ تم اپنی زوجہ سے کہو، میرے آنے تک تندور سے نہ گوشت کی ہنڈیا نہ ہی روٹیاں نکالے۔'' پھر مجاہدین کی طرف گھوم کر فرمایا: ''اے خندق والو! اُٹھو! جابر کی دعوت پر چلتے ہیں!'' آپؐ کے اس حکم پر اصحاب کرامؓ اکٹھے ہوکر رسول اللہﷺ کے پیچھے چلنا شروع ہو گئے۔ میں فوراً

سوار کو مدینہ کی جانب روانہ کر دیا۔ دس دن کا سفر چار دن میں طے کر کے اس نے یہ خبر تمام تر تفصیلات کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار کر دی۔

پیغمبر آخر زمان ﷺ نے فوراً اصحاب کرامؓ کو جمع کیا اور حالات سے متعلق مذاکرات کئے کیونکہ آپؐ سب کام اپنے اصحاب کرامؓ سے مشورے کے بعد کرتے تھے۔ ہر صحابیؓ نے اپنی اپنی رائے دی کہ یہ جنگ کہاں اور کیسے کی جائے؟ اس جماعت میں موجود حضرت سلمانؓ فارسی نے اجازت لے کر فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں جنگ کا ایک اصول ہے وہ یہ کہ جب ہمیں خطرہ ہوتا کہ دشمن ہم پر بھاری پڑ سکتا ہے تو اپنے دفاع کے لئے ہم اپنے اطراف میں خندق کھود لیتے تھے۔'' یہ اصول رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ کو بہت پسند آیا اور دشمن کے ساتھ اسی اصول کے تحت لڑنے کا فیصلہ فرمایا گیا(۲۳۶)۔

رسول اللہ ﷺ نے درحال چند اصحاب کرامؓ کو اپنے ساتھ لیا اور کشف کے لئے چل نکلے کہ خندق کہاں کھودی جائے۔ مدینہ کی جنوبی طرف باغات اور گھنے درختوں سے گھرا پڑا تھا لہٰذا مشرکین کا اس طرف سے ہجوم کی شکل میں حملہ کرنے کا احتمال بہت ضعیف تھا۔ پھر اس طرف کا دفاع بہت کم نفری کے ساتھ بھی کیا جا سکتا تھا۔ مشرق کی جانب یہودی قبیلہ بنی قریظہ موجود تھا، ان کے ساتھ پہلے ہی سے معاہدہ طے پا چکا تھا۔ اس لئے مشرکین صرف مدینہ کی مغربی یا شمالی سمت سے حملہ کر سکتے تھے جو کہ وسیع اور میدانی علاقہ تھا۔ ان اطراف میں خندق کھودنے کی جگہوں کی نشاندہی کی گئی۔ حساب کے مطابق ہر صحابیؓ کے حصہ میں ۳ میٹر کے قریب کھدائی آتی تھی۔ ہر کسی کو اپنے حصہ کی زمین اس طرح سے کھودنا تھی کہ گہرائی دو آدمی (تقریباً ۳.۵ میٹر) اور چوڑائی اس قدر ہو کہ کوئی تیز رفتار گھڑ سوار اسے پھلانگ نہ پائے۔ وقت کم تھا، دشمن مکہ سے نکل کر مدینہ کی جانب بڑھ رہا تھا۔ خندق کا کم سے کم وقت میں کھدنا ضروری تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے بذات خود سربراہی کرتے ہوئے، اپنے شجیع اصحاب کرامؓ کے ساتھ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کہہ کر پہلی کدال ماری۔ ہر کوئی اپنی پوری قوت بروئے کار لاتے ہوئے خندق کھودنے کی کوشش میں تھا، حتیٰ اس میں بچوں نے بھی ساتھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے زباب کے ٹیلے پر ایک خیمہ لگایا گیا۔ خندق سے نکالی گئی مٹی زنبیلوں میں بھر کر اس ٹیلے کے اطراف میں ڈالی گئی، واپسی پر دشمن پر برسانے کے لئے سلع کے پہاڑ سے پتھر ڈھوئے گئے۔ جنہیں زنبیل نہ مل سکی، اپنے دامن میں مٹی بھر کے لے جاتے۔ رسول اللہ ﷺ بھی جب تک تھک نہ جاتے کام کرتے رہتے۔ آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر اصحاب کرامؓ کی ہمت اور بھی بڑھ جاتی اور یوں فرماتے: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہماری جانیں آپؐ پر فدا، ہمارا کام کرنا ہی کافی ہے آپؐ کام نہ کریں اور استراحت فرمائیں'' لیکن اس کے باوجود آپؐ نے جواباً یہ فرما کر کام کرنا جاری رکھا کہ''میں بھی کام کر کے ثواب حاصل کرنا چاہتا ہوں''۔

اُن دنوں موسم بہت سرد تھا اور اس سال خشک سالی کی وجہ سے قحط بھی پڑا ہوا تھا۔ خوراک کا بندوبست کرنا بھی بہت مشکل تھا۔ آقائے دو عالم ﷺ اور سب اصحاب کرامؓ نہایت بھوک کی حالت میں تھے۔ اصحاب کرامؓ نے خود کو بہتر محسوس کرنے کی خاطر، بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر اور ان سے معدے کو دبا کر کھانے کی احتیاج کو دور کرنے کی کوشش میں تھے۔

---

(۲۳۶) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۲۲۰؛ واقدی، المغازی، ۱، ۴۴۱؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۶۵-۶۷؛ سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۲۱۵

غزوۂ خندق

ہجرت کا پانچواں سال تھا۔ مدینہ منورہ سے نکالے گئے فتنہ وفساد کا سرچشمہ بنی نضیر کے یہودی گروہوں میں تقسیم ہو گئے، کچھ شام کی جانب نکل گئے اور کچھ نے خیبر کا رُخ کر لیا۔ لیکن اسلام کے خلاف کینہ اور جذبۂ انتقام اُن کے دلوں میں گھر کر چکا تھا۔ اُن کا سردار حیّٔ اپنے ساتھ قبیلے کے معتبر بیس افراد لے کر مکہ جا پہنچا۔ یہ لوگ ابوسفیان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے مبارک وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے معاہدہ کرنے بیٹھے۔ اور عہد کیا، ''جب تک یہ کام سرانجام نہیں پاتا، ہم تم سے علیحدہ نہ ہو نگے!'' ابوسفیان نے کہا، ''ہمارے دشمن کا دشمن ہمارا دوست ہے۔ لیکن ہمارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے تم لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے بتوں کی عبادت کرو۔ ہم تبھی اس بات پر یقین کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ ہو''۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنے دین کو بیچ ڈالنے والے خائن یہودی، اُن کے بتوں کے سامنے زمین بوس ہو گئے۔۔۔ پہلے اہل کتاب کا فرتھے اب بے کتابی بھی بن گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو ختم کرنے اور دین اسلام کو مٹا دینے کے لئے قسم اٹھائی۔

مشرکین نے فوراً جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ہمسائے کے تمام مشرک قبائل کی جانب آدمی روانہ کئے۔ یہود بھی مختلف قبائل کو رضامند کرنے کی تگ ودو میں لگ گئے۔ بعض قبائل کو پیسے اور کھجوریں دینے کا وعدہ کر کے مسلّح کیا۔ مشرکین نے مکہ کے قرب وجوار سے چار ہزار کا قوی لشکر تیار کر لیا تھا۔ ابوسفیان نے دارالندوہ میں جھنڈا بلند کیا اور عثمان بن ابی طلحہ کو تھما دیا۔ لشکر میں تین سو گھوڑے، بے انتہا اسلحہ اور ڈیڑھ ہزار اونٹ موجود تھے۔

چار ہزار افراد پر مشتمل مشرکین کا لشکر جب مرظہران نامی مقام پر پہنچا تو بنی سلیمان، بنی فزارہ، غطفان، بنی مرّہ اور بنی اسد جیسے کئی ایک قبائل چھ ہزار افراد پر مشتمل لشکر لئے مدد کے لئے آن پہنچے، یوں لشکر کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی۔ یہ اس زمانے کے لحاظ سے ایک بہت بڑی قوت تھی۔

قبیلہ بنوخزاعہ نے جو ایک مدت سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوستی کا ہاتھ ملا چکا تھا فوراً ایک گھڑ

لشکرِ اسلام ظفر کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب بڑھتے دیکھ کر اطراف کے مشرک قبائل خائف ہو چکے تھے اور یہ جان چکے تھے کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جسارت کرنا کس قدر خطرناک ثابت ہوگا۔

والدہ محترمہ کے اقربا کو اپنے خدمتگار بنانے پر عار محسوس کرتے ہیں'' اور سب اسیروں کو آزاد کر دیا۔ یہ نکاح سینکڑوں اسیروں کی آزادی کا سبب بنا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اس زوجہ مبارکہ کا نام بَرّہ سے تبدیل کر کے جویریہؓ رکھ دیا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ کے لئے یوں فرماتی تھیں:
''میں نے جویریہؓ سے بڑھ کر خیر و برکت والی کوئی عورت نہیں دیکھی(۲۳۵)۔''

تُو کہ ہے طبیبِ عالمؐ، اور میں صاحبِ دلِ بیمار
اُمیدِ شفا کے ساتھ، تیرے حضور آتا ہوں میں

اُڑا ہے رنگ میرا، پیٹھ پہ لادے ہوں بارِ گناہ
اُمیدِ نجات کے ساتھ، یہ ذاتِ زوال لاتا ہوں میں

تیرا عاشق ہوں، حیراں ہوں تیرا اے سرورِ عالمؐ!
چشمِ اشکبار کے ساتھ، دن رات گزارتا ہوں میں

ہے رحمت تری آبِ حیات اور میں پیاسا و تشنہ
مرگِ لاچار ہوں، اک قطرہ گر نہ پاتا ہوں میں

تعریف تیری میں، عقل مری ہوئی ہے کس قدر نا چار
معاذ اللہ! ممکن ہے کیونکر، پَر اتنی سمجھ رکھتا ہوں میں

عبث ہے تعریف تیری، خود تیرے ہی خُلق سے
الفاظ سے بیان اور بھی مشکل ہے، فکر رکھتا ہوں میں

عفو و درگزر کرتا ہے تُو، کریم بھی ہے اور سخی بھی تُو
صدف از آب، جو ہر پتھر سے نکلنے کی خبر رکھتا ہوں میں

تیرے ہی نور کے صدقے، پُر تب و تاب ہے آفتاب
ترے چہرے سے ہی آتی ہے شبنمِ گُل، یہی جانتا ہوں میں

تیرے اوصاف بلند تر ہیں، الفاظ میرے کچھ بھی تو نہیں
پَر غیروں کو انکار ہے، گر اس سے بڑھ کر کہتا ہوں میں

عالم کو اک ذرّے میں سمو دینا، ممکن ہے کس طرح
الفاظ سے بیان اور بھی مشکل ہے، فکر رکھتا ہوں میں

حضرت مولانا خالد البغدادیؒ

(۲۳۵) ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۲۹۴؛ واقدی، المغازی، ۱، ۴۱۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۷۴؛ سہیلی، روض الانف، ۱۷، ۱۳

کے لئے یوں دعا فرمائی: ''اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے، تجھے بخش دے، تجھے اجرِ خیر عطا فرمائے۔ اے میری ماں! اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ تو خود بھوکی رہی، لیکن میری شکم سیری فرمائی۔ خود نہ پہنا، مجھے پہنایا۔ خود نہ کھایا، مجھے کھلایا۔ زندگی دینے والی اور موت دینے والی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ وہ ہمیشہ زندہ ہے۔ اُسے موت نہیں۔ یا الٰہی! میری ماں فاطمہؓ بنت اسد کی مغفرت فرما، اُسے بخش دے! اسے اپنے کرم سے نواز۔ اُس کی قبر کو کشادہ فرما۔ یا الٰہی! یا اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن! میں تیرا پیغمبر ہوں اور گزشتہ سارے پیغمبروں کے صدقے میری یہ دعا قبول فرما۔''

آپؓ کی وفات کے بعد رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت زینبؓ بنت خزیمہ تیس سال کی عمر میں وفات پاگئیں (۲۳۳)۔ اسی سال حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے دوسرے صاحبزادے حضرت حسینؓ کی ولادت باسعادت ہوئی (۲۳۴)۔

اسی سال مشرکین مکہ، ابوسفیان کی قیادت میں دو ہزار عسکری قوت کے ساتھ اسلام کی اشاعت کی روک تھام کی نیت سے بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ آقائے دو عالم ﷺ ڈیڑھ ہزار شجیع اصحاب کرامؓ کے ساتھ اُن سے پہلے بدر آن پہنچے۔ بدر میں مجاہدین کی اُن سے پہلے آن پہنچنے کی خبر پا کر مشرکین کے دلوں میں خوف طاری ہوگیا۔ صرف عسقان کے مقام تک بڑھ سکے۔ مسلمانوں کے شجیع لشکر سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کر سکے اور مکہ کو لوٹ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کے ساتھ آٹھ دن تک مشرکین کے لشکر کا انتظار کیا۔ بعد ازاں مدینہ لوٹ آئے۔

غزوۂ بنی مصطلق

ہجرت کے پانچویں سال بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے رسول اللہ ﷺ سے لڑنے کی نیت سے بڑی تعداد میں نفری جمع کی۔ اُنہیں مسلح کر کے مدینہ پر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپؐ فوراً سات سو افراد کے ساتھ بنی مصطلق کا مقابلہ کرنے کے لئے سفر پر نکل کھڑے ہوئے اور المریسیع نامی کنویں پر اپنی قرارگاہ بنا کر پڑاؤ ڈال لیا، پہلے بنی مصطلق کو دعوت اسلام دی گئی۔ اُنہوں نے انکار کیا اور تیر پھینک کر جنگ کا آغاز کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا: ''تم سب مل کر یکدم حملہ کر دو۔'' آپؐ کے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اصحاب کرامؓ نے بنی مصطلق کے دس افراد کو قتل کر دیا۔ قبیلہ کے سردار نے بھاگ کر اپنی جان بچائی، لیکن اُس کی بیٹی برّہ اور قبیلہ کے ۶۰۰ افراد اسیر بنا لئے گئے۔ غنیمت بانٹی گئی۔ برّہ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش ہو کر عرض کی: ''غنیمت کے طور پر میں جس شخص کے حصے میں آئی ہوں اُس کے ساتھ نو اشرفیوں کے عوض میں نے اپنی حریّت کا معاہدہ کر لیا ہے، آپؐ میری مدد کیجئے!'' رسول اللہ ﷺ نے مرحمت فرما کر، اُن کی اس آرزو پوری کی اور اُنہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ سرورِ عالم ﷺ کی تبلیغ سے آپؓ مسلمان ہوگئیں۔ اُن کے قبول اسلام سے آپؐ اس قدر خوش ہوئے کہ بدلے میں آپؓ کو اپنے نکاح میں لے لینے کا شرف بخشا۔ یہ دیکھ کر اصحاب کرامؓ نے کہا، ''ہم رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور ہماری

(۲۳۳) طبرانی، المعجم الکبیر، XXIV، ۵۸؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۵۹۳،IV
(۲۳۴) احمد بن حنبل، المسند، VI، ۳۹۲؛ ھیثمی، مجمع الذوائد، IX، ۶۸

کی حالت میں بڑی مشکل میں پڑ گئیں تھیں۔ رسول اللہﷺ کو آپؓ پر بڑا رحم آیا اور مرحمت فرما کر اپنے نکاح میں لے کر آپؓ کو شرف بخشا(۲۲۹)۔

اسی سال غزوۂ ذات الرقاع ہوا اور جوار کے مشرک قبائل کا صفایا کر دیا گیا(۲۳۰)۔

حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ جو رسول اللہﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہ کے بطن سے تھے چھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ سرورِ عالمﷺ نے اپنے نواسے کی نمازِ جنازہ خود ادا فرمائی اور اپنے ہاتھوں اُنہیں قبر میں اتارا۔ بہت رنجیدہ تھے اور آپؐ کے آنسو قبر میں ٹپک رہے تھے۔ سنگ قبر اپنے ہاتھوں سے رکھا اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ اپنے اُن بندوں پر رحمت فرماتا ہے جو نرم دل اور رحم دل ہیں (۲۳۱)''۔

حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد نے بھی اسی سال ہی وفات پائی(۲۳۲)۔ رسول اللہﷺ آپؓ کی وفات پر بڑے دکھی ہوئے اور فرمایا، ''آج میری ماں وفات پا گئی!'' رسول اللہﷺ نے اپنے دادا حضرت ابو مطلب کی وفات کے بعد آپؓ کے پاس ہی پرورش پائی تھی۔ اعلانِ نبوّت کے فوراً بعد ہی آپؓ مسلمان ہونے سے شرفیاب ہوگئی تھیں۔ اسی وجہ سے سلطانِ کائناتﷺ نے آپؓ کو ہمیشہ اپنی ماں کے مقام پر رکھا اور ہمیشہ آپؓ کی بڑی حرمت فرماتے۔ آپؓ کے لئے رسول اللہﷺ اپنے مبارک دل میں ایسی مرحمت رکھتے تھے کہ اپنی قمیض مبارک اُتاری اور حکم دیا کہ آپؓ کو کفن کے طور پر اس میں لپٹا یا جائے۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد رسول اللہﷺ نے اس نمازِ جنازہ میں ستر ہزار فرشتوں کی شمولیت کی خبر دی۔ پھر آپؐ قبر تک آئے اور بذاتِ خود قبر میں اُترے۔ آپؓ کی پرسکون اور بہتر حیاتِ قبر کے لئے، سرورِ عالمﷺ نے گویا قبر کو کشادہ فرماتے چاروں کونوں کی طرف اشارہ کیا پھر قبر میں لیٹ گئے۔

قبر سے باہر تشریف لائے تو آپؐ کی مبارک آنکھیں بھر آئیں اور آپؐ کے آنسو قبر میں ٹپک رہے تھے۔

یا الٰہی! یہ کیسی مرحمت تھی؟ ۔۔۔ اور یہ کیسی خوش قسمت خاتون تھیں؟ ۔۔۔ حضرت عمرؓ تک اس کی تاب نہ لائے اور سوال کر ڈالا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا، یا رسول اللہﷺ! آپؐ نے اس خاتون ایسا برتاؤ فرمایا ہے جیسا کبھی کسی اور سے نہیں فرمایا!'' وفا کے قدر دان پیغمبر دو عالمﷺ نے جواباً یوں ارشاد فرمایا:

''ابو طالبؓ کے بعد کسی نے میرے ساتھ ایسا اچھا برتاؤ نہیں کیا جیسا اِس مبارک خاتون نے کیا۔ وہ میری ماں تھی۔ اُس کے اپنے بچے بھوکے ہونے کے باوجود وہ سب سے پہلے میرا پیٹ بھرتی۔ اپنے بچوں کے بال مٹی میں اَٹے ہونے کے باوجود وہ سب سے پہلے میرے بالوں میں کنگھی کرتی اور گلاب کا تیل لگاتی۔ وہ میری ماں تھی!

میں نے اُنہیں اپنی قمیض کو کفن کے طور پر پہنایا تا کہ اُنہیں جنت کے لباس سے ملبوس کیا جائے۔ قبر کی حیات اُن کے لئے پرسکون اور آسان ہو اس لئے میں اُن کے ساتھ لیٹا۔ جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آکر مجھے خبر دی، ''یہ خاتونؓ جنتی ہیں۔'' اس کے بعد رسول اللہﷺ نے والدہ محترمہ حضرت فاطمہؓ بنت اسد

---

(۲۲۹) ترمذی، ''نکاح''، ۴۰؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۱۷۴
(۲۳۰) بخاری، ''وضوء''، ۳۳۴؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۳۴۳؛ ابن ہشام، السیرۃ، II، ۲۰۳؛ واقدی، المغازی، I، ۳۹۶؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۶۱؛ سہیلی، روض الانف، III، ۴۰۰
(۲۳۱) حاکم، المستدرک، IV، ۵۱؛ شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، XI، ۳۵
(۲۳۲) طبرانی، المعجم الکبیر، XXIV، ۳۵۱؛ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، III، ۱۲۱

جنت پالی!'' جبار اور دیگر مشرکین کی نظروں کے سامنے آپؓ آسمان کی جانب اٹھالئے گئے ۔ یہ دیکھ کر ہر کوئی حیرت زدہ ہوا لیکن ان میں سے مسلمان صرف جبار ہی ہوا جس نے آپؓ کو شہید کیا تھا۔

پیغمبر آخر زمان ﷺ رجیع اور بئر معونہ کے حادثات پر بڑے غمزدہ ہوئے ۔ اس المناک حادثہ کے سبب قبیلوں پر بلا کے نزول کے لئے آپؐ نے ایک ماہ تک ہر نماز کے بعد بددعا فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا ۔ اُن قبیلوں پر زبردست خشک سالی اور قحط بھیجا ۔ پھر وبائی مرض سے سات سو افراد کی موت واقع ہوئی(۲۲۶) ۔

بنی نضر کے یہودی

غزوۂ اُحد کے بعد ، ہجرت کے چوتھے سال میں بنی نضر نامی یہودی قبیلے نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کا منصوبہ ترتیب دیا ۔ اس کے بارے میں جبرائیلؑ نے آپؐ کو خبر دے دی ۔ قتل کا منصوبہ ناکام ہوگیا ۔ اس پر آقائے دو جہاں ﷺ نے معاہدہ توڑنے والے اس یہودی قبیلے کی جانب حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو روانہ کیا اور فرمایا ،'' بنی نضر کے پاس جاؤ! اور کہہ دو کہ **رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنا حکم سنانے کی غرض سے تمہاری طرف بھیجا ہے اور کہا ہے کہ میرے دیار سے نکل جاؤ! تم یہاں میرے ساتھ اکٹھے نہ رہو! تم لوگوں نے میرے قتل کا منصوبہ بنایا تھا ۔ میں تم لوگوں کو دس دن کی مہلت دیتا ہوں ۔ اس مدت کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آیا اُس کی گردن ماردی جائے گی ۔''**

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی جانب سے یہ حکم سنتے ہی یہ لوگ ڈر اور خوف سے سامان راہ تیار کرنے لگے ۔ لیکن منافقین کا سردار عبداللہ بن ابیّ نے اُنہیں خبر بھیجی ،'' قطعاً اپنے قلعہ سے باہر نہ نکلنا ۔ اپنے مال و ملک کو ترک کر کے مت جانا ۔ میرے دو ہزار آدمیوں کے ساتھ ہم تمہاری مدد کے لئے آرہے ہیں ۔'' اس پر ہمارے آقا و مولا سلطانِ کائنات ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کے ہمراہ مدینہ سے دو کلومیٹر دور بنی نضر کے قلعہ کی جانب روانہ ہوئے ۔ حضرت علیؓ اسلام کا علم تھامے تھے ۔ قلعہ کا محاصرہ کر کے پڑاؤ ڈال دیا ۔ وہ یہودی جو اصحاب کرامؓ کو میدان میں آنے کے لئے للکارتے تھے ، قلعہ سے باہر آنے کی جسارت نہ کر پائے ۔ منافقین کی جانب سے اُن تک کسی قسم کی کمک بھی نہ پہنچ پائی ۔ اصحاب کرامؓ قلعہ کو یوں محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ کوئی پرندہ بھی پر نہ مار پائے ۔ بیس دن لمبے محاصرے کے نتیجہ میں یہودیوں نے شکست قبول کر لی اور تسلیم ہو گئے ۔ اپنا تمام تر اسلحہ ، سونا ، چاندی مسلمانوں کے حوالے کر کے کچھ شام اور کچھ خیبر کا رُخ کر گئے ۔ اب مدینہ میں یہودیوں میں سے صرف بنو قریظہ باقی بچے تھے(۲۲۷) ۔

فاطمہؓ بنت اسد کی وفات

ہجرت کے چوتھے سال شراب کو حرام دینے والی آیتِ کریمہ نازل ہوئی (۲۲۸) ۔ حضرت اُمِ سلمٰی کے شوہر غزوۂ اُحد میں شہادت پا گئے اور اپنے پیچھے چند بچے چھوڑ گئے ۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمٰی بڑھاپے

(۲۲۶) بخاری ، ''مغازی'' ، ۲۸؛ مسلم ، ''امارۃ'' ۱۴۷؛ ابن ہشام ، السیرۃ ، II ، ۱۸۳؛ واقدی ، المغازی ، I ، ۳۵۲-۳۴۶؛ ابن سعد ، الطبقات ، II ، ۵۴-۵۱

(۲۲۷) واقدی ، المغازی ، I ، ۴۴۱؛ سہیلی ، روض الانف ، III ، ۳۸۶

(۲۲۸) شمس الدین شامی ، سبل الھدیٰ ، XXII ، ۵۹

لگاتے رہے۔ لیکن حضرت زیدؓ کے ایمان کو مزید مضبوط کرنے کے علاوہ وہ اور کچھ نہ کر پائے۔ اس پر حضرت زیدؓ پر تیروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ بالآخر صفوان بن اُمیہ کے آزاد کردہ غلام نسطاس نے آپؓ کو شہید کر دیا۔

واقعہ بئرِ معونہ

اسی سال ماہِ صفر میں عرب کے علاقۂ نجد میں بنو عامر کے سردار ابو برّاء عامر بن مالک مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُسے اسلام کے متعلق سمجھایا اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ابو برّاء مسلمان تو نہ ہوا لیکن اُس نے اعتراف کیا کہ اسلام نہایت اچھا اور اشرف والا دین ہے۔ اس کے علاوہ نجد میں اسلام کے پھیلاؤ کے لئے اصحاب کرامؓ میں سے کچھ کو بھیجے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''میں نجد کے لوگوں کے متعلق مطمئن نہیں ہوں کہ اُن کے پاس کسی کو بھیج سکوں۔''** اس پر عامر نے اصرار کرتے ہوئے کہا، ''میں اپنی حمایت میں لے لوں گا تب اُنہیں کوئی شخص نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''

سرورِ عالم ﷺ نے اس کے اس وعدے کو قبول کر لینے کے بعد اصحاب کرامؓ میں سے ستر افراد پر مشتمل ایک جماعت کی اور حضرت منذرؓ بن عمرو کی قیادت میں روانہ فرما دیا۔

ابو برّاء جو اپنے قبیلے کو اسلامیت سے شرفیاب کرنا چاہتا تھا، اصحاب صفہ سے پہلے روانہ ہوگیا اور اپنے قبیلے کے پاس پہنچ کر بتایا کہ اُس نے آنے والی جماعت کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے اور تنبیہ کی تاکہ کوئی اُنہیں ہاتھ نہ لگا سکے۔ اُس کے بھتیجے عامر بن طفیل کے علاوہ باقی سب نے قبول کر لیا کہ وہ اُنہیں نقصان نہ پہنچائیں گے۔ ابو برّاء کا بھتیجا عامر بن طفیل نے تین قبیلوں کے مسلح آدمیوں کو اپنی قیادت میں لیا اور بئرِ معونہ پر آکر ٹھہرے اصحاب کرامؓ کو گھیر لیا۔ چاروں جانب سے گھرے اصحاب کرامؓ نے اپنی تلواریں نکال لیں۔ صرف ایک صحابیؓ کے سوا سب شہید ہو گئے اور آخری دم تک بڑی بہادری سے لڑتے رہے۔

اِن مبارک اصحاب کرامؓ کے آخری الفاظ یوں تھے: ''یا ربّ! اس وقت رسول اللہ ﷺ کو ہمارے بارے میں خبر دینے والا سوائے تیری ذات کے اور کوئی نہیں ہے۔ اُنہیں ہمارا سلام پہنچا دے!''

اُسی وقت جبرائیلؑ حد درجہ غمگین حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے، اور اِن مبارک اصحاب کرامؓ کا سلام پہنچاتے ہوئے کہا، **''وہ سب اللہ تعالیٰ سے جا ملے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔''** سرورِ عالم ﷺ نے جواباً ''عَلَیْہِمُ السَّلَام'' کہا اور بڑی افسردگی سے موجود اصحاب کرامؓ کی جانب دیکھ کر حالات کی بابت یوں خبر دی، **''تمہارے بھائیوں کا مشرکین سے مقابلہ ہوا ہے۔ مشرکین نے اُنہیں کاٹ دیا اور اپنے نیزوں سے اُنہیں چھلنی کر دیا ہے۔''**

اس حادثہ کے دوران دشمنوں سے مقابلہ کرتے ہوئے، حضرت عامرؓ بن فہیرہ کی پیٹھ میں جبار نامی شخص نے اپنا نیزہ گھونپ دیا تھا، اس پل حضرت عامرؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: ''اللہ کی قسم، میں نے

ہوا اس کی خبر اپنے رسول ﷺ کو دے دینا۔'' پھر ''اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ '' کہا۔ جس وقت حضرت خبیبؓ یہ دعا فرما رہے تھے، رسول اللہ ﷺ اس وقت اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ یوں بیان فرماتے ہیں: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ اصحاب کرامؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ اچانک آپؐ نے ''وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ'' کہا۔ اصحاب کرامؓ نے استفسار فرمایا، ''یارسول اللہ ﷺ یہ آپؐ نے کس کے سلام کا جواب دیا؟'' ''ہمارے بھائی خبیبؓ کے سلام کا جواب ہے۔ جبرائیلؑ نے خبیبؓ کا سلام مجھ تک پہنچایا ہے'' آپؐ نے ارشاد فرمایا(۲۲۴)۔

حضرت خبیبؓ کے اطراف اکٹھے ہوئے مشرکین قریش نے؛ ''یہ رہا تمہارے آباؑ کا قاتل'' کہہ کر نیزہ بردار جوانوں کو آپؓ پر حملہ کرنے پر اکسایا۔ اُنہوں نے آپؓ کے مبارک وجود کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران حضرت خبیبؓ کا چہرہ کعبہ کی جانب گھوم گیا۔ مشرکین نے پھر مدینہ کی جانب موڑ دیا۔ حضرت خبیبؓ نے دعا فرمائی: ''یا الٰہی! اگر میرے تیرا مقبول بندہ ہوں ہو میرا چہرہ کعبہ کی جانب موڑ دے۔ آپؓ کا چہرہ کعبہ کی جانب مڑ گیا۔ مشرکین میں سے کوئی بھی پھر آپؓ کا چہرہ کعبہ کی بجائے کسی اور جانب نہ موڑ سکا۔ اس اثناً حضرت خبیبؓ نے ایسے اشعار کہے جو سولی پر، دشمنوں کے درمیان اُن کے شہید ہونے کا حال بیان کرتے تھے۔ جب مشرکین نیزے لئے آپؓ کے وجود کو چھیدتے ہوئے اشکنجہ آزمائی کرنے لگے تو آپؓ نے فرمایا، ''اللہ کی قسم! میں مسلمان ہو کر مرتا ہوں تو چاہے کسی بھی پہلو گروں مجھے غم نہیں! یہ سب اللہ کی راہ میں ہے۔''

حضرت خبیبؓ نے اس کے بعد مشرکین کے لئے یوں بددعا فرمائی: ''اے اللہ! سب مشرکین قریش کو تباہ کر ڈال! ان کی جماعت بکھیر کر رکھ دے! ایک ایک کر کے ان جان لے، اُنہیں زندہ نہ چھوڑ!''
مشرکین اس بددعا سے بڑے ہراساں ہوئے، کئی ایک وہاں سے نکل کر دور چلے گئے۔ جو باقی بچے اُنہوں اپنے نیزے پے در پے گھونپنا شروع کر دیے، ان میں سے ایک نے اپنا نیزہ آپؓ کے سینے میں گھونپ دیا، نیزہ پشت کی جانب سے نکل گیا۔ حضرت خبیبؓ کے وجود سے خون پھوٹ رہا تھا اور سولی پر لٹکتے ہوئے اپنی آخری سانسوں کے ساتھ ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' کہتے ہوتے جامِ شہادت نوش فرما لیا (۲۲۵)۔

حضرت خبیبؓ بن عدی کا جسد چالیس دن تک سولی پر لٹکتا رہا۔ آپؓ کا بدن قطعاً گلا سڑا نہیں اور نہ ہی بدبو پیدا ہوئی۔ تازہ خون بہتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کا جنازہ لانے کے لئے حضرت زبیرؓ بن عوام اور حضرت مقدادؓ بن الاسود کو بھیجا۔ وہ رات کو چھپ کر مکہ میں داخل ہوئے۔ حضرت خبیبؓ کو سولی سے اتارا اور اونٹ پر لاد کر مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب مشرکین کو اس بات کی خبر ہوئی تو ایک جمِ غفیر کی شکل میں اُن کی جانب بڑھے۔ دونوں اصحاب کرامؓ نے مدافعہ کی غرض سے نعش زمین پر رکھ دی۔ کچھ دیر بعد اُنہوں نے دیکھا کہ وہ جگہ جہاں نعش رکھی ہے اچانک پھٹ گئی اور نعش کو اپنے اندر نگل کر پھر سے بند ہو گئی ہے۔ یہ دیکھ کر اُنہوں مدینہ کی راہ لی۔

حضرت زیدؓ بن دثنہ کو بھی سولی پر باندھ دیا گیا۔ دین سے منحرف کرنے کے لئے مشرکین زور

(۲۲۴) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲۱،۱۷؛ ابونعیم، حلیۃ الاولیا، ۱۵۹،۱؛ ابن عبدالبر، الاستیعاب، ۲۸،۱۱
(۲۲۵) عبدالرزاق، المصنف، ۳۵۴،۷؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲۱،۱۷

ہاتھ استرا بھیج دیا۔ جب بچہ اُس کے قریب گیا تو میں یکدم گھبرا گئی۔ ''ارے! یہ آدمی کہیں بچے کو استرے سے کاٹ نہ ڈالے۔ اُس کا کیا ہے اُسے تو مرنا ہی تھا'' میں نے سوچا اور بھاگ کر بچے کو دیکھا۔

خبیب نے میرا بھیجا ہوا استرا بچے کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور بچے کو پیار کرنے کے لئے اپنے گھٹنے پر بٹھا رکھا تھا۔ میں یہ حال دیکھتے ہی خوف زدہ ہو کر فریاد کرنے لگی۔ میری اس حالت کو سمجھ کر اُس نے کہا، ''کیا تم سمجھتی ہو کہ میں بچے کو مار ڈالوں گا؟ ہمارے دین میں ایسی چیز نہیں پائی جاتی۔ ناحق کسی کی جان لینا ہماری شان کے منافی ہے۔''

آخر وہ دن آ پہنچا جب حضرت خبیبؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن دثنہ قتل کے لئے مشرکین کے سامنے لائے گئے۔ اُس دن صبح سویرے اُن کی زنجیریں کھولی گئیں مکہ سے باہر تنعیم نامی مقام پر لے جائے گئے۔ اہل مکہ اور مشرکین میں سے امرا اُن کی پھانسی دیکھنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ اطراف میں ایک بڑی بھیڑ لگی تھی۔

مشرکین نے اسیروں کو پھانسی لگانے کے لئے دو سولیاں لگا رکھی تھیں۔ جب حضرت خبیبؓ کو سولی پر لے جانے کے لئے باندھنے لگے تو آپؓ نے کہا، ''مجھے چھوڑ دو تاکہ دو رکعت نماز ادا کر سکوں۔'' اُنہوں نے چھوڑ دیا اور کہا، ''وہاں پڑھ لو۔'' حضرت خبیبؓ فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، خشوع کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی۔ جمع ہوئے مشرکین، عورتیں، بچے ہیجان کے ساتھ آپؓ کو دیکھ رہے تھے۔ اپنی نماز ختم کرنے کے بعد آپؓ نے فرمایا، ''اللہ کی قسم اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ سمجھو کہ میں موت کے خوف سے اپنی نماز کو لمبا کر رہا ہوں تو میں ضرور اپنی نماز کو لمبا کرتا اور مزید پڑھتا۔'' ایسے سولی پر چڑھتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کرنے والے، اس عمل کے عادت اور سنت بن جانے کا سبب حضرت خبیبؓ بن عدی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب آپؓ کی سولی اور اس سے پہلے دو رکعت نماز کی ادائیگی کے متعلق سنا تو اس حرکت پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا(۲۲۳)۔

مشرکین نے حضرت خبیبؓ کو اُن کی نماز کی ادائیگی کے بعد اٹھا کر سولی پر باندھ دیا۔ آپؓ کے چہرے کو قبلہ کی بجائے مدینہ کی جانب پھیر دیا۔ پھر کہنے لگے، ''چلو اپنے دین سے پھر جاؤ! ہم تمہیں آزاد کر دیں گے۔'' آپؓ نے جواب دیا، ''اللہ کی قسم! ہرگز نہ پھروں گا! چاہے ساری دنیا میری ہو جائے، مجھے دے دی جائے، پھر بھی اسلام سے نہ منحرف نہ ہونگا!'' اس جواب کے بعد مشرکین نے کہا، ''کیا تم چاہتے کہ آج اس وقت تمہاری جگہ محمد ﷺ کے موجود ہوتے اور انہیں پھانسی دی جاتی؟ اگر ہاں کہہ دو گے تو بچ جاؤ گے اور اپنے گھر میں آرام کرو گے!'' حضرت خبیبؓ نے فرمایا، ''میں تو اس بات پر بھی راضی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں کانٹا ہی چبھ جائے!'' مشرکین نے مضحکہ خیز انداز میں ہنستے ہوئے کہا: ''اے خبیبؓ! دینِ اسلام سے پلٹ جا! اگر نہ پلٹے تو ہم تجھے ضرور مار ڈالیں گے!'' حضرت خبیبؓ نے جواب دیا، ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہونے کے بعد میرے لئے موت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔''

اس کے بعد حضرت خبیبؓ یوں دعا گو ہوئے: ''اے میرے اللہ! مجھے اس جگہ پر دشمنوں کے چہروں کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ میرے اللہ! اپنے رسول ﷺ کو میرا اسلام پہنچا دے۔ جو ہمارے ساتھ

---

(۲۲۳) بخاری، ''مغازی''، ۲۸؛ واقدی، ''مغازی''، ۱، ۳۵۴؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۲۱،۱۷؛ صفدی، الوافی، ۳۵۷،۱۷

کے دنوں میں اپنے جسم کو جیسے مشرکوں سے بچائے رکھا، اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد ویسے ہی اُن کے جسد کی حفاظت کی اور مشرکین اُسے ہاتھ تک نہ لگا سکے۔'' حضرت عاصمؓ بن ثابت کو؛ '' **شہد کی مکھیوں کی جانب سے حفاظت کیا گیا شخص** '' کہہ کر یاد کرتے تھے (۲۲۲)۔

بنولحیان نے حضرت عاصمؓ بن ثابت داخل سات اصحاب کرامؓ کو شہید کر دیا۔ تین اصحاب کرامؓ کو اسیر بنا لیا۔ اسیر بنائے گئے اصحاب کرامؓ میں حضرت خبیبؓ بن عدی، حضرت زیدؓ بن دثنہ اور حضرت عبداللہؓ بن طارق شامل تھے۔ بنولحیان نے تینوں کو کمان کی لکڑی کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ ان میں سے حضرت عبداللہؓ بن طارق مکہ کے مشرکین کے پاس لے جانے پر راضی نہ ہوئے۔ نہ جانے کے لئے مزاحمت پر اترے رہے۔'' شہید کئے جانے والے میرے ساتھی جنت میں داخل ہوکر با مشرف ہوئے ہیں'' کہہ کر فریاد کرتے رہے اور اپنے ہاتھوں کے بند توڑ ڈالے لیکن بنولحیان نے سنگ باری کر کے اُنہیں شہید کر ڈالا۔ حضرت خبیبؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن دثنہ یہ سوچ کر صبر کر گئے کہ شائد اس طرح کشف کا وہ وظیفہ پورا کرنے کا امکان حاصل کر سکیں جو اُنہیں رسول اللہ ﷺ نے سونپا تھا۔

بنولحیان اِن دونوں کو مکہ لے گئے۔ بدر اور اُحد کی جنگوں میں اپنے اقربا کے قتل پر کینہ اور انتقام کی حرص میں مبتلا مشرکین کسی فرصت کی تلاش میں تھے۔ مشرکین میں سے حجیر بن ابی احب تمیمی نے بدر میں اپنے بھائی کے قتل کے انتقام کی غرض سے حضرت خبیبؓ کو خرید لیا، جبکہ حضرت زیدؓ بن دثنہ کو صفوان بن اُمیہ نے خرید لیا جس کا باپ اُمیہ بن حلف بدر میں مارا گیا تھا۔ مشرکین کی اصل نیت تو اِن دونوں کا قتل کر دینا ہی تھا لیکن جنگ کی ممانعت کئے گئے مہینوں میں ہونے کی وجہ سے قید میں رکھ کر یہ وقت گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ دونوں کو علیحدہ علیحدہ قید میں رکھا گیا تھا۔ دونوں اصحاب کرامؓ نے اس قید کے دوران بڑے صبر، متانت اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔

جس گھر میں حضرت خبیبؓ بن عدی کو قید کیا گیا تھا وہاں موجود ماویہ نامی آزاد کردہ لونڈی (یہ خاتون بعد میں مسلمان ہوگئی تھیں) یوں بیان کرتی ہیں:

'' خبیبؓ اُس گھر میں قید کئے گئے تھے جہاں میں موجود تھی۔ میں نے اُس سے اچھا اسیر کبھی نہیں دیکھا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں صراحی جیسا لمبا انگور کا گچھا پکڑے ہے اور وہ اس میں سے کھا رہا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں روزانہ ایسے انگور دیکھے جاتے تھے۔ اُس موسم میں اور وہ بھی مکہ میں انگور کا پایا جانا قطعی ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اُسے رزق دیتا تھا۔ وہ اپنی قید کے حجرے میں نماز پڑھتا، قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔ اس کی تلاوت سننے والی خواتین رونے لگتیں اور اس پر ترس کھانے لگتیں۔ بعضاً میں اُسے پوچھتی، '' کیا کوئی چیز چاہیئے؟'' وہ مجھے جواباً کہتا، '' مجھے میٹھا پانی دو، میرے لئے اُس حیوان کا گوشت نہ لانا جو بتوں کے لئے کاٹا گیا ہو، اور جب میرے مارے جانے کا وقت قریب آئے تو مجھے پہلے سے خبر دے دینا، بس اور کچھ نہیں مانگتا۔ جب اُس کے قتل کا دن مقرر کر دیا گیا تو میں نے جا کر اُسے بتا دیا۔ اسے سننے پر اُس کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہ آئی، دکھ یا پریشانی کے ذرا برابر اثرات نظر نہ آتے تھے۔ وہ دن آنے سے کچھ پہلے، مرنے سے پہلے اپنے بدن کی صفائی کرنے کی خواہش ظاہر کی اور مجھ سے استرا مانگا۔ میں نے اپنے بچے کے

---

(۲۲۲) بخاری، ''مغازی''، ۲۸؛ واقدی، ''مغازی''، ۱، ۳۵۴؛ عبدالرزاق، المصنف، ۷، ۳۵۴؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۷، ۲۲۱؛ صفدی، الوافی، ۱۷، ۳۵۷

قبول فرمائی اور رسول اللہ ﷺ کو اُن کے متعلق خبر دے دی۔

حضرت عاصمؓ نے مشرکین سے کہا، ''ہم مرنے سے نہیں ڈرتے۔ کیونکہ ہم اپنے دین کی بصیرت رکھتے ہیں (ہم مرکر شہید ہو جائیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے)۔'' مشرکوں کا سردار بولا، ''اے عاصم! خود کو اور اپنے ساتھیوں کو مت زیاں کر، تسلیم ہو جاؤ!'' اس پر حضرت عاصمؓ بن ثابت نے تیر سے جواب دیا۔ تیر چلاتے ہوئے یہ مصرعے پڑھ رہے تھے:

''قوی ہوں میں، نہیں مجھ میں کمی
کمان میری کی موٹی رسی ہے تنی
موت برحق، حیات خالی و عارضی
مقدر ہے جو کچھ، ہیں اُس پہ ہم راضی
جاتا ہے الی اللہ جلد یا بدیر ہر انساں
لڑوں نہ گر تم سے، ہوگا عقل پر گراں''

حضرت عاصمؓ کے ترکش میں سات تیر تھے۔ اُن کے ہر تیر نے ایک مشرک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تیر ختم ہو جانے پر اپنے نیزے سے مشرکوں کو چھید کر رکھ دیا۔ لیکن نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ فوراً تلوار نکال لی اور نیام توڑ کر پھینک دی (یہ اشارہ تھا کہ مرتے دم تک لڑوں گا اور تسلیم نہ ہونگا)۔ پھر دعا فرمائی: ''اے میرے اللہ! میں نے آج تک تیرے دین کی حفاظت کی۔ میں تم سے دعا کرتا ہوں کہ آج کے بعد میرے وجود کو بچا کر اس کی حفاظت فرما۔'' حضرت عاصمؓ اور ساتھیوں کی اللہ اکبر! کی صداؤں سے پہاڑ لرز رہے تھے۔ دو سو کے مقابل دس مجاہدین ایسے ڈٹے ہوئے تھے، جو اُن کے قریب آتا اپنے کئے کی سزا پاتا۔ حضرت عاصمؓ نہایت دونوں پاؤں سے زخمی ہو کر گر گئے۔ کافر اُن سے اس قدر ہراساں تھے کہ زمین پر گرنے کے باوجود بھی اُن کے قریب نہ آ پا رہے تھے لہٰذا دور سے تیر چلا چلا کر آپؓ کو شہید کر ڈالا۔ اُس دن وہاں موجود دس اصحاب کرامؓ میں سے سات شہید اور تین اسیر ہو گئے۔

بنولحیان نے سلامتہ بنت سعد کو بیچنے کے لئے حضرت عاصمؓ بن ثابت کا مبارک سر کاٹنا چاہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصمؓ بن ثابت کی دعا قبول کر لی تھی اور شہد کی مکھیوں کا ایک جھنڈ بھیج دیا۔ وہ ایک بادل کی طرح حضرت عاصمؓ بن ثابت پر آ ٹھہرا تھا۔ مشرکین قریب نہ آ پا رہے تھے۔ آخر کار کہنے لگے، ''چھوڑ دو، شام کو شہد کی مکھیاں چھوڑ کر چلی جائیں گی، اور ہم آ کر اس کا سر کاٹ لے جائیں گے۔''

شام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شدت کا مینہ برسایا کہ ندیاں نالے بہہ نکلے اور حضرت عاصمؓ بن ثابت کے جسدِ مبارک کو لے کر انجان جگہ پہنچا دیا۔ بڑی تلاش کے باوجود بھی نہ مل سکا۔ اس لئے مشرکین حضرت عاصمؓ بن ثابت کا کوئی عضو نہ کاٹ سکے۔ شہد کی مکھیوں کی طرف سے حضرت عاصمؓ بن ثابت کی حفاظت کا واقعہ بیان کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ مومن بندے ضرور حفاظت کرتا ہے۔ عاصمؓ بن ثابت نے صحت

جا کر یوں کہنا ، '' ہم مسلمان ہیں ، زکوٰۃ بھی دیں گے اسے لینے کے لئے اور ہمیں اسلام کی تعلیم دینے کے لئے ہم آپ سے معلّم طلب کرتے ہیں '' پھر ہم آنے والوں میں کچھ کو قتل کر کے اپنا انتقام لے لیں گے اور کچھ کو مکہ لے جا کر قریش کے ہاتھوں بیچ ڈالیں گے ۔ ''

ہجرت کے چوتھے سال ماہ صفر میں ان دو قبائل سے چھ یا سات افراد پر مشتمل ایک وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا ، '' ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے ، ہمیں قرآنِ کریم اور دین کی تعلیم دینے کی غرض سے کچھ معلّم بھیجئے ۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ نے دس افراد پر مشتمل ایک سریہ تیار کر رکھا تھا جس کا مقصد یہ پتا لگانا تھا کہ مشرکینِ مکہ جنگ کی تیاری میں مصروف ہیں یا نہیں ۔ آپؐ نے سفیرانِ بنوعضل اور بنو قارہ کی طلب پر اس دس رُکنی کاشف گروہ کو معلّم کے طور پر ان آنے والوں کے ساتھ بھیج دیا ۔ اصحاب کرامؓ پر مشتمل اس سریہ میں حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد ، حضرت خالدؓ بن ابی بکیر ، حضرت عاصمؓ بن ثابت ، حضرت خبیبؓ بن عدی ، حضرت زیدؓ بن دثنہ حضرت عبداللہؓ بن طارق ، حضرت معطبؓ (مغیر) بن عبید اور تین ایسے صحابیؓ بھی موجود تھے جن کے نام معلوم نہیں ۔

یہ کاشف گروہ ، دن کے وقت چھپ کر اور راتوں کو سفر کرتے ہوئے ایک دن بوقتِ سحر رجیع نامی کنویں پر جا پہنچا ۔ یہاں کچھ دیر آرام کیا ، مدینہ کی عجوہ نامی اعلیٰ جنس کی کھجوریں کھائیں ۔ پھر وہاں سے ہٹ کر قریب کے ایک پہاڑ پر چڑھ کر چھپ گئے ۔ قبیلہ حزیل کی ایک گڈریا عورت رجیع کے کنویں پر آئی ۔ وہاں اُس نے کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی دیکھیں اور سمجھ گئی کہ یہاں مدینہ کی کھجوریں کھائی گئی ہیں ۔ '' یہاں مدینہ سے لوگ آئے ہیں '' چلا چلا کر قبیلہ والوں کو خبر دینا شروع کر دی ۔ اس دوران اصحاب کرامؓ پر مشتمل گروہ کے ساتھ آنے والے عضل اور قارہ کے لوگوں میں سے ایک شخص کسی بہانے سے اُن سے علیحدہ ہو گیا ۔ اُس نے فوراً بنولحیان کے پاس جا کر انہیں خبر دی ۔

بنولحیان اس خبر پر حرکت میں آ گئے ۔ اس چھوٹے سے وفد کے مقابلے میں دوسو افراد پر مبنی ایک فوج بھیجی جس کے سو افراد تیرانداز تھے ۔ آنے والی اس مشرک فوج نے حضرت عاصمؓ بن ثابت اور اُن کے دوستوں کو پہاڑ کی چوٹی پر آ گھیرا ۔ اس دوران ان دس اصحاب کرامؓ کے احوال کے متعلق خبر دینے والا شخص بھی اُن کے ساتھ آن ملا ۔ تب اصحاب کرامؓ سمجھ گئے کہ اُنہیں دھوکہ دیا گیا ہے ۔ اُنہوں نے لڑائی کا فیصلہ کیا اور اپنی تلواریں نکال لیں ۔ یہ سمجھ کر مشرکین نے اُنہیں بہکانے کی کوشش کی اور کہنے لگے ، '' اگر ہمارے پاس نیچے آ جاؤ تو تم میں سے کسی ایک کو قتل نہیں کریں گے ۔ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں ۔ اللہ کی قسم ! ہم تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتے ۔ لیکن تمہارے عوض اہلِ مکہ سے فدیہ لینا چاہتے ہیں ۔ ''

حضرت عاصمؓ بن ثابت ، حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد اور حضرت خالدؓ بن ابی بکیر نے جواباً : '' ہم مشرکین کے الفاظ اور اُن کے وعدوں پر کبھی اعتبار نہیں کرتے '' کہہ کر اُن کی سب باتیں رد کر دیں ۔ حضرت عاصمؓ بن ثابت نے کہا ، '' میں نے قسم کھائی ہے کہ کبھی مشرکوں کی پناہ قبول نہ کروں گا ۔ اللہ کی قسم ! اُن کی پناہ اور اُن کے وعدوں کے فریب میں آ کر ہرگز نیچے اُتر کر تسلیم نہ ہونگا ۔ '' پھر اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر دعا فرمائی : '' یا الٰہی ! ہمارے پیغمبر ﷺ کو ہمارے متعلق خبردار فرما دے ۔ '' اللہ تعالیٰ نے حضرت عاصم کی دعا

میں ذیادہ تر زخمی تھے فوراً تیار ہو گئے ۔ حتیٰ حضرت عبداللہؓ اور حضرت رافعؓ نامی برادران جو کہ گہرے زخموں سے چور تھے، رسول اللہ ﷺ کی اس دعوت کو سنتے ہی اپنے درد و اضطراب بھول کر: ''رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی فرصت بھلا کیسے چھوڑی جا سکتی ہے'' کہتے ہوئے مجاہدین کی صفوں کی جانب دوڑے آئے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کے ساتھ مشرکین کا تعاقب شروع کر دیا۔ روحہ کے مقام پر آپ کو اطلاع ملی کہ مشرکین نے اکٹھے ہو کر مدینہ پر دھاوا بولنے اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ تدبیر بھی رسول اللہ ﷺ کا ایک معجزہ ثابت ہوا۔

مشرکین کو جب خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ اُن کی جانب بڑھ رہے ہیں تو ڈر کے مارے اپنا پڑاؤ ختم کر دیا اور مکہ لوٹ گئے (۲۲۰)۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں حمرا الاسد جانے والے ان عالیشان اصحاب کرامؓ کے لئے یوں مدح فرمائی: ''وہ (مومن) جنہوں نے **لبیک کہا پکار پر اللہ اور رسول کی، اس کے باوجود کہ کھا چکے تھے زخم ان لوگوں کے لئے، جنہوں نے بہتر کار کردگی دکھائی ان میں سے اور تقویٰ اختیار کیا، اجرِ عظیم ہے** (۲۲۱)۔

ابنِ قمیہ جس نے اُحد میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی، مکہ لوٹنے کے بعد ایک دن اپنے ریوڑ کو دیکھنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا۔ اُس نے اپنے ریوڑ کو عین پہاڑ کی چوٹی پر چرتے پایا۔ مویشیوں میں سے ایک مینڈھا تیزی سے بھاگتا ہوا ابنِ قمیہ کی جانب بڑھا اور ٹکروں سے اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہلاک کر دیا۔

عبداللہ شہاب زُہری شخص کو مکہ جاتے ہوئے سفید دھبوں والے ایک سانپ نے ڈس لیا اور اس طرح جہنم واصل ہوا۔ وہ سب لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی جان کے در پے تھے ایک سال کے اندر اپنے کئے کی سزا بھگتتے ہوئے مر کھپ گئے۔

رجیع کا واقعہ

غزوۂ احد کے خاص تیر اندازوں میں سے حضرت عاصمؓ بن ثابت نے اس غزوہ میں مشرکین میں سے مسافی بن طلحہ اور اس کے بھائی حارث کو قتل کیا تھا۔ اُن کی ماں سلامتہ بنت سعد بڑی کینہ پرور عورت کے طور پر مشہور تھی۔ اُس نے وعدہ کیا کہ جو شخص اُس کے دو بیٹوں کے قاتل حضرت عاصمؓ بن ثابت کا سر لائے گا وہ اُسے سو اُونٹ دے گی۔ اور اُس نے قسم کھائی کہ وہ حضرت عاصمؓ کی کھوپڑی میں شراب پئے گی۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی جانب ایک سریہ میں بھیجے جانے والے صحابی حضرت عبداللہؓ بن اُنیس نے بنولحیان میں سے سفیان بن خالد کو قتل کر دیا تھا۔ اس بنا پر اس عورت نے بنولحیان میں سے بنوعضل اور بنوقارہ نامی قبائل سے معاہدہ کر لیا۔

مدینہ کے جوار میں مقیم ان دو قبائل نے چال چلی اور اپنے سفیر تیار کئے۔ ان سفیروں سے کہا، ''

(۲۲۰) واقدی، المغازی، ۱، ۳۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۲، ۴۸؛ سہیلی، روض الانف، ۳، ۲۸۹

(۲۲۱) آل عمران، ۱۷۲/۳

آمین!'' اصحابِ کرامؓ نے بھی'' آمین! آمین!'' کہہ کر اس دعا میں شرکت فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ کرامؓ کے ساتھ مدینہ کے قریب آن پہنچے۔ مدینہ میں موجود خواتین اور بچے راہ پر نکل آئے تھے، اُن کی پُرحزن اور پُرتجسس نگاہیں آنے والے لشکر کے درمیان سرورِ کائنات ﷺ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ دنیا کو اپنے نور سے روشن کرنے والے اس مبارک چہرے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کر رہے تھے۔ پھر لشکر کی جانب گھوم کر اپنے، باپ، شوہر، بیٹوں، چچاؤں اور ماموؤں کو تلاش کرنے لگتے۔ اگر نظر نہ آتے تو۔۔۔ بے قابو ہو کر آنسو بہانے لگتے۔ دریائے رحمت رسولِ اکرم ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کو اس پُرحزن حال میں دیکھ کر بڑے غمگین ہوئے، آپؐ کی مبارک آنکھیں پُرنم تھیں۔

اسی دوران حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ قبشہؓ خاتون رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھتی نظر آئیں۔ اُحد آپؓ کے بیٹے حضرت عمروؓ شہید ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر فرمانے لگیں، ''میرے ماں باپ اور میری جان آپ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ میں نے آپ کو صحیح سلامت پایا۔ آپؐ کی سلامتی کے بعد ساری فلاکتیں میرے لئے ہیچ ہیں!'' آپؓ نے اپنے جگر پارے کے متعلق کچھ دریافت نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے بیٹے عمروؓ کی تعزیت کے بعد فرمایا، ''اے اُمِّ سعدؓ! **تمہیں اور سب شہداءٔ کے گھر والوں کو مبارک ہو کہ وہ سب جنت میں مل کر آپس میں دوست ہو گئے ہیں۔ وہ سب اپنے گھر والوں کے لئے بھی شفاعت کریں گے۔**'' قبشہ خاتونؓ نے عرض کی، ''یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی ہر شے پر رضامند ہیں۔ اس خوشخبری کے بعد اب بھلا کون ہے جو اُن کے لئے آنسو بہائے! آپ اُن کے لواحقین کے لئے دعا فرمائیں۔'' آقائے دوعالم ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''**یا الٰہی! اُس غم کو جو اِن کے دلوں میں گھر کر گیا ہے اُسے دور فرما! لواحقین اور ورثاءٔ کو خیر و برکت عطا فرما!**''

رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کا جسمانی خواہشات کے خلاف جد و جہد کو مدنظر رکھتے ہوئے فرمایا، ''(اے میرے صحابیؓ! اب) ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف جا رہے ہیں (۲۱۹)۔'' اس کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ آرام اور مرہم پٹی کی غرض سے سب اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں۔ آپؐ خود بھی زخمی تھے، اس لئے اپنے خانۂ سعادت تشریف لے گئے۔

غزوۂ حمراءُ الاسد

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ واپس آتے ہی یہ سوچ کر کہیں مشرکین لوٹ کر پھر حملہ نہ کر دیں، فوراً تدبیری اقدامات کئے۔ زخموں کے باوجود اگلے ہی دن، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں یہ بتانے کے لئے گزشتہ روز کی حرب سے اُن کی قوت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی اور دشمنوں کو ڈرانے کی نیت سے کہ کہیں وہ لوٹ کر مدینہ کا رُخ نہ کریں، آپؐ نے حضرت بلال حبشیؓ کو فرمایا، ''اعلان کرو! **رسول اللہ ﷺ تمہیں دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیتے ہیں! وہ لوگ جو کل اُحد میں ہمارے ساتھ نہ تھے ہرگز نہ آئیں، صرف وہ لوگ آئیں جو اس مقابلے میں ہمارے ساتھ تھے!**'' حضرت بلالؓ کے اعلان سے یہ حکم سنتے ہی، اصحاب کرامؓ جن

(۲۱۹) سیوطی، جامع الاحادیث، XV، ۱۳۹، XXXIV، ۱۰۶

ہو کر ، اُحد پہاڑ کی گود میں رات گزار نے کی بڑی تمنا رکھتا تھا ۔ تمہارے بھائی شہید ہوتے ہی ، اللہ تعالیٰ نے اُن کی ارواح کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھ دیں ۔ وہ جنت کی نہروں پر آتے ہیں اور پانی سے سیر یاب ہوتے اور اُس کے پھلوں میں سے کھاتے ہیں ۔ جنت کے کونے کونے کا نظارہ کرتے ہیں اُس کے باغات میں پرواز کرتے ہیں ۔ پھر عرشِ معلی کے نیچے لٹکی اطلسی قندیلوں میں جا کر رات بسر کرتے ہیں ۔ وہ ، ایسے خورد و نوش کی خوبصورتی اور لذت دیکھ کر کہتے ہیں : '' کاش کہ ہمارے بھائی جان سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا کیا اکرام کیا ہے ، اور وہ بھی دنیا کی مصیبتوں سے نجات پا سکتے ، لڑائی سے گھبرا کر دشمنوں کا سامنا کرنے سے باز نہ آتے ۔ '' پھر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے : '' میں تمہارے احوال اُنہیں بتا دوں گا ۔ '' (اور پھر آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد ہوا :) '' اور ہرگز نہ سمجھنا ان لوگوں کو جو قتل ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں ۔ شاداں وفرحاں ہیں اس پر جو عطا فرمایا اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے اور مطمئن ہیں ان لوگوں کے بارے میں جو ابھی نہیں پہنچے اُن کے پاس اُن کے پچھلوں میں سے ، اس بنا پر کہ نہ کوئی خوف ہے اُن کے لئے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں ۔ مطمئن ہیں اللہ کے انعام پر اور اس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ نہیں ضائع کرتا اجر مومنوں کا (۲۱۸) ۔ '' ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں دیکھ کر ارشاد فرماتا ہے ، '' اے میرے بندو ! تمہارا دل جو چیز چاہے وہ مانگو ، میں تمہیں اُس سے کہیں بہتر چکھاؤں گا ۔ '' '' اس پر وہ جواباً : '' اے ہمارے ربّ ! جو تو نے ہمیں عنایت فرمایا اُس سے بڑھ کر اور نعمت کیا ہوسکتی ہے جو ہم تجھ سے طلب کریں ۔ ہم جنت میں اپنی من پسند چیزیں کھاتے ہیں ۔ البتہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح ہمارے بدنوں میں لوٹائی جائیں اور ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ ہم تیری راہ میں پھر جہاد کریں اور شہید ہوں '' التجا کرتے ہیں ۔ ''

اب یہاں سب کام ختم ہو چکا تھا ۔ سب کچھ سمیٹ کر جمع کیا ۔ جس جہاد فی سبیل اللہ یعنی دین الٰہی پھیلانے کے لئے وہ اُحد آئے تھے وہ غزوہ ختم ہو چکا تھا ۔ آنکھیں ، صحابہ کرامؓ کی ایسی بہادری اور شجاعت پر شاہد ہوئیں جو کبھی نہ دیکھی گئی تھی اور جس کا تخیل تک بھی ممکن نہ تھا ، کفار کو ایک درس اور دے دیا گیا تھا ۔

آقائے دو جہاں ﷺ اپنے مبارک اصحابِ کرامؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے ۔ حرہ کے مقام پر پہنچے تو آپؐ نے اصحابِ کرامؓ کو صف بندی کروائی اور اپنے مبارک ہاتھ اُٹھا کر ، اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا اور یوں دعا کرنا شروع کی : '' یا الٰہی ! سب حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے ۔ یا الٰہی ! جسے تو گمراہی میں چھوڑ دے اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں ، جسے تو ہدایت دے اُسے گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ۔ ۔ ۔ یا الٰہی ہمیں ایمان کی محبت عطا فرما ۔ ہمارے دلوں کو ایمان سے مزین فرما ۔ ہمارے اندر کفر ، ظلم اور بے حیائی کے لئے نفرت پیدا فرما ۔ ہمیں اُن لوگوں میں سے کر جو دین و دنیا کے لئے نقصان دہ چیزوں کو سمجھنے والے اور سیدھا راستہ پا جانے والے ہیں ۔ یا الٰہی ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور اسلام پر ہی موت دے ۔ ہمیں نیک اور صالح لوگوں میں داخل فرما ۔ کیونکہ وہ لوگ نہ تو اپنے شرف اور حیثیت کو کھوتے ہیں اور نہ ہی اپنے دین سے منہ موڑتے ہیں ۔ یا الٰہی ! وہ جو تیرے رسولؐ کا انکار کرتے ہیں ، تیرے راستے سے منہ موڑتے ہیں اور تیرے پیغمبرؐ سے لڑنے والے کفار کو سزا دے ! اُن پر ایسا عذاب نازل فرما جو حق اور حقیقت پر مبنی ہو ! ۔ ۔ ۔

(۲۱۸) سورۃ آل عمران ، ۱۷۱-۱۶۹ / ۳

صاحبزادے حضرت زبیرؓ نے فرمایا، ماں! رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپؓ کو واپس لے جایا جائے۔ حضرت صفیہؓ نے کہا، ''اگر میں اس لئے واپس چلی جاؤں کہ مجھے وہ سب نہ دکھایا جائے جو اُس کے ساتھ بیتا ہے تو سُن لو کہ میں اپنے بھائی کے جسد کے چیر پھاڑ کر دینے کی خبر پا چکی ہوں۔ اُس کی یہ حالت اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہوئی ہے۔ ہم، اس راہ میں اس سے بدتر کے لئے بھی راضی ہیں۔ اس کے ثواب کی توقع اللہ تعالیٰ سے رکھیں گے۔ انشا اللہ صبر کر کے یہ سب برداشت کریں گے۔'' حضرت زبیرؓ بن عوامؓ نے آکر رسول اللہ ﷺ کو یہ سب بتایا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اگر ایسا ہے تو چھوڑ دو اُنہیں دیکھ لینے دو۔''

حضرت صفیہؓ، حضرت حمزہؓ کے جسد کے پاس بیٹھ گئیں اور خاموشی کے ساتھ رونے لگیں۔

حضرت صفیہؓ، آتے ہوا اپنے ساتھ دو خرقے لائیں تھیں۔ اُنہیں نکال کر فرمانے لگیں، ''میں یہ اپنے بھائی حمزہؓ کے لئے لائی ہوں، ان سے اُسے لپیٹ دیں۔'' سیّدُ الشہدا حضرت حمزہؓ کو ان میں سے ایک خرقہ کے ساتھ کفن دیا گیا(۲۱۵)۔

حبیب اللہ ﷺ اپنے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کے پاس آئے، آپؓ کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور کئی جگہوں سے زخم کھائے ہوئے تھے۔ آپؓ کے ہرطرف خون کا تالاب لگا پڑا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یہاں بھی بڑے غمزدہ ہوئے اور ان معزز شہدا سے خطاب کرتے ہوئے سورۃ الاحزاب سے ۲۳ ویں آیت کریمہ تلاوت فرمائی: **''مومنوں میں سے کچھ جواں مرد ایسے ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا وہ عہد جو اللہ سے کیا تھا اُنہوں نے، سواُن میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے پوری کر لی اپنی نذر (شہید ہونے تک لڑائی کرتے رہنے کی) اوراُن میں سے کچھ وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں (وقت آنے کا) اورنہیں تبدیلی کی اُنہوں نے اپنے رویہ میں ذرا بھی۔''** اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: **''اللہ تعالیٰ کا رسولؐ بھی گواہ ہے کہ، تم روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور میں شہید بن کر حاضر ہو گے۔''**

اُس کے بعد، آپؐ اپنے ساتھ موجود اصحاب کرامؓ کی جانب مُڑ کر یوں گویا ہوئے: **''اللہ تعالیٰ کا رسولؐ بھی شاہد ہے کہ، روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔''**

حضرت مصعبؓ بن عمیر کے کفن کے لئے کوئی کپڑا نہ ملا۔ اُن کا جبہ بدن مبارک کو پوری طرح ڈھانپ نہیں پا رہا تھا۔ سرڈھانپنے سے پاؤں ننگے رہ جاتے تھے، پاؤں ڈھانپنے سے سرکھلا رہ جاتا تھا۔ حبیب اکرم ﷺ نے فرمایا، ''سرکو جبے سے اور پاؤں اذخر (۲۱۶) سے ڈھانپ دو۔'' اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرنے والے اور اس کی خاطر شہادت کا مرتبہ پانے والے یہ سعادت مند صحابیؓ، دنیا سے نصف کفن کے ساتھ رخصت ہوئے (۲۱۷)۔

دیگر شہدأ کو نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد اُن کے خون سے لتھڑے لباس میں ہی کفن دے کر قبروں میں دو دو اور تین تین کی صورت میں دفن کر دیا گیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ غزوۂ اُحد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سے چونسٹھ انصارین اور چھ مہاجرین تھے۔

دیگر اصحاب کرامؓ غمناک تھے کیونکہ شہید اصحابؓ اُن میں سے زیادہ تر کے اقربا بھی تھے۔ لواحقین کی تسلی اور تشفی کے لئے حبیب اکرمؐ نے یوں ارشاد فرمایا: **''اللہ کی قسم، میں اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ شہید**

---

(۲۱۵) ابن ابی شیبہ، المصنف، VIII، ۴۹۳؛ عبدالرزاق، المصنف، III، ۴۲۷؛ ابن سعد، الطبقات، III، ۱۴

(۲۱۶) ایک مقامی جڑی بوٹی

(۲۱۷) بخاری، ''جنائز''، ۲۷؛ ابوداؤد، وصایا، ۱۱؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، III، ۱۳۷؛ ابن سعد، الطبقات، III، ۱۲۱؛ سیوطی، جامع الاحادیث، XXXIV، ۴۵۱

ڈھال میں پانی بھر لائے۔ حضرت فاطمہؓ نے اُس پانی سے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو اور خون کو صاف کیا۔ لیکن چہرے کا خون بہنا کم نہ ہوتا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور اُس کی راکھ زخم پر رکھ دی جس سے خون رُک گیا (۲۱۴)۔

اُس کے بعد یہ خواتین میدانِ حرب میں اُتریں۔ پہلے زخمیوں کو علیحدہ کر کے اُن کی مرہم پٹی کی۔ مشرکوں نے بعض شہدأ کو ناقابلِ تشخیص بنا ڈالا تھا۔ اُن کے کان، ناک اور دیگر اعضأ کاٹ کر اور اُن کے پیٹ چاک کر ڈالے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش ان میں سے ہی تھے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ کرامؓ بڑے دُکھی ہوئے۔ آپؐ کے بڑے برگزیدہ اصحابِ کرامؓ جام شہادت نوش فرما کر اور اُحد کی مٹی کو اپنے خون سے سینچ کر جنت کو پرواز کر گئے تھے۔ لیکن شہدأ کے ساتھ یہ سلوک ناقابلِ برداشت تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ سب اصحابِ کرامؓ اس حزن سے دل برداشتہ تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر سرورِ عالم ﷺ رو دیئے۔ آپؐ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آپؐ نے فرمایا: **''میں، قیامت کے روز گواہی دوں گا کہ اِن شہدأ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں فدا کی ہیں۔ اِنہیں اِن کے خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ قیامت کے روزِ محشر میں اپنے بہتے زخموں کے ساتھ آئیں گے۔ اِن کے خون کا رنگ لال، اِن کی خوشبو مشک جیسی ہوگی۔''**

رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، ''حمزہؓ نظر نہیں آ رہے۔ وہ کس حال میں ہیں؟'' حضرت علیؓ نے تلاش کے بعد اُن کو ڈھونڈ نکالا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں پہنچ کر ناقابلِ یقین منظر دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔ حضرت حمزہؓ کے کان، ناک اور دیگر اعضأ کاٹ دیئے گئے تھے اور آپؓ کا چہرہ مبارک ناقابلِ شناخت حال میں تھا، آپؓ کا پیٹ چاک کر کے جگر باہر نکال دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بہتے آنسوؤں کے باوجود حضرت حمزہؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **''اے حمزہؓ! کبھی بھی کوئی تم جیسی مصیبت سے دوچار نہ ہوا نہ ہوگا۔ اے اللہ کے رسولؐ کے چچا! اے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے شیر حمزہؓ! اے حمزہؓ جو نیکیوں کا پیکر تھا! اے حمزہؓ جو اللہ کے رسولؐ کا محافظ تھا! اللہ تعالیٰ تم پر رحمت نازل فرمائے!۔۔۔''**

اس دوران، سامنے سے ایک عورت آتی دکھائی دی جو نہایت پریشان دکھائی دیتی تھی۔ یہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ تھیں۔ وہ بھی دیگر خواتین کی طرح رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ سن کر سب کچھ بھول کر بھاگی بھاگی اُحد آ پہنچی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھوپھی کو دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ شہیدوں کی حالت اُن سے دیکھی نہ جائے گی، آپؓ کے بیٹے حضرت زبیرؓ بن عوامؓ سے فرمایا، **''ماں کو واپس لے جاؤ، وہ بھائی کی نعش کو نہ دیکھ پائے۔''** حضرت زبیرؓ بھاگ کر اپنی والدہ کے پاس پہنچے۔ اُس مبارک خاتون نے ہیجان سے پوچھا، ''بیٹے! رسول اللہ ﷺ کے متعلق کچھ بتاؤ!۔۔۔'' اتنے میں حضرت علیؓ بھی وہاں آن پہنچے اور اُن کے: ''رسول اللہ ﷺ الحمد للہ بخیریت ہیں'' کہنے سے آپؓ نے سکون کا سانس لیکن اس باوجود آپؓ نے: ''وہ کہاں ہیں مجھے دکھاؤ'' کہہ کر اصرار کیا۔ حضرت علیؓ نے اشارے سے سرورِ کائنات ﷺ کی جانب اشارہ فرمایا۔ حضرت صفیہؓ، دو جہان کے آقا کو زندہ سلامت دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں۔ اس دفعہ اپنے بھائی حمزہؓ کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھنے لگیں۔ آپؓ کے

---

(۲۱۴) ابن ماجہ، ''طب''، ۱۵؛ واقدی، المغازی، ۱، ۲۵۰؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۸۰؛ طبرانی، المعجم الکبیر، ۷۱، ۱۴۴

کر گئے۔

اُن میں سے ابیّ بن خلف نے گھوڑا رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھایا اور؛'' کہاں ہے وہ جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے؟ میرے مقابل آئے مجھ سے مقابلہ کرے!'' کہہ کر دھاڑنا شروع ہوگیا۔ اصحاب کرامؓ نے اُس سے مقابلہ کرنا چاہا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ حضرت حارثؓ بن سمہ کا نیزہ لے کر آپؐ آگے بڑھ آئے۔ بدبخت ابیّ نے گھوڑے کو ایڑ دی اور؛''اے محمدؐ! یا تُو بچے گا یا میں!'' کہہ کر قریب آ پہنچا۔ اُس نے سر سے پاؤں تک زرہ زیب تن کر رکھی تھی۔ آقائے دوعالم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا نیزہ اُبیّ کی گردن کی جانب پھینک دیا۔ نیزہ اُڑتا ہوا خود اور زرہ کے درمیان سے گزرتا ہوا گردن میں پیوست ہوگیا۔ اُبیّ ایک سانڈ کی مانند آواز نکالتا ہوا گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اُس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مشرکین اُسے اُٹھا کر لے گئے۔ راستے بھر؛''محمدؐ نے مجھے مار ڈالا!۔۔۔'' کہہ کر دہائی دیتے ہوئے مر گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ موجود اصحاب کرامؓ کے ہمراہ اُحد کی چٹانوں کی جانب چلنا شروع کر دیا۔ چٹانوں کے پاس پہنچ کر آپؐ نے اُوپر چڑھنا چاہا۔ بہت زیادہ تھک جانے، دوہری زرہ پہننے اور بدن مبارک پر ستر سے زیادہ ضربیں لگنے کی وجہ سے طاقت نے جواب دے دیا۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے پیغمبر اعظم ﷺ کو اپنی پشت پر ڈالا اور چٹانوں کے اوپر پہنچا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**جب طلحہؓ نے** اللہ کے رسول ﷺ مدد کی تب جنت اُس پر واجب ہوگئی۔'' آپؐ میں اب اتنی مجال باقی نہ تھی کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے سو آپؐ نے بیٹھ کر دوپہر کی نماز ادا فرمائی۔

پہاڑ کے دامن میں موجود سب اصحاب کرامؓ ہر ایک شیر کی مانند مشرکین پر ٹوٹ ٹوٹ کر حملے کر رہے تھے۔ پیغمبر اعظمؐ پر تلوار چلانے والوں پر اُنہوں نے دنیا تنگ کر دی تھی۔ ایک دوران حضرت خاطبؓ بن ابی بلتہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سوال کیا،''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کو یہ سب کس نے کیا؟'' آپؐ نے جواب دیا: ''**عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر پھینک کر میرے چہرے پر مارا اور میرا چوتھا دانت توڑ دیا۔**'' اس پر حضرت خاطبؓ نے دوبارہ دریافت فرمایا؛''یا رسول اللہ ﷺ! وہ کس طرف گیا ہے!'' رسول اللہ ﷺ نے اشارے سے اُس سمت اشارہ فرمایا جدھر وہ گیا تھا۔ حضرت خاطبؓ فوراً اُس طرف کو دوڑ پڑے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپؓ نے اُس کو پا لیا۔ اُسے گھوڑے سے گرا کر ایک ہی حملے سے اُس کا سر تن سے جدا کر ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں لا کر مژدہ سنایا۔ رسول اللہ ﷺ نے؛''**اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو**'' کہہ کر آپؓ کو دعا دی۔

خود کو سنبھال کر اور منظم ہو کر پھر سے حملہ کرنے والے اصحاب کرامؓ کے مقابلے میں مشرکین اپنے پاؤں نہ جما سکے۔ ستر لاشیں پیچھے چھوڑ کر اور میدانِ حرب کو ترک کر کے اُنہوں نے مکہ کا راستہ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ مدینہ پہنچ گئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت اُمّ سلیمؓ، حضرت اُمّ ایمنؓ، حضرت حمنہ بنت جحش، حضرت کعبیہؓ جیسی خواتین اُحد کی جانب دوڑ پڑیں۔ حضرت فاطمہؓ اپنے والد محترم رسول اللہ ﷺ کے زخمی چہرہ مبارک کو دیکھ کر رو پڑیں۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو تسلی دی۔ حضرت علیؓ اپنی

قمیہ نہایت جوش کے ساتھ، :''میں نے محمدؐ کو مار ڈالا! میں نے محمدؐ کو مار ڈالا!۔۔۔'' کہہ کر چلاتا ہوا ابوسفیان کے پاس چلا گیا۔ مشرکین اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے! وہ اب رسول اللہ ﷺ کے متعلق نہیں سوچ رہے تھے۔ اُس گڑھے کے اطراف سے ہٹ گئے جس میں رسول اللہ ﷺ گر گئے تھے، وہ اب اصحابِ کرامؓ سے نبرد آزما تھے (۲۱۳)۔

رسول اللہ ﷺ، گڑھے میں گرے تو آپؐ کے رخساروں سے خون جاری تھا۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک کو چہرے پر پھیرا تو ہاتھوں اور داڑھی مبارک کو خون سے تر پایا۔ ایک قطرہ خون زمین پر گرنے سے پہلے جبرائیلؑ نے پہنچ کر وہ مبارک خون پکڑ لیا اور کہا کہ:''یا حبیب اللہ ﷺ! حق تعالیٰ کی قسم، اگر اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر گر جاتا تو قیامت تک زمین پر سبزہ نہ اگتا۔'' فخرِ عالم ﷺ: ''اگر مجھ **سے ایک قطرہ خون زمین پر گرے گا تو آسمان سے عذاب نازل ہو جائے گا۔ یا ربی! میری قوم کو معاف فرما دے! کیونکہ وہ نہیں جانتے ہیں''** کہہ کر آپؐ کو قتل کرنے کے درپے، آپؐ کے بدن مبارک پر تلوار چلانے والے، آپؐ کے دانت مبارک کو شہید کرنے والے اور آپؐ کے چہرۂ مبارک کو خون سے تر بتر کر دینے والوں کی ہدایت کے لئے دعا فرما رہے تھے۔

اس اثناء میں، حضرت کعبؓ بن مالک نے پوری قوت سے بلند آواز میں پکار کر کہا،''اے مسلمانو! خوشخبری ہو! یہ رہے رسول اللہ ﷺ!۔۔۔'' یہ آواز سن کر عالیشان اصحابِ کرامؓ کو جیسے نئی زندگی مل گئی اور خوشی کے ساتھ اُس طرف کو دوڑے۔ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے فوراً وہاں پہنچ کر آپؐ کو اس گڑھے سے نکالا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے رسول اللہ ﷺ کی مبارک کنپٹیوں میں کھبے خود کے حلقے اپنے دانتوں سے کھینچ کر نکالے۔ یہ آہنی ٹکڑے نکالتے ہوئے سامنے کے دو اور دانت بھی نکل گئے۔ اصحابِ کرامؓ میں سے حضرت مالکؓ بن سنان نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک چہرے سے رِستے خون کو چوس لیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا اُسے جہنم کی آگ نہ چھو پائے گی۔''**

مشرکین پھر سے آپؐ پر حملہ کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی خوشی میں سرشار اصحابِ کرامؓ نے فوراً آپؐ کے گرد حلقہ تشکیل دیا اور وہاں کسی مشرک کو نہ چھوڑا۔ جب مشرکین سمجھ گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ نہیں کر سکتے تو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ آقائے دو جہان ﷺ نے اپنے پاس میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو فرمایا،''انہیں پسپا کر دو۔'' حضرت سعدؓ نے سوال کیا،''یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس صرف ایک تیر ہے۔ اس سے بھلا کیسے پسپا کروں؟'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہی حکم دہرایا۔ اب تیراندازوں کے پیر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اپنا ہاتھ ترکش کی جانب بڑھایا اور تیر پھینک دیا۔ نشانے پر لگنے والے تیر نے ایک مشرک کو گرا دیا تھا۔ اپنا ہاتھ پھر ترکش کی جانب بڑھایا تو وہاں ایک اور تیر پڑا پایا۔ ذرا غور سے دیکھا تو یہ وہی تیر تھا جو کچھ دیر پہلے آپؓ نے چلایا تھا۔ ایک مشرک اور گرا دیا گیا۔ یہی حالت بار بار پیش آئی۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزے سے حضرت سعدؓ ہر بار ترکش میں کچھ دیر پہلے پھینکا گیا تیر پاتے۔ پے در پے اپنے آدمیوں کو مرتا دیکھ کر اہلِ قریش نے پہاڑ پر چڑھنے کا فیصلہ بدل دیا۔ نیچے اتر آئے اور پسپائی اختیار

(۲۱۳) ابن ھشام، السیرۃ، ۱۱۰۳، ۷۹؛ سہیلی، روض الانف، ۲۶۳،۱۱۱؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱۱،۳، ۴۵

بڑھ کر عزیز جانتے تھے، فوراً بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اس دوران آپؓ متواتر سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ: ''**محمد ﷺ رسول ہیں۔ آپؐ سے پہلے بھی رسولؐ آ چکے ہیں**'' پڑھ رہے تھے(۲۱۱)۔ ابن قمیہ نے اس دفعہ تلوار سے آپؓ کے بائیں ہاتھ پر وار کیا۔ بایاں ہاتھ بھی کٹ جانے کے باوجود اس شجیع علمبردار صحابیؓ نے اسلام کے علم کو گرنے نہ دیا۔ اس بہادر صحابیؓ نے علم کو اپنے بازوؤں میں تھام کر اپنی چھاتی سے لگا لیا اور علم کو ہوا میں لہراتے رہے۔ ابن قمیہ نے اس بار اپنا نیزہ اس عالیشان صحابیؓ کے وجود میں گھونپ دیا۔ آپؓ بھی اپنے دیگر دوستوں کی طرح شہید ہو کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔

حضرت مصعبؓ نے زمین پر گرتے ہوئے اسلام کا عالیشان علم نہ گرایا، اسے فوراً ایک فرشتے نے تھام لیا جو حضرت مصعبؓ کی صورت اختیار کئے ہوئے تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے: ''**آگے بڑھو یا مصعبؓ! آگے بڑھو!**'' کہنے پر علم اٹھائے فرشتے نے کہا، ''میں مصعبؓ نہیں ہوں۔'' تب سرورِ کائنات ﷺ سمجھ گئے کہ وہ ایک فرشتہ ہے سو علم حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا (۲۱۲)۔

ابن قمیہ نے حضرت مصعبؓ کو رسول اللہ ﷺ خیال کرتے ہوئے، مشرکین کے بیچ جا کر چلا چلا کر: ''میں نے محمد کو قتل کر دیا!'' اعلان کرنا شروع کر دیا۔ اس خبر کے نشے میں مشرکین نے اور بھی سفا کی دکھانا شروع کر دی۔ اس حادثے کی حقیقت سے بے خبر اصحابِ کرامؓ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ فضا میں ماتم سی سوگواری پھیل گئی۔ حضرت عمرؓ کے ہاتھوں میں جیسے جان نہ رہی، دوستوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت انسؓ بن نضر نے اُنہیں اس حال میں دیکھ کر دریافت کیا، ''آپؓ بیٹھے کیوں ہیں؟''

جواباً آپؓ نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا!۔۔۔'' حضرت انسؓ نے یہ سن کر: ''اگر رسول اللہ ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے تو اُس کا رب (اللہ تعالیٰ) تو باقی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے! چلو اٹھو! اُس مقصد کے لئے ہم بھی جان دے دیں جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جان فدا کر دی'' کہا اور تلوار کی میان توڑ کر: ''اللہ اکبر!۔۔۔'' کی تکبیروں کے ساتھ ننگی تلوار لئے دشمن کے درمیان کود پڑے۔ کفار میں سے کئی ایک کو قتل کر کے خود شہادت کا جام نوش کر لیا۔ صرف چہرے پر ستر زخم موجود تھے۔ بدن پر ان گنت زخم ہونے کی بنا پر اُن کی بہن کے علاوہ کوئی اُن کی شناخت نہ کر پایا تھا۔

اصحابِ کرامؓ میں سے اکثر منتشر ہو چکے تھے اور کچھ شہادت کا جام نوش کر چکے تھے۔ اُن کے اس انتشار سے فائدہ اُٹھا کر مشرکین رسول اکرم ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ پتھروں سے تلواروں سے دو عالم کے آقا کو شہید کرنے پر تلے تھے۔ آپؐ کے بدن پر دوہری زرہ ہونے کی وجہ سے یہ ضربیں اثر نہ دکھا سکیں۔ عتبہ بن ابی وقاص کے پھینکے پتھر رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر لگے اور آپؐ کا نچلا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا۔ نچلے جبڑے کا چوتھا دایاں دانت ٹوٹ گیا۔ اس دوران مشرک ابن قمیہ بھی آن پہنچا اور اس نے اپنی تلوار سے رسول اللہ ﷺ کے سرِ مبارک پر وار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کا خود ٹوٹ گیا اور اس کے دو حلقے آپؐ کی مبارک کنپٹی پر گھاؤ دے گئے۔ ابن قمیہ کی تلوار کے ایک مزید وار سے آپؐ کو کندھے مبارک پر زخم لگا اور ابو عامر کی طرف سے مسلمانوں کو گرانے کے مقصد سے کھودے گئے گہرے گڑھے میں پہلو کے بل گر پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بدبخت ابن قمیہ کے لئے: ''**اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل و پریشان کرے!**'' بددعا فرمائی۔ ابن

---

(۲۱۱) سورۃ آل عمران، ۱۴۴ / ۳

(۲۱۲) ابن ہشام، السیرۃ، ۳،۱۱/۷؛ واقدی، المغازی، ۱، ۳۰۰؛ ابن سعد، الطبقات، ۴۲،۱۱؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲۵۵،۱۱۱؛ سہیلی، روض الانف، ۲۵۸،۱۱۱؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۳۹،۱۱۱

علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی خاطر پچھلی صفوں سے دوڑ کر آ ملنے والوں میں سے نصیبہؓ خاتون اور چند ایک صحابیؓ تھے۔ مشرکین کے مقابلے میں یہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کی ہمراہی میں لڑ رہے تھے۔ سر سے پاؤں تک اسلحہ سے لدا، خود پہنے اور زرہ بند سفاک مشرک عبد اللہ بن حُمید نے رسول اللہ ﷺ دیکھ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ دی۔ ''میں زہیر کا بیٹا ہوں۔ مجھے دکھاؤ محمدؐ کہاں ہے! یا میں اُسے مار ڈالوں گا یا اُس کے پاس میں مر جاؤں گا!'' کہہ کر دھاڑ رہا تھا۔ اپنے گھوڑے کو رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھاتے ہی حضرت ابو دجانہؓ اُس کے سامنے تن کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے، ''تُو آ دیکھ لے! میں اپنے وجود کے ساتھ، محمد ﷺ کے مبارک وجود کی حفاظت کرنے والا ایک شخص ہوں۔ تُو میری لاش سے گزرے بغیر اُسؐ تک نہیں پہنچ سکتا!'' پھر اُس کے گھوڑے کی ٹانگوں پر تلوار چلا کر عبد اللہ بن حُمید کو زمین پر گرا دیا اور اپنی تلوار کو اُٹھاتے ہوئے: ''لے، یہ رہا حارشہ کے بیٹے کی جانب سے!'' کہا اور ایک ہی وار میں اُسے جہنم رسید کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''**یا الٰہی! حارشہ کے بیٹے (ابو دجانہؓ) سے جیسے میں راضی ہوں تُو بھی ویسے ہی راضی ہو۔**''

مشرکین میں سے مالک بن زہیر نامی شخص بڑے پکے نشانے والا تیر انداز تھا اور اُس کا ہر تیر ٹھیک اپنے نشانے پر لگتا تھا۔ وہ ہر جگہ رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈ رہا تھا، کوئی موقع پا کر تیر چلانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ کر اُس نے کمان کھینچی اور رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کا نشانہ لے کر تیر چلا دیا۔ پلک جھپکنے جتنا وقت بھی نہ تھا۔ حضرت طلحہؓ نے یکدم اپنا ہاتھ کھول کر آگے کر دیا۔ تیر حضرت طلحہؓ کی ہتھیلی میں کُھب گیا اور ہاتھ کو بری طرح زخمی کر دیا۔ اُنگلیوں کی تمام نسیں کٹ گئیں، ہاتھ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ فخرِ عالم ﷺ نے یہ سب دیکھا اور فرمایا: ''**اگر (مجھے بچانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے) بِسْمِ اللّٰہ کہتے تو انسانوں کی نگاہوں کے سامنے فرشتے تمہیں آسمانوں پر اُٹھا لے جاتے (۲۱۰)۔**''

مشرکینِ مکہ میں سے: عبد اللہ بن قمیہ، اُبیّ بن حلف، عتبہ بن ابی وقاص، عبد اللہ بن شہاب زہری نامی چار مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو مار ڈالنے کے لئے آپس میں عہد کیا اور قسم کھا رکھی تھی۔ اس مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ اپنے چند اصحابِ کرامؓ کی ہمراہی میں دشمنوں کے ساتھ بھرپور مقابلہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر موجود تھے۔ حضرت مصعبؓ زیب تن کردہ زرہ کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے بڑی مشابہہ دکھائی دے رہے تھے۔ وہ اپنے دائیں ہاتھ میں اسلام کا علم تھامے ہونے کے باوجود مشرکین کے ساتھ زبردست لڑائی کر رہے تھے۔ اس دوران زرہ بند ابن قمیہ گھوڑے پر سوار قریب آن پہنچا۔ با آواز بلند چلا کر کہنے لگا، ''مجھے دکھاؤ محمدؐ کہاں ہے۔ آج اگر وہ بچ گیا تو میں نہ بچوں گا!'' اور رسول اللہ ﷺ کی جانب اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت نصیبہؓ خاتون نے مقابلہ کرتے ہوئے، اپنے وجود کو رسول اللہ ﷺ کے لئے سپر کر کے اور لڑائی کرنے لگے۔ اُنہوں نے اس کافر پر تلوار کے جتنے بھی وار کئے سب زرہ کی وجہ سے اثر نہ کر سکے۔ ابن قمیہ نے تلوار کے وار سے حضرت نصیبہؓ خاتون کے کندھے کو زخمی کر دیا۔ بعد میں حضرت مصعبؓ بن عمیر کے دائیں ہاتھ پر وار کیا جس میں آپؓ نے علم تھام رکھا تھا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے دایاں ہاتھ کٹنے کے بعد علمِ اسلام کو جسے وہ اپنی جان سے

---

(۲۱۰) واقدی، المغازی، ۱، ۲۵۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱۱، ۲۱۷؛ بیہقی، السنن، ۱۱، ۲۲۰؛ حاکم، المستدرک، ۱۱۱، ۴۱۶

حضرت طلحہؓ آگے بڑھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پھر ''کیا تم جیسا کوئی اور ہے؟'' دریافت فرمانے پر انصارین میں سے ایک مبارک ذات نے بڑھ کر کہا، ''میں مقابلہ کروں گا یارسول اللہ ﷺ۔'' رسول اللہ ﷺ نے؛ ''چلو، اُن کا تم سامنا کرو!'' اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ بھی مشرکین سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اس طرح اُس وقت رسول اللہ ﷺ کے قریب میں موجود سب صحابیؓ لڑتے لڑتے شہادت کے مقام پر فائز ہوئے۔ سرورِ کائنات ﷺ کے قریب اب حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کے سوا کوئی نہ رہا تھا۔ حضرت طلحہؓ اندیشے میں مبتلا تھے کہ مبادا رسول اللہ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور رسول اللہ ﷺ کے چاروں اطراف دوڑ دوڑ کر کافروں سے مردانہ وار لڑ رہے تھے۔ آپؓ کا اس قدر تیز تلوار چلانا، اسی دوران رسول اللہ ﷺ کے اطراف موجود دشمنوں پر جوابی حملے کرنا، تیروں، نیزوں اور تلواروں کی ضربوں کے مقابل اپنا وجود سپر کر دینا ایک بے مثال واقعہ ہے۔ حضرت طلحہؓ ایک پروانے کی مثل چکر لگا رہے تھے، آپؓ کو اپنے بدن پر لگی تلواروں کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ آپؓ کی واحد آرزو، سرورِ کائنات ﷺ کی حفاظت کرنا، اس مقصد کے لئے اپنے دیگر بھائیوں کی طرح شہید ہونا تھی۔ آپؓ کے بدن پر کوئی جگہ نہ بچی تھی جہاں زخم نہ لگا ہو، آپؓ کے لباس کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو خون سے شرابور نہ ہوگیا ہو۔ لیکن آپؓ اس کے باوجود چاروں طرف پہنچ رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اسی دوران رسول اللہ ﷺ کے پاس آن پہنچے۔

جوانمردوں کے سردار حضرت طلحہؓ اب خون کی اشدگی کی وجہ سے گرم مٹی پر گر کر بے ہوش ہوگئے۔ اُن کا بدن ہر طرف سے تلوار، نیزہ اور تیروں سے لگے گاؤ سے چھلنی ہو چکا تھا۔ چھیاسٹھ بڑے اور ان گنت چھوٹے زخم پائے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ فوراً حضرت طلحہؓ کی مدد کو دوڑیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت طلحہؓ کو ہوش میں لانے کے لئے آپؓ کے مبارک چہرے پر پانی چھڑکا۔ حضرت طلحہؓ نے ہوش میں آتے ہی؛ ''یا ابا بکرؓ! رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں؟'' کہہ کر اپنی محبت اور تعلق کا بہترین اظہار کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کرنے اور اپنی جان کو آپؐ کے مبارک بدن پر فدا کر دینے کا اظہار یہی ہوسکتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا، ''رسول اللہ ٹھیک ہیں۔ مجھے تمہارے پاس اُنہوں نے ہی بھیجا ہے۔'' یہ سُن کر حضرت طلحہؓ نے سکون کا سانس لیا اور کہا، ''اللہ تعالیٰ کا لاتنا ہی شکر ہے۔ وہؐ زندہ ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔'' اس دوران کچھ اور اصحابِ کرامؓ بھی آن پہنچے تھے۔

سرورِ عالم محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت طلحہؓ کے پاس تشریف لائے۔ یہ زخمی مجاہد رسول اللہ ﷺ کو زندہ سلامت دیکھ کر فرطِ مسرت سے رو پڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے وجود کو مَس کرنے کے بعد، اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور دعا فرمائی، ''الٰہی! اسے شفا دے، قوت احسان فرما۔'' رسول اللہ ﷺ کا معجزہ وقوع پذیر ہوا اور حضرت طلحہؓ بالکل تندرست ہوکر اپنے پاؤں پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور دوبارہ دشمنوں کے ساتھ حرب کرنا شروع کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے لئے یوں ارشاد فرمایا: ''مجھے اُحد کے روز زمین پر قریبی لوگوں میں سے میرے دائیں جانب جبرائیلؑ اور میرے بائیں جانب طلحہؓ بن عبید اللہ کے سوا کوئی بھی نظر نہ آیا (۲۰۹)۔'' ''اگر کوئی کسی جنتی کو زمین پر چلتا دیکھنا چاہے تو طلحہؓ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔''

پورے محاذ پر لڑائی اپنی پوری شدت سے جاری تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے گرد حضرت ابودجانہؓ،

(۲۰۹) حاکم، المستدرک، III، ۴۲۶؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، IX، ۵۲

والے، ہماری قوم کو دو میں تقسیم کر دینے والے محمدؐ سے ٹکر لینے سے پیچھے نہ ہٹنا۔ اگر محمدؐ بچ جائے تو میں نہ بچوں! ۔ ۔ ۔'' کہہ کہہ کر مشرکین کو سرورِ کائناتﷺ پر حملہ کرنے پر اُکسا رہا تھا۔ یہ آواز عاصم بن ابی عوف کی تھی۔ حضرت ابو دجانہؓ نے یہ آواز سُنی۔ آپؓ لڑتے لڑتے عاصم بن ابی عوف تک جا پہنچے اور فوراً اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ لیکن پیچھے سے مشرک معبد نے پوری قوت کے ساتھ حضرت دجانہؓ پر تلوار کا وار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے بڑی تیز حرکت سے جھک جانے سے حضرت ابو دجانہؓ اس جان لیوا حملے سے بچ گئے۔ آپؓ نے فوراً اُٹھ کر اپنی تلوار کے وار سے معبد کو ٹھکانے لگا دیا۔

اہلِ قریش کا اصل ہدف آقائے دو عالمﷺ تھے۔ آپؐ تک پہنچنے کے لئے وہ اپنا پورا زور لگا رہے تھے۔ لیکن وہ کسی طرح بھی رسول اللہﷺ کے گرد پروانوں کی طرح منڈلانے والے اور آپ کو کوئی نقصان پہنچنے کے ڈر سے اپنی جانیں فدا کرنے میں ذرا بھر تردّد سے کام نہ لینے والے عالیشان اصحابِ کرامؓ کی اس دیوار کو پار کرنے میں کامیاب نہ ہو پا رہے تھے۔ یہ تمیں شجیع بہادر، رسول اللہﷺ کے آگے کھڑے تھے اور ''یا رسول اللہﷺ! ہم آپؐ سے کبھی دور نہ ہوں گے، ہمارے چہرے آپؐ کے چہرہ مبارک کے سامنے سپر اور ڈھال ہیں، ہمارے بدن آپؐ کے مبارک وجود پر فدا ہیں؛ بس آپؐ سلامت رہیں'' کہہ کر آپؐ کی حفاظت کر رہے تھے۔ مشرکین گروہوں کی شکل میں ہجوم کر رہے تھے۔ اپنے بدنوں کو آپؐ کے لئے سپر کرنے والے اصحابِ کرامؓ سے فخرِ عالمﷺ نے ایک گروہ کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے بدن کو ہمارے لئے فدا کرے؟'' آپؐ کا ارشاد سُن کر مدینہ کے پانچ صحابیؓ آگے بڑھے۔ رسول اللہﷺ کی مبارک نظروں کے سامنے تکبیریں پڑھتے ہوئے گھوم گھوم کر لڑے۔ نہایت ان میں سے چار نے جامِ شہادت نوش کیا۔ پانچویں صحابیؓ چودہ زخموں کے ساتھ زمین پر گر پڑے تو آقائے دو عالمﷺ نے فرمایا، ''اُسے میرے قریب لاؤ۔'' بدن کے ہر طرف سے خون بہہ رہا تھا۔ رسول اللہﷺ نے بیٹھ کر اُن کے سر کو اپنے مبارک پاؤں پر رکھ لیا۔ خوشی کے ساتھ اس حالت میں شہادت کا شرف حاصل کرنے والے یہ صحابی، حضرت عمارہؓ بن یزید تھے۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کی بہادری

جب مشرکین بہت قریب آن پہنچے تو رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''کون ہے جو ان کا سامنا کرے، اور روک دے؟'' حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جواب دیا، ''میں یا رسول اللہﷺ!'' اور آگے بڑھنا چاہا۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''کیا تم جیسا کوئی اور ہے؟'' اصحابِ مدینہؓ میں سے ایک آگے بڑھے اور: ''میں یا رسول اللہﷺ!'' کہہ کر اجازت چاہی۔ رسول اللہﷺ نے: ''چلو، تم سامنا کرو!'' اجازت مرحمت فرماتے ہی وہ آگے بڑھے۔ بینظیر شجاعت کا مظاہرہ کیا، چند کافروں کو قتل کرنے کے بعد شہادت کا جام نوش فرما لیا (۲۰۸)۔

رسول اللہﷺ نے پھر: ''کون ہے جو اِن کا مقابلہ کرے؟'' ارشاد فرمایا تو سب سے پہلے پھر

(۲۰۸) شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۱۷، ۲۰۳

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا ہر تیر یا کسی دشمن کو جا کر لگتا تھا یا اُس سواری کے جانور کو جس پر وہ سوار تھا۔

مشرکین کی جانب سے کی گئی تیروں کی بوچھاڑ میں حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دیوار بنے کھڑے تھے، آنے والے ہر تیر کو یا اپنے بدن پر یا اپنی ڈھال پر روک لیتے، کبھی کبھار دشمن کو حیرت زدہ کرنے والے نعرے بلند کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**عسکریوں میں ابوطلحہؓ کی آواز**، سو پر بھاری ہے۔'' حضرت ابوطلحہؓ کو جیسے ہی موقع ملتا مشرکین پر بڑی رفتار اور بڑی قوت سے تیر چلاتے تھے۔ آپؓ کا پھینکا کوئی تیر خالی نہ جاتا تھا۔ آپؓ کے پھینکے تیروں کے متعلق تجسّس کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ سر اُٹھا کر دیکھتے۔ اس خوف سے کہ کہیں کوئی تیر رسول اللہ ﷺ کو نہ لگ جائے حضرت ابوطلحہؓ: ''یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! سر مت اُٹھائیں، مبادا دشمنوں کا کوئی تیر آپ کو نقصان دے جائے۔ میرا بدن، آپؐ کے مبارک وجود کے لئے سپر ہے اور آپؐ پر قربان ہے! میرا گلا کاٹے بغیر، وہ آپؐ تک نہ پہنچ پائیں گے! اور جب تک میری جان ہے آپ کو کچھ نہ ہوگا!۔۔۔'' کہہ کر التجا فرماتے رہے اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو اپنی زندگی پر ترجیح دیتے رہے۔

میدانِ اُحد میں ہر طرف امان کی جنگ پوری شدت سے جاری تھی، کچھ سوار، کچھ پیادہ ایمان و کفر کی جنگ جاری رکھے ہوئے تھے۔ اصحابِ کرامؓ ابھی تک سنبھل نہ پائے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے گرد بس تیس کے قریب صحابیؓ رہ گئے تھے جو پروانہ وار گھوم رہے تھے، آنے والے تیروں، نیزوں، تلواروں کے مقابلے میں اپنے وجود کو سپر بنائے ہوئے تھے۔ اُن کی آرزوئے واحد: رسول اللہ ﷺ کے ہر امر کو بجالانا اور آپ کو کسی بھی نقصان سے دور رکھنا تھی۔ بہادروں کے سردار حضرت حمزہؓ اس ہنگامے میں رسول اللہ ﷺ سے دور ہوکر، ایک بھیڑ کے درمیان دونوں ہاتھوں سے دو تلواریں لہراتے لڑ رہے تھے؛ ''اللہ اکبر!'' کی نداؤں سے دشمن کے دل میں ہراس پھیلا رہے تھے۔ اس وقت تک اکیلے ہی پورے تیس مشرکوں کو جہنم رسید کر چکے تھے، کئی ایک کا بازو یا ٹانگ کاٹ چکے تھے۔ بھیڑ کے درمیان مشرکین کے اس ریوڑ کو ہانکتے ہوئے حضرت حمزہؓ کو دیکھ کر، صبا بن اُمّ انمار نے للکارا: ''ہے کوئی بہادر، جو میرا مقابلہ کرے؟'' حضرت حمزہؓ نے جواباً: ''میرے پاس آ، اے ختنہ کرنے والی عورت کی اولاد! کیا تُو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے مقابلہ کرتا ہے؟'' کہہ کر پلک جھپکتے ہی اُسے ٹانگوں سے پکڑ کر زمین پر دے مارا (۲۰۷)۔ اُس کے اُوپر بیٹھ کر سر تن سے جدا کر ڈالا، پھر سامنے کی چٹان کے پیچھے سے وحشی کو ہاتھ میں نیزہ لئے آپؓ پر نشانہ لیتے دیکھا۔ آپؓ فوراً اُس کی جانب بڑھے، سیلاب کے بہاؤ سے بنے ایک گڑھے میں پاؤں پڑنے سے آپؓ پھسل کر اپنی پشت کے بل گر پڑے۔ اسی اثنائ زرہ آپؓ کے پیٹ پر سے ہٹ گئی۔ فرصت جان کر وحشی نے اپنا نیزہ آپؓ کی جانب پھینک دیا!۔۔۔ نیزہ اُڑتا ہوا حضرت حمزہؓ کے مبارک وجود میں پیوست ہوکر پشت کی جانب سے آر پار ہو گیا۔ بہادروں کے بہادر کی زبان سے ''اے میرے اللہ!'' نکلا اور وہیں گر پڑے۔ آپؓ نے شہید ہوکر وہ مقام پالیا جس کی آپؓ کو خواہش تھی۔ آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی خاطر اپنی جان فدا کر دی (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ)۔

اس دوران، دشمنوں کی صفوں سے کوئی: ''اے اہلِ قریش! قرابت داری کا پاس نہ کرنے

(۲۰۷) بخاری، ''مغازی''، ۲۳؛ احمد بن حنبل، المسند، III، ۵۰۱؛ ابن سعد، الطبقات، III، ۱۶۳؛ طبری، تاریخ، II، ۵۱۶

''کون ہے جو اس گروہ کی خبر لے؟'' یہ حکم سنتے ہی حضرت وہبؓ بن قابوس کو: ''میری جان آپ پر فدا ہو یا رسول اللہﷺ! میں خبر لیتا ہوں'' کہتے اور آگے بڑھتے ہوئے دیکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک نام کا ذکر کرتے ہوئے یہ بہادر صحابیؓ، ننگی تلوار لئے مشرکین کے درمیان جا گھسے۔ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میں تمہیں جنت کی بشارت دیتا ہوں''۔ دشمن کے مقابلے میں اُن کی ثابت قدمی اور ہمت دیکھتے ہوئے آپؐ نے دعا فرمائی، ''یا الٰہی! اُس پر اپنی رحمت کر! اُس پر رحم فرما۔''

مشرکین کی جانب سے حضرت وہبؓ کو گھیرے میں لے کر نیزے سے شہید ہوتے دیکھ کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص مدد کے لئے آگے بڑھے، دشمن کے عین درمیان پہنچ کر بینظیر شجاعت کا مظاہرہ دکھایا۔ کئی کافروں کو صاف کر ڈالا۔ بقیہ کو پیچھے دھکیل کر رسول اللہﷺ کے پاس لوٹ آئے۔ رسول اللہﷺ نے حضرت وہبؓ کے لئے: ''میں تم سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو'' ارشاد فرمایا۔

اصحابِ کرامؓ کے دائرے کو توڑ کر مشرکین کے ایک گروہ کو اپنی جانب آتے دیکھ کر حبیب اکرمﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا، ''اُن کی جانب حملہ کرو۔'' حضرت علیؓ نے حملہ کر کے عمرو بن عبداللہ کو مار ڈالا اور دوسروں کو منتشر کر دیا۔ آپؓ کی تلوار ٹوٹ جانے پر رسول اللہﷺ نے آپؓ کو ذوالفقار عنایت فرمائی۔ ایک اور گروہ کو آتا دیکھ کر رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''یا علیؓ! اِن کے شر کو مجھ سے دور کر۔'' اپنی جان کو رسول اللہﷺ پر فدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے شیر نے فوراً حملہ کر دیا۔ شعبہ بن مالک کو قتل کر کے دوسروں کو پسپا کر دیا۔ اسی اثنا میں جبرائیلؑ تشریف لائے اور رسول اللہﷺ سے عرض کی، ''یا رسول اللہﷺ! یہ جو کام علیؓ نے سرانجام دیا ہے بڑی ہی جوانمردی کا ہے۔'' اس پر رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''وہ مجھ سے ہے، میں اُس سے ہوں'' آپؐ کے ان الفاظ پر جبرائیلؑ نے عرض کیا، ''اور میں آپ دونوں سے ہوں۔'' اسی دوران ایک آواز یوں کہہ رہی تھی: ''علیؓ جیسا کوئی بہادر، ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔''

جب مشرکین کو یقین ہو گیا کہ وہ رسول اللہﷺ کے قریب نہ جا پائیں گے تو اُنہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھینکے گئے تیر یا اُن کے اوپر سے گزر رہے تھے یا سامنے یا دائیں بائیں گر رہے تھے۔ دشمنوں کو پسپا کرنے کی جدوجہد میں اپنی جانوں کو داؤ پر لگائے اصحابِ کرامؓ یہ صورتِ حال دیکھتے ہی فوراً سرورِ عالمﷺ کے اطراف جمع ہو گئے اور آنے والے تیروں کے مقابلے میں اپنے مبارک وجودوں کو سپر بنانا شروع کر دیا۔ رسول اللہﷺ نے تیروں کا جواب دینے کا حکم دیتے ہی اصحابِ کرامؓ نے دشمنوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ رسول اللہﷺ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو اپنے آگے بٹھا لیا۔ حضرت سعدؓ نے جو بڑے زبردست تیر انداز تھے یکے بعد دیگرے دشمنوں پر تیر برسانا شروع کر دیئے۔ آپؓ ترکش سے ہر تیر کھینچتے ہوئے دعا فرماتے: ''یا ربی! یہ تیرا تیر ہے۔ اس سے دشمن کو مار ڈال!'' رسول اللہﷺ بھی: ''یا الٰہی! سعدؓ کی دُعا کو قبول فرما! یا الٰہی! سعد کے تیر کو سیدھ عطا فرما!۔۔۔ جاری رکھ سعدؓ! جاری رکھ! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں!'' فرما رہے تھے۔ اس طرح ہر تیر کھینچنے پر رسول اللہﷺ یہی دعا دہراتے رہے۔ حضرت سعدؓ کے تیر ختم ہونے پر رسول اللہﷺ نے اُنہیں اپنے تیر عنایت فرمائے اور دشمن پر چلوائے۔

ابوجہل بھی تھا۔ اُنہوں نے مجھے گھیر لیا، میں نے کئی ایک کو اپنی تلوار میں پرو دیا۔ ایک اور دستے میں گھس گیا، میں نے اُن میں سے بھی ایک کو صاف کر دیا۔ میرا وقت اجل ابھی نہ آنے کی وجہ سے مجھے کچھ نہ ہوا تھا۔ اسی دوران مجھے رسول اللہ ﷺ نظر نہ آئے۔ میں خود سے مخاطب ہوا: ''میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ میدانِ حرب چھوڑ کر بھاگنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ نے ہماری غیرموزوں حرکات کی وجہ اُنہیں ہمارے درمیان سے کھینچ کر اُٹھا لیا ہے! اب میرے لئے لڑتے لڑتے مر جانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بچا ہے'' اور میں نے اپنی تلوار کی میان کو توڑ ڈالا۔ مشرکین پر یلغار کر کے اُنہیں منتشر کیا تو رسول اللہ ﷺ کو اُن کے درمیان گھرے ہوئے پایا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت اپنے فرشتوں سے فرما رہا تھا۔''

دشمنوں کے عساکر رسول اللہ ﷺ کے بالکل پاس پہنچ چکے تھے۔ حالات بہت تشویشناک تھے۔ رسول اللہ ﷺ ایسی ثابت قدمی دکھا رہے تھے گویا وہ پیہم عسکری دستہ ہوں، ذرہ بھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹتے تھے۔ آپؐ ایک طرف دشمنوں سے نبرد آزما تھے اور دوسری جانب منتشر اصحابِ کرامؓ کو اکٹھا کرنے میں کوشاں تھے اور: ''اے فلاں، میری جانب آ! اے فلاں، میری جانب آ! میں اللہ کا رسول ہوں۔ میری جانب آنے والے کے لئے جنت ہے'' ارشاد فرما رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت علیؓ بن ابی طالب، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت ابودجانہؓ، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت حبابؓ بن منذر، حضرت عسیدؓ بن حضیر، حضرت سہلؓ بن حنیف، حضرت عاصمؓ بن ثابت، حضرت حارثؓ بن سمہ نے ایک ہی پل میں رسول اللہ ﷺ کے اطراف حلقہ بنا لیا اور آپؐ کی حفاظت کے لئے قلعہ کی ایک جاندار دیوار بن گئے۔

اس دوران منتشر اصحابِ کرامؓ کو جمع کرنے کے لئے حضرت عباسؓ بن عبادہ یوں پکارتے سنا گیا: ''اے میرے بھائیو! یہ مصیبت کہ جس کا ہم سامنا کر رہے ہیں، اُس حکم عدولی کا نتیجہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیا تھا۔ منتشر نہ ہو! رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھو! اگر ہم اُن کی حفاظت کرنے والوں کے ساتھ نہ ٹھہرے اور رسول اللہ ﷺ کو کوئی نقصان پہنچنے کا سبب بنے، تو پھر ہمارے پاس اپنے ربّ کے حضور پیش کی جانے کے لئے کوئی معذرت نہ ہوگی۔'' حضرت عباسؓ بن عبادہ اور اُن کے ساتھ حضرت خارجہؓ بن زید اور حضرت عوثؓ بن اکرم دشمنوں کے بیچ ننگی تلواریں لئے ''اللہ اکبر!'' کی ندائیں لگاتے کود پڑے اور رسول اللہ ﷺ کی خاطر، اُن کی حفاظت کے لئے بڑی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ حضرت خارجہؓ بن زید کے بدن پر اُنیس زخم لگے۔ دیگر دونوں اصحابؓ نے بھی کم از کم دس دس زخم کھائے۔ بالآخر اُنہوں نے شہادت کے اُس مرتبے کو پا لیا جس کی وہ حد درجہ تمنا رکھتے تھے۔

اصحابِ کرامؓ، اس تشویشناک صورت حال میں آہستہ آہستہ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور اُن کے گرد اپنے وجود کو سپر کر دینے والے اصحابِ کرامؓ کو گھیرے میں لے لیا۔ ہر جانب سے گروہ کی شکل میں بڑھتے ہوئے یہ گھیرا تنگ کر رہے تھے۔ قریش کا ایک گروہ آگے بڑھتا دیکھ سرورِ عالم ﷺ نے ساتھ میں موجود اور اپنی جانیں فدا کرنے پر تلے اصحابِ کرامؓ سے فرمایا؛

اپنا نیزہ آپؓ کی کمر میں گھونپ دیا۔ حضرت حنظلہؓ نے ''اللہ اکبر!'' کہہ کر حملہ کرنا بھی چاہا لیکن زمین پر گر رے اور شہید ہو گئے، مبارک روح جنت کی جانب پرواز کر گئی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے حنظلہؓ کو دیکھا کہ ملائکہ اُسے زمین و آسمان کے درمیان، چاندی کے برتن میں بھرے بارش کے پانی سے غسل دے رہے تھے''۔ حضرت ابو اُسیدیؓ بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ سُن کر میں حنظلہؓ کے پاس گیا اور دیکھا کہ آپؓ کے بالوں سے بارش کا پانی ٹپک رہا تھا۔ میں واپس آ کر رسول اکرم ﷺ کو اس کی خبر دی''۔ آپؐ نے حضرت حنظلہؓ کو غسیل الملائکہ(۲۰۴) کا نام دیا''(۲۰۵)۔

مشرکین کو فرار ہوتا دیکھ کر عینین کی گھاٹی پر کھڑے بعض تیر اندازوں نے خیال کیا کہ جنگ ختم ہو گئی اور اُنہوں نے اپنی جگہیں ترک کر دیں۔ اُن کے کمانڈر حضرت عبداللہؓ بن جبیر اور بارہ کے قریب افراد اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔

حضرت علیؓ کی شجاعت

اس اثناء میں فرصت کے منتظر قریشی تیر اندازدستے کے کمانڈر خالد بن ولید نے گھاٹی پر مسلمان مجاہدین کی تعداد میں کمی ہوتے دیکھ کر، اپنی کمان میں تیر اندازوں کو حرکت دی۔ عکرمہ بن ابوجہل کے ساتھ ایک پل میں عینین کی گھاٹی پر جا پہنچے۔ حضرت عبداللہؓ بن جبیر اور اُن کے وفا کار، صادق دوست صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ترکشوں میں تیر ختم ہونے تک دشمن پر تیر برساتے رہے۔ پھر اپنے نیزوں کے ساتھ اور آمنا سامنا ہونے پر ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی تکبیریں کہتے ہوئے، اُنہوں نے اپنی تلواروں کے ساتھ شجاعت کے مظاہرے دکھائے۔ حال یہ تھا کہ ہر مومن کے مقابلے میں پچیس کافر تھے۔ عالیشان اصحاب کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کا حکم بجالانے کے لئے اپنے خون کے آخری قطرہ بہہ جانے تک مقابلہ جاری رکھا۔ یکے بعد دیگرے سب نے جام شہادت نوش فرمایا، اُن کے مبارک وجود زمین پر گر گئے اور روحیں جنت کو پرواز کر گئیں (رضی اللّٰہ عنہم)۔

مشرکین نے اپنے کینہ کی وجہ سے حضرت عبداللہؓ کے لباس کو پھاڑ دیا اور آپؓ کے مبارک وجود کو نیزوں سے چھلنی کر دیا۔ آپؓ کا پیٹ مبارک چاک کر کے اندرونی اعضاء نکال باہر کئے۔

گھاٹی کے مجاہدوں کو شہید کرنے کے بعد خالد بن ولید اور عکرمہ نے لشکر اسلام کے پیچھے سے حملہ کیا۔ اصحاب اکرامؓ ایک دم سے عقب میں پیدا شدہ دشمن کے اس حملے کے مقابلے سنبھلنے کا موقع نہ پا سکے۔ کیونکہ کئی ایک صحابیؓ اپنا اسلحہ تک چھوڑ چکے تھے۔ ہر شے یکدم بدل گئی۔ آگے بھاگنے والے قریشی مشرکین نے جب خالد بن ولید کو پیچھے سے حملہ کرتے دیکھا تو پھر سے لوٹ آئے۔ مجاہدین دو طرفہ آتش کے بیچ گر چکے تھے۔ دشمن نے آگے اور پیچھے سے یلغار کر کے مجاہدین کو دبانا شروع کر دیا۔ اصحاب کرامؓ کا ایک دوسرے سے ساتھ چھوٹ گیا۔ سب منتشر ہونے پر مجبور ہو گئے (۲۰۶)۔

حضرت علیؓ یوں بیان فرماتے ہیں: میں ایک ایسے دستے کے عین بیچ میں گھس گیا جس میں عکرمہ بن

---

(۲۰۴) وہ ذات جسے فرشتوں نے غسل دیا

(۲۰۵) ابن ھشام، السیرۃ، ابن ھشام، III، ۷۴؛ واقدی، المغازی، I، ۲۷۴-۲۷۳؛ طبری، تاریخ، II، ۲۰۳؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۵۸

(۲۰۶) واقدی، المغازی، I، ۲۳۲-۲۰۱

کر رہے تھے۔ ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔'' کی تکبیر کے ساتھ حملہ کرتے ہوئے آپؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ اُس پل رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی جانب کھجور کی ایک ڈالی بڑھا دی اور لڑائی جاری رکھنے کو کہا۔ یہ ڈالی ایک معجزے کے ساتھ تلوار بن گئی اور آپؓ نے مقابل آئے ہر دشمن کو کاٹنا جاری رکھا۔ کئی ایک دشمنوں کو قتل کر دیا۔ جنگ کے اختتام کے قریب آپؓ کو ابوالحکم نامی مشرک کے تیر لگے اور شہادت کا وہ جام پی لیا جس کی آرزو آپؓ اپنے دل میں لئے ہوئے تھے۔ شہادت کے بعد کافروں نے آپؓ کے جسد پر حملہ کر دیا، آپؓ کے ہونٹ، ناک اور کان کاٹ ڈالے۔ آپؓ کا جسد خون میں نہلا گیا تھا۔''

مجاہدین کی صفوں میں قزمان نامی شخص اپنی تلوار کی نیام کو توڑ کر؛ ''مرنا، بھاگنے سے بہتر ہے'' کہتے ہوئے مشرکین کے درمیان ننگی تلوار لئے گھس گیا۔ اُس نے بڑی بہادری اور شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ تن تنہا سات آٹھ مشرکین کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بالآخر زخمی ہو کر گر پڑا۔ اُس کی بہادری دیکھ کر حیران ہوتے اصحابِ کرامؓ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''یہ جہنمی ہے''۔ حضرت قتادہؓ بن نعمان نے قزمان کے قریب جا کر اُسے کہا، ''اے قزمان! تمہیں شہادت مبارک ہو!'' اس پر قزمان نے جواب دیا، ''میں دین کی خدمت کے لئے نہیں، بلکہ اس لئے لڑا ہوں کہ اہلِ قریش مدینہ آ کر میرے کھجوروں کے باغات خراب نہ کریں!'' پھر تیر کی اَنی سے اپنی کلائی کی نالیاں کاٹ ڈالیں اور خودکشی کر لی۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کا اُس کے متعلق ''وہ جہنمی ہے'' کہنے کی حکمت واضح ہو گئی۔

جنگ کے شروع ہی سے، سلطان العالمین رسول اللہ ﷺ اور جملہ اصحابِ کرامؓ نے بڑی ہمت سے کام لیا اور شدید حملوں سے مشرکین کے لشکر کو پسپا کر کے رکھ دیا۔ پتھر اور لکڑی سے بنے ''لات، عزیٰ اور ھبل!'' نامی اپنے معبود بتوں سے فائدہ اور مدد طلب کرنے والے مشرکین کے گروہ، مجاہدین کی شجاعت کے سامنے ٹھہر نہ سکے اور میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اُنہیں جنگ کی ترغیب دینے کے لئے آئی عورتیں، فریاد و فغاں کرتی بھاگتے عساکر کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

قریشی مشرکین، میدانِ حرب کو ترک کر کے اپنے ساتھ لائے ساز و سامان کو پیچھے چھوڑ کر مکہ کی جانب بھاگنے لگے۔ اس ظفر کو دیکھ کر جس کا اللہ تعالیٰ نے اُن سے وعدہ کیا تھا، عساکر اسلام نے شکر ادا کیا۔ مشرکین تعداد اور قوت میں کئی گنا زیادہ ہونے کے باوجود، مسلمانوں کے مقابل تباہ ہو گئے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو روند کر بھاگتے ہوئے، عالیشان اصحابِ کرامؓ اُن کا پیچھا کر رہے تھے، جو ہاتھ لگتا اُسے جہنم رسید کر دیتے۔ اس ہنگامے میں نوبیاہے صحابی حضرت حنظلہؓ بن ابو عامر، اپنے گھوڑے پر سوار بھاگنے کی کوشش کرتے مشرکین کے کماندار ابوسفیان تک جا پہنچے۔ اُس کے گھوڑے کی ٹانگوں پر تلوار چلا کر اُسے زمین پر گرا دیا۔ زمین پر گرا ابوسفیان نے بھرپور قوت سے پکار کر؛ ''اے اہلِ قریش!۔۔۔ مدد کرو!۔۔۔ میں ابوسفیان ہوں! حنظلہؓ مجھے تلوار سے کاٹنا چاہتا ہے!۔۔۔'' فریاد کرنے لگا۔ اُس کے ساتھ بھاگنے والے مشرکین نے اُسے اس حال میں دیکھنے کے باوجود اپنی جان بچانے میں مشغول رہے اور اپنے کماندار کی پرواہ نہ کی۔

لیکن اسی اثناء میں حضرت حنظلہؓ کے پشت کی جانب سے آنے والے شدّاد بن اسود نامی مشرک نے

اس کے بعد حضرت ابو دجانہؓ مقابل آئے ہر بے ایمان کو گراتے ہوئے پہاڑ کے دامن تک جا پہنچے جہاں اپنی دف کی سنگت میں مشرکین کو اشتعال دلانے والی عورتیں موجود تھیں۔ لیکن اپنی تلوار اُٹھانے کے باوجود آپؓ نے ابوسفیان کی بیوی ہندہ کو قتل کرنے کا فیصلہ بدل دیا (۲۰۳)۔ یہ سب دیکھ کر حضرت زبیرؓ بن عوام نے خود سے کہا، ''تلوار کسے دی جانی چاہیئے، بلا شبہ اسے اللہ کے رسول مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ واللہ! میں نے اُس سے بہتر حملہ آور اور تلوار زن نہیں دیکھا''۔

حضرت مقدادؓ بن اسود، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت مصعبؓ بن عمیر سبھی ناقابلِ تسخیر قلعہ کی مانند تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے بالکل قریب لڑتے دیکھ کر آپؐ کے عالیشان اصحابِ کرامؓ بیتاب ہوئے جاتے تھے۔ یہ سوچ کر کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے، آپؐ کے اطراف میں جمع ہو جاتے، زرہوں کے پس پردہ چھپے دشمنوں کو سانس نہ لینے دیتے تھے۔ اس دوران حضرت عبداللہؓ بن عمرو کو شہید ہو کر گرتے دیکھا گیا۔ یہ اُحد کے پہلے شہید تھے۔ شہید ہوتے دیکھ کر اُن کے دوست شیر کی مانند، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے دشمنوں کے عین بیچ میں جا گھسے۔

جب جنگ اپنے عروج پر تھی، ایک پل کے لئے مردانگی کے پیکر حضرت عبداللہؓ بن جحش اور ہیر تیر انداز اں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی ملاقات ہوئی۔ دونوں بدن کے مختلف جگہوں پر زخم کھائے ہوئے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اس آن کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں: ''اُحد میں شدّت کا ایک پل تھا۔ یکا یک عبداللہؓ بن جحش میرے پہلو میں آئے، میرے ہاتھ سے پکڑا اور مجھے ایک چٹان کے دامن میں لے گئے۔ مجھ سے کہنے لگے، ''اب یہاں تم دُعا کرو، میں ''آمین'' کہوں گا۔ پھر میں دُعا کروں تو تم بھی ''آمین'' کہنا! میں نے جواب میں کہا، ''ٹھیک ہے'' اور یوں دُعا کی: ''یا الٰہی! مجھے قوی اور سخت دُشمن بھیج! میں اُن سے سخت مقابلہ کروں۔ اُن سب کو مار ڈالوں اور غازی بن کر لوٹوں۔'' میری اس دُعا پر آپؓ نے تہہ دل سے ''آمین'' کہی۔

پھر آپؓ نے خود دُعا کرنا شروع کی: ''یا الٰہی! میرا سامنا دشوار دشمنوں سے کر کہ میں اُن سے سخت جان سے لڑوں۔ جہاد کا حق ادا کرسکوں۔ میں سب کو مار ڈالوں۔ آخر کار اُن میں سے ایک مجھے شہید کر دے۔ پھر، میرے ہونٹ، ناک، کان کاٹ دے۔ میں خون میں نہلا یا تیرے حضور پہنچوں۔ پھر تو پوچھے: ''اے عبداللہؓ! تیرے ہونٹوں، ناک اور کانوں کو کیا ہوا؟ تو جواباً میں یوں کہوں: ''یا الٰہی! میں نے اُن سے بڑے قصور کئے تھے، اُنہیں صحیح استعمال نہ کیا۔ تیرے حضور اُنہیں لانے میں عار محسوس کی۔ پیارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شامل ہوا اور خاک ومٹی میں روندا گیا، ایسے آیا ہوں''۔ میرا دل ایسی دعا پر ''آمین'' کہنے کی آرزو نہ کرتا تھا۔ لیکن آپؓ کی خواہش اور پہلے کئے وعدے کی وجہ سے نہ چاہتے ہوئے ''آمین'' کہا۔

پھر ہم دونوں اپنی تلواریں سونتے جنگ میں مصروف ہو گئے۔ ہم دونوں ہی اپنے مقابل آئے ہر دشمن کو مارتے جارہے تھے۔ آپؓ بے حد بہادرانہ حملے کر رہے تھے اور دشمنوں کی صفوں کو پچھاڑتے جارہے تھے۔ آپؓ دشمن پر بار بار یلغار کرتے اور شہید ہونے کی ان مٹ آرزو اپنے دل میں لئے لوٹ کر پھر سے حملہ

(۲۰۳) ابن ھشام، السیرۃ، II، ۶۸؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۴۷؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۳

کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت ابو دجانہؓ کی یہ چال اصحاب کرامؓ کو پسند نہ آئی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ **ایسی چال ہے کہ ایسی جگہوں (میدانِ حرب) کے سوا اللہ کے غضب کا سبب ہے۔**'' آپؐ کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ دشمن کے مقابل اکڑ کر چلنا جائز ہے۔

مزید انتظار کا تحمل نہ کرتے ہوئے مشرکین کی صفوں سے خالد بن ولید کی کمان میں عسکری قوت نے حملہ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اصحاب کرامؓ کو جو پہلے سے ہی بے صبرے ہوئے جا رہے تھے، حملے کا حکم دے دیا۔ یکدم ''اللہ اکبر'' کی صداؤں سے میدان حرب گونج اُٹھا۔ حضرت حمزہؓ دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھامے سب سے آگے تھے۔ بے زرہ کے عساکر کی کمان کرنے کے باوجود آپؓ مقابلے میں آئے اور ہر کافر پر تلوار چلانا شروع کر دی۔ بڑی حرص کے ساتھ خالد بن ولید کی آگے بڑھتی قوت درحال پسپا کر دی گئی۔ خالد بن ولید، اس دفعہ پہاڑی گھاٹی سے گھوم کر عقب سے حملہ کی نیت سے لمبا چکر کاٹا اور عینین کے ٹیلہ پر جا پہنچے۔ لیکن حضرت عبداللہؓ بن جبیر اور اُن کی کمان میں پچاس جوانوں نے اُن پر تیروں کی بوچھاڑ سے پچھاڑ کر رکھ دیا۔

اب میدان میں گھمسان کا رن پڑ چکا تھا۔ دونوں طرف کے حملے بھرپور تھے۔ ہر صحابیؓ کم از کم چار مشرکین کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حضرت حمزہؓ کبھی ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی تکبیریں پڑھتے، تو کبھی: ''میں اللہ تعالیٰ کا شیر ہوں!'' کہتے اور دشمن کو کاٹتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے۔ صفوان بن اُمیہ اپنے اطراف کے لوگوں سے: ''حمزہؓ کہاں ہے؟ مجھے دکھاؤ'' کہہ کر میدان حرب میں تلاش کر رہا تھا۔ اس دوران اُس کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو دو دو تلواروں سے حملے کر رہا تھا، ''کون ہے یہ حملہ آور؟'' اُس نے استفسار کیا۔ اطراف کے لوگوں نے جواب دیا، ''وہی حمزہؓ! جس کی تمہیں تلاش تھی!'' صفوان بولا، ''میں نے آج تک اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اپنی قوم کو قتل کرنے کے لئے اس قدر حرص کے ساتھ حملہ کرے۔''

جب حرب خوب جم چکی تو مہاجرین میں سے حضرت زبیرؓ بن عوام جو اس بات پر ملال رکھتے تھے کہ تلوار اُنہیں نہیں دی گئی، خود سے مخاطب ہو کر کہنے لگے، ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے تلوار مانگی، لیکن آپؐ نے ابو دجانہؓ کو عطا فرمائی۔ حالانکہ میں آپؐ کی پھوپھی صفیہؓ کا بیٹا ہوں۔ پھر قریشی بھی ہوں۔ اور پہلے میں نے طلب کی تھی۔ جا کر دیکھوں تو سہی ابو دجانہؓ مجھ سے بڑھ کر کیا کرتا ہے؟'' پھر حضرت ابو دجانہؓ کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ حضرت ابو دجانہؓ: ''اللہ اکبر'' کہہ کر تکبیر پڑھتے، مشرکین میں سے جو سامنے آتا مار ڈالتے۔ بدترین مشرکین میں سے، قوی الجثہ، کیم شحیم ایک شخص جو ہر طرف سے زرہ بند تھا اور جس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں، حضرت ابو دجانہؓ کے مقابل آ گیا۔ پہلے اُس نے حضرت ابو دجانہؓ پر وار کیا۔ آپؓ نے اپنی ڈھال سے خود کو بچایا۔ مشرک کی تلوار حضرت ابو دجانہؓ کی ڈھال میں پیوست ہو کر رہ گئی۔ اُس نے تلوار نکالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اب باری حضرت ابو دجانہ کی تھی۔ اپنی تلوار کے ایک ہی وار میں رقیب کو قتل کر ڈالا۔

پھر مشرکوں میں سے، ابو سعد بن ابی طلحہ پیادہ میدان کی طرف بڑھا۔ وہ بھی سر سے پاؤں تک زرہ میں ملبوس تھا۔ کفر کا علم زمین سے اُٹھایا اور لشکرِ اسلام کی جانب منہ کر کے دھاڑنا شروع کر دیا، ''میں قصم کا باپ ہوں۔ کون ہے جو میرے مقابل آئے؟'' رسول اللہ ﷺ نے اُس کے مقابلے میں پھر حضرت علیؓ کو نکالا۔ حضرت علیؓ، اُس مشرک کو بھی جہنم رسید کر کے اور علم کو زمین پر گرا دینے کے بعد واپس مجاہدین کی صفوں میں آ گئے۔

اس کے بعد کئی ایک مشرکین باری باری میدان میں نکلے اور زمین پر گرے اپنے علم کو اُٹھا کر مجاہدین میں سے مردِ میدان طلب کرتے رہے۔ لیکن، ہر بار شجیع اصحابِ کرامؓ اللہ تعالیٰ کی رضا سے غالب آتے رہے۔ ہر مشرک علمبردار کے مارے جانے پر عساکرِ اسلامؓ سے تکبیر کی صدائیں اُٹھتیں، دشمنوں کی صفوں میں دُکھ اور یاس کی لہریں دوڑتی جا رہی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ عورتیں جنہوں نے کبھی شور و غوغا اور تماشہ مچا رکھا تھا؛ ''افسوس ہے تم لوگوں پر!۔۔۔'' کہہ کر ایک طرف تو اپنے عساکر کی حقارت کرنے لگیں، اور دوسری طرف اُنہیں؛ ''اب اور کس بات کے منتظر ہو؟'' کہہ کر جنگ کے لئے اکسانے لگیں۔

ایسے موقع پر جب طرفین اپنی جگہوں پر رُک نہ پا رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ایک تلوار جس پر یہ شعر کندہ تھا:

فی الجبن عار وفی القبال مکرمة	بزدلی میں شرم ہے اور بڑھ کر لڑنے میں عزت ہے
والمرء بالجبن لاینجو من القدر	اور آدمی بزدلی کر کے تقدیر سے کہاں بچ سکتا ہے

دکھاتے ہوئے فرمایا: ''یہ تلوار مجھ سے کون لے گا؟'' آپ کے یہ الفاظ سنتے ہی اصحابِ کرامؓ میں سے کئی ایک نے تلوار لینے کے لئے اپنے ہاتھ بڑھائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے الفاظ دہرائے: **''کون ہے جو اِسے لے کر اس کا حق ادا کر دے؟''** آپؐ کے یوں کہنے پر اصحابِ کرامؓ خاموش ہو گئے اور رُک گئے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے تلوار حاصل کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کرتے ہوئے کہا، ''میں لوں گا یا رسول اللہ ﷺ!'' رسول اللہ ﷺ نے تلوار حضرت زبیرؓ کو نہ دی۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خواہش بھی رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قبول نہ کی گئی۔

حضرت ابو دجانہؓ نے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟'' پیغمبر علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا: **''اُس کا حق یہ ہے کہ جب تک وہ ٹوٹ نہ جائے اُس سے دشمنوں کو مارا جائے۔ اُس کا حق یہ ہے کہ تم اِس سے مسلمانوں کو قتل نہ کرو، کافروں کے مقابلے میں بھاگو نہیں۔ اِس کے ساتھ اس وقت تک اللہ کی راہ میں لڑنا جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں ظفر یا شہادت نہ نصیب فرما دے۔''** آپؐ کے اس جواب پر حضرت ابو دجانہؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اِس کا حق ادا کرنے کے لئے اِسے لے رہا ہوں (۲۰۱)۔'' رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو تسلیم کر دی۔ حضرت ابو دجانہؓ نہایت جیسور اور شجیع ہونے کے باوجود بڑی چالاکی سے کام لیتے تھے۔ حدیث شریف **''حرب حیلہ ہے (۲۰۲)''** کے مصداق پورا اُترتے تھے۔ حضرت ابو دجانہؓ نے تلوار لیتے ہی میدانِ حرب کی جانب اکڑ کر، پُر وقار اور مغرور انداز میں اشعار پڑھتے ہوئے چلنا شروع کر دیا۔ بدن پر ایک قمیص اور سر پر سرخ پگڑی

---

(۲۰۱) احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۲۳؛ ابن ھشام، السیرۃ، II، ۶۶؛ واقدی، المغازی، I، ۲۵۹؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VII، ۳۹۱؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XIX، ۹

(۲۰۲) بخاری، ''جہاد''، ۱۵۷؛ مسلم، ''جہاد''، ۲۹؛ ابوداؤد، ''جہاد''، ۱۰۱؛ ترمذی، ''جہاد''، ۵؛ ابن ماجہ، ''جہاد''، ۲۸

اور معاف کر دینے والے ہیں لوگوں کو۔ اور اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے حسنِ عمل کرنے والوں کو (۱۹۷)۔''

''یہی وہ لوگ ہیں کہ ہے صلہ اُن کا بخشش اُن کے رب کی طرف سے اور جنتیں ایسی کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان جنتوں میں اور کیا ہی خوب ہے اجر نیک عمل کرنے والوں کا! (۱۹۸)''

اصحابِ کرامؓ کہ جن کے دل ایمان سے لبریز تھے، جن کی آنکھوں سے جسارت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، جو شہادت کی آرزو میں سلگ رہے تھے، منتظر تھے کہ کب اُنہیں دشمن پر چڑھائی کرنے کا حکم صادر ہو۔ غزوۂ بدر کی طرح حضرت علیؓ نے سفید، حضرت زبیرؓ بن عوام نے زرد، حضرت ابودجانہؓ نے سرخ پگڑیاں باندھ رکھی تھیں۔ جبکہ حضرت حمزہؓ نے شتر مرغ کے پروں سے بنا طغرہ سجا رکھا تھا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے نہایت قریب آن پہنچے۔ اب ہیجان اپنے عروج پر تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ جنگ شروع ہونے والی تھی جس میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے بلا تردد اپنے اقرباٗ سے لڑنے والے مجاہدین تھے اور دوسری طرف راہِ باطل پر اصرار کے ساتھ چلنے والے دشمنانِ اسلام تھے۔

جب فاصلہ اس قدر رہ گیا کہ تیر پھینکا جا سکے تو دشمن کی صفوں سے اُونٹ پر سوار ایک زرہ بند مشرک آگے بڑھا اور للکار کر مجاہدین میں سے کوئی مقابل طلب کیا۔ یہ جان کر کہ ہر کوئی اُس سے ڈرتا ہے، اپنی طلب کو اُس نے تین بار دہرایا۔ اس پر لشکرِ اسلام میں سے زرد پگڑی باندھے، ایک طویل قامت شجیع پیادہ میدان کی جانب بڑھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد حضرت زبیرؓ بن عوام تھے۔ لشکرِ اسلام سے اللہ اکبر!۔۔۔کی ندائیں بلند ہو رہی تھیں اور حضرت زبیرؓ کی ظفر کی دعائیں کہ جا رہی تھیں۔ حضرت زبیرؓ بن عوام نے قریب پہنچتے ہی اونٹ کے اوپر چھلانگ لگا دی۔ اُونٹ کے اوپر زبردست لڑائی شروع ہوگئی۔ اس پل رسول اللہ ﷺ کے لب سے یہ الفاظ سنائی دیئے گئے: ''اُسے زمین بوس کر!'' حضرت زبیرؓ نے یہ حکم ملتے ہی رقیب کو نیچے دھکیل دیا۔ اُس کے بعد خود بھی چھلانگ لگا دی اور تلوار اُس کی گردن پر چلا دی۔ مشرک کا مغرور سر زرہ سے کٹ کر علیحدہ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کے لئے دُعا فرمائی۔

پھر، مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں کود پڑا اور: ''تم میں سے کوئی ہے جو میرا مقابلہ کرے؟'' کہہ کر للکارا۔ اُس کے مقابلے میں اللہ کے شیر حضرت علیؓ نکل آئے۔ ایک ہی حملے میں سر سے پاؤں تک زرہ میں ملبوس اس مشرک علمبردار کا سر اُس کی ٹھوڑی تک کاٹ ڈالا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ''اللہ اکبر!۔۔۔اللہ اکبر!۔۔۔'' تکبیر پڑھی۔ آپؐ کے ساتھ اصحابِ کرامؓ کی شمولیت سے، تکبیر کی صداؤں سے آسمان گونج اُٹھا (۱۹۹)۔

مشرکین کا علم زمین پر گرتے دیکھ کر طلحہ کا بھائی عثمان بن ابی طلحہ میدان کی جانب لپکا۔ علم کو اٹھایا اور مقابلے کے لئے کوئی مردِ میدان طلب کیا۔ اُس کے مقابل حضرت حمزہؓ نکلے: ''یا اللہ!'' کہہ کر عثمان کے کندھے پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ علم اُسے اٹھائے ہاتھ کے ساتھ زمین پر آن گرا اور مشرک نے زمین بوس ہو کر جان دے دی (۲۰۰)۔

---

(۱۹۷) سورۃ آل عمران، ۱۳۴-۱۳۲ / ۳ (۱۹۸) سورۃ آل عمران، ۱۳۶ / ۳

(۱۹۹) ابن هشام، السیرۃ، ۱۱، ۱۵۱؛ واقدی، المغازی، ۱، ۲۲۴، ۳۰۸؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۴۰؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱۱، ۲۳۹؛ سہیلی، روض الانف، ۱۱۱، ۳۱۸

(۲۰۰) ابن هشام، السیرۃ، ۱۱، ۷۴؛ واقدی، المغازی، ۱، ۲۲۷؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۴۱؛ سہیلی، روض الانف، ۱۱۱، ۲۵۸

بوچھاڑ کی جانب رُخ نہیں کرسکیں گے۔ یا الٰہی! تو شاہد ہے کہ میں نے اِنہیں اس کی تلقین کردی ہے!''

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ان احکامات کو چند بار دہرایا اور فرمایا: ''اگر تم پرندوں کو ہمارے جسد کھاتے بھی دیکھو، جب تک میں آدمی بھیج کر تمہیں بلا نہ لوں، اپنی جگہیں مت ترک کرنا(۱۹۵)۔ اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمنوں کو کاٹ ڈالا اور اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے تب بھی میری طرف سے خبر ملے بغیر اپنی جگہوں سے مت ہٹنا!۔۔۔'' پھر آپؐ وہاں سے لوٹ آئے اور لشکر میں شامل ہو گئے۔

علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو تھمایا۔ حضرت مصعبؓ باوجود اپنے ہاتھ میں علم کے، رسول اللہ ﷺ کے سامنے جگہ لئے کھڑے تھے (۱۹۶)۔

اسی دوران حضرت حنظلہؓ جو نو بیاہا تھے، سُرعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے اور اُحد پہنچ کر مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے۔

اُحد میں تین دن قبل سے آئے مشرکین کے لشکر کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھ تھی۔ اُس نے لشکر کو یوں منظم کیا تھا کہ شہرِ مدینہ اُن کی پشت کی جانب تھا۔ میمنہ کے سوار دستے خالد بن ولید، میسرہ کے سوار دستے عکرمہ کی کمان میں تھے۔ روایت کے مطابق صفان بن اُمیہ بھی سوار دستوں کو سنبھالے ہوئے تھا۔ مشرکین کا جھنڈا اُٹھائے طلحہ بن ابی طلحہ کھڑا تھا۔

دونوں لشکر قوت میں توازن کے اعتبار سے بڑا فرق دکھا رہے تھے۔ قریشیوں کا لشکر؛ تعداد، اسلحہ اور دیگر سامان کے لحاظ سے، لشکرِ اسلام سے چار گنا زیادہ تھا۔

لشکرِ قریش میں شور و غوغا اور کھیل تماشے جاری تھے، انتقام کی آگ میں جلتی عورتیں دف اور ڈھولک پیٹتے، حربیہ اشعار گا گا کر عساکر کو جنگ پر اُکسانے اور اپنے معبود بتوں سے مدد طلب کرنے میں مشغول تھیں۔

اس کے برعکس مجاہدین کی جانب سے دعائیں مانگی جا رہی تھیں: اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔ کی تکبیریں کہی جا رہی تھیں، ''دینِ اسلام'' کی حفاظت اور ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ سے امداد طلبی کی جا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ بھی، اپنے شجیع اصحاب کرامؓ میں جہاد کا، جنابِ حق کی راہ میں لڑنے کا شوق اور ولولہ پیدا فرما رہے تھے، اس کے نتیجہ میں اُنہیں حاصل ہونے والے ثواب کو بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: ''اے میرے اصحابؓ! کم تعداد کے افراد کے لئے، دشمن سے مقابلہ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر وہ ثابت قدمی اور ہمت سے کام لیں تو اللہ تعالیٰ اُنہیں کامیابی نصیب کرتا ہے۔ کیونکہ، اللہ تعالیٰ اُس کی اطاعت کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔۔۔ تم اللہ تعالیٰ سے اُس اجر کی طلب کرو جس کا اُس نے وعدہ فرمایا ہے۔۔۔'' غزوۂ اُحد سے متعلق آیاتِ کریمہ یوں ارشاد ہوتا ہے: ''اور (اے مومنین!) اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول کی (جانب سے دیئے گئے احکام کی) تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور لپکو مغفرت کی طرف اپنے رب کی اور جنت (کی طرف) جس کی وسعت آسمانوں اور زمین (جیسی ہے) وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے۔ (متقی وہ ہیں) جو خرچ کرتے ہیں خوشحالی میں اور تنگی میں اور پی جانے والے ہیں غصے کو

(۱۹۵) بخاری، ''جہاد''، ۱۶۴؛ ''مغازی''، ۱۰، ۲۰؛ ابوداؤد، ''جہاد''، ۱۱۶؛ احمد بن حنبل، المسند، IV، ۲۹۳؛ ابن ھشام، السیرۃ، II، ۶۵؛ واقدی، المغازی، I، ۲۲۰، ۲۲۰، ۲۲۴؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۴۷، III، ۴۷۶؛ طبری، تاریخ، II، ۱۹۲

(۱۹۶) ابن ھشام، السیرۃ، III، ۷۳؛ طبری، تاریخ، II، ۱۹۹؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۵۸

مغرب اور عشاء کی اذانیں حضرت بلالؓ حبشی نے اپنی پُرسوز آواز میں پڑھیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد محمدؓ بن مسلمہ کو پچاس آدمیوں کا دستہ دیا اور صبح تک پہرہ دینے کا حکم دیا ۔ دیگر اصحاب کرامؓ آرام کرنے چلے گئے ۔ اُس رات رسول اللہ ﷺ کے سرہانے پہرہ دینے کا شرف حضرت زکوانؓ کو حاصل ہوا ۔

اسی اثناء دشمن کو خبر ملی کہ لشکرِ اسلام شیخین کے مقام پر استراحت فرما رہا ہے ، یہ خبر پاتے ہی عکرمہ کی کمان میں گھڑسواروں کے ایک دستے کو گشتی وظیفہ دیا ۔ عکرمہ ، جس نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا اپنے اس دستے کے ساتھ حرّہ کے مقام تک لشکرِ اسلام میں گھس گیا لیکن پھر گشتی مجاہدین سے ڈر کر لوٹ گیا ۔

فجر کے بعد آقائے دو عالم ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ کو بیدار کیا اور اُحد کے پہاڑ پر آن پہنچے ۔ یہاں دونوں لشکر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ۔ حضرت بلال حبشیؓ نے روحوں کو تازہ کرنے والی ، دلوں کو گرما دینے والی پُرسوز آواز میں صبح کی اذان پڑھی ۔ مسلمانوں نے مسلح حالت میں اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی اور دعا فرمائی ۔ سلطان کائنات نے دوسری زرہ زیب تن کی اور سر مبارک پر خود پہن لیا ۔

اس دوران منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابیّ : ''کیا ہم یہاں خود کو قتل کروانے آئے ہیں ؟ ہم شروع سے ہی اسے کیوں نہیں سمجھ پائے ؟'' کہہ کر ۳۰۰ کے قریب منافقین کو لئے لشکرِ اسلام سے علیحدہ ہو گیا اور مدینہ لوٹ آیا ۔

اب وہاں دل سے ایمان لانے والے ، اپنی جانوں کو فدا کرنے اور پلک جھپکتے ہی اپنے سروں کی بازی لگانے کو تیار ، شہادت کا رتبہ پانے کے لئے بے قرار تقریباً سات سو افراد موجود تھے ۔ اُن سب نے اپنے خون کی آخری بوند تک رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا عہد کیا ۔

رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو منظم کیا ۔ لشکر کو یوں ترتیب دیا کہ اُس کی پشت پر اُحد کا پہاڑ اور سامنے شہر مدینہ تھا ۔ میمنہ میں حضرت عکاشہؓ بن محصن کو ، میسرہ میں حضرت ابوسلمہؓ بن ابوالاسد کو کمانداد مقرر فرمایا ۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح آگے موجود تیرانداز دستے کی کمان کر رہے تھے ۔ زرہ بند عساکر حضرت زبیرؓ بن عوام اور آگے پائے جانے والے بغیر زرہ کے عساکر حضرت حمزہؓ کی کمان میں تھے ۔ جبکہ پیچھے کے عساکر پر حضرت مقدادؓ بن عمرو کو فائز کیا گیا تھا ۔

لشکرِ اسلام کی بائیں جانب عینین کا ٹیلہ تھا جس میں ایک تنگ گھاٹی پائی جاتی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس گھاٹی پر حضرت عبداللہؓ بن جبیر کی کمان میں پچاس تیراندازوں کا دستہ مقرر فرمایا ۔ تیراندازوں نے گھاٹی پر اپنی جگہیں لے لیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے پاس جا کر اُنہیں قطعی حکم دیا : ''تم ہماری پشت کی جانب سے حفاظت کرنا ۔ اپنی جگہوں پر قائم رہنا اور یہاں سے بالکل نہیں ہٹنا ۔ چاہے ہم کو دشمن پر غالب آتے دیکھو ، جب تک ہم تمہیں خبر نہ دیں اپنی جگہوں کو قطعاً ترک نہ کرنا ۔ اگر تم دیکھو کہ دشمن ہمیں قتل کرنے کو ہے یا قتل کر رہا ہے ، تب بھی ہماری مدد کے لئے مت آنا ۔ ہمیں اُن سے بچانے کی کوشش مت کرنا ۔ جیسے ہی دشمن تمہاری طرف بڑھیں اُن کے سواروں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دینا ۔ کیونکہ اُن کے سوار تیروں کی اس

میں بھی یوں کہہ کر تم نے مجھے حصولِ جنت سے محروم رکھا۔ اب مجھے اس سفر سے بھی محروم رکھنا چاہتے ہو؟۔۔۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش ہوئے اور عرض کی، ''میری جان آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! میرے بیٹے بعض عذر پیش کر کے مجھے اس غزوہ سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ اللہ کی قسم، میں آپؐ کے ساتھ سفر پر نکلنا اور جنت میں داخل ہونے سے شرفیاب ہونا چاہتا ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑنے اور شہید ہونے کے بعد اس لنگڑاتی ٹانگ کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں؟'' فخرِ کائنات ﷺ نے فرمایا، **''ہاں میں سمجھتا ہوں''**۔ حضرت عمروؓ یہ سُن کر خوش ہو گئے اور تیار ہو کر لشکر سے آن ملے (۱۹۱)۔

مدینہ میں نماز پڑھانے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن اُمِّ مکتوم کو چھوڑ دیا گیا (۱۹۲)۔

سلطان المرسلین ﷺ نے تین علَم تیار کئے۔ ایک حضرت حبابؓ بن منذر کو، ایک حضرت اُسیدؓ بن حضیر اور ایک حضرت مصعبؓ بن عمیر کو تھمایا۔ لشکر تقریباً ایک ہزار پر مشتمل تھا؛ ان میں صرف دو گھڑ سوار اور سو زرہ بند افراد پائے جاتے تھے (۱۹۳)۔

جب لشکر روانہ ہوا تو رسول اللہ ﷺ کے آگے زرہ بند حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ، دائیں جانب مہاجرین اور بائیں جانب انصار چل رہے تھے۔ بروزِ جمعہ بعد از نمازِ عصر ''اللہ اکبر!'' کی تکبیروں کے ساتھ آپؐ یوں اُحد کی جانب چلے جیسے عید کا دن ہو۔

راستے میں آپؐ کی ملاقات تقریباً چھ سو یہودیوں پر مشتمل ایک عسکری ٹولے سے ہوئی۔ یہ لوگ، منافق عبداللہ بن ابیّ بن سلول کے ساتھی تھے اور لشکرِ اسلام کے ساتھ مل جانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا: **''کیا وہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں؟''** ''نہیں یا رسول اللہ ﷺ'' جواب ملنے پر آپؐ نے فرمایا، **''جا کر اُنہیں کہو کہ وہ لوگ واپس چلے جائیں۔ کیونکہ مشرکین کے خلاف، کفار کا تعاون نہیں چاہتے۔''**

نبی محترم ﷺ مدینہ اور اُحد کے درمیان شیخین کے مقام پر پہنچ گئے۔ یہاں رات بسر کرنے کے لئے آپؐ نے پڑاؤ ڈال دیا۔ ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا۔ لشکر میں ایسے کمسن اصحاب کرامؓ بھی موجود تھے جو دُشمن سے لڑنے اور شہادت کا مرتبہ پانا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں تفتیش کے دوران لشکر میں سترہ کے قریب کمسن بچے دیکھے۔ ان میں رافعؓ بن حدیج اپنے پنجوں پر کھڑا ہو کر خود کو لمبا دکھانے کی کوشش میں تھے۔ حضرت زبیرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! رافع اچھا تیر انداز ہے۔'' اس پر آپؐ نے اُنہیں لشکر میں قبول کر لیا۔ یہ دیکھ کر سُمرۃؓ بن جُندب نے کہا، ''میں کُشتی میں رافعؓ کو پست کر سکتا ہوں۔ اس لئے میں بھی غزوہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور دونوں کی کشتی کروائی۔ حضرت سُمرۃ نے حضرت رافعؓ کو پست کر دیا اور اس طرح آپؐ نے اُنہیں بھی مجاہدین میں شامل کر لیا۔ دیگر بچوں کو آپؐ نے مدینہ میں مقیم لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری دے کر واپس لوٹا دیا (۱۹۴)۔

---

(۱۹۱) ابن ھشام، السیرۃ، II، ۹۰؛ واقدی، المغازی، I، ۲۶۵؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، III، ۲۶۵؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۷۶

(۱۹۲) ابن سعد، الطبقات، IV، ۲۰۹ (۱۹۳) واقدی، المغازی، I، ۲۱۵، ۲۲۰؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LV، ۲۶۷

(۱۹۴) ابن ھشام، السیرۃ، II، ۶۶؛ واقدی، المغازی، I، ۲۱۵؛ طبری، تاریخ، II، ۱۹۱؛ سہیلی، روض الانف، III، ۲۴۶؛ ابن کثیر، السیرۃ، III، ۳۰

یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اللہ کی کہ آج صبح سے میرے دل میں، اپنے جنتی بیٹے کا ساتھی بننے کی خواہش بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اب عمر گزیدہ بھی ہوتا جارہا ہوں۔ اپنے رب سے ملاقات کے سوا، اب دل کی کوئی اور مراد نہیں۔

میری جان آپؐ پر فدا یا رسول اللہ! میرے لئے دُعا فرمائیں کہ میں شہید ہوکر اپنے بیٹے سے جا ملوں اور جنت میں اُس کا ساتھی بننے کا شرف حاصل کروں!۔۔۔" اس التجا اور درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اُن کی شہادت کے لئے دعا فرمائی۔

اکثر اصحاب کرامؓ کو ہم فکر پر دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے دشمن کا مقابلہ مدینہ سے باہر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ پھر یوں ارشاد فرمایا: **"(اے میرے اصحابؓ!) صبر اور ثابت قدمی سے کام لینا، اس بار بھی جناب حق تمہیں اپنی مدد احسان فرمائے گا۔ ہمیں عظم و ہمت سے کام لینا ہے!"**

نماز عصر پڑھانے کے بعد سلطان کائنات ﷺ اپنے خانۂ سعادت تشریف لے گئے۔ آپؐ کے پیچھے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی چلے آئے اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے پگڑی باندھنے اور زرہ پہننے میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار کمر بند کی اور ڈھال کو پشت مبارک پر ٹکا لیا۔

اس دوران اصحاب کرامؓ باہر جمع ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار کرنے لگے۔ مدینہ میں رہ کر مدافعہ کی سوچ رکھنے والے اصحاب کرامؓ نے دیگر اصحاب کرامؓ سے یوں کہا: "رسول اللہ ﷺ مدینہ سے باہر نکلنے کے حق میں نہ تھے۔ تم لوگوں کے کہنے پر اِسے قبول کیا ہے۔ حالانکہ، رسول اللہ ﷺ ہر کام با امر اللہ کرتے ہیں۔ تم لوگ یہ کام رسول اللہ ﷺ پر چھوڑ دو۔ اور اُس بات پر عمل کرو جس کا رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں۔" وہ اصحاب کرامؓ اپنے کئے پر نادم ہوئے اور "ہمیں رسول اکرم ﷺ کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے" کہتے ہوئے اپنی سوچ کو بدل دیا اور جب رسول اللہ ﷺ اپنے سعادت خانہ سے باہر تشریف لائے تو حضور اقدس میں حاضر ہو کر یوں معذرت خواں ہوئے: "ہماری جانیں آپؐ پر فدا، یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ جیسا مناسب سمجھیں ویسا ہی کریں۔ اگر آپؐ مدینہ میں رہنا چاہتے ہیں تو ایسا ہی کیجیے۔ آپؐ کی مخالفت کرنے سے ہم جناب حق کی پناہ مانگتے ہیں۔" حبیب اکرم ﷺ فرمایا: **"ایک پیغمبرؑ اپنی زرہ جنگ کئے بغیر نہیں اتارتا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ فرما دے۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم وہ کرو جس کا میں تمہیں حکم دوں، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر صبر اور ثابت قدمی سے کام لینا، اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہوگا۔۔۔"**

اس دوران عمروؓ بن جموح اپنے گھر میں موجود چار بیٹوں سے مخاطب ہو کر یوں کہہ رہے تھے: "اے میرے بیٹو! مجھے بھی اس غزوہ میں لے چلو!" آپؓ کے بیٹے: "اے والد محترم! پاؤں سے معذور ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو معاف فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی۔ آپؓ جہاد میں شرکت پر مکلّف نہیں ہیں۔ آپؓ کی جگہ ہم جا رہے ہیں!" کہہ کر اپنے والد کو رضامند کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن حضرت عمروؓ نے کہا، "افسوس ہے مجھے تم جیسی اولاد پر! غزوۂ بدر

میری تلوار ذوالفقار کی نوک پر شگاف پڑ گیا، پھر ذبح شدہ بیل دیکھا، اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکرا لایا گیا ہے۔" اصحاب کرامؓ نے دریافت فرمایا، "یارسول اللہ ﷺ! آپؐ اس خواب کی کیا تعبیر فرماتے ہیں؟" اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "مضبوط زرہ پہننے سے مراد مدینہ ہے، یعنی مدینہ میں رہنے کی جانب اشارہ ہے۔تم وہیں رہو۔۔۔ میری تلوار کی نوک میں شگاف، مجھے کوئی نقصان پہنچنے کی جانب اشارہ ہے۔ ذبح شدہ بیل سے مراد یہ ہے کہ میرے اصحاب کرامؓ میں سے بعض شہید گریں گے۔ اُس کے بعد ایک بکرے کا لایا جانا، عسکری قوت کی جانب اشارہ ہے کہ، انشاءاللہ جناب حق اُنہیں مارے گا۔"

دوسری روایت کے مطابق: "میں نے خواب میں تلوار زمین پر ماری، اُس کی نوک ٹوٹ گئی۔ یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ روز اُحد میرے بعض اصحاب کرامؓ شہید ہو جائیں گے۔ میں نے تلوار پھر زمین پر ماری، وہ پہلی حالت میں لوٹ آئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فتح نصیب ہونے اور مومنین کے اتحاد کی جانب اشارہ کرتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ ایسے معاملات میں کہ جب کوئی وحی نازل نہ ہوئی ہو، اپنے اصحاب کرامؓ سے مشورہ فرماتے اور اس کے مطابق حرکت فرماتے تھے۔ اس سوال پر کہ دشمن سے کس مقام پر مقابلہ کیا جائے؟ بعض اصحاب کرامؓ نے رائے دی، "مدینہ میں رہ کر دفاعی جنگ لڑی جائے۔" یہ مشورہ رسول اللہ ﷺ کی آرزو کے عین مطابق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت سعدؓ بن معاذ جیسے جید اصحاب کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی طرح سوچ رکھتے تھے۔

لیکن غزوہ بدر میں شمولیت نہ کر پانے والے اصحاب کرامؓ، بدری اصحاب کرامؓ کے اجر وثواب اور شہداءٌ کے بلند درجات کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سُن کر اپنی غیرشمولیت پر بڑا دکھ محسوس کرتے تھے۔ اس لئے وہ مدینہ سے باہر رہ کر دشمن سے سینہ بہ سینہ مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ حضرت حمزہؓ، حضرت نعمانؓ بن مالک، حضرت سعدؓ بن عبادہ اِن لوگوں میں سے تھے۔ حضرت خیثمہؓ نے بات کرنے کی اجازت چاہی اور فرمایا، "یارسول اللہ ﷺ! مشرکین قریش نے مختلف عرب قبائل سے عسکر اکٹھے کئے ہیں۔ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے علاقوں میں قدم رکھے ہیں۔ ہمارا ہمارے گھروں میں اور قلعوں میں محاصرہ کریں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔ ہماری پیٹھ پیچھے کئی باتیں کریں گے۔ اس حالت میں اُن کی جسارت میں مزید اضافہ ہوگا، وہ نئے حملے تشکیل دیں گے۔ اگر ہم آج اُن کے مقابل نہ آئے تو ہم دیگر عرب قبائل کی نظر میں آ جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مشرکین کے مقابلے میں ظفر نصیب فرمائے گا۔

اگر دوسری بات ہوئی کہ وہ شہادت ہے: بدر نے مجھے خود سے محروم رکھا۔ حالانکہ میں اُسے کھو دینے پر بڑا دکھی ہوں۔ جب میرے بیٹے نے سنا کہ میں بدر میں شمولیت کی خواہش رکھتا ہوں تو اُس نے میرے ساتھ قرعہ ڈالا۔ وہ مجھ سے زیادہ قسمت والا نکلا اور اُسے شہادت کا شرف حاصل ہوا۔

یارسول اللہ ﷺ! میں شہادت کی بہت تڑپ محسوس کرتا ہوں۔ کل میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں بڑی اچھی صورت میں دیکھا۔ جنت کے باغات اور نہروں کے بیچ ٹہلتے ہوئے وہ مجھے کہہ رہا تھا، "تم بھی اصحاب جنت سے آن ملو! میں نے اُس حقیقت کو پالیا جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے!"

سوار تھے اور ۳۰۰۰ اُونٹ پائے جاتے تھے۔ سازندوں اور عورتوں کے اشتراک کے ساتھ اس لشکر کی کمان ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔ اُس کی بیوی ہندہ، عورتوں کی رہنما تھی اور مشرکین کو جنگ کے لئے مشتعل کرنے میں سب سے آگے تھی۔ کیونکہ غزوۂ بدر میں اُس نے اپنے باپ کے ساتھ دو بھائیوں کو بھی کھو دیا تھا۔ وہ اس درد کو بھول نہ پائی تھی، عورتوں کی جنگ میں شمولیت کے مخالفین کو یوں کہہ کر چپ کرا دیتی: ''بدر کی حرب کو یاد کرو! تم لوگ، اپنی عورتوں اور بچوں کو ملنے کے لئے بدر سے بھاگے تھے! ۔ ۔ ۔ اس کے بعد بھاگنے کی کوشش کرنے والے اپنے مقابل ہمیں پائیں گے! ۔ ۔ ۔'' اُس نے اپنی پوری کاوشوں کو بروئے کار لاکر اہلِ قریش کو اشتعال دلایا اور جنگ کے لئے حوصلہ افزائی کی(۱۸۹)۔

مشرکین میں سے جبیر بن مطعم کا وحشی نامی غلام نیزہ پھینکنے میں بڑا مہارت رکھتا تھا۔ وہ جس کا نشانہ لیتا، اُس کی جان بھی لے لیتا تھا۔ ہندہ کے باپ عتبہ اور جبیر کے چچا طعیمہ کو بدر میں قتل کرنے کی وجہ سے یہ لوگ حضرت حمزہؓ کے خلاف انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ جبیر نے اپنے غلام وحشی سے کہا: ''اگر تم حمزہؓ کو قتل کردو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا!'' ہندہ نے اُس سے یوں کہہ کر وعدہ کیا: ''اگر تم اُسؓ کا کام تمام کردو تو مجھ سے خوب سونا اور جواہرات پاؤ گے!(۱۹۰)''

ساری تیاریاں مکمل کر کے لشکر قریش نے اپنے جھنڈے کھول دیئے۔ ایک جھنڈا طلحہ بن ابی طلحہ، دوسرا جھنڈا حبشیوں کے ایک نمائندے اور تیسرا سفیان بن عویف کے ہاتھ دیا۔

مکہ میں تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ حضرت عباسؓ نے ایک با اعتماد شخص کو اپنا مکتوب دے کر مدینے کی جانب روانہ کیا۔ مکتوب میں تین ہزار کے لشکر کی تیاری کے متعلق خبر دی اور بتایا کہ یہ سات سو زرہ بند اور دو سو گھڑ سوار عساکر، تین ہزار اونٹ اور ان گنت اسلحہ پر مشتمل ہے اور جلد ہی مکہ سے روانہ ہونے کو ہے۔ اس مکتوب میں فوراً کوئی تدبیر کرنے کی نصیحت فرمائی۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے چند اصحابؓ کو مقرر فرمایا۔ یہ اصحاب کرامؓ مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستے میں مشرکین کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر تفتیش کرنے لگے۔ مختصر وقت میں اپنا کام تمام کر کے مدینہ کو لوٹ آئے۔ اُن کی دیکھی سنی خبروں سے مکتوب میں دی گئی خبر کی تائید ہوگئی۔

آقائے دو عالم ﷺ نے درحال تیاری شروع کر دی۔ علاوہ ازیں تدبیراً کسی آنی حملہ سے محفوظ رہنے کے لئے مدینہ کے جوار میں پہرے بٹھا دیئے۔ اصحاب کرامؓ نے مختصر وقت میں تیاریاں مکمل کر لیں۔ اپنے گھر والوں سے الوداعی ملاقات کی اور سلطان الانبیاء ﷺ کے اطراف اکٹھا ہو گئے۔

وہ جمعہ کا دن تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کو نمازِ جمعہ پڑھائی۔ خطبہ میں دین اللہ کی اشاعت کے لئے جہاد کی اور قتال فی سبیل اللہ کی اہمیت بیان فرمائی۔ اس راہ میں مرنے والوں کے لئے شہادت کا مژدہ سنایا اور جنت کی بشارت دی۔ دُشمن کے مقابل ثابت قدمی دکھانے والوں اور سختیوں کے سامنے سینہ سپر ہونے والوں کے لئے آپؐ نے اللہ کی مدد کی نوید فرمائی۔

مقامِ جنگ کے چناؤ پر مشورہ کرنے کے لئے رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ سے ملے اور اُس رات دیکھی خواب بیان فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں خود کو مضبوط زرہ پہنے دیکھا ہے۔

---

(۱۸۹) شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، ۱۷، ۱۸۲
(۱۹۰) بخاری، ''مغازی''، ۲۳؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱۱، ۶۹؛ سہیلی، روض الانف، ۱۱۱، ۲۵۳

غزوۂ اُحد

مشرکین مکہ، غزوۂ بدر میں پیش آئی شکست کو ہضم نہ کر پا رہے تھے اور اس تکلیف کو بھلا دینا اُن کے لئے کسی طور بھی ممکن نہ تھا۔ اہلِ قریش اس جنگ میں اپنے اکثر سرداروں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ علاوہ ازیں، شام کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ اُنہیں اور بھی مشتعل کر رہا تھا۔

ابوسفیان کی سرپرستی میں روانہ کیا گیا تجارتی قافلہ اپنے سو فیصد منافع کے ساتھ مکہ آن پہنچا تھا۔ سرمائے کے ساجھے داروں میں سے اکثر غزوۂ بدر میں مارے جانے کی وجہ سے، اس قافلے کا منافع دارالندوہ نامی اس عمارت میں محفوظ رکھا گیا جہاں مشرکین اپنے فیصلوں کے لئے اکٹھے ہوا کرتے تھے۔

سفیان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابوجہل، عبداللہ بن ربیعہ جیسے لوگ جو اپنے باپ، بھائی، شوہر یا بیٹے بدر میں کھو چکے تھے، ابوسفیان کے پاس آئے اور درخواست کی، ''مسلمانوں نے ہمارے بڑوں کو مار ڈالا ہے۔ ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ اب اُن سے انتقام لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اس قافلے سے حاصل کردہ منافع سے ایک لشکر تشکیل دیا جائے اور مدینہ پر چڑھائی کر کے اپنا انتقام لیا جائے۔''

ابوجہل، عتبہ، شعبہ جیسے سرکش کافر پہلے ہی مارے جانے کی وجہ سے مشرکوں کی رہنمائی ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ شام کی تجارت سے ایک لاکھ اشرفیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اس کا نصف سرمایہ اور نصف منافع تھا۔ سرمایہ فوراً حق داروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ منافع کو دو میں تقسیم کر کے، آدھے سے اسلحہ اور آدھے سے عسکر اکٹھے کئے گئے۔ اس کے علاوہ شاعروں اور خطیبوں کو بھی رقوم دی گئیں۔ خطیب اور شاعر لوگوں کو اشتعال دلانے اور جنگ پر اکسانے کے لئے اشعار و مرثیے پڑھتے، عورتیں دف اور ڈھول کے ساتھ اُن کی سنگت کرتیں۔ مسلمانوں کو مدینے سے نکالنے، رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے اور اسلامیت ختم کرنے کے خواہشمند مشرکین نے قرب و جوار کے قبائل میں جا جا کر عسکر اکٹھے کئے۔

بالآخر مکہ میں ۳۰۰۰ افراد پر مشتمل ایک عظیم لشکر تیار کر لیا گیا۔ اس میں ۷۰۰ زرہ بند، ۲۰۰ گھڑ

دن تک جاری رہا (۱۸۷)۔ یہود نے ڈر کر ہتھیار ڈال دیئے۔ سب کو قتل کرنا لازم تھا لیکن رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے حبیب اکرم ﷺ نے مرحمت فرمائی اور قینقاع کے یہود کو شام جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح اُن کو مدینہ کی سرزمین سے نکال دیا(۱۸۸)۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ایک طرف تو یہودیوں کے ساتھ دوسری جانب عبد اللہ بن اُبی جیسے منافقوں کے

ساتھ جد و جہد میں مشغول تھے۔ علاوہ ازیں مدینہ سے باہر مشرک قبائل کو اسلام کی دعوت دے کر اُنہیں مسلمان ہونے سے شرفیاب کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ سویق، غطفان، ذی قرد، بحران نامی غزوات۔۔۔ سب غزوہ بدر کے بعد پیش آئے۔

اس دوران زکوۃ کا فرض کیا جانا، صدقہ فطر، نماز عیدین کی ادائیگی اور قربانی کا حکم نازل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی دختر حضرت اُمّ کلثومؓ کا بیاہ حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ حضرت زینبؓ بنت جحش اور حضرت عمرؓ کی دختر حضرت حفصہؓ کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ حضرت علیؓ کے مبارک صاحبزادے حضرت حسنؓ کی پیدائش ہوئی۔

---

(۱۸۷) ابن سعد، الطبقات، II، ۲۹

(۱۸۸) واقدی، المغازی، I، ۱۸۰-۱۷۶؛ ابن سعد، الطبقات، II، ۲۹

مارا جانا کعب جیسے دوسرے سرداروں کی موت کا پیش خیمہ تھا۔ صبح اکٹھے ہوکر رسول اللہ ﷺ کے حضور آئے۔ رات پیش آئے واقعہ پر شکایت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اُس نے ہمیشہ ہمیں تکلیف دی، ہمارے خلاف اشعار لکھے۔

اگر، تم میں سے کوئی ایسا کرے گا تو جان رکھے کہ، اس کی سزا تلوار ہے۔'' اس تہدید پر یہودیوں نے خوف سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پھر سے ایک معاہدہ کیا۔۔۔(۱۸۳)

بنی قینقاع کے یہود

ایک دن بنی قینقاع کے یہود نے ایک مسلمان عورت کی تضحیک کرنا چاہی، جسے دیکھ کر ایک صحابیؓ نے فوراً تلوار کھینچی اور اُس یہودی کو قتل کر ڈالا۔ یہود نے مل کر اس مبارک صحابیؓ کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو، قینقاع کے بازار میں اکٹھا کر کے کہا، ''اے یہودی جماعت! اللہ تعالیٰ نے قریش والوں کو جو عذاب دیا، تم اس سے ڈرو اور مسلمان ہو جاؤ۔ تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا پیغمبر ہوں۔ اسے بھی جانتے ہو، اور اللہ تعالیٰ کا تم لوگوں سے کیا گیا وہ عہد بھی تم اپنی کتاب سے پڑھ چکے ہو۔۔۔''

اس مرحمت کے باوجود، کیے گئے معاہدے کو توڑنے والے یہود نے سلطان العالمین ﷺ سے: ''اے محمدؐ! لڑائی کے فن سے بے بہرہ ایک قوم کو ہزیمت دینا، کہیں تمہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ کر دے! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم ایک جنگجو قوم ہیں! ہم کس قدر بہادر ہیں اسے صرف اُسی وقت ہی سمجھ پاؤ گے جب ہمارے ساتھ تمہاری لڑائی کی شروعات ہوگی!۔۔۔'' کہہ کر دعوتِ میدان دی۔

اس طرح پہلے سے کر رکھے معاہدے کو توڑ کر جنگ کی خواہش کا اظہار کر دیا۔ اس پر جبرائیلؑ وحی لے آئے: ''اور (اے حبیبؐ!) اگر کبھی تمہیں اندیشہ ہو کسی قوم سے خیانت (عہد کے بر خلاف کسی حرکت) کا تو اُٹھا کر پھینک دو (اُن کا عہد) اُن کی طرف اسی طرح جیسے اُنہوں نے پھینکا۔ بے شک اللہ نہیں پسند کرتا خیانت کرنے والوں کو (۱۸۴)۔

ایک اور آیتِ کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا گیا: ''کہہ دو (اے محمدؐ!) اُن لوگوں (یہودیوں) سے جنہوں نے کفر کیا کہ وہ وقت دُور نہیں جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور ہانکے جاؤ گے طرف جہنم کے۔ اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے (۱۸۵)۔

حبیب اکرم ﷺ نے درحال ایک لشکر تشکیل دیا اور قینقاع کے یہودیوں کے دیار کی جانب چل پڑے۔ حضرت حمزہؓ سفید علم اُٹھائے ہوئے تھے اور حضرت ابولبابہؓ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے وکیل متعین کئے گئے تھے (۱۸۶)۔ اس مبارک لشکر نے قینقاع کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہ یہود جو بڑے اترا کر: ''ہم بڑے جنگجو بہادر ہیں'' کہتے تھے، مقابلہ تو درکنار اپنے قلعہ سے ایک تیر تک پھینکنے کی جرات نہ کر سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے داخلے اور خروج کے تمام راستے بند کر دیئے۔ کوئی باہر نہ نکل سکا۔ یہ محاصرہ پندرہ

---

(۱۸۳) بخاری، ''المغازی''، ۱۵؛ واقدی، المغازی، ا، ۱۸۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۳۱؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LV، ۲۷۱

(۱۸۴) سورۃ الانفال، ۵۸ / ۸ (۱۸۵) سورۃ آل عمران، ۱۲ / ۳ (۱۸۶) ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۲۹

مانگنے کی نیت سے آیا ہوں۔'' کعب بڑا خوش ہوا اور اس خیال کے ساتھ کہ محمدؓ بن مسلمہ بھی اُسی کی سوچ رکھتا ہے کہنے لگا، ''ابھی وہ تم لوگوں کو اور بھی زیادہ تنگ کرے گا۔'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ بولے، ''اب کیا کریں، ایک دفعہ اُس کی بات جو مان لی، اب اُسے تابع ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اب دیکھو انجام کیا ہوتا ہے؟ اب تم ہمیں کچھ کھجوریں ادھار دو۔'' کعب نے کہا، ''ہاں دیتا ہوں، لیکن تم کو اپنی کوئی شے میرے پاس رہن رکھنا ہوگی!'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے ساتھیوں نے پوچھا، ''کیا چاہتے ہو؟'' کعب کہے: ''تمہاری عورتوں کو رہن رکھنا چاہوں گا'' کہنے پر وہ رضا مند نہ ہوئے۔ کعب نے کہا، ''تب اپنے بیٹوں کو رہن دے دو۔'' اس پر اُنہوں نے کہا، ''ہم اُنہیں بھی رہن نہیں دے سکتے۔ پھر اگر اُن میں سے کسی کو کہا گیا کہ اُسے تو صرف ایک دو اونٹ جتنی کھجوروں کے عوض رہن رکھا گیا تھا، تو یہ ہمارے لئے کلنک کا ٹیکہ ہوگا۔ لیکن ہم تمہیں اپنا اسلحہ اور زرہیں رہن دے سکتے ہیں۔'' کعب نے یہ تجویز قبول کر لی۔ پھر اُنہیں بتایا کہ وہ لوگ کب آئیں (۱۸۱)۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ ایک رات کعب کے پاس آئے۔ حضرت ابو نائلہؓ بھی ساتھ ہی تھے۔ کعب نے اُنہیں قلعہ میں بلایا۔ خود اُن کا استقبال کرنے لے لئے نیچے آیا۔ کعب کی بیوی نے کہا، ''اس وقت کہاں جا رہے ہو؟'' کعب بولا، ''آنے والا، محمدؓ بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہؓ ہے۔'' اُس کی بیوی نے کہا، ''کانوں پڑی یہ آواز مجھے اچھی نہیں لگی۔ گویا اس آواز سے خون ٹپک رہا ہو۔'' کعب نے کہا، ''نہیں وہ محمدؓ بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہؓ ہے۔ ایک نیک نوجوان ہے۔ رات کو تلوار چلانے کے لئے بھی بلایا جائے تو بلا تردد آئے گا۔ وہ ایسا انسان ہے۔'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ اپنے ساتھ قلعہ میں دو، ایک روایت کے مطابق تین اشخاص کے ساتھ داخل ہو گئے۔ یہ لوگ: حضرت ابوعبسؓ بن جبر، حضرت حارثؓ بن اوس اور حضرت عبادؓ بن بشر تھے (۱۸۲)۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا، ''جب کعب آئے گا تو میں اُس کے بال سونگھنا چاہوں گا، اُس کا سر پکڑ کر سونگھوں گا۔ جب تم دیکھو کہ میں نے اُس کا سر اچھی طرح قابو کر لیا ہے، تم لوگ اپنی تلواریں چلا دینا۔'' کعب بن اشرف خوش پوش نہایت اعلیٰ خوشبوئیں بکھراتا اُن کے پاس آن پہنچا۔ حضرت ابنِ مسلمہؓ: ''میں نے آج تک ایسی اچھی خوشبو نہیں سونگھی'' کہتے ہوئے کعب کے ساتھ آن کھڑے ہوئے۔ کعب: ''عرب کی سب سے اچھی مہکتی عورتیں میرے پاس ہیں'' کہہ کر شیخیاں بگھارنے لگا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا، ''کیا مجھے تمہارے سر کو سونگھنے کی اجازت ہے؟'' کعب نے اجازت دے دی۔ حضرت ابنِ مسلمہؓ نے اُسے سونگھا اور دوسروں کو بھی سونگھایا۔ پھر دوبارہ سونگھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس دفعہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اُس کے سر کو پکڑ لیا اور دوستوں کو تلواروں کی ضرب لگانے کا اشارہ کیا۔ تلوار کے پہلے وار پر کعب بڑی زور سے دھاڑا لیکن مرا نہیں۔ اس پر حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے اپنے خنجر سے اُسے

مار ڈالا۔ کعب کو قتل کرنے والے مجاہد فوراً وہاں سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو خوشخبری سنائی تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور مجاہدین کے لئے دُعا فرمائی۔

کافر کعب بن اشرف کے قتل نے یہودیوں میں ایک سنسنی پیدا کر دی تھی۔ کیونکہ ایک بڑے سردار کا

---

(۱۸۱) ابن سعد، الطبقات، II، ۳۳-۳۴

(۱۸۲) ابن سعد، الطبقات، II، ۳۴

الَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھو۔ سب ایک سو کلمات ہیں۔ قیامت میں ایک ہزار حسنہ (ثواب) پاؤ گی۔ میزان میں تمہاری حسنات بھاری پڑیں گی۔'' پھر رسول اللہ ﷺ اپنی دختر ؓ کے گھر سے نکل کر اپنے خانہ سعادت چلے گئے۔

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح ہجرت سے پانچ ماہ بعد پڑھایا گیا، جبکہ رخصتی غزوہ بدر کے بعد کی گئی (۱۷۹)۔

کعب بن اشرف کا مروایا جانا

بدر کی غالبیت سے مدینہ میں پائے جانے والے یہودی اور بت پرست مشرکین کے دلوں میں ایک خوف گھر کر گیا۔ بعض یہودی ہدایت پا کر؛ ''جس کی صفات ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھی ہیں، مطلقاً یہ وہی ذات ہیں۔ اب ان کے مقابل کھڑا رہنا ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ، ہمیشہ غالب ہی آئے گا'' کہہ کر مسلمان ہو گئے۔ بعض؛ ''محمدؐ نے، حرب سے ناآندلیش قریشیوں سے جنگ کی۔ اسی لئے غالب آ گیا۔ اگر ہمارے ساتھ جنگ کرتا تو اُسے دکھاتے کہ جنگ کیسے لڑی جاتی ہے اور ظفر کیسے حاصل کی جاتی ہے'' کہتے تھے۔

کعب بن اشرف نامی ایک یہودی نے بدر میں مسلمانوں کی غالبیت کا سُن کر، مسلمانوں کے خلاف اپنے دل میں پالا کینہ لئے مکہ گیا۔ وہاں کے مشرکین کو جمع کر کے، مدینہ پر حملہ کرنے پر اُکسانے والے اشعار پڑھے، اُنہیں اکسایا اور ورغلایا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لڑنے میں اُن کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ حتیٰ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے دے دی: ''یہی ہیں وہ لوگ کہ لعنت کی ہے اُن پر اللہ نے اور جس پر لعنت کر دی اللہ نے، سو ہرگز نہیں پائے گا تو اس کے لئے کوئی مددگار (۱۸۰)۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے عالیشان اصحابِ کرامؓ سے کہا، ''کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ، اُس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دی ہے۔'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ چاہتے ہیں کہ اُسے میں قتل کر دوں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! میں چاہتا ہوں۔'' حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کچھ دن اس پر منصوبہ بندی کی۔ اپنے دوست حضرت ابونائلہؓ، حضرت عباسؓ بن بشر، حضرت حارثؓ بن اوس اور حضرت ابوعبسؓ ابن جبر کے پاس گئے اور اُن پر یہ مسئلہ آشکار کیا۔ سب نے مطابقت دکھاتے ہوئے؛ ''مل کر قتل کریں گے'' کہا اور سب مل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ پھر کہنے لگے، ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو، کیا ہم اُس کے ساتھ بات کرتے ہوئے آپؐ کے متعلق کوئی ایسی بات کر سکتے ہیں جو کعب کو اچھی لگے؟'' رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنی رضا کے مطابق ہر طرح کی بات کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔

اس کے بعد، حضرت محمدؓ بن مسلمہ اپنے دوستوں کے ساتھ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور کہا، ''یہ محمدؐ، ہم سے صدقہ طلب کرتا ہے۔ اُس نے ہم پر بھاری لگان لگا دیے ہیں۔ اس لئے میں تم سے کچھ اُدھار

---

(۱۷۹) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۳۱-۱۳۰؛ عبدالرزاق، المصنف، ۷، ۴۸۵؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱۱، ۱۷۲؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XX، ۴۰۷

(۱۸۰) سورۃ النساء، ۵۲ / ۴

سا مشک ڈالا ۔ پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا ۔ حضرت فاطمہؓ شرم کے مارے اپنے لباس پر نظریں جمائے تھیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے تھوڑا سا پانی لے کر حضرت فاطمہؓ کے سر پر، سینے پر اور پیٹھ پر چھڑکا اور: ’’اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُعِیذُھَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (یا ربی! میں شیطان مردود کے شر سے، اس کی اور اس کی ذریت کی حفاظت کے لئے تیری پناہ مانگتا ہوں)‘‘ کہہ کر دُعا فرمائی ۔ پھر حضرت علیؓ کو بھی ایسے ہی کیا اور: ’’اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیْھِمَا وَ بَارِكْ عَلَیْھِمَا وَ بَارِكْ لَھُمَا فِیْ نَسْلِھِمَا‘‘ کہہ کر دُعا فرمائی ۔ سورۃ اخلاص، الفلق اور الناس پڑھ کر کہا، ’’اللہ تعالیٰ کے نام اور برکت کے ساتھ اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ ۔‘‘ پھر اپنے مبارک ہاتھوں سے دروازے کے دونوں پٹ پکڑ کر، برکت کی دُعا فرمائی اور وہاں سے تشریف لے گئے (۱۷۸) ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ’’ہماری شادی سے چار دن بعد، رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے ۔ دلوں میں گھر کر جانے والی، حکمت سے بھرپور باتیں کر کے ہمیں نصیحت فرمائی اور کہا، ’’یا علیؓ! پانی لاؤ!‘‘ میں اُٹھا اور پانی لے آیا ۔ ایک آیتِ کریمہ پڑھی اور: ’’اس پانی سے کچھ پی لو ۔ کچھ رہنے دو‘‘ فرمایا ۔ میں نے ایسا ہی کیا ۔ بقیہ پانی میرے سر پر اور سینے پر چھڑک دیا ۔ پھر: ’’پانی لاؤ‘‘ کہا ۔ میں پھر پانی لے آیا ۔ جیسا میرے ساتھ کیا تھا ویسے ہی فاطمہؓ کو بھی کیا ۔ پھر مجھے باہر بھیج دیا ۔‘‘

آپؐ کے باہر چلے جانے کے بعد اپنی دخترِ نیک اختر سے حضرت علیؓ کے متعلق سوال کیا ۔ حضرت فاطمہؓ نے یوں جواب دیا: ’’ابا جان، وہ سب صفاتِ کاملہ کے مالک ہیں ۔ لیکن قریش کی بعض خواتین مجھے: ’’تمہارا شوہر فقیر ہے‘‘ کہتی ہیں ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اے میری بیٹی! تمہارا باپ اور تمہارا شوہر فقیر نہیں ہیں ۔ زمین و آسمان کے سارے خزانے اور دفینے مجھے پیش کئے گئے ۔ میں نے قبول نہ کئے ۔ میں نے وہ قبول کیا جو اللہ کے نزدیک مقبول تھا ۔ اے میری پیاری بچی! اگر تم وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو دُنیا تمہاری نظروں میں حقیر و ذلیل ہو کر رہ جاتی ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم، کہ تمہارا شوہر صحابیوں میں اوّل ہے ۔ اسلام کی عظیم شخصیت ہے اور گہرے علم کا مالک ہے ۔ اے میری بیٹی! اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت سے دو کو عزت دی ۔ ایک تیرا باپؐ اور ایک تیرا شوہر ہے ۔ کبھی اُس کا نافرمان نہ ہونا اور کبھی اُس کی مخالفت نہ کرنا ۔‘‘

فخرِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے بیٹی کو نصیحت فرمانے کے بعد حضرت علیؓ کو دعوت دی ۔ حضرت فاطمہؓ کو آپؐ کی امان میں سونپا: ’’یا علیؓ! فاطمہؓ کی خاطرداری کرنا اور اُس سے رعایت برتنا ۔ وہ میری لختِ جگر ہے ۔ اُسے خوش رکھنا ۔ اگر اُسے دکھی کرو گے تو گویا مجھے دُکھی کرو گے ۔‘‘ پھر دونوں کو اللہ کی امان میں دیا ۔ اس کے بعد آپؐ نے اُٹھنے کا عزم کیا ہی تھا کہ حضرت فاطمہؓ نے کہا، ’’یا رسول اللہ ﷺ! گھر کے کام کاج میں کروں گی ۔ باہر کے کام علیؓ سرانجام دیں گے ۔ اگر آپؐ مجھے ایک کنیز عنایت فرما دیں تو بعض کاموں میں وہ میری مددگار ہو گی ۔ اس طرح آپؐ مجھے ممنون کر دیں گے ۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’اے فاطمہؓ! تمہیں خدمتگار سے زیادہ بہتر ایک چیز دوں یا کہ خدمتگار احسان کروں؟‘‘

حضرت فاطمہؓ نے کہا، ’’خدمتگار سے بہتر چیز احسان فرمایئے ۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ’’روزانہ سوتے ہوئے تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ، تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُلِلّٰہ تینتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر پھر ایک مرتبہ لَااِلٰہَ

(۱۷۸) عبدالرزاق، المصنف، ۷، ۴۸۵

لگے چمڑے سے، ایک گدا چٹائی سے بنا کر اندر کھجور کے پتے بھر دیئے۔ رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد حضرت فاطمہؓ کے گھر آ کر ان سب چیزوں پر نظر ڈالی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی لائی ہوئی رقم کے دو تہائی سے کھانے پینے، سجاوٹ اور خوشبو کی طرح کی اشیاء، ایک تہائی سے لباس وغیرہ لینے کا حکم دیا اور گھر کی اشیاء مکمل کروائیں۔ حضرت فاطمہؓ کا جہیز اور گھر کی اشیاء یہ تھیں: حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے بنائے تین گدے، ایک پھٹا قالین، کھجور کے پتوں سے بھرا ایک تکیہ، دو عدد چکیاں، پانی کا ایک قرابہ، پانی کے لئے ایک عدد کچا گھڑا، چمڑے سے بنا ایک پیالہ، ایک تولیہ، ایک قمیض، بکرے کی کھال کا بنا مشکیزہ، ایک پرانا یمنی قالین جس کی اُون سب جھڑ چکی تھی، کھجور کے پتوں سے بنی ایک چوکی، دو عدد رنگین یمنی لباس، ایک عدد مہمل کی رضائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو کچھ رقم دے کر کچھ کھجوریں اور تیل لانے کو کہا۔ حضرت علیؓ اس کے بعد یوں بیان فرماتے ہیں:

''میں نے پانچ درہم کی کھجوریں، چار درہم کا تیل خریدا۔ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں لے آیا۔ آپؐ نے چمڑے سے بنا دسترخوان طلب کیا۔ کھجوریں، آٹا، تیل، دہی اپنے مبارک ہاتھوں سے گوندھ کر، ایک طرح کا کھانا تیار کیا اور؛''یا علیؓ! جا، جو ملے اُسے لے آؤ'' کہا۔ میں باہر نکلا، کئی لوگوں کو دیکھا، سب کو دعوت دی اور اندر آ کر؛''یا رسول اللہ ﷺ! لوگ بہت زیادہ ہیں'' کہہ کر عرض کیا۔

سلطان کائنات فخر عالم ﷺ نے فرمایا،''اُن کو دس دس کر کے اندر بلاؤ، وہ طعام نوش کریں۔'' میں حکم بجا لایا۔ حساب کیا، مرد و عورت سات سو افراد نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔''

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا ولیمہ کھا چکنے کے بعد اُمّ ایمن کو دی گئی ہدایات کے مطابق، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا،''یا علی! میری بیٹی فاطمہؓ دلہن بن کر تمہارے گھر چلی گئی ہے۔ میں بھی نماز مغرب کے بعد آ کر دعا کروں گا۔ میرا انتظار کرنا۔'' حضرت علیؓ گھر لوٹ کر ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ حضرت فاطمہؓ دوسرے کونے میں بیٹھی تھیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اُمّ ایمنؓ نے دروازہ کھولا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا،''کیا میرا بھائی موجود ہے؟'' حضرت اُمّ ایمنؓ نے کہا،''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کا بھائی، کون؟ نبی اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا،''علیؓ بن ابی طالب۔'' اس پر اُمّ ایمنؓ نے فرمایا،''تو کیا آپؐ نے اپنی دختر کا ازدواج اپنے بھائی سے کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا،''ہاں۔'' حضرت اُمّ ایمنؓ، رسول اللہ ﷺ کے الفاظ؛ ''کیا میرا بھائی موجود ہے؟'' کہنے سے یہ سمجھیں کہ یہ نکاح جائز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے؛''ہاں'' جواب سے، ازدوج کے لئے رُکاوٹ صرف ایک ہی ماں یا باپ سے ہونے کی جانب اشارہ تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ ایمنؓ سے پوچھا،''کیا اسماءؓ بنت عمیس بھی یہیں ہیں؟'' ''ہاں'' جواب ملنے پر آپؐ نے فرمایا،''اس کا مطلب ہے کہ رسول اللہ کی دختر کے خدمت کے لئے آئیں ہیں۔'' حضرت اُمّ ایمنؓ نے پھر؛''ہاں'' جواب دیا۔ اس پر آپؐ نے؛''اللہ اُسے جزائے خیر دے'' کہتے ہوئے دُعا فرمائی۔

اس کے بعد آپؐ نے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اپنے مبارک ہاتھوں کو دھویا۔ پانی میں تھوڑا

اصحابِ کرامؓ نے دعا فرمائی: ''بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكُمَا وَ عَلَيْكُمَا وَ جَمَعَ شَمْلَكُمَا''

حضرت فاطمہؓ نکاح کے بعد رو رہی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ آپؓ کے پاس آئے اور کہا، ''اے فاطمہؓ! کیا ہوا جو تم رو رہی ہو؟ قسم ہے مجھے اللہ تعالٰی کی، میں نے تمہارا نکاح، تمہارے طالبوں میں سے سب سے عالم، حلیم، عقلندی میں سب پر فوقیت والے اور سب سے پہلے مسلمان کے ساتھ کیا ہے۔'' حضرت فاطمہؓ نے کہا، ''اے والدِ محترمؐ! ہر شادی والی لڑکی کا مہر سونے یا چاندی سے تعین کیا جاتا ہے۔ میرا مہر بھی ایسا ہی ہوا تو آپؐ اور دوسروں میں کیا فرق رہ جائے گا۔ روزِ قیامت آپؐ مومنین میں سے جتنے گنہگاروں کی شفاعت فرمائیں، میری خواہش یہ ہے کہ اُن کی ازواج کی شفاعت میں کروں۔''

حضرت فاطمہؓ کی یہ خواہش اللہ کے حضور میں قبول ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''یا فاطمہؓ، تم نے پیغمبر کی اولاد ہونے کا ثبوت دیا ہے۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''یہ کام مکمل ہوئے ایک ماہ بیت گیا۔ اس بارے میں مجلس میں کوئی ذکر نہ ہوا۔ میں بھی حجاب کی وجہ سے یعنی شرم و حیا کی بنا پر کچھ کہہ نہ سکا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ بعضا مجھے تنہا پا کر کہتے: ''تمہاری خاتون کیا ہی اچھی خاتون ہے۔ تمہیں مبارک ہو کہ کُل عالم کی خواتین کی سیّدہ ہے۔'' ایک ماہ بعد حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیلؓ نے کہا، ''یا علیؓ! اس عقدِ نکاح سے ہم مسرور ہیں۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ یہ دو مسعود ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔'' حضرت علیؓ نے کہا، ''میری خواہش بھی یہی ہے لیکن حجاب آڑے آتا ہے۔'' حضرت عقیلؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ کے خانہ مبارک پر تشریف لے گئے۔ وہاں رسول اللہ ﷺ کی کنیز اُمّ ایمنؓ سے ملاقات ہوئی۔ اُن کو سب حالات بتائے۔ اُمّ ایمنؓ نے کہا، ''اس معاملے میں آپ کو آنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ازواجِ مطہراتؓ سے متفق ہو کر آپؐ کو خبر دے دیں گے۔ کیونکہ اس معاملے میں خواتین کی بات مانی جاتی ہے۔ اُمّ ایمنؓ نے یہ احوال رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ سے بیان فرما دیئے۔ دیگر ازواجِ مطہراتؓ مل کر حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لے آئیں۔ حضرت خدیجہؓ کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگیں، ''اگر وہ زندہ ہوتیں تو ہمیں کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔''

رسول اللہ ﷺ رو پڑے اور فرمایا: ''خدیجہؓ جیسی خاتون؟ جب لوگوں نے میرا انکار کیا اُس نے تصدیق کی اور اپنا سارا مال میرے راستے پر خرچ کر دیا۔ دینِ اسلام کی بڑی مدد کی۔ اُس کی زندگی ہی میں حق تعالٰی نے مجھے حکم دیا کہ خدیجہؓ کو مژدہ سناؤں: جنت میں اُس کے لئے زمرد سے ایک محل تیار کیا گیا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ نے حضرت علیؓ کی خواہش بیان فرمائی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُمّ ایمنؓ کو کہا کہ وہ جا کر حضرت علیؓ کو آنے کی دعوت دیں۔ حضرت علیؓ کے آنے پر خواتین مجلس سے اُٹھ کر چلی گئیں۔ حضرت علیؓ سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''کیا تم اپنی زوجہ چاہتے ہو یا علیؓ؟''

حضرت علیؓ نے جواباً عرض کیا، ''جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔'' رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے کہا، ''جاؤ، فاطمہ کے گھر کو تیار کرو۔'' حضرت اسماء اُس گھر گئیں جہاں حضرت فاطمہؓ نے دلہن بن کر روانہ ہونا تھا۔ ایک گدا نئے چمڑے سے، ایک گدا پیوند

ڈالو۔'' ایک اور روایت کے مطابق :''یا علیؓ! جا اپنے لئے ایک گھر کرایہ پر لے لو'' فرمایا۔

حضرت علیؓ، شادی تک رسول اللہﷺ کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ رسول اللہﷺ کے حکم کے مطابق، مسجدِ نبوی کے قریب، حضرت عائشہؓ کے حجرے کے سامنے واقع حارثہ بن نعمان کا گھر کرائے پر لے لیا۔ اپنی زرہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں ۴۸۰ درہم کے عوض بیچ دی۔ حضرت عثمانؓ نے زرہ خریدنے کے بعد واپس حضرت علیؓ کو تحفتاً دے دی۔

حضرت علیؓ زرہ اور درہموں کے ساتھ رسول اللہﷺ کے پاس تشریف لائے۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعائے خیر فرمائی اور :''عثمانؓ جنت میں میرا رفیق ہے'' کہا۔ پھر حضرت بلال حبشیؓ کو بلا کر اور رقم کا ایک حصہ دیتے ہوئے حکم دیا،'' یہ رقم لو، بازار جاؤ! تھوڑا عرق گلاب، باقی رقم سے شہد خرید لاؤ اور مسجد کے ایک کونے میں صاف برتن میں پانی ڈال کر اُس میں گھول دو۔ نکاح کے بعد پینے کے لئے اس شہد سے شربت تیار کرو۔ میرے انصار اور مہاجر اصحاب میں سے جو بھی لوگ موجود ہوں سب کو مسجد میں دعوت دو، فاطمہؓ اور علیؓ کے نکاح کا اعلان کرو۔''

حضرت بلال حبشیؓ نے باہر جا کر حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے نکاح کا اعلان کیا۔ اصحاب کرامؓ، مسجد نبوی تشریف لائے، مسجد کا اندر اور باہر بھر گیا۔ رسول اللہﷺ نے کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

'' سب حمد و شکر، ربّ العالمین کے لئے مخصوص ہیں۔ اُس کی عطا کردہ نعمتوں کی بنا پر اُس کی تعریف کی جاتی ہے، اُس کی لا متناہی قدرت اور قوت کی بنا پر اُس کی عبادت کی جاتی ہے، اُس کے حساب اور عذاب سے ڈرا جاتا ہے، وہ ایسا حاکم ہے جس کا حکم اور فرمان زمین و آسمان پر چلتا ہے۔ مخلوقات کو اپنی قدرت سے تخلیق کرنے والا، اپنی عادل حکمداری سے اِن کو ایک دوسرے سے جدا کرنے والا اور انسانوں کو دین (اسلام) اور اپنے پیغمبر محمدؐ سے شرفیاب کرنے والا ہے۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح علیؓ بن ابی طالب سے کر دوں۔ اب میں تم سب کو شاہد بناتا ہوں کہ، میں نے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) ۴۰۰ مثقال چاندی مہر کے عوض فاطمہؓ کا عقد علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ کر دیا ہے۔ میرا ربّ اِن دونوں کے مال کو اکٹھا کر دے اور اسے اِن کے لئے مبارک کر دے۔ اِن کی نسلوں کو پاکیزگی اور رحمت کی کنجی، حکمت کو خزانہ اور اُمتِ محمدؐی کے لئے امین بنائے۔ میں نے بس اتنا ہی کہنا تھا۔ میں اپنے ربّ سے اپنے اور آپؓ سب کے لئے مغفرت مانگتا ہوں۔''

حضرت علیؓ نے بھی اُٹھ کر یہ مختصر خطبہ پڑھا :'' محمدﷺ کے حضور میں کھڑا آپؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ آپؐ نے اپنی مبارک دختر فاطمہؓ کو ۴۰۰ مثقال چاندی مہر کے عوض میرے نکاح میں دیا۔ اے میرے دینی بھائیو! بلا شبہ آپؓ نے وہ سنا جو رسول اللہﷺ نے فرمایا اور آپؓ اُس پر شاہد بھی ہوئے۔ میں بھی اس پر شاہد اور راضی ہوں۔ بعینہٖ قبول کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے وعدوں پر شاہد ہے اور ہم سب کا وکیل ہے (۱۷۷)۔''

عقدِ نکاح کے اختتام پر رسول اللہﷺ تازی کھجوریں لائے اور :'' لو اِن کھجوروں سے لے کر سب کھاؤ'' فرمایا۔ ہر کسی نے لے کر کھائیں۔ پھر حضرت بلال حبشیؓ شہد کا شربت تقسیم فرمایا، اُسے بھی پی کر تمام

(۱۷۷) ابن سعد، الطبقات، VIII، ۲۲؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، LII، ۴۴۵

تھی ۔ ایک دن حضرت فاطمہؓ کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آئیں ۔ رسول اکرم ﷺ نے دیکھا کہ اب آپکی دختر شادی کی عمر کو پہنچ چکی ہیں ۔ اُس دن کے بعد حضرت فاطمہ الزہرہؓ کے لئے کئی لوگ طالب ہوئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو : ''اُس کا کام ،حق تعالی کے امر سے طے پائے گا'' کہہ کر منع فرما دیا ۔

ایک دن حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ مسجد میں بیٹھ کر : ''حضرت فاطمہؓ کے لئے حضرت علیؓ کے علاوہ سب طالب ہوئے لیکن کسی کو قبول نہیں کیا گیا'' کہہ کر اپنے خیالات کا اظہار فرما رہے تھے ۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا، ''میرا خیال ہے کہ علیؓ کو نصیب ہوگا ۔ آؤ، اُس کی زیارت کو چلیں اور اس مسئلے پر بات کریں ۔ اگر اپنی غربت کا بہانہ کرے تو اُس کی مدد کریں ۔'' حضرت سعدؓ نے کہا، ''یا ابا بکرؓ! تم ہمیشہ خیر ہی کا کام کرتے ہو ۔ اٹھو، ہم بھی تمہارا ساتھ دیتے ہیں ۔'' تینوں ایک ساتھ مسجد سے نکلے اور حضرت علیؓ کے گھر شریف لے گئے ۔ حضرت علیؓ اپنا اونٹ لے کر کسی انصار کی کھجوروں کو پانی لگا رہے تھے ۔ اُن کو دیکھ کر استقبال کرتے ہوئے حال و خاطر پوچھا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے سوال کیا، ''یا علیؓ! خیر کے ہر کام میں تم ہمیشہ آگے ہوتے ہو اور رسول اللہ ﷺ کی نظر میں ایسے مرتبے کے مالک ہو جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا ۔ ہر کسی نے حضرت فاطمہؓ کا ہاتھ طلب کیا ۔ کسی کو قبول نہیں فرمایا گیا ۔ ہمارے خیال میں یہ تمہارے نصیب میں ہے ۔ تم قدم کیوں نہیں بڑھاتے ؟''

یہ سب سن کر حضرت علیؓ کی نگاہیں پُرنم ہوگئیں اور کہا، ''یا ابا بکرؓ! آپؓ نے مجھے جلا کر رکھ ڈالا ۔ کوئی مجھ سے زیادہ اس کی رغبت نہیں رکھتا ۔ لیکن میرے ہاتھ کی تنگی نے مجھے روکے رکھا ہے ۔'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ''ایسا مت کہو ۔ اللہ تعالی اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہیں ۔ غربت اس کام میں رکاوٹ نہیں بن سکتی ۔ جا، اور طلب کر ۔''

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں : ''میں جب رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچا تو شرم اور حیا کے مارے ڈوبا جا رہا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ اپنی پوری ہیبت اور وقار کے ساتھ براجمان تھے ۔ آپؐ کے حضور میں بیٹھ گیا لیکن بات کرنے پر قادر نہ ہو پا رہا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''کیسے آنا ہوا؟ کیا کسی چیز کی ضرورت ہے؟'' میں جواباً خاموش رہا ۔'' میرا خیال ہے کہ فاطمہؓ کی طلب میں آئے ہو'' فخر عالم ﷺ کے ان الفاظ پر میں صرف : ''ہاں!'' کہہ سکا ۔ (رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے ،حضرت علیؓ کی طلب کے متعلق بیان کیا ۔ وہ بھی خاموش رہیں ۔) رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا، ''فاطمہؓ کو مہر کے طور پر دینے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟'' ''میرے پاس اُسے دینے کے لئے کچھ بھی نہیں یا رسول اللہ ﷺ!'' میں نے جواب دیا ۔ ''حتام کی بنی زرہ والی قمیض جو میں نے تم کو دی تھی کہاں ہے؟ اُسے کیا ہوا؟'' رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا ۔ میں نے جواباً: ''میرے پاس ہے'' کہا ۔ آپؐ نے فرمایا، ''اُسے بیچ اور اُسے کی رقم مجھے لاکر دو ۔ مہر کے طور پر وہ کافی ہے (۱۷٦) ۔'' ایک اور روایت کے مطابق : رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا، ''تمہارے پاس کیا ہے ۔'' اس پر حضرت علیؓ نے جواباً عرض کیا، ''میرا گھوڑا اور میری زرہ والی قمیض ۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''گھوڑا تمہیں لازم ہے، لیکن زرہ کو بیچ

(۱۷٦) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱۱، ۱۷۳؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱، ۳۴۵

ولید کو، سلمیٰؓ بن ہشام کو، عیاشؓ بن ربیعہ کو (کفار کے ہاتھوں تنگ آکر) کمزور (اور عاجز) دیکھے جانے والے دوسرے مومنین کو بچا، الٰہی! مضار (قریش والوں) کو اور بھی بری طرح سبق دے۔ اُن کے یہ سال یوسفؑ کے سالوں کی مانند بنا دے۔'' حضرت ولیدؓ، رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے موقع پا کر قید سے بھاگ نکلے۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے آن ملے۔ حبیب اللہ ﷺ نے حضرت عیاشؓ بن ربیعہ اور حضرت سلمیٰؓ بن ہشام کا احوال پوچھا۔ آپؓ نے دونوں کے متعلق خبر دی کہ اُن کو ایک دوسرے کے پاؤں سے باندھ کر شدت کا عذاب دیا جاتا اور شکنجہ آزمائی کی جاتی ہے اور وہ بڑی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔

سلطانِ کائنات ﷺ کو اُن کی حالت پر بڑا دکھ ہوا، اُن کی نجات کا کوئی راستہ تلاش کرنے لگے۔

اُن کے سوال پر کہ کون ہے جو اُن کو بچا لائے، سالہا سال شکنجے دیکھنے کے باوجود حضرت ولیدؓ نے بڑی جسارت اور عشق کے ساتھ جواب دیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اُنہیں میں بچا کر آپؐ کے پاس لے آؤں گا۔''

پھر مکہ جا کر، شکنجوں کے شکار مسلمانوں کی جگہ کا پتا لگایا۔ اس کے لئے اُس عورت کا تعاقب کیا جو اُن کے لئے کھانا لے کر جایا کرتی تھی۔ دونوں بے چھت کے مکان میں قید تھے۔ حضرت ولیدؓ رات کو اپنی زندگی داؤ پر لگاتے ہوئے بڑی جسارت کے ساتھ دیوار پھاند کر اپنے دوستوں کے پاس پہنچے۔ ان دو مظلوموں پر کہ بجز ایمان لانے کے اُن کا اور کوئی گناہ نہ تھا، مشرکین کی طرف سے ایک پتھر سے باندھ کر عرب کے ریگستان کی جھلساتی گرمی میں ہر طرح کا ظلم روا رکھا جاتا تھا۔ حضرت ولیدؓ نے ان مبارک بھائیوں کو چھڑا کر اپنے اُونٹ پر سوار کرایا۔ خود پاپیادہ ننگے پاؤں مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جلد از جلد پہنچنے کے لئے راستے پر نکل کھڑے ہوئے۔ آپؓ کو ریگستان کی جھلساتی گرمی نہیں بلکہ رحمت للعالمین ﷺ سے ملاقات کا شوق اور عشق کی تپش جلا رہی تھی۔

مدینہ تک بھوکے، پیاسے، ننگے پاؤں تین دن میں پہنچے۔ آپؓ کی انگلیاں، پتھروں کے زخموں سے چھد کر رہ گئی تھیں۔ حضرت ولیدؓ بن ولید زخموں سے پریشان حال، اپنے پیارے حبیب اللہ ﷺ سے آن ملے۔

شوق کی حدت و نار میں جو بھی جلا سونو رہوا
درِ عشق سے جو دِل خراب ہوا، معمور رہوا

بدر کی فتح مسلمانوں کے لئے ایک بڑی خوشی تھی۔ جبکہ مشرکین دُکھ اور خسران میں ڈوب گئے تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جب رسول اللہ ﷺ کی ظفر کی خبر سنی تو فوراً اُس کے ملک میں مقیم اصحابِ کرامؓ کے پاس جا کر مژدہ سناتے ہوئے کہا، ''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو کہ اپنے رسولؐ کو بدر میں مظفر کر کے، ظفر نصیب فرمائی۔''

حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کا ازدواج

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ فخرِ کائنات ﷺ کی دختر نیک اختر حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ہو چکی

حضرت عباسؓ کی بیوی حضرت اُمّ فضلؓ برداشت نہ کرسکیں ۔ کیونکہ آپؓ خود بھی پہلے سے مسلمان ہو چکی تھیں ۔ حضرت اُمّ فضلؓ نے کمرے کی ستون لکڑیوں میں سے ایک اپنے ہاتھ میں لے لی اور: ''اُس کا کوئی نہیں ہے اس لئے اُسے کمزور جانتے ہو؟'' کہہ کر ابولہب کو ضرب لگائی ، ابولہب کا سر پھٹ گیا ۔ بہتے خون کے ساتھ ذلت ، حقارت اور رسوائی کی حالت میں لوٹ کر چلا گیا ۔ سات دن بعد اللہ تعالیٰ نے اُس کو کالی چیچک کے مرض سے لاحق کردیا ۔ اسی بیماری سے مرگیا ۔ اُس کے بیٹوں نے دو یا تین راتیں اُسے دفن کئے بغیر ترک کردیا ۔ بالآخر اُس میں سرانڈ پیدا ہوگئی ۔ ہر کوئی ابولہب کی بیماری سے ایسے بھاگتا تھا جیسے کوئی طاعون سے بھاگتا اور نفرت کرتا تھا ۔ اس پر قریش میں سے کسی نے ابولہب کے بیٹوں سے کہا ، ''بڑے افسوس کی بات ہے ، کیا تم کو شرم نہیں آتی ؟ تم نے اپنے باپ کو سرانڈ پڑنے تک گھر میں ہی چھوڑ دیا ہے ۔ کم از کم اُسے کسی جگہ دفن کر کے غائب کردو ۔'' بیٹوں نے اُس شخص کو جواب دیا ، ''ہمیں اُس کی بیماری سے ڈر لگتا ہے !'' اس بار اُس شخص نے اُنہیں کہا ، ''تم جاؤ ، میں آتا ہوں ، میں تمہاری مدد کروں گا ۔'' پھر تینوں اکٹھے ہوکر آئے ۔ اُٹھاکر دور ایک جگہ پر چھوڑ دیا ۔ اُس پر اس قدر پتھر پھینکے کہ لاش نظروں سے اوجھل ہوگئی ۔ ابولہب اس طرح ابدی عذاب اور آتش میں رہنے والی جگہ ، جہنم کے گڑھوں میں سے ایک اندھیرے گڑھے یعنی اپنی قبر میں جا پہنچا ۔

بدر کے قریشی اسیروں میں سے ایک ولید بن ولید بھی تھا ۔ اُسے حضرت عبداللہؓ بن جحش نے اسیر بنایا تھا ۔ ولید کے بھائی ہشام اور ابھی تک اسلام سے فیض یاب نہ ہوئے خالد بن ولید مدینہ آئے ۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش نے فدیہ نجات دیئے بغیر چھوڑنا نہ چاہا ۔ اُس کے بھائیوں میں سے خالد راضی ہونے کے باوجود ، ایک باپ مگر مختلف ماں سے پیدا شدہ بھائی ہشام نے قبول نہ کیا ۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو اپنے باپ کا اسلحہ اور آلات جنگ دینے کی تجویز پیش کی ۔ اس پر ہشام تو راضی ہوگیا لیکن خالد نے قبول نہ کیا ۔ لیکن نہایت اپنے باپ کی سو دینار کی تلوار ، زرہ اور خود کے عوض قبول کرلیا ۔ ولید کو اسیری سے چھڑا کر ، مکہ کا راستہ لیا ۔ لیکن ولید ، مکہ کے راستے پر مدینہ سے چار میل کے فاصلے پہ واقع ذوالحلیفہ کے مقام پر اُن سے علیحدہ ہوکر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور ایمان لاکر ، اصحاب کرامؓ کی جماعت میں داخل ہوگئے ۔ مسلمان ہونے سے کچھ مدت بعد آپؓ مکہ میں اپنے بھائیوں سے کے پاس گئے ۔ تب خالد بن ولید نے پوچھا ، ''اگر مسلمان ہونا ہی مقصود تھا تو فدیہ نجات دیئے بغیر ہو جاتے ۔ تم نے ہمارے والد کی نشانیاں ہمارے ہاتھ سے نکال دیں ۔ تم نے ایسا کیوں کیا ؟'' آپؓ نے جواباً کہا ، ''مجھے ڈر تھا کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ اسیری کو برداشت نہ کرتے ہوئے محمدؐ کا تابع ہوگیا ۔''

اس جواب پر سخت ناراض ہوکر آپؑ کے بھائیوں نے بعض دوسرے مسلمان ، حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ ، اور حضرت سلمیٰؓ بن ہشام کے ساتھ قید کردیا ۔ حضرت ولیدؓ بن ولید ایمان لانے کی وجہ سے سالہا سال قید میں رہے ۔ اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے آپؐ کے چچا ہشام اور مشرک اقرباء کی جانب سے کئے گئے مظالم برداشت کئے اور شکنجے دیکھے ۔ رسول اکرم ﷺ نے مشرکوں کی جانب سے ظلم کا شکار ہونے والے حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ ، حضرت سلمیٰؓ بن ہشام اور حضرت ولیدؓ کے لئے یوں دعا فرمائی : ''الٰہی ! ولیدؓ بن

غزوہ بدر میں ہزیمت کا سامنا کرنے والے اہل قریش کو خبر بھیجی گئی کہ فدیہ ادا کر کے وہ اپنے اسیروں کو رہا کروا سکتے ہیں۔ لیکن ہجرت سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو ایذا رسانی اور شکنجہ آزمائی کرنے والے نضر بن حارث کی گردن اُڑا دی گئی۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہوئے آپؐ کی مبارک پیٹھ پر اُونٹ کی اوجھڑی رکھنے والے بدبخت ذلیل عقبہ بن ابی معیط کو بھی مار ڈالا گیا۔ اس سفاک دشمن اسلام کا سر دھڑ سے علیحدہ ہوتے ہی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی۔ اُس کے پاس پہنچ کر فرمایا: ''واللہ! اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول اور قرآن کا انکار کرنے والا، پیغمبر پر شکنجے پر شکنجہ آزمائی کرنے والا تم سے زیادہ برا شخص میں نے نہیں دیکھا۔''

اپنے رشتہ داروں کی جانب سے فدیہ ادا کر کے آزاد کروانے تک تمام اسیر، اصحاب کرام علیہم الرضوان کے ساتھ رہے۔ سب اصحاب کرامؓ نے اسیروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا، اُنہیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کا بھائی ابوعزیز ان اسیروں میں سے تھا۔ وہ یوں بیان کرتا ہے: ''میں بھی مدینے کے ایک مسلمان کے گھر اسیر تھا۔ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک روا رکھا، صبح و شام اپنا کھانا اور روٹی مجھے دے دیتے، خود کھجوریں کھانے پر مجبور ہو جاتے۔ اُن میں سے کسی کے ہاتھ روٹی کا کوئی ٹکڑا لگتا تو لا کر سیدھا مجھے دے دیتا۔ میں شرمندگی کے ساتھ وہ روٹی، اُس لانے والے کو لوٹا دیتا۔ لیکن وہ اپنی روٹی پھر مجھے واپس دے دیتا۔''

یزید نامی قریش کا ایک اور اسیر یوں بیان کرتا ہے: ''مسلمان بدر سے مدینہ آتے ہوئے، ہم اسیروں کو جانوروں پر سوار کروا دیا اور خود پا پیادہ چلے۔''

مشرکوں کا بدر میں ہزیمت کا سامنا کر کے، پریشان حال میدان حرب سے فرار ہو جانے سے اہل مکہ شش و پنج میں مبتلا تھے۔ بالکل غیر متوقع، حتیٰ حاشیہ خیال سے بھی دور نتائج اخذ ہوئے تھے۔ ابولہب اور دیگر مشرکین نے پہلے تو خبر لانے والے کے الفاظ پر یقین نہ کیا۔ میدان حرب سے بھاگ کر آنے والا ابو سفیان جب مکہ پہنچا تو سب نے فوراً اُسے بلایا۔ ابولہب نے پوچھا، ''اے بھتیجے! بتا، یہ سب کیسے ہوگیا؟'' ابو سفیان وہیں ایک جگہ پر بیٹھ گیا۔ اُن میں سے کئی ایک پاؤں پر کھڑے سن رہے تھے۔ ابوسفیان نے یوں بتایا:

''مت پوچھو، مسلمانوں کے سامنے جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں بندھے گئے ہوں۔ وہ اپنی مرضی کے مطابق حرکت کرتے رہے۔ اُنہوں نے ہم میں سے کچھ کو مار ڈالا، کچھ کو اسیر بنا لیا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اپنے لوگوں میں سے کسی کی غلطیاں یا عیب نہیں نکال رہا۔ کیونکہ اس وقت ہم زمین و آسمان کے درمیان گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں ملبوس لوگوں کے آمنے سامنے تھے۔ اُن کے سامنے نہ کوئی چیز ٹھہر پاتی نہ ہی کوئی شخص کھڑا ہو پا رہا تھا۔''

حضرت عباسؓ کے غلام حضرت ابورفعؓ بھی وہیں موجود تھے، آپؓ نے اسلام کے اوائل ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا لیکن مشرکین کے شر سے گھبرا کر اس کا اعلان نہ کیا تھا۔ خاموشی سے اُنہیں سننے والے حضرت ابورفعؓ، خوشی سے ہر شے بھول گئے اور منہ سے: ''واللہ! وہ فرشتے ہیں'' نکل گیا۔ ابولہب نے آپؓ کو بڑی شدّت کا تھپڑ رسید کیا اور اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور خوب پیٹا بھی۔ اس پر، وہاں موجود

آپؐ کے حضور تشریف لائیں اور سوال کیا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ خوب جانتے ہیں کہ میرے دل میں میرے بیٹے حارثہؓ کے لئے کتنی محبت ہے؟ کیا وہ شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گیا ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں صبر کروں گی۔ وگرنہ اپنی آنکھوں سے خون بہا دوں۔'' حبیب اکرم ﷺ نے اُنہیں: ''اے اُمّ حارثہؓ! تیرا بیٹا ایک نہیں بیک وقت کئی جنتوں میں ہے۔ مقام اُسکا فردوس ہے'' کہہ کر مژدہ سنایا۔ اس پر حضرت ربیعؓ نے کہا، ''اب میں اپنے بیٹے کے لئے نہ روؤں گی۔'' سلطان کائنات ﷺ نے ایک پیالہ پانی منگوایا۔ مرحمت فرما کر اپنا مبارک ہاتھ اس پانی میں ڈال کر نکال لیا۔ یہ پانی حضرت حارثہؓ کی والدہ اور بہن کو پلایا۔ اس کے علاوہ اس پانی کو اُن کے سروں پر ڈالا اور اُن کے چہروں پر لگایا۔ اُس دن کے بعد حضرت ربیعؓ اور آپؓ کی بیٹی کا چہرہ بہت نورانی ہو گیا۔ اور بڑی طویل عمریں پائیں۔

حاجتہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے مدینہ لائے گئے ستر اسیروں کو اصحاب کرامؓ کے مابین تقسیم فرما دیا اور اُن سے اچھا سلوک روا رکھنے کا حکم دیا۔ اسیران کی عاقبت کے لئے ابھی تک اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے مشاورت کے بعد اسیروں کو فدیہ لے کر آزاد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسیر کے فدیہ کی مقدار اُس کے مال و دولت کے حساب سے مقرر کی گئی جس کا وہ اسیر مالک تھا۔ وہ پڑھے لکھے لوگ جن کا کوئی مال و دولت نہ تھا مدینہ میں رہ کر دس لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے بعد واپس لوٹ سکتے تھے۔ اسیروں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بھی تھے۔ آپؐ نے اُن سے فرمایا، ''اے عباس! اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث کی رہائی کے لئے ادائیگی تم کرو۔ کیونکہ تم امیر ہو۔'' حضرت عباسؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں مسلمان ہوں۔ قریش والے مجھے زبردستی بدر لے آئے تھے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تمہارے مسلمان ہونے کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اگر سچ کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور تجھے اس کا اجر دے گا۔ لیکن بظاہر تم ہماری مخالفت میں نظر آتے ہو۔ اس لئے رہائی کے لئے ادائیگی تم پر لازم ہے۔'' حضرت عباسؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ساتھ غنیمت کے طور پر لئے ۸۰۰ درہم کے علاوہ میری کوئی ثروت نہیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے استفسار کیا، ''یا عباس! اُن اشرفیوں کے متعلق کیوں نہیں بتاتے؟'' وہ بولے، ''کونسی اشرفیاں؟'' رسول اللہ ﷺ نے اس پر فرمایا، ''وہی اشرفیاں، جو تم نے مکہ سے نکلتے دن اپنی بیوی اُمّ فضل بنت حارث کو دی تھیں! وہ اشرفیاں دیتے ہوئے تم دونوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ تم نے اُمّ فضل سے کہا، ''اس سفر میں میرے ساتھ کیا پیش آئے گا میں نہیں جانتا۔ اگر کوئی فلاکت سے دوچار ہو کر نہ لوٹ سکا تو اس قدر تمہاری ہیں اور اس قدر فضل کے لئے ہیں، اس قدر عبداللہ کے لئے، اس قدر عبیداللہ کے لئے اور اس قدر قثیم کے لئے ہیں۔'' یہ سُن کر حضرت عباسؓ حیران رہ گئے اور کہا، ''میں قسم کھاتا ہوں کہ جب میں نے وہ اشرفیاں اپنی بیوی کے حوالے کی، تب ہمارے ساتھ کوئی نہ تھا۔ آپؐ یہ سب کیسے جانتے ہیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔'' اس پر حضرت عباسؓ نے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور سچ کہتے ہیں'' کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا (۱۷۵)۔ مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباس کو مکہ میں وظیفہ پر مامور کر دیا۔ وہاں کے مسلمانوں کی حفاظت کرنے اور دشمنانِ اسلام کے متعلق خبریں پہنچانے کا حکم دیا۔

(۱۷۵) طبری، تاریخ، II، ۵۲۴، ۵۲۳

شامل اور وظیفہ پر مقرر شدہ اصحاب کرامؓ میں تقسیم فرما دیا۔

اس دوران مژدے کی خبر دینے کے لئے بھیجے گئے حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے۔ بروز اتوار بوقت اشراق، عقیق کے مقام پر پہنچ کر حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ ایک جانب سے، حضرت زیدؓ بن حارثہ دوسری جانب سے مدینہ میں داخل ہوئے۔ گھر گھر جا کر فتح کی خبر دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے شاعر حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ با آوازِ بلند یہ اشعار پڑھ کر فتح کی خوشخبری سنا رہے تھے:

''اے جماعتِ انصار! لایا میں کیا ہی اچھی خبر
زندہ ہیں اور ہیں سلامتی سے اللہ کے پیغمبرؐ

مشرکین ہوئے قتل اور کچھ ہوئے اسیر
مشہور بھی ہیں ان میں جو آج ہوئے حقیر

ربعیہ کی اور حجاج کی اولادیں بالتمام
مارا گیا بدر میں ابوجہل عمرو بن ہشام''

حضرت عاصمؓ بن عدی نے سوال کیا: ''اے ابن رواحہؓ! کیا یہ سچ ہے جو تم کہہ رہے ہو؟''
حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ نے جواب دیا، ''ہاں، اللہ کی قسم سچ ہے! انشاء اللہ، رسول اللہ ﷺ بندھے ہاتھوں والے اسیروں کے ساتھ کل تشریف لائیں گے!''

اُس دن رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہؓ وفات پا گئیں۔ آپؓ کے شوہر حضرت عثمانؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی تھی۔ اس غم کی حالت میں فتح کی خوشخبری سے اُنہیں کچھ فرحت ملی۔

امام الانبیاء ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ اُن احسانات کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بدر میں نصیب فرمائے، اپنے ربّ کی حمد وثنا کرتے ہوئے، سجدہ شکر بجا لائے، پھر اسیروں کے ساتھ مدینہ منورہ کا راستے پر چل پڑے۔

پہلے سے ہی مژدے کی خبر دینے والے حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ اور حضرت زید بن حارثہ، بدر میں وقوع پذیر ہوئے واقعات اور شہید ہونے والوں کے متعلق بتا چکے تھے۔ مدینہ میں پیچھے چھوڑے گئے بچے، عورتیں اور مختلف وظیفوں پر مامور لوگ فتح کی اس خبر پر بڑے خوش تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے استقبال کے لئے نکل پڑے۔ شہید ہونے والوں میں حضرت حارثہؓ بن سراقہ بھی تھے۔ حضرت حارثہؓ کی والدہ حضرت ربیعؓ کو بتایا گیا تھا کہ اُن کا بیٹا حوض سے پانی پینے کے دوران، دشمن کا ایک تیر لگنے سے شہید ہوا ہے۔ والدہ ماجدہ ربیعؓ نے یہ خبر سن کر کہا، ''رسول اللہ ﷺ کے آنے تک میں اپنے بیٹے کے لئے آنسو نہ بہاؤں گی۔ آپؐ کی آمدِ پر سعادت کے بعد پوچھوں گی۔ اگر میرا بیٹا جنت میں ہوا تو کبھی آنسو نہ بہاؤں گی۔ اگر جہنم میں ہوا تو اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خون بہاؤں گی۔''

نبی اکرم ﷺ اپنے مبارک اصحاب کرامؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آنے کے بعد حضرت ربیعؓ

کرنے والے پہلے شخص نہیں ۔لیکن درحقیقت تمہارے ہاتھوں مارا جانا مجھے بڑا ہی ناگوار گزرے گا ۔کم از کم یہ چاہوں گا کہ میرا سر سینے سے قریب سے کاٹنا تاکہ میرا سر زیادہ ہیبت والا نظر آئے !'' کہہ کر اپنے حد سے بڑھے کفر ،غرور اور تکبر کا مظاہرہ کیا ۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود اپنی تلوار سے ابوجہل کا سر نہ کاٹ سکے تو ابوجہل کی تلوار سے ہی اُس کا سر تن سے جدا کر دیا ۔اُس کا اسلحہ ،زرہ ،خود اور سر ،رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا رکھا اور کہا ،''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ ! یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابوجہل کا سر ہے ۔'' رسول اللہ ﷺ نے : ''اللہ وہی ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' فرمایا اور اُٹھ کر اصحاب کرامؓ کے ساتھ ابوجہل کے جسد تک گئے ۔ وہاں پہنچ کر :''اللہ کی حمد و ثنا ہو کہ اُس نے تجھے ذلیل و رسوا کیا ۔اے اللہ کے دشمن ! تم اس اُمت کے فرعون تھے'' کہا اور اس کے بعد یوں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے :''یا ربی ! تو نے اپنا وعدہ پورا کر دیا جو مجھ سے کیا تھا ۔''

رسول اللہ ﷺ نے زخمی اصحاب کرامؓ کی مرہم پٹی کروائی ۔شہید ہونے والوں کی شناخت کروائی ۔مہاجرین میں سے چھ ،انصار میں سے آٹھ ،کُل چودہ اصحاب کرامؓ نے شہادت کا مرتبہ پایا ۔ان سب کی ارواح جنت کی جانب پرواز کر گئیں ،نورِ اسلام کو بجھانے میں کوشاں مشرکین کے ستر افراد مارے گئے اور اتنے ہی اسیر بنا لئے گئے ۔

رسول اللہ ﷺ نے فتح کی خوشخبری دینے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ روانہ فرمایا ۔

رسول اللہ ﷺ نے شہداء کی نماز جنازہ ادا فرما کر اُن کو قبروں میں دفن کروا دیا ۔مشرکین کی چوبیس لاشیں ایک گڑھے میں اور باقی سب کو دوسرے گڑھے میں ڈال کر ،اوپر سے بند کر دیا گیا ۔

آقائے دوعالم ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ گڑھے کے کنارے آئے اور مارے جانے والے مشرکین کے نام اُن کے باپ کے نام کے ساتھ ایک ایک کر کے پکارے اور کہا :''اے عتبہ بن ربیعہ ! اے اُمیہ بن خلف ! اے ابوجہل بن ہشام ! ۔۔۔تم لوگ اپنے پیغمبر کے مقابل آئی کیسی بری قوم تھے ۔تم نے مجھے جھٹلایا ،جبکہ اوروں نے میری تصدیق کر کے مان لیا ۔تم نے مجھے میرے شہر سے میرے دیار سے نکال دیا ،جبکہ اوروں نے میرے لئے اپنے در کھول کر مجھے سینے سے لگا لیا ۔تم نے میرے ساتھ جنگ کی ،جبکہ اوروں نے میری مدد کی ۔کیا تم نے وہ پا لیا جس کا وعدہ میرے ربّ نے فرمایا تھا ؟ میں نے وہ ظفر پالی جس کا وعدہ میرے ربّ نے کیا تھا ۔''

حضرت عمرؓ نے سوال کیا ،''یا رسول اللہ ﷺ ! کیا آپؐ اُن کو کہہ رہے ہیں جو سڑتی لاشیں بن چکے ہیں ؟'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا :''مجھے حق پیغمبر بنا کر بھیجنے والے میرے ربّ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم مجھے اُن سے زیادہ نہیں سُن پا رہے ۔لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے ۔''

مشرکین میدان حرب سے اپنی جانیں بچا کر بھاگتے ہوئے ،اپنے ساتھ لائی اشیاء میں سے کچھ بھی ساتھ نہ لے جا سکے ۔سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا ۔رسول اللہ ﷺ نے غنیمت کے مال کو معرکہ بدر میں

اُس کی یہ حالت دیکھ کر حضرت بلالؓ ، ننگی تلوار لئے اُس کے پاس جا پہنچے ۔ اُس کے مقابل کھڑے ہوکر للکارا: ''اے کفر کے سردار اُمیہ بن حلف ! ۔ ۔ ۔ آج اگر تم بچ جاؤ تو پھر میں نہ بچوں !'' اور حملہ کردیا ۔ اس کے ساتھ بلند آواز میں : ''اے انصاری بھائیو! ادھر آؤ ، یہ رہا کفر کا سردار!'' کہتے ہی اصحاب کرامؓ نے امیہ کو گھیر لیا اور جہنم واصل کردیا(۱۷۳) ۔

مشرکین کے لشکر کا کوئی سردار باقی نہ بچا تھا ۔ کسی کو پتا نہ چل رہا تھا کہ کیا کرے ، بلا سوچے سمجھے فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے ۔ کفر کا قلعہ گر چکا تھا ۔ عالیشان اصحاب کرامؓ نے تعاقب کرنا جاری رکھا ۔ مشرکین میں سے کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے اسیر بنا لئے گئے ۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بھی اسیروں میں تھے (۱۷۴) ۔

ظفر ایمان والوں کی تھی ۔ ۔ ۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ سے دریافت فرمایا: ''**نوفل بن خویلد کے متعلق کسی کو کوئی معلومات ہے؟**'' حضرت علیؓ نے آگے آکر کہا، ''یارسول اللہ ﷺ ! اُسے میں نے قتل کیا ہے ۔'' اس خبر سے خوش ہوکر رسول اللہ ﷺ نے : ''اللہ اکبر!'' کہہ کر تکبیر بلند کی اور فرمایا: ''**اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول فرمائی جو میں نے اُس کے لئے کی تھی ۔**''

امیہ بن حلف کے قتل کے متعلق بتانے پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا: ''**اَلْحَمْدُ للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ۔ میرے ربّ نے اپنے بندے کی تصدیق کردی ، اپنے دین کو غلبہ بخشا ۔**''

رسول اکرم ﷺ نے ابوجہل کے لئے فرمایا، ''**ابوجہل نے کیا کِیا ، اُسے کیا ہوا ، کوئی ہے جو جا کر دیکھے؟**'' اور اُسے مارے گئے لوگوں میں ڈھونڈنے کا حکم فرمایا ۔ سب نے ڈھونڈا لیکن اُسے پا نہ سکے ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**اُسے ڈھونڈو ، اُس کے متعلق میرا وعدہ ہے ۔ اگر اُسے پہچان نہ سکو تو اُس کے گھٹنے پر زخم کا نشان دیکھو ۔ ایک دن میں اور وہ ، عبداللہ بن جُدان کی ضیافت میں مدعو تھے ۔ ہم دونوں ہی جوان تھے ۔ میں اُس سے کچھ بڑا ہی تھا ۔ جگہ کی تنگی کی بنا پر میں نے اُسے دھکیلا ۔ وہ گھٹنے کے بل گرا ۔ اُس کا ایک گھٹنا زخمی ہوگیا اور اس زخم کا نشان اُس کے گھٹنے سے ختم نہ ہوا ۔**''

اس پر حضرت عبداللہؓ بن مسعود ، ابوجہل کی تلاش میں نکلے ۔ آپؓ نے اُسے زخمی حالت میں پایا اور پہچان لیا اور کہا ''ابوجہل یہ تم ہوگیا؟'' اُس کی گردن پر اپنے پاؤں سے مسلا ۔ اُس کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچا اور کہا، ''اے اللہ کے دشمن! اللہ تعالیٰ نے کیا تمہیں بالآخر ذلیل و رسوا نہیں کردیا؟'' ابوجہل بولا ، وہ مجھے کیوں ذلیل و رسوا کرے گا! اے بھیڑوں کے چرواہے! اللہ تجھے ذلیل و رسوا کرے ۔ تم ایسی ڈھلوان پر کھڑے ہو جہاں چڑھنا بڑا ہی مشکل ہے! تم مجھے اس بات کی خبر دو کہ آج ظفر اور غلبہ کس طرف کا ہوا؟''

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا، ''ظفر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ہوئی ۔ پھر آپؓ نے ابوجہل کا خود اُتارتے ہوئے کہا، ''اے ابوجہل! میں تمہیں قتل کروں گا ۔'' ابوجہل نے : ''تم اپنی قوم کے سردار کو قتل

---

(۱۷۳) بخاری ، ''وکالت'' ، ۲؛ ابن ہشام ، السیرۃ ، II ، ۶۳۱؛ ابن ابی شیبہ ، المصنف ، VIII ، ۴۷۷؛ بیہقی ، دلائل النبوۃ ، III ، ۹۴؛ طبری ، تاریخ ، II ، ۱۵۳

(۱۷۴) ابن ہشام ، السیرۃ ، I ، ۷۱۵؛ سہیلی ، روض الانف ، III ، ۱۷۳

میں اُسے قتل نہ کر ڈالوں یا میں خود نہ مارا جاؤں۔'' ایک نوعمر لڑکے کے منہ سے ہیجان سے بھرپور حالت میں کہے گئے یہ قطعی اور فیصلہ کن الفاظ سُن کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔''

ان دو لڑکوں میں سے دوسرے نے بھی میری جانب دیکھا اور پہلے والے کی مانند اپنے جذبات بیان کئے۔ اس دوران میں نے ابوجہل کو دیکھ لیا تھا! وہ قریش کے عساکر کے درمیان رُکے بغیر کبھی آگے کبھی پیچھے آتا جاتا گھوم رہا تھا۔ میں نے کہا، ''اے جوانو! پریشانی کے ساتھ آگے پیچھے آنے جانے والا یہ شخص، ابوجہل ہے۔'' میرے الفاظ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں سونتے ابوجہل کے قریب جا پہنچے اور لڑنے لگے۔ یہ نوعمر لڑکے، عافرہ خاتون کے بیٹے معاذؓ اور معوذؓ برادران تھے۔

اس دوران اصحابِ کرامؓ میں سے شجیع صحابی معاذؓ بن عمرو موقع پا کر ابوجہل کے قریب جا پہنچے۔ لمبی دم والے گھوڑے پر سوار ابوجہل پر حملہ کیا اور اُس کی ٹانگ پر پوری قوت سے تلوار کی ضرب لگائی۔ ابوجہل کی ٹانگ کٹ کر زمین پر گر گئی۔ اس دوران عکرمہ کہ جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہ کیا تھا، اپنے والد کی مدد کے لئے آ پہنچے اور حضرت معاذؓ کے ساتھ لڑنا شروع کر دیا۔

اُسی وقت حضرت معاذؓ اور معوذؓ برادران شاہین کی مانند جھپٹے۔ آڑے آئے ہر رکاوٹ کو پار کرتے ہوئے ابوجہل تک جا پہنچے۔ اُس وقت تک اپنی تلواروں سے ضربیں لگاتے رہے جب تک وہ یہ نہ سمجھے کہ ابوجہل مر گیا ہے۔

اُدھر عکرمہ کے ساتھ مقابلے میں حضرت معاذؓ بن عمرو کے ہاتھ اور بازو پر گہرے زخم لگے۔ آپؓ کا دستِ مبارک کلائی سے کٹ گیا، ہاتھ اپنی کھال کے ساتھ لٹکا رہ گیا تھا۔ حضرت معاذؓ لڑائی میں اس قدر محو تھے کہ اپنے ہاتھ کے ساتھ مشغول ہونے یا اُس کی مرہم پٹی کروانے کے لئے اُن کے پاس وقت نہ تھا۔ کٹا ہاتھ اپنی کھال کے ساتھ لٹکتے ہوئے بھی آپؓ شجاعت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ''اللہ اکبر!۔۔۔'' یہ کیسا مضبوط ایمان!۔۔۔ یہ کیسا قابلِ دید منظر تھا!۔۔۔ حضرت معاذؓ کچھ دیر تک یونہی لڑتے رہے، پھر اپنی حرکت کی قابلیت میں کمی محسوس کی۔ اس کا سبب اُنکا کٹا ہاتھ تھا۔ آپؓ نے اُسے درحال اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر اُکھاڑ پھینکا۔۔۔(۱۷۱)

اسلام کے سب سے سفاک دشمنوں میں سے نوفل بن خویلد، قریش کا سب سے بہترین پہلوان تھا۔ بلاتوقف چنگھاڑتے ہوئے، مشرکین کے گروہ میں ہیجان اور جوش پیدا کرنے میں کوشاں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کی یہ حالت دیکھ کر دعا فرمائی: **''یاالٰہی! نوفل بن خویلد کے مقابلے میں تو میرا مددگار رہو۔ اُس کے حق پر تو ہی پورا اُتر۔''** اسد اللہ حضرت علیؓ، نوفل کو دیکھتے ہی، درحال اُس پر جھپٹ پڑے۔ پوری شدّت سے اپنی تلوار سے حملہ کیا، ایسا وار کیا کہ زرہ بند ہونے کے باوجود اُس کی دونوں ٹانگیں کٹ گئیں۔ پھر تلوار کو اُس کے گردن پر چلا کر سر تن سے جدا کر ڈالا(۱۷۲)۔

سفاک ترین مشرکین میں سے امیہ بن خلف بھی تھا جو حضرت بلال حبشیؓ کو جھلستی ریت پر لٹا کر، سینے پر بڑی چٹان رکھ دیا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو ہر طرح سے شکنجہ آزمائی کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ بدر کی وادی میں وہ مشرکین کو اکٹھا کرنے، نورِ اسلام کو بجھا دینے کی کوششوں میں مشغول تھا۔

---

(۱۷۱) بخاری، ''المغازی'' ۸، مسلم، ''جہاد اور سریہ''، ۱۴۷؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۶۳۴، بیہقی، دلائل النبوہ، III، ۸۳؛ سہیلی، روض الانف، III، ۷۷

(۱۷۲) واقدی، المغازی، ۱، ۹۲؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، III، ۹۸؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، IV، ۹۴

آگے اور پیچھے انجانے لوگ مشرکین سے لڑتے دکھائی دے رہے تھے۔

حضرت سہلؓ فرماتے ہیں: ''غزوہ بدر میں ہم سب جب بھی کسی مشرک کے سر پر تلوار کا وار کرتے، تلوار اپنے ہدف پر لگنے سے پہلے ہی ہم اُس کا سر تن سے جدا ہو کر زمین پر گرتے ہوئے دیکھتے!۔۔۔''

ابو جہل کی موت۔۔۔

مشرکین کا علمبردار ابوعزیز بن عمیر اسیر بنا لیا گیا تھا۔ جبکہ اُن کا کمانڈر ابوجہل، قریش والوں کی ہمت بڑھانے کے لئے بلا توقف اشعار پڑھ پڑھ کر اپنے عساکر کے حوصلے بڑھانے میں کوشاں تھا۔ ایک کڑیل جوان کی طرح حملے کرتا اور: ''میری ماں نے مجھے ایسے ہی دنوں کے لئے پیدا کیا ہے!۔۔۔'' کہہ کر فخر کرتا اور اپنے جوانوں میں لڑنے کا ولولہ پیدا کر رہا تھا۔

مشرکین میں سے عبیدہ بن سعید سر سے پاؤں تک زرہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ صرف آنکھیں نظر آتی تھیں۔ اپنے گھوڑے پر سوار کبھی اِس طرف، تو کبھی اُس طرف گھوم کر: ''میں ابوذات الکرش ہوں! میں ابو ذات الکرش ہوں!'' یعنی میں بڑے پیٹ والا ہوں، پیٹ کا باپ ہوں کہہ کہہ کر مقابلے کی دعوت دے رہا تھا۔ شجیع مجاہد حضرت زبیرؓ بن عوّام اُس کے قریب پہنچے اور ٹھیک آنکھ کا نشانہ لے کر اور ''اللہ اکبر!'' کہہ کر اپنا نیزہ اُس کی جانب پھینک دیا۔ نیزہ ٹھیک اپنے ہدف پر جا کر لگا اور اُسے گھوڑے سے گرا کر زمین بوس کر دیا۔ حضرت زبیرؓ بھاگ کر اُس کے پاس آن پہنچے تو عبیدہ جہنم رسید ہو چکا تھا۔ پاؤں سے اُس کے رخسار پر دباتے ہوئے، پوری قوت سے کھینچنے کے باوجود نیزہ بڑی مشکل سے نکال پائے، نیزے کی چونچ مڑ چکی تھی۔

بدر میں حضرت زبیرؓ نے بڑی بہادری دکھائی۔ وجود پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی جہاں آپؓ کو کوئی زخم نہ لگا ہو۔ آپؓ کی اس حالت کے بارے میں آپؓ کے بیٹے حضرت عروہؒ فرماتے ہیں: ''میرے والد کو تلوار کے تین گہرے گھاؤ لگے تھے۔ ان میں سے ایک گردن پر تھا۔ گھاؤ نے ایسا گہرا نشان چھوڑا تھا کہ میں اپنی اُنگلی اس میں داخل کر سکتا تھا۔''

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے بھی پوری جوانمردی سے قریش والوں کا مقابلہ کیا۔ اپنے وجود پر لگے زخموں سے بہتے خون کی پرواہ کئے بغیر، اپنے ہر مقابل کو گراتے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمانؓ ایک واقعہ جس کا اُنہوں نے مشاہدہ کیا کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ایک دوران یوں ہوا کہ میرے سامنے کوئی نہ رہا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا تو انصار میں سے دو نوعمر لڑکوں پر نظر پڑی۔ میں نے، ان میں سے زیادہ قوت اور زیادہ حملہ کرنے والے کے پاس پہنچنا چاہا۔ ان دو لڑکوں میں سے ایک نے مجھ پر نظر ڈالی، پھر میری جانب گھوم کر سوال کیا: ''اے چچا! کیا تم ابوجہل کو پہچانتے ہو؟'' میں نے کہا، ''ہاں پہچانتا ہوں۔'' پھر میں نے پوچھا، ''اے بھتیجے! تم ابوجہل کو کیا کرو گے؟'' اس پر اُس نے جواب دیا، ''مجھ تک پہنچی خبر کے مطابق وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بڑا سلوک کرتا تھا۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ، اگر میں نے اُسے دیکھ لیا تو تب تک اُس کا پیچھا نہ چھوڑوں گا جب تک

لئے میری شہادت سے زیادہ کچھ درکار نہیں'' کہہ کر اپنے حملے مزید تیز کر دیئے۔ ایک طرف تو دشمن سے لڑ رہے تھے اور دوسری طرف؛'' اللہ تعالیٰ تک مادی وسائل سے نہیں، بلکہ حق تعالیٰ کے ذریعے، نیک اعمال سے، جہاد میں صبر اور ثابت قدمی دکھا کر جایا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ باقی سب وسائل بلا شبہ ختم ہو جانے والے، مٹ جانے والے ہیں!۔۔۔'' کہہ رہے تھے۔ شہید ہو جانے تک وہؓ اسی طرح لڑتے رہے۔

جنگ میں بڑی شدت آ چکی تھی!۔۔۔ ایک صحابیؓ پر کم از کم تین مشرک بیک وقت حملہ کر رہے تھے۔ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ تلوار چلانے والے عالیشان اصحاب کرامؓ کے حوصلوں کو کوئی شے ایسی نہ تھی جو پست کر دیتی۔'' اللہ اکبر! اللہ اکبر!۔۔۔'' کہنے سے گویا پھر سے قوت پاتے تھے، بار بار حملہ کرنے سے تنگ نہ آتے تھے۔ ایک دوران مشرکین کا حملہ شدت پکڑ گیا۔ اصحاب کرامؓ مشکل حالت میں گر گئے۔

اس پل رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ کھجور کی ڈالیوں سے بنے سائبان میں گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنا شروع کر دی۔'' یا ربیّ! اپنی مدد نصیب فرما کہ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا!۔۔۔'' کہہ کر التجا کرنا شروع کر دی۔ اُسی وقت وحی نازل ہوئی:'' جب تم فریاد کر رہے تھے اپنے رب سے تو اُس نے تمہاری فریاد سُن لی (اور فرمایا) بے شک میں مدد دوں گا تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے جو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آتے جائیں گے(۱۶۸)۔'' رسول اللہ ﷺ فوراً اپنے پاؤں پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا،'' مژدہ ہے یا ابا بکرؓ! تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچی! دیکھو یہ رہے جبرائیلؑ۔ ریت کے ٹیلے پر، اپنے گھوڑے کے باگ پکڑے، اسلحہ لگائے، حکم کے انتظار میں ہیں۔''

سورۃ الانفال میں جناب حق نے فرشتوں کو دیئے گئے حکم کے متعلق یوں بیان فرمایا:'' جب حکم دے رہا تھا تمہارا رب فرشتوں کو کہ بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں، لہٰذا تم (نصرت کے مژدے سے) ثابت قدم رکھو اہلِ ایمان کو، میں ابھی ڈالے دیتا ہوں دلوں میں ان کافروں کے دہشت، سو ضرب لگاؤ تم اُن کی گردنوں پر اور چوٹ لگاؤ اُن کے جوڑ جوڑ پر۔ یہ اس لئے کہ مخالفت کی اُن لوگوں نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اُس کے رسول کی تو بے شک اللہ (ایسے لوگوں کو) سزا دینے میں بہت سخت ہے (۱۶۹)۔''

اس حکم پر جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ اپنے ساتھ ایک ایک ہزار فرشتے لئے بالترتیب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، آپؐ کے دائیں اور بائیں آن کھڑے ہوئے (۱۷۰)۔

جبرائیلؑ نے سر پر زرد رنگ کی پگڑی باندھ رکھی تھی۔ دیگر ملائکہ کے سروں پر سفید پگڑیاں بندھی تھیں۔ اُنہوں نے پگڑیوں کے لڑوں کو پیچھے لٹکا رکھا تھا، سفید گھوڑوں پر سوار تھے۔ سرورِ عالم ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے فرمایا:'' ملائکہ کی علامات اور نشانیاں ہیں۔ تم سب بھی اپنی اپنی علامت اور نشانی مقرر کر لو!'' حضرت زبیرؓ بن عوام نے اپنے سر پر زرد، حضرت ابو دجانہؓ نے سرخ رنگ کی پگڑی باندھ لی۔ حضرت علیؓ نے ایک سفید طرہ لگا لیا جبکہ حضرت حمزہؓ نے اپنے سینے پر شترمرغ کا پر سجا لیا۔

فرشتوں کی جنگ میں مداخلت سے حالات ایکدم بدل گئے۔ اصحاب کرامؓ اپنے مقابل کافر پر تلوار اُٹھانے سے پہلے ہی اُس کا سرتن سے جدا ہو کر زمین پر آن گرتا۔ رسول اللہ ﷺ کے دائیں۔ بائیں،

---

(۱۶۸) سورۃ الانفال، ۹ / ۸ (۱۶۹) سورۃ الانفال، ۱۳-۱۲ / ۸

(۱۷۰) واقدی، المغازی، ا، ۵۷؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۶؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ااا، ۴۰؛ حاکم، المستدرک، ااا، ۴۲

کے ساتھ تیروں اور پتھروں نے اپنے ہدف پر برسنا، نیزوں نے زرہوں کو چھیدنا شروع کر دیا۔۔۔اللہ کے شیر حضرت حمزہؓ بیک وقت اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامی دو تلواروں سے لڑ رہے تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زبیرؓ بن عوام، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت ابودجانہؓ، حضرت عبداللہؓ بن جحش مشرکین کی صفوں میں ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف کو نکل جاتے، کافروں کو حیرت زدہ کر کے رکھ دیا تھا۔ ہر کوئی گویا ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ بن چکا تھا۔ ''اللہ اکبر!۔۔۔اللہ اکبر!۔۔۔کی صداؤں سے عالم لبریز ہو رہا تھا، اللہ تعالیٰ کی شان کی عظمت، کافروں کے دماغوں پر ہتھوڑے کی مانند برسائی جا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ ''یاحیّ! یاقیوم!'' کہہ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: ''بدر میں سب سے زیادہ بہادر، سب سے بڑھ کر شجیع رسول اللہ ﷺ تھے۔ مشرکین کی صفوں سے سب سے قریب ترین آپؐ ہی تھے۔ جب بھی ہم مشکل میں پڑتے آپؐ کی پناہ میں آ جاتے۔''

مشرکین نے اپنے سردار ابوجہل کو اپنے درمیان میں لے رکھا تھا۔ اُن میں سے ایک کو ابوجہل کی طرح کا لباس پہنا کر اُس کا روپ دے رکھا تھا۔ اس بدنصیب کا نام عبداللہ بن منذر تھا۔ حضرت علیؓ نے عبداللہ پر حملہ کیا۔ ابوجہل کی آنکھوں کے سامنے عبداللہ کا سر کاٹ ڈالا۔ پھر اُنہوں نے ابوقیس کو ویسا ہی لباس پہنایا۔ اُسے حضرت حمزہؓ نے ٹھکانے لگا دیا۔

حضرت علیؓ ایک مشرک سے لڑ رہے تھے۔ مشرک نے تلوار سے حضرت علیؓ پر وار کیا، تلوار ڈھال میں کھُب کر رہ گئی۔ حضرت علیؓ نے اپنی ذوالفقار سے مشرک کے جسم پر وار کیا، تلوار کندھے سے لے کر سینے تک ڈھال کو چیرتی ہوئی گزر رہی تھی کہ اپنے سر پر ایک تلوار چمکتی دیکھی۔ سرعت سے آپؓ نے اپنے سر کو جھکا لیا۔ چمکتی تلوار والے نے کہا، ''لے! یہ حمزہؓ بن عبدالمطلب کی جانب سے۔'' اور مشرک کا سر خود سمیت زمین پر لڑھک گیا۔ حضرت علیؓ نے مڑ کر دیکھا تو اپنے چچا حضرت حمزہؓ کو دو تلواروں سے لڑتے پایا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ کرامؓ کو ایسی بہادری سے لڑتے دیکھ کر؛ ''وہ، زمین پر اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں'' کہہ کر اُن کی تعریف کر رہے تھے۔

اس دوران، رسول اللہ ﷺ کے قریب ہی لڑتے ہوئے حضرت عکاشہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے زمین پر پڑی ایک چھڑی اُٹھائی اور اُن کی جانب بڑھا کر فرمایا، ''یا عکاشہؓ! اس سے مار!۔۔۔'' حضرت عکاشہؓ اسے ہاتھ لیتے ہی یہ چھڑی رسول اللہ ﷺ کے معجزے سے لمبی، چمکدار، مضبوط پھل والی تیز دھار تلوار میں تبدیل ہو گئی۔ جنگ کے اختتام تک اُنہوں نے اس تلوار سے کئی ایک مشرکین کا کام تمام کیا۔

سرکارِ دوعالم رسول اللہ ﷺ ایک طرف تو لڑ رہے تھے اور دوسری طرف اپنے اصحابِ کرامؓ کو ہیجان پذیر کر دینے والی حدیث شریف کہہ رہے تھے: ''مجھے قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس کے دستِ قدرت میں میری ہستی ہے کہ آج کے دن جنابِ حق کی رضا کی امید سے، صبر اور ثابت قدمی دکھاتے ہوئے لڑنے والوں، پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر آگے بڑھ کر قتل ہو جانے والوں کو حق تعالیٰ ضرور جنت میں داخل فرمائے گا۔''
یہ مبارک الفاظ سُن کر حضرت عمیرؓ بن حمام نے؛ ''خوب! بہت خوب! یعنی، میرے جنت میں داخل ہونے کے

کرتے ہیں۔'' شجیع مجاہدینِ اسلام نے، مشرکین کو پہلے اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ اس پر تینوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر کے مشرکین پر حملہ کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے عتبہ اور ولید کو پہلے ہی حملے میں مار گرایا۔ حضرت عبیدہؓ نے شعبہ کو اور شعبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ درحال حضرت عبیدہؓ کی مدد کو پہنچے اور شعبہ کو وہیں ڈھیر کر ڈالا۔ حضرت عبیدہؓ کو سہارا دے کر رسول اللہ ﷺ کے حضور لے آئے(۱۶۷)۔

حضرت عبیدہؓ بن حارث کے مبارک پاؤں کی ایڑی سے خون بہہ رہا تھا۔ اُنہوں نے اپنی اس حالت کی پرواہ کئے بغیر سوال کیا، ''میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ! میں اگر اس حالت میں مرگیا تو کیا شہید نہ ہوں گا؟'' رسول اللہ ﷺ نے؛ ''ہاں، تم شہید ہو'' کہہ کر اُنہیں جنتی ہونے کی بشارت دی۔ (حضرت عبیدہؓ جنگ سے واپسی پر صفراء کے مقام پر وفات پا گئے۔)

اس حملے میں تین اہم شخصیات کو کھو دینے پر مشرکین ششدر رہ گئے۔ اس کے باوجود ابوجہل اپنے لشکر کے حوصلے کو بلند کرنے کے لئے؛ ''تم عتبہ، شعبہ اور ولید کے قتل کی جانب مت دیکھو، اُنہوں نے حملہ کرنے میں جلدی دکھائی اور فضول میں مارے گئے! میں قسم کھاتا ہوں کہ، ہم بغیر مسلمانوں کو پکڑے اور رسیوں سے باندھے یہاں سے واپس نہ لوٹیں گے!۔۔۔'' کہہ کر تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

ادھر بہادر اصحاب کرامؓ، مشرکوں کے اس گروہ کو اپنی تلواروں میں پرو دینے کے لئے بے صبرے ہوئے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مبارک زبان سے یہ دُعا بار بار دہرا رہے تھے: **''یا الٰہی! میرے ساتھ کیا اپنا وعدہ پورا فرما!۔۔۔ یا الٰہی! اگر تو نے اِن مُٹھی بھر مسلمانوں کو ہلاک کر دیا تو پھر سرزمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا!۔۔۔''**

اس دوران مشرکین کی صفوں سے، قریش کے سب سے دلیر اور ماہر تیر باز عبدالرحمان بن ابوبکر جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، میدان میں اترے اور مقابلے کے لئے للکارا۔ مجاہدین کی صفوں سے ایک شخص درحال تلوار سونتے آگے بڑھتا نظر آیا۔ یہ شخص، سب سے پہلے مسلمان ہونے والے اور صدیق کے مقام سے مشرف ہونے والے، پیغمبر کے بعد سب سے عظیم انسان اور بہادر حضرت ابوبکرؓ تھے۔۔۔ اپنے بیٹے کے مقابلے میں لڑنے کے لئے میدان میں اتر آئے تھے۔ لیکن سرورِ عالم ﷺ نے اُنہیں؛ **''یا ابوبکرؓ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم اِس وقت میری آنکھیں ہو جو جن سے میں دیکھ رہا ہوں اور کان ہو جن سے میں سن رہا ہوں۔۔۔''** کہہ کر مقابلے سے منع فرما دیا۔ حضرت ابوبکرؓ اپنے بیٹے سے؛ ''اے خبیث! اُس نسبت کو کیا ہو گیا جو تجھ کو مجھ سے ہے؟'' کہنے سے خود کو روک نہ سکے۔

بعد میں سلطان الانبیاء، حبیبِ اکرم ﷺ کو جھک کر ایک مٹھی ریت لیتے دیکھا گیا۔ اس ریت کو دشمنوں کی جانب اُڑاتے ہوئے؛ **''سیاہ پڑ جائیں ان کے چہرے!۔۔۔ یا الٰہی! ان کے دلوں میں خوف اور قدموں میں لرزش پیدا فرما!''** فرمایا اور اپنے اصحاب کرامؓ کی جانب رُخ کر کے؛ **''یلغار کر دو!۔۔۔ حملہ کر دو''** حکم دے دیا۔ اشارے کے منتظر عالیشان اصحاب کرامؓ نے اُنہیں پہلے سے دی گئی ہدایات کے مطابق حرکت کرنا شروع کر دی۔ ''اللہ اکبر!۔۔۔ اللہ اکبر!۔۔۔'' کی نداؤں میں زناٹوں

(۱۶۷) ابن ھشام، السیرۃ، ابن سعد، الطبقات، II، ۱۷؛ طبری، تاریخ، II، ۱۳۵-۱۳۴

شروع ہونے کو تھی ۔ ہیجان اپنی حد پر پہنچ چکا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے : ’’ اور ذکر کرتے رہو اللہ کا کثرت سے ‘‘ کے حکم والی آیت کریمہ پڑھنے پر سب اصحاب کرامؓ نے یک زبان ہوکر’’ اللہ اکبر! ۔ ۔ ۔ اللہ اکبر! ۔ ۔ ۔ ‘‘ کہنا اور ظفر کے لئے جنابِ حق سے التجا کرنا شروع کر دیا ۔ اب وہؓ رسول اللہ ﷺ کے اشارے کے منتظر تھے ۔

اُس زمانے کی عادت کے مطابق ، دولشکروں کے تصادم سے پہلے ، دونوں اطراف کے شجیع جوانمرد میدان میں آتے اور آپس میں مقابلہ کرتے ۔ اس لڑائی سے طرفین کی جنگی حدّت اور آرزو میں اضافہ ہوتا ، اس طرح سب لوگ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ۔ مشرکین میں سے عامر بن حضرمی نے اس قاعدے کا پاس نہ کرتے ہوئے ، اسلام کے لشکر پر ایک تیر چلا دیا ۔ یہ تیر مہاجرین میں سے حضرت مہجعؓ کو آن لگا ۔ آپؓ شہید ہو گئے اور آپؓ کی روح مبارکہ جنت کی جانب پرواز کر گئی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس پہلے شہید کے لئے : ’’ مہجعؓ شہیدوں کے آقا ہیں ‘‘ کہہ کر مژدہ سنایا ۔ اصحاب کرامؓ کا اپنی جگہ پر کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا ۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی جانب سے کوئی حکم ملے بغیر چھوٹی سی حرکت کا ارتکاب بھی نہ کر رہے تھے ۔ وہ سب ایسے آتش فشاں کی مثل اندر ہی اندر اُبل رہے تھے جو ابھی پھٹنے کو تیار ہو! ۔ ۔ ۔

اس دوران ، مشرکین کے لشکر سے تین شخص آگے بڑھتے دکھائی دیئے ۔ یہ اشخاص بنو ربیعہ میں سے عتبہ ، اُسکا بھائی شعبہ اور بیٹا ولید تھے ۔ مجاہدین کی جانب بڑھے اور للکارتے ہوئے کہا ، ’’ تم میں سے کون ہے جو ہمارے ساتھ لڑ سکے ؟ ‘‘ اصحاب کرامؓ میں سے پہلے حضرت حذیفہؓ اپنے والد عتبہ کے مقابل لڑنے کے لئے آگے بڑھے ، سلطان العالمین ﷺ نے اُنہیں : ’’ تم ٹھہرو! ‘‘ فرمایا ۔ مدینہ کے مجاہدین میں سے عافرہ خاتون کے بیٹے معاذؓ اور معوذؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ آگے بڑھے ۔ عتبہ ، شعبہ اور ولید کے مقابل آن کھڑے ہوئے ۔ وہ ہاتھوں میں تلواریں لئے حاضر تھے اور انتظار کر رہے تھے ۔

مشرکین نے : ’’ تم لوگ کون ہو؟ ‘‘ کہہ کر للکارا اور اُن کی پہچان مانگی ۔ اُن کے : ’’ ہم مسلمانانِ مدینہ میں سے ہیں ‘‘ جواب کے مقابل مشرکین نے کہا ، ’’ ہمارا تمہارے ساتھ کوئی کام نہیں ! ہمیں بنی عبدالمطلب درکار ہیں ۔ ہم اُن کے ساتھ لڑنا چاہتے ہیں ۔ ‘‘ پھر لشکرِ اسلام کی جانب گھوم کر للکارا ، ’’ یا محمدؐ ! ہمارے مقابل ، ہماری ہی قوم سے ہم پلہ لوگوں کو نکال ! ‘‘

رسول اللہ ﷺ نے میدان میں اُترے تین اصحابِ کرامؓ کے لئے دُعا فرمائی اور اُنہیں واپس لوٹ آنے کا حکم دیا ۔ پھر اصحابِ کرامؓ کی جانب نظر دوڑاتے ہوئے فرمایا : ’’ اے بنی ہاشم ! اُٹھو! اور اللہ تعالیٰ کے نور کو باطل ادیان سے بجھانے کے لئے آنے والوں کے مقابلے میں حق کے راستے پر لڑو کہ ، اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے ۔ اُٹھ اے عبیدہؓ ! اُٹھ اے حمزہؓ ! اُٹھ اے علیؓ ! ‘‘

اللہ تعالیٰ کے شیر حضرت حمزہؓ ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ اپنے خود پہن کر میدان کی جانب چل پڑے ۔ اُن کو اپنے مقابل دیکھ کر مشرکین نے کہا ، ’’ تم لوگ کون ہو؟ اگر ہمارے ہم پلہ ہو تو تم سے لڑیں گے ۔ ‘‘ جواباً اُنہوں نے : ’’ میں حمزہؓ ہوں ! میں علیؓ ہوں ! میں عبیدہؓ ہوں ! ‘‘ کہہ کر اپنا تعارف کروایا ۔ اس پر مشرکین نے کہا ، ’’ تم لوگ بھی ہم جیسے شرفاء میں سے ہو ۔ ہم تمہارے ساتھ مقابلہ کرنا قبول

رمضان شریف کی سترہ کو جمعہ کے دن کا سورج طلوع ہوا۔ تھوڑی ہی دیر بعد تاریخ کی سب سے کٹھور، سب سے غیر متناسب، سب سے اہم اور سب سے بڑی جنگ شروع ہونے والی تھی۔۔۔ ایک طرف فخر کائنات ﷺ اور اپنی جانیں فدا کرنے سے ذرہ برابر نہ چوکنے والے مٹھی بھر اصحاب کرامؓ؛ دوسری طرف سنگدل کافروں کا وہ گروہ تھا جو اسلام کو چلّو بھر پانی میں غرق کرنے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ہونے سے بامشرف ہوئے ایک پیغمبر کو ختم کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ افسوسناک بات یہ تھی کہ ان میں رسول اللہ ﷺ کے اقرباء بھی پائے جاتے تھے۔ وہ بھی اپنے پیارے بھتیجے سے لڑنے کے لئے بدر میں آن پہنچے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کے انتظام پر نظر ثانی فرمائی، پہلے سے دی گئی ہدایات کو دہرایا۔ اس دوران، مشرکین قریش اپنی قرارگاہ سے نکل کر بدر کی وادی کی جانب آنا شروع ہو گئے، زیادہ تر زرہ بند تھے۔ ایک غرور اور تکبر کے ساتھ لشکرِ اسلام پر دھاوا بولنے پر تیار تھے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ خیمہ میں آئے اور مبارک ہاتھ اُٹھا کر جنابِ حق سے التجا کرنا شروع کر دی: ''یا ربی! یہ مشرکین قریش اپنے تمام تر غرور اور تکبر کے ساتھ آرہے ہیں!۔۔۔ تیرا مقابلہ کرتے ہیں، تیرے پیغمبر کا انکار کرتے ہیں۔ یا الٰہی! میں تجھ سے تیرے اُس وعدے کو پورا کرنے کی التجا کرتا ہوں جو تو نے میری مدد اور ظفر کے لئے کیا تھا!۔۔۔ یا الٰہی! اگر تو اِن مُٹھی بھر مسلمانوں کی ہلاکت چاہتے ہو تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا!۔۔۔''

آپؐ اس حال میں، بلا توقف، بار بار مدد کی طلب کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ نہایت حزین اور دل برداشتہ کر دینے والی التجائیں جاری رہیں یہاں تک کہ آپؐ خود سے بیگانہ ہو گئے اور ردا آپؐ کے مبارک کندھوں سے ڈھلک گئی۔ ان جذباتی التجاؤں کی تاب نہ لاتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ نے ردا کو بڑی حرمت کے ساتھ زمین سے اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھوں پر رکھتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے کہا، ''میری جان آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی اس قدر التجا کافی ہے!۔۔۔ آپؐ نے اپنے ربّ کے سامنے اس قدر اصرار سے دُعا فرمائی ہے کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی آپؐ کو وہ ظفر نصیب فرمائے گا جس کا اُس نے آپؐ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ تب آقائے دوعالم ﷺ یہ آیت پڑھتے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لائے:

''عنقریب شکست دے دی جائے گی (بدر میں موجود اس) جتھے کو اور بھاگ جائیں گے وہ پھیر کر پیٹھ۔ بلکہ قیامت کی گھڑی ہی ان سے نمٹنے کا اصل وقتِ مقرر ہے اور وہ گھڑی ہوگی بڑی آفت اور تلخ تر (۱۶۵)۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے پاس آئے۔ اپنے عالیشان اصحاب کرامؓ کو یہ آیات پڑھ کر سنائیں: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب مقابلہ ہو تمہارا کسی گروہ سے تو ثابت قدم رہو اور ذکر کرتے رہو اللہ کا کثرت سے، تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی اور نہ جھگڑو (آپس میں) ورنہ بزدل ہو جاؤ گے تم اور اُکھڑ جائے گی تمہاری ہوا اور صبر سے کام لو۔ بے شک اللہ ساتھ ہے صبر کرنے والوں کے (۱۶۶)۔'' یہ ایک جماعت کے طور پر دشمن سے لڑی گئی پہلی جنگ تھی۔ جنگ

---

(۱۶۵) سورۃ القمر، ۴۶-۴۵ / ۵۴

(۱۶۶) سورۃ الانفال، ۴۶-۴۵ / ۸

پوچھا: ''کیسے لڑو گے؟'' حضرت عاصمؓ بن ثابت ہاتھ میں تیر کمان پکڑے کھڑے ہو گئے اور: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں چاہیئے کہ جب قریش والے ہم سے سوگز کے فاصلے پر پہنچیں تو اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دیں، جب اس فاصلے تک پہنچ جائیں کہ ہم ہاتھوں میں پکڑے پتھر اُن پر پھینک سکیں تو پتھروں کی بوچھاڑ کر دیں۔ جب وہ اتنا قریب آ جائیں کہ نیزہ اُن تک پہنچ سکے تو نیزے سے اُس وقت تک مجادلہ کریں جب تک وہ ٹوٹ نہ جائے۔ پھر اپنی تلواریں بے نیام کر کے ہم اُن پر یلغار کر دیں گے!'' کہہ کر اپنی رائے دی۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکمتِ عملی بہت پسند آئی۔ اصحاب کرامؓ کو یوں ہدایات دیں:

''اپنی صفوں سے ہرگز الگ مت ہونا۔ کوئی حرکت ہوئے بغیر تم لوگ اپنی جگہوں پر قائم رہنا۔ اُس وقت تک جنگ میں دخل اندازی مت کرو جب تک میں حکم نہ دے دوں۔ جب تک دُشمن تمہارے قریب نہ آ جائے، تب تک اپنے تیروں کا اسراف مت کرو۔ تیر اُس وقت پھینکو جب دُشمن اپنی ڈھالوں کو ہٹا دیں۔ دشمن کے بہت قریب آ جانے پر، ہاتھوں میں پکڑے پتھر اُن پر برساؤ۔ مزید قریب آنے پر اپنے نیزے استعمال کرو۔ دشمن سے سینہ بہ سینہ ٹکراتے ہوئے اپنی تلواروں سے حملہ کرو۔۔۔''

پھر پہریدار مقرر کر کے اصحاب کرامؓ کو استراحت کا حکم دیا۔ اللہ کی حکمت کہ وہ سب ایسی گہری نیند میں ڈوب گئے کہ پلکیں اُٹھانے تک کی ہمت نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ، آپؐ کے لئے کھجور کی ڈالوں سے بنائے گئے سائبان میں چلے جانے کے بعد پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت سعدؓ بن معاذ اپنی بے نیام تلوار کے ساتھ پہرہ دیتے رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر، نہایت حزن میں ڈوبے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنا شروع کر دی: ''یا ربیّ! اگر تم اس مٹھی بھر جماعت کو ہلاک کر دو گے تو پھر زمین پر تیری عبادت کبھی نہ ہو گی۔۔۔'' یہ پُرحزن دُعا آپؐ صبح تک کرتے رہے۔

اسلام کے مبارک لشکر کی قرارگاہ کی جگہ نہایت ریتلی تھی جس پر چلنے میں بڑی دُشواری ہوتی تھی اور پاؤں ریت میں دھنستے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے احسان سے، رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت سے اُس رات بارش برسنا شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ ریجا بڑھتی چلی گئی، ندی نالوں میں طغیانی برپا کر دینے کی حد تک بہاؤ بڑھ گیا تھا۔ پانی سے برتن بھر لئے گئے، زمین اس قدر سخت ہو گئی کہ اب پاؤں نہ دھنستا تھا۔

اُدھر مشرکین سیلاب اور کیچڑ کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ فجر کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرام کو نماز کے لئے اُٹھایا۔ نماز ادا کرنے کے بعد، اُنہیں دشمن سے جہاد کرنے اور شہادت کی فضیلت پر بیان دیتے ہوئے لڑنے کی ترغیب فرمائی۔ آپؐ نے یوں فرمایا: ''بے شک کہ اللہ تعالیٰ حق اور حقیقت کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا ایسا عمل قبول نہیں کرتا جو اُس کی رضا کے لئے نہ کیا گیا ہو۔۔۔ یہاں پر اپنے ربّ کے حکم کی تکمیل کرنے کی کوشش کرو اور امتحان پر پورا اُترو! تاکہ اُس رحمت اور مغفرت کو پا سکو جس کا اُس نے وعدہ کیا ہے۔ کیونکہ اُس کا وعدہ سچا، اُس کی بات حق اور سزا نہایت کڑی ہے۔ میںؐ اور آپؓ اُس اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں جو حیّ و قیّوم ہے۔ ہم اُسی سے پناہ مانگتے ہیں، اُسی کے ساتھ تعلق رکھتے اور بھروسہ رکھتے ہیں۔ نہایت ہم اُسی کی جانب لوٹ جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، مجھے اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمائے!۔۔۔''

نے حضرت سعدؓ بن معاذ کی اس سوچ پر ممنونیت کا اظہار فرماتے ہوئے دُعا فرمائی۔ در حال ایک سائبان بنا دیا گیا۔

سیّد المرسلین نے اپنے عظیم الشان اصحاب کرامؓ کے ساتھ میدانِ جنگ کا جائزہ لیا۔ کبھی کبھی رُک کر: ''انشاء اللہ، **کل صبح فلاں شخص کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ یہ ہے! انشاء اللہ، کل صبح فلاں شخص کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ یہ ہے! یہی جگہ ہے! یہی جگہ۔۔۔**'' فرماتے اور مبارک ہاتھ سے ایک ایک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ جگہیں دکھائیں جہاں مشرکین قریش نے مارا جانا تھا۔

ایک مدت بعد حضرت عمرؓ اس کے بارے میں یوں بیان کرتے ہیں: ''میں نے اُن میں سے ہر کسی کو عین اُنہیں جگہوں پر قتل ہو کر گرتے دیکھا جہاں جہاں رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ فرمایا تھا۔ نہ ذرا سا آگے نہ ذرا سا پیچھے۔''

سرکارِ دو عالم ﷺ نے اصحاب کرامؓ کو تین دستوں میں بانٹ دیا۔ مہاجرین کا علم حضرت مصعبؓ بن عمیر، اوس والوں کا علم حضرت سعدؓ بن معاذ اور خزرج والوں کا علم حضرت حبابؓ بن مُنذر کے ہاتھ میں دیا۔ سب اپنے اپنے علم کے نیچے جمع ہو گئے (۱۶۳)۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی صف بندی کر کے منظم فرمایا۔

لشکر کو منظم فرماتے ہوئے، اپنی صف سے آگے آئے حضرت سوادؓ بن غزیہ کے سینے پر اپنے مبارک ہاتھ میں پکڑی چھڑی سے چھوتے ہوئے فرمایا: ''**سیدھ میں آؤ، یا سوادؓ!**'' حضرت سوادؓ نے: ''یا رسول اللہ ﷺ! اپنے ہاتھ کی چھڑی نے میری جان کو تکلیف پہنچائی۔ حق دین، کتاب اور عدالت کے ساتھ بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے حق کو استعمال کرتے ہوئے، میں بھی چھڑی سے آپؐ کو ایسے ہی چھونا چاہتا ہوں'' کہہ کر تمام اصحاب کرامؓ کو حیرت میں ڈال دیا۔ آقائے کائنات ﷺ سے طلبِ قصاص، بھلا کیسے ممکن ہے؟ کیا کوئی ایسا بھی کرسکتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مبارک قمیض کو کھول دیا اور فرمایا: ''**آؤ، قصاص پورا کرو، اپنا حق لے لو۔**''

حضرت سوادؓ نے نہایت مسرّت اور محبت کے ساتھ آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے سینہء مبارک کو چوم لیا۔ سب اصحابؓ جو قصاص کے منتظر تھے، اس منظر کو دیکھ کر اور اپنے بھائی سوادؓ کے اس حال کو دیکھ کر رشک کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کے: ''تم نے ایسا کیوں کیا!'' پوچھنے پر جواباً آپؓ نے کہا: ''میرے ماں باپ اور میری جان آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! آج اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اجل کو آتا دیکھ رہا ہوں، آپؐ کی ذاتِ عالیہ سے علیحدگی کا احساس مجھے خوفزدہ کر رہا ہے۔ اسی سبب، ہمارے درمیان گزرتے ان آخری لحات میں مَیں نے آرزو کی کہ اپنے ہونٹوں سے آپؐ کے مبارک وجود کو چوم لوں۔ اس طرح میرا یہ عمل میرے لئے روزِ قیامت آپؐ کی شفاعت کا اور عذاب سے نجات کا وسیلہ بن سکے۔ آپؓ کی اس محبت کے مقابل رسول اللہ ﷺ کے احساسات سے لبریز ہو گئے اور حضرت سوادؓ کے لئے دُعا فرمائی۔

اسلام کے مبارک لشکر کے میمنہ کی کمان شجیع مجاہد حضرت زبیرؓ بن عوام، جبکہ میسرہ کی کمان حضرت مقدادؓ بن اسود کے ہاتھ میں دی گئی (۱۶۴)۔

رسول اللہ ﷺ نے مشورے کے لئے کہ جنگ کی شروعات کیسے کی جائے، اصحاب کرامؓ سے

---

(۱۶۳) واقدی، المغازی، ا، ۵۸؛ ابن سعد، الطبقات، اا، ۳۷۳

(۱۶۴) واقدی، المغازی، ا، ۵۸؛ ابن سعد، الطبقات، اا، ۳۷۳

علاوہ بھی کوئی واپس لوٹا؟'' اُنہوں نے جواباً بتایا،'' بنی عدی بن کعب بھی لوٹ گئے (۱۶۱)۔''

رسول اللہ ﷺ نے قریش کو آخری بار تنبیہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے اُنہیں پکار کر کہا،'' اے ضدی قوم، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:'' ہر کوئی اس کام سے باز آ جائے، سلامتی سے سب واپس لوٹ جائے۔ کیونکہ تم لوگوں کے علاوہ کسی سے لڑنا، میرے لئے تم لوگوں سے لڑنے سے کہیں زیادہ مقبول ہے!۔۔۔''

اس تجویز پر مشرکینِ قریش میں سے حاکم بن حذام نے آگے بڑھ کر کہا،'' اے قریش کی جماعت! محمدؐ نے تمہارے ساتھ اچھا پیش آیا ہے۔ اُس کی تجویز کو در حال قبول کرلو۔ اگر اُس کے کہے پر عمل نہ کیا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ اس کے بعد تم سے کبھی ایسے انصاف کے ساتھ پیش نہ آئے گا۔۔۔'' ابو جہل نے حاکم کے ان الفاظ پر برہم ہوتے ہوئے کہا:'' ہم اس تجویز کو کبھی قبول نہ کریں گے اور مسلمانوں سے انتقام لئے بغیر واپس نہ لوٹیں گے۔ تاکہ آیندہ کبھی کوئی ہمارے قافلے پر حملے کرنے کی سوچ بھی نہ سکے'' اور صلح کے راستے کو بند کر دیا۔ حضرت عمرؓ واپس لوٹ آئے۔

اُس رات رسول اللہ ﷺ اور عالیشان اصحابِ کرامؓ، مشرکین سے پہلے بدر کے کنوؤں کے قریب ایک جگہ پر اترے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ کرامؓ کے ساتھ مشورہ کر کے اُن کی رائے لینا چاہتے تھے کہ قرارگاہ کہاں بنائی جائے۔ اُن میں سے حضرت حبابؓ بن منذر نے؛ جو ابھی صرف تینتیس برس کے تھے، اُٹھ کر بات کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ کی اجازت کے بعد اُنہوں نے:'' یا رسول اللہ ﷺ! کیا قرارگاہ کے لئے یہ جگہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپؐ کو امر کی گئی ہے کہ اسی جگہ ہی پر قائم کرنا ضروری ہے، یا کہ یہ آپؐ کی ذاتی سوچ اور حربیہ تدبیر کے طور پر چنی گئی ہے؟'' کہہ کر اپنا سوال پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،'' نہیں! صرف حربیہ تدبیر کے طور پر اسے چنا گیا ہے۔''

یہ سُن کر حضرت حبابؓ نے عرض کیا:'' یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ اور میری جان آپؐ پر فدا! ہم ایک جنگی ملت ہیں۔ ہم ان مقامات سے بھی خوب واقف ہیں۔ قریش والوں کے پڑاؤ والی جگہ کے قریب ہی وافر مقدار میں میٹھے پانی کا ایک کنواں ہے۔ اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو ہم وہاں پڑاؤ ڈال لیں۔ اطراف کے دیگر تمام کنوؤں کو بند کر دیں۔ پھر ایک حوض بنا کر اُسے پانی سے بھر لیں۔ دُشمن سے لڑائی کے دوران ہم، پیاس کی حالت میں آ کر یہاں سے پانی پئیں گے۔ جبکہ دُشمن پانی نہ ملنے کی وجہ سے پریشان ہو جائے گا (۱۶۲)۔''

اُس وقت جبرائیلؑ، اس تدبیر کی تائید میں وحی لائے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:
'' اے حباب! صحیح فکر وہ ہے جو تم نے بیان کی ہے۔'' سب مل کر اُس کنویں کے کنارے آ گئے جس کے متعلق فکر دی گئی تھی۔ اس میٹھے پانی کے کنویں کے علاوہ باقی تمام کنویں بند کر دیئے اور ایک بڑا حوض تشکیل دیا۔ اس میں پانی بھر دیا اور پینے کے لئے برتن رکھ دیئے گئے۔

اس دوران حضرت سعدؓ بن معاذ، رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے اور تجویز پیش کی:
'' یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم کھجور کی ڈالوں سے ایک سائبان بنا دیں جس میں آپؐ بیٹھ سکیں؟'' فخرِ عالم ﷺ

---

(۱۶۱) احمد بن حنبل، المسند، ا، ۱۱۷؛ ابن هشام، السیرة، ا، ۶۱۶؛ واقدی، المغازی، ا، ۵۳؛ ابن سعد، الطبقات، اا، ۱۵؛ طبری، تاریخ، اا، ۱۴۲؛ سہیلی، روض الانف، ااا، ۵۸

(۱۶۲) حاکم، المستدرک، ااا، ۴۸۲

حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آپؐ پر۔۔۔" یہ خطاب سُن کر اصحاب کرامؓ بہت ہیجان میں آ گئے۔ ان الفاظ پر سب نے دل و جان سے تائید کی۔ رسول اللہ ﷺ نہایت ممنون ہوئے۔ آپؐ نے حضرت سعدؓ اور دیگر اصحابؓ کے لئے دُعا فرمائی۔

اب سارے تردّد کا سدِباب ہو چکا تھا۔ دُشمن کی تعداد کچھ بھی ہو، وہ جیسا ہی قوی کیوں نہ ہو، عالیشان اصحابِ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آنکھ جھپکے بغیر شہادت کا جام پی لیں گے، اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسولؐ کی رضا حاصل کرلیں گے۔ سربراہ سلطانِ کائنات ہونے کے بعد، وہ کسی بھی جگہ جانے کو تیار تھے۔۔۔فخرِ عالم ﷺ نے اصحاب کرامؓ میں اپنے لئے ایسی محبت اور ہیجان دیکھ کر، اُنہیں: "چلو، آگے بڑھو! اللہ کے لطف سے شاد ہو جاؤ۔ واللہ، میں اب میدانِ جنگ میں گویا وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں قریش قوم کے لوگ قتل ہوکر گریں گے، میں اُنہیں دیکھ رہا ہوں!" خوشخبری سنائی۔ اس مژدے کے بعد اصحاب کرامؓ ایک عظیم عشق کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل پڑے۔

فرشتوں کا مدد کے لئے آنا

بروز جمعہ رات کو بدر کے قریب پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ سے فرمایا، "امید کرتا ہوں کہ اس چوٹی کے پاس موجود کنویں کے کنارے تم کو ضرور کچھ معلومات حاصل ہو جائیں گی۔" شیرِ خدا حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ بن عوام اور کچھ دیگر اصحاب کرامؓ کو وہاں بھیجا۔

حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب کرامؓ درحال کنویں کے پاس پہنچے۔ وہاں اُنہیں قریش کے شتربان اور مشکیزہ بردار لوگ نظر آئے۔ وہ لوگ مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگ نکلے۔ لیکن اُن میں سے دو گرفتار ہو گئے۔ اُن میں سے ایک بنی حجاج کا غلام اسلم، دوسرا ابی عاص بن سعید کا غلام اریظ ابو یسار تھا۔ اُن کو رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اُن سے دریافت کیا، "قریش کہاں ہیں؟" جواباً اُنہوں نے بتایا، "وہ اس ریت کے ٹیلے کے پیچھے پڑاؤ ڈالے ہیں جو آپ کو نظر آرہا ہے۔" آپؐ نے پھر سوال کیا، "قریش کی تعداد کیا ہے؟" "ہم نہیں جانتے" اُنہوں نے جواب دیا۔ آپؐ کے سوال پر؛ "وہ دن میں کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں؟" اُنہوں نے بتایا، "ایک دن نو، دوسرے دن دس۔" اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، "وہ ہزار سے کم لیکن نو سو سے زیادہ ہیں۔" آپؐ نے پھر استفسار فرمایا، "قریش کے اشراف میں سے کون لوگ موجود ہیں؟" اُنہوں نے: "عتبہ، شعبہ، حارث بن عمرو، ابوالبختری، حاکم بن حذام، ابوجہل، اُمیہ بن خلف۔۔۔" کے نام گنوائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کی جانب گھوم کر ارشاد فرمایا، "اہلِ مکہ نے اپنے جگر پارے تمہارے حوالے کر دیئے ہیں۔" بعد میں اُن دو اشخاص سے پوچھا، "کیا آتے ہوئے اُن میں سے کوئی واپس لوٹا؟" اس کے جواب میں اُنہوں نے کہا، "ہاں، بنی زہرہ سے اخنث بن ابی شریک واپس لوٹ گیا۔" آپؐ نے فرمایا، "اُس نے، سیدھے رستے پر نہ ہونے کے باوجود؛ آخرت، اللہ تعالیٰ اور کتاب نہ جاننے کے باوجود؛ بنی زہرہ کو صحیح راہ دکھادی۔۔۔ کیا اُن کے

مشرف ہوا (رضی اللہ عنہم)۔

لشکرِ اسلام، صفرا کی وادی میں پہنچا تو خبر ملی کہ اہلِ مکہ ایک لشکر ترتیب دے کر اپنے قافلے کو بچانے کے لئے بدر کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابِ کرامؓ کو بلا کر ان حالات پر مشورہ کیا۔ کیونکہ مدینہ کے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر عقبہ کی بیعت کرتے ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ ہمارے شہر تشریف لے آئیں۔ ہم، دشمنوں کے مقابلے میں اپنی جانوں سے بڑھ کر آپؐ کی حفاظت کریں گے اور آپؐ کے تابع رہیں گے۔'' کہا تھا اور وعدہ کیا تھا۔ اس وقت وہ سب مدینہ سے باہر آچکے تھے۔ مقابلے میں تعداد، اسلحہ اور مال کے اعتبار سے کئی گنا بڑا دشمن کا لشکر موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحابِ کرامؓ سے رائے پوچھی تو مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر الفاروقؓ نے علیحدہ علیحدہ اُٹھ کر، دشمن کے لشکر کے ساتھ ٹکر لینے کی ضرورت پر زور دیا۔ مہاجرین میں سے ہی حضرت مقدادؓ بن اسود اُٹھے اور یوں گویا ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے آپؐ اُس کی تعمیل فرمائیں۔ اُس کے فرمان کے مطابق قدم اُٹھائیں۔ ہم ہر پل آپؐ کے ساتھ ہیں، کبھی کسی وقت بھی آپؐ سے جدا نہ ہونگے۔ ہم آپؐ کو ویسی بات نہ کہیں گے جیسی بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی کہ، **''یا موسیٰؑ! ہم ہرگز نہ داخل ہونگے اس (ملک) میں کبھی، جب تک موجود ہیں وہ لوگ وہاں، سو جاؤ تم اور تمہارا رب اور جنگ کروتم دونوں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔۔۔**(۱۵۹)'' ہم اپنی جانیں اور اپنے سر اللہ تعالیٰ کے اور اُس کے رسول اللہ ﷺ کے راستے پر فدا کر دیں گے۔ ہم قسم کھاتے ہیں اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپ کو حق پیغمبر بنا کر بھیجا، اگر آپؐ ہمیں سمندر پار حبشہ بھی بھیج دیں تو چلے جائیں گے۔ ہم آپؐ سے ذرا بھی اختلاف نہ کریں گے۔ آپؐ کی ہر آرزو پوری کرنے کو تیار ہیں۔ میرے ماں باپ، میری جان آپؐ پر فدا ہو یا رسول اللہ ﷺ!۔۔''

حضرت مقدادؓ کے اس خطاب نے رسول اللہ ﷺ کو بہت ممنون کیا۔ اُن کے لئے خیر کی دُعا فرمائی(۱۶۰)۔

یہاں مدینہ کے مسلمانوں کی رائے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ کیونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے اور اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں حفاظت کا وعدہ کیا تھا۔ مدینہ کے باہر جنگ کرنے کے لئے اُنہوں نے کوئی عہد نہ کیا تھا۔ آپؐ کی اس سوچ کو سمجھ کر انصار میں سے حضرت سعدؓ بن معاذ کھڑے ہوئے اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت ہو تو میں انصار کی جانب سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔'' اجازت پانے کے بعد یوں خطاب فرمایا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپؐ پر ایمان لائے، آپؐ کی پیغمبری کی تصدیق کی۔ جو آپؐ لائے وہ حق ہے، سچ ہے۔ اس خصوص پر، آپؐ کی بات سننے اور اطاعت کرنے کے لئے آپؐ کے ساتھ پکا عہد کیا اور اس پر قسم کھائی۔ ہم، اپنے اُس عہد سے کبھی نہ منہ موڑیں گے اور آپؐ جہاں بھی تشریف لے جائیں ہم آپؐ کے حکم کے تابع ہیں۔ ہم اپنی جانوں اور اپنے سروں کو آپؐ کی راہ میں فدا کر دیں گے۔ میں قسم کھاتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپ کو حق پیغمبر بنا کر بھیجا کہ اگر آپؐ سمندر میں کود یں تو آپؐ کے پیچھے ہم بھی کود جائیں گے۔ ہم میں سے کوئی بھی یہ قدم اُٹھانے میں پیچھے نہ رہے گا۔ آپؐ کی مبارک سوچ میں جو بھی آئے بس حکم کیجئے ہم کر گزریں گے۔ ہمارا مال بھی ہماری جانوں کے ساتھ ہی فدا ہو جائے۔ دشمن کی جانب سے منہ موڑ کر واپس نہ جائیں گے۔ ہم جنگ میں صابر ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کو خوش کر کے آپؐ کی رضا

---

(۱۵۹) سورۃ المائدہ، ۲۴ / ۵

(۱۶۰) ابن سعد، الطبقات، ۱۱، ۱۴

لوگ واپس لوٹ آؤ!۔۔۔'' کہلا بھیجا۔ اس کے علاوہ: ''مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے کی نیت سے مدینہ جانے سے گریز کرو'' کہہ کر نصیحت کی۔

قیس یہ خبر لے کر مشرکین کے لشکر کے پاس پہنچا تو ابوجہل نے کہا، ''میں قسم کھاتا ہوں کہ بدر پہنچ کر تین دن اور تین راتیں جشن منائیں گے، اونٹ ذبح کریں گے اور شراب پئیں گے۔ اطراف کے قبائل ہمیں دیکھ کر ہماری حالت پر رشک کریں گے اور جان لیں گے کہ ہم کسی کا خوف نہیں رکھتے۔ اس کے بعد ہماری ہیبت سے، کوئی ہم پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کر پائے گا۔ اے قریش کے ناقابلِ شکست لشکر! قدم بڑھاؤ۔۔۔''

قیس نے جب دیکھا کہ ابوجہل کوئی بات سننے کو تیار نہیں، واپس لوٹ کر سب کچھ ابوسفیان کو بیان کر دیا۔ ابوسفیان جو بہت دوراندیش اور باتدبیر انسان تھا: ''افسوس! قریش کے ساتھ برا ہوا!۔۔۔ یہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) کا منصوبہ تھا۔ اُس نے یہ کام مضر ورخود کو لوگوں میں نمایاں بننے کی آرزو میں کیا ہے۔ جبکہ ایسی سرکشی، ہمیشہ بڑا نقصان اور بدشگونی ہی لایا کرتی ہے۔ اگر مسلمان، اُن کے سامنے آ گئے تو قریش کی حالت بڑی بری ہوگی!۔۔۔'' کہہ کر افسوس کا اظہار کرنے لگا۔ قافلے کو سرعت کے ساتھ مکہ پہنچا کر، خود لشکر کو جا پکڑا۔

اس دوران سرورِ کائنات ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ بدر کے قریب پہنچ رہے تھے۔ کچھ دیر کے لئے آپؐ نے مشرکینِ مدینہ میں سے خُبیب بن یساف اور قیس بن محارث کو لشکرِ اسلام میں دیکھا۔

خُبَیب کے سر پر خود کے باوجود آپؐ نے اُسے پہچان لیا اور حضرت سعدؓ بن معاذ سے: ''کیا یہ خُبَیب نہیں؟'' استفسار فرمایا۔ اُنہوں نے جواب دیا، ''ہاں! یا رسول اللہ ﷺ!'' خُبَیب جنگی صنعت کا ماہر، جوانمرد پہلوان تھا۔ قیس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا، ''تم لوگ ہمارے ساتھ کیوں آ رہے ہو؟'' جواباً اُنہوں نے کہا، ''آپؐ ہماری بہن کے بیٹے ہیں اور ہمسائے ہیں۔ ہم اپنی قوم کے ساتھ غنیمت اکٹھا کرنے کے لئے آئے ہیں!'' رسول اللہ ﷺ نے خُبَیب سے پوچھا، ''تم، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہو؟'' اس پر اُس نے نفی کا اظہار کرتے ہوئے: ''نہیں'' کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''ایسا ہے تو واپس لوٹ جاؤ! ہمارے دین سے تعلق نہ رکھنے والا، ہمارے ساتھ نہیں ہو سکتا۔''

خُبَیب نے کہا، ''میری جوانمردی، شجاعت اور دُشمن کے سینے پر زخم لگانے کے متعلق ہر کوئی جانتا ہے۔ غنیمت کے لئے آپؐ کے ساتھ مل کر، آپؐ کے دشمن کا مقابلہ کروں گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے اُس کی مدد قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

کچھ دیر بعد خُبَیب نے اپنی خواہش کو دوبارہ بیان کیا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اُس کو بتایا کہ اسلام قبول کئے بغیر اُس کی اِس آرزو کی تکمیل ناممکن ہے۔ روحہ کے مقام پر پہنچ کر خُبَیب پھر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں ایمان لاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب عالموں کا ربّ ہے اور آپؐ اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؐ ہیں۔'' یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ قیس، مدینہ واپس آ کر ایمان سے

گئے دو صحابیؓ بھی سُرعت کے ساتھ لوٹ آئے اور قافلے کے ایک دو دن میں بدر پہنچ جانے کی خبر دی۔ قافلے والوں نے؛ جب اُس گاؤں پہنچے جہاں سے اصحابِ کرامؓ نے قافلے کی خبر لی تھی، گاؤں والوں سے دریافت کیا، ''کیا مسلمانوں کے جاسوسوں کے متعلق تمہیں کچھ خبر ہے؟'' اُنہوں نے کہا، ''ہم کچھ نہیں جانتے۔ لیکن دو شخص آئے تھے، یہاں قریب ہی کچھ دیر بیٹھے، پھر اُٹھ کر چلے گئے۔''

ابوسفیان نے بتلائی گئی جگہ پر جا کر جائزہ لیا، زمین پر پڑا اونٹ کا گوبر پاؤں سے مسلا اور اس میں پائے جانے والے بھُس کو دیکھ کر بولا، ''یہ مدینے کا بھُس ہے، میرا خیال ہے کہ وہ دو آدمی محمدؐ کے جاسوس تھے۔'' قریب ہی مسلمانوں کی موجودگی کے احساس سے اُس پر خوف طاری ہو گیا۔ اُسے قافلے کی عاقبت کے متعلق اندیشے نے آ گھیرا۔ اُس نے دن رات سفر کر کے، وقت ضائع کئے بغیر بحیرہ قلزم کے ساحل کی جانب سے سرعت کے ساتھ مکہ پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ ضمضم بن عمرو غفاری نامی شخص کو خبر دینے کے لئے مکہ کی جانب روانہ کیا(۱۵۸)۔

اس شخص نے مکہ پہنچ کر اپنی قمیض کو آگے اور پیچھے سے پھاڑ لیا۔ اُونٹ پر پڑے ہودے کو اُلٹا رکھ دیا اور عجیب وغریب حالت میں؛ ''امداد! امداد!۔۔۔ اے قریش والو! جلد پہنچو!۔۔۔ تمہارے قافلے پر، تمہارے اُس مال پر جو ابوسفیان لا رہا تھا، محمدؐ اور اُس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا۔ اگر پہنچ سکو تو شاید اپنے قافلے کو بچا سکو!۔۔۔'' فریاد و فغاں کر کے چیخنے چلانے لگا۔

اُسے سُن کر اہلِ مکہ، درحال جمع ہو گئے اور تیار ہو گئے۔ سات سو اُونٹ، ایک سو گھڑ سوار اور ڈیڑھ سو پیادے جمع کر لئے۔ ابولہب سے کہنے لگے، ''چلو تم بھی شامل ہو جاؤ!'' لیکن اُس نے خوف کی وجہ سے بیماری کا بہانہ بنا لیا۔ اپنی جگہ بدل کے طور پر عاص بن ہشام کو بھیج دیا۔ اُمیہ بن خلف نامی مشرک، جنگ کی تیاری میں نہایت سستی سے کام لے رہا تھا۔ کیونکہ وہ رسول اللہﷺ کو؛ ''**میرے اصحابؓ اُمیہ کو قتل کر دیں گے**'' کہتے سُن چکا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کیونکہ جانتا تھا کہ آپؐ کی بات کبھی غلط ثابت نہیں ہوتی۔ اس لئے ابوجہل کے متواتر اصرار پر، فربہ اندام اور بوڑھا ہونے کا بہانہ کرتا رہا۔ لیکن ابوجہل کے بزدلی کے طعنوں کو برداشت نہ کرتے ہوئے جانے پر مجبور ہو گیا۔

مشرکین کے لشکر کا بڑا حصہ زرہ بردار تھا۔ اُن کے ساتھ خوش آواز خواتین موجود تھیں۔ اپنے ساتھ شراب اور آلاتِ موسیقی تک لینا نہ بھولے تھے۔ اُنہیں پورا یقین تھا کہ ایسے بڑے لشکر کے ساتھ وہ تین سو تو کیا ایک ہزار لوگوں پر مشتمل لشکر پر بھی درحال غالبیت حاصل کر لیں گے۔ اُن میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو قبلِ سفر ابھی سے یہ حساب کرنے لگے کہ کتنے لوگوں کو قتل کرنا ہے اور کتنی غنیمت ہاتھ لگے گی۔ لیکن سب کا اصل مقصد اسلام کو ہمیشہ کے لئے اپنے راستے سے ہٹانا تھا۔ سرکش مشرکین کا یہ گروہ، دف کی تال پر حربیہ اشعار گاتی عورتوں کے ساتھ راستے پر نکلا۔

اس دوران ابوسفیان، بدر سے کافی دور جا کر مکہ کی جانب کافی راستہ طے کر چکا تھا۔ خطرے کے ٹل جانے کے بعد، قیس بن امری القیس نامی شخص کو قریش کی جانب بھیج کر؛ ''اے قریش کی جماعت! تم لوگ اپنے قافلے، اپنے لوگ اور اپنے مال کی حفاظت کے لئے مکہ سے نکلے تھے۔ ہم خطرے سے بچ نکلے ہیں۔ اب تم

(۱۵۸) ابن ھشام، السیرۃ، II، ۲۰۷؛ سہیلی، روض الانف، III، ۴۷

ورقہؓ آپؐ کے حضور میں حاضر ہوئی اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا!! اجازت دیجئے، میں آپؐ کے ساتھ آنا چاہتی ہوں۔ زخمیوں کے زخموں کی دیکھ بھال، بیماروں کی خدمت کروں گی۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرما دے!'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، **''تم اپنے گھر پر بیٹھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت کرو، بلا شبہ کہ اللہ تعالیٰ تم کو شہادت نصیب فرمائے گا۔''**

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے جب اُن بچوں کو واپس بھیجنا چاہا جو ہمارے ساتھ غزوہ میں شریک ہونا چاہتے تھے، میں نے دیکھا کہ میرا بھائی عمیرؓ خود کو چھپانے کی اور کسی کی نظر میں نہ آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس وقت وہ سولہ سال کا تھا۔ ''تمہیں کیا ہوا، ایسے کیوں چھپ رہے ہو؟'' میں نے کہا۔ ''میں ڈرتا ہوں کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھے کم عمر جان کر واپس نہ بھیج دیں! جبکہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ غزوہ میں شرکت کروں اور اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب فرمائے'' اُس نے جواب دیا۔ اس دوران لوگوں نے اُس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپؐ نے میرے بھائی کو؛ **''تم واپس لوٹ جاؤ''** حکم فرمایا۔ اُس وقت میرے بھائی نے رونا شروع کر دیا۔ دریائے رحمت، حبیب اکرم ﷺ سے اُس کے یہ آنسو نہ دیکھے گئے اور اجازت مرحمت فرما دی۔ جبکہ حال یہ تھا کہ میرا بھائی اپنی تلوار تک کو زیب تن نہ کر پا رہا تھا اور اس کی کمر پر تلوار باندھنے میں مَیں نے اُس کی مدد کی تھی(۱۵۶)۔''

آقائے دو عالم ﷺ کا علم حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت علیؓ اُٹھائے ہوئے تھے۔ اصحاب کرامؓ کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اُونٹ تھے۔ ان پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ، حضرت علیؓ، حضرت ابولبابہؓ اور حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد باری باری سوار ہو رہے تھے(۱۵۷)۔ لیکن سب چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پیادہ نہ رہیں اور اُنہیں متواتر اُونٹ پر سوار رکھنے کے متمنی تھے۔ ''ہماری جانیں آپؐ پر فدا، یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ اونٹ سے مت اتریں۔ آپؐ کی ذاتِ عالیہ کی بجائے ہم پیادہ پا رہنا پسند کرتے ہیں'' کہہ کر التجا کرتے رہے۔ لیکن سلطانِ کائنات نے خود کو اپنے اصحاب کرامؓ سے متفرق سمجھے بغیر؛ **''جیسے تم لوگ پیادہ پا چلنے میں مجھ سے زیادہ قوی نہیں، ویسے ہی اجر اور مکافات کے معاملے میں مَیں تم لوگوں سے مستغنی اور بلا حاجت نہیں ہوں''** ارشاد فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ ریگستان کی چلچلاتی دھوپ میں چل رہے تھے۔ مزید یہ کہ سب روزے سے تھے۔ اصحاب کرامؓ اسلامیت کو پھیلانے کے لئے ہر طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں عشق و شوق کی کیفیت میں آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی رضا تھی۔ اُن کی سب سے بڑی آرزو شہادت اور جنت تھی۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کرامؓ کی یہ حالت دیکھ کر: **''یا الٰہی! وہ پیادہ پا ہیں، تو اُنہیں سواری عطا فرما! یا الٰہی! وہ کم کپڑوں میں ملبوس، ننگے ہیں، تو اُنہیں پہناوہ عطا فرما! یا الٰہی! وہ بھوکے ہیں، تو اُنہیں سیر فرما! وہ فقیر ہیں، تو اپنے فضلِ کریم سے اُنہیں غنی فرما!''** دُعا فرمائی۔

رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کا مبارک لشکر، اس شدید گرمی میں بدر کی جانب بڑھتے ہوئے، مشرکین کا شام سے آنے والا قافلہ بھی بدر کے قریب آن پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے قافلے کی خبر کے لئے بھیجے

---

(۱۵۶) ابن سعد، الطبقات، III، ۱۵۰؛ حاکم، المستدرک، III، ۲۰۸

(۱۵۷) ابن ہشام، السیرۃ، I، ۶۱۲؛ ابن کثیر، السیرۃ، II، ۳۸۸؛ الکلاعی، الاکتفاء، II، ۱۸

غزوۂ بدر

ترتیب شدہ سرایا میں اصحابِ کرامؓ کی کامیابیوں نے، کفار کو خوفزدہ کر کے رکھ دیا تھا۔
کاروان اب عساکر کی معیت میں قافلوں کی صورت میں سفر کرتے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال، مشرکینِ مکہ نے ہر گھر سے سرمایہ اکٹھا کیا، ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل ایک قافلہ شام کی جانب روانہ کیا۔ اس کی قیادت مکہ کے امراء میں سے ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی، جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے (۱۵۲)۔ قافلے کی حفاظت پر تقریباً چالیس محافظ تعین کئے گئے تھے۔ مال بیچ کر اُنہیں اس سرمایہ سے اسلحہ خریدنا درکار تھا جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں استعمال کیا جا سکے۔

تجارت کے مقصد سے مشرکین کے ایک بڑے قافلے کی شام کی جانب روانگی کی خبر سنتے ہی، رسول اللہ ﷺ نے حالات کی جانچ پڑتال کے لئے مہاجرین میں سے چند اصحابؓ کو وظیفے پر مقرر کیا۔ العشیرۃ نامی مقام پر پہنچ کر جب اُنہیں پتا لگا کہ قافلہ گزر چکا ہے تو وہ مدینہ لوٹ آئے۔ اگر اہلِ کفر کے ہاتھوں سے اسلحہ چھین لیا جائے تو یہ اُن کی قوت کا توڑ بھی ہوتا اور اہلِ اسلام کو نقصان سے بچانے کی تدبیر بھی۔ اس سبب سے ہمارے آقا و مولا سیّدنا محمد ﷺ نے حضرت طلحہؓ بن عبداللہ اور حضرت سعدؓ بن زید کو قافلے کی واپسی کے متعلق معلومات لینے کو بھیجا (۱۵۳)۔

یہ موقع ہاتھ سے نکلنا نہیں چاہیئے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فوراً تیاری کی، مدینہ میں آپؐ کی جگہ نماز پڑھانے کے لئے حضرت عبداللہؓ ابنِ اُمّ مکتوم کو چھوڑا (۱۵۴)۔ مختلف فرائض سونپ کر چھ افراد کو اور ان کے علاوہ اپنی زوجہ محترمہؓ کی طبیعت کی ناسازی کی بنا پر حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین اور انصار پر مشتمل تین سو پانچ اصحابِ کرامؓ کو لے کر، ماہِ رمضان کی بارہ تاریخ کو بدر کے مقام کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ میں وظیفہ پر فائز کئے گئے افراد کے ساتھ یہ رقم ۳۱۳ بنتی ہے۔
بدر: مکہ، مدینہ اور شام کو جانے والے راستوں کے ملاپ کی جگہ تھی (۱۵۵)۔

اس سفر پر نکلنے کے لئے نوعمر لڑکے، حتیٰ عورتیں تک رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرتی رہیں۔ اُمّ

---

(۱۵۲) واقدی، المغازی، ۱، ۲۷ (۱۵۳) ابن سعد، الطبقات، II، ۱۱ (۱۵۴) ابن سعد، الطبقات، III، ۲۱۶، ۳۸۲
(۱۵۵) احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۲۸؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، VI، ۶۸

قبلے کی طرف جسے تم پسند کرتے ہو، سو (اے ایمان والو!) پھیر لو تم اپنا رُخ طرف مسجدِ حرام کے اور جہاں بھی ہوا کرو، تم پھیر لیا کرو اپنے رُخ (نماز میں) اسی کی جانب۔ اور بے شک وہ لوگ جنہیں دی گئی کتاب الٰہی خوب جانتے ہیں کہ یہی (قبلہ) حق ہے اُن کے رب کی طرف سے۔ اور نہیں ہے اللہ بے خبر اُن کاموں سے جو یہ کر رہے ہیں۔''

اس آیتِ کریمہ کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے۔ نصف نماز ادا کی جا چکی تھی۔ وحی کے نزول کے ساتھ ہی آپؐ نے اپنا رُخ کعبہ معظمہ کی جانب موڑ لیا۔ اصحابِ کرامؓ نے بھی آپؐ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے رُخ اُس طرف موڑ لئے۔ اس مسجد کو مسجدِ قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد کا نام دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قبا جا کر پہلی تعمیر کردہ مسجد کی محراب کو اپنے ہاتھوں نئے سرے سے تعمیر فرمایا اور مسجد کی دیواروں کو تبدیل کر دیا (۱۵۱)۔

نعت کہنا اور تیری ذاتِ کمال کا بیاں، یہ بے بس کیونکر کر پائے گا، یا رسول اللہ!
لوحِ ناکافی قلم بھی مفلوج، عاشق تیرا کیسے یہ وظیفہ ادا کر پائے گا، یا رسول اللہ!

معافی کا طلبگار رہوں مولا سے، گر کر گزروں مدح میں تری مثل حمد باری تعالیٰ
رکھتا ہوں یقین کہ اس باب میں، جرم و عصیان نہ دیکھا جائے گا، یا رسول اللہ!

مٹی خراب کیسی ہے میری، گر سیراب نہ ہو پاؤں، دریائے عنایت سے تیرے
حبابِ گنبدِ چرخ ہیچ، سامنے گر دریائے عنائت کے ترے آئے گا، یا رسول اللہ!

زخمِ دل جس کا جل نہ اُٹھے گر مانندِ شفق تو، جل کر آتشِ عشق میں تیری
قسم ہے خدا کی، غنچۂ آرزو اُسکا ہرگز نہ کھل پائے گا، یا رسول اللہ!

تیری دہلیز کی مٹی کی تاب و چمک نے چمکایا ہے دل میرا مثلِ آب
اب پنجۂ خورشید کی ضیاء میں ہرگز نہ یہ جل پائے گا، یا رسول اللہ!

اُمید ہے، غالبؔ کہ ہے جو تیری اولاد سے اور غلامانِ علیؓ سے
گروہانِ گمراہاں و اہلِ خسراں میں نہ مل پائے گا، یا رسول اللہ!

شیخ غالبؔ

(۱۵۱) ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۵۴۹؛ سہیلی، روض الانف، ا، ۴۰۹

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ جب تم اس مکتوب کو پڑھ لو تو تم مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کی وادی میں اترنے تک ، اللہ تعالیٰ نام اور برکت کے ساتھ چلتے چلے جاؤ گے ۔ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کے لئے زبردستی نہ کرنا ! نخلہ کی وادی کے قریشیوں اور اُن کے کاروانوں پر نظر رکھنا اور اُن کی جانچ پڑتال کرنا ۔ اُنکے متعلق ہمیں خبریں پہنچاتے رہنا'' تحریر تھا ۔

امیر المومنین حضرت عبد اللہؓ بن جحش نے ،مکتوب پڑھا اور ؛'' ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ میں نے سنا اور اُس کی اطاعت کی ۔ میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیغمبرﷺ کی حکم کی تعمیل کروں گا ۔'' کہتے ہوئے مکتوب کو چوما ، سر پر رکھ لیا ۔ پھر اپنے دوستوں کی جانب مخاطب ہوتے ہوئے کہا ،'' تم میں سے جو شہید ہونے کی خواہش رکھتا ہو وہ میرے ساتھ آئے ۔ جو نہ آنا چاہے واپس جا سکتا ہے ۔ تم میں سے کسی کو مجبور نہ کروں گا ۔ تم لوگ نہ آؤ گے تو میں تنہا ، رسول اللہﷺ کے حکم کی تکمیل کروں گا ۔ سب دوستوں نے ایک ساتھ جواب دیا ،'' ہم نے رسول اللہﷺ کے حکم کو سنا ۔ ہم اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ ﷺ اور تمہاری اطاعت کرتے ہیں ۔ جہاں چاہو ، اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو ۔''

یہ چھوٹا سا لشکر جس میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے ، حجاز کی جانب چل نکلا اور نخلہ کے مقام پر آن پہنچا ۔ ایک جگہ پر چھپ کر وہاں سے گزرتے قریش والوں پر نظر رکھنا شروع کر دی ۔ اس دوران قریش کا ایک قافلہ گزرا ۔ اُونٹ پر مال لدا ہوا تھا ۔ مجاہدین نے قافلے کے قریب آ کر اُنہیں اسلام کی دعوت دی ۔ اُن کے انکار پر لڑائی شروع کر دی ۔ اُن میں سے ایک کو قتل کر کے دو کو اسیر بنا لیا ، اُن میں سے ایک گھوڑے پر سوار ہونے کی وجہ سے ہاتھ سے نکل گیا ۔ کفار کا سارا مال مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ۔ حضرت عبد اللہؓ بن جحش نے اس غنیمت کے مال کا پانچواں حصہ رسول اللہﷺ کے لئے علیحدہ کر دیا ۔ یہ مسلمانوں کے ہاتھ لگی پہلی غنیمت تھی(۱۵۰) ۔

مسجدِ قبلتین

ہمارے پیارے پیغمبرﷺ کو مدینہ ہجرت کئے سترہ ماہ گزر چکے تھے ۔ ابھی تک قُدس شہر میں موجود بیت المقدس کی جانب رُخ کر کے نماز ادا فرماتے تھے ۔ اس دوران یہود ؛'' کیسی عجیب بات ہے ! اس کا دین ہمارے سے مختلف ہے لیکن قبلہ مشترک !'' کہہ کر باتیں بناتے ۔ اُن کی یہ باتیں رسول اللہﷺ تک پہنچیں ۔ آپؐ کے مبارک دل کو بڑی ٹھیس پہنچی ۔ ایک روز جبرائیلؑ کی آمد پر آپؐ نے فرمایا ،'' اے جبرائیلؑ ! میں آرزو کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو یہود کے قبلے سے کعبہ کی جانب پھیر دے ۔'' جبرائیلؑ نے جواب دیا ،'' میں تو بس حکم کا تابع ہوں ، آپؐ اپنی آرزو کے لئے اللہ تعالیٰ سے نیاز مند ہوں !'' اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی ۱۴۴ ویں آیت کریمہ نازل ہوئی :'' (اے میرے حبیب !) بیشک دیکھ رہے ہیں ہم (وحی کے نزول کے لئے) بار بار اُٹھنا تمہارے چہرے کا آسمان کی طرف سو پھیرے دیتے ہیں ہم تمہیں اُسی

(۱۵۰) ابن ھشام ، السیرۃ ، ا ، ۶۰۱ ؛ واقدی ، المغازی ، ا ، ۱۳ ؛ الکلاعی ، الاکتفاء ، اا ، ۱۰-۹ ؛ شمس الدین شامی ، سبل الھدیٰ ، ص ، ۷۱ ، ۱۶

نے ، مسلمانوں کو تھوڑی تعداد میں اور مشرکین کو بڑی تعداد میں دیکھ کر یہ سوچا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی ۔ مسلمانوں کی حکومت کی ابدی بقا کی امید کے ساتھ دخل اندازی کرتے ہوئے طرفین کو جنگ سے روک دیا ۔ حضرت حمزہؓ اور دیگر اصحابؓ مدینہ لوٹ آئے ۔ مجدی کی حرکت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے بیان کرنے پر ، آپؐ نے ممنونیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ، ''**مبارک شخص نے اچھا اور صحیح کام کیا ہے** (۱۴۷) ۔''

اس کے بعد سرایا کا سلسلہ تعطل کے بغیر جاری رہا ۔ حضرت عبیدہؓ بن حارث کی کمان میں ساٹھ یا اسی کے قریب مجاہدین دے کر اُنہیں رابغ کی جانب روانہ کیا گیا ۔ مسلمانوں سے خائف مشرکین نے اپنی سلامتی فرار ہو جانے میں جانی (۱۴۸) ۔

سیّد عالم ﷺ نے ایک دن ، قریش کے مشرکین پر نظر رکھنے کے لئے نخلہ میں ایک سریہ ترتیب دینا چاہا ۔ بھیجے جانے والے عساکر کو ، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کی کمان میں دینا چاہا ۔ ابوعبیدہؓ بن جراح یہ حکم لیتے ہی ، رسول اللہ ﷺ سے دوری کے احساس سے رونے لگے ۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی جگہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کو امیر مقرر فرما دیا (۱۴۹) ۔

حضرت عبداللہؓ بن جحش اسلام کے ساتھ بڑے جوش وخروش کے ساتھ وابستہ ذات تھے ۔ جب اسلام قبول کیا تو کفار کے آپؓ پر بے انتہا مظالم کے باوجود اپنی قوتِ ایمانی سے اُن کا مقابلہ کیا ، ایذائیں اور درد بڑی متانت کے ساتھ برداشت کرتے رہے ۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کے متعلق ، اصحابِ کرامؓ سے فرمایا ، ''**۔ ۔ ۔ وہ تم میں بھوک اور پیاس کو سب سے زیادہ برداشت کرنے والا ہے ۔**'' رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے شہداء کے لئے دیئے گئے مژدے سُن کر حضرت عبداللہؓ بن جحش شہادت کی بڑی آرزو رکھتے تھے ۔ جنگوں میں سب سے آگے لڑنے والے شجیع تھے ۔

حضرت عبداللہؓ بن جحش بیان کرتے ہیں : ''اُس دن رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد مجھے اپنے پاس بلایا ۔ ''**صبح جلد ہی میرے پاس آ جانا ۔ تمہارا اسلحہ بھی ساتھ ہو ۔ میں تمہیں کہیں بھیجوں گا**'' کہہ کر تنبیہہ فرمائی ۔

صبح ہوتے ہی میں مسجد پہنچ گیا ۔ میں اپنی تلوار ، کمان ، تیر اور ترکش سجائے ہوئے تھا ، ڈھال بھی میرے ساتھ ہی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھا کر اپنے خانہ سعادت لوٹ آئے ۔ میں پہلے سے آ کر دروازے پر کھڑا انتظار کر رہا تھا ۔ میرے ساتھ جانے والے چند مہاجرین کو بھی وہاں منتظر کھڑے پایا ۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم ارشاد فرمایا ، ''**میں تمہیں اِن پر کماندار تعین کرتا ہوں**'' اور پھر ایک مکتوب دیتے ہوئے فرمایا ، ''**جاؤ ! دو رات کی مسافت طے کرنے کے بعد مکتوب کو کھولنا ۔ اُس میں جو حکم دیا گیا ہو اُس کے مطابق عمل کرنا ۔**'' میں نے دریافت کیا ، ''یارسول اللہ ﷺ ! کس طرف کو جاؤں ؟'' آپؐ نے ارشاد فرمایا ، ''**نجد یہ کا راستہ پکڑو ۔ رکیہ پر کنویں کی جانب رُخ کر لو !**''

حضرت عبداللہؓ بن جحش ، نخلہ کے سفر پر نکلے تو آپ کو سب سے پہلی بار امیر المومنین کا خطاب دیا گیا ۔ اسلام میں سب سے پہلے یہ خطاب پانے والی امیر آپؓ ہوئے ۔ آٹھ یا بارہ افراد کے گروہ کے ساتھ دو دن کے سفر کے بعد آپؓ ملل کے مقام پر پہنچے اور مکتوب کھولا ۔ خط میں :

---

(۱۴۷) واقدی ، المغازی ، ۱ ، ۹ ؛ الکلاعی الاکتفاء ، ۱۱ ، ۲ ؛ شمس الدین شامی ، سبل الھدیٰ ، ص ، ۷۱ ، ۱۱

(۱۴۸) واقدی ، المغازی ، ۱ ، ۱۰ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، ۱۱ ، ۷ ؛ الکلاعی ، الاکتفاء ، ۱۱ ، ۱۰-۹

(۱۴۹) ابن ھشام ، السیرۃ ، ۱ ، ۲۰۱ ؛ واقدی ، المغازی ، ۱ ، ۲ ؛ طبری ، تاریخ ، ۱۱ ، ۳۱۰ ؛ الکلاعی ، الاکتفاء ، ۱۱ ، ۱۰-۹

جبکہ رسول اللہ ﷺ اس راہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کر رہے تھے، جو حکم کیا جاتا اُسی کے مطابق حرکت فرماتے تھے۔ اب وقت آ گیا تھا۔ جبرائیلؑ کی لائی وحی میں یوں حکم دیا گیا: ''اور لڑو اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی نہ کرو (تم سے جنگ نہ کرنے والوں کو کچھ نہ کہو۔ جنگ کی صورت میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو، شکنجہ آزمائی مت کرو) بیشک اللہ پسند نہیں کرتا زیادتی کرنے والوں کو۔ اور قتل کرو اُنہیں (بحالتِ جنگ کافروں کو) جہاں بھی پاؤ تم اُنہیں اور نکال دو تم اُنہیں جہاں سے نکالا ہو اُنہوں نے تم کو اور فتنہ زیادہ برا ہے قتل سے اور نہ لڑو تم اُن سے مسجدِ حرام کے قریب جب تک کہ (نہ) لڑیں وہ تم سے وہاں، پھر اگر لڑیں وہ تم سے (وہاں) تو قتل کرو تم اُن کو، یہی ہے سزا ایسے کافروں کی۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو (تم بھی چھوڑ دو، کیونکہ) بیشک اللہ معاف فرمانے والا، ہر حالت میں رحم کرنے والا ہے (۱۴۵)۔''

کچھ مدت بعد نازل کی گئی آیت کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا: ''اور جنگ کرو اُن (مشرکین) سے حتیٰ کہ نہ باقی رہے فتنہ اور ہو جائے دین صرف اللہ (تعالیٰ کی عبادت) کے لئے۔ پھر اگر باز آ جائیں وہ تو نہیں (روا رکھو کوئی) زیادتی مگر ظالموں پر (۱۴۶)۔''

اوّلین سرایا

فخرِ کائنات ﷺ نے مدینے کا امن قائم کرنے، دشمنوں کو قابو میں رکھنے کے لئے چند سریہ یعنی چھوٹے عسکری گروہ ترتیب دیئے۔ ان سرایا میں شمولیت کرنے والوں کی تعداد پانچ سے چار سو افراد تک ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی بنفسِ نفیس شمولیت اور کمانداری کا شرف پانے والی جنگوں کو غزوہ کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں، دشمن کے ناگہانی حملے کی روک تھام کے لئے تدبیر کے طور پر باری سے محافظ پہرے داری کا انتظام کر رکھا تھا۔

مشرکین کو تجاری اور اقتصادی طور پر کمزور کر کے سیدھے راستے پر لانا لازم تھا۔ اس لئے ملک شام کی تجارت کے راستوں کو بند کرنا ضروری تھا۔ اس دوران خبر ملی کہ مشرکین کا ایک کاروان مدینہ کے قریب سے گزر رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے درحال سفر کی تیاری کا حکم صادر فرمایا اور تیس سواروں کو حضرت حمزہؓ کی کمانداری میں دیا۔ آپؐ کو، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے، ماتحت لوگوں سے اچھا سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی۔ پھر: ''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر معرکے کے لئے نکلو! اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والوں سے ٹکر لو۔۔۔'' کہہ کر نکلنے کی اجازت دی۔ حضرت حمزہؓ کو سفید علم سونپ کر رخصت کیا۔

حضرت حمزہؓ، ماتحت سواروں کے ساتھ مشرکین کے کاروان کی جانب روانہ ہوئے جو تین سو سواروں کی حفاظت میں بڑھ رہا تھا۔ کاروان کا شام سے مکہ جاتے ہوئے **سیف البحر** کے مقام پر مجاہدین سے سامنا ہو گیا۔ عالی شان اصحابِ کرامؓ درحال جنگی ترتیب میں آ کر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس دوران وہاں موجود مجدی بن عمرو الجہنی نے دخل اندازی کی۔ مجدی بن عمرو الجہنی دونوں طرف کا متفق تھا۔ اُس

(۱۴۵) سورۃ البقرۃ، ۱۹۰-۱۹۲ / ۲

(۱۴۶) سورۃ البقرۃ، ۱۹۳ / ۲

خفیہ طور پر نفاق کے تخم بونے میں اور فتنہ پروری میں مصروف تھے ۔ وہ اس معاملے میں اسقدر آگے بڑھے کہ فخرِ عالم ﷺ کی کہی باتوں کو اُلٹا کر بیان کرنے اور تبدیل کرنے کی کوشش کی ۔

یہودنے ؛ جو اپنی دشمنی کو اپنے اندر چھپائے بیٹھے تھے ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدے پر دستخط کردیئے تھے ۔ وہ گروہوں کی شکل میں آپؐ کے پاس آتے اور اپنے تئیں مشکل سے مشکل سوالات کرتے ۔ جوابات سے آپؐ کے سچے پیغمبر ہونے کو خوب جان چکے تھے ۔ لیکن عناد اور حسد نے اُنہیں ایمان لانے سے روکے رکھا ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ،'' یہودی علماء میں سے دس لوگ مجھ پر ایمان لے آتے تو تمام یہود ایمان لے آتے ۔'' اپنے حبیب پاک ﷺ کو یوں محزون پاکر ، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرماکر آپؐ کو تسلی دی ۔'' اے (میرے پیارے) رسولؐ ! نہ غمگین کریں تم کو وہ لوگ جو تیز گامی دکھاتے ہیں کفر کی راہ میں ، ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں کہ ہم (منافقین) ایمان لائے محض اپنے منہ سے ، جبکہ نہیں ایمان لائے اُن کے دل اور ان لوگوں میں سے بھی جو یہودی ہیں کان لگانے والے ہیں جھوٹ پر اور سُن گن لیتے ہیں دوسرے (خیبر کے یہودی) لوگوں کے لئے جونہیں آئے تمہارے پاس ، تحریف کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے) کلمات میں ان کو اصل مقام سے ہٹاکر ، کہتے ہیں اگر دیا جائے تم کو حکم (فتویٰ) تو قبول کرلو اور اگر نہ دیا جائے یہ حکم تو بچتے رہنا اور جسے چاہے اللہ ہی فتنے میں ڈالنا تو نہیں کرسکتے تم اُس کی مدد اللہ کے مقابلے میں ذرا بھی ۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ نہیں چاہا اللہ نے کہ پاک کرے اُن کے دلوں کو ، اُن کے لئے ہے دُنیا میں ذلت اور اُن کے لئے ہے آخرت میں عذاب عظیم (۱۴۳) ۔''

معاہدے کی وجہ سے بعض اصحاب کرامؓ نے ہمسایہ یہودیوں سے دوستی کرلی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں منع کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا :'' اے ایمان والو! مت بناؤ رازدار (کسی کو) اپنوں کے سوا ، نہیں اُٹھا رکھیں گے وہ کوئی کسر تمہیں نقصان پہنچانے میں ، محبوب رکھتے ہیں وہ ہر اُس بات کو جو مصیبت میں مبتلا کرے تمہیں ، پُھوٹا پڑتا ہے بغض وعناد اُن کے منہ سے ، اور جو چھپائے ہوئے ہیں اُن کے سینے ، وہ تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے ، بے شک کھول کھول کر بیان کردی ہیں ہم نے تمہارے لئے نشانیاں اگر تم عقل رکھتے ہو (۱۴۴) ۔''

مشرکین مکہ ؛ مشرکین مدینہ ، منافقین ، یہود اور مدینہ کے اطراف میں مقیم قبائل کو متواتر مسلمانوں کی مخالفت کرنے کے لئے مشتعل کررہے تھے بصورت دیگر اُن کے خلاف پیش قدمی کی تحدیدوارانہ دھمکیاں دے رہے تھے ۔ اسلام کے نور کو درحال بجھادینے ، رسول اللہ ﷺ کے مبارک وجود کو راہ سے ہٹانے کے راستے ڈھونڈتے پھرتے تھے ۔

منافقین اور مشرکین کی ایسی حرکات کے مقابلے میں ، رسول اللہ ﷺ صلح کی راہ اپنائے ہوئے تھے ۔ بعض اصحاب کرامؓ اب دشمنوں کے مقابلے اُٹھ کھڑے ہونے پر یقین رکھتے تھے اور ؛'' یا ربیؐ ! ہمارے لئے ، تیرے راستے پر چل کر ، ان مشرکین کے ساتھ مجادلہ کرنے سے بڑھ کر کچھ نہیں ۔ یہ قریش کے مشرکین کہ جنہوں نے تیرے حبیبؐ کی رسالت کا انکار کیا اور اُسے مکہ سے نکلنے پر مجبور کردیا ۔ یاالٰہی ! امید کرتے ہیں کہ تُو ہمیں اُن کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا ! ۔ ۔ ۔'' کہہ کر دُعائیں کیا کرتے تھے ۔

---

(۱۴۳) سورۃ المائدہ ، ۴۱ / ۵

(۱۴۴) سورۃ آل عمران ، ۱۱۸ / ۳

کے ساتھ پچپن نکات پر مبنی ایک معاہدہ طے کیا، اس معاہدے کے کچھ نکات یوں ہیں:

۱۔ یہ معاہدہ، رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مکی اور مدنی مسلمانوں کے ساتھ، وہ جنھوں نے اُن کی اتباع کی یا وہ جو بعد میں اُن سے آن ملیں گے، اور اُن کے ساتھ مل کر لڑنے والوں کے مابین تحریر کردہ دستاویز ہے۔

۲۔ بلاشبہ کہ، یہ لوگ دیگر انسانوں سے علیحدہ ایک جماعت ہیں۔

۳۔ ہر قبیلہ، اپنے اسیروں کی آزادی کے لئے سرمایہء حریت (مسلمانوں کی عدالت کے مطابق) مشترکہ طور پر ادا کریں گے۔

۴۔ مسلمان، اپنے اندر شر پیدا کرنے والے لوگوں کو، چاہے وہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو، مخالف دھڑے میں شمار کریں گے۔

۵۔ وہ یہودی جو مسلمانوں کے تابع ہو جائیں، اُن پر کسی قسم کا ظلم روا نہ رکھا جائے گا بلکہ اُن کی مدد کی جائے گی۔

۶۔ یہودی، مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک گروہ تشکیل دیں گے، ہر کوئی اپنے دینی فرائض پورا کرنے میں آزادی کا حامل ہوگا۔

۷۔ یہودیوں میں سے کوئی شخص، رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی عسکری سفر پر نہ نکلے گا۔

۸۔ کوئی شخص، کسی ایسے شخص سے برا پیش نہ آئے گا جس کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہو، ظلم کا شکار ہونے والی کی مدد کی جائے گی۔

۹۔ مدینہ کی وادی، یہ معاہدہ کرنے والوں کے لئے امن و حرمت کی جگہ شمار کی جائے گی۔

۱۰۔ مشرکین مکہ اور اُن کے مددگار اشخاص کی کسی صورت بھی حمایت نہ کی جائے گی۔

۱۱۔ مدینہ پر حملہ آور قوتوں کے مقابل مسلمان اور یہود ایک دوسرے کی معاونت کریں گے۔

اس معاہدے کے ساتھ (بظاہر) ایسا لگتا تھا جیسے یہود مسلمانوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے، اُن کے ساتھ کینہ پروری سے گریز اور دشمنی سے باز رہیں گے۔

اے میرے حبیب! آپؐ محزون مت ہوں

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے، مدینہ میں قبیلہ خزرج کا سردار عبداللہ بن اُبیّ، مدینہ کا حکمدار مقرر کیا جانے والا تھا۔ بیعت عقبہ اور اس کے بعد ہجرت کے وقوع پذیر ہونے سے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس بنا پر عبداللہ بن اُبیّ کے حکمدار بننے کا مسئلہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اس سبب سے عبداللہ بن اُبیّ، اوّلاً رسول اللہ ﷺ کو اور مہاجرین مکہ کو، اُن کے بعد مدنی اصحاب کرام کو دشمن جانتا تھا، لیکن کھلم کھلا دشمنی ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ اپنی طرح کے کچھ لوگوں کے ساتھ اُس نے منافقین کا ایک گروہ تشکیل دیا۔ یہ لوگ مسلمانوں سے ملتے اور خود کو مسلمان ظاہر کرتے لیکن اُن کی پیٹھ پیچھے مذاق اُڑاتے تھے۔

نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا، ''تمہاری پہلی شہادت ہمارے لئے کافی ہے، دوسری کوئی معنٰی نہیں رکھتی۔'' اس کے فوراً بعد میں گھر لوٹا۔ اپنے عیال اور اقرباء کو اسلامیت کی دعوت دی۔ سب نے اسلام قبول کر لیا، اس میں میری پھوپھی بھی شامل تھی (۱۴۱)۔

میرا ایمان لے آنے سے یہودی بڑے تاؤ میں تھے۔ اس لئے اُنہوں نے مجھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حتٰی یہودیوں کے بعض علماء نے؛ ''عربوں میں پیغمبر نہیں آ سکتا، تمہارا آدمی ایک حکمدار ہے'' کہہ کر مجھے اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کی، لیکن موافق نہ ہو پائے۔''

آپؐ کے ساتھ؛ ثعلبہؓ بن سعیہ، اُسیدؓ بن سعیہ، اسدؓ بن عبید اور بعض یہودی بڑی صمیمیت کے ساتھ مسلمان ہو گئے۔ لیکن بعض یہودی علماء؛ ''محمدؐ پر صرف ہمارے وہ لوگ ایمان لائے ہیں جو سراپا شر تھے۔ اگر وہ خیر والے ہوتے تو اپنے آباء کا دین کبھی نہ ترک کرتے۔'' اس پر اللہ تعالٰی نے جواباً آیتِ کریمہ نازل فرمائی: ''**نہیں ہیں سب (اہلِ کتاب) ایک جیسے اہلِ کتاب میں، کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو قائم ہیں (راہِ راست پر) تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیات کی رات کی گھڑیوں میں اور وہ سربسجود رہتے ہیں**(۱۴۲)۔''

ہجرت کے پہلے سال پیش آنے والے دیگر بعض واقعات

ہجرت کے پہلے سال انصار میں سے حضرت اسعدؓ بن زرارۃ، حضرت برؓاءؓ بن معرور، کلثومؓ بن خدم، مہاجرین میں سے عثمان بن معزون وفات پا گئے۔ کافروں کے ساتھ جنگ کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلال حبشیؓ مدینہ کی ہوا کی تاب نہ لا کر کپکپی کا شکار ہو گئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی، ''**یا ربیّ! ہمیں مدینے سے ایسی محبت نصیب فرما جیسی محبت تو نے مکہ کے لئے پیدا کی تھی اور یہاں ہمیں برکت اور رزق کی فراوانی نصیب فرما۔**'' جنابِ حق نے آپؐ کی دُعا قبول فرمائی، مہاجرین کے دلوں میں مدینہ سے محبت پیدا فرما دی۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی بنفسِ نفیس شمولیت کے ساتھ غزوہ الابواء (غزوہ وڈان) پیش آیا۔ ان کے بعد دوسرے سال کی شروعات میں غزوہ بواط، غزوہ بدر الاولی (غزوہ سفوان) اور غزوہ العشیرہ پیش آئے لیکن اِن غزوات میں جنگ نہیں لڑی گئی۔

تحریر کردہ پہلا معاہدہ

مشرکینِ مکہ آرام سے نہیں بیٹھ رہے تھے، جو کچھ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نہ کر پائے تھے، مدینہ میں کرنے کے درپے تھے۔ نہ صرف مشرکینِ مدینہ کو تحدیدوارانہ مکتوبات لکھے، مدینہ کے یہودیوں کو بھی تنبیہانہ مکتوبات اور خبریں بھیج رہے تھے۔ اُن کی یہ دھمکیاں یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے قریب لانے کا سبب بنیں۔

اس دوران یہودی، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے، ''ہم آپؐ کے ساتھ صلح کرنے آئے ہیں۔ ایک معاہدہ کر لیں تاکہ ہمیں ایک دوسرے سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اُن

---

(۱۴۱) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۴۰۰؛ سہیلی، روض الانف، ۱۱، ۳۷۳

(۱۴۲) سورۃ آل عمران، ۱۱۳ / ۳

رسول اللہ ﷺ وہاں جمع ہوئے انسانوں کو اسلامیت کی تعلیم دے رہے تھے، نصیحت فرما رہے تھے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ سے جو پہلی حدیث شریف میں نے سنی وہ یہ ہے:

''آپس میں سلام کو پھیلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی (قریبی رشتہ داروں سے اچھا تعلق پیدا) کرو، نماز پڑھو جب کہ لوگ نیند میں ڈوبے ہوں۔ اس طرح جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔''

سرورِ عالم ﷺ نے مجھے اپنے نورِ نبوّت سے پہچان کر: ''کیا تم مدینہ کے عالم ابنِ سلام ہو؟'' سوال کیا۔ میں نے جواب دیا، ''ہاں۔'' اس پر سیّدِ عالم ﷺ نے مجھ سے کہا، ''قریب آ'' اور یہ سوال کیا: ''اے عبداللہ! اللہ کے لئے بتا! کیا تم نے تورات میں میرے اوصاف کو پڑھ کر نہیں سمجھا؟'' میں نے بھی سوال کیا، ''اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں؟ مجھے بتائیں۔'' اس سوال کے سامنے آپؐ نے کچھ دیر انتظار فرمایا اور جبرائیلؑ سورۃ اخلاص کے ساتھ تشریف لے آئے: رسول اللہ ﷺ سے یہ سورت سُن کر میں نے؛ ''ہاں، یا رسول اللہ! آپؐ صحیح فرما رہے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں'' کہا اور یوں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا''

اس کے بعد میں نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! یہود، ایسے جھوٹ بولتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جائے اور بے بنیاد داستان اور افتراء گھڑ لینے والی ظالم قوم ہے۔ اگر آپؐ میرے شجرے اور میرے حالات کو اُن سے دریافت کرنے سے پہلے، وہ یہ جان جائیں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو یقیناً آپؐ کے سامنے میری بدخوئی کریں گے اور ایسی افتراؤں پر اتر آئیں گے جو کسی کی عقل میں بھی نہ آئی ہوں۔ اس لئے آپؐ میرے متعلق پہلے اُن سے دریافت کریں!'' اور میں گھر کی ایک جانب جا کر چھپ گیا۔ میرے بعد یہودیوں کے بڑے شرفاء کی ایک ٹولی اندر داخل ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے میرے متعلق استفسار فرمایا، ''تم میں سے **عبداللہ بن سلام، کیسا شخص ہے؟**'' یہودیوں نے جواباً کہا، ''وہ ہمارا سب سے بڑا عالم ہے اور ہمارے سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہے! ابنِ سلام ہم میں سب سے زیادہ خیر والا ہے اور ہم میں سب سے خیر والے کا بیٹا ہے!'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے مخاطب ہو کر سوال کیا، ''**اگر وہ مسلمان ہو گیا ہو تو تم مجھے کیا کہو گے؟**'' یہودیوں نے: ''اللہ اُسے ایسی شے سے بچائے!'' کہہ کر جواب دیا۔

اُسی پل میں اپنی چھپی جگہ سے نکل آیا اور: ''اے یہودیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! قبول کرو اُس کو جو تمہارے پاس آیا ہے۔ قسم کھاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی، تم بھی جانتے ہو کہ جو تورات تمہارے پاس ہے اس میں جس کا نام و صفات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یہ وہی اللہ کا رسول ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور پھر شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں'' کہہ کر تصدیق کی۔ اس پر یہود نے: ''وہ ہم میں سب سے زیادہ شر والا ہے اور ہم میں سب سے شر والے کا بیٹا ہے!'' کہہ کر طرح طرح کے قصور اور افترائیں باندھنا شروع کر دیں اور مجھے برا بھلا کہنے لگے۔ میں نے کہا، ''مجھے اسی بات کا ڈر تھا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں نے آپؐ سے نہیں کہا تھا کہ یہ لوگ ظالم اور جھوٹے ہیں، برائیوں سے ہرگز گریز نہیں کرتے اور افتراء پرور ملت ہیں؟ دیکھیں سب سامنے ہے!'' رسول اللہ ﷺ

انسان اُن کو دیکھتے اور اُن کا نظارہ کرتے ۔ وہ بھی خود کو خلق کی نگاہ سے نہ چھپاتے ۔''

قرآنِ کریم کو بڑی ہی دردبھری آواز میں پڑھنے والوں میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے ۔ نماز کے دوران پڑھنا شروع کرتے اور خود پر قابو نہ کر پاتے ، آپؓ کی مبارک آنکھوں سے آنسو ڈھلنے لگ جاتے ۔ دیکھنے والے آپؓ کے اس حال پر حیران ہوتے تھے ۔ ایک روز مشرکین جمع ہوئے اور کہنے لگے : '' یہ شخص ، پیغمبرؐ کے لائے کلام کو ایسی دردبھری آواز میں پڑھتا اور روتا ہے کہ ہمیں ڈر ہے کہیں ہماری عورتیں اور بچے اسکی اس حالت سے متاثر ہوکر مسلمان نہ ہو جائیں ۔''

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کا جمالِ مبارک دیکھ کر ، آپؐ پر عاشق ہونے والوں میں سے ، مبارک گفتگو اور قرآنِ کریم کو سُن کر حیران ہوکر مسلمان ہو جانے والوں میں سے ایک حضرت عبداللہؓ بن سلام تھے ۔

عبداللہؓ بن سلام جو تورات وانجیل کو خوب جانتے تھے ، ایمان لانے سے پہلے ایک یہودی عالم تھے ۔ آپؓ اپنے قبولِ اسلام کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں : '' میں نے تورات اور اُس کی وضاحتوں کو اپنے والد سے پڑھا اور سیکھا تھا ۔ ایک روز میرے والد نے مجھے آخرالزماں پیغمبرؐ کی صفات ، علامات اور وہ کام بتائے جو وہ سرانجام دے گا ۔ پھر کہنے لگا ، '' اگر وہ ، ہارون کی اولاد میں سے آیا تو میں اُس کا طابع ہو جاؤں گا وگرنہ طابع نہ ہوں گا ! '' وہ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں آمد سے پہلے ہی وفات پا گیا ۔

جب میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں نبوت کا اعلان کیا ہے ، مجھے آپؐ کی صفات ، آپؐ کا نام اور آپؐ کے آنے کے وقت کے متعلق علم تھا ۔ اس لئے میں آپؐ کی راہ تکتا رہا ۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ کے قریب قبا کے مقام پر بنی عمروؓ بن عوف کے گھر میں مہمان بن کر ٹھہرنے کی خبر ملنے تک میں نے اپنی یہ حالت یہودیوں سے چھپائے رکھی اور چپ رہا ۔

ایک دن میں اپنے باغ میں کھجور کے درخت سے تازی کھجوریں جمع کر رہا تھا کہ بنی نادر میں سے ایک شخص نے چلا کر کہا ، '' آج عربوں کا آدمی آ گیا ہے ۔ '' مجھ پر ایک کپکپی طاری ہوگئی ۔ میں نے فوراً '' اللہ اکبر '' کہہ کر تکبیر پڑھی ۔ اُس وقت میری پھوپھی خالدہ بنت حارث ، درخت کے نیچے بیٹھی تھی ۔ بڑی عمر رسیدہ عورت تھی ۔ میری تکبیر کی آواز سُن کر : '' اللہ تجھے خالی ہاتھ لوٹائے اور اُس سے نہ ملائے جس کی تم اُمید کرتے ہو ۔ واللہ ، تم موسیٰؑ بن عمران کی آمد کی خبر سنتے تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتے جیسے اب ہو ! '' میرے ساتھ سختی سے پیش آئی ۔ میں نے اُسے کہا ، '' اے پھوپھی ! اللہ کی قسم ، وہ موسیٰؑ بن عمران کا بھائی ہے اور وہ اُس کی طرح ایک پیغمبر ہے ، اُسی کے راستہ پر ہے اور اُسی توحید کے ساتھ بھیجا گیا ہے جس پر اُسے بھیجا گیا تھا ۔''

یہ سُن کر وہ بولی ، '' اے میرے بھانجے ! کہیں یہ وہی پیغمبر تو نہیں جس کے متعلق ہمیں خبر دی گئی ہے کہ وہ قیامت کے قریب بھیجا جائے گا ؟ '' '' ہاں ! '' میں نے جواب دیا ۔ '' تب تو تم سچے ہو'' اُس نے اعتراف کرتے ہوئے کہا (۱۴۰) ۔

رسول اللہ ﷺ کی مدینہ میں آمد کے دوران ، میں آپؐ کو دیکھنے کے لئے فوراً بھیڑ میں داخل ہو گیا ۔ آپؐ کا مبارک جمال ، نورانی چہرہ دیکھتے ہی میں نے کہا ، '' اس کا چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا ! ''

(۱۴۰) بیہقی ، دلائل النبوۃ ، II ، ۴۰۰ ؛ سہیلی ، روض الانف ، II ، ۳۷۳

حضرت سلمان فارسیؓ بیان فرماتے ہیں: ''ایک دن، ایک شخص مجھے ڈھونڈ رہا تھا اور؛'' مکاتبی فقیر (ایسا غلام جو اپنے آقا سے اپنی آزادی کے لئے کوئی سودا کر چکا ہو) سلمان فارسیؓ کہاں ہے؟'' پوچھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے ملا اور ہاتھ میں تھاما سونا جو تقریباً ایک انڈے کی جسامت کا تھا، میرے حوالے کر دیا۔ میں وہ سونا لے کر رسول اللہﷺ کے پاس گیا اور حال بیان کیا۔
رسول اللہﷺ نے سونا مجھے لوٹاتے ہوئے کہا، ''**یہ سونا لو اور اپنا قرض اتارو!**'' میں نے عرض کیا، ''یا رسول اللہﷺ! یہ سونا اُس وزن کا نہیں جو یہودی نے طلب کیا ہے۔'' اس پر رسول اللہﷺ نے وہ سونا لیا اور اسے اپنی زبان مبارک پر پھیرا۔ پھر آپؐ نے: ''**اسے لو! اللہ تعالیٰ اس سے تمہارا قرض ادا کر دے گا**'' ارشاد فرمایا۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے اُس سونے کو تولا، عین اُس وزن کا تھا جو درکار تھا۔ میں نے جا کر وہ بھی دے دیا۔ اس طرح غلامی سے نجات پائی(۱۳۹)۔''
حضرت سلمان فارسیؓ اس کے بعد اصحاب صُفّہ میں شامل ہو گئے۔

ملائکہ، سننے کے لئے آتے تھے

رسول اللہﷺ، قرآن کریم کو ایسا اچھا، شیریں اور پُر تاثیر انداز میں پڑھتے تھے کہ سننے والے غیر مسلم افراد بھی حیران رہ جاتے تھے۔ ایسے لوگ بڑی تعداد میں تھے جو آپ کو سُن کر مسلمان ہوئے تھے۔ حضرت برّاء بن عازب بیان کرتے ہیں: ''ایک روز بعد از نمازِ عشاء میں نے، رسول اللہﷺ کو سورۃ التّین کی تلاوت فرماتے سنا، اس قدر اچھا پڑھ رہے تھے کہ میں نے آپؐ جیسی اچھی آواز والا اور آپؐ جیسا اچھا پڑھنے والا کبھی نہ سنا تھا۔''

اصحابِ کرامؓ میں سے بہت سے ایسے تھے جو بڑے خوش الحان تھے، قرآنِ کریم پڑھتے ہوئے خود بھی رو دیتے اور سننے والوں کو بھی رُلا دیتے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت اُسیدؓ بن حضیر تھے۔ ایک رات گھوڑے کو اپنے پاس ہی باندھ کر، سورۃ البقرۃ کی تلاوت شروع کر دی۔ آپؓ کی تلاوت کے دوران گھوڑا یکدم بدک اُٹھا۔ حضرت اُسیدؓ خاموش ہو گئے، گھوڑا ساکن ہو گیا۔ آپؓ نے پھر پڑھنا شروع کیا، گھوڑا پھر سے ڈر کر بدک اُٹھا۔ آپؓ کے خاموش ہونے پر وہ پھر ساکن ہو گیا۔ پھر پڑھا، گھوڑا پھر ڈر گیا۔ اُسیدؓ بن حضیر کا بیٹا یحییٰؓ گھوڑے کے قریب ہی زمین پر لیٹا تھا۔ آپؓ نے اس اندیشے سے پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں گھوڑا بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ آسمان کی طرف دیکھا تو سفید بادل کے سایہ سے مشابہہ ایک دُھند نظر آئی جس کے اندر قندیل کی مانند چمکتی چیزیں دکھائی دیتی تھیں۔ جب پڑھنا چھوڑ دیا تو دیکھا کہ وہ چمکتی چیزیں آسمان کی جانب اُٹھتی دکھائی دیں۔ علی الصبح آپؓ رسول اللہﷺ کے حضور تشریف لے گئے اور واقعہ بیان فرمایا۔ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**جانتے ہو وہ چیزیں کیا تھیں؟**'' حضرت اُسیدؓ بن حضیر نے عرض کیا، ''یا رسول اللہﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! میں نہیں جانتا۔'' رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا، ''**وہ ملائکہ تھے۔ تمہاری آواز سُن کر آئے تھے۔ اگر تم پڑھنا جاری رکھتے تو صبح تک تمہیں سنتے،**

(۱۳۹) بخاری، فضائل الصحابہ، ۸۱؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ا، ۳۶۷

رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر میں نے کہا، ''آپؐ صالح انسان ہیں، آپؐ کے ساتھ غریب لوگ ہیں۔ یہ کھجوریں میں صدقہ کے طور پر لایا ہوں۔''

رسول اللہ ﷺ نے وہاں موجود اصحاب کرامؓ سے کہا، ''آؤ کھجوریں کھاؤ۔'' اُنہوں نے کھجوریں کھالیں لیکن خود آپؐ نے نوش نہ کی۔ میں نے خود سے کہا، ''ہاں، یہ رہی پہلی علامت۔ وہ صدقہ قبول نہیں کرتا۔'' رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد میں نے پھر کچھ کھجوریں لیں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آیا۔ ''یہ ہدیہ ہے'' میں نے کہا۔ اس دفعہ آپؐ نے اصحاب کرام کے ساتھ خود بھی کھجوریں نوش فرمائیں۔ ''ہاں، دوسری علامت بھی پوری ہوئی'' میں نے سوچا۔ میں تقریباً پچیس کھجوریں لے کر گیا تھا جبکہ گٹھلیوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے معجزے نے کھجوروں کی تعداد میں اضافہ کر دیا تھا۔ میں نے خود سے کہا، ''ایک علامت مزید دیکھ لی۔'' میں ایک بار پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ آپؐ ایک جنازہ کو دفن کر رہے تھے۔ مہرِ نبوّت دیکھنے کی آرزو میں، مَیں آپؐ کے بہت قریب آ گیا۔ میری خواہش کو جان کر آپؐ نے اپنی قمیض کو اُٹھا دیا۔ آپؐ کی پشت مبارک کھل گئی اور میں نے مہر نبوت دیکھ لی۔ میں نے فوراً اسے چوم لیا اور میں رو پڑا۔ اسی دم کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

بعد میں رسول اللہ ﷺ کو آپ بیتی اور تمام واقعات ایک ایک کر کے سنائے۔ آپؐ نے میرے حال پر تعجب فرمایا اور یہ سب واقعات اصحاب کرامؓ کو بھی بتانے کا حکم دیا۔ اصحاب کرامؓ جمع ہو گئے، میں نے خود پر بیتے تمام حالات و واقعات ایک ایک کر کے مکمل تفصیلات کے ساتھ بیان کر دیئے۔۔۔(۱۳۸)''

حضرت سلمان فارسیؓ قبولِ اسلام کے وقت عربی زبان نہیں جانتے تھے اس لئے ترجمان طلب کیا۔ آنے والا یہودی ترجمان، رسول اللہ ﷺ کی مدح میں کہے گئے آپؓ کے الفاظ کو اُلٹا بتا رہا تھا۔ اسی اثناء میں جبرائیلؑ نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے حضرت سلیمان فارسیؓ کے کہے صحیح الفاظ بیان کر دیئے۔ یہودی اس حال کو سمجھ گیا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ، مسلمان ہونے کے بعد، آپؓ کی غلامی کچھ مدت اور جاری رہی۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے: ''خود کو غلامی سے چھڑا، یا سلمانؓ'' کہنے پر آپؓ اپنے آقا کے پاس گئے اور آزاد ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر مشکل سے راضی ہونے والے یہودی آقا نے شرط رکھی کہ تین سو کھجور کے پودے لگائے جائیں، پھر وہ کھجوریں دینے کی حالت میں آ جائیں اور اس کے علاوہ چالیس اوقیہ (پونے سات سیر) سونا دو تب آزاد کیا جائے گا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دی۔ آپؐ نے اصحاب کرامؓ سے فرمایا، ''اپنے بھائی کی مدد کرو۔'' اُنہوں نے آپؓ کے لئے کھجور کی تین سو قلمیں اکٹھا کیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا، ''اِن کے لئے گڑھے کھودو اور جب تیار ہو جائیں تو مجھے خبر دو۔'' گڑھے تیار ہو جانے پر، خبر دی گئی، آپؐ نے تشریف لا کر قلمیں اپنے ہاتھ سے لگائیں۔ اِن میں سے ایک حضرت عمرؓ نے لگائی تھی۔ حضرت عمرؓ کی لگائی قلم کے علاوہ سب نے اللہ کے حکم سے اُسی سال کھجوریں دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس ایک قلم کو اکھاڑا اور اپنے مبارک ہاتھ سے دوبارہ لگا دیا۔ اُسی وقت اُس نے بھی کھجوریں دے دیں۔

(۱۳۸) احمد بن حنبل، المسند، ۷، ۴۴۱؛ سہیلی، روض الانف، ۱، ۳۷۱

بتی سنائی ۔ وہ بھی دیگر ذات کی طرح قابل قدر، تارکِ دنیا اور دائم عبادت میں مشغول تھا ۔ میں نے اُس کی بھی ایک مدت تک خدمت کی ۔ لیکن ایک روز بیمار پڑ گیا ۔ اُس کے وقتِ وفات میں نے وہی سوال اُس سے بھی کیا ۔ اُس نے مجھے نصیبن میں ایک ذات کے پاس جانے کی نصیحت کی ۔ اُس کی وفات کے بعد میں در حال نصیبن چلا گیا ۔ اُس کے کہنے کے مطابق اس شخص کو ڈھونڈا اور اُس کے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی ۔ اُس نے قبول کر لیا ، ایک مدت اُس کی خدمت میں رہا ۔ جب وہ بیمار پڑا تو میں نے اُس سے درخواست کی کہ مجھے کسی اور کے پاس بھیج دے ۔ اس بار مجھے عموریہ نامی رُوم شہر میں مقیم ایک ذات کے متعلق بتایا ۔ اُس کی وفات کے بعد میں نے عموریہ کا راستہ لیا ۔ اُس کے بتائے شخص کو ڈھونڈا اور لمبا عرصہ اُس کی خدمت میں گزارا ۔

اُس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا ۔ میں نے درخواست کی کہ مجھے کسی اور کے حوالے کر دے ۔ میری اس درخواست پر اُس نے : '' واللہ ، اب ایسے کسی شخص کو میں نہیں جانتا ۔ لیکن پیغمبر آخر زمانؐ کے آنے کا وقت قریب ہے ۔ وہؐ عربوں میں سے ہوگا ، اپنے وطن سے ہجرت کر کے پتھریلی زمین اور وافر کھجوروں والے شہر میں مقیم ہو جائے گا ۔ وہ ہدیہ قبول کرے گا لیکن صدقہ قبول نہ کرے گا ۔ دو کندھوں کے بیچ مہرِ نبوّت موجود ہوگی '' بتاتے ہوئے علامات گنوائیں ۔ اس ذات کی وفات کے بعد ، اُس کے بتائے کے مطابق میں نے عرب دیار کو جانے کا فیصلہ کر لیا ۔

عموریہ میں کام کر کے ، میں کچھ بیل اور کچھ بھیڑوں کا مالک بن چکا تھا ۔ قبیلہ بنی کلب سے ایک قافلہ عرب دیار کی جانب جانے والا تھا ۔ میں نے اُنہیں کہا ، '' یہ مویشی اور بھیڑیں تم لے لو ، مجھے مُلکِ عرب لے چلو ! '' میری اس پیشکش کو قبول کر کے اُنہوں نے مجھے اپنے ساتھ لے لیا ۔ وادی القریٰ نامی مقام پر پہنچ کر اُنہوں نے خیانت کی ، مجھے غلام بتا کر ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ یہودی کے دیار میں مَیں نے کھجوروں کے باغات دیکھے ۔ '' پیغمبر آخر زمانؐ کی ہجرت کا شہر یہی ہوسکتا ہے '' میں نے سوچا ۔ لیکن کسی طور بھی میں اس جگہ سے مانوس نہ ہوسکا ۔ میں نے کچھ مدت اس یہودی کی خدمت کی ۔ اُس نے مجھے اپنے عم زاد کے ہاتھ بیچ دیا ۔ وہ مجھے لے کر مدینہ آ گیا ۔ مدینہ پہنچتے ہی میں جیسے اس شہر کو پہلے سے دیکھ چکا ہوں ، فوراً مانوس ہوگیا ۔ اب میرے دن مدینہ میں گزر رہے تھے ، مجھے خریدنے والے یہودی کے باغ میں کام کر کے اپنی خدمت سرانجام دے رہا تھا ۔ لیکن دوسری جانب میں اپنے اصل مقصد کے حصول کے لئے بے صبر ہوا جاتا تھا ۔

ایک دن ، کھجور کے ایک درخت پر چڑھ کر کام کر رہا تھا ۔ میرا آقا ، کسی کے ساتھ درخت کے نیچے کھڑا بات کر رہا تھا ۔ اس دوران : '' اوس اور خزرج کے قبیلوں کا بُرا ہو ۔ مکہ سے ایک شخص قبا آ گیا ہے ۔ پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے ۔ یہ قبائل اُسے قبول کر کے اُس کے دین میں داخل ہو رہے ہیں ۔ ۔ ۔ '' کہہ کر کوس رہے تھے ۔ میں یہ الفاظ سنتے ہی جیسے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا ۔ درحال نیچے اُتر کر میں نے اُس شخص سے کہا ، '' تم نے کیا کہا ؟ '' میرا آقا نے مجھ سے : '' تمہیں کیا ہے ، کیوں پوچھتے ہو ، تم اپنے کام سے کام رکھو ! '' کہہ کر ایک تھپڑ رسید کر دیا ۔ اس دن شام ہوتے ہی ، تھوڑی سی کھجوریں لے کر ، فوراً قبا پہنچ گیا ۔

سمجھ گیا ہوں کہ اُن کا دین حق ہے۔'' میری بات کوسُن کر میرے والد نے کہا،'' اے میرے بیٹے! تم غلط سوچ رہے ہو، تمہارے آباؤ اجداد کا دین اُن کے دین سے کہیں بہتر ہے۔ اُن کا دین خراب ہے۔ قطعاً دھوکہ مت کھانا اور یقین مت کرنا!'' میں نے زور دیتے ہوئے کہا،'' نہیں، اُن کا دین ہمارے دین سے زیادہ خیر والا اور حق ہے، جبکہ ہمارا دین باطل ہے۔'' میرے والد اس پر بڑے ناراض ہوئے اور میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر گھر میں قید کر دیا۔

اس حالت میں، متواتر شام جانے والے قافلے کی جانب سے خبر کا انتظار کرتا رہا۔ نہایت مجھے خبر موصول ہوئی کہ عیسائی راہبوں کا قافلہ تیار ہے۔ میں نے اپنی رسیاں کھولیں اور بھاگ کر اُس کلیسا میں آن پہنچا جہاں پر قافلہ تیار کھڑا تھا۔ میں نے بتایا کہ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا پھر قافلے میں شامل ہو کر شام کا راستہ لیا۔ میں نے شام میں عیسائیوں کے سب سے بڑے عالم کے متعلق استفسار کیا۔ مجھے ایک شخص کے متعلق بتایا گیا۔ میں اُس کے پاس گیا اور اپنے حالات بیان کئے۔ اُس کے پاس رہ کر، اُس کی خدمت کرتے ہوئے عیسائیت اور اللہ تعالیٰ کے متعلق تعلیم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُس نے قبول کر لیا۔ میں اُس کی اور کلیسا کے امور میں خدمت سرانجام دینے لگا۔ وہ مجھے عیسائیت کی تعلیم دیتا تھا۔

لیکن بعد میں مجھے پتا چلا کہ دراصل وہ ایک بُرا انسان تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کے، فقراء کے لئے لائے گئے صدقات، سونا اور چاندی چھپا لیتا اور محتاجوں کو نہ دیتا تھا۔ اُس نے سونے اور چاندی سے بھرے پورے سات مٹکے جمع کر رکھے تھے۔ اس بارے میں میرے علاوہ اور کسی کو خبر نہ تھی۔ ایک مدت کے بعد اُس کی وفات ہو گئی۔ عیسائی اُس کو دفن کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ میں نے اُن سے کہا،'' اِس کی اتنی حرمت کیوں کر رہے ہو، یہ انسان حرمت کے لائق نہیں!'' '' تم ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہو؟'' اُنہوں نے کہا اور میری بات پر یقین نہ کیا۔ میں نے اُس کے جمع کردہ خزانے کا پتا بتایا۔ اُنہوں نے سونے اور چاندی سے بھرے سات مٹکے نکالے، پھر کہنے لگے،'' یہ شخص تجہیز و تکفین کے لائق نہیں'' اور اُسے ایک جگہ پھینک دیا اور ایک پتھر سے ڈھانپ دیا۔ اُس کی جگہ ایک اور شخص نے لے لی(۱۳۷)۔

یہ شخص حقیقتاً صاحبِ علم و زہد تھا۔ وہ دنیا کو کوئی اہمیت نہ دیتا تھا۔ آخرت کا طالب تھا اور ہمیشہ آخرت کے لئے کام کرتا، رات دن دائم عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے اُسے بہت پسند کیا اور کافی عرصہ تک اُس کے ساتھ رہا۔ میں بڑے شوق کے ساتھ اُس کی خدمت کرتا تھا۔ ہم دونوں اکٹھے عبادت کیا کرتے تھے۔

ایک دن میں نے اُسے کہا،'' اے میرے آقا! ایک عرصہ سے آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کو بہت پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں اور ممنوعات سے گریز کرتے ہیں۔ آپ کی وفات کے بعد میں کیا کروں، کیا آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں گے؟'' میرے سوال کے جواب میں اُس نے کہا،'' بیٹا، شام میں انسانوں کی اصلاح کرنے والا اب کوئی نہیں رہا۔ جس کے پاس جاؤ گے تمہیں خراب ہی کرے گا۔ لیکن موصل میں ایک ذات ہے، میری نصیحت ہے تم اُسے ڈھونڈنا۔''

اُس کی وفات کے بعد میں موصل چلا گیا، اُس کی تعریف کردہ ذات کو ڈھونڈا، اُسے اپنی آپ

(۱۳۷) احمد بن حنبل، المسند، ۷، ۴۴۱؛ سہیلی، روض الانف، ۱، ۳۷۱

حضرت سلمان فارسی کا مسلمان ہونا

روز بروز اسلام کا نور پھیل رہا تھا، رسول اللہ ﷺ کا مبارک نام، سننے والوں کے دلوں میں گھر کررہا تھا۔ آپؐ کی آمد کا حسرت کے ساتھ انتظار کرنے والے اہلِ علم لوگ، آپؐ کی تلاش میں بیجان کے ساتھ مدینہ کا رُخ کرتے اور ایمان سے شرفیاب ہورہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت سلمان فارسیؓ تھے۔ آپؓ اپنے قبولِ اسلام کے متعلق یوں فرماتے ہیں:

''میں فارس (ایران) کے شہر اصفہان کے قصبہ جے سے ہوں۔ میرے والد اپنے گاؤں کے سب سے امیر شخص تھے، وسیع اراضی اور مال کے مالک تھے۔ میں اپنے گھر کی واحد اولاد اور اپنے والد کا محبوب تھا۔ اس لئے میری پرورش ایک لڑکی کی طرح ہوئی۔ مجھے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ مجوسی ہونے کی وجہ سے مجھے بہترین شکل میں مجوسی دین کی تعلیم دی گئی۔ میرے گھر میں ہمیشہ ایک آگ جلا کرتی تھی، ہم اُس کی عبادت کرتے، اُسے سجدہ کرتے تھے۔ والد کا مال و ملک بہت زیادہ ہونے کی بنا پر وہ مجھے لے کر ایک دن باہر نکلے اور کہا، ''میرے بیٹے! جب میں مرجاؤں گا تو تم اس مال کے صاحب ہوگے، اس لئے جاؤ اور اپنے مال اور اراضی کو دیکھو۔'' میں نے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے؛''اچھا!'' کہا اور ہمارے باغ میں چلنے لگا۔

ایک دن کھیتوں کو دیکھنے کے لئے گیا، ایک کلیسا دیکھا۔ عیسائیوں کی آوازیں سنائی دیں، میں نے اُن کے پاس جا کر اُن کو عبادت کرتے دیکھا۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسی شے نہ دیکھی تھی اس لئے بڑی حیرت میں تھا۔ کیونکہ ہمارے لئے عبادت کا مفہوم آگ جلا کر اُسے سجدہ کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جبکہ وہ ایک ایسے اللہ کی عبادت کررہے تھے جو نظر نہ آتا تھا۔ میں نے خود سے کہا، ''واللہ! ان کا دین حق ہے اور ہمارا باطل۔'' میں نے شام تک تجسس کے ساتھ اُن کا مشاہدہ کیا۔ کھیتوں میں گئے بغیر ہی اندھیرا چھانے لگا۔ میں نے اُن سے دریافت کیا، ''اس دین کی اصل بنیاد کہاں ہے؟'' ''شام میں ہے'' اُنہوں نے جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا، ''اگر میں شام جاؤں تو کیا مجھے بھی قبول کرلیں گے؟'' ''ہاں! قبول کرلیں گے'' اُنہوں نے جواب دیا۔ ''کیا تم میں سے کوئی آج کل شام کو جائے گا؟'' میرے اس سوال پر اُنہوں نے بتایا کہ کچھ مدت بعد ایک قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔ جن سے میری بات ہوئی تھی وہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے اور شام سے اصفہان آئے تھے۔

اُن کے ساتھ مشغول ہونے کی وجہ سے مجھے گھر آنے میں تاخیر ہوگئی۔ جب میرے والد نے دیکھا کہ میں واپس نہیں آیا تو میری تلاش میں آدمی روانہ کئے۔ سب نے مجھے تلاش کیا مگر ناکام رہے۔ وہ اس پریشانی میں تھے کہ میں گھر آن پہنچا۔ میرے والد نے پوچھا، ''اس وقت تک کہاں تھے؟ ہم نے تمہیں ہر جگہ ڈھونڈا۔'' میں نے وضاحت کی، ''پدرم! میں آج کھیتوں کو دیکھنے کے لئے نکلا تھا۔ لیکن راستے میں عیسائیوں کا ایک کلیسا دیکھا۔ میں اندر داخل ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایسے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو نظر نہیں آتا اور ہر شے پر حاکم و قادر ہے۔ میں اُن کی عبادت پر بڑا حیران ہوا۔ شام تک اُنہیں مشاہدہ کرتا رہا۔ میں

کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

''تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور آخرت کے دن اور تقدیر اور خیر اور شر اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان لاؤ۔'' اُس ذات نے: ''آپؐ نے سچ فرمایا'' کہہ کر آپؐ کی تصدیق فرمائی۔۔۔ پھر عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے احسان کے متعلق بتائیے!'' آپؐ نے فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ ضرور یقین رکھو کہ وہ تمہیں دیکھتا ہی ہے۔'' اُس ذات نے پھر عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے!'' اس پر آپؐ نے فرمایا، ''اس مسئلے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ، سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔'' اُس ذات نے پھر عرض کیا، ''تب اُس کی علامات کے متعلق بتائیے!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''تم دیکھو گے کہ لونڈیاں اپنے آقاؤں کو جنم دیں گی، ننگے پاؤں، ننگے بدن، غریب چرواہے (امیر ہو کر) بلند عمارتیں کھڑی کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں کوشاں ہوں گے۔'' اُس کے بعد وہ ذات اُٹھ کر چلی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے مُڑ کر سوال کیا، ''اے عمرؓ! کیا تم جانتے ہو کہ سوال کرنے والی ذات کون تھی؟'' میں نے جواباً عرض کیا، ''اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''وہ جبرائیلؑ تھے۔ آپؐ لوگوں کو آپکا دین سکھانے کے لئے تشریف لائے تھے (۱۳۶)۔''

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ کرامؓ کو دین میں اُنؓ کے درجات کے مطابق، اُنؓ کی فہم کے مطابق سمجھایا کرتے تھے۔ اصحابِ کرامؓ میں سے سب اعلیٰ درجہ پر فائز اشخاص میں سے ایک حضرت عمرؓ تھے۔ ایک دن آپؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکرؓ کو کوئی بات سمجھا رہے ہیں۔ آپؓ پاس آکر سننے لگے۔ دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا مگر آکر سننے میں تردّد کیا۔ اگلی صبح حضرت عمرؓ کو دیکھ کر پوچھنے لگے، ''یا عمرؓ! رسول اللہ ﷺ کل آپؓ کو کچھ سمجھا رہے تھے۔ آپؓ ہمیں بھی بتا دیں تاکہ ہم بھی سمجھ سکیں۔'' کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ: ''مجھ سے سُنی باتیں، اپنے دینی برادران کو بھی بتاؤ!'' کہہ کر تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بتایا، ''کل حضرت ابوبکرؓ نے قرآنِ کریم کی ایک آیت کا معنیٰ پوچھا تھا جسے وہ سمجھ نہ پائے تھے، رسول اللہ ﷺ اُنہیں سمجھا رہے تھے۔ میں نے ایک گھنٹے تک اُنہیں سنا، لیکن کچھ بھی سمجھ نہ پایا۔'' کیونکہ آپؐ، حضرت ابوبکرؓ کے بلند درجہ کے مطابق سمجھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کا درجہ اس قدر بلند تھا کہ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں پیغمبروں میں سب سے آخری ہوں۔ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اگر میرے بعد کسی پیغمبر نے آنا ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔'' ایسے بلند پایہ مقام کے صاحب، مادری زبان عربی سے پوری معرفت رکھنے کے باوجود آپؓ قرآنِ کریم کی اُس تفسیر کو نہ سمجھ پائے جو حضرت ابوبکرؓ کو سمجھائی گئی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کا درجہ حضرت عمرؓ سے کہیں بلند تھا۔ حضرت ابوبکرؓ، حتٰی جبرائیلؑ بھی قرآنِ کریم کے معنٰی و اسرار رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ کریم کی تمام تفسیر اصحابِ کرامؓ کو سمجھا دی تھی۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے جس طرح اپنے اصحابِ کرامؓ کو دین سکھایا تھا ویسے ہی مقدمات کو دیکھ کر، شاہدوں کو سُن کر، مشکل ترین جھگڑے نہایت بہترین اسلوب کے ساتھ حل فرما دیتے تھے۔

---

(۱۳۶) بخاری، ''ایمان''، ۳۴؛ مسلم، ''ایمان''، ۱؛ ابوداؤد، ''سنت''، ۱۷؛ نسائی، ''ایمان''، ۵؛ احمد بن حنبل، المسند، ۱، ۲۷، ۵۱

دیکھنے، اُس کی آواز سننے، اور ایسی معلومات کو کہ جس کے تمام انسان محتاج ہوں، نہایت شائستگی اور وضاحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سننے کو نصیب کرنے والے دن سے بڑھ کر شرف والا اور گراں قدر بھلا کوئی اور دن ہوسکتا ہے؟)

اُس وقت، ایک ایسی ذات ہمارے پاس تشریف لائی جیسے چاند نکل آیا ہو۔ اُس کا لباس بہت سفید، بال سیاہ کالے تھے۔ اُس پر دھول، مٹی یا پسینے جیسی کوئی سفر کی علامت نظر نہ آتی تھی۔ ہم لوگوں میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اُسے جانتا ہو۔ یعنی وہ کوئی ایسا شخص نہ تھا جسے ہم نے پہلے دیکھا ہو۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے گھٹنے، آپؐ کے مبارک گھٹنوں کے ساتھ لگا دیئے۔ (یہ آنے والے شخص دراصل جبرائیلؑ تھے۔ انسان کی شکل میں آئے تھے۔ جبرائیلؑ کا اس انداز میں بیٹھنا، دراصل کسی اہم بات بتانے کے لئے تھا۔ یعنی یہ دکھانے کے لئے تھا کہ دین کا علم سیکھنے کے لئے شرم کرنا ٹھیک نہیں اور استاد کو غرور، تکبر زیبا نہیں دیتا۔ جبرائیلؑ نے اپنی اس حالت سے اصحابِ کرامؓ کو یہ سمجھایا کہ ہر کسی کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ دین کے متعلق کچھ سیکھنے کے لئے، معلّم کو کھل کر اور بلا جھجک سوال کرے۔ کیونکہ دین سیکھنے میں شرم کرنا، اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے تردد کرنا اور سیکھتے یا سکھاتے ہوئے جھجکنا قطعاً ٹھیک نہیں۔)

اُس ذاتؑ نے اپنے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے زانوؤں پر رکھ دیئے اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اسلام کے متعلق بتایئے!'' آپؐ نے فرمایا، ''**اسلام کی شرائط میں سے پہلی یہ ہے کہ تم کلمہ شہادت پڑھو۔** (کلمہ شہادت پڑھنے کا مطلب: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحمدً عَبْدُهٗ وَالرَّسُوْلُهٗ'' کہنا ہے۔ یعنی عقل بالغ کسی شخص کا دل سے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ زمین و آسمان میں اللہ کے سوا عبادت اور پرستش کے لائق اور کوئی ذات یا شے نہیں ہے۔ حقیقی معبود بس اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ واجب الوجود ہے۔ ہر طرح کی بڑائی صرف اسی کے لئے ہے۔ وہ ذات لاقصور ہے۔ اُس کا نام اللہ ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا اقرار کرنا بھی مقصود ہے کہ وہ گُل رنگی، سرخ و سفید، چمکدار، حسین چہرے کا مالک، کالی بھنوؤں اور کالی آنکھوں والا، جس کی مبارک پیشانی کشادہ، اخلاق اعلیٰ، ایسے وجود کا مالک کہ جس کا سایہ زمین پر نہ گرے اور شیریں بول بولنے والا، عرب میں، مکہ میں پیدا ہونے کی نسبت عرب کہلانے والا، ہاشمی اولاد میں سے عبداللہ کا بیٹا کہ نامِ نامی محمد ﷺ جس کا، وہ ذاتِ عالیہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہے۔) **اور وقت پر نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت ہو تو حجِ بیت اللہ کرو۔**'' اُس نے عرض کیا، ''آپؐ نے سچ فرمایا۔'' ہم سب کو بہت تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور تصدیق بھی کرتا ہے۔

اُس نے پھر عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایمان کے متعلق بتایئے!'' (اس حدیث شریف میں کہا گیا لفظِ ایمان کو لغت کی رو سے نہیں دیکھنا چاہیے، کیونکہ لغت کے مطابق اس کا معنیٰ تصدیق اور قبول کرنا ہے، عرب کے جہلاء میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو اس معنیٰ کو سمجھنے سے قاصر ہو۔ اور اصحابِ کرامؓ کی تو بات ہی اور ہے، کیسے ممکن ہے کہ وہ اس معنیٰ کو سمجھ نہ سکیں۔ جبرائیلؑ ایمان کا معنیٰ اصحابِ کرامؓ کو سکھانا چاہتے تھے۔ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام کی اصطلاح میں ایمان کسے کہا جاتا ہے۔) اس پر ایمان کی چیدہ چیدہ چھ شرائط بیان

تیار کرو۔'' بیوی نے: ''اس وقت ہمارے گھر میں بچوں کے کھانے کے علاوہ اور کوئی شے موجود نہیں'' وضاحت کرتے ہوئے جواب دیا۔ صحابیؓ نے تجویز پیش کی، ''پہلے بچوں کو سلا دو، پھر وہ کھانا لے آؤ۔'' لیکن موجود کھانے کی مقدار صرف اتنی ہی تھی کہ صرف ایک شخص کا پیٹ ہی بھر سکے۔ یہ کھانا لئے صحابیؓ کمرے میں داخل ہوئے اور دسترخوان لگا کر مہمان کو دعوت دی۔ اکٹھے کھانا شروع کرنے کے بعد اٹھے اور چراغ کی لَو صحیح کرنے کے بہانے اُسے بجھا دیا۔ پھر سے مہمان کے پاس دسترخوان پر آ بیٹھے۔ اپنی حرکتوں سے یوں باور کیا جیسے وہ بھی کھانا کھا رہے ہوں۔ مہمان کا پیٹ بھر جانے کا انتظار کیا۔ مہمان کا پیٹ بھر جانے کے بعد دسترخوان اُٹھا دیا۔ وہ رات اُنہوں نے بچوں کے ساتھ بھوکے ہی گزار دی۔ صبح جب، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں تشریف لے گئے تو: ''اللہ تعالی، تمہاری رات کی حرکت سے بڑا خوش ہوا ہے'' کہہ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسرّت کا اظہار فرمایا۔ اس پر اللہ تعالی نے سورۃ الحشر کی ۹ ویں آیتِ کریمہ نازل فرمائی: ''۔۔۔ اور یہ لوگ (انصار) ترجیح دیتے ہیں دوسروں (مہاجرین) کو اپنی ذات پر اگر چہ ہوں خود حاجتمند۔۔۔''

حدیثِ جبرائیل

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحابِ کرامؓ کو دین کے احکام اور پابندیوں کے متعلق بڑی باریکیوں کے ساتھ وضاحت فرماتے، اُنہیں تعلیم دیتے۔ ایمان کی اور اسلام کی شرائط بیان کرتے۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ سے متعلقہ تمام احکام؛ آیاتِ کریمہ کی تفسیر، حرام اور حلال کھانے، لباس، قسم کھانا، صدقہ، کفارہ، خرید و فروخت کے متعلق معلومات؛ کھانے پینے، کپڑے پہننے، ملاقات اور بات چیت، سلام کرنے کے آداب؛ ہمسائیگی، رشتہ داری اور دوستی کے تعلقات؛ ازدواج، نفقہ، ترکہ اور میراث کے احکام؛ مقدمات، سزا، معاہدہ اور شراکت کے اصول؛ صحت و تندرستی کی معلومات؛ دشمن سے ٹکراؤ، حرب کے حقوق۔۔۔ جیسے تمام ''موضوعاتِ دینِ اسلام'' کو سب کے لئے قابلِ فہم شکل میں سمجھاتے۔ اگر کوئی معاملہ اہمیت کا حامل ہوتا تو اُسے تین بار دہرا کر تلقین فرماتے (۱۳۵)۔ عورتوں کے متعلق معلومات، آپؐ اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے واسطہ سے سکھاتے تھے۔

مسلمانوں کی شجاعت کے امام، بلند پایہ اور اعلیٰ اصحابؓ میں نمایاں مقام کے حامل، ہمیشہ کھری بات کرنے کی شہرت رکھنے والے ہمارے معزز بزرگ حضرت عمرؓ بن خطاب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''ایک ایسا دن تھا کہ اصحابِ کرامؓ میں سے ہم کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور آپؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ وہ دن، وہ وقت، ایسا شرف والا، ایسا گراں قدر کہ شاید پھر کبھی ہاتھ نہ لگے۔ اُس دن رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہنے، آپؐ کے پاس بیٹھنے سے شرفیاب ہونا اور روحوں کو غذا، جانوں کو ذوق و صفا دینے والے آپؐ کے جمال کو دیکھنا نصیب ہوا تھا۔ (اس دن کے شرف اور قیمت کو بیان کرنے کے لئے آپؓ نے: ''ایک ایسا دن تھا کہ۔۔۔'' کہہ کر اپنی بات شروع کی تھی۔ جبرائیلؑ کو انسان کی شکل میں

(۱۳۵) ترمذی، شمائل شریف، ص، ۲۴۰

کبھی زمین پر پڑا کوئی پتھر لے کر اپنے پیٹ سے لگا کر باندھ لیتا تھا۔ ایک روز میں ایسی ہی حالت میں تھا۔ اُس دن میں اُس راستہ پر بیٹھا تھا جہاں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی تشریف لے جاتے تھے۔ اس دوران رحمت اللعالمین، رونقِ دو جہاں بنا کر بھیجے گئے رسول اللہ ﷺ نور کی بارش برساتے میرے پاس آن پہنچے۔ میرے حال کو سمجھ کر تبسم فرمایا اور کہا، ''اے ابو ہریرہ!'' میں نے: ''میری جان آپؐ پر فدا، یا رسول اللہ فرمائیے!'' کہہ کر جواب دیا۔ ''میرے ساتھ آؤ'' آپؐ نے فرمایا۔ میں فوراً آپؐ کے پیچھے چل پڑا۔ آپؐ خانہء سعادت میں داخل ہو گئے۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ موجود تھا۔ ''اہلِ صُفّہ کے پاس جاؤ۔ اُنہیں میرے پاس لے آؤ'' آپؐ نے حکم دیا۔ میں اُنہیں بلانے کے لئے جا رہا تھا اور خود سے مخاطب ہوتے ہوئے سوچ بھی رہا تھا، ''بھلا سب اہلِ صُفّہ کو ایک پیالہ دودھ کیسے پورا ہو سکتا ہے؟ میرے حصہ میں تو شاید ایک گھونٹ بھی نہ آئے۔۔۔'' میں نے اُنؓ سب کو بلایا اور سعادت خانہء نبیؐ پر آ گئے، آپؐ سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے، مناسب جگہوں پر بیٹھ جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اے ابو ہریرہ! چل اب یہ دودھ کا پیالہ لے اور اِن لوگوں کو دے۔'' میں نے پیالہ لیا اور باری سے اپنے دوستوں کو دینے لگا۔ ہر کوئی مجھ سے پیالہ لیتا، جی بھر کر دودھ پیتا اور پیالہ مجھے لوٹا دیتا۔ میں نے ہر بار دیکھا کہ دودھ میں قطعی کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور پیالہ ویسے ہی بھرا ہوا ہے۔ اسی طرح میں نے وہاں آئے سب دوستوں کو دودھ پیش کیا۔ سب نے پیا اور سیر ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پیالہ لیا اور میری جانب دیکھ کر تبسم فرماتے ہوئے: ''یا ابا ہریرہؓ! ایک تم اور میں بچے ہیں جنہوں نے دودھ نہیں پیا۔ چلو اب تم بھی بیٹھ جاؤ اور پیو!'' ارشاد فرمایا۔ میں نے بیٹھ کر پیا۔ ''پھر پی!'' آپؐ نے فرمایا۔ میں نے پھر پیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر چند بار ''پی!'' کہا۔ میں نے بھی ہر دفعہ مزید پیا۔ نہایت میں نے کہا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، یا رسول اللہ ﷺ! اب اور نہ پی سکوں گا۔ میں قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو حق دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں خوب سیر ہو گیا ہوں۔'' تب آپؐ نے ارشاد فرمایا، ''اچھا ایسا ہے تو پیالہ مجھے دے دو۔'' میں نے پیالہ آپؐ کو پیش کر دیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد، بسم اللہ پڑھتے ہوئے دودھ پی لیا۔''

مسجدِ نبوی میں رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی صحبت کو چھوڑے بغیر علم حاصل کرنے والے اِن ممتاز اصحابؓ کے لئے مدینہ کے اصحابؓ کے دلوں میں بے مثل و بے نظیر محبت پائی جاتی تھی۔ ایک شام، اصحاب صُفّہؓ میں سے ایک صحابیؓ نے: کہ بھوک سے جن میں کوئی درمان نہ رہا تھا، آ کر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں اپنا حال عرض کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خانہء سعادت سے پوچھا کہ کھانے کو کوئی چیز موجود ہے یا نہیں۔ ''اس وقت گھر میں پینے کے پانی کے علاوہ، کھانے کی کوئی شے موجود نہیں'' جواب ملنے پر، وہاں پر موجود اصحابؓ کو مخاطب کر کے فرمایا، ''کون ہے جو اِس بھوکے کو اپنا مہمان بنائے گا؟'' اصحاب کرامؓ میں سے ایک مدنی صحابیؓ نے پہل کرتے ہوئے کہا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، یا رسول اللہ ﷺ! اِس کی میزبانی میں کروں گا۔''

مہمان کے ساتھ گھر پہنچ کر اپنی بیوی سے کہا، ''رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی میزبانی کرو اور کچھ

کونپل پھر اس کو تقویت دی پھر وہ گدرائی پھر وہ سیدھی کھڑی ہوگئی اپنے تنے پر جو خوش کرتی ہے کاشتکار کو تاکہ جلیں اُنہیں دیکھ کر کافر (۱۳۲)۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں اصحابِ کرامؓ کی عظمت اور درجات کے متعلق یوں ارشاد فرمایا: ''میرے اصحاب میں سے کسی پر زبان درازی مت کرو، اُن کی شان کے مترادف کوئی بات نہ کرو۔ میں قسم کھاتا ہوں اُس اللہ تعالیٰ کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایک اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صدقہ کرے تو بھی میرے اصحاب کرامؓ کے مُد(۱۳۳) بھر گندم صدقے سے بڑھ کر ثواب حاصل نہیں کرے گا اور میرے اصحابؓ آسمان کے ستاروں جیسے ہیں۔ جس کی بھی پیروی کروگے نجات پاجاؤ گے۔''

اصحابِ صُفّہؓ

رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی کی شمالی دیوار پر کھجور کی ڈالیوں سے ایک سائبان تیار کروایا تھا۔ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والے اُن اصحابؓ کو جو غیر شادی شدہ تھے اور جن کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھی، اُنہیں یہاں سونے اور بیٹھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تعداد دس سے چار سو کے درمیان یہ اصحاب کرام ،(۱۳۴) رسول اللہ ﷺ سے کبھی جدا نہ ہوتے اور آپؐ کی صحبت سے کبھی محروم نہ رہتے۔ دن رات قرآنِ کریم پڑھتے، علم حاصل کرتے، حدیثِ شریف حفظ کرتے۔ اکثر دن روزے رکھ کر گزارتے، عبادت اور اطاعت میں ذرا بھی کوتاہی نہ برتتے تھے۔

یہاں سے تربیت پانے والے اصحاب کرامؓ کو اُن قبائل کی جانب بھیج دیا جاتا جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا ہو، وہ اُنہیں قرآنِ کریم سنتِ شریفہ یعنی دینِ اسلام سکھاتے تھے۔ بہت زیادہ فضیلت کے مالک یہ مبارک اصحابؓ، علم وعرفان کا ایک لشکر تھے۔ رسول اللہ ﷺ اُنہیں بہت چاہتے تھے، اُن کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے صحبت کیا کرتے اور اُن کے ساتھ کھانا نوش فرماتے تھے۔ یہاں رہنے والے اصحابؓ کو اصحابِ صُفّہ کا نام دیا جاتا تھا۔

ایک روز اصحابِ صُفّہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ یہ اصحابؓ کتنے غریب ہیں۔ اپنے اس حال کے باوجود وہ قلبی سکون اور راحت کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ آپؐ نے مرحمت کی نگاہ فرماتے ہوئے اُنہیں پکار کر کہا، ''اے صُفّہ والو! تمہارے لئے مژدہ ہے۔ اگر میری اُمت میں سے کوئی شخص ایسی مشکل شرائط میں رہ کر بھی خوش رہا کہ جس میں تم لوگ رہ رہے ہو تو جان لو کہ وہ یقیناً میرے دوستوں میں سے ہوگا۔''

حبیب اکرم ﷺ سب سے پہلے اِن منتخب اصحاب کرامؓ کی احتیاجات کو، پھر اپنے اہلِ بیت کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش فرماتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ یوں بیان فرماتے ہیں: ''میں اُس اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں بھوک کی وجہ سے بعضا پیٹ کے بل زمین پر لیٹ جاتا اور

---

(۱۳۲) سورۃ الفتح، ۲۹ / ۴۸
(۱۳۳) ایک مُد تقریباً آٹھ سو پچھتر (۸۷۵) گرام کے وزن کا پیمانہ ہے
(۱۳۴) احمد بن حنبل، المسند، ۱۱۱، ۲۳۵؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۵۵

اذان میں داخل کر دیے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات تک موذن کا وظیفہ سرانجام دینے والے حضرت بلال ؓ حبشی نہایت خوش الحان، بھاری اور پرتاثیر آواز کے مالک تھے۔ جب وہ اذان پڑھتے، سب عشق و وجد کی حالت میں سنتے اور سر دُھنتے تھے۔ اذان پڑھتے ہوئے وہ سب کو رُلا دیتے تھے۔ اصحابِ کرام کا ایک دوسرے کو، نماز کے اوقات میں مسجد کی طرف اذان شریف پڑھ کر بلانا، مشرکین مدینہ اور یہود کو بہت عجیب لگا۔ اذان پڑھتے ہوئے ہنسی، مذاق اور ٹھٹھے سے کام لیتے۔ اُن کے اس مسخرہ پن کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ''اور جب منادی کرتے (اذان دیتے) ہو تم نماز کی، تو بنا لیتے ہیں وہ اُسے مذاق اور کھیل، یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں (۱۲۹)۔

اصحابِ کرام کی تعلیم

فخر کائنات ﷺ، اصحابِ کرام کی تربیت اور پختگی کے لئے مسجدِ نبوی میں بے مثال صحبتوں کا انعقاد فرماتے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کو احسان کئے گئے فیوض اور برکات اُن کے دلوں میں اُتار دیتے۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں بیٹھنے سے شرفیاب ہونے والے، پہلی ہی صحبت میں اپنے دلوں میں بڑی تبدیلی محسوس کرتے اور بے پایاں الٰہی معرفتیں حاصل کر لیتے۔ ان صحبتوں کی برکت سے رسول اللہ ﷺ اور تمام اصحابِ کرام ایک دوسرے کو دل و جان سے بڑھ کر چاہنے لگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی آیاتِ کریمہ سے مدح فرمائی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ایسے باادب اور پُر توجہ بیٹھتے گویا اُن کے سروں پر پرندے آن بیٹھے ہوں جو ذرا سی حرکت سے اُڑ جائیں گے۔ اس طرح، اصحابِ کرام پیغمبروںؑ اور بڑے ملائکہؑ کے بعد مخلوقات میں سب سے افضل اور اعلیٰ قرار پائے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں ارشاد فرمایا: ''تم ہو (اے مسلمانو! وہ) بہترین اُمت جسے پیدا کیا گیا ہے انسانوں (کی رہنمائی) کے لئے، حکم دیتے ہو تم اچھے کاموں کا، منع کرتے ہو برے کاموں سے۔۔۔ (۱۳۰)''

''اور وہ سبقت لے جانے والے جنھوں نے سب سے پہلے (دعوتِ ایمان پر) لبیک کہا مہاجروں میں سے اور انصار میں سے اور وہ جو اُن کے پیچھے آئے راست بازی کے ساتھ، راضی ہو گیا اللہ اُن سے اور وہ راضی ہو گئے اُس سے اور مہیا کر رکھے ہیں اُس نے اُن کے لئے ایسے باغات کہ بہہ رہی ہیں اُن کے نیچے نہریں، رہیں گے وہ اُن میں ہمیشہ اور یہی ہے بڑی کامیابی (۱۳۱)۔''

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ ہیں زورآور ہیں کافروں پر (اور) مہربان ہیں آپس میں پاؤ گے تم اُنہیں مشغول رکوع میں سجدے میں تلاش کرتے ہیں (ان کاموں سے) اللہ کا فضل اور اُس کی خوشنودی اُن کی پہچان یہ ہے کہ اُن کے چہروں پر سجود کے اثرات نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے اوصاف تورات میں اور ان کی مثال انجیل میں (اس طرح ہے) کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے نکالی اپنی

(۱۲۹) سورۃ المائدہ، ۵۸ / ۵
(۱۳۰) سورۃ آل عمران، ۱۱۰ / ۳
(۱۳۱) سورۃ التوبہ، ۱۰۰ / ۹

ادیبہ، عفیفہ اور صالحہ تھیں۔ آپؓ کا حافظہ قوی ہونے کی بنا پر اکثر اصحاب کرامؓ کئی ایک مسائل آپؓ سے پوچھ کر سیکھا کرتے تھے۔ آیتِ کریمہ سے بھی آپؓ کی مدح کی گئی ہے۔

اذانِ محمدی ﷺ

مسجدِ نبوی کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد، نماز کے اوقات پر ادا کرنے، نماز کا وقت ہو جانے کا اعلان کر کے مسلمانوں کو دعوت دینے کا کوئی اصول مقرر نہ تھا۔ صرف ''الصّلوٰۃ الجامعۃ'' کہا جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اصحاب کرام سے مشورہ کیا کہ مومنین کو اوقات پر نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد کی طرف کیسے بلایا جائے۔ کسی نے کہا کہ نماز کے وقت کا اعلان نصاریٰ کی طرح ناقوس یعنی گھنٹا بجایا جائے، کسی نے یہودیوں کی طرح بگل بجانے کی تجویز پیش کی، کسی نے کہا کہ آگ جلا کر بلند مقام پر رکھ دی جائے، الغرض مختلف رائے پیش کی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو قبول نہ کیا (۱۲۷)۔

حضرت عبداللہؓ بن زید بن ثعلبہ اور حضرت عمرؓ اپنے خوابوں میں اذان پڑھی جاتی دیکھ چکے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا خواب بیان کیا: ''سبز شال اوڑھے اور تہبند باندھے، ہاتھ میں گھنٹا پکڑے ایک شخص دیکھا۔ میں نے اُس سے دریافت کیا، ''اپنے ہاتھ میں پکڑا یہ گھنٹا مجھے بیچو گے؟'' اُس نے: ''کیا کرو گے؟'' مجھ سے سوال کیا۔ ''نماز کے اوقات کا اعلان کرنے کے لئے بجاؤں گا'' میں نے اُس کو جواب دیا۔ اُس ذات نے مجھ سے مخاطب ہو کر: ''میں تمہیں بہتر طریقہ سکھاتا ہوں'' کہا اور قبلہ رُخ ہو کر بلند آواز میں: ''اللہ اکبر، اللہ اکبر۔۔۔'' کہتے ہوئے پڑھنا شروع کر دیا۔ ختم ہونے کے بعد اُس نے کہا کہ نماز کے لئے کھڑا ہوتے ہوئے یوں پڑھو: ''پھر اُس نے اذان کو دہرایا اور آخر میں ایک اضافی جملہ ''قد قامت الصلوٰۃ'' پڑھا۔''

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''یہ خواب سچا ہے۔ وہ کلمات بلالؓ کو سکھاؤ، وہ پڑھے!'' ان کلمات کو اذان نام دیا گیا(۱۲۸)۔

حضرت بلالؓ نے، مسجد شریف کے قریب موجود ایک اُونچی چھت پر چڑھ کر پہلی اذان، اُنہیں سکھائے گئے الفاظ کے ساتھ پڑھی۔

حضرت عمرؓ، اذان کی آواز سُن کر دوڑے دوڑے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پہنچے اور عرض کیا کہ حضرت بلالؓ نے عین وہی الفاظ ادا کئے ہیں جو اُنہیں خواب میں سنائے گئے تھے۔ اُس رات کئی ایک اصحابِ کرام نے یہی خواب دیکھا تھا۔ اور اسی دوران، سورۃ الجمعہ کی ۹ ویں آیتِ کریمہ کا نزول ہوا اور وحی کے ساتھ بھی اس کی وضاحت کر دی گئی۔

حضرت بلالؓ حبشی نے ایک دن صبح کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سامنے رُک کر دو دفعہ بلند آواز میں ''الصّلوٰۃ خیرٌ مّن النوم'' کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور فرمایا، ''بلالؓ یہ کیا خوب کلام ہے! صبح کی اذان دیتے ہوئے اسے بھی پڑھو۔'' اس طرح یہ الفاظ صبح کی

(۱۲۷) ابن سعد، الطبقات، I، ۲۴۷؛ طبرانی، المعجم الکبیر، XII، ۲۸۷؛ ابویعلی، المسند، IX، ۳۲۸
(۱۲۸) ابن سعد، الطبقات، I، ۲۴۷

گفتگو کو اُن اصحاب کرامؓ نے بھی سنا جو اُس وقت آپؐ کے ساتھ موجود تھے ۔ اس پر رسول اللہﷺ نے ،'' تمہاری خواہش کے مطابق کروں گا '' کہہ کر جواب دیا ۔ پھر اصحاب کرامؓ کی جانب مُڑ کر فرمایا ، '' اُس نے دارُالبقا کو دارالفنا پر ترجیح دی ۔ ''

حضرت عائشہؓ سے ازدواج

سرورِ عالمﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کرتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا ۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات سے ایک سال بعد آپؐ کی منگنی حضرت عائشہؓ سے طے ہوگئی تھی ۔ امام بخاریؒ کی روایت کردہ حدیث شریف میں ، حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں : '' رسول اللہﷺ نے مجھ سے کہا ، '' اے عائشہؓ ! تم مجھے دو بار خواب میں دکھائی گئی ۔ غالباً میں نے ایک سبز ریشمی کپڑے میں لپٹی تمہاری تصویر کو دیکھا تھا ، مجھے کہا گیا ؛ '' اس تصویر کی مالک ، مستقبل میں تمہاری زوجہ ہے ۔ '' '' اس خواب کے بعد رسول اللہﷺ اور حضرت عائشہؓ کی شادی طے ہوگئی ۔ لیکن شادی فوراً نہ کی گئی تھی ۔ اس کے متعلق حضرت عائشہؓ یوں بیان کرتی ہیں : '' رسول اللہﷺ نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تھی تب ہمیں اور اپنی بیٹیوں کو مکہ میں چھوڑ دیا تھا ۔ مدینہ کو شرف بخشنے کے بعد ، آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارثہ اور ابورفیعؓ کو دو اُونٹ اور ضرورت کی اشیاء اور زادِ راہ کے لئے ۵۰۰ درہم دے کر ہماری جانب روانہ کیا ۔ میرے والدؓ نے بھی عبداللہ بن اریقط کو دو تین اونٹ دے کر اُن کے ساتھ کر دیا اور میرے بھائی عبداللہؓ کو مکتوب لکھ کر حکم دیا کہ میری والدہ ، مجھے اور میری بہن اسماء کو اُونٹوں پر سوار کر کے بھیج دیا جائے ۔ میں میری والدہ اُمّ رُمانؓ اور رسول اللہﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ مل کر سفر پر نکلے ۔ قدید کے مقام پر پہنچ کر زیدؓ نے پانچ سو درہم سے تین مزید اُونٹ خرید لئے ۔ قافلے میں طلحہؓ بن عبیداللہ بھی آن ملے ۔ منیٰ میں بیض کے مقام پر میرا اُونٹ بھاگ نکلا ۔ میں ہودے میں ہی تھی ۔ میری والدہ بھی میرے ساتھ ہی تھی ۔ میری والدہ پریشانی میں تھی اور بار بار کہہ رہی تھی : '' ہائے ہائے میری بچی ، ہائے میری دُلہن بیٹی ! '' اللہ تعالیٰ نے ہمارے اونٹ کو ساکن کر دیا اور ہمیں بچا لیا ۔ آخر کار ہم مدینہ آن پہنچے ۔ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے والدؓ کے گھر اُتر آئی جبکہ رسول اللہﷺ کے گھر والے حجروں کے سامنے اُترے ۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کچھ مدت تک اپنے والد ابوبکر صدیقؓ کے گھر قیام پذیر رہیں ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک دن رسول اللہﷺ سے سوال کیا ، '' یا رسول اللہﷺ ! اپنی اہل کے ساتھ شادی کرنے میں آپؐ کو کس چیز نے رکاوٹ پیدا کر رکھی ہے ؟ '' '' '' مہر نے '' رسول اللہﷺ نے جواب دیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہﷺ کو مہر کی رقم بھیج دی ۔

اس طرح اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ کی شادی ہوگئی ۔ اُس وقت رسول اللہﷺ پچپن سال کے تھے (۱۳۶) ۔ حضرت عائشہؓ نہایت ذکی اور قابل تھیں ، واقعات کو فوراً اشعار کی شکل میں بیان فرما دیا کرتی تھیں ۔ قطعاً کوئی ایسی چیز نہ بھولتی تھیں جو اُنہیں سکھائی گئی ہو یا ازبر کرائی گئی ہو ۔ نہایت عقلمند ، ذکی ، عالمہ ،

(۱۳۶) بخاری ، '' مناقب الانصار '' ، ۴۴ ؛ ترمذی ، '' نکاح '' ، ۱۸

رسول اللہ ﷺ کی اس ہمت کو دیکھ کر مسلمان بڑے عشق کے ساتھ کام کر رہے تھے ۔ سب ایک ایک اٹھاتے تھے جبکہ عمارؓ بن یاسر ایک اینٹ اپنے لئے اور ایک رسول اللہ ﷺ کے لئے ، بیک وقت دو اینٹیں اُٹھاتے تھے ۔ آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے مبارک ہاتھ سے آپؓ کی پیٹھ کو سہلاتے ہوئے فرمایا، ''اے سمعیہؓ کے بیٹے ! دوسروں کے لئے ایک ،تمہارے لئے دو اجر ہیں ۔'' مسجد کی دیواریں جلد ہی چُن دی گئیں اور اُوپر لیپ کر دیا گیا ۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ،مسجد سے متصل دو حجرے تعمیر کر دیئے گئے ۔ ان کے اُوپر کھجور کے تنے اور شاخوں سے ڈھانپ دیا گیا (ان حجروں کی تعداد بعد ازاں نو کر دی گئی) ۔ مسجد کی تعمیر ختم ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ ،حضرت خالدؓ بن زید کے گھر سے آپؐ کے لئے تعمیر کردہ اس گھر میں منتقل ہو گئے (۱۲۴) ۔

کھجور کے تنے کی آہ وزاری

رسول اللہ ﷺ ، جمعہ کے روز مسجد میں موجود حنانہ نام کے ایک کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے ۔ بعد میں آپؐ نے تین سیڑھی کا منبر بنوا لیا ۔ جمعہ کے ایک دن رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ مسجدِ نبوی میں جمع تھے ۔ خطبے کے لئے رسول اللہ ﷺ نئے منبر پر چڑھ رہے تھے کہ اُس پرانے سوکھے کھجور کے تنے نے ؛ جس سے آپؐ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے ، ہر کسی کی قابل سماعت اور حاملہ اونٹنی کی آواز سے ملتی جلتی آواز میں آہ وزاری کرنا شروع کر دی ۔ سب اصحاب کرامؓ نے حیرت کے ساتھ یہ آواز سنی ۔ آواز کسی طور بھی ختم ہونے کو نہ آتی تھی ۔ اس پر آقائے دو عالم ﷺ منبر سے اُتر آئے اور مبارک ہاتھوں سے کھجور کے اس سوکھے تنے کو سہلایا ۔ اُسی پل گریہ اور آہ وزاری تھم گئی ۔ سوکھے کھجور کے تنے کی رسول اللہ ﷺ سے یہ محبت دیکھ کر صحابہ کرامؓ اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے ۔

اس واقعہ کے متعلق حضرت انسؓ بن مالک یوں بیان فرماتے ہیں : ''مسجد تک اُس کی آواز سے گونج کر رہ گئی ۔'' جبکہ ابن ابی وداعؓ یوں بیان فرماتے ہیں : ''کھجور کا تنا پھٹ کر اپنی جگہ سے ہلا ۔ رسول اللہ ﷺ نے آ کر اپنے مبارک ہاتھ کو اُس پر رکھ دیا اور وہ چپ ہو گیا ۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛'' قسم ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی کہ جس کے ید قدرت میں میرا سانس ہے ، اگر اُس پر ہاتھ رکھ کر نہ سہلاتا تو میری حسرت اور حزن سے تا قیامت ویسے ہی روتا رہتا ۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کھجور کے تنے کو دفن کر دیا گیا(۱۲۵) ۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے : رسول اللہ ﷺ نے سوکھے کھجور کے تنے کی جانب مُڑ کر کہا ، ''اگر چاہو تو تمہیں اسی باغیچہ میں بو دیتا ہوں ۔ دوبارہ کونپلیں نکل آئیں گی اور پرانی حالت میں آ جاؤ گے ۔ اگر چاہو تو تمہیں جنت میں لگا دیتا ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست تمہارے میوے سے کھائیں ۔''
پھر رسول اللہ ﷺ نے کان لگا کر سنا ۔ وہ یوں کہہ رہا تھا : '' مجھے جنت میں لگا دو تا کہ میرے میوے سے اللہ تعالیٰ کے دوست کھائیں اور میری جگہ ایسی ہو جہاں کبھی پرانا ہو کر بوسیدہ نہ ہو پاؤں ۔'' اُس تنے کی اس

(۱۲۴) ابن کثیر، السیرۃ، ۲، ۲۸۰

(۱۲۵) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۳۹؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۳۰۱-۳۰۰

میں بھی ہو، کسی کی فریاد سن کر آپؐ کسی کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے اور اپنے اصحابؓ کی تسکین فرما کر اُن کو مطلع فرماتے کہ کوئی خطرہ نہیں۔

مسجدِ نبوی

رسول اللہﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے اصحابِ کرامؓ کی تعلیم اور باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے ایک مسجد کی تعمیر کی آرزو رکھتے تھے۔ اس دوران جبرائیلؑ نے آکر کہا، ''یا رسول اللہﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ اُس کے لئے پتھر اور گارے سے ایک گھر (مسجد) بنائیں۔'' حبیبِ اکرمﷺ نے فوراً اُس جگہ کو خریدنے کی خواہش ظاہر کی جہاں مدینہ کی آمد پر اُونٹنی قصوا بیٹھی تھی۔ اُس اراضی کے مالکان نے: ''یا رسول اللہﷺ! ہم اُس اراضی کا بدل صرف جنابِ حق سے طلب کرتے ہیں۔ ہم اُس اراضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہدیہ کرتے ہیں'' کہہ کر اپنی اراضی کو بلا معاوضہ دینے کی آرزو کی۔ اس کے باوجود رسول اللہﷺ نے قبول نہ کیا اور اصل قیمت سے زیادہ معاوضہ ادا کر کے اراضی خرید لی (۱۴۳)۔

ایک طرف اراضی کی صفائی کر کے اُسے ہموار کیا جا رہا تھا، دوسری جانب گارے کی اینٹیں بنائی جا رہی اور پتھر ڈھو کر لائے جا رہے تھے۔ نہایت سب تیاریاں مکمل ہونے کے بعد، سب بنیاد رکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ بنیاد کا پہلا پتھر رسول اللہﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے رکھا۔ اس کے بعد آپؐ نے: ''ابوبکرؓ اپنا پتھر، میرے پتھر کے ساتھ رکھے! عمرؓ اپنا پتھر، ابوبکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھے! عثمانؓ اپنا پتھر، عمرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھے! علیؓ اپنا پتھر، عثمانؓ کے پتھر کے ساتھ رکھے!'' ترتیب بتاتے ہوئے پتھر لگوائے۔ آپؐ کے حکم کی تعمیل کے بعد، وہاں موجود دیگر اصحابِ کرام کو کہا، ''آپؐ بھی اپنے پتھر رکھیں۔'' وہؓ سب بھی پتھر رکھنا شروع ہو گئے۔

مسجد کی تعمیر میں رسول اللہﷺ کی زیرِ نگرانی سب اصحابِ کرامؓ نے بلا توقف، بغیر آرام کئے، جی جان سے کام کیا۔ اپنی مبارک پیٹھوں پر اینٹیں اور پتھر ڈھوئے۔ پتھروں سے بنی بنیاد ڈیڑھ میٹر بلند کر کے، اُس پر اینٹیں چُن دیں۔ رسول اللہﷺ ایک دن، اینٹیں اُٹھا کر لے جا رہے تھے۔ ایک صحابیؓ نے آپؐ کے حضور میں آکر نہایت ہی ادب سے کہا، ''یا رسول اللہﷺ! مجھے اجازت دیں کہ یہ اینٹیں میں اُٹھاؤں!'' خاتم الانبیاﷺ نے نہایت نزاکت کے ساتھ رد کر کے اینٹیں دینے سے انکار کر دیا اور بتایا کہ آپؐ بھی یہ ثواب حاصل کرنے کے محتاج ہیں۔ پھر اُنؓ کو بھی پتھر لانے کی نصیحت فرمائی۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر میں سب سے زیادہ محنت کرنے والوں میں ایک رسول اللہﷺ بذاتِ خود تھے۔ بھاری بھرکم پتھر مشقتوں کے ساتھ اٹھاتے اور معماروں کو لا کر دیتے۔ ان پتھروں اور اینٹوں کو ڈھوتے ہوئے، اس کام کی قدر و اہمیت کے متعلق اور بدلے میں ملنے والی نعمتوں کا مژدہ سنا کر اصحابِ کرام کی ہمت بڑھاتے تھے۔

---

(۱۴۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۳۹

نظام اور اک مسعود زندگی کی تعمیر میں مصروف ہو گئے ۔ اسلامیت نے ہجرت وقوع ہونے کے بعد اب ''دولت'' بننے کی جانب پہلا قدم اُٹھا لیا تھا ۔ جبکہ مدینہ منورہ دینِ اسلام کا گہوارہ اور مرکز بن رہا تھا ۔

مدینہ میں ؛ اصحاب کرامؓ کے علاوہ ، عیسائی ، یہودی اور بت پرست مشرکین بھی موجود تھے ۔ یہودی تین قبیلوں پر مشتمل تھے ؛ بنی قینقاع ، بنی قریضہ اور بنی نضر ۔ یہ لوگ اسلام کے اور خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ دشمن تھے ۔

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اصحاب کرامؓ کو ایک دوسرے کا بھائی بنا کر اُخوت کے بندھن باندھ دینے کی خبر سے مشرکینِ مکہ بڑے پریشان ہوئے اور اسے اپنے لئے بڑے خطرے کا پیش خیمہ جانا ۔ وہ سمجھتے تھے کہ جلد ہی اگر اُنہوں نے اس کا سدِ باب نہ کیا تو مسلمان قوت میں آ کر مکہ پر حملہ کر سکتے اور اپنے پیچھے چھوڑی زمینیں ، گھر اور اپنے وطن کو اُن کے ہاتھوں سے چھین سکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ان فکروں میں پڑے مشرکینِ مکہ کی جانب سے مدینہ کے مسلمانوں کو متواتر دھمکی بھرے مکتوب آ رہے تھے ۔ ان مکتوبات میں سے ایک میں یوں کہا گیا تھا : '' بلا شبہ کہ ہمارے دُشمن عرب قبائل میں سے آج تک کسی نے ہمیں اتنا بر ہم نہیں کیا جتنا کہ تم لوگوں نے ۔ کیونکہ ہم میں سے ہی ایک ایسا شخص جس کو ہمارے حوالے کرنا ضروری تھا ، تم نے اُس کی مدد و معاونت کر کے ، اپنی بانہیں پھیلا کر اُس کی حفاظت کی ۔ تمہارا یہ قصور نا قابلِ معافی ہے ۔ مہربانی کر کے ہمارے درمیان میں سے ہٹ جاؤ اور اُسے ہمارے حوالے کر دو ۔ اگر اُس کے چال چلن اچھے ہو گئے تو سب سے زیادہ ہم خوش ہوں گے ۔ اگر اس کے برعکس ہوا تو اُس کو سیدھا کرنا بھی ہمارا ہی کام ہو گا ! ۔ ۔ ۔ ''

رسول اللہ ﷺ کی مدح سرائی کرنے والے حضرت کعبؓ بن مالک نے اس مکتوب کا بہت ہی پیارا جواب تحریر کیا ۔

مشرکینِ مکہ نے ، مشرکینِ مدینہ کو بھی ایسے ہی دھمکی بھرے مکتوبات لکھے ۔ اُن کو بھی ؛'' اگر ہمارے آدمی کو اپنے شہر سے نہ نکالو گے تو ہم تمہارے اُوپر یلغار کر دیں گے ، تمہارا قتل و غارت کریں گے ، تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیں گے ! ۔ ۔ ۔ '' کہہ کر دھمکیاں سنائیں ۔

اس بنا پر مشرکینِ مدینہ نے منافق عبد اللہ بن اُبیّ کے گرد جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ جب بھی کوئی موقع ہاتھ لگا تو وہ رسول اللہ ﷺ کو ضرور نقصان پہنچائیں گے ۔

مسلمانوں کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے لئے اُنہوں نے ہر طرح کی تدبیر پر عمل درآمد کر ڈالا ، آپ ؐ کو اپنے گھیرے میں لے لیا ۔ راتوں کو گلیوں میں نہ نکلتے اور نہ ہی اپنے گھروں میں سو پاتے تھے ۔ اُبیؓ بن کعب فرماتے ہیں : '' رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے مسلمان ، مشرک عرب قبائل کی دشمنی کا ہدف بن گئے تھے ۔ اصحابِ کرامؓ ، اسلحہ لئے صبح تک پہرہ دیتے تھے ۔ ''

اصحابِ کرامؓ یک وجود ہو چکے تھے ، خطرے کی حالت میں پوری قوت کے ساتھ مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے تھے ۔ رسول اللہ ﷺ اس معاملے میں خود ان سب سے آگے تھے ۔ آپؐ جیسا کہ ہر اچھے اخلاق میں سب سے آگے تھے ، جسارت میں بھی اصحاب کرامؓ سے آگے ہی جگہ لیتے ۔ رات کے کسی پہر

مہاجرین اور اُن کی میز بانی کرنے والے انصار کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ حضرت علیؓ سب سے آخر میں رہ گئے اور یہ سوچتے ہوئے کہ شاید آپؐ اُنہیں بھول گئے ہیں: ''یارسول اللہﷺ! کیا آپؐ مجھے بھول گئے؟'' آپؐ سے سوال کیا۔ آقائے دو عالمﷺ نے جواب دیا، **''تم دُنیا میں اور آخرت میں بھی، میرے بھائی ہو۔''** یہ اُخوت مادی اور معنوی معاونت پر استوار تھی۔ اس طرح اپنے وطن، اپنے گھر اور اپنے اقرباء سے دور رہنے کے درد اور حزن میں کسی قدر کمی واقع ہوگئی تھی۔ مدینہ کے مسلمانوں نے پہلے ہی سے، اللہ تعالیٰ کے دین کے مطابق زندگی گزارنے اور اُسے پھیلانے کی خاطر اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر آنے والے مہاجر بھائیوں کے لئے اپنی بانہیں، اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے، اُن کا اپنے گھروں میں خیر مقدم کیا، اپنی جان و مال سے مدد و تعاون میں کوشاں تھے۔ اس بھائی چارے کے قیام کے بعد اب اُن کو اور بھی جی جان سے گلے لگا لیا۔ رسول اللہﷺ نے ہر مہاجر صحابیؓ کے مزاج کے مطابق کسی انصار کو اُس کا بھائی قرار دیا تھا۔ یہ بھائی چارہ اس قدر پختہ تھا کہ وہ اپنے والدین کی وراثت میں سے حصّہ دینے کی حد تک تیار تھے (۱۲۱)۔

ہر مدینے والا، اپنی اراضی، باغ، گھر، مال۔۔۔ الغرض جو کچھ بھی تھا سب کو دو میں بانٹ دیتا، اس طرح آدھا حصہ ہنسی خوشی سے اپنے مہاجر بھائی کو دے دیتا تھا۔ مہاجرین میں سے عبدالرحمانؓ بن عوف یوں بیان کرتے ہیں: ''جب ہم نے مدینہ کو ہجرت کی تو رسول اللہﷺ نے سعدؓ بن ربیع کو میرا بھائی بنا دیا۔ اس پر سعدؓ نے مجھ سے کہا، ''اے میرے بھائی عبدالرحمانؓ! میں مال و دولت کے لحاظ سے مدینے کے مسلمانوں میں سب سے امیر آدمی ہوں۔ میں نے اپنا مال دو میں تقسیم کر دیا ہے، آدھا مال تمہارا ہے۔'' میں نے جواب دیا، ''اللہ تعالیٰ تمہارا مال تمہیں ہی مبارک کرے اور اُس کی خیر دیکھنا نصیب کرے۔ مجھے مال کی ضرورت نہیں۔ بس میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مجھے اُس بازار تک لے جاؤ جہاں پر تم خرید و فروخت کرتے ہو۔''

قربانی کی ایسی مثال، صرف اسلامی بھائی چارے ہی کا خاصہ تھی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر اس دن تک کئی کوچ ہوئے تھے۔ لیکن ایسی بامعنی اور بلند پایہ ہجرت؛ باہر سے آنے والوں اور مقامی لوگوں میں اس قدر محبت سے بھرپور تعلق اور صمیمیت کے ساتھ گلے ملنا ایسا تھا جس کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **''دراصل مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں (۱۲۲)۔''** یہ آیت اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ در حقیقت، محبت اور صمیمیت مادی منفعت سے نہیں بلکہ ایمان اور عقیدے سے پنپتی ہے۔ اصحابِ کرامؓ کا یہ حال، رسول اللہﷺ کی مبارک صحبت کا نتیجہ تھا۔ ہمارے پیارے پیغمبرﷺ کے مبارک قلب سے پھوٹتے سمندروں کی مثل، برکات و فیوض اصحابِ کرامؓ کے قلوب میں بہتے جاتے تھے، جس کے نتیجے میں وہ بےنظیر جذبہء جاں نثاری سے ایک دوسرے سے پیار کرتے اور بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔

انصارؓ اور مہاجرینؓ نے، اس نئے اسلامی مرکز میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے، دل لگا کے دینِ اسلام کی مضبوطی کے لئے ہر طرح کی قربانی دینے، اس کے نتیجہ میں شہادت کے مرتبے کو پا لینے کا عہد کیا۔ اس طرح رسول اللہﷺ کے اطراف میں اکٹھا ہوکر، دینِ اسلام کی بنیادوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے، اک نیا

(۱۲۱) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۳۸؛ ابن کثیر، البدایہ، ۱۱۱، ۲۲۹۔۲۲۶؛ بلاذری، انساب، ۱، ۲۷۱۔۲۷۰
(۱۲۲) سورۃ حجرات، ۱۰ / ۴۹

میری زوجہ اُمّ ایوبؓ غور کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کس کس جگہ لگے ہیں، ہم اُس جگہ سے کھاتے اور برکت حاصل کرتے۔ ایک دن ہمارا تیار کردہ کھانا جو پیاز اور لہسن کی آمیزش رکھتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے واپس بھیج دیا۔ اُس میں انگلیوں کے نشانات نظر نہ آئے تو میں فریاد کرتا ہوا آپؐ کے پاس گیا اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! آپؐ نے شام کا کھانا واپس بھیجا ہے اور اُس پر آپؐ کی انگلیوں کے نشان نظر نہیں آتے۔ جبکہ میں اور اُمّ ایوبؓ آپؐ کے بھیجے برتنوں پر آپؐ کی انگلیوں کے نشانات دیکھ کر وہاں سے کھانا کھاتے اور برکت حاصل کرتے تھے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''میں نے سبزی میں ایک بُو محسوس کی، اس لئے کھانا نہیں کھایا۔ میں ایک ایسا شخص ہوں جو ملائکہ سے بات کرتا ہے۔''** ''کیا وہ کھانا حرام ہے؟'' میں نے استفسار کیا۔ **''نہیں! لیکن میں نے بُو کی وجہ سے پسند نہیں کیا''** آپؐ کے اس وضاحت پر میں نے کہا، ''جو شے آپ کو پسند نہ آئے وہ میں بھی پسند نہیں کرتا!'' رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''**آپؓ اُسے کھائیں۔**'' اس بنا پر ہم نے وہ کھانا کھا لیا اور پھر کبھی اُس سبزی سے رسول اللہ ﷺ کا کھانا تیار نہ کیا۔

میں پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے لئے کافی مقدار میں کھانا تیار کر کے اُن کی خدمت میں لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **''یا ابا ایوبؓ! انصار کے شرفاء میں سے تیس بندوں کو دعوت دو۔''** میں اس سوچ میں تھا کہ کھانا کم ہے اور رسول اللہ ﷺ شاید کچھ زیادہ ہی خیال کر رہے ہیں، آپؐ نے پھر فرمایا، **''یا ابا ایوبؓ! انصار کے شرفاء میں سے تیس بندوں کو دعوت دو۔''** ہزاروں سوچوں میں ڈوبی کیفیت میں نے انصار سے تیس لوگوں کو دعوت دی، وہ لوگ آئے۔ اُس کھانے سے کھایا، سیر ہو گئے۔ اس معجزے کو دیکھ کر آنے والوں کے ایمان کو اور بھی تقویت ملی اور اُنہوں نے ایک بار پھر بیعت کی اور چلے گئے۔

پھر آپؐ نے فرمایا، **''ساٹھ بندوں کو دعوت دو۔''** میں دیکھ چکا تھا کہ اس معجزے کی وجہ سے کھانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی، خوشی کے ساتھ ساٹھ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے حضور آنے کی دعوت دی۔ وہ سب آئے اور اُس کھانے سے کھایا۔

سب رسول اللہ ﷺ کے معجزے کی تصدیق کرتے ہوئے لوٹے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، **''انصار میں سے نوے بندوں کو بلاؤ۔''** میں نے بلایا، وہ لوگ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُن کو دس دس کے گروہ میں دسترخوان پر بٹھایا گیا، اُنہوں کے کھانا کھایا، سب نے اس عظیم معجزے کو دیکھا اور پھر چلے گئے۔ اس طرح ایک سو اسی لوگوں نے کھانا کھایا۔ جبکہ کھانا اُتنا ہی تھا جتنا میں لے کر گیا تھا اور ایسے پڑا تھا جیسے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا ہو (۱۲۰)۔''

انصار و مہاجرین کے مابین اُخوّت

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے مدینہ منورہ میں بہتر تعلقات پیدا کرنے کے لئے، ہجرت کر کے آئے

(۱۲۰) قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۲۸۹

دورِ مدینة المنوّرة

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی بعثت کے تیرھویں سال، ۱۲ ربیع الاوّل بمطابق ۶۲۲ء آپؐ کی ہجرت سے دس سالہ دورِ مدینہ کا آغاز ہوا۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت خالد بن زید ابوایوب الانصاریؓ (۱۱۹) کے گھر تشریف لے گئے اور گھر کی نچلی منزل میں رہنے کو ترجیح دیتے ہوئے قیام کر لیا۔ اس طرح آقائے کائنات کے استقبال اور میزبانی کا شرف اس مبارک ذات کو نصیب ہوا۔

حضرت خالدؓ یوں فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے میرے گھر کو شرف بخشا اور نچلی منزل میں ٹھہرنے کو ترجیح دی تھی۔ ہم اُوپر کی منزل پر رہتے ہوئے بہت پریشانی میں تھے۔ ایک دن میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا یا رسول اللہ ﷺ! میرا اوپر اور آپؐ کا نیچے قیام فرمانا، میرے دل کو ناگوار گزرتا ہے، مجھے اچھا نہیں لگتا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ آپؐ کی ذاتِ عالیہ اُوپر قیام فرمائیں اور ہمیں نچلی منزل پر رہائش پذیر ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا، ''یا ابا ایوبؓ! تمہارے گھر کی نچلی منزل میں قیام کرنا ہمارے لئے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔'' زیارت کو آنے والے لوگوں کی آسانی اور ملاقات کی راحت کے پیشِ نظر نچلی منزل پر قیام کرنے کو بہتر سمجھا۔ ہم اوپر کی منزل پر قیام پذیر رہے۔

ایک دن ہمارا پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ بہتا پانی رسول اللہ ﷺ پر ٹپکنے اور آپؐ کی پریشانی کے اندیشے سے، میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر ہمارے واحد اوڑھنے والے مخمل کے غلاف کو اُس پانی پر ڈال کر خشک کر دیا۔''

حضرت ابوایوب انصاریؓ، اوپر کی منزل پر رہنے سے بہت پریشان تھے۔ نہایت خود نیچے کی منزل پر منتقل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی رہائش کا بندوبست اُوپر کی منزل پر کر دیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں: ''ہم ہمیشہ شام کا کھانا تیار کر کے رسول اللہ ﷺ کو بھیجتے۔ آپؐ بچا ہوا کھانا ہمیں واپس بھیجتے تو میں اور

(۱۱۹) ابن ہشام، الاصابہ، ۱، ۴۰۵

یہیں ہے'' پھر دریافت کیا، '' یہ جگہ کس کی ہے؟'' آپ کو بتایا گیا، '' یارسول اللہ ﷺ! عمرو کے بیٹے سہل اور سہیل کی ہے۔'' یہ بچے یتیم تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، '' ہمارے اقرباء میں یہاں سے قریب ترین کس کا گھر ہے؟ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی والدہ بنی نجار سے تھیں۔ حضرت خالد بن زید ابوایوب الانصاریؓ نے بھرپور خوشی کے ساتھ پکارا، '' یارسول اللہ ﷺ! میرا گھر زیادہ قریب ہے۔ یہ رہا میرا گھر، یہ رہا اس کا دروازہ'' اور ہیجان کے ساتھ اشارہ کر کے دکھایا۔ قصوا کے بوجھ کو اُتار کر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا (۱۱۸)۔

مدینہ کے مسلمان اور مہاجرین، رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے بڑے خوش تھے۔

روحِ پاک آ چکی، ہے نقطہء نورِ خدا یارسول اللہ
جمال آپؐ کا حالت افزا، اور دل کشا یارسول اللہ

آثارِ وجودِ رحمت نے تیرے، روکا طلوع ظلمت وکفر
سب مسلماں ہیں خوب اس راز سے آشنا یارسول اللہ

گلستانِ رسالت میں ذات تیری، مانندِ باغیچہء گل
کہ ہے تجھ کو خدا نے بنایا، شاخِ منتہا یارسول اللہ

کرم کرا ے خداوندا، بواسطہء جہت شریفِ مولاؐ
ہے فیض تیرا ہی، نجیبؔ کے درد کی دوا یارسول اللہ

سلطان احمد سوئم (نجیبؔ)

(۱۱۸) ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۳۴۶

نے بھی جھلتے ریگستان میں، سورج کی چلچلاتی دھوپ کے باوجود، ایک ہیبت کے ساتھ اُن کی جانب بڑھتے آتے لوگوں کو دیکھ لیا۔ خوشی سے ایک دوسرے کو پکار پکار کر کہہ رہے تھے، ''مبارک ہو! ۔ ۔ ۔ مبارک ہو! ۔ ۔ ۔ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں! ۔ ۔ ۔ خوش ہو جاؤ اے مدینے والو۔ عید مناؤ! حبیب اللہ ﷺ آ رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ہمارے سر کے تاج آ رہے ہیں! ۔ ۔ ۔'' اس خبر نے ایک ہی پل میں مدینہ منورہ کی گلیوں کو بھر دیا۔ بچے، بوڑھے سب خوشی کی اس خبر کے انتظار میں تھے۔ سب مدینہ والے سب سے اچھے کپڑے زیب تن کئے، سرعت کے ساتھ آقائے دو عالم ﷺ کا استقبال کرنے کو دوڑے۔ تکبیر کی صدائیں فضا میں گونج رہی تھیں، خوشی کے آنسو سیلاب کی طرح بہہ رہے تھے۔ حزن اور خوشی سے بھرپور ایک ہوا چل تھی اور مدینہ اپنی تاریخ کا سب سے بڑا دن دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جو ''امین'' کے لقب والے اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو قتل کرنے کے لئے انعام کا اعلان کر رہے تھے؛ دوسری طرف آپ کو اور آپؐ کے اصحابؓ کی حفاظت کرنے، اُنہیں گلے لگانے اور اس کی خاطر اپنی جانوں کو فدا کرنے کی آرزو رکھنے والے تھے۔

مدینہ والے جلد سے جلد اپنے پیغمبر ﷺ کے نورانی جمال کو دیکھنا چاہتے تھے۔ مدینہ نے اپنی تاریخ میں ایسی خوشی کی اور ایسی مبارک گھڑی نہ دیکھی تھی۔ یہ، اُس دن تک منائی گئی عیدوں میں سب سے بڑی عید تھی۔

بے مثل اور بے نظیر اس عید میں عورتیں اور بچے یہ اشعار ترنّم کر رہے تھے:

طلع البدر علينا	من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا	ما داع لله داع
أيها المبعوث فينا	جئت بالأمر المطاع
جئت شرفت المدينة	مرحبا يا خير داع (۱۱۷)

''مرحبا یا رسول اللہ ﷺ۔'' ''ہمارے ہاں تشریف لائیں یا رسول اللہ ﷺ'' جیسی خواہش سے لبریز آوازیں ہر طرف سے آ رہی تھیں۔ مدینہ کے امراء میں سے بعض نے قصوا کی مہاریں پکڑ کر التجا کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں تشریف لائیں ۔ ۔ ۔'' آپؐ نے حکم دیا، ''اونٹنی کی مہار کو چھوڑ دیا جائے، میں اُسے مامور کرتا ہوں۔ وہ جس کے گھر کے آگے بیٹھے گی، میں اُسی گھر کا مہمان بنوں گا!'' ہر کسی میں ایک ہیجان اور تجسّس پیدا ہو گیا۔ دیکھیں قصوا کہاں بیٹھتی دیکھیں قصوا کہاں بیٹھتی ہے؟ قصوا مدینہ شہر کے اندر بڑھ رہی تھی، جس دروازے کے سامنے سے گزرتی اُس گھر کے مکین: ''یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائیں، ہمارے ہاں تشریف لائیں!'' کہہ کر التجا کرتے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ اُنہیں تبسم فرما کر کہتے، ''اُونٹنی کا راستہ چھوڑ دیں! کہاں رکنا ہے یہ اُسے بتا دیا گیا ہے۔'' نہایت قصوا اُس جگہ آ کر بیٹھ گئی جہاں آج کی مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُونٹنی سے نہیں اُترے۔ وہ پھر سے اُٹھی اور چلنا شروع کر دیا۔ پھر پہلی جگہ پر آن بیٹھی اور پھر نہ اُٹھی۔ رسول اللہ ﷺ اُونٹنی سے اُتر آئے اور کہا، ''انشاء اللہ ہماری منزل

(۱۱۷) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۷، ۳۵۱؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱، ۲۶۹؛ شمس الدین شامی، سبل الہدیٰ، ۱۱۱، ۴۷۸

پہلے سال کی تاریخ آٹھ ربیع الاوّل بروز سوموار (بمطابق ۲۰ ستمبر، ۶۲۲ء) کے دن اشراق کے وقت ''قبا'' نامی گاؤں پہنچ گئے۔ آج کا دن، مسلمانوں کے لئے ہجری شمسی سال کی ابتدا اقرار پایا۔ یہاں حضرت کلثومؓ بن الہدم نام کے صحابی کے گھر پر قیام فرمایا۔ اُنہوں نے یہاں پہلی مسجد تعمیر کی۔ قبا کی وادی میں پہلی نمازِ جمعہ ادا فرمائی اور پہلی دفعہ خطبہ پڑھا۔ قبا کی مسجد کے متعلق آیتِ کریمہ میں: ''۔۔۔وہ مسجد کہ بنیاد رکھی گئی جس کی تقویٰ پر'' کہہ کر مدح کی گئی (۱۱۵)۔

اس دوران ابھی تک مکہ میں ہی قیام پذیر حضرت علیؓ کعبہ میں اُس جگہ آن بیٹھتے جہاں رسول اللہ ﷺ ہر روز تشریف فرماتے تھے۔ پھر اعلان فرماتے، ''رسولِ اکرم ﷺ کے پاس جس کسی کا جو کچھ بھی ہے وہ آئے اور آکر وصول کرلے!'' ہر کوئی آکر، نشانی بتاتا اور اپنی امانت لے لیتا۔ اس طرح امانتیں اُن کے صاحبان کو تسلیم کردی گئیں۔

مکہ مکرمہ میں باقی بچے اصحاب کرامؓ، حضرت علیؓ کے پروں تلے پناہ لئے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا سعادت خانہ جب تک مکہ میں رہا حضرت علیؓ نے وہیں قیام فرمایا۔ کچھ مدت بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ آپؐ کے گھر کا سامان مدینہ منورہ میں لایا جائے۔

اللہ کے شیر حضرت علیؓ اُس جگہ گئے جہاں قریش کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ''انشاء اللہ تعالیٰ میں کل مدینہ منورہ جارہا ہوں۔ اگر کچھ کہنا چاہو تو ابھی میں یہاں ہوں کہہ لو!'' سب نے سر جھکا لیا اور کچھ نہ بولے۔ صبح ہوتے ہی، حضرت علیؓ نے رسولِ اکرم ﷺ کے گھر کا سامان اکٹھا کیا، رسول اللہ ﷺ کے اہلِ بیت اور اپنے اقرباء کے ساتھ سفر پر نکل پڑے۔ آپؓ، سوجھن سے چُور اور خون سے لتھڑے پاؤں لئے قبا کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے آن ملے۔ دن کو چھپ کر، رات کو پیدل سفر کرتے ہوئے اب اس حال میں نہ تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پہنچ پائیں۔ خبر پاکر رسولِ اکرم بذاتِ خود تشریف لائے، حضرت علیؓ کی حالت دیکھ کر آپؐ بڑے دُکھی ہوئے، فداکار چچازاد کو گلے لگا لیا، اپنے مبارک ہاتھوں سے حق کے راستے پر ہزاروں مشقتیں برداشت کرنے والے، اُن نازین و نازک پاؤں کو سہلایا، اُن کی عافیت کے لئے دُعا فرمائی۔ حتیٰ روایت کے مطابق، حضرت علیؓ کی فداکاری پر قرآنِ کریم کی آیتِ جلیلہ نازل ہوئی: ''اور انسانوں میں ہی سے کوئی ایسا بھی ہے جو کھپا دیتا ہے اپنی جان اللہ کی رضا جوئی میں اور اللہ بہت مہربان ہے اپنے بندوں پر'' (۱۱۶)۔

مدینہ کو پہلے سے ہجرت کرکے آئے اصحابِ کرام اور مدینہ کے مسلمان، سلطانِ کائنات کی مکہ سے ہجرت کے لئے نکلنے کی خبر پا چکے تھے اور بڑی گرمجوشی اور ہیجان کے ساتھ آپؐ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ اس وجہ سے اُنہوں نے مدینہ منورہ کے جوار میں پہرے پر آدمی بٹھا دیئے تھے اور اُس آن کے انتظار میں تھے جب آپؐ اُن کے شہر کو اپنے قدموں سے شرف بخشیں گے۔ دل و جان سے آپؐ کا استقبال کرنے کے لئے بیتاب تھے۔ آپؐ کی محبت میں جلنے والے اُفق پر نظریں ٹکائے کئی دنوں سے یوں منتظر تھے جیسے جھلتا ریگستان، پانی کا۔ نہایت ایک دم سے، ''آرہے ہیں! آرہے ہیں!۔۔۔'' کی آواز سنائی دی۔ آواز سننے والوں نے گرم ریگستان کے بیچ نظریں دوڑانا شروع کردیں۔ ہاں!۔۔۔ہاں!۔۔۔اب اُنہوں

---

(۱۱۵) سورۃ التوبہ، ۱۰۸ / ۹

(۱۱۶) سورۃ البقرۃ، ۲۰۷ / ۲

صاحب شفقت و مرحمت جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ کمال رسیدگی اور حُسنِ اخلاق کا نمونہ بنا کر بھیجے گئے پیغمبر کائنات نے اُس کی التجا قبول کر لی۔ سُراقہ نے کہا، ''یا محمدؐ! میں خوب سمجھ گیا ہوں کہ آپؐ کی حفاظت کی جا رہی ہے۔ دُعا فرمایئے کہ میری نجات ہو۔ اس کے بعد آپؐ کو کبھی نقصان نہ پہنچاؤں گا۔ آپؐ کا تعاقب کرنے والوں کو بھی آپؐ کے متعلق کچھ نہ بتاؤں گا۔'' سرورِ کائنات ﷺ نے: ''یا ربی! اگر وہ اپنے قول میں سچا اور صمیمی ہے تو اُس کے گھوڑے کو چھڑا دے'' دُعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرمایا۔

سُراقہ بن مالک کا گھوڑا دھنسی زمین سے اس دُعا کے بعد ہی نکل پایا۔ اس دوران اس جگہ سے جہاں گھوڑے کے پاؤں دھنسے تھے، آسمان کی جانب دھویں جیسی کوئی چیز اُٹھ رہی تھی۔ سُراقہ حیرت میں ڈوبا تھا اور ان سب وقوعات کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ محمد ﷺ کی ہمیشہ حفاظت کی جاتی ہے۔ وہ اب کئی چیزوں کا شاہد ہو چکا تھا۔ آخر کار اُس نے کہا، ''یا محمدؐ! میں سُراقہ بن مالک ہوں! میرے متعلق قطعاً شبہ مت کرنا۔ آپؐ سے وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد کوئی ایسا کام نہ کروں گا جو آپؐ کو پسند نہ ہو۔ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو اور آپؐ کے دوست کو پکڑ کر لانے والے کے لئے بہت بڑا انعام اعلان کیا ہے۔'' پھر مشرکینِ قریش کے بدارادوں کے متعلق سب باتیں بتائیں، حتیٰ آپؐ کے لئے زادِ راہ اور اُونٹ بھی دینا چاہا، مگر رسول اللہ ﷺ نے قبول نہ کیا اور اُسے کہا، ''اے سُراقہ! میں تمہارے اُونٹ اور مویشیوں کی نہ آرزو کرتا ہوں نہ ہی طلب، جب تک کہ تم دینِ اسلام قبول نہ کر لو۔ اتنا کافی ہے کہ سب سے چھپا رکھو کہ تم نے ہمیں دیکھا ہے۔''

ابن سعدؒ نے یوں نقل کیا ہے: سُراقہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''مجھے بتائیں کہ آپؐ کا کیا حکم ہے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''اپنے دیار کو لوٹ جا۔ کسی کو یہ موقع نہ دو کہ وہ ہم تک پہنچ جائے۔''

ہر شے اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہو رہی تھی۔ اُس پر خلوص کے ساتھ اعتماد کر کے، اُس کی رضا کے راستے پر چلنے پر ناقابلِ فہم حادثات پیش آرہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر کے بڑا انعام حاصل کرنے کی حرص میں، شیر کی مانند گرجتا ہوا نکلا سُراقہ، اب مُونس، ساکن بچے کی طرح ہو گیا تھا۔ ہر شے پر قادر اللہ تعالیٰ نے سُراقہ کے دل کو خیر کی جانب پھیر دیا تاکہ اپنے حبیب ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ بلا شبہ، کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنے حبیب ﷺ کو اکیلا نہیں چھوڑنا تھا۔ کیونکہ آپؐ انسانوں کے لئے مرحمت، دنیا اور آخرت میں ابدی سعادت اور مژدہ دینے کے لئے بھیجے جانے والے پیغمبر تھے۔

سراقہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گیا۔ جو اُس کے ساتھ بیتی، اس نے اُسکا ذکر بھی کسی سے نہ کیا(۱۱۴)۔

مبارک ہو! مبارک ہو!
سلطانِ کائنات آرہے ہیں!۔۔۔

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، عامرؓ بن فُہیرہ اور راہنما عبداللہ بن اُریقط ہجرت کے

(۱۱۴) ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۴۸۹؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۷، ۴۴۴؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۳۴۶؛ طبرانی، المعجم کبیر، ۷۱۱، ۱۳۳؛ ابویعلی، المسند، ۱، ۱۰۷

تھے ۔ اگر اُنہیں نہ ڈھونڈ سکے تو اُن کو ایک بہت بڑا خطرہ اُٹھتا نظر آ رہا تھا ۔ کیونکہ اُن کی سوچ تھی کہ مسلمان ایک ''اسلامی حکومت'' قائم کر کے ،قلیل مدت میں اُن کو ختم کر ڈالیں گے ۔ اس بنا پر مشرکین نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو قتل کرنے والے یا اُن کو اسیر بنانے والے کو سو اُونٹوں کے علاوہ بے پناہ مال و دولت دینے کا بھی وعدہ کیا تھا ۔ یہ خبر قبیلہ بنی مدلج میں بھی پھیل گئی ،جس سے سراقہ بن مالک منسلک تھا ۔ سراقہ بن مالک ایک اچھا کھوج نکالنے والا تھا ۔ اس لئے تمام حالات کو بڑے انہماک سے جانچ رہا تھا ۔

منگل کے ایک دن ،سُراقہ بن مالک کے قیام کردہ علاقے قدید میں بنی مدلج جمع ہوئے بیٹھے تھے ۔ اس دوران قریش کے ایک آدمی نے آ کر سُراقہ سے کہا،''اے سُراقہ! واللہ میں نے کچھ دیر پہلے ساحل کی طرف جاتا تین آدمیوں کا ایک قافلہ دیکھا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور اُن کے اصحابؓ ہیں ۔'' سُراقہ بات تو سمجھ گیا ۔لیکن انعام اتنا بڑا تھا کہ اسے اکیلے ہی حاصل کرنا چاہتا تھا ۔ اس لئے اس سوچ کے ساتھ کہ کسی اور کو اس کی خبر نہ ہو سکے وہ بولا ،''نہیں ، وہ جن کو تم نے دیکھا ہے فلاں فلاں لوگ تھے ۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے ہی یہاں سے گزرے ہیں ۔ اُنہیں ہم نے بھی دیکھا ہے'' اور یوں ظاہر کیا جیسے کوئی اہم بات نہ ہو ۔

سُراقہ بن مالک نے کچھ دیر انتظار کیا ۔ لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کئے بغیر اپنے گھر آ یا ۔ اپنے خدمتگار سے کہا کہ گھوڑا اور اسلحہ لے کر وادی کے پیچھے اُس کا انتظار کرے ۔ خود اپنا نیزہ لیا ،لوگوں کی نظر سے بچنے کے لئے اُس کی چمکدار نوک کا رُخ نیچے کی جانب رکھا ۔ اُس نے اپنا گھوڑا دوڑانا شروع کر دیا ۔ راستے پر چلتے چلتے نہایت اُس نے قدموں کے نشانات پا ہی لئے ۔ وہ آپؐ کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ آپؐ کو اچھی طرح دیکھ سکتا تھا ،حتیٰ سُراقہ کو ، رسول اللہ ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی ۔لیکن رسول اکرم ﷺ نے اپنے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے پیچھے مڑ کر دیکھا ،سُراقہ پر نظر پڑی تو پریشان ہو گئے ۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو پھر وہی کہا جو غار میں فرمایا تھا ،''غم نہ کر! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔''

امام بخاریؒ کی روایت کے مطابق ،اس دوران حضرت ابوبکرؓ نے ایک گھڑ سوار کو دیکھا جو اُن تک پہنچ گیا تھا ،آپؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی ۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی ،''یا ربی! اسے گرا دے ۔'' ایک اور روایت کے مطابق سُراقہ آپؐ کے بالکل پاس پہنچ گیا ،حضرت ابوبکرؓ صدیق رو پڑے ۔ رسول اکرم ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو آپؓ نے کہا ،''واللہ ، میں اپنے لئے نہیں ، بلکہ آپ کو کوئی نقصان پہنچنے کے ڈر سے رو رہا ہوں ۔''

سُراقہ ، رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کی حد تک قریب آن پہنچا ۔''یا محمدؐ! تمہیں آج میرے ہاتھ سے کون بچائے گا!'' اُس نے للکار کر کہا ۔ سرورِ عالم ﷺ نے جواب دیا ،''مجھے ، میرا اللہ جو جبار اور قہار ہے بچائے گا ۔'' اُسی دم سراقہ کا گھوڑا اپنی اگلی دو ٹانگوں کے ساتھ زمین میں دھنس گیا ۔ اس سے بچ کر ، اُس نے دوبارہ حملے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ گھوڑے کے پاؤں پھر سے زمین میں دھنس گئے ۔ سُراقہ نے گھوڑے کو بڑا زور لگایا لیکن بے سود ، کسی طور بھی اُسے نکال نہ پایا ۔ کرنے کو اور کچھ نہ تھا ۔ جب کوئی چارہ نہ رہا تو

آپؐ نے پوچھا، ''کیا دودھ ہے؟'' اُس نے جواب میں کہا، ''نہیں ہے، مویشی سوکھ چکے ہیں۔'' سلطانِ کائناتﷺ نے خیمہ کے ساتھ بندھی کمزور سی بھیڑ کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے کہا، ''اے اُمّ معبد! یہ بھیڑ کس لئے یہاں بندھی کھڑی ہے؟'' اُس نے کہا، ''بہت ہی بیمار اور ضعیف ہونے کی بنا پر ریوڑ کے ساتھ جا نہیں پاتی۔ اس میں اتنا درمان بھی نہیں کہ جا کر چر سکے۔'' آپؐ کہے: ''اس کا کچھ دودھ ہے؟ کیا تم اس بھیڑ کا دودھ دوہنے کی اجازت دیتی ہو؟'' پوچھنے پر وہ کہنے لگی، ''میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں، اس کا دودھ تو نہیں، لیکن اسے دوہنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' رسول اللہﷺ اُس بھیڑ کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔ برکت کی دُعا کرنے کے بعد اپنے مبارک ہاتھ کو بھیڑ کے تھنوں سے لگایا۔ اُسی دم دودھ تھنوں میں اُتر آیا اور بہنا شروع ہوگیا۔ فوراً برتن لاکر بھرلیا۔ آپؐ نے پہلے اُمّ معبد کو دیا۔ اُس کے پینے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو اور دوسروں کو دیا اور جی بھر کر پینے دیا۔ سب سے آخر میں خود پیا۔ ایک بار پھر آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھ کو تھنوں سے لگایا اور دودھ دوہیا، پھر خیمہ میں موجود سب سے بڑا برتن طلب کیا۔ اُسے بھی بھر کر اُمّ معبد کے حوالے کر دیا۔

وہاں سے چلے جانے کے بعد اُمّ معبد کا شوہر آیا اور دودھ کو دیکھا۔ اُس نے خوش ہو کر پوچھا، ''یہ دودھ کہاں سے آیا؟'' اُمّ معبد نے کہا، ''ایک مبارک ذات نے آکر ہمارے خانے کو شرف بخشا۔ جو تم دیکھ رہے ہو اُس کی ہمت اور برکت ہے۔'' اُس نے پوچھا، ''ذرا بیان تو کرو، اُس کی صفات و جمال کیسا تھا؟''

اُمّ معبد نے یوں بیان کیا: ''وہ مبارک ذات جسے میں نے دیکھا ہے، بہت ہی متناسب اور پُرتبسم چہرے والی تھی۔ آنکھوں میں کسی حد تک سُرخ ڈورے تھے، آواز میں نزاکت تھی۔ مبارک پلکیں لمبی تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی بہت سفید، سیاہی بہت سیاہ تھی اور قدرتی طور پر سُرمہ لگا ہوا تھا۔ بال سیاہ، داڑھی گھنی۔ اُس کی خاموشی میں ایک وقار اور دبدبہ پایا جاتا تھا۔ بات کرتے ہوئے تبسم فرماتے تھے، الفاظ گویا موتی کی لڑی کی مانند ایک ایک کر کے اُس کے منہ سے جھڑ رہے تھے۔ دُور سے بڑی ہیبت والے، قریب سے نہایت شیریں اور جاذبِ حال نظر آتے تھے۔ ساتھ کے لوگ اُس کے حکم کی تعمیل کے لئے جی جان سے کوشاں تھے۔''

ان خصلتوں کو حیرت سے سُن کر شوہر نے کہا، ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی ذات ہے جس کی تلاش قریش والے کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر میں اُس سے مل سکتا تو اُس کی خدمت کرنے کا شرف حاصل کرتا، اُس کے پاس سے کبھی جدا نہ ہوتا۔'' روایت کے مطابق، وہ بھیڑ اٹھارہ سال زندہ رہی۔ فخرِ عالمﷺ کی برکت سے صبح شام اُس سے گزر بسر کرتے۔ اُمّ معبد کا شوہر، رسول اللہﷺ کے پیچھے چل نکلا اور وادی ریم میں آپؐ تک جا پہنچا اور مسلمان ہوگیا۔ اُمّ معبدؓ بھی مسلمان ہوگئی (۱۱۳)۔

سراقہ بن مالک

مشرکین، مدینے کی جانب نکلے حضرت محمدﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی تلاش میں متواتر سرگرداں

(۱۱۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۳۰؛ طبرانی، المعجم کبیر، ۱۷، ۴۸؛ بیہقی، دلاء النبوۃ، ۱، ۲۸

گئے (۱۱۱)۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآنِ کریم میں یوں بیان کیا ہے: ''اگر نہیں مدد کی تم نے (میرے محبوب) نبیؐ کی تو (کچھ پرواہ نہیں) بے شک مدد کی تھی اُس کی اللہ نے اُس وقت بھی جب نکال دیا تھا اُس کو اُن لوگوں نے جو کافر تھے (جب تھا ابوبکرؓ) دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اور جب کہہ رہا تھا وہ (رسول اللہ ﷺ) اپنے ساتھی (ابوبکرؓ صدیق) سے، غم نہ کر! بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، سو نازل کیا اللہ نے اپنی طرف سے سکونِ قلب اُس پر اور مدد کی اُس (اپنے محبوب نبیؐ) کی ایسے (معنوی) لشکروں سے جو نہیں نظر آتے تھے تمہیں اور کر دیا بول کافروں کا نیچا۔ اور بول اللہ (کی توحید) کا، وہ تو ہے ہی اُونچا۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے (۱۱۲)۔

پیارے پیغمبر ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اس غار میں تین دن اور تین راتیں گزاریں۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے بیٹے عبداللہؓ رات کو غار میں آکر سارا دن کی مکہ سے جمع کردہ خبریں آپؐ کو سناتے، اور بعد میں آپؐ کا آزاد کردہ غلام عامرؓ بن فُہیرہ اپنے ریوڑ کے ساتھ آکر آپؐ کو دودھ فراہم کرتے اور پاؤں کے نشانات کو مٹا دیتے۔

غارِ ثور سے چوتھے دن نکل کر رسول اللہ ﷺ، قصوا نام کی اُونٹنی پر سوار ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق اس کی گدی پر حضرت ابوبکرؓ صدیق کے ساتھ سوار ہوئے، دوسرے اونٹ پر حضرت عامرؓ بن فہیرہ اور راستہ بتانے والا عبداللہ بن اریقط سوار تھے۔

آقائے دو عالم ﷺ اپنے وطن مکہ مکرمہ سے دُور جا رہے تھے، یعنی اُس دیار سے جس کی خود اللہ تعالیٰ نے سب سے اعلیٰ دیار کہہ کر مدح کی ہے۔ اپنی اُونٹنی کا رُخ حرم شریف کی جانب موڑ کر بڑے محزون حال میں آپؐ نے یوں ارشاد فرمایا: ''واللہ! تم اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ مقامات میں سب سے خیر والے ہو، میرے ربّ کے نزدیک تم سب سے زیادہ پسندیدہ ہو! اگر مجھے تم سے نکالا نہ گیا ہوتا تو کبھی نہ نکلتا۔ میرے لئے تم سے زیادہ پیارا، زیادہ محبوب اور کوئی دیار نہیں ہے۔ اگر میری قوم نے مجھے تم سے نکالا نہ ہوتا، نہ کبھی نکلتا، نہ ہی تیرے سوا کسی اور دیار کو اپنا ٹھکانہ بناتا۔''

اس وقت جبرائیلؑ تشریف لائے اور کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ اپنے وطن کے مشتاق ہیں، اُس کو یاد کرتے ہیں؟'' آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا، ''ہاں، مشتاق ہوں!'' پھر جبرائیلؑ نے آپؐ کی واپس لوٹ آنے کا مژدہ سنانے والی، سورۃ القصص کی ۸۵ ویں آیتِ کریمہ سنا کر آپؐ کی تسلی اور تشفی فرمائی۔

راستہ سکون کے ساتھ گزر رہا تھا۔ مشرکین ہر جگہ تلاش کے باوجود آپؐ کو ڈھونڈ نہ پائے تھے، جنابِ حق اپنے حبیب ﷺ کو اُن کے شر سے محفوظ رکھ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ قدید نامی مقام پر پہنچے تو اُمّ معبد نامی ایک خاتون کے خیمہ کے سامنے رُکے جو اپنی سخاوت کی وجہ سے مشہور بڑی ہی باعزت اور عقلمند تھی۔ آپؐ نے پیسہ دے کر کھانا، کھجوریں اور گوشت خریدنا چاہا۔ اُمّ معبد نے کہا، ''اگر ہوتا تو پیسوں سے تو نہیں البتہ ضیافت ضرور کر کے آپؐ کو پیش کر دیتی۔ قحط اور مشکل گزران کے سبب سے ہمارے ہاتھ کچھ رہا ہی نہیں۔''

---

(۱۱۱) مسلم، ''فضائل الصحابہ''، ۱؛ ترمذی، ''تفسیر القرآن''، ۱۰؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۲۸؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VII، ۳۷۱، VIII، ۳۵۹؛ فاکہی، اخبارِ مکہ، VI، ۱۹۹

(۱۱۲) سورۃ التوبہ، ۴۰ / ۹

ساتھ، حق پیغمبر بنا کر بھیجا، آنے والی مصیبت آپؐ کی بجائے میرے سر آنے کو پسند کروں گا(۱۱۰)۔''

پیارے پیغمبرﷺ کی نعلین مبارک تنگ ہونے کی وجہ سے، راستہ میں ٹوٹ گئیں اور پاؤں مبارک زخمی ہو گئے، چلنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے پہاڑ پر چڑھے اور غار تک پہنچے۔ غار کے دھانے پر پہنچ کر، حضرت ابوبکرؓ نے: ''اللہ کے لئے یا رسول اللہﷺ، آپؐ اندر مت داخل ہوں! میں داخل ہوتا ہوں، اگر وہاں کوئی مضر چیز ہوئی تو مجھے نقصان پہنچے، آپؐ کی مبارک ذات کو کوئی درد کوئی الم نہ ہو'' کہا اور اندر داخل ہو گئے۔ غار میں جھاڑو دے کر صفائی کی۔ دائیں بائیں کئی ایک سوراخ تھے۔ اپنے خرقہ کو پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو بند کیا، لیکن ایک سوراخ کھلا رہ گیا۔ اُسے اپنی ایڑی سے بند کر کے رسول اللہﷺ کو اندر آنے کی دعوت دی۔

رسول اللہﷺ اندر داخل ہوئے، اپنے مبارک سر کو حضرت ابوبکرؓ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ اس وقت ایک سانپ نے حضرت ابوبکرؓ کی ایڑی پر ڈسا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں رسول اللہﷺ بیدار نہ ہو جائیں، آپؓ نے صبر کر کے حرکت نہ کی۔ لیکن آپؓ کے آنسو ٹپک کر جب رسول اللہﷺ کے چہرہ مبارک پر گرے تو رسول اللہﷺ نے پوچھا، ''کیا ہوا یا ابا بکرؓ؟''

حضرت ابوبکرؓ نے بتایا، ''میں نے پاؤں کی ایڑی سے جس سوراخ کو بند کیا تھا وہاں سے سانپ نے ڈس لیا ہے۔'' رسول اللہﷺ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے زخم پر لعاب دہن لگا دیا، درد فوراً ختم ہو گیا اور شفا پائی۔

رسول اللہﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق غار میں تھے۔ مشرکین آپ کے پاؤں کے نشانات کا کھوج لگاتے ہوئے غار تک آن پہنچے۔ غار کے دھانے پر اُنہوں نے ایک مکڑے کا جالا بُنا پایا اور دو کبوتروں کو گھونسلہ بنائے دیکھا۔ قرظ بن علقمہ نامی کھوجی نے کہا، ''یہاں آکر پاؤں کے نشانات ختم ہو گئے ہیں۔'' کفار نے کہا، ''اگر وہ یہاں داخل ہوئے ہوتے تو دھانے پر بُنا یہ مکڑے کا جالا ٹوٹ گیا ہوتا۔''

اُن میں سے بعض نے کہا، ''یہاں تک آ ہی گئے ہیں تو کوئی اندر جا کر بھی دیکھ لے!۔۔۔'' اس پر کافر اُمیہ بن حلف نے کہا، ''تم میں ذرا بھی عقل نہیں؟ دھانے پر تہہ بہ تہہ مکڑے کا جال بُنے اس غار میں تمہارا کیا کام ہے؟ میں قسم کھاتا ہوں کہ مکڑے نے یہ جال محمدؐ کی پیدائش سے بھی پہلے بُنا تھا۔ غار سے باہر مشرکین یہ مناقشہ کرتے سُن کر حضرت ابوبکرؓ اندیشے میں پڑ گئے اور کہا، ''یا رسول اللہﷺ! واللہ میں اپنے لئے قطعی فکر مند نہیں، آپؐ کی ذاتِ عالیہ کو کوئی نقصان پہنچنے سے ڈرتا ہوں۔ اگر میں مارا جاتا ہوں تو بس ایک انسان ہی تو ہوں۔ لیکن اگر آپؐ کو کوئی نقصان پہنچا تو ساری اُمت ہلاک ہو جائے گی، دین مٹ جائے گا۔''
سلطانِ کائناتﷺ نے: ''یا ابا بکرؓ! غم نہ کر!۔۔۔ بے شک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے'' کہہ کر تسلّی فرمائی۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق نے کہا، ''یا رسول اللہﷺ! میری جان آپؐ پر فدا ہو! ان میں سے کوئی ایک ذرا سا سر جھکائے اندر جھانکے تو ہمیں دیکھ لے گا!'' اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''یا ابا بکرؓ! دو ہم ہیں، تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔ غم نہ کر!۔۔۔۔ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔'' مشرکین اندر جھانکے بغیر لوٹ

(۱۱۰) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۳۰؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXX، ۷۸

میں سے کوئی بھی آپ کو دیکھ نہ پایا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک آدمی نے آکر مشرکین سے پوچھا، ''تم لوگ یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟'' جواباً اُنہوں نے کہا، ''محمدؐ کے گھر سے نکلنے کا۔'' اُس آنے والے نے بتایا، ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ تمہارے درمیان میں سے گزر کر چلا گیا، تمہارے سروں پر اُسؐ نے مٹی بھی پھینکی تھی۔'' مشرکین نے فوراً اپنے ہاتھ سے سروں کو ٹٹولا۔ حقیقتاً اُن کے سروں میں مٹی پڑی تھی۔ درحال دروازے کی جانب ہجوم کرتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر دیکھ کر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا، ''میں نہیں جانتا! کیا مجھے اُنؐ کی حفاظت پر مامور کیا تھا جو پوچھ رہے ہو؟'' اس جواب پر غصہ میں آکر حضرت علیؓ کے ساتھ زورآزمائی۔ کعبہ کے پاس کچھ دیر تک آپؓ کو پکڑے رکھا پھر چھوڑ دیا۔ کفار باہر نکل کر رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے لگے(۱۰۹)۔

پہلے حضرت ابوبکرؓ کے گھر جا کر، آپؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ سے پوچھا۔ جواب نہ ملنے پر اُن کو پیٹا۔ ہر جگہ تلاش کرنے کے باوجود جب اُن کو نہ پا سکے تو غصہ سے پاگل ہو گئے۔ ان میں سب سے سفاک ابوجہل نے نقیب بلوا کر مکہ اور قرب وجوار میں منادی کروائی کہ محمدؐ اور ابوبکرؓ کو ڈھونڈ لانے والے یا اُن کی جگہ کے متعلق خبر دینے والے کو ۱۰۰ اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اُس کے اس انعام کے لالچ میں بعض طمع خور ہتھیار سنبھالے گھوڑوں پر سوار تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے: **''ہجرت کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے''** کہتے ہی، حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ہیجان کے ساتھ پوچھا، ''آپؐ کے مبارک پاؤں کی دھول کو اپنے چہرے پر ملوں، یارسول اللہ ﷺ!۔۔۔ کیا میں بھی ساتھ ہوں؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''ہاں۔'' حضرت ابوبکرؓ صدیق خوشی کے مارے رو پڑے۔ آنسوؤں کے دوران: ''میرے ماں باپ اور میری جان آپؐ پر قربان ہو یارسول اللہ ﷺ! اُونٹ حاضر ہیں۔ جس کو پسند فرمائیں اُسے قبول فرمائیں'' کہا۔ سلطان العالمین ﷺ نے فرمایا: **''میں اُس اونٹ پر سوار نہیں ہوتا جو میرا نہ ہو۔ (البتہ) اگر خرید لوں تو سوار ہوں گا۔''** اس قطعی حکم پر لاچار ہو کر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے اُونٹ کی قیمت بتا دی۔

حضرت ابوبکرؓ نے عبداللہ بن اریقط نامی شخص کو، جو قافلوں کی رہنمائی میں شہرت رکھتا تھا، پیسے ادا کر کے کرائے پر خرید لیا۔ اُسے حکم دیا کہ تین دن بعد اُونٹوں کو لے کر کوہِ ثور کے غار پر پہنچ جائے۔ ماہِ صفر کی ۲۷ ویں تاریخ بروز جمعرات، رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنے ساتھ کچھ مقدار میں کھانے پینے کی اشیاء لے کر راستے پر نکل کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق، کبھی رسول اللہ ﷺ کے دائیں، کبھی بائیں، آگے اور پیچھے گھومتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے استفسار کیا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ اُنہوں نے جواب دیا، ''اطراف سے آنے والے خطرے کو روکنے کے لئے۔ اگر کوئی خطرہ آئے تو پہلے مجھے نقصان دے۔ میری جان آپؐ کی ذاتِ عالیہ پر قربان ہو یارسول اللہ ﷺ!'' جواب سُن کر رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا، **''یا ابوبکرؓ! میرے سر پر آئی مصیبت کو، میری بجائے تمہارے سر پر آنا پسند کرتے ہو؟''** حضرت ابوبکرؓ صدیق نے جواب دیا، ''ہاں یارسول اللہ ﷺ! قسم ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو حق دین کے

(۱۰۹) سہیلی، روض الانف، II، ۳۰۹

صبر کر۔ اُمید ہے کہ، اللہ تعالیٰ مجھے بھی اجازت دے گا۔ برابر ہجرت کریں گے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، ''میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا ایسا احتمال ہے؟'' اس سوال کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''ہاں ہے'' اور اُنہیں خوش کر دیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے آٹھ سو درہم دے کر دو اُونٹ خریدے اور اُس دِن کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ مکہ میں اب رسول اللہ ﷺ کے علاوہ صرف حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، فقیر، بیمار، بوڑھے اور وہ مومنین بچے تھے جنہیں مشرکین نے قید میں ڈال رکھا تھا۔

دوسری طرف مدینہ والوں (انصار) نے، ہجرت کر کے آنے والے مکہ والوں (مہاجرین) کا بہترین استقبال کر کے اُن کو اپنا مہمان بنایا۔ آپس میں ایک مضبوط اتحاد پیدا ہو چکا تھا۔

اس احتمال سے مشرکین پریشانی میں مبتلا تھے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ بھی ہجرت نہ کر جائیں اور مسلمانوں کے سردار نہ بن جائیں۔ اپنے اہم امور کے بارے بات چیت کے لئے وہ سب دارالندوہ میں جمع ہوئے اور آگے کی حکمتِ عملی پر بحث کرنے لگے۔ شیطان، شیخ نجدی (نجد کے بزرگ) کی شکل میں مشرکین کے پاس آیا۔ اُن کی باتوں کو سنا۔ مختلف رائے پیش کی گئیں۔ لیکن کوئی بھی پسند نہ کی گئی۔ بعد میں شیطان نے مداخلت کرتے ہوئے اپنی فکر پیش کی: ''جو کچھ تم لوگوں نے سوچا، اُن میں سے کوئی بھی اس کا حل نہیں۔ کیونکہ اُسؐ کا ہنستا ہوا چہرہ اور میٹھی زبان ہر تدبیر کو برباد کر دے گی۔ کوئی اور چارہ کرو۔''

قریش کے سردار ابوجہل نے کہا، ''ہر قبیلے سے ایک قوی آدمی کا انتخاب کرتے ہیں۔ اُن کے ہاتھوں میں تلواریں دے کر محمدؐ پر حملہ کرواتے ہیں۔ اپنی تلواروں سے اُس کا خون بہائیں۔ اور یہ پتا نہ لگ سکے کہ قتل کس نے کیا ہے۔ اس طرح مجبوراً دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ اور ہم دیت ادا کر کے اس مصیبت سے نجات پا جائیں گے۔'' شیطان نے اس تجویز کو بہت پسند کیا اور بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا اور عملدرآمد کی نصیحت کی(۱۰۸)۔

مشرکین ان تیاریوں میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ جبرائیلؑ نے آکر، آپؐ کو مشرکین کے فیصلے کے متعلق خبر دی اور اُس رات اپنے بستر پر نہ سونے کی تلقین کی۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو آپؐ کے بستر پر سونے اور آپؐ کے پاس پڑی لوگوں کی امانتیں اُن کو لوٹانے کا کہا، ''آج رات تم میرے بستر پر سونا، میرا یہ حرقہ اپنے اوپر اوڑھ لو! کوئی خوف نہ رکھو، تمہیں کوئی گزند نہ پہنچے گی۔''

حضرت علیؓ، رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق لیٹ گئے۔ آپؓ، حبیب اللہ ﷺ کی جگہ بلا خوف اپنی جان فدا کرنے کو تیار تھے۔

ہجرت کی رات، کفار نے رسول اللہ ﷺ کے سعادت خانہ کو گھیرے میں لے لیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے مبارک گھر سے نکلے۔ سورۃ یٰسٓ شریف کی پہلی دس آیات کریمہ پڑھیں اور ایک مٹھی مٹی لے کر کفار کی جانب پھینک دی۔ روایت کے مطابق مٹی جس جس کے سر پر گری، وہ سب غزوہ بدر میں مارے گئے۔ رسول اللہ ﷺ صحت و سلامتی کے ساتھ اُن کے درمیان میں سے گزر کر حضرت ابوبکرؓ کے گھر جا پہنچے۔ مشرکین

(۱۰۸) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۱۲۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۲۲۷

امام نسائی کی عبداللہ بن عباس سے روایت کے مطابق : انصار میں سے جو لوگ عقبہ کی بیعت میں داخل ہوئے ، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی وجہ سے مہاجروں میں سے ہو گئے (۱۰۶) ۔

ہجرت

عقبہ کی آخری بیعت کے ساتھ مدینہ ؛ مسلمانوں کے لئے حضور اور پناہ کی جگہ بن گیا تھا ۔ بیعت عقبہ ثانیہ کا سُن کر مشرکینِ مکہ کے طور زیادہ شدت پکڑ گئے اور نہایت خطرناک ہو گئے تھے ۔ مسلمانوں کے لئے مکہ میں قیام کرنا اب ناقابلِ تحمل ہو چکا تھا ۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے احوال بیان کئے اور ہجرت کے لئے آپؐ کی اجازت چاہی ۔ ایک دن ، رسول اللہ ﷺ بڑی خوشی کے ساتھ اصحاب کرام کے پاس تشریف لائے اور کہا ، '' مجھ کو تمہاری ہجرت کی جگہ بتائی گئی ہے ۔ وہ جگہ یثربؓ (مدینہ) ہے ۔ تمؓ وہاں ہجرت کر جاؤ '' اور کہا ، '' وہاں کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ مل جاؤ ۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں تمہارے لئے بھائی بنا دیا ہے ۔ یثرب (مدینہ) کو تمہارے لئے امن اور حضور کا دیار بنا دیا ہے ۔ '' رسول اللہ ﷺ کی اجازت اور نصیحت کے مطابق ، مسلمان آگے پیچھے ٹولیوں کی صورت میں مدینہ کی جانب ہجرت کرنے لگے (۱۰۷) ۔

رسول اللہ ﷺ ہجرت کرنے والوں کو نہایت احتیاط اور تدبیر سے کام لینے کی تنبیہ فرماتے تھے ۔ مسلمان کافروں کی نظر سے بچنے کے لئے چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں سفر کرتے تھے اور جس قدر ممکن ہو چھپ کر حرکت کرتے تھے ۔ مدینہ کی جانب سب سے پہلے ہجرت کرنے والے ابوسلمیٰؓ نے مشرکوں کے بڑے ظلم سہے تھے ۔ بعد میں جب مشرکین کو اس ہجرت کا احساس ہوا تو ، ہجرت کے لئے نکلنے والے مسلمانوں میں سے جو اُن کے ہاتھ لگتا اُسے راستے سے واپس لے آتے ، عورتوں کو اپنے شوہروں سے جدا کر دیتے ، جس پر زور چلتا اُسے قید میں ڈال دیتے اور طرح طرح کے ظلم روا رکھتے ۔ اُن کو اپنے دین سے منحرف کرنے کے لئے ہر طرح کی اذیت دی ۔ البتہ خانہ جنگی کے خوف سے اُنہیں مارنے کی جسارت نہ کر سکے ۔ مسلمان ان سب مظالم کے باوجود موقع ہاتھ لگتے ہی مدینہ کی راہ پر نکل پڑتے ۔

حضرت عمرؓ نے بھی ایک دن اپنی تلوار کمر سے باندھی ۔ ساتھ میں تیر اور نیزہ لے کر سب کے سامنے کعبہ کا سات بار طواف کیا ۔ وہاں موجود مشرکین سے بلند آواز میں مخاطب ہو کر یوں کہا : '' لو ، میں بھی اپنے دین کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کر رہا ہوں ۔ جو اپنی بیوی کو بیوہ ، بچوں کو یتیم اور ماں کو اپنے پیچھے روتا چھوڑنا چاہے ، اس وادی کے پیچھے میرے سامنے آئے ! ۔ ۔ ۔ ''

اس طرح حضرت عمرؓ کے ساتھ تقریباً بیس مسلمان دن دہاڑے ، بلا تردد مدینے کے راستے پر نکل گئے ۔ آپؓ کے ڈر سے اس قافلے کو کسی نے ہاتھ نہ لگایا ۔ اب کوچ کا سلسلہ ٹوٹنے کو نہ آتا تھا ، اصحاب کرام ٹولیوں کی شکلوں میں مدینہ پہنچ رہے تھے ۔

اس دوران حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کی اجازت طلب کی ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : '' ذرا

(۱۰۶) ابن هشام ، السیرۃ ، I ، ۴۳۸ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، I ، ۲۲۳-۲۲۱ ؛ سہیلی ، روض الانف ، II ، ۲۶۱ ؛ ابن کثیر ، السیرۃ ، II ، ۱۹۲
(۱۰۷) ابن سعد ، الطبقات ، I ، ۲۲۶ ؛ طبرانی ، المعجم کبیر ، VIII ، ۳۱ ؛ بیہقی ، دلائل النبوۃ ، II ، ۳۹۴

ہے؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''ہاں۔'' اس جواب پر اپنی بات کو مزید جاری رکھا اور کہا، ''آپ اُنؐ کو صلح اور جنگ دونوں زمانوں کے لئے قبول کر رہے ہو، اُنؐ کے تابع ہو رہے ہو۔ اگر آپ کے مالوں کے نقصان، اقرباء اور گھر والوں پر ہلاکت کی وجہ سے اپنے پیغمبر ﷺ کو اکیلا اور بے مدد چھوڑنا ہے تو اسے ابھی کرلو۔ اللہ کی قسم! اگر ایسا کرو گے دُنیا اور آخرت دونوں میں ہلاک ہو جاؤ گے! اگر تمہارے مال کے جانے اور اقرباء کے مارے جانے کا سبب وہ چیز بنے جس کی وہؐ دعوت دیتے ہیں، اور اس کے باوجود اُنؐ سے اپنی وفائیں قائم رکھنا ہی تمہاری عقل قبول کرے، تو ایسا ہی کرو۔ اللہ کی قسم! یہ تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لئے خیر کی بات ہوگی۔'' آپؓ کی اس بات پر سب دوستوں نے کہا، ''ہم اپنے پیغمبر ﷺ سے، چاہے ہمارا مال زیاں ہو جائے یا ہمارے قریبی لوگ مارے جائیں، کبھی منہ نہ موڑیں گے۔ ہم اُن سے کبھی علیحدہ نہ ہونگے۔ اُن کے لئے مرجانا ہے، لوٹ جانا نہیں!''

پھر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑ کر پوچھا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم نے اس عہد کو نبھا لیا، تو ہمارے لئے کیا اجر ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے تب یوں جواب دیا، **''اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت!''**

ان میں سے سب نے اپنی اپنی قوم کا نمائندہ بن کر وعدہ کیا۔ سب سے پہلے حضرت اسعدؓ بن زرارۃ نے: ''میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کو دیا ہوا وعدہ پورا کرنے، اپنی جان اور مال کے ساتھ اُنؐ کی مدد کے معاملے میں اپنا وعدہ پورا کرنے پر بیعت کرتا ہوں'' کہہ کر مصافحہ کیا۔ اُن کے بعد سب نے اسی شکل میں بیعت مکمل کرنے کے بعد: ''ہم نے اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسول ﷺ کی دعوت کو قبول کیا، ہم نے اُنہیں سنا اور اُن کے سامنے سر جھکائے'' کہہ کر اپنی ممنونیت کا اور تسلیمیت کا اظہار کیا۔ اس طرح انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا جان و مال سب بلا تردد پیش کر ڈالا۔ خواتین سے بیعت صرف زبانی طور پر لی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے: **''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ ٹھہرانے، چوری، افتراء اور زنا کا ارتکاب نہ کرنے، بچوں کو نہ مارنے، جھوٹ نہ بولنے، خیر کے کاموں میں مخالفت نہ کرنے۔۔۔''** کے معاملات پر اُن سب سے وعدہ لیا۔۔۔

جب مدینہ والے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر رہے تھے تب عقبہ کی چوٹی سے ایک دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی، ''اے منیٰ میں پڑاؤ ڈالنے والو! پیغمبرؐ اور مدینہ کے مسلمانوں نے تم سے جنگ کرنے کے لئے معاہدہ کرلیا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس آواز کے متعلق: **''یہ عقبہ کا شیطان ہے''** بتایا اور پھر آواز دینے والے کو پکار کر کہا، **''اے اللہ تعالیٰ کے دُشمن! میں تمہارے حق میں بھی پورا اُتروں گا۔''** پھر بیعت کرنے والے مدینہ والوں سے کہا، **''آپ اب فوراً اپنے پڑاؤ کی جگہ چلے جائیں۔''** حضرت عباسؓ بن عبادہ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر آپؐ چاہیں تو کل صبح، منیٰ میں پائے جانے والے کافروں پر ہم چڑھ دوڑیں اور اُنہیں اپنی تلواروں پر سے گزار ڈالیں۔'' رسول اللہ ﷺ بہت ممنون ہوئے، لیکن فرمایا، **''ابھی ہم کو اس شکل میں حرکت کرنے کا حکم نہیں ہوا۔ فی الحال آپ سب اپنی جگہوں پر چلے جائیں۔''**

وعدے پر ثابت قدم رہ کر، اسے دشمنوں سے محفوظ رکھ سکو گے؟ کیا ہی اعلیٰ ہو، اگر اس کام کو تم ایسے سرانجام دے سکو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ وگرنہ، مکہ سے نکلتے ہی اسے اکیلا چھوڑ دینا ہے تو ابھی سے ارادہ بدل ڈالو تاکہ یہ اپنے دیار میں اپنے شرف کے ساتھ زندہ رہے۔''

حضرت عباسؓ کا یہ خطاب سُن کر مدینہ کے مسلمان رنجیدہ ہو گئے۔ ان الفاظ سے اُنہوں نے یوں سمجھا کہ گویا اُن کو باور کرایا جا رہا ہے کہ وہ، رسول اللہ ﷺ کو اپنے دیار لے جا کر، مشرکوں سے محفوظ نہ رکھ سکیں گے، کسی سختی کی حالت میں آپ کو ترک کر دیں گے۔ مدنی اصحاب کرامؓ میں سے حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑ کر کہا، ''یارسول اللہ ﷺ! اگر آپؐ اجازت مرحمت فرمائیں تو میرے کچھ الفاظ ہیں۔ انہیں میں آپؐ کے حضور پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' فخرِ کائنات ﷺ کے اجازت دینے پر حضرت اسعدؓ یوں گویا ہوئے: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، یارسول اللہ ﷺ! ہر دعوت کا ایک نرم اور ایک سخت راستہ، یا اصول ہوتا ہے۔ ابھی آپ، ہم کو ایسی شے کی جانب دعوت دے رہے ہیں کہ اُسے انسانوں کے لئے قبول کرنا کافی مشکل ہے۔ کیونکہ انسانوں کے لئے اُن بتوں کو چھوڑ کر، جن کی وہ مدت سے پرستش کرتے آئے ہیں، اسلام کا قبول کر لینا نہایت مشکل ہے۔ اس کے باوجود ہم نے اسلام پورے دل سے قبول کیا ہے۔ اور پھر آپؐ نے حکم فرمایا کہ مشرک اقرباء کے ساتھ قطع تعلق کر لیا جائے، ہم نے اخلاص کے ساتھ اسے بھی قبول کیا۔ آپؐ جانتے ہیں اسے قبول کرنا کس قدر مشکل ہے۔ ہم نے آپؐ کی اُس ذاتِ عالیہ کو گلے لگا کر کہ جس کے چچا تک دُشمن ہو کر حفاظت نہ کر سکے، اس شرف والے وظیفے کو اپنے اوپر واجب اور لازم قرار دیا ہے۔ ہم سب میرے اِن الفاظ پر مطابقت رکھتے ہیں۔ اپنی زبان سے ہم جو کہہ رہے ہیں ہم اپنے دل سے اُس کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ ہم اپنے بیوی بچوں کی جیسے حفاظت کرتے ہیں ویسے ہی آپؐ کے مبارک وجود کی، اپنے خون کی آخری بوند تک حفاظت کرنے کی قسم کھاتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے وعدے پر ثابت قدم نہ رہتے ہوئے ہم شاقیوں کے زمرے میں شمار ہوں۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم اس وعدے پر صادق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موافق فرمائے!'' اُس کے بعد:

''یارسول اللہ ﷺ! آپؐ ہم سے اپنے لئے جو چاہیں تعمینات لے کر، شرائط بیان کر سکتے ہیں۔''

کہتے ہوئے اپنی بات کو جاری رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو اسلامیت کی تشویق دی۔ قرآن پڑھا۔ پھر فرمایا: ''میرے ربّ کے لئے میری آپ سے شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی شے کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ؛ اپنے لئے اور اپنے اصحابؓ کے لئے میری شرط یہ ہے کہ ہمیں پناہ دو، میرے اصحابؓ کی مدد کرو، جن چیزوں سے خود کا دفاع کرتے ہو اور بچاتے ہو، اُن سے ہمیں بھی بچاؤ۔''

برٗ ہؓ بن معرور نے کہا، ''قسم ہے ہمیں اُس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپؐ کو حق دین اور کتاب کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا، ہم آپؐ کی ویسے ہی حفاظت کریں گے جیسی اپنے بیوی بچوں کا دفاع اور حفاظت کرتے ہیں! ہمارے ساتھ اس بات پر بیعت کریں یارسول اللہ ﷺ!''

مدنی مسلمانوں میں سے عباسؓ بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئے گئے اس عہد کو اور مضبوط کرنے کے لئے اپنے دوستوں کو پکار کر کہا، ''اے خزرج والو! جانتے ہو تم نے محمد ﷺ کو کیوں قبول کیا

بنی عبد الاشہل نے جب یہ سنا کہ اُن کے سردار سعدؓ بن معاذ مسلمان ہو گئے ہیں اور اُن کو اسلام کی دعوت دے رہے ہیں، یہ سنتے ہی سب ایک ساتھ مسلمان ہو گئے۔ اُس دن شام تک مدینہ کی فضا کلمہ شہادت اور تکبیر کی صداؤں سے گونجتی رہی(۱۰۵)۔

اس واقعہ سے کچھ مدت بعد ہی، مدینہ کی تمام خلق، اوس اور خزرج کے قبائل نے اسلامیت کو قبول کر لیا۔ ہر گھر اسلام کے نور سے منور ہو گیا۔ سعدؓ بن معاذ اور اُسیدؓ بن حضیر نے قبیلے کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ اِن حالات کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ مکہ کے مسلمان بھی بڑے خوش تھے۔ اس سبب سے اُس سال (۶۲۱ء) کو عام السُّرور (خوشی کا سال) اعلان کیا گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

رسول اللہ ﷺ کو اپنی رسالت کا وظیفہ سرانجام دیتے ہوئے ۱۳ سال ہو چکے تھے۔ مشرکین مکہ کا مسلمانوں پر ظلم انتہا تک پہنچ چکا اور ناقابلِ برداشت ہو چکا تھا۔ جبکہ مدینہ میں اسعدؓ بن زرارۃ اور مصعبؓ بن عمیر کی خدمات سے اوس اور خزرج والے؛ مسلمانوں کے لئے اپنی بانہیں پھیلائے، اُنہیں گلے سے لگانے، اُن کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار اور اس عشق اور شوق میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس آرزو میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی جلد سے جلد مدینہ تشریف لے آئیں۔ وہ عہد کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی خاطر اپنی جان و مال کی پرواہ نہ کریں گے۔ حج کا موسم آ چکا تھا۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ ۷۳ مرد اور دو مسلمان عورتیں مکہ تشریف لائے۔ حج کے بعد سب نے آ کر پھر عقبہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ اسعدؓ بن زرارۃ اور ۱۲ نمائندوں نے اپنے قبائل کے نام پر رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کی درخواست اور التجا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو قرآنِ کریم کی بعض آیات پڑھ کر سنانے کے بعد؛ اپنی جانوں کی، بیوی بچوں کی حفاظت اور دیکھ بھال کی طرح آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کا قطعی وعدہ لیا۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے وہیں پر موجود تھے۔ اُنہوں نے بیعت کے لئے آئے لوگوں سے یوں خطاب کیا:

''اے مدینہ والو! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔ انسانوں میں یہ مجھے سب سے پیارا ہے۔ اگر، اِس کی تصدیق کر کے، اُس چیز پر ایمان لا کر جو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آیا ہے؛ اِسے اپنے ساتھ لے کر جانا چاہتے ہو تو، پہلے تم لوگ مجھ سے ایسا وعدہ کرو، جو مجھے مطمئن کر سکے۔ جیسا کہ تم جانتے ہو، محمد ﷺ ہم میں سے ہے۔ ہم نے اِس کو، اُن لوگوں سے بچا کے رکھا جو اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ ہمارے درمیان عزت اور شرف کے ساتھ محفوظ زندگی گزار رہا ہے۔ اِس کے باوجود، اب اسؐ نے سب سے منہ پھیر کر تمہارے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم مضبوط ہو اور تمام عرب کے قبائل مل کر تم پہ حملہ کر دیں تو تم اُن کا مقابلہ کرنے کی حد تک جنگی صلاحیت رکھتے ہو، تب یہ قدم اٹھانا۔ اس مسئلے پر آپس میں اچھی طرح بحث و مباحث کر لو اور سوچ سمجھ لو، کہیں بعد میں تم لوگوں میں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ کیا تم لوگ اپنے

(۱۰۵) ابن هشام، السيرة، ا، ۴۳۵؛ طبری، تاریخ، اا، ۸۸؛ سہیلی، روض الانف، اا، ۲۵۸؛ ابن کثیر، السيرة، اا، ۱۸۲

غلط چیز نہیں پائی ۔ البتہ میں نے سنا ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ تمہاری خالہ کے بیٹے اسعدؓ کو مارنے کے لئے حرکت میں آ چکے ہیں کیونکہ اُنہیں شک ہو گیا ہے کہ اُسؓ نے اپنے گھر میں ایسے کسی شخص کو پناہ دے رکھی ہے ۔''

ان باتوں نے سعد بن معاذ کو غصہ دلا دیا ۔ کیونکہ چند سال پہلے ہی وہ ایک معرکہ کے نتیجہ میں بنی حارثہ کو مغلوب کر کے خیبر میں پناہ لینے پر مجبور کر چکے تھے ۔ پھر ایک سال بعد اُنہیں معاف کر کے اپنے دیار واپس آنے کی اجازت دے چکے تھے ۔ اس کے باوجود اُن کے اس رویہ کی سوچ نے سعد بن معاذ کو برہم کر دیا ۔ درحقیقت ایسی کوئی بات نہ تھی ۔ اُسیدؓ بن حضیر نے حیلے کا سہارا لے کر سعدؓ بن معاذ کی خالہ اور اُس کے بیٹے اسعدؓ بن زرارۃ اور اُن کی وساطت سے مصعبؓ بن عمیر کو نقصان پہنچنے سے بچانا چاہا تھا ۔ اس طرح اُن کے طرفداری کرنے اور نہایت مسلمان ہونے کے لئے زمین ہموار کر دی ۔

سعد بن معاذ ، اُسیدؓ بن حضیر کے ان الفاظ پر اپنی جگہ سے اُٹھے اور حضرت اسعدؓ بن زرارۃ کے پاس جا پہنچے ۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ اسعدؓ اور مصعبؓ بن عمیر بڑے سکون اور حضور میں بیٹھے صحبت کرنے میں مشغول ہیں ۔ اُن کے قریب جا کر بولے ،'' اے اسعدؓ ! ہمارے مابین قرابت داری نہ ہوتی تو تم یہ سب نہ کر پاتے ۔ ۔ ۔''

ان الفاظ کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصعبؓ بن عمیر نے کہا ،'' اے سعد ! ذرا رُک ، بیٹھ جا اور ہماری بات سُن ، سمجھ ! اگر ہماری باتیں اچھی لگیں تو کیا ہی اچھا ہو ، بصورتِ دیگر ہم تمہیں تکلیف نہ دیں گے ۔ تم بھی اُٹھ کر چلے جانا !'' سعد بن معاذ ، ان ملائم اور شیریں گفتگو کے سامنے ٹھنڈے پڑ گئے ، ایک کنارے پر بیٹھ گئے اور اُنہیں سننے لگے ۔

مصعبؓ بن عمیر نے سعد بن معاذ کو پہلے اسلامیت کے متعلق بتایا ۔ اسلامیت کی بنیادوں کا ذکر کیا ۔ اُس کے بعد اپنی شیریں اور خوبصورت آواز میں قرآنِ کریم سے کچھ آیات پڑھیں ۔ آپؓ قرآن پڑھتے جاتے تھے اور سعد بن معاذ کی حالت بدلتی جاتی تھی ، خود سے بیگانے ہوئے جاتے تھے ۔ قرآنِ کریم کی بے مثال بلاغت کے سامنے اُن کا دل نرم پڑ گیا اور تاثیر تلے دب کر رہ گیا ۔ خود پر قابو نہ رکھتے ہوئے بولے ،'' آپؓ اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرتے ہیں ؟''

مصعبؓ بن عمیر نے فوراً اُنہیں کلمہ شہادت سکھایا ۔ اُنہوں نے بھی فوراً '' اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ '' پڑھا اور مسلمان ہو گئے ۔ سعدؓ بن معاذ کے پاؤں مسلمان ہو جانے کے احساس ، حضور اور خوشی سے زمین پر نہ ٹک رہے تھے ۔ درحال اپنے گھر تشریف لے گئے ، اور ویسے ہی غسل کیا جیسا اُنہیں سکھایا گیا تھا ۔ پھر اپنی قوم کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا ۔ اُسیدؓ بن حضیر کو اپنے ساتھ لے کر خلق کے اجتماع کی جگہ پر جا پہنچے ۔ بنی عبدالاشہل سے خطاب کیا :'' اے بنی عبدالاشہل ! تم میرے متعلق کیا کہتے ہو ؟'' کہا ۔ سب نے یک زبان ہو کر ؛'' تم ہمارے سردار اور ہمارے بڑے ہو ، ہم تمہارے تابع ہیں !'' جواب دیا ۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے اُن کے ان الفاظ پر کہا ،'' اگر ایسا ہے تو تم سب سُن لو میں خبر دے رہا ہوں ۔ میں مسلمان ہونے سے شرفیاب ہو گیا ہوں ۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ سب بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں ۔ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو تم میں سے کسی سے بھی نہ بات کروں گا نہ ہی کوئی تعلق رکھوں گا ! ۔ ۔ ۔''

اس عہد کے بعد حضرت اسعدؓ اور دیگر دوستوںؓ نے مدینہ واپس آ کر دن رات اسلامیت کی تبلیغ کر کے حق دین کی دعوت دی۔ اس دعوت کے نتیجہ میں مدینہ میں اسلامیت سرعت کے ساتھ پھیلنا شروع ہو گئی۔ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج نے جو کبھی ایک دوسرے کے دشمن تھے ایک ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اسلامیت کو بہتر سمجھنے کے لئے اُنہیں ایک معلّم فراہم کیا جائے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے قرآن کریم اور اسلامیت کی تعلیم کے لئے مکہ کے اصحاب کرامؓ میں سے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو معلّم بنا کر مدینہ روانہ فرمایا۔

حضرت مصعبؓ، حضرت سعدؓ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ اُن کے ساتھ گھر گھر پھر کر اسلامیت کی دعوت دی۔ لوگوں سے عہد لیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی دشمنوں کے مقابلے میں اپنی جان سے بڑھ کر حفاظت کریں گے۔ اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی بیعت کے لئے حاضر کر دیا۔

حضرت اسعدؓ بن زرارۃ کے قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ آپؓ کے رشتہ دار تھے۔ اُس وقت کے عربوں کی عادت تھی کہ وہ اقرباء کی حقارت کرنے سے گریز کرتے تھے، سعد بن معاذ ابھی ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے، اُنہوں نے اسعدؓ بن زرارۃ کے گھر جا کر اُن کے کام میں مداخلت نہ کی۔ قبیلہ کے سردار کے طور پر اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔ اس مقصد سے قبیلے کے معزز ارکان میں سے اُسید بن حضیر کو بھیجا اور کہا، ''ہمارے محلے میں جاؤ اور آنے والے شخص کو دیکھو، جو کرنا مقصود ہو وہ کرو۔ اسعدؓ میرا خالہ زاد نہ ہوتا تو میں اُسے تمہارے حوالے نہ کرتا۔''

اس پر اُسید بن حضیر اپنا نیزہ ہاتھ میں لئے اُس گھر جا پہنچے جہاں حضرت مصعبؓ بن عمیر موجود تھے۔ وہاں پہنچ کر حدّت کے ساتھ بولنا شروع کر دیا۔ ''کیوں آئے ہو یہاں؟ انسانوں کو بہکاتے ہو! اگر زندگی عزیز ہے تو درحال یہاں سے چلے جاؤ۔'' اُن کی اس غضیلی حالت کو دیکھ کر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بڑے نرم اور نازک سے انداز میں جواب دیا، ''ذرا بیٹھو تو، ہماری بات تو سنو! ہمارا مقصد کیا ہے اُسے سمجھو تو سہی، پسند آئے تو قبول کر لینا۔ وگرنہ رکاوٹ بن جانا۔۔۔'' اُسید بن حضیر نے ٹھنڈے ہو کر کہا، ''تم نے ٹھیک کہا'' اور اپنے نیزے کو زمین میں گاڑ کر بیٹھ گئے۔

حضرت مصعبؓ کی میٹھی گفتگو سے، انسانوں کے دلوں میں گھر کر جانے والے الفاظ اور خوبصورت آواز میں قرآنِ کریم کی آیات کو سنا۔ خود سے بیگانے ہو کر کہنے لگے، ''یہ کیسا اچھا کلام ہے!'' پھر کہنے لگے، ''اس دین میں داخل ہونے کے لئے کیا کرنا چاہیے؟'' اُنہوں نے آپؓ کو سمجھایا اور اُسیدؓ بن حضیر کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ خوشی سے حضرت اُسیدؓ کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے پھر کہنے لگے، ''میں جا کر ایک شخص کو آپؓ کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو مدینہ میں اُس کی قوم کا کوئی فرد ایمان لانے سے محروم نہ رہے گا۔۔۔'' اور سرعت کے ساتھ اٹھ گئے۔ سیدھے سعد بن معاذ کے پاس پہنچے۔ سعد بن معاذ نے کہا، ''میں قسم کھاتا ہوں کہ اُسیدؓ اُس چہرے کے ساتھ واپس نہیں آیا جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔''

پھر پوچھا، ''کیا کیا یا اُسیدؓ؟'' حضرت اُسیدؓ بن حضیر جو سعد بن معاذ کے مسلمان ہونے کی بڑی آرزو لئے ہوئے تھے کہنے لگے، ''میں نے اُس شخص (مصعبؓ بن عمیر) سے بات کی ہے، میں نے اُن میں کوئی

کو آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دیں گے۔ اُن کو بھی وہی چیزیں سمجھائیں گے جو ہم نے اس دین سے حاصل کی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اُن کو اس دین پر متفق کر کے جمع فرما دے تو آپؐ سے زیادہ صاحب عزت اور شرف کوئی اور نہ ہوگا۔''

اِن چھ افراد نے حقیقی ایمان قبول کیا اور اُس کی تصدیق کی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر ﷺ کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اپنے دیار کو لوٹنے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لی اور وہاں سے چلے گئے۔ یہ نومسلم افراد؛ عقبہؓ بن عامر، اسعدؓ بن زرارۃ، عوفؓ بن حارث، رفیعؓ بن مالک، کتبہؓ بن عامر، جابرؓ بن عبد اللہ تھے (۱۰۳)۔

بیعت عقبہ اولیٰ اور مدینہ میں طلوع شمس

مسلمان ہونے والے چھ افراد مدینہ لوٹ آئے اور فوراً اسلامیت اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق بتانا شروع کر دیا۔ اس معاملہ میں وہ اس قدر آگے نکل گئے کہ مدینہ میں کوئی ایسا گھر نہ بچا جہاں رسول اللہ ﷺ اور اسلامیت کا ذکر نہ ہوا ہو۔ اس طرح اسلامیت قبیلہ خزرج میں پھیلنے کے ساتھ ساتھ قبیلہ اوس کے کچھ افراد بھی مسلمان ہو گئے۔

عقبہ کے مقام پر اس ملاقات کے اگلے ہی سال اسعدؓ بن زرارۃ اور اسلامیت قبول کرنے والے اُن کے بارہ دوست حج کے موسم میں مکہ آئے۔ اُس سال مشرکین، مسلمانوں پر گزشتہ سالوں سے کہیں زیادہ ایذاءرسی اور ظلم روا رکھے ہوئے تھے۔ مسلسل رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرتے تھے۔ جو بھی آپؐ سے بات کرتا اُس پر بھی ظلم کرتے۔ اسے جان کر مدینہ والوں نے فیصلہ کیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عقبہ میں رات کو ملاقات کریں گے۔ رات ڈھلنے کے بعد آ کر ملے۔ رسول اللہ ﷺ سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا، آپؐ کے سب حکم اور آرزوؤں کے سامنے تسلیم ہونے کا وعدہ کرتے ہوئے بیعت کی۔ اس بیعت میں اُنہوں نے عہد کیا، ''کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں گے، زنا نہیں کریں گے، چوری نہیں کریں گے، افتراء سے بچیں گے، عیب سمجھ کر یا رزق کی کمی کے خوف سے بچوں کو نہیں ماریں گے (۱۰۴)۔'' بارہ افراد میں سے دو قبیلہ اوس سے اور بقیہ قبیلہ خزرج سے تھے، ان کے رئیس اسعدؓ بن زرارۃ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اِن بارہ افراد کو اپنے قبائل کا نمائندہ مقرر کیا۔ یہ لوگ اپنے قبائل کو اسلامیت کی تعلیم دے کر، رسول اللہ ﷺ کے سامنے اُن کے کفیل بنا دیئے گئے۔ اسعدؓ بن زرارۃ کو ان سب پر کفیل مقرر کر دیا۔ پہلی بیعتِ عقبہ میں موجود افراد میں؛ بنی مالک بن نجار میں سے اسعدؓ بن زرارۃ، عوفؓ بن حارث، معاذؓ بن حارث، بنی زریق بن عامر میں سے رفیعؓ بن مالک، ذکوانؓ بن عبد قیس، بنی غنم بن عوف میں سے عبادہ بن صامت، بنی غشینہ میں سے یزیدؓ بن ثعلبہ، بنی اجلان بن زید میں سے عباسؓ بن عبادہ، بنی حرام بن کعب میں سے عقبہ بن عامر، بنی سواد بن غنم میں سے کتبہؓ بن عامر، بنی عبد الاشہل بن جشم میں سے ابو الہیثمؓ مالک بن التیہان اور بنی عمرو بن عوف میں سے عویمؓ بن ساعدہ شامل تھے۔

---

(۱۰۳) ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۴۳۱۔۴۲۹؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۲۰۔۲۱۹؛ طبری، تاریخ، اا، ۸۸؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، IX، ۸۲

(۱۰۴) ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۲۰؛ طبری، تاریخ، اا، ۳۵٦؛ بلاذری، انساب، ا، ۲۵۳۔۲۵۲

ہجرت

رسول اللہ ﷺ ہر سال کعبہ کی زیارت کیلئے آئے قبائل کو دین کی دعوت دیتے، اُنہیں جہنم کی آگ سے بچا کر ابدی سعادت پانے کے لئے کوشاں تھے، ہر طرح کی حقارت کو نظر انداز کرتے ہوئے پیغمبری کا وظیفہ بجا لاتے رہے۔ قبائل کے پڑاؤ کے مقام پر کھڑے ہو کر آنے والوں کو؛ "**اللہ تعالیٰ کی جانب سے دیا گیا پیغمبری کا وظیفہ پورا کرنے تک کوئی ہے جو مجھے پناہ دے اور میری معاونت کرے؟ (اس طرح) اُسے جنت عطا کی جائے**" کہتے، مگر نہ پناہ دینے نہ ہی مدد کرنے کا کوئی روادار تھا۔

پیغمبری کا گیارہواں سال تھا۔ میلے میں، کعبہ کی زیارت کے لئے آئے مدینہ کے کچھ لوگوں سے آپؐ کی ملاقات ہوئی۔ آپؐ کے؛ "**آپ لوگ کون ہیں؟**" پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ وہ مدینہ کے رہنے والے ہیں اور اُن کا تعلق قبیلہ خزرج سے ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی والدہ سلمیٰ خاتون بھی قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنی نجار سے تعلق رکھتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کچھ دیر ان چھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے، اُن کو سورۃ ابراہیم کی ۳۵۔۵۲ آیاتِ کریمہ پڑھ کر سنائیں اور اسلامیت کی تعلیم دی۔ اس دین میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ اِن لوگوں نے قبیلے کے بڑوں سے اور مدینہ میں مقیم یہودیوں سے سُن رکھا تھا کہ عنقریب ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی دین کی دعوت سُن کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے، "یہ وہی پیغمبر ہے جس کی خبر یہودیوں نے دی ہے!"

مدینہ میں مدت سے قبیلہ اوس اور خزرج یہودیوں کے دشمن تھے، جب بھی موقع ملتا ایک دوسرے پر حملہ کر دیتے۔ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ اگر وہ یہودیوں سے پہلے مسلمان ہو کر اسلامیت سے شرفیاب ہو گئے تو یہودیوں پر غالب آ کر اُن کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ اس سبب سے فوراً رسول اللہ ﷺ کے حضور میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے کہنے لگے، "یا رسول اللہ ﷺ! ہم اپنی قوم کو یہودیوں سے لڑائی کی حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ اُمید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں بھی آپؐ کی ذاتِ عالی کی وساطت سے ایمان لانے سے شرفیاب فرمائے گا۔ ہم واپس جاتے ہی اُنہیں اور اپنی قوم

پڑھے جن میں ہم نے ادا کیا (۱۰۲)۔''

آپؐ نے نماز کے اوقات کو یوں بیان کرنے کے بعد، حبشہ کی جانب خبر بھیجی تاکہ وہاں موجود اصحاب کو پانچ وقت نماز کے فرض ہونے کی خبر دی جائے اور نماز کے فرض ہونے سے اب تک گزری نمازوں کی قضا ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔

اے جمالِ نورِ چشمِ اولیاء
المدد اے معدنِ نورِ خدا
حق پائے طوطیائے اصفیاء
المدد اے معدنِ نورِ خدا

بن ترے ممکن نہیں ہرگز حق کا وصول
ترے فیض کے لطف سے بنے مردِ قبول
رحمت اللعالمین ہیں اے میرے رسول
المدد اے معدنِ نورِ خدا

کئے حد سے زیادہ جُرم و جریم
بنا صاحبِ ہوس افراد کا ندیم
عاصی کی شفاعت کر اے کریم
المدد اے معدنِ نورِ خدا

اے منبعِ کرم، اے رسولِ کبریاء
کمترین ہے بندہ ترا، یہ سلیمیؔ پُر خطا
تری درگاہ پر کی ہے التجا، تو کر عطا
المدد اے معدنِ نورِ خدا

یاووز سلطان سلیم (سلیمیؔ)

---

(۱۰۲) ابن ابی شیبہ، المصنف، VIII، ۴۴۳-۴۴۴؛ حاکم، المستدرک، IV، ۶۳۹-۶۳۸؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، II، ۲۶۲؛ ابن ھشام، السیرۃ، I، ۳۰۴-۳۰۳؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۲۱۵-۲۱۳

جائیں گے۔'' بدھ کے روز مغرب کے وقت کاروان مکہ آن پہنچا۔ جب کاروان والوں سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے بتایا کہ یکدم جیسے ایک آندھی سی چلی تھی جس سے ڈر کر ایک اُونٹ گر گیا۔ ان واقعات نے مومنین کے ایمان کو اور بھی قوی بنا دیا۔ جبکہ کفار کی دُشمنی مذید بڑھ گئی (۱۰۰)۔

ہجرت سے ایک سال قبل، ماہِ رجب کی ۲۷ ویں تاریخ، جمعہ کی رات پیش آنے والے اس معجزے کو معراج کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ معراج کو اپنی روح اور بدن کے ساتھ بیداری کی حالت میں گئے تھے۔ شبِ معراج آپؐ کو ان گنت الٰہی حقائق دکھائے گئے اور نمازِ پنجگانہ فرض کر دی گئی۔ اس کے علاوہ سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کریمہ بھی احسان فرمائی گئیں۔ واقعہ معراج؛ قرآنِ کریم میں سورۃ الاِسرٰی اور النجم کے علاوہ بعض احادیثِ شریفہ میں بیان کیا گیا ہے (۱۰۱)۔

رسول اللہ ﷺ نے معراج کے بعد اپنے اصحابِ کرام کو جنت کے متعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''یا ابا بکرؓ! میں نے تمہارا محل دیکھا۔ سُرخ سونے سے بنا تھا۔ تمہارے لئے حاضر کردہ نعمتوں کا مشاہدہ کیا۔'' حضرت ابو بکرؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ وہ محل اور اس محل کا صاحب آپؐ پر قربان!'' اس کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ کی جانب مڑ کر کہا، ''یا عمرؓ! میں نے تمہارا محل دیکھا۔ یاقوت سے بنا تھا۔ اُس محل میں بہت سی حوریں تھیں۔ لیکن میں اندر داخل نہ ہوا۔ مجھے تمہاری غیرت کا خیال تھا۔'' حضرت عمرؓ بہت روئے۔ اپنے آنسوؤں کے دوران فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ اور میری جان آپؐ پر قربان! غیرت اور آپؐ سے، حسد اور آپؐ سے؟ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی جانب دیکھ کر فرمایا، ''یا عثمانؓ! میں نے تمہیں ہر آسمان پر دیکھا۔ جنت میں تمہارا محل دیکھ کر تمہارے متعلق سوچا۔'' پھر حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''یا علیؓ! مجھے تمہاری صورت چوتھے آسمان پر نظر آئی۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ'' یا رسول اللہ ﷺ! ملائکہ حضرت علیؓ کی صورت پر عاشق ہو گئے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُنؓ کی صورت میں ایک فرشتہ تخلیق فرما دیا۔ چوتھے آسمان پر ملائکہ رُک کر اُس کا دیدار کرتے اور اُس کی برکت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ پھر میں تمہارے محل میں داخل ہوا۔ وہاں کے ایک درخت کے پھل کو سونگھا۔ تمہارے محل سے ایک حور نکلی، اُس نے اپنے چہرے پر پردہ کر لیا۔ میں نے سوال کیا،'' تم کون ہو؟'' اُس نے جواب دیا،'' یا رسول اللہ ﷺ! میں آپؐ کے عم زاد علیؓ کے لئے پیدا کی گئی ہوں۔'' شبِ معراج کی صبح جبرائیلؑ نے آکر امامت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو پانچ وقت کی نماز اپنے اوقات میں پڑھائی۔ حدیثِ شریف میں ارشاد فرمایا،'' جبرائیلؑ نے دو دن تک، کعبہ کے دروازے کے پاس میری امامت کی۔ ہم دونوں نے فجر کے وقت صبح کی نماز، سورج سر پر سے ہٹتے وقت ظہر، ہر شے کا سایہ اپنے قد کے برابر ہو جانے پر عصر، سورج ڈھلنے پر مغرب اور شفق پر سیاہی پھیل جانے پر عشاء کی نمازیں ادا کیں۔ دوسرے دن بھی ہم نے صبح کی نماز کو جب اندھیرا چھٹ رہا تھا، ظہر کی نماز کو جب ہر شے کا سایہ اُس کی جسامت سے دوگنا ہو گیا تھا، عصر کی نماز کو اِس کے فوراً بعد، مغرب کی نماز کو جب روزہ افطار کیا گیا، عشاء کی نماز کو جب رات ایک تہائی بیت جانے پر ادا کیا۔ پھر جبرائیلؑ نے کہا،'' یا محمد ﷺ! تمہاری اور تم سے پہلے پیغمبروں کی اُمتوں کی نمازوں کے اوقات بھی یہی تھے۔ تمہاری اُمت پانچ نمازوں میں سے ہر ایک کو اِن دو اوقات کے بیچ

---

(۱۰۰) ابن سعد، الطبقات، I، ۲۱۵

(۱۰۱) بخاری، ''مناقب الانصار''، ۴۲؛ ترمذی، ''تفسیر القرآن''، ۲۰؛ ابن ھشام، السیرۃ، I، ۴۰۳؛ بیہقی، السنن، I، ۲۵۵؛ سہیلی، روض الانف، II، ۲۰۸

ابوبکرؓ کے گھر چلے آئے۔ کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ آپؓ ایک عقلمند، تجربہ کار اور تجارت کا حساب رکھنے والے ہیں۔ آپؓ دروازہ پر آئے تو اُنہوں نے پوچھا، ''اے ابوبکرؓ! تم بار بار قدس جا چکے ہو۔ خوب جانتے ہو۔ مکہ سے قدس جا کر آنے میں کتنا وقت درکار ہے؟'' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، ''خوب جانتا ہوں، ایک ماہ سے زیادہ لگتا ہے۔''

آپؓ کے ان الفاظ سے خوش ہو کر کفار کے گروہ نے کہا، ''عقلمند اور تجربہ کار انسان کے الفاظ یوں ہی ہوتے ہیں۔'' ہنس کر، مذاق اُڑاتے ہوئے اور اِس امید کے ساتھ کہ حضرت ابوبکرؓ بھی اُنہیں کی طرح سوچیں گے، وہ کہنے لگے، ''تمہارا آقا کہتا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں قدس جا کر لوٹ آیا ہے، اُس کا دماغ بالکل پھر گیا ہے۔'' اس لئے وہ آپ کو بڑی عزت واحترام دکھا رہے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کا نامِ مبارک سنتے ہی: ''اگر وہ فرماتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ ایک پل میں اُن کے جا کر آنے پر مجھے یقین ہے'' کہا اور اندر چلے گئے۔ کفار آپؓ کے اس جواب پر حیران رہ گئے۔ ''آہ! یہ محمدؐ کیسا بڑا سحر باز ہے۔ ابوبکرؓ کو کیسا جادو کر دیا ہے'' کوستے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

حضرت ابوبکرؓ فوراً رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے اور بھیڑ کے عین درمیان کھڑے ہو کر باآوازِ بلند کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو معراج مبارک ہو! ہم کو آپؐ جیسے عظیم الشان پیغمبر کا خدمتگار بننے سے شرفیاب کرنے، مبارک چہرے کو دیکھنے، دلوں کو متاثر اور روحوں کو اسیر کرنے والی اِن میٹھی باتوں کو سننے کی نعمت سے مالا مال کر دینے پر میں اللہ تعالیٰ کا نہایت شکرگزار ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ کی ہر بات سچ ہے۔ مجھے اس پر مکمل ایمان ہے۔ میری جان آپؐ پر فدا ہو!'' حضرت ابوبکرؓ کے باتوں نے کفار کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔ کہنے کو کچھ نہ سوجھا اور وہاں سے چلے گئے۔ شبہ میں پڑے، ضعیف ایمان والے کچھ لوگوں کے دلوں کو بھی ان باتوں سے تقویت ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس دن حضرت ابوبکرؓ کو ''صدیق'' کا نام دیا۔ اس نام کے بعد آپؓ کے درجات کو اور بھی رفعت ملی (۹۹)۔

ان حالات کو دیکھ کر کفار کو بڑا غصہ آیا، مومنوں کا قوتِ ایمان کے ساتھ اپنے پیغمبر ﷺ کی ہر بات ماننا اور آپؐ کے گرد پروانہ وار گھومنا اُن کو اور بھی مشتعل کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو مجوب اور مغلوب کرنے کی نیت سے، آپؐ کا امتحان لینا شروع کر دیا۔

''یا محمدؐ! تم کہتے ہو کہ قدس گئے ہو۔ اچھا تو پھر بتاؤ تو سہی مسجد کے کتنے دروازے اور کتنی کھڑکیاں ہیں؟'' جیسے سوالات کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک کر کے سب سوالات کے جوابات دیئے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہر جواب پر حضرت ابوبکرؓ صدیق: ''ایسے ہی ہے یا رسول اللہ ﷺ!'' کہہ کر تصدیق فرماتے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ ادب اور حیاء کی بنا پر سامنے والے کے چہرے کو بھی نہ دیکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''مسجدِ اقصیٰ میں مَیں نے اپنے اطراف کو دیکھا تک نہ تھا۔ اور میں نے وہ سب نہ دیکھا تھا جس کے متعلق وہ لوگ پوچھ رہے تھے۔ اسی وقت جبرائیلؑ نے مسجدِ اقصیٰ کو میری آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیا۔ میں نے کھڑکیوں کو دیکھا اور گن کر اُن کے سوالات کا فوراً جواب دے دیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ آپؐ نے راستے میں اُونٹوں پر سوار مسافر دیکھے ہیں۔ پھر کہا، ''انشاء اللہ وہ بدھ کے روز پہنچ

(۹۹) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۱۴۴

جو کوئی میرے حکم کی تعمیل کرے گا عذاب اور سزا سے نجات پاکر میری رحمت سے فیضیاب ہوگا۔ جنت میں میری رویت کا شرف حاصل کرے گا۔ میں نے تم پر اور تمہاری امت پر دن اور رات میں پچاس وقت کی نماز فرض کر دی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا، ''اُس مقام کے بعد میں عرش پر پہنچا۔ سمٰوات سے گزر کر اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت موسیٰؑ موجود تھے۔ اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا، ''حق تعالیٰ نے تم پر اور تمہاری اُمت پر کیا فرض کیا ہے؟'' میں نے جواب دیا، ''ہر روز دن اور رات میں پچاس وقت کی نماز کی ادائیگی فرض کی ہے۔ اُنہوں نے فرمایا، ''اپنے ربّ کی جانب رجوع کرو اور اس میں کچھ تخفیف کے لئے درخواست کرو۔ کیونکہ تمہاری اُمت اس بھار کو اٹھا نہ پائے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو پرکھا اور تجربہ کیا ہے۔'' اِس پر میں نے اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کیا اور کہا، ''یا ربّی! میری اُمت پر سے اس (حکم) کو ذرا کم فرما دے!'' یوں پچاس وقت کی نماز سے صرف پانچ وقت کی کمی کر دی گئی۔ میں نے حضرت موسیٰؑ کو آ کر بتایا، ''اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی کمی کر دی ہے۔'' اُنہوں نے پھر کہا، ''اپنے ربّ کی جانب رجوع کرو اور اِس میں کچھ مزید تخفیف کے لئے درخواست کرو۔ کیونکہ تمہاری اُمت اس بھار کو بھی اٹھا نہ پائے گی۔'' اس طرح میں حضرت موسیٰؑ اور اپنے ربّ کے درمیان آتا جاتا رہا اور نہایت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے نماز کی تعداد میں کمی کر کے پانچ کر دی ہے۔ ہر نماز کے لئے دس ثواب رکھے ہیں۔ اس طرح سے یہ پھر پچاس نمازیں ہی گنی جائیں گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی شخص ثواب کے کسی کام کا قصد کرے اور پورا نہ کر پائے تو اُس کو ایک ثواب لکھا جائے گا، اگر اسے کر لے تو دس ثواب لکھے جائیں گے۔ لیکن کوئی گناہ کے کام کا قصد کرے اور نہ کر پائے تو اُس کو کچھ نہ لکھا جائے گا، اگر اس گناہ کا ارتکاب کر لیا تو ایک گناہ لکھا جائے گا۔'' اس کے بعد میں اُتر کر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور سب کچھ بیان کیا۔ اُنہوں نے پھر کہا، ''پھر رجوع کرو اور اِسے کچھ مزید خفیف کرنے کے لئے درخواست کرو۔'' اس بار میں نے کہا، ''میں نے اپنے ربّ سے بہت مناجات کر لیں مزید کمی کے لئے اب مجھے شرم محسوس ہوتی (۹۸)۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر ﷺ کی مشکلات اور آپؐ کے دُکھی دل کی یوں تسلی فرمائی۔ آپؐ کو ایسی نعمتیں احسان فرمائی جو کسی مخلوق کو نہ دی گئی تھیں، جن کو نہ کوئی جان سکے گا نہ ہی سمجھ سکے گا۔

آقائے دو عالم اس کے بعد ایک ہی پل میں قدس اور وہاں سے مکہ مکرمہ امّ ھانی کے گھر آ گئے۔ وہ جگہ جہاں آپؐ لیٹے تھے ابھی تک ٹھنڈی نہ ہوئی تھی، چلمچی میں وضو کے پانی کی حرکت بھی ابھی تھمی نہ تھی۔ باہر پہرہ دیتی اُمّ ھانی پر نیند کا غلبہ کر چکی تھی اور اُنہیں کسی چیز کی خبر تک نہ ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے قدس سے مکہ آتے ہوئے قریش کے ایک کاروان کو دیکھا۔ کاروان کا ایک اُونٹ ڈر کر گر گیا۔

رسول اللہ ﷺ صبح ہوتے ہی کعبہ معظمہ تشریف لے گئے اور اپنی معراج کے متعلق بیان کیا۔ کفار نے؛ ''محمدؐ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے، عجیب باتیں کرنے لگا ہے'' کہہ کر آپؐ کا مذاق اُڑایا۔ وہ لوگ جو مسلمان ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، تردّد میں پڑ گئے۔ مشرکین میں سے کچھ لوگ بڑی خوشی کے ساتھ حضرت

(۹۸) مسلم، ''ایمان''، ۷۴؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۳۳-۱۳۲؛ طبری، تاریخ، اا، ۳۰۹-۳۰۷؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۷۹

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میں نے آٹھ جنتوں کے باغات اور بوستان اور ہر قسم کی نعمتیں دیکھیں۔ پھر میرے ذہن میں آیا کہ جہنم کو اور اُس کے درجوں کو بھی دیکھ سکتا۔ جبرائیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور جہنم کے سب سے بڑے فرشتے مالک کے پاس لے گئے۔ پھر اُس سے کہا، ''اے مالک! حضرت محمد ﷺ جہنم میں دُشمنوں کا ٹھکانہ دیکھنا چاہتے ہیں (اُنہیں جہنم دکھاؤ)۔ مالک نے جہنم کے سب درجوں کو کھول دیا۔ میں نے ساتوں طبقات کو دیکھا۔ ساتویں طبقے کو ھاویہ کہتے ہیں۔ اس کا عذاب دوسرے طبقات کی نسبت کئی گنا زیادہ ہے۔ میں نے مالک سے سوال کیا، ''اس طبقہ میں کس گروہ کو عذاب ہوگا؟'' مالک نے جواب دیا، ''فرعون اور قارون اور آپؐ کی امت کے منافقین کو عذاب ہوگا۔ چھٹا طبقہ لظی ہے۔ وہاں مشرکین کو عذاب ہوگا۔ پانچواں طبقہ حطمہ ہے جہاں آتش، گائے وغیرہ کی پرستش کرنے والوں (مجوسی، ہندو، بدھ مت) کو عذاب ہوگا۔ چوتھا طبقہ جحیم ہے جہاں سورج اور ستاروں کی پرستش کرنے والوں کو عذاب ہوگا۔ تیسرا طبقہ سقر ہے جہاں عیسائیوں کو عذاب دیا جائے گا۔ سعیر نام کے دوسرے طبقہ میں یہودیوں کو عذاب دیا جائے گا۔ جبکہ پہلا طبقہ جہنم ہے۔ اس کا عذاب دوسرے طبقات سے کم ہے۔ (اس کے باوجود میں نے) وہاں آتش کے ستر ہزار سمندر دیکھے۔ ہر ایک سمندر اس قدر بڑا تھا کہ اگر زمین وآسمان کو اس میں پھینک دیا جائے اور ایک فرشتے کو حکم دیا جائے کہ اسے ڈھونڈ نکالو تو، ہزار سال کی کوشش کے بعد بھی ممکن نہیں کہ ڈھونڈ پائے۔ جہنم پر مامور ملائکہ ایسے بڑے بڑے تھے کہ اُن میں سے کوئی ایک زمین وآسمان کو اپنے منہ کے ایک کنارے میں رکھ لے تو پتا بھی نہ چلے۔ وہ سمندر اپنی موجوں سے ایسی خطرناک آوازیں نکالتے تھے کہ اگر اُن آوازوں سے ایک ذرا سی آواز دُنیا میں پہنچ جاتی تو سب جاندار ہلاک ہو جاتے۔ ''یہ طبقہ کس گروہ کے لئے ہے؟'' میں نے سوال کیا۔ مالک نے جواب نہ دیا۔ میں نے سوال دُہرایا، لیکن اُس نے اپنا سکوت جاری رکھا۔۔۔

جبرائیل نے مالک سے کہا، ''وہ تمہارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔'' اُس نے معافی طلب کرتے ہوئے کہا، ''اس بارے میں مَیں معذرت چاہتا ہوں۔'' میں نے استفسار کیا، ''کچھ بھی ہو، تم جواب دو کہ آج میں اس کی کوئی تدبیر کرسکوں۔'' مالک نے کہا، ''یا محمدؐ! یہ تمہاری اُمت کے عاصیوں کے لئے ہے۔ اُن کو نصیحت فرما، تاکہ اس خوفناک عذاب سے خود کو بچالیں۔ ایسی چیزوں سے بچیں جو اُن کے وجود کو ایسے عذاب کی جانب گھسیٹ کر لے جائیں۔ اُس دن میں عاصیوں پر مرحمت نہ کروں گا۔ نہ سفید ریش بزرگ، نہ ہی نوجوانوں کو کوئی شفقت نہ دکھاؤں گا۔''

سرورِ عالم ﷺ نے رونا شروع کر دیا۔ اپنے سر مبارک سے پگڑی اُتار کر شفاعت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا شروع کر دی۔ اپنی اُمت کی کمزوری اور ایسے عذاب کی تاب نہ لانے کی سوچ سے اس قدر زیادہ روئے کہ جبرائیلؑ اور جملہ ملائکہ بھی آپؐ کے ساتھ رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے خطاب ہوا: ''اے میرے حبیبؐ! تمہاری حرمت اور قیمت میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، تمہاری دُعا قبول کرلی گئی ہے۔ تم خوش ہو جاؤ۔ میں نے تمہاری مراد پوری کی۔ میں تمہیں ایسا مقام عطا فرماؤں گا کہ عاصیوں کی بڑی تعداد کو تمہاری شفاعت سے بخش دوں گا۔ یہاں تک کہ تم کہہ دو ''بس کافی ہے''۔ اے میرے حبیبؐ!

لانے کے لئے جبرائیلؑ، رسول اللہ ﷺ کو جنت میں لے گئے ۔ وہاں ملائکہ اپنے ایک ہاتھ میں حلّہ (جنت کا لباس) دوسرے میں نور سے بھرا تھال اُٹھائے انتظار کررہے تھے ۔ جبرائیلؑ نے فرمایا، ''یارسول اللہ ﷺ! ان کو آدمؑ سے اسی ہزار سال پہلے تخلیق فرمایا گیا تھا ۔ اس مقام پر کھڑے تھالوں میں موجود اس شے کو، آپؐ پر اور آپؐ کی اُمت پر نچھاور کرنے کے لئے بے صبر ہوئے جاتے ہیں ۔ روزِ قیامت جب آپؐ اور آپؐ کی اُمت اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت کی چوکھٹ پر پاؤں رکھیں گے، یہ ملائکہ تھالوں میں رکھے اس جوہر کو نچھاور کریں گے ۔'' جنت کے دربان رضوان نامی ملک نے آپؐ کا استقبال کیا ۔ رسول اللہ ﷺ کو مژدے سناتے ہوئے کہا، ''حق تعالیٰ نے جنت کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے، جس میں سے دو آپؐ کی اُمت کے لئے باقی ایک حصہ دیگر امتوں کے لئے مختص کر دیا ہے ۔'' پھر جنت کی ہر طرف سیر کروائی ۔

حبیب اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ''میں نے جنت کے درمیان ایک دریا دیکھا جو عرش کے اوپر سے بہہ رہا تھا ۔ ایک جگہ سے پانی، دودھ، شراب اور شہد نکل رہا تھا ۔ یہ سب آپس میں قطعاً حلول نہ کرتے تھے ۔ اُس دریا کے کنارے پکھراج سے بنے تھے ۔ اس کے پتھر جواہر تھے، مٹی عنبر تھی، پودے زعفران تھے ۔ اس کے گرد چاندی کے پیالے رکھے تھے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں سے بھی زیادہ تھی ۔ اُن کے گرد پرندے موجود تھے جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کی مانند تھیں ۔ جو کوئی اُن کے گوشت کو کھائے اور دریا سے سیراب ہو جائے، حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرے گا ۔ میں نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا، ''یہ دریا کیا ہے؟'' جبرائیلؑ نے جواب دیا، ''یہ کوثر ہے ۔ حق تعالیٰ نے اسے آپؐ کو عنایت فرمایا ہے ۔ آٹھ جنتوں کے باغات اسی کوثر کے بہاؤ سے سیراب ہوتے ہیں ۔'' میں نے اُس دریا کے کنارے لگے خیمے دیکھے ۔ سب موتی اور یاقوت سے بنے تھے ۔ میں نے جبرائیل سے اِن کے متعلق پوچھا ۔ جواب میں اُنہوں نے کہا، ''یہ آپؐ کی ازواج کی منزل ہے ۔'' اُن خیموں میں حوریں دیکھیں ۔ اُن کے چہرے سورج کی مانند چمکتے تھے وہ سب بیک آواز ترنم کے ساتھ انواعی نغمات گنگنا رہی تھیں ۔ کہتی تھیں کہ: ''ہم خوشی اور مستی میں ہیں ۔ ہمیں کسی قسم کا دُکھ نہیں ۔ ہم کو سب میسر ہے، کبھی عریاں نہیں ہوتیں ۔ ہم جوان ہیں، کبھی بوڑھی نہ ہوں گی ۔ ہم اچھے اخلاق والیاں ہیں، کبھی غصہ نہیں آتا ۔ ہم ہمیشہ سے ایسی ہیں، ہمیں کبھی موت نہیں ۔'' محلات سعادت اور درختوں کے پاس پہنچنے پر اُن کے نغمات اور صدائیں ہر جگہ سنی جا رہی تھیں ۔ وہ ایسی خوش آواز تھیں کہ وہ نغمات اگر دُنیا میں آ جاتے تو موت اور پریشانی دُنیا سے مِٹ جاتی ۔ جبرائیلؑ نے مجھ سے کہا، ''کیا آپؐ ان کے چہرے دیکھنا چاہتے ہیں؟'' میں نے جواباً کہا، ''ہاں چاہتا ہوں ۔'' پھر اُنہوں نے ایک خیمہ کا دروازہ کھول دیا ۔ میں نے دیکھا ۔ ایسی حسین صورتیں دیکھیں کہ عمر بھر اُن کی خوبصورتی بیان کرتا رہوں تو بھی بیان نہ کرسکوں ۔ اُن کے چہرے دودھ سے زیادہ سفید، گالیں یاقوت سے بڑھ کر لال اور سورج سے زیادہ چمکدار، اُن کی جلد ریشم سے بڑھ کر ملائم اور چاندجیسی روشن تھی ۔ اُن کی خوشبو کستوری سے زیادہ اچھی تھی ۔ بال سیاہ، کچھ کے گوندھے ہوئے، کچھ کے جُوڑے بنے تھے اور کچھ کے بال یوں کھلے تھے کہ بیٹھنے پر اس کے گرد خیمہ کی مانند پھیل جاتے، کھڑی ہو تو پاؤں کو چھوتے تھے ۔ ہر ایک کے سامنے ایک خدمتگار کھڑا تھا ۔ جبرائیلؑ نے کہا، ''یہ سب آپؐ کی اُمت کے لئے ہے ۔''

پر، جنت میں ہر جگہ لکھ دیا۔ جنت میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس پر ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُولَ اللّٰہ'' نہ لکھا ہو۔ یہ مرتبہ آدم کو دیئے گئے مرتبے سے کہیں اعلیٰ ہے۔''

ذات اپنی کی ساتھی چنی ہے تیری ذات
نام اپنا لکھا میں نے ترے نام کے ساتھ

''یا ربیّ! نوحؑ کو تو نے کشتی دی۔ مجھے اس کے مقابل کیا احسان فرمایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''میں نے تم کو براق دیا، کہ ایک رات میں تم کو زمین سے عرش تک پہنچا دیا۔تم نے جنت اور جہنم کو دیکھا۔ تیری اُمت کو مساجد عنایت کیں، روز قیامت وہ مسجدوں میں یوں داخل ہو جائے گی جیسے کشتیوں پر سوار ہوا جاتا ہے، پلک جھپکنے میں صراط کو عبور کر کے جہنم سے نجات پا جائے گی۔

''یا ربیّ! تو نے بنی اسرائیل کو من وسلویٰ عطا فرمایا۔'' حق تعالیٰ نے جواب دیا،'' میں نے تمہیں اور تمہاری امت کو، دُنیا وآخرت کی نعمتیں احسان فرمائیں۔ بنی اسرائیل کی شکلوں کو، انسانی صورت سے ریچھ، بندر اور خنزیر کی صورت میں تبدیل کر دیا۔تمہاری اُمت میں سے کسی کو میں ایسا نہ کروں گا۔ یہ اُن جیسے اعمال کا ارتکاب بھی کریں تب بھی یہ بلا اِن پر روا نہ رکھوں گا۔ یا محمدؐ! میں نے تمہیں ایسی سورت دی ہے جس کی مثل تورات وانجیل میں نہیں۔ وہ سورت، سورۃ الفاتحہ ہے۔ جو کوئی اس سورت کو پڑھے گا، اُس کا وجود جہنم کے لئے حرام ہوگا۔ اُس کے ماں باپ پر ہونے والے عذاب کو کم کروں گا۔ یا محمدؐ! میں تم سے زیادہ اکرم (قیمتی، اعلیٰ، صاحب شرف) کوئی ذات پیدا نہیں فرمائی۔ میں نے تم پر اور تمہاری اُمت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔

یا محمدؐ! جولوگ میری وحدانیت کو قبول کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، جنت اُن کے لئے ہے۔تمہاری ایسی اُمت پر میں نے جہنم حرام کر دی۔تمہاری امت کے لئے میں نے اپنی رحمت کو ، اپنے غضب پر فوقیت دی۔

یا محمدؐ! میرے نزدیک تم تمام خلق سے زیادہ اکرم اور شرف والے ہو۔روز قیامت تمہیں اس قدر اکرام سے پیش آؤں گا کہ جملہ عالم حیرت کرے گا۔اے میرے حبیبؐ! جنت اُس وقت تک تمام دوسرے انبیاء اور اُن کی امتوں کے لئے ممنون ہے جب تک تم اس میں داخل نہ ہو جاؤ۔تمہاری اُمت جب تک داخل نہ ہو جائے، دوسری کوئی اُمت داخل نہ ہوگی۔ یا محمدؐ! کیا تم وہ سب دیکھنا چاہو گے جو میں نے تمہاری اُمت کے لئے حاضر کر رکھا ہے؟'' میں نے کہا،'' یا ربیّ! ہاں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اسرافیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا،'' اے اسرافیلؑ! جبرائیلؑ سے کہہ کہ میرے بندے، میرے امین ، میرے رسول اور میرے حبیب کو جنت میں لے جا کر، وہ سب دکھائے جو میں نے اپنے حبیبؐ اور اُس کی اُمت کے لئے حاضر کر رکھا ہے۔تا کہ مبارک دل سے ہر طرح کا اندیشہ دور ہو جائے۔''

آقائے دو عالم ہمارے پیغمبرﷺ اسرافیلؑ کے ساتھ جبرائیلؑ کے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا

رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں یوں ارشاد فرمایا: ''اُس رات (معراج کی رات)، میں نے اللہ تعالی سے میری ساری اُمت کا حساب مجھے پیش کرنے کی طلب ظاہر کی۔ حق تعالی نے فرمایا: ''یا محمدؐ! اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ، کوئی بھی تمہاری اُمت کی قباحتوں سے مطلع نہ ہو۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ، تم باشفقت پیغمبر ہو، اجنبی لوگوں کی مانندتم سے بھی اُن کی قباحتیں بداعمالیاں ڈھکی رہیں۔ یا محمدؐ! تم اُن کو راستہ دکھانے والے ہو۔ میں اُن کا ربّ ہوں۔ تم نے اُن کو ابھی نیا نیا ہی دیکھا ہے۔ میں اُنہیں اوّل سے ابد تک جانتا اور اُن پر نظر رکھتا ہوں۔ یا محمدؐ! اگر میں تمہاری اُمت کے ساتھ بات چیت کرنا پسند نہ کرتا تو قیامت کے روز اُن کا حساب نہ لیتا۔ اُن سے صغیرہ وکبیرہ گناہوں کے متعلق نہ پوچھتا۔''

اللہ تعالی نے فرمایا، ''یا محمدؐ! اپنی مبارک آنکھوں کو کھول اور اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ۔'' میں نے دیکھا، تھوڑی سی مٹی لگی پائی۔ حق تعالی نے فرمایا، ''تخلیق کردہ سب چیزیں تمہارے پاؤں کی دھول ہیں۔ اپنے دوست کے حضور میں کیا یہ دھول لائے ہو؟ ایک دوست کے پاؤں میں لگی دھول کو بھول جانے سے کہیں آسان تمہاری اُمت کو بری کردینا ہے۔''

یا حبیبؐ، کس چیز کی ہے تجھ کو چاہت،
مٹھی بھر دھول سے مانگتا ہے مَنت؟

عاشق ہوا جو میں ترا، اے ذاتِ شریف
دوعالم تیرا نہ ہوا پھر، اے ذاتِ لطیف؟

رسول اللہ ﷺ ایک حدیث شریف میں ارشاد فرماتے ہیں، ''میں نے اللہ تعالی سے کئی ایک سوالات کئے۔ ان کے جوابات سُنے۔ سوال کرنے پر میں پشیمان ہوگیا۔ (ان میں سے بعض سوالات یوں ہیں) ''یا ربیّ! تم نے جبرائیلؑ کو چھ سو پر عنایت فرمائے۔ اس کے مقابل مجھے کیا احسان فرمایا؟'' حق تعالی نے فرمایا، ''تمہارا ایک بال مجھے جبرائیلؑ کے چھ سو پروں سے زیادہ عزیز ہے۔ تمہارے ایک بال کے صدقے، ہزاروں عاصی گناہگاروں کو روزِ قیامت آزاد کروں گا۔ یا محمدؐ! جبرائیلؑ اپنے پر کھولتا ہے تو مشرق سے مغرب تک بھر دیتا ہے۔ تم شفاعت کرو تو مشرق سے مغرب تک سب عاصی بھرے پڑے بھی ہوئے تو سب کو تیرے صدقے معاف فرمادوں گا۔'' میں نے کہا، ''میرے والد آدمؑ کو ملائکہ سے سجدہ کروایا۔ اس کے مقابل مجھے کیا اکرام فرمایا؟'' حق تعالی نے فرمایا، ''ملائکہ کا آدمؑ کو سجدہ کرنا، اُس کی پیشانی میں موجود تیرے نور کے سبب تھا۔ یا محمدؐ! میں نے تمہیں اُس سے زیادہ برتر چیز عنایت کی۔ تیرا نام اپنے نام کے ساتھ رکھ دیا اور اسے عرشِ معلی پر تحریر فرمادیا۔ اُس وقت آدمؑ کی تخلیق نہ ہوئی تھی، اُس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ میں نے تمہارا نام آسمانوں کے دروازوں پر، حجابوں پر، جنتوں کے دروازوں، محلوں اور درختوں

نا قابل بیان شکل میں اللہ تعالیٰ کی چاہی بلندیوں تک جا پہنچے ۔ لامکان ولازمان ، بلا جہت و بلا صفت رویت حاصل ہوئی یعنی اللہ تعالیٰ کو دیکھا ۔ بغیر آنکھ ، بغیر کان ، بلا واسطہ اور بلا ماحول اللہ تعالیٰ سے کلام کیا ۔ ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوئے جنہیں کوئی بھی مخلوق نہ جان سکتی ہے نہ سمجھ سکتی ہے ۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ''مکتوبات'' میں بیان فرمایا ہے : ''سرورِ عالمﷺ نے معراج کی رات اپنے ربّ کو دنیا میں نہیں ، آخرت میں دیکھا تھا ۔ کیونکہ رسول اللہﷺ اُس رات زمان و مکان کی قید سے نکل گئے تھے ۔ آپؐ نے ازل اور ابد کو پالیا تھا ۔ شروعات اور اختتام کو ایک ہی نقطہ کی شکل میں دیکھا تھا ۔ ہزاروں سال بعد جنت جانے والوں کو ، اُس رات جنت میں جاتے دیکھ لیا ۔ بس اُس مقام کا دیکھ لینا ، دُنیا کا دیکھنا نہیں ۔ آخرت کی دید سے دیکھنا ہے ۔''

رسول اللہﷺ سے فرمایا گیا ، ''اپنے ربّ کی ثنا کر!'' تو آپؐ نے فوراً کہا ، ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبٰتُ'' (تمام زبان کی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اور بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں بھی) ۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ، بغیر آنکھ ، بغیر کان ، بلا واسطہ اور بلا مکاں سلام کرتے ہوئے کہا ، ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ'' (سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں) ۔ رسول اللہﷺ نے اس کے جواب میں سلام عرض کیا ، ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْن'' (سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر) ۔ اسے سُن کر سب ملائکہ نے یک زبان ہو کر کہا ، ''اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ'' ۔

رسول اللہﷺ کے ''اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا ۔ ۔ ۔'' کہنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا : اے میرے حبیبؐ ! یہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ۔ عَلَیْنَا (ہم پر) کیوں کہا ؟ رسول اللہﷺ نے فرمایا ، ''یا الٰہی ! اگر چہ میری اُمت کے بدن میرے ساتھ نہیں ، لیکن اُن کی روحیں میرے ساتھ ہیں ۔ میری نظرِ عنایت اور کمالِ ہمت اُن سے دُور نہیں ہے ۔ تم نے مجھے سلام کیا ، مجھے جملہ برائیوں سے دُور کر دیا ۔ آخر زمان کے فتنوں میں گھری ، فقیر اور پُر درد میری اُمت کو میں اس عظیم اکرام و احسان سے کیسے محروم کر دوں ؟ ایسی نعمت سے اُنہیں کیسے بے نصیب بنا دوں ؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ، ''اے میرے حبیبؐ ! آج رات تو میرا مہمان ہے ۔ مانگ مجھ سے کیا مانگتا ہے ؟ رسول اللہﷺ نے جواباً کہا ، ''**یا ربّ ! میں اپنی اُمت چاہتا ہوں ۔**''

روایت کے مطابق حق تعالیٰ نے یہ سوال سات سو بار دُہرایا ۔ رسول اللہﷺ نے ہر بار ''**میں اپنی اُمت چاہتا ہوں**'' کہہ کر جواب دیا ۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ، ''بس تمہیں تمہاری اُمت ہی چاہیئے ۔'' اس پر رسول اللہﷺ نے : ''**اے میرے ربّ ! مانگنے والا میں ہوں ، دینے والا تُو ہے ۔ میری ساری اُمت کو مجھے بخش دے**'' کہہ کر اپنی طلب پیش کی ۔ جنابِ حق نے ارشاد فرمایا : ''اگر تمہاری اُمت کو آج رات تمہیں بخش دیا تو میری رحمت اور تمہاری عزت ظاہر نہ ہوگی ۔ اس کا ایک حصہ تمہیں آج بخشتا ہوں ۔ دوسرے حصے کے لئے تاخیر کرتا ہوں ۔ روزِ قیامت تم مانگو ، میں بخشوں ۔ تاکہ میری رحمت اور تمہاری عزت (شرف) کا ظہور ہو جائے ۔''

میں نے پانچویں آسمان کے ملائکہ کی عبادت دیکھی۔ سب پاؤں پر کھڑے تھے اور اپنے پاؤں کی انگلیوں کی جانب نگاہ ٹکائے ہوئے تھے، کسی اور جانب نہ دیکھتے تھے، بلند آواز میں تسبیح پڑھتے تھے۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا، ''اِن ملائکہ کی عبادت ایسی ہے کیا؟'' جبرائیلؑ نے کہا، ''ہاں، آپؐ حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ آپؐ کی اُمت کو یہ عبادت نصیب فرمائے۔'' میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول فرمایا اور یہ عبادت احسان فرمائی۔

پھر چھٹے آسمان پر پہنچے، وہاں میں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی۔ پھر ساتویں آسمان پر پہنچے، وہی سوالات اور جوابات کے بعد میں نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت معمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا دیکھا۔ وہ بیت معمور کہ جس میں روزانہ ستر ہزار ملائکہ داخل ہوتے ہیں (پھر دوبارہ کبھی باری نہیں آتی۔) میں نے حضرت ابراہیمؑ کو سلام کیا۔ اُنہوں نے سلام کا جواب دیا، ''مرحبا اے صالح پیغمبر، صالح بیٹے۔'' (پھر بعد میں کہا،) ''یا محمد ﷺ! جنت کی زمین بڑی ہی لطیف اور مٹی پاک ہے۔ اپنی اُمت سے کہو وہاں بہت زیادہ درخت لگائیں۔'' میں نے پوچھا، ''جنت میں درخت کیسے لگایا جاتا ہے؟'' اُنہوں نے بتایا ''لَا حَولَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه'' (ایک اور روایت کے مطابق: ''سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ واللّٰهُ اَکْبَر) کی تسبیح کر کے۔ جبرائیلؑ اس کے بعد مجھے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى پر لے گئے۔ اُس درخت کے پتے گویا کسی ہاتھی کے کانوں کی مانند، جبکہ پھل بُرجوں کی مانند تھے (۹۷)۔ جب بھی اللہ کے کسی حکم سے اُس کا سامنا ہوتا، وہ ایسی تبدیلی اور خوبصورتی دکھاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ کوئی بھی مخلوق اُسکی خوبصورتی کو بیان نہیں کرسکتی۔

جبرائیلؑ نے مجھے سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى سے آگے بھیجا اور وداع کیا۔ میں نے کہا: ''اے جبرائیلؑ! کیا مجھے اکیلا چھوڑ رہے ہو؟'' جبرائیلؑ اضطراب میں پڑ گئے۔ حق تعالیٰ کی ہیبت سے کپکپانے لگے اور بولے، ''یا محمد ﷺ! اگر میں نے ایک (مزید) قدم بڑھایا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے ہلاک ہوجاؤں گا۔ میرا وجود جل جائے گا، میں ختم ہوجاؤں گا۔''

رسول اللہ ﷺ یہاں تک جبرائیلؑ کے ساتھ آئے تھے۔ جبرائیلؑ نے خود کو اپنی حقیقی صورت دکھاتے ہوئے، اپنے چھ سو پروں کو کھولا۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ہر پر سے موتی اور یاقوت جھڑتے دکھائے۔ اس کے بعد سورج کی ضیاء سے زیادہ چمکدار، جنت سے سبز رنگ کا ایک قالین آیا جس کا نام رفرف تھا۔ وہ متواتر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول تھا اور عالم کی فضا کو تسبیح کی صداؤں سے بھر رہا تھا۔

اُس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ رسول اللہ ﷺ رفرف پر بیٹھ گئے۔ یکدم بہت اونچائی پر پہنچ گئے، حجاب نام کے ستر پردوں میں سے گزرے۔ ایک حجاب سے دوسرے کا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔ ہر پردے پر وظیفہ پر مامور ملائکہ موجود تھے۔ رفرف نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ایک کر کے اُن پردوں سے گزارا۔ اسی طرح؛ کرسی، عرش اور عالمِ ارواح کو پار کیا۔

حبیب اکرم اور نبی محترم ﷺ کو ہر پردے سے گزرتے ہوئے: ''یا محمد ﷺ! خوف نہ کر! قریب اور قریب آ!'' حکم سنائی دیتا رہا۔ اتنا قریب ہوئے کہ، کعبہ قوسین کے مقام کو پالیا۔ انجانے، ناقابلِ فہم و

(۹۷) احمد بن حنبل، المسند، III، ۱۶۴، IV، ۲۰۸؛ ابن ابی شیبہ، المصنف، VII، ۳۲۷؛ دارقطنی، السنن، I، ۲۵، ۴۰؛ بیہقی، السنن، I، ۲۶۵؛ قاضی عیاض، شفاء شریف، ص، ۱۷۹، شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، III، ۱۷۰

میں نے یہاں ملائکہ کی ایک جماعت دیکھی ۔ سب صف باندھے تھے اور سب سجدہ کی حالت میں تھے ۔ اپنی تخلیق سے لے کر اب تک متواتر اپنی مخصوص تسبیح پڑھ رہے تھے ۔ ''اِن ملائکہ کی عبادت یہ ہے'' جبرائیلؑ نے بتایا اور کہا، ''آپؐ حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ آپؐ کی اُمت کو یہ عبادت میسر فرمائے ۔'' میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی ۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول فرمایا اور نماز میں کیا جانے والا سجدہ نصیب فرمایا ۔

پھر میں چوتھے آسمان تک پہنچا ۔ اُس کا دروازہ صاف چاندی سے بنا نورانی تھا ۔ نور کا بنا ایک تالا پڑا تھا اُس پر ۔ اُس تالے پر ''لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ مُحمدالرَّسُولُ اللّٰہ'' لکھا تھا ۔ وہی سوالات اور جوابات کے بعد میں نے خود کو حضرت ادریسؑ کے پاس کھڑا پایا ۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُنؑ کے بارے میں فرمایا ہے: ''اور اُٹھایا تھا ہم نے اُنہیں بلند مرتبہ پر (۹۶) ۔''

ایک فرشتہ دیکھا جو ایک کرسی پر بیٹھا تھا، بڑا غمگین اور رنجیدہ نظر آتا تھا ۔ اس کے اطراف میں اتنے ملائکہ موجود تھے کہ اُن کی اصل تعداد جنابِ حق ہی جانتا ہے ۔ اُس کے دائیں جانب نورانی ملائکہ دیکھے ۔ سبز کپڑوں میں ملبوس تھے اور اُن کی خوشبو بڑی معطر تھی ۔ ایسے خوبصورت کہ اُن کے چہروں کی جانب دیکھا نہ جاتا تھا ۔ بائیں جانب کے ملائکہ کے منہ سے آگ اگلتے تھے ۔ اُن کے آگے آگ سے بنے نیزے اور کوڑے پڑے تھے ۔ آنکھیں ایسی کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی ۔ کرسی پر بیٹھے فرشتے کے سر سے پاؤں تک آنکھیں موجود تھیں ۔ سامنے پڑے کھاتے سے ایک پل بھی نظر نہ ہٹاتا تھا ۔ اُس کے سامنے موجود ایک درخت تھا جس کے پتوں پر ایک ایک فرد کا نام لکھا تھا ۔ سامنے بڑی چلمچی جیسی ایک چیز پڑی تھی ۔ کبھی اپنا دایاں ہاتھ ڈال کر اُس میں سے کوئی شے نکالتا اور دائیں جانب کھڑے نورانی ملائکہ کے حوالے کر دیتا، کبھی بائیں ہاتھ سے کوئی شے نکالتا اور بائیں جانب کے سیاہ ملائکہ کے حوالے کر دیتا ۔ اس فرشتہ کو دیکھ کر میرے دل میں ایک خوف گھر کر گیا ۔ میں نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا، ''یہ فرشتہ کون ہے؟'' ''یہ عزرائیلؑ ہے ۔ اُس کے چہرے کو دیکھنے کی کسی میں طاقت نہیں'' جبرائیلؑ نے جواب دیا ۔ پھر اُس کے پاس جا کر کہا، ''اے عزرائیلؑ! یہ پیغمبر آخرالزماں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ ہیں ۔'' عزرائیلؑ نے سر کو اُٹھایا اور تبسم کیا ۔ اُٹھ کر میری تعظیم کی اور کہا، ''مرحبا! حق تعالیٰ نے آپؐ سے زیادہ صاحبِ شرف کوئی پیدا نہیں فرمایا ۔ آپؐ کی اُمت بھی جملہ اُمتوں سے اعلیٰ ہے ۔ میں آپؐ کی امت پر اُن کے ماں باپ سے زیادہ ترس کھاتا ہوں ۔'' میں نے کہا، ''میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں، میری اُمت ضعیف ہے ۔ اُس کے ساتھ نرم پیش آنا ۔ اُن کے روحوں کو تسلیم لیتے ہوئے دوستانہ رویہ اختیار کرنا ۔'' عزرائیلؑ نے جواباً عرض کیا، ''آپؐ کو آخری پیغمبر اور اپنا حبیب بنا کر بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کی قسم، اللہ تعالیٰ مجھے دن رات میں ستر بار حکم دیتا ہے، ''اُمتِ محمد ﷺ کی روحوں کو نرمی اور آسانی کے ساتھ قبض کرنا ۔'' اسی لئے میں بھی آپؐ کی اُمت کو، اُن کے ماں باپ سے بھی زیادہ شفقت سے پیش آتا ہوں ۔''

اُس کے بعد ہم پانچویں آسمان پر پہنچے، وہاں میں نے حضرت ہارونؑ کو دیکھا ۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی ۔ ۔ ۔

---

(۹۶) سورۃ الریم، ۵۷ / ۱۹

ہوئے، ہاتھ اور پاؤں بندھے ہوئے تھے، اپنی جگہوں سے اُٹھ نہیں پاتے تھے۔ میں نے جبرائیلؑ سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ ''یہ سود کھانے والے ہیں (۹۵)'' اُنہوں نے جواب دیا۔

کچھ عورتوں کو دیکھا۔ اُن کے چہرے سیاہ، آنکھیں اُبلی پڑی تھیں۔ اُنہیں آتش سے بنا لباس پہنایا گیا تھا۔ فرشتے اُنہیں آتش سے بنے گُرزوں سے مار رہے تھے۔ وہ کتوں اور خنزیروں کی طرح آوازیں نکال رہی تھیں۔ ''یہ کون ہیں؟'' میں نے پوچھا۔ جبرائیلؑ نے بتایا، ''یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کا ارتکاب کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کے ساتھ برا سلوک کرتی ہیں۔''

ایک اور جماعت کو دیکھا۔ وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ جہنم کی وادیوں میں قید کر دیئے گئے تھے۔ آتش اُن کو جلاتی، وہ پھر زندہ کر دیئے جاتے، اُنہیں پھر جلایا جاتا۔ ''یہ کون ہیں؟'' میرے استفسار پر جبرائیلؑ نے کہا، ''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کے نافرمانبردار ہیں۔''

پھر ایک اور جماعت دیکھی۔ وہ بیج بوتے جو درحال اُگ جاتا اور پھل دینے لگتا۔ ''یہ کون لوگ ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔ جبرائیلؑ نے بتایا، ''یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔''

پھر میں ایک سمندر پر پہنچا۔ اس سمندر کی عجیب وغریب حالت کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ دودھ سے زیادہ سفید تھا اس میں پیدا ہونے والی لہریں پہاڑوں کی مانند تھیں۔ ''یہ کیسا سمندر ہے؟'' میں نے پوچھا۔ ''اس کا نام سمندرِ حیات ہے۔ حق تعالیٰ جب مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا، اس سمندر سے بارش برسائے گا۔ بوسیدہ، گلے سڑے بدن دوبارہ سے زندہ ہو جائیں گے اور اپنی قبروں سے یوں نکلیں گے جیسے گھاس مٹی کو چیر کر نکلتی ہے۔'' جبرائیل نے بتایا۔۔۔

اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر گئے۔ جبرائیلؑ نے پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ''تم کون ہو؟'' پوچھا گیا۔ ''میں جبرائیل ہوں۔'' پھر پوچھا گیا، ''یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟'' ''وہ محمد ﷺ ہیں'' جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ پھر پوچھا گیا، ''اُنہیں (آسمانوں میں آنے کے لئے وحی اور معراج کی) دعوت بھیجی گئی؟'' جبرائیلؑ نے کہا، ''ہاں! بھیجی گئی ہے۔'' تب کہا گیا، ''مرحبا اس آنے والی ذات کو! یہ آنے والا کیا ہی اچھا مسافر ہے!'' اور دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے خود کو اپنے خالہ زاد حضرت عیسیٰؑ اور یحییٰؑ بن زکریاؑ کے سامنے کھڑا پایا۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی۔۔۔

میں نے یہاں ملائکہ کی ایک جماعت دیکھی۔ سب صف باندھے تھے اور سب رکوع کی حالت میں تھے۔ اپنی مخصوص تسبیح پڑھ رہے تھے۔ متواتر رکوع میں تھے اور اپنے سروں کو اُٹھا کر اُوپر نہ دیکھتے تھے۔ ''اِن ملائکہ کی عبادت یہ ہے'' جبرائیلؑ نے بتایا اور کہا، ''آپؐ حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ آپؐ کی اُمت کو یہ عبادت نصیب فرمائے۔'' میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے میری دُعا کو قبول فرمایا اور نماز میں کیا جانے والا رکوع احسان فرمایا۔

اس کے بعد ہم تیسرے آسمان پر گئے۔ پھر وہی سوال و جواب کے بعد، دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے خود کو حضرت یوسفؑ کے پاس کھڑا پایا۔ میں نے دیکھا کہ اُنہیں خوبصورتی کا آدھا حصہ دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی۔۔۔

(۹۵) سہیلی، روض الانف، II، ۲۰۸

رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ '' کے ذکر میں مشغول تھے۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا،'' کیا اِن ملائکہ کی عبادت یہ ہے؟'' جبرائیلؑ نے جواب دیا،'' ہاں۔ یہ اپنی تخلیق سے لے کر قیامت تک قیام کریں گے۔ آپؐ حق تعالیٰ سے دُعا فرمائیں کہ وہ آپؐ کی اُمت کو یہ عبادت نصیب فرمائے۔'' میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی۔ میری دُعا قبول ہوئی۔ نماز میں کیا جانے والا قیام وہی ہے۔

(وہاں) میں نے ایک جماعت دیکھی۔ فرشتے اُن کے سروں کو کچلتے، وہ پھر اپنی حالت میں لوٹ آتے تھے۔ پھر مارا جاتا، وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے۔'' یہ کون لوگ ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔'' یہ لوگ، جمعہ کو جماعت کو ترک کرنے والے ہیں۔ رکوع اور سجود کو پوری طرح ادا نہ کرنے والے ہیں'' جبرائیلؑ نے جواب دیا۔

میں نے ایک جماعت دیکھی۔ بھوکی اور ننگی۔ جہنم میں کھانے کی تلاش میں پھرتے تھے۔'' یہ کون ہیں؟'' میں نے کہا۔'' فقیروں کے ساتھ مرحمت سے پیش نہ آنے والے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے ہیں۔''

میں نے ایک اور جماعت دیکھی۔ اُن کے آگے نفیس کھانے چنے پڑے تھے۔ ایک جانب مُردار پڑا تھا۔ وہ لوگ نفیس کھانوں کو چھوڑ کر مُردار کھانے میں مشغول تھے۔'' یہ کون لوگ ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔'' یہ وہ عورتیں اور مرد ہیں جو حلال کو ترک کر کے حرام کی جانب مائل ہوتے ہیں۔ حلال کی موجودگی میں حرام کو ترجیح دینے والے ہیں'' جبرائیلؑ نے جواب دیا۔

پھر میں نے ایسے لوگ دیکھے جو اپنی پشت پر ایسا بڑا بوجھ اُٹھائے ہوئے تھے کہ اُن میں چلنے کی مجال باقی نہ رہی تھی۔ اس حالت میں بھی وہ لوگوں کو آوازیں دے کر، اُن پر مزید بوجھ لادنے کا کہہ رہے تھے۔'' یہ کون ہیں؟'' میں نے دریافت کیا۔ جواباً جبرائیلؑ نے کہا،'' یہ وہ لوگ ہیں جو امانتوں میں خیانت کرتے تھے۔ انسانوں کا حق بھی کھاتے اور اُن پر ظلم بھی روا رکھتے تھے۔''

پھر میں نے اپنے ہاتھوں اپنا گوشت نوچ نوچ کر کھانے والے انسانوں کا ایک گروہ دیکھا۔'' یہ لوگ کون ہیں؟'' میں نے سوال کیا۔ جبرائیلؑ نے کہا،'' یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کرتے اور چغلی کرنے والے ہیں۔''

پھر ایک گروہ ایسے انسان دیکھے جن کے چہرے سیاہ، آنکھیں اُبلی ہوئی، اوپر کا ہونٹ اُن کی پیشانی تک بڑھا ہوا، نچلا ہونٹ اُن کے پاؤں تک لٹکا ہوا تھا، اُن کے منہ سے خون اور پیپ بہہ رہی تھی۔ اُن کو آتش سے بنے قدح میں جہنم سے بہتی پیپ اور زہریلا خون پلایا جا رہا تھا، وہ گدھوں کی طرح آوازیں نکال رہے تھے۔'' یہ کون ہیں؟'' میرے استفسار پر جبرائیلؑ نے بتایا،'' یہ شراب پینے والے ہیں۔''

انسانوں کا ایک اور گروہ دیکھا، اُن کی زبانیں اُن کے سروں سے کھینچی گئی تھیں، اُن کی شکلیں بگاڑ کر خنزیر کی صورت میں تبدیل کر کے عذاب دیا جا رہا تھا۔ جبرائیلؑ نے بتایا،'' یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے ہیں۔''

ایک ایسی قوم کو دیکھا جن کے پیٹ پھولے ہوئے اور نیچے کو لٹکے ہوئے تھے۔ اُن کے رنگ اُڑے

میرا حبیبؐ کیوں محزون ہے؟'' اس سوال کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: ''میں نے اس قدر عزت واحترام پایا ہے۔ میرے ذہن میں آیا کہ قیامت کے روز میری کمزور امت کا حال کیا ہوگا؟ پچاس ہزار سال، عرفات کے میدان میں پیدل چلتے ہوئے اپنے گناہوں کا بھار کیسے اُٹھائیں گے اور تیس ہزار سال کی مسافت کا طویل پل صراط کیسے پار کریں گے؟''

فرمانِ الٰہی ہوا: ''اے میرے حبیب! اطمینان رکھ۔ تیری اُمت کے لئے پچاس سال کا وقت ایک آن کی مانند کردوں گا۔ تُو رنجیدہ مت ہو۔''

رسول اللہ ﷺ براق پر سوار ہوئے۔ براق بڑی رفتار سے جارہا تھا، اُس کا ایک ایک قدم نظر کی سرحد سے بھی آگے کی مسافت طے کررہا تھا۔ اس سفر کے دوران جبرائیلؑ نے آپ کو چند مقامات پر اُتر کر نماز پڑھنے کو کہا۔ آقائے دوعالم نے اُن کے کہنے پر تین بار اُتر کر نماز ادا کی۔ نماز ادا کی گئی جگہوں کے متعلق جبرائیلؑ نے آپ سے سوال کیا، ''کیا آپ جانتے ہیں یہ کون سی جگہیں ہیں؟'' پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بتایا، ''پہلی دفعہ اتر کر جہاں آپؐ نے نماز ادا فرمائی، مدینہ ہے، جہاں آپؐ ہجرت فرمائیں گے۔ دوسری جگہ طورِ سینا تھی جہاں حضرت موسیٰؑ نے بلا جہت و نا معلوم شکل میں اللہ تعالیٰ سے کلام کیا تھا، تیسری جگہ حضرت عیسیٰؑ کی جائے پیدائش بیت لحم تھی۔'' پھر دونوں قدس میں موجود مسجدِ اقصیٰ میں آئے۔

مسجدِ اقصیٰ میں جبرائیلؑ نے اپنی انگشت سے ایک چٹان میں سوراخ کیا اور براق کو باندھ دیا۔ پچھلے پیغمبروں میں سے بعض کی ارواح وہاں انسانی شکل میں جمع تھیں۔ جماعت سے نماز کی امامت کے لئے باری باری حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا گیا۔ سب نے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے انکار فرمادیا۔ جبرائیلؑ نے: ''آپؐ کے ہوتے ہوئے کوئی اور امام نہیں ہوسکتا'' کہتے ہوئے حبیب اللہ ﷺ کو آگے بڑھادیا۔

رسول اللہ ﷺ نے امامت کرکے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد کے حالات آپؐ نے یوں بیان فرمائے: ''جبرائیلؑ نے مجھے ایک برتن میں جنت کی شراب اور ایک برتن دودھ پیش کیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبرائیلؑ نے کہا، آپؐ نے فطرت کو (دوجہان کی سعادت کو) چنا۔ پھر دو پیالے اور پیش کئے۔ ایک میں پانی، دوسرے میں شہد تھا، میں نے دونوں میں سے پی لیا۔ جبرائیلؑ نے کہا، ''شہد اِس طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپؐ کی امت قیامت تک قائم رہے گی، جبکہ پانی؛ آپؐ کی امت کا گناہوں سے پاک ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔'' پھر ہم دونوں آسمان کی جانب بلند ہوئے۔ جبرائیلؑ نے آسمان کے دروازے کو کھٹکھٹایا۔ ''تم کون ہو؟'' پوچھا گیا۔ ''میں جبرائیل ہوں۔'' پھر پوچھا گیا، ''یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟'' ''وہ محمد ﷺ ہیں'' جبرائیلؑ نے جواب دیا۔ پھر پوچھا گیا، ''اُنہیں (آسمانوں میں آنے کے لئے وحی اور معراج کی) دعوت بھیجی گئی؟'' جبرائیلؑ نے کہا، ''ہاں! بھیجی گئی ہے۔'' تب کہا گیا، ''مرحبا اس آنے والی ذات کو! یہ آنے والا کیا ہی اچھا مہمان ہے!'' اور دروازہ کھول دیا گیا، میں نے خود کو حضرت آدمؑ کے سامنے کھڑا پایا۔ اُنہوں نے مجھے ''مرحبا'' کہا اور دُعا فرمائی۔۔۔

میں نے یہاں بہت ملائکہ کو دیکھا۔ سب قیام میں خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے؛ ''سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ

وہ کہ ہمایوں بخت و عالی قدر
رات کی اُمّ ھانیؓ کے گھر بسر

رسول اللہ ﷺ اُس دن بہت رنجیدہ تھے۔ آپؐ نے وضو کیا اور اپنے ربّ سے التجا، استغفار، انسانوں کے ایمان لانے اور اس سعادت سے شرفیاب ہونے کے لئے دُعا کرنا شروع کر دی۔ بہت تھکے، بھوکے اور غمزدہ تھے۔ چٹائی پر لیٹ کر سو گئے۔

اُس پل اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ سے فرمایا، ''میں نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو غم دیا۔ اُس کے مبارک بدن اور نازک دل کو دُکھ دیا۔ اس حال میں بھی وہ مجھ سے التجا کرتا ہے۔ میرے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں سوچتا۔ جا، میرے حبیبؐ کو لے آ! اُسے میری جنت اور جہنم دکھاؤ۔ اُسے وہ نعمتیں دکھاؤ جو میں نے اُس کے لئے اور اُس کے چاہنے والوں کے لئے حاضر کر رکھی ہیں۔ وہ اُن عذابوں کو دیکھ لے جو ہم نے اُن لوگوں کے لئے تیار کر رکھے ہیں جو اُس کو اپنی باتوں، تحریروں، حرکتوں سے رنجیدہ کرتے ہیں۔ اُسے میں تسلّی دوں گا۔ اُس کے نازک دل پر لگے زخموں کی میں دوا کروں گا۔''

جبرائیلؑ، رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپؐ کو سویا پایا۔ وہ آپؐ کو بیدار کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ انسان کی شکل میں آئے تھے۔ قدمِ مبارک رسولؐ کے تلوے کو چوم لیا۔ جبرائیلؑ کا نہ دل نہ خون تھا، ٹھنڈے ہونٹوں کے لمس سے رسول اللہ ﷺ فوراً بیدار ہو گئے۔ آپؐ نے جبرائیلؑ کو پہچان لیا اور فرمایا: ''اے جبرائیل میرے بھائی! اِس بے وقت کی آمد کا سبب؟ کیا کوئی خطا سرزد ہو گئی، کیا میں نے اپنے ربّ کو ناراض کر دیا ہے؟ کیا میرے لئے کوئی بُری خبر لائے ہو؟'' آپؐ اپنے ربّ کی ناراضگی کے تصور سے گھبرا گئے۔

جبرائیلؑ نے کہا، ''اے افضل الموجودات! اے محبوبِ خالقِ کائنات، اے سید الانبیاء، منبعِ الخیر، صاحبِ شرف وعظمت عالی شان پیغمبرؐ! آپؐ کے ربّ نے آپؐ کو سلام کہا ہے اور اپنے پاس بلایا ہے۔ برائے مہربانی اُٹھو اور چلو!''

رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا۔ جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کے سرِ مبارک پر نور کا عمامہ باندھا، نور کے لباس سے ملبوس فرمایا، آپؐ کی مبارک کمر پر یاقوت کا کمر بند باندھا۔ آپؐ کے مبارک ہاتھ میں چار سو موتیوں سے مزین کردہ یاقوت سے بنا عصا دیا۔ ہر موتی زہرہ ستارے کی مانند چمکتا تھا۔ آپؐ کے پاؤں مبارک میں سبز زمرد سے بنے نعلین پہنائے۔ پھر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے دونوں کعبہ معظمہ میں تشریف لائے۔ یہاں پر جبرائیلؑ نے رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک کو دو چاق کیا۔ آپؐ کے قلب مبارک کو نکالا۔ آبِ زمزم سے دھویا۔ پھر حکمت اور ایمان سے بھرا ایک برتن اس دل میں انڈیل دیا اور آپؐ کا سینہ مبارک بند کر دیا۔

پھر جبرائیلؑ نے جنت سے لائے گئے براق نامی سفید حیوان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اس پر سوار ہو جائیں! تمام ملائکہ آپؐ کی راہ دیکھ رہیں ہیں۔'' اُس دم رسول اللہ ﷺ پر ایک حزن طاری ہو گیا اور تفکّر میں پڑ گئے۔ تب اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ سے کہا، ''اے جبرائیل! پوچھ!

معراج

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ اس طرح جب بھی کسی قبیلہ سے ملتے، اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ کو اپنی حمایت میں لے کر انسانوں کو اسلام کی تبلیغ کرنے میں معاونت طلب فرماتے۔ لیکن ان میں سے نہ تو کوئی مسلمان ہوا نہ ہی کسی نے حمایت کرنا قبول کیا۔ اس کے علاوہ حقارت، ظلم، شکنجہ آزمائی اور مذاق اُڑا کر جھٹلاتے رہے۔ آقائے دوجہاں تھکے، بھوکے، پیاسے، غمگین اور نہایت غمزدہ تھے۔ آپؐ کے دن یوں ہی گزرتے اور رات بھر یہی حال جاری رہتا۔ مشرکینِ مکہ متواتر آپؐ کا تعاقب کرتے، زائرینِ کعبہ کو قبولِ اسلام سے روکنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ پر ظلم کرنے سے بھی باز نہ رہتے۔ اب رسول اللہ ﷺ کے لئے جانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ ہر طرف دشمن موجود تھے۔ اُس رات آپؐ شعب ابی طالب میں اپنے چچا ابو طالب کی بیٹی اُمّ ہانیؓ کے گھر تشریف لے آئے۔

اُمّ ہانیؓ نے ابھی اسلام قبول نہ کیا تھا۔ اُنہوں نے پوچھا، ''کون ہے؟'' اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''تمہارے چچا کا بیٹا محمدؐ ہوں۔ اگر قبول کرو، تمہارا مسافر بن کر آیا ہوں۔''

اُم ہانیؓ نے یہ سُن کر کہا، ''آپؐ جیسے صادق، امین، صاحب شرف و اعتبار مسافر پر جان قربان۔ لیکن کاش کہ تشریف لانے سے پہلے اطلاع دے دیتے تاکہ آپؐ کے لئے کچھ حاضر کر دیتی۔ اس وقت کھانے کو کچھ بھی تو نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''مجھے کچھ کھانا پینا نہیں۔ اس وقت مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ بس اپنے ربّ کی عبادت کرنے، اُس سے التجا کرنے کے لئے کوئی موزوں جگہ میرے لئے کافی ہے۔''

اُمّ ہانیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اندر بلا کر ایک چٹائی، چلمچی اور پانی کا قرابہ دیا۔ گھر آئے مسافر کی خدمت کرنا، اُسے دشمنوں سے محفوظ رکھنا، عربوں کے لئے بڑا شرف تھا۔ کسی کے گھر میں آئے مسافر کو کسی قسم کی گزند پہنچنا صاحب خانہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ تھا۔ اُمّ ہانیؓ نے سوچا، ''مکہ میں آپؐ کے بہت دشمن ہیں۔ حتیٰ کئی ایسے ہیں جو آپؐ کی جان کے درپے ہیں۔ اپنی شان و شرف پر کوئی حرف نہ لانے کے لئے صبح تک پہرہ دوں گی۔'' اپنے والد کی تلوار لے کر اپنے گھر کے گرد گھومنے لگی۔

سارے عرب کے ساتھ جنگ مول لیتے ہو، اپنے وجود کو اُن کے تیروں کا ہدف بناؤ گے، ہاں!۔۔۔ اگر اُس کی قوم نے اُس میں کوئی خیر دیکھی ہوتی تو پہلے خود اس کی حفاظت کرتی۔تم ایسے شخص کو پناہ دینے کا، مدد کرنے کا فیصلہ کر رہے ہو جس کی قوم نے اُس کا انکار کر کے اُسے خود سے دُور کر دیا!۔۔۔ بہت غلط سوچ رہے ہو!۔۔۔

پھر اُس بد بخت نے رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑ کر کہا، ''درحال ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ!۔۔۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر اس وقت تم میرے لوگوں کے درمیان نہ بیٹھے ہوتے تو میں تمہاری گردن مار ڈالتا!۔۔۔'' اِن الفاظ پر آقائے دو عالم ﷺ بڑے دُکھ اور اندوہ میں اپنے اُونٹ پر سوار ہو گئے۔ اُس گستاخ بجرۃ نے رسول اللہ ﷺ کو اُن کے اُونٹ سے گرا دیا۔ اسے دیکھ کر دابیۃؓ بنت عامر نامی صحابیہ نے اپنے اقرباء کو فریاد کر کے پکارا، ''اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کیسے روا رکھتے ہو؟ کوئی ہے جو میری خاطر رسول اللہ ﷺ کو ان کے ہاتھوں سے بچائے؟'' اُس کے تین چچا زاد اُس بد بخت بجرۃ کی جانب بڑھے۔ بجرۃ کی قوم کے دو اشخاص نے بڑھ کر اُس کی مدد کرنا چاہی لیکن دوسری طرف کے لوگوں نے بجرۃ اور اُس کے ساتھیوں کی خوب پٹائی کی۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے، آپؐ کی خاطر لڑنے والے ان تین اشخاص کے لئے دُعا فرمائی، ''**یا ربیّ! اِن لوگوں کو اپنی برکت احسان فرما۔**'' بجرۃ اور اُس کے ساتھیوں کے لئے؛ ''**یا ربیّ! اِن لوگوں کو اپنی رحمت سے دُور کر دے۔**''

خیر کی دُعا کئے گئے لوگ، مسلمان ہونے سے شرفیاب ہوئے جبکہ دیگر کافر ہی مر گئے۔ قبیلہ بنی عامر سے منسوب لوگ اپنے دیار پہنچے تو اُنہوں نے مکہ میں پیش آئے سب حالات، اُن کے قبیلے کی ایک بزرگ شخصیت کو سنائے جس نے سماوی کتب پڑھ رکھی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا نام سنتے ہی وہ بزرگ چیخ اُٹھا اور ڈانٹتے ہوئے کہا، ''اے بنی عامر! یہ تم نے کیا کر ڈالا؟ بنی اسمٰعیل میں سے آج تک کسی نے جھوٹ بول کر پیغمبری کا دعویٰ نہیں کیا۔ یقیناً اُس کی بات سچ تھی اور وہ حق پر تھا۔ ہاتھ سے نکلی اس فرصت کی تلافی بڑی مشکل ہے!۔۔۔''

کیا خوب جو مانندِ تاج سجاؤں ہر دائم
قدم پاک اُس حضرت شاہ رسولؐ کا
گلِ گلزارِ نبوّت ہے وہ صاحب قدم
بختیؔ! ہونٹوں سے لگا وہ قدم رسولؐ کا

سلطان احمد اوّل (بختیؔ)

اُس نے جواب دیا۔

امام بخاریؒ نے ''تاریخ الکبیر'' میں اور طبرانیؒ نے ''معجم الکبیر'' میں ذکر کیا ہے: ''مدرک بن منیب نے اپنے والد سے، اُنہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ: ''میں اپنے والد کے ساتھ منیٰ میں ٹھہرا ہوا تھا اور ایک جمِ غفیر دیکھا۔ ایک شخص پکار پکار کر اُن کو کہہ رہا تھا: ''اے لوگو! ''لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ'' کہو اور نجات پاؤ۔'' اُس کے اطراف میں موجود کچھ لوگ اُس پیارے چہرے پر تھوک رہے تھے، کچھ اُس کے سر پر مٹی ڈال رہے تھے، کچھ گالیاں بکتے ہوئے حقارت کر رہے تھے۔ یہ سب کچھ دوپہر تک جاری رہا۔ اس دوران ایک بچی ہاتھ میں پانی کا کٹورا لئے آئی۔ اُس کو اِس حال میں دیکھ کر رونے لگی۔ اُس نے پانی پیا اور بچی کی جانب مڑ کر کہا، ''اے میری بیٹی! اپنے باپ کے متعلق اس بات کا خوف نہ رکھ کہ وہ اِن لوگوں کے جال میں آ کر مارا جائے گا اور اُس کی ذلت ہوگی!'' ہم نے اس ذات اور بچی کے متعلق پوچھا، ''یہ کون ہیں؟'' ہمیں بتایا گیا: ''یہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے محمدؐ ہے، یہ بچی اس کی بیٹی زینبؓ ہے۔''

سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی اپنی کتاب ''مغازی'' میں نقل فرماتے ہیں۔ اُنہوں نے ابونعیم سے، عبدالرحمان عامری سے، اُنہوں نے کئی لوگوں سے روایت کی ہے۔ روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہﷺ ایک دن اُوقاز کے میلے میں تشریف لے گئے۔ بنی عامر قبیلہ کے پاس جا کر اُن سے پوچھا، ''اے بنی عامر! تم لوگ، ایسے شخص کی کیسے حفاظت کرتے ہو جو تمہاری حمایت میں آجائے؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''کوئی ہمیں کچھ نہیں کہہ سکتا، بےخبر ہماری آگ سے کوئی سینک تک نہیں سکتا!۔۔۔'' رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اگر تمہارے پاس آؤں، میرے ربّ کی طرف سے مجھے عنایت کی گئی پیغمبری کا وظیفہ، انسانوں کو پہنچانے تک مجھے پناہ دو گے؟'' اُنہوں نے پوچھا، ''تمہارا تعلق قریش کے کن لوگوں سے ہے؟'' رسول اللہﷺ نے جواب دیا، ''آلِ عبدالمطلب سے ہوں۔'' اس پر وہ کہنے لگے، ''اگر تم آلِ عبدالمطلب سے ہو تو وہ کیوں تمہیں پناہ نہیں دیتے؟'' رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''سب سے بڑھ کر وہی میری بات کا انکار کرتے ہیں۔'' بنی عامر کی جماعت نے کہا، ''اے محمدؐ! ہم نہ تمہیں رد کرتے ہیں، نہ ہی تمہارے لائے پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن جب تک تم اپنی پیغمبری کے وظیفے کو انسانوں تک پہنچا نہیں دیتے ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔''

اس کے بعد رسول اللہﷺ اُن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس دوران بنی عامر کے سرداروں میں سے بحرۃ بن فراس، میلے سے خرید و فروخت سے نپٹ کر لوٹا۔ اُس نے وہاں پر موجود لوگوں سے رسول اللہﷺ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا، ''یہ کون ہے؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''یہ محمدؐ بن عبداللہ ہے۔'' بحرۃ نے سوال کیا، ''تمہارا اس کے ساتھ کیا کام ہے کہ اُس کو اپنے ساتھ بٹھا رکھا ہے؟'' ''وہ ہماری پناہ میں آیا ہے، کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور چاہتا ہے کہ پیغمبری کا وظیفہ انسانوں کو تبلیغ کرنے تک اُس کی حفاظت کی جائے۔'' اس پر بحرۃ، رسول اللہﷺ کی جانب مڑا اور بولا، ''تمہاری حفاظت کی ذمہ داری لینا، اپنے سینوں کو سب عربوں کے تیروں کا ہدف بنانے کے مترادف ہے۔'' پھر اپنی قوم سے گویا ہوا، ''اپنے دیار کو لوٹنے والے قبائل میں سے کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو ایسی بری چیز کے ساتھ لوٹا ہو۔ یعنی،

''لَا اِلٰه اِلّا اللّٰه'' کہہ کر نجات پاؤ۔۔۔

حبیبِ اکرم اور نبی محترم ﷺ، مطعم بن عدی کی حمایت میں مکہ داخل ہوئے۔ انسانوں کو راہِ حق دکھانا جاری رکھا۔ اس وجہ سے مشرکین پھر سے بگڑ گئے اور پہلے سے زیادہ شکنجے اور مظالم ڈھانے لگے۔ اس پر جنابِ حق نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ کعبہ کی زیارت کے موسم میں مکہ آنے والے عرب قبائل سے ملا جائے اور اُنہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حکم کی تعمیل میں، مکہ کے جوار میں لگائے جانے والے ذوالمجاز، اُوقاز اور مجنہ کے میلوں میں جا جا کر قبائل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لا کر صرف اُسی کی عبادت کرنے اور آپؐ کی نبوّت کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ اگر وہ قبول کر لیں تو حق تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی بشارت دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بے انتہا محنت سے کی گئی ان دعوتوں کے باوجود، افسوس کہ کسی نے کان نہ دھرا، کچھ نے سخت رویہ سے کام لیا اور حقارت کی، کچھ نے منہ بنا کر اُلٹی سیدھی باتیں بنائیں۔ قریش کے مشرکین آپؐ کا تعاقب کرتے اور اُن قبائل کے دلوں میں فساد ڈال دیتے جن سے آپؐ ملنے جاتے تھے۔

امام احمدؒ، بیہقیؒ، طبرانیؒ اور ابن اسحاقؒ نے بیان فرمایا ہے، ربیعہ بن عبّاد نے روایت کی ہے، ''میں جوان تھا۔ اپنے والد کے ساتھ منیٰ آیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اُس جگہ پہنچے جہاں عرب قبائل نے قیام کر رکھا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اے بنی فلاں! اُن بتوں کو جن کی تم پرستش کرتے ہو پھینک کر، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے بغیر عبادت کرنے کی، مجھے مان کر میرے تصدیق کرنے کی، حق تعالیٰ کی جانب سے بھیجے گئے کام کو پورا کرنے تک میری حفاظت کرنے کی دعوت دیتا ہوں، میں حق تعالیٰ کی جانب سے بھیجا گیا رسول ہوں!۔۔۔''

آپؐ کے پیچھے آنے والا بھینگی آنکھوں والا ایک شخص جس نے بالوں کی چٹیا کر رکھی تھی، چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا: ''اے بنی فلاں فلاں! یہ شخص تمہیں ہمارے بت لات اور عزیٰ کی عبادت سے منع کر کے، ایک خود ساختہ دین کی طرف دعوت دے رہا ہے!۔۔۔ بچ کر رہنا۔۔۔ اس کی بات مت سننا اور اس کی اطاعت مت کرنا!۔۔۔'' میں نے اپنے والد سے دریافت کیا، ''اِس ذاتؐ کا تعاقب کرنے والا یہ شخص کون ہے؟'' والد نے جواب دیا، ''اُس کا چچا ابولہب ہے۔''

طبرانی نے طارق بن عبد اللہ سے روایت کی: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ذوالمجاز کے میلے میں دیکھا تھا۔ انسانوں کے سننے کے لئے بلند آواز میں پکار پکار کر کہہ رہے تھے: ''اے لوگو! ''لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰه'' کہو اور نجات پاؤ۔'' آپؐ کے پیچھے آنے والا ایک شخص ہاتھ میں لئے پتھر آپؐ کے پاؤں پر مار مار کر کہہ رہا تھا: ''اے جماعت! مت یقین کرو!۔۔۔ اس سے بچ کر رہو! کیونکہ یہ جھوٹا ہے!۔۔۔'' اُس کے پھینکے پتھروں سے آپؐ کے مبارک پاؤں خون آلود ہو گئے تھے لیکن ہمت ہارے بغیر اپنی دعوت جاری رکھے ہوئے تھے۔'' یہ جوان کون ہے؟'' لوگوں نے پوچھا۔ کسی نے جواب دیا، ''عبد المطلب کی اولاد میں سے ایک جوان ہے۔'''' پتھراؤ کرنے والا کون ہے؟'' اُنہوں نے پھر سوال کیا۔ ''اُس کا چچا ابولہب ہے۔''

وجود کو بچانے کے لئے خود کو فدا کرنا چاہتا ہوں (۹۳)۔''

رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا، ''ابھی اپنے مالک کے ساتھ رہ! جلد ہی میرا نام ہر جگہ سنو گے۔ تب میرے پاس آنا۔'' پھر کچھ دیر استراحت کر کے، مکہ کی راہ لی۔ مکہ سے کچھ فاصلے پر، آپؐ نے دیکھا کہ ایک بادل آپؐ کو سایہ کئے ہوئے ہے۔ غور سے دیکھنے پر آپؐ جان گئے کہ وہ جبرائیلؑ ہیں۔ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بیان کیا تھا۔

''صحیح بخاریؒ'' میں اور ''مسند'' احمدؒ بن حنبل میں بیان کیا گیا ہے کہ: ایک دن اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ پر اُحد کے دن سے زیادہ اضطراب کا کوئی دن گزرا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: ''واللہ میں نے تمہاری قوم سے ایسی سختیاں دیکھی ہیں کہ، غزوہ اُحد میں موجود کا فروں سے بھی نہ پائیں۔

میں نے جب اپنے بارے میں، ابنِ عبد یعلیل بن عبد قلال کو (اپنی نبوّت اور دین کی دعوت کے متعلق) بتایا تو اُس نے قبول نہ کیا۔ اُس کے وہاں سے بڑی بے چینی سے نکلا اور تا قرنِ صیالب نامی مقام پر پہنچنے تک خود کو سنبھال نہیں پایا۔ وہاں میں نے اپنا سر اُٹھا کر دیکھا۔ ایک بادل کو مجھ پر سایہ کئے پایا۔ میں نے دیکھا کہ بادل میں جبرائیلؑ موجود ہیں۔ مجھے ندا دے کر بولے، ''یا محمد ﷺ! حق تعالیٰ نے تمہاری قوم کی باتیں جو اُنہوں نے تمہارے بارے میں کی ہیں، سُن لی۔ وہ اس سے بھی خوب واقف ہے کہ یہ لوگ تمہاری حفاظت نہیں کرنا چاہتے۔ اُس نے تمہارے لئے پہاڑوں پر مامور یہ فرشتہ بھیجا ہے، تم جو چاہو اُسے حکم دے سکتے ہو۔۔۔'''' اُس فرشتے نے بھی ندا دے کر مجھے سلام کہا، ''یا محمد ﷺ! جیسا جبرائیلؑ نے فرمایا، میں پہاڑوں پر مامور فرشتہ ہوں اور مجھے حق تعالیٰ نے آپؐ کے پاس بھیجا ہے، جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ آپؐ کے امر پر آمادہ ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تو ان دو عظیم پہاڑوں (جبلِ ابوقبیس اور جبلِ قیقعان) کو مکہ کے لوگوں پر ایک دوسرے سے ملا دوں (ایسے کہ مشرکین پس کر رہ جائیں)۔'' میں راضی نہ ہوا اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا کہ وہ ان مشرکوں کی نسل سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور شرک سے دُور رہنے والے لوگ پیدا فرمائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے طائف سے واپسی پر نخلہ نامی مقام پر کچھ دیر استراحت فرمائی۔ اس دوران آپؐ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ نُصَیبِین کے جنوں کے ایک طائفہ نے وہاں سے گزرتے ہوئے، رسول اللہ ﷺ کو قرآن کریم پڑھتے پایا، رُک کر آیات کو سننے لگے۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ سے مل کر مسلمان ہو گئے (۹۴)۔ آپؐ نے اُن کو فرمایا: ''اپنی قوم کے پاس جا کر میری دعوت ایمان کے متعلق بتانا۔ اُن کو بھی ایمان کی دعوت دینا۔'' اُن جنوں نے جا کر اپنی قوم سے اس کے متعلق بتایا، اسے سُننے والے سب جن ایمان لے آئے۔ اس بارے میں قرآنِ کریم کی سورۃ الجن اور بخاری و مسلم کی مشہور کتب میں بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد آپؐ مکہ کی جانب چل دیئے۔

(۹۳) ابن سعد، الطبقات، ا، ۴۲؛ طبری، تاریخ، ا، ۳۴۶-۳۴۴؛ ابن کثیر، البدایہ، ااا، ۱۳۷-۱۳۵؛ یعقوبی، تاریخ، اا، ۳۰-۲۹؛ بلاذری، انساب، ا، ۲۲۷

(۹۴) ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۱۲

حضرت زیدؓ آڑ بننے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت زیدؓ، رسول اللہ ﷺ کے چاروں طرف گھوم گھوم کر آپؐ کو پتھروں سے بچانے میں کوشاں تھے۔ اپنے وجود پر پڑنے والے پتھروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے مبارک وجود کو کسی نقصان سے بچانے کے لئے دیوانہ وار کوشش کرتے رہے۔ کیا وہؓ اپنی جان ایسے ہی دنوں میں فدا کرنے کی فرصت کی تلاش میں نہ تھے؟ آقائے دو عالم ﷺ پر سنگ باری کی گئی، اذیت اور شکنجہ آزمائی کرکے آپؐ کو اپنے دیار سے نکالنے کی کوشش کی۔

حضرت زیدؓ، رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے دائیں بائیں دوڑتے رہے، پتھر اُن کے سر پر، بدن پر، پاؤں پر یکے بعد دیگرے پڑتے رہے۔ اس سبب سے حضرت زیدؓ ہر طرف سے خون میں لتھڑ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر رہے تھے، پتھراؤ کرنے والوں کو بلند آواز میں: ''مت کرو! ۔ ۔ ۔ مت کرو! ۔ ۔ ۔ وہ آقائے دو عالم ہیں! رسول اللہ ﷺ ہیں وہ! ۔ ۔ ۔ میرے وجود کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے! ۔ ۔ ۔'' چیختے رہے۔ زید بن حارثہ کو پار کرکے رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے والے پتھروں سے آپؐ کے مبارک پاؤں خون میں نہلا گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ، غمگین، تھکی اور زخمی حال میں عتبہ اور شعبہ نامی دو بھائیوں کے باغ کے پاس پہنچے۔ وہاں رسول اللہ ﷺ نے: کہ جن پر سب اصحاب کرامؓ اپنی جان قربان کرنے کو تیار رہتے تھے، رُک کر اپنے مبارک پاؤں سے بہتا خون صاف کیا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ بعد میں مبارک ہاتھوں کو اُٹھایا اور مناجات فرمائی۔

باغ کے مالکان آپؐ کے اس حال کو دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے سر پر پڑی مصیبت کو دیکھ چکے، اور آپؐ کی غریب الوطنی پر شاہد ہو چکے تھے۔ اُن میں مرحمت کی رگ پھڑکی۔ اُنہوں نے عدّاس نامی ایک غلام کے ہاتھ انگور بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے انگور کھاتے ہوئے 'بسم اللہ' پڑھی۔ انگور لانے والا غلام عیسائی تھا۔ بسم اللہ کے الفاظ سُن کر حیران ہوا۔ ''سالوں سے یہاں رہتا ہوں، کسی سے ایسا کلام نہیں سُنا۔ یہ کیسا کلام ہے؟'' اُس نے سوال کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''تمہارا تعلق کہاں سے ہے؟'' ''نینوا سے'' عدّاس نے جواب دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا، ''یونسؑ کی مملکت سے ہو۔'' عدّاس نے پوچھا، ''آپؐ یونسؑ کو کیسے جانتے ہیں؟ اُسے یہاں کوئی نہیں جانتا۔'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''**وہؑ میرا بھائی ہے، وہؑ بھی میری طرح پیغمبر تھا۔**''

عدّاس نے کہا، ''اس پیارے چہرے، اِن میٹھے الفاظ کا مالک کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔'' اور مسلمان ہوگیا۔ پھر کہنے لگا، ''یا رسول اللہ ﷺ! سالوں سے ان ظالموں، ان جھوٹوں کی غلامی کر رہا ہوں۔ یہ ہر کسی کا حق کھاتے ہیں۔ ہر کسی کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ان کی کوئی بھی عادت اچھی نہیں۔ دنیا کا مال جمع کرنے اور اپنی شہوت کے اطمینان کی خاطر ہر طرح کی بداخلاقی کر گزرتے ہیں۔ ان سے نفرت کرتا ہوں۔ میں آپؐ کے ساتھ جانا، آپؐ کی خدمت کرنے سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ اُن حقارتوں کا ہدف بننا چاہتا ہوں جو جاہل اور احمق لوگ آپؐ کی کیا کرتے ہیں، آپؐ کے مبارک

واحد چارہ یہی نظر آتا تھا۔ ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور بنی مخزوم کے کچھ نوجوان ساتھ لئے بیت اللہ آیا۔ اُس وقت رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابوجہل اپنے ہاتھ میں ایک پتھر لئے آگے بڑھا۔ حبیب اکرم اور نبی محترم ﷺ کو پتھر مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا، اُس کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے اور بے حرکت کھڑا رہ گیا۔ کچھ بھی نہ کرسکا اور ششدر رہ گیا۔ اسی حال میں واپس لوٹ آیا۔ مشرکین کے پاس آکر اُس کا ہاتھ پہلی حالت میں آ گیا اور پتھر زمین پر گر گیا۔

وہی پتھر بنی مخزوم کے ایک شخص نے لیا اور: ''تم دیکھو! اُسے میں ماروں گا!۔۔۔'' کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھا۔ قریب آتے ہی آنکھیں اندھی ہوگئیں اور کچھ نہ دیکھ پایا۔ اس پر بنی مخزوم کے سب نوجوان اکٹھے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھے۔ قریب آتے ہی رسول اللہ ﷺ اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئے۔ لیکن آپؐ کی مبارک آواز سنائی دے رہی تھی۔ آواز کی جانب چلنے پر، آواز پیچھے سے، پیچھے مڑتے تو آواز پھر پہلی جگہ سے آنا شروع ہو جاتی۔ اسی حال پر کئی بار شاہد ہوئے۔ آخر کار حیرانی میں گرے لوٹ آئے، رسول اللہ ﷺ کو کچھ بھی کئے بغیر بیت اللہ کو ترک کر کے چلے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ نازل فرمائی: ''اور کھڑی کردی ہے ہم نے اُن کے آگے دیوار اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اور اس طرح ہم نے اُنھیں ڈھانک دیا ہے لہذا وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے (۹۲)۔''

طائف والوں کو ایمان کی دعوت

مشرکین، رسول اللہ ﷺ کے کئی معجزات دیکھنے کے باوجود عناد سے کام لیتے ہوئے ایمان نہ لائے، اس کی بجائے اسلام قبول کرنے والوں کے بچوں، بہن بھائیوں، اقرباء اور دوستوں پر بھی شکنجہ آزمائی کرنے سے گریز نہ کیا۔ اُن کے دن بدن بڑھتے ان مظالم سے رسول اللہ ﷺ بہت غمزدہ تھے۔ مکہ کے قریب واقع طائف جاکر، آپؐ نے وہاں کی خلق کو اسلام کی دعوت دینا چاہی۔ اس مقصد سے آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ساتھ لیا اور طائف پہنچے۔ طائف کی مشہور شخصیات میں سے عمرو کے بیٹے: عبد یعلیل، حبیب اور مسعود سے ملے۔ اُن کو اسلام کے متعلق بتایا، اُن کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ اُنہوں نے نہ صرف اسلام کی نفی کی بلکہ حقارت وارانہ رویہ بھی اختیار کیا، پھر کہنے لگے، ''اللہ تعالیٰ کو پیغمبر بنا کر بھیجنے کے لئے تمھارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس قدر عاجز ہے کہ اُس نے تمھیں پیغمبر بنا کر بھیج دیا؟ ہمارے دیار سے نکل! جہاں بھی جاتا ہے، جا!۔۔۔ تیری اپنی قوم نے تمھیں قبول نہ کیا تو اب یہاں آگئے ہو؟ ہمیں قسم ہے کہ ہم تم سے دُور ہی رہیں گے۔ تیری کوئی بھی خواہش پوری نہ کریں گے''۔

رسول اللہ ﷺ بڑے ہی غمزدہ حال میں وہاں سے نکل آئے۔ قبیلہ ثقیف کو دس دن یا ایک ماہ تک اسلام کی دعوت دیتے رہے، لیکن اُن میں سے کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا، آپؐ پر طنز و مزاح کیا، شکنجہ آزمائی کی اور آپؐ پر آوازے کسے۔ بچوں اور نوجوانوں کے ہاتھ میں پتھر پکڑا کر راستے پر کھڑا کردیا اور آپؐ پر سنگ باری کروائی۔ طائف کے بچوں کے پھینکے پتھروں سے رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے

---

(۹۲) سورۃ یٰسٓ، ۹ / ۳۶

اُمُّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی وفات

رسول اللہ ﷺ کے دکھوں کو بانٹنے والی، چوبیس سال سے رفیقِ حیات، اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ بھی درد اور تکالیف میں گزارے تین سالہ محاصرہ کے بعد، ہجرت سے تین سال پہلے، ماہِ رمضان کے شروع میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پا گئیں (۹۱)۔ فخرِ کائنات ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کی تدفین کی۔ اُن کے وصال کا رسول اللہ ﷺ کو بڑا دُکھ ہوا۔ ایک ہی سال میں حضرت خدیجہؓ اور چچا ابو طالب کی وفات سے رسول اللہ ﷺ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اس لئے اس سال کو 'عام الحزن' یعنی غم کا سال کہا گیا۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات نے رسول اللہ ﷺ کو حد سے زیادہ پریشان اور غمگین کر دیا تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے وہ ایمان لائیں اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ وہ آپؐ کی تسلی کرتیں اور سب سے بڑی معاون تھیں۔ جب ہر کوئی آپؐ کا دشمن تھا، اُن کا دِل رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بھرا تھا۔ اپنا سارا مال، ثروت اور جو کچھ بھی تھا سب اسلامیت کی خاطر خرچ کر ڈالا، رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرنے کے لئے وہ دن رات کوشاں رہیں۔ اُنہوں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو دکھ نہیں پہنچایا اور نہ ہی کبھی آپؐ کا کہا ٹالا۔ رسول اللہ ﷺ اُن کے متعلق کبھی کبھار یہ سب باتیں بتاتے اور اپنی مبارک ازواج کے فضائل بیان کر کے اُنہیں یاد کرتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ باہر گئے ہوئے تھے، حضرت خدیجہؓ آپؐ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلیں۔ جبرائیلؑ ایک انسان کی شکل میں آپؐ پر ظاہر ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ نے اُن سے پوچھنا بھی چاہا لیکن یہ سوچ کر لوٹ گئیں کہ یہ شخص کہیں دشمنوں میں سے نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو گھر آیا دیکھ کر اس شخص کے متعلق بتایا۔ فخرِ کائنات نے فرمایا، ''جو ذات تم نے دیکھی اور جس سے میرے متعلق دریافت کرنا چاہا، کیا تم جانتی ہو کہ وہ کون تھی؟ وہ جبرائیلؑ تھے۔ اُنہوں نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ تمہیں یہ خبر دینے کا بھی کہا کہ جنت میں تمہارے لئے موتیوں سے آراستہ محل تیار کیا گیا ہے۔ بلا شبہ کہ وہاں ایسے غم، پریشانیاں، زحمتیں اور کلفتیں نہ پائی جائیں گی۔''

ہاتھ گردن سے چپک گیا

ہمارے پیارے پیغمبر محمد ﷺ اپنے اصحابِ کرام کے دلوں کو؛ کہ وہ دنیا کے بختیار ترین اشخاص تھے، اپنی بے مثال صحبت سے منور فرماتے تھے۔ نازل ہوئی آیات کی وضاحت فرماتے، کوئی چیز ایسی نہ رہتی جو بتائی نہ جائے یا سمجھائی نہ جائے۔ اس دوران مشرکین کے ایمان لانے کے لئے، اُن کی مجالس میں جاتے اور اکتائے اور تنگ آئے بغیر اُنہیں ایمان کی دعوت دیتے۔ اس پر ابوجہل اور ولید بن مغیرہ کو بڑا غصہ آتا اور کہتے، ''اس طریقہ سے محمدؐ سب کو اپنے دین کی جانب کھینچ کر، ہماری بتوں کی پرستش کے لئے کسی کو باقی نہ چھوڑے گا۔'' ایک دن اُنہوں نے فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا جائے کیوں کہ اُن کو اپنی نجات کا

(۹۱) ابو یعلی، المسند، ۲۹۹،۱۷، VIII، ۴۷

اُن کے دین میں دخل اندازی نہ کرو۔ اگر تم اسے قبول کرتے ہو تو یہ سب تمہارے حکم کی پیروی کریں گے اور تمہارا تعاون کریں گے۔ آقائے دو جہان نے فرمایا: ''اے چچا! میں اُنہیں ایک ایسے کلمے کی دعوت دینا چاہتا ہوں کہ اُس سے تمام عرب اُن کے آگے سر جھکا دیں گے۔ غیر عرب اُنہیں جزیہ ادا کریں گے۔'' پھر قریش کے اشراف سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''ہاں! آپ مجھے وہ کلمہ کہہ دیں، اس سے تم تمام عرب کے حاکم بن جاؤ گے، غیر عرب تمہارے آگے سر جھکائیں گے۔'' ابوجہل نے کہا، ''ٹھیک ہے۔ ہم اُسے دس گنا زیادہ بڑھ کر کہہ دیں گے۔ کیا ہے وہ کلمہ؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''لا الٰہ الا اللہ کہو اور اللہ کے علاوہ اُن تمام بتوں کو جن کی تم عبادت کرتے ہو پھینک دو۔'' مشرکین نے فوراً کہا، ''تم ہم سے بجز اس کے کوئی اور چیز مانگ لو!۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''سورج لا کر میرے ہاتھوں پر رکھ دو تب بھی تم سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگوں گا۔''

مشرکین نے کہا، ''یا ابوالقاسم! تم بڑی ہی عجیب تجویز پیش کرتے ہو۔ ہم تمہاری خاطر داری کے لئے آئیں ہیں اور تم ہو کہ ہماری خاطر داری کی کچھ پرواہ نہیں کرتے!'' اور پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''قریش سے تمہاری طلب نہایت معقول تھی۔ تم نے سچ کہا۔'' چچا کے ان الفاظ سے رسول اللہ ﷺ کو کچھ امید ہوئی کہ شاید ابوطالب ایمان لے آئیں، آپؐ نے کہا، ''اے چچا! ایک بار: لا الٰہ الا اللہ کہہ دو! تاکہ قیامت کے روز تمہاری شفاعت کروں۔'' ابوطالب نے جواب دیا، ''لوگوں کی باتوں سے ڈرتا ہوں، یہ کہہ کر میرے عیب نہ نکالیں کہ موت سے ڈر کر مسلمان ہو گیا۔ وگرنہ تیری خاطر یہ خوشی سے کر دیتا۔'' پھر سانس بھاری ہونے لگا اور بیماری بڑھ جانے سے وفات وقوع پذیر ہوگئی (۹۰)۔

اے بادشاہ جہاں، اے سلطانِ بحر و بر!
اے فرشتوں سے افضل، آخر، بے مثل پیغمبر!
''لی مع اللّٰہ وقۃٌ'' نے دی ہمیں تیری خبر
تُو حیاتِ بدن، لذتِ زبان، قلبِ سلطان

احمد، محمد، محمود، مدح کرے ہے تیری اللہ
ساتھ تیرے ہی نام سے ختم ہے لا الٰہ الا اللہ
یہ نازک راز نہ سمجھ پائے ہے بے عقل گمراہ
اپنے نام کے ساتھ لکھے ہے نام ترا خود رحمان

تیرے چاہنے والے غلام، سلطان ہوتے ہیں شاہ!
بیٹھ میرے دل کے تخت پر، اے بے مثال بادشاہ!
تجھے چاہتا ہوں جان سے، ہیں تو بہت میرے گناہ!
ہے حصہ ترے اکرام سے اہلِ چاہ کا، ہے مرا ایمان

کیسے نہ چاہوں، میرے بدن کی جاں ہے تُو
تری حرمت سے ہوں میں، سببِ جاں ہے تُو
مجھے تُو مجھ سے قریب، میرا خونِ رواں ہے تُو
تُو عاشقوں کا معشوق اور جانوں کا جانان

ہر درد کی دوا ہے تُو، ہر روح کی شفا بھی تُو
آنکھ کا سرمہ، سر کا تاج، قلب کی جلا بھی تُو
اللہ کا حبیب بھی تُو، ہے فوقِ ملاءِ اعلیٰ بھی تُو
تیرے در پہ آتے ہیں عاشق لئے سب ارمان

تُو ہی ہے سب اولیاء کا مرشد، تُو ہی رہبرِ عالمان
آمد تری سے مشرف ہوئے ساتوں زمین و آسمان
حق کا جن و انس کے واسطے تُو ہی پیغمبرِ آخر زمان
جو تیرا غلام نہ ہو، مٹی روندے اُس کی جان

(۹۰) بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۲۱۴؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱۱، ۱۲۷

عام الحزن

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے بڑے بیٹے قاسم سترہ ماہ کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اس حادثہ سے سالوں بعد دوسرے بیٹے عبداللہ بھی وفات پا گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور پہاڑ کی طرف چہرہ موڑ کر: ''اے پہاڑ! جو میرے ساتھ بیتی، تیرے ساتھ بیتی ہوتی تو تُو برداشت نہ کر پاتا اور بکھر جاتا!'' فرمایا اور اپنا غم زبان پر لے آئے۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ کے سوال پر: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ اس وقت کہاں ہیں؟'' آپؐ نے جواب دیا: ''وہ جنت میں ہیں۔''

سلطانِ کائنات محمد ﷺ کے دونوں بیٹوں کی وفات پر مشرکین بڑے خوش ہوئے۔ ابوجہل جیسے کافروں نے اس کو موقع جان کر: ''اب محمدؐ ابتر ہے۔ اُس کی نسل ختم ہوگئی ہے۔ نسل کو جاری رکھنے والا کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا۔ خود کی وفات کے بعد اُس کا نام بھی بھلا دیا جائے گا'' ہر طرف باتیں کرنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر نازل فرما کر رسول اللہ ﷺ کی تسلی فرمائی۔ ''بے شک ہم نے عطا کیا تم کو (اے محمد ﷺ) الکوثر (حوضِ کوثر، بہت سا خیر احسان فرمایا)۔ لہٰذا نماز پڑھو تم اپنے ربّ کے لئے اور قربانی کرو۔ یقیناً جو دشمن ہے تمہارا (جو تمہیں کٹی نسل والا کہہ کر بدزبانی کرتا ہے) وہی ہوگا بے نام ونشان (تم کو ابتر کہنے والا خود بے اولاد، بے عزت اور بے نام رہے گا۔ اور تم اے میرے حبیب! تمہاری پاک نسل، شان اور شرف روزِ قیامت تک قائم ودائم رہے گی۔ آخرت میں بھی تم کو نا قابلِ قیاس شرف ومقام احسان کیا گیا ہے)۔''

رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کی وفات سے کچھ دن بعد ہی ابوطالب بیمار پڑ گئے اور اُن کی صحت دن بدن بگڑتی ہی گئی۔ اس خبر سے قریش کے مشرکوں نے کہا: ''ابوطالب جب تک زندہ رہا، اُس نے محمدؐ کی حمایت کے لئے بہت جان لڑائی۔ اب اُس کے جانے کا وقت آ گیا ہے۔ آخر وقت ہی سہی اُس کی زیارت کے لئے چلیں۔ اب جبکہ حمزہؓ جیسے بے مثال عرب مرد اور عمرؓ جن کی ہیبت، پہلوانی اور بے خوفی چڑھتے سورج کی طرح آشکار ہے، مسلمان ہو چکے ہیں۔ روز بروز عرب قبائل سے گروہ در گروہ لوگ آ کر آپؐ کے تابع ہو رہے ہیں۔ اس طرح مسلمان تیزی سے بڑھتے جا رہے ہیں اور اُن کی آوازیں عالم سُن رہا ہے۔ اس صورت میں ہمارا اُن کا تابع ہونا، یا پھر جنگ وقتال کے لئے حاضر ہونا ناگزیر ہے۔ ابوطالب کے پاس چل کر یہ بتائیں تاکہ ہمارے درمیان کوئی معاہدہ کروا دے۔ نہ ہم اُس کے دین پر کوئی حملہ کریں نہ ہی وہ ہمارے دین پر۔'' اس سوچ کے ساتھ وہ ابوطالب کے پاس آئے۔

عقبہ، شعبہ، ابوجہل، اُمیہ بن خلف جیسے نامی گرامی لوگ ابوطالب کے سرہانے آ کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے کہ: ''ہم تمہاری بڑھائی، تمہاری عظمت کو قبول کرتے ہیں۔ اس لئے ہم نے کبھی تمہاری مخالفت نہ کی۔ ہمیں ڈر ہے کہ تمہاری موت کے بعد محمدؐ ہمارے ساتھ جھگڑے گا، ہمارے مابین چپقلش جاری رہے گی۔ ہمارا معاہدہ کروا دے تاکہ ہم ایک دوسرے کے دینوں پر حملہ نہ کرسکیں۔''

ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ کو بلایا اور کہا: ''قریش کے تمام سرداروں کی تم سے یہ عرض ہے کہ

ناگوار چیز کی طرف ۔ (اس وقت) سہمی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی، نکلیں گے وہ اپنی قبروں سے اس طرح جیسے کہ وہ ہوں منتشر ٹڈیاں ۔ دوڑے جارہے ہوں گے وہ سب پکارنے والے کی طرف، کہیں گے کافر یہ دن تو بڑا کٹھن ہے (۸۷)۔''

میرا ربّ آپ کو بھی ہدایت نصیب فرمائے !۔۔۔

مشرکین کا مسلمانوں پر تین سالہ محاصرہ ختم ہونے کے بعد، نجران سے ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اُن کی تعداد بیس کے قریب تھی، حبشہ کی جانب ہجرت کرنے والے اصحاب کرامؓ سے اسلامیت کے متعلق سُنا، اسلامیت کو سیکھنے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کی سعادت سے شرفیاب ہونے کے لئے مکہ آئے تھے۔ کعبہ معظمہ کے پاس رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ اُنہوں نے کئی ایک سوالات کئے، اُن کو اُنکی آرزو سے کہیں بہتر جوابات ملے۔ قریش کے مشرکین قریب ہی یہ سب دیکھ رہے تھے۔ رحمت اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہمارے پیارے پیغمبر محمد ﷺ نے اُن کو قرآن کریم سے بعض آیاتِ کریمہ سنائیں۔ وہ ان کو سن کر بہت متاثر ہوئے، اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پاسکے اور رو پڑے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی دعوت پر بہت خوش ہوئے اور بڑی محبت کے ساتھ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔ جب اُنہوں نے اپنے وطن لوٹنے کی اجازت چاہی تو ابوجہل نے اُن کے پاس آکر بڑے حقیرانہ الفاظ میں کہا، ''ہم نے تم جیسا کوئی احمق نہیں دیکھا!۔۔۔ اُس کے ساتھ ایک دفعہ بیٹھنے پر اپنے دین سے پھر گئے اور جو اُس نے کہا اُس کی تصدیق کر دی!۔۔۔'' ابھی نئے نئے اصحاب کرامؓ ہونے سے شرفیاب ہوئے اِن حضرات نے جواباً کہا، ''ہم آرزو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی ہدایت نصیب فرمائے! یہ جو حقیرا ور جاہلانہ الفاظ آپ لوگوں نے ہمارے لئے صرف کئے ہیں، ہم آپ کو نہیں کہیں گے۔ درحقیقت ہم نے آپ کی کوئی حق تلفی نہیں کی۔ لیکن یہ بات خوب جان لو کہ چند جاہلوں کے الفاظ سے ہم اس بڑی نعمت کو کھونا نہیں چاہتے جو ہم نے ابھی حاصل کی ہے، اس حق دین سے منحرف نہ ہونگے (۸۸)۔''

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ پر آیت نازل فرمائی: ''وہ لوگ جنھیں عطا کی تھی ہم نے کتاب اس (قرآنِ کریم) سے پہلے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب سنایا جاتا ہے (یہ کلام) اُن کو تو کہتے ہیں: ایمان لائے ہم اس پر یقیناً یہ (قرآن کریم) حق ہے ہمارے ربّ کی طرف سے ہم تو تھے ہی اس سے پہلے فرمانبردار۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دیا جائے گا اُنہیں اُن کا اجر دو بار بسبب اُن کی ثابت قدمی کے اور دفع کرتے ہیں وہ بھلائی کے ذریعہ سے برائی کو اور اس میں سے جو ہم نے اُنہیں دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب سنتے ہیں کوئی بے ہودہ بات تو کنارہ کش ہو جاتے ہیں اس سے، اور کہتے ہیں: ہمارے لئے ہیں ہمارے عمل اور تمہارے لئے ہیں تمہارے عمل، (ہماری طرف سے) تم کو سلام، نہیں پسند کرتے ہم (طریقہ) جاہلوں کا۔ بلاشبہ تم (اے نبیؐ) نہیں ہدایت دے سکتے جسے چاہو لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو (۸۹)۔''

---

(۸۷) سورۃ القمر، ۸۔۱ / ۵۴

(۸۸) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۰۰۔۱۹۹؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۳۹۲۔۳۹۱

(۸۹) سورۃ القصص، ۵۵۔۵۲ / ۲۸

واقعہ شق القمر

رسول اللہ ﷺ کے بڑے معجزات میں سے ایک معجزہ چاند کا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا ہے۔ مشرکین کے ایک گروہ نے جن میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ بھی شامل تھے، رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''اگر تم سچے پیغمبر ہو تو چاند کو یوں توڑ ڈالو کہ آدھا چاند جبلِ قیقعان پر اور آدھا جبلِ قبیس پر نظر آئے!۔۔۔'' رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، ''اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا ایمان لے آؤ گے؟'' اُنہوں نے جواب دیا، ''ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دو ٹکڑوں میں توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ جبرائیلؑ فوراً تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''اے محمد ﷺ! آج رات مکہ والوں کو، معجزہ دیکھنے کے لئے خبر دیجیے۔'' رسول اللہ ﷺ نے چاند کی چودھویں رات کو بدر یعنی پورے چاند کو دو میں تقسیم کرنے کا اور عبرت کے لئے جو دیکھنا چاہے آنے کا اعلان فرما دیا۔ اُس رات رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا، چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ ایک ٹکڑا ابوقبیس پر جبکہ دوسرا جبلِ قیقعان آکر رک گیا۔ بعد میں آسمان پر پھر سے یک پارہ ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرامؓ سے فرمایا، ''اے ابوسلمیٰؓ بن عبدالاسد، ارقمؓ بن ابی الارقم! شاہد رہنا!'' آپ کے ساتھ موجود دیگر اصحاب کرامؓ سے بھی فرمایا، ''شاہد رہنا!'' مشرکین نے ایک اور کھلا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ لیکن ایمان نہ لاکر نہ صرف اپنے وعدے سے منحرف ہوئے بلکہ دوسروں کو ایمان سے روکنے کے لئے کہنے لگے، ''یہ تو محمدؐ کا سحر ہے جو اُس نے ہمیں دکھایا! لیکن سب لوگوں پر تو سحر کرنے سے رہا!۔۔۔ ذرا دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگوں سے بھی پوچھ لیں۔ دیکھیں کیا وہ بھی اس واقعہ کے شاہد ہوئے ہیں؟ اگر اُنہوں نے بھی دیکھا ہے تو محمدؐ کا دعویٔ نبوت صحیح ہے وگرنہ یہ ایک سحر ہے۔'' اُنہوں نے آنے والوں سے پوچھا، حتیٰ اور جگہوں پر لوگوں کو بھجوا کر پوچھا۔ سب نے یہی جواب دیا: ''ہاں اُس رات ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا!'' اُنہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ منکروں میں سب سے آگے ابوجہل تھا۔ لوگوں کے دلوں میں فساد برپا کرنے کے لئے کہتا پھرتا، ''ابوطالب کے یتیم کے سحر نے سماء کو بھی متاثر کر دیا!۔۔۔ (۸۶)'' اُس کے اس انکار پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں:

''قریب آگئی گھڑی قیامت کی اور پھٹ گیا چاند (دو میں)۔ اور ان کا (قریش کے کافروں کا) حال یہ ہے کہ اگر دیکھتے ہیں (محمدؐ کی پیغمبری کی دلیل) کوئی نشانی تو (اس پر تفکر کرنے اور ایمان لانے سے) منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو (بڑا ہی کڑا) جادو ہے جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ جھٹلایا اُنہوں نے (اس معجزے کو بھی) اور پیچھے لگ گئے اپنی (نفسانی) خواہشات کے، حالانکہ ہر معاملہ کو ایک انجام (اہلِ جنت کو جنت، اہلِ جہنم کو جہنم) تک پہنچ کر رہنا ہے۔ اور یقیناً آچکی ہیں اُن کے پاس (پچھلی قوموں کی) ایسی خبریں جن میں ہے کافی سامانِ عبرت۔ ایسی حکمت جو نصیحت کے مقصد کو پورا کرتی ہے، مگر کچھ فائدہ نہ دیا ان تنبیہات نے۔ پس (اے میرے حبیب! اُن کو اپنی رسالت کی، پیغمبری کی تبلیغ اور حق کی دعوت کے بعد) رُخ پھیر لو ان سے، جس دن پکارے گا ایک پکارنے والا (فرشتہ اسرافیلؑ) ایک سخت

(۸۶) حاکم، المستدرک، II، ۵۱۲؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، II، ۱۴۱، فاکہی، اخبار مکہ، ۱۳۷،VII؛ ابن کثیر، السیرۃ، II، ۱۱۶؛ قاضی عیاض، شفا شریف، ص، ۲۷۹-۲۷۸؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۵۲

کم از کم تمہارے شر سے تو بچا رہوں۔'' اُسی طرح جیسے وہ ایمان نہ لائے اور جیسے وہ جھوٹ بولتے رہے، حتیٰ کہ اُنہوں نے الٹا ظلم اور جفا شروع کر دیا)۔ آخرکار اس (موسیٰ) نے پکارا اور درخواست کی اپنے ربّ سے، واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ مجرم ہیں۔ (حکم ملا) اچھا تو لے کر چلے جاؤ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو راتوں رات، دھیان رکھنا کہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور چھوڑ دینا سمندر کو اسی حالت میں (اور عصا مار کر سمندر کو بند مت کرنا) یقیناً وہ لشکر غرق ہونے والا ہے (۸۴)۔''

مشرکین اپنے وعدے ''ایمان لے آئیں گے'' سے پھر گئے اور دوبارہ ظلم کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دن رسول اللہﷺ کو وحی بھیج کر خبر دی: ''کعبہ پر لٹکے صفحہ پر ہم نے دیمک مسلط کر دی اور اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کچھ بھی نہیں بچا۔'' اس پر رسول اللہﷺ ابو طالب کے پاس گئے اور فرمایا، ''اے چچا! اللہ تعالیٰ نے کہ جو میرا ربّ ہے، قریش والوں کے صفحہ پر دیمک مسلط کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا، وہاں بیان کردہ ظلم، رشتہ داروں سے قطع تعلق، بہتان۔۔۔ جیسا کچھ بھی نہیں بچا، اُس نے سب ختم کر ڈالا ہے۔''

ابو طالب نے پوچھا، ''کیا تم کو اس کی خبر تمہارے ربّ نے دی ہے؟'' رسول اللہﷺ نے جواب دیا، ''ہاں!''۔ تب ابو طالب نے کہا، ''میں شہادت دیتا ہوں کہ تم جو کہتے ہو سچ کہتے ہو۔'' پھر فوراً تیار ہو کر کعبہ کو چلے گئے۔ مشرکین کے سردار سب وہاں بیٹھے تھے۔ ابو طالب کو آتے دیکھا تو بولے، ''لگتا ہے محمدؐ کو ہمارے حوالے کرنے کے لئے آیا ہے!۔۔۔'' ابو طالب نے اُن کے پاس آکر کہا، ''اے قریش والو! لقب الامین والے میرے بھتیجے نے کہ جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، خبر دی ہے کہ تمہارے لکھے صفحے پر اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا تمام الفاظ ایک دیمک کی طرف سے کھا لئے گئے ہیں۔ چلو وہ کاغذ لاؤ جو تم نے ہمارے خلاف لکھا تھا، میں دیکھوں تو سہی!۔۔۔ اگر یہ بات سچ ہے تو، قسم کھاتا ہوں کہ ہم سب مرتے دم تک اُس کی حفاظت کریں گے۔ اور اب تم لوگ بھی اس ظلم اور برے رویّہ سے باز آ جاؤ۔۔۔''

مشرکین ہیجان کے ساتھ کعبہ کی دیوار سے اس صفحہ کو اتار لائے۔ ابو طالب کے ''پڑھو!'' کہنے پر، اُن میں سے ایک نے پڑھنے کے لئے صفحہ کھولا لیکن ''باسمکَ اللّٰھم'' کے علاوہ سب الفاظ کو مٹا پایا (۸۵)۔

مشرکین کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہیں اور کیا کریں۔ حتیٰ اُن میں سے بعض لوگوں کے فیصلہ بدل دینے سے تین سال سے جاری اُس محاصرے کو اٹھا دیا گیا جس نے اپنے پیچھے ناقابلِ فراموش تکالیف، دلوں میں گہرے زخم چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن اپنی دشمنی سے باز نہ آئے، حتیٰ اور بھی شدت سے پیش آنے لگے۔ اسلامیت کے پھیلاؤ کو روکنے کی ہر راہ اپناتے رہے۔ اُن کی تمام تر کاوشوں کے باوجود اسلامیت تیزی سے پھیل رہی تھی، ہمارے پیارے پیغمبر محمدﷺ دورِ جہالت کی ظلمت میں ڈوبے لوگوں کی نجات کے لئے اور حقیقی سعادت کی راہ دکھانے میں کوشاں تھے۔ یہ سعادت پانے والے، اس عظیم نعمت پر شکر گزار ہوتے، مشرکین کی حقارت اور شکنجہ آزمائی کے سامنے ذرا بھی نہ لڑکھڑاتے تھے۔ رسول اللہﷺ کے معجزات دیکھ کر اور مسلمانوں کی اپنے دین پر ثابت قدمی دیکھ کر کئی دل اسلام کے نور سے منوّر ہو رہے تھے۔

---

(۸۴) سورۃ الدخان، ۴۴۔۱۷ / ۲۴

(۸۵) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۱۰؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۳۷۶؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۹؛ طبری، تاریخ، اا، ۷۹؛ سہیلی، روض الانف، اا، ۱۵۹؛ ابن کثیر، السیرۃ، اا، ۲۹

کرتے رہے۔ اُن کے بچوں نے بھی بھوک سے آہ فغاں کرنا شروع کردی۔ اُن میں سے کئی بھوک سے ہلاک ہوگئے۔ آسمان کی جانب جب بھی نظر کرتے، بھوک کی وجہ سے ہر طرف دھواں چھایا نظر آتا۔ کچھ عقل آئی تو اپنے ڈھائے ظلموں کی شدّت کو کچھ سمجھنے لگے۔ اپنے بیچ میں سے اُنہوں نے ابو سفیان کو چنا اور رسول اللہ ﷺ کے حضور بھیجا۔ ابوسفیان نے آکر: ''اے محمد ﷺ! تم اپنے بارے میں کہتے ہو کہ تمہیں رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، پھر اللہ پر ایمان لانے، اقرباء کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم دیتے ہو۔ جبکہ حال یہ ہے کہ تمہاری قوم خشک سالی اور بھوک سے مر رہی ہے۔ اس فلاکت کو ہمارے سروں سے اٹھا لینے کے لئے اپنے ربّ سے دُعا کر؛ اللہ ضرور تمہاری دعا قبول کرے گا۔ اگر تم ایسی دعا کرو تو ہم سب ایمان لے آئیں گے!۔۔۔'' کہا اور قسم کھائی۔

اس طرح اپنے ظلم اور شکنجوں کو چھوڑ کر، پریشانی میں پڑ گئے اور رسول اللہ ﷺ سے التجا کرنے پر اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے کئے کو اُن کے منہ پر مارنے کی بجائے، ''ایمان لے آئیں گے'' کا وعدہ کرنے پر اپنے مبارک ہاتھ اٹھا کر جنابِ حق سے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا قبول فرما کر مکہ پر موسلا دھار بارش برسائی، پیاسی مٹی تر ہوگئی اور سبزہ نکلنا شروع ہوگیا۔ مشرکین نے اس خشک سالی اور قحط سے نجات پانے کے باوجود، اپنے وعدے کو بھلا کر کفر پر اصرار کرنا جاری رکھا۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے اُنہیں جواب کی شکل میں یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں: ''لیکن یہ (قرآن اور دوبارہ زندہ کر دیئے جانے پر) شک میں پڑے ہوئے (تم سے) کھیل رہے ہیں۔ اچھا تو (اے میرے حبیبؐ!) انتظار کرو اس دن کا جب نمودار ہوگا آسمان صریح دھواں کے ساتھ۔ جو چھا جائے گا انسانوں پر، (اور کہیں گے وہ کہ) یہ ہے بڑا دردناک عذاب۔ اے ہمارے مالک! ٹال دے ہم سے یہ دردناک عذاب بے شک ہم ایمان لے آئے۔ کہاں باقی رہا اب موقع ان کے لئے نصیحت پکڑنے کا جبکہ آچکا ان کے پاس ایک رسول جو ہر بات کو کھول کھول کر بتاتا ہے۔ پھر بھی منہ موڑ لیا اُنہوں نے اس سے، اور کہنے لگے یہ سکھایا پڑھایا ہوا باؤلا ہے۔ ہم ہٹائے دیتے ہیں عذاب (دھواں یا کال ہوا) تھوڑی دیر کے لئے یقیناً تم پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ یاد رکھو جس دن آؤ گے تم ہماری بڑی گرفت میں (اس دن) ہم پوری پوری سزا دے کر رہیں گے۔ اور بلا شبہ آزمائش میں ڈال چکے ہیں ہم اِن سے (قریش سے) پہلے قومِ فرعون کو (مہلت اور بہت مال دے چکے) جبکہ آچکا تھا ان کے پاس ایک عالی قدر رسول (موسیٰؑ)۔ (اور اس نے کہا) کہ حوالے کر دو میرے اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو بے شک میں ہوں تمہارا امانت دار رسول۔ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو تم اللہ کے مقابلہ میں، میں پیش کرتا ہوں تمہارے سامنے (اپنی نبوت کی) کھلی سند۔ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے ربّ کی اس سے کہ تم مجھ پر حملہ آور ہوسکو۔ اور اگر نہیں مانتے تم میری بات تو مجھ سے علیحدہ رہو (''تمہاری بھلائی نہ سہی،

وہاں مت لے جائیں، اگر ضروری ہوتا تو اُن کا مال مہنگے داموں خرید لیتے۔ اس طرح اُن کا خیال تھا کہ بنی ہاشم بھوک پیاس سے ہلکان اور پشیمان ہو کر اس بات پر مجبور ہو جائیں گے کہ وہ محمد ﷺ کو اُن کے حوالے کر دیں۔ یہ حال ہر سال کعبہ کی زیارت کے موسم تک جاری رہتا تھا۔

وہاں کی عادت کے مطابق اس موسم میں خون بہایا نہ جاتا تھا۔ اس وجہ سے بنی ہاشم کے لوگ آزادی سے مکہ میں داخل ہوتے، خرید و فروخت کر کے ایک سال کی احتیاجات کو پورا کر لیتے۔ اُن میں سے جب کوئی کسی تاجر کے پاس مال خریدنے آتا مشرکین کے سردار ابولہب اور ابوجہل جیسے مشرک درحال ان تاجروں کو کہتے، ''اے تجار! محمد ﷺ کے ساتھیوں کے سامنے اپنی قیمتیں خوب بڑھاؤ۔ ایسی کہ مہنگائی کی وجہ سے کوئی چیز خرید نہ سکیں! اس وجہ سے جو مال تمہارے ہاتھوں میں رہ جائے اُسے ہم خریدنے کو تیار ہیں۔'' وہ بھی اپنے مالوں کی خوب قیمت لگاتے اور مسلمان کچھ لئے بغیر لوٹ آتے۔۔۔

اس راہ میں آپؐ، اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ اور ابوبکر صدیقؓ نے اپنا سارا مال خرچ کر ڈالا، بھوک سے بچوں کی فلک شگاف فریادوں کو کم کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ گھر میں سب کچھ ختم ہو جاتا تو خود گھاس پھونس، درختوں کے پتے کھا کر اُن کا پیٹ بھر دیتے۔ سوکھے چمڑے کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر پھر آگ پر اُنہیں پکاتے اور بچوں کو کھلا دیتے تاکہ وہ بھوک سے نہ روئیں۔ شروع میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحابِ کرام بھوک سے اپنے مبارک پیٹوں پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ بچوں کو رونے سے بچانے کے لئے مائیں خود ڈھانچہ بن کر رہ گئی تھیں۔ مشرکین میں سے اگر کوئی رحم کھا کر کچھ لاتا تو اُسے پیٹا جاتا اور بہت حقارت کی جاتی۔ والحاصل آنے جانے کے سب راستے کٹے ہوئے تھے اور بڑی مشکل حالات میں تھے۔

مشرکین اس انتظار میں تھے کہ اُن کے اس شدید ظلم سے تنگ آ کر بنی ہاشم راہ پر آ جائیں گے اور ابو طالب رسول اللہ ﷺ کو خود اپنے ہاتھوں تسلیم کر دیں گے۔ جبکہ شعب ابی طالب میں موجود مسلمان، اُن کی اس سوچ کے برعکس رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے اور تدبیر کر رہے تھے کہ آپؐ کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔ ابو طالب، کسی ممکنہ قاتلانہ حملے کا سدِ باب کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی آرامگاہ پر پہرہ دار محافظ رکھتے یا آپؐ کو اپنے گھر میں سُلاتے تھے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ بالکل بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے، اسلامیت کے پھیلاؤ کے لئے ایک پل بھی ضائع نہ کرتے تھے، انسانوں کو دین کی دعوت دے کر اُنہیں جہنم سے نجات دلانے میں کوشاں تھے، اس راہ میں بڑے صبر کے ساتھ اُنہیں نصیحت فرماتے رہے۔ آپؐ کا انکار کرنے والے قریشی مشرکین کو سمجھانے کے لئے کہ بھوک کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دن دُعا فرمائی: ''یا اللہ! **اِن کو یوسفؑ کے زمانے والے سات سالہ قحط جیسے قحط کے ساتھ عذاب دے کر میری مدد فرما۔''**

اس کے بعد کے دنوں میں، آسمان سے ایک بوند مینہ نہ برسا۔ بے پانی کے مٹی خشک اور جھلس کر رہ گئی۔ زمین سبز جڑی بوٹی نہ ملتی تھی۔ قریش کے مشرکین کو سمجھ نہ آتا تھا کہ اُن کے ساتھ کیا ہوا۔ بھوک سے مرے حیوانوں کا گوشت، بدبودار کتوں کی کھالیں کھا کھا کر زندہ رہنے کی کوشش

جانے والے ان تمام مظالم اور شکنجہ آزمائیوں کے باوجود اپنے راستے سے نہ ہٹتے تھے، اس کے برعکس وہ ایک دوسرے سے قریب ہو گئے اور ان کے مابین بندھن اور بھی مضبوط ہو گیا تھا۔ اُن میں سے کوئی بھی اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتا تھا، رسول اللہ ﷺ کی خاطر جان قربان کرنے میں ذرا بھی نہ چوکتے تھے۔ اس کی خبر پاکر مکہ کے قرب و جوار کے قبائل کا تجسس بڑھتا جارہا تھا اور اسلام کا نور دُور کے علاقوں میں پھیلنے لگا۔ حبشہ کو بھیجے گئے ایلچیوں کی خواہش پوری نہ ہونے، حتیٰ نجاشیؒ اصحمہ کا مسلمان ہو جانے اور مسلمانوں کو پناہ دے کر اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی خبر سن کر مشرکین آپے سے باہر ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنا غصہ نکالنے اور اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے، اکٹھے ہو کر ایک زبردست فیصلہ کیا۔ ''کہیں بھی ہو، جہاں کہیں بھی نظر آجائے، محمدؐ کو مار ڈالا جائے گا!۔۔۔'' کافروں نے اس پر قسموں پر قسمیں کھائیں۔

مشرکین کے اس فیصلہ کو سُن کر ابو طالب کو بڑا دُکھ ہوا۔ اپنے جگر پارے، مبارک بھتیجے کی زندگی کے متعلق اُنہیں اندیشہ لاحق ہو گیا۔ اپنے قبیلے کو بلایا اور اُنہیں حکم دیا کہ سلطان کائنات کو مشرکین مکہ سے بچایا جائے۔ بنی ہاشم نے اقرباء پروری کے جذبے سے یہ حکم کی تعمیل پر سرنگوں کر دیا۔ اس بنا پر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ اور آپؐ پر ایمان رکھنے والے تمام اصحاب کرام کو مکہ کے شمال میں بیت اللہ سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع شعب ابی طالب یعنی ابو طالب کے محلے میں آنے کی دعوت دی۔ رسول اللہ ﷺ نے سب اصحاب کرام کو اکٹھا کیا اور شعب میں قیام فرمانا شروع کر دیا۔ بنی ہاشم میں سے صرف ابولہب تھا جس نے رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کے فیصلہ سے انکار کیا اور شعب نہ گیا۔ وہ اور دیگر مشرکین مکہ ایک ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے قتل کا کوئی موقع تلاش کرنے میں لگ گئے (۸۳)۔

جب مشرکین نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کرام ابو طالب کے محلّہ میں اکٹھے ہو گئے ہیں تو وہ سب پھر جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا:

''جب تک محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے حوالے نہیں کیا جاتا، بنی ہاشم سے نہ تو کوئی لڑکی لی جائے گی!۔۔۔ نہ ہی کوئی لڑکی دی جائے گی!۔۔۔ اُنہیں کوئی چیز بیچی نہیں جائے گی!۔۔۔ نہ ہی اُن سے کوئی چیز خریدی ہی جائے گی!۔۔۔ اُن کے ساتھ کہیں مل کر نہ کوئی بات کی جائے گی، نہ ہی کوئی ملاقات! نہ اُن کے گھروں نہ ہی اُن کے محلّوں میں جایا جائے گا!۔۔۔ اُن کی جانب سے پیش کی جانے والی امن کی کوئی بھی پیشکش قبول نہیں کی جائے گی!۔۔۔ اُن پر کبھی ترس نہیں کھایا جائے گا!۔۔۔'' منصور بن عکرمہ نامی مشرک کی جانب سے کاغذ پر لکھے گئے اس معاہدے پر مہر لگا دی گئی۔ پھر کعبہ معظمہ کی دیوار پر ایسی جگہ لٹکا دیا جہاں سے ہر کوئی اُسے دیکھ سکے اور اس پر عمل کر سکے۔

یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپؐ بڑے دُکھی ہوئے اور دُعا فرمائی۔ آپؐ کی دُعا در حال قبول ہوئی، بد بخت منصور کے ہاتھ سوکھ گئے۔ مشرکین ششدر رہ گئے پھر کہنے لگے، ''دیکھو! بنی ہاشم پر کئے گئے ظلموں کے بدلے میں منصور کے ہاتھ سوکھ گئے، مصیبت نازل ہوئی۔'' اس پر بجائے اس کے کہ اُن کو عقل آتی وہ اور بھی مشتعل ہو گئے۔ شعب کو جانے والے راستوں پر پہرہ لگا دیا۔ وہاں کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء کا داخلہ روک دیا۔ مکہ میں آنے والے تاجروں کا داخلہ شعب میں منع تھا۔ اُنہیں تنبیہہ کر دی کہ اپنے مال

(۸۳) ابن سعد، الطبقات، I، ۱۴۰-۱۳۰؛ طبری، تاریخ، III، ۳۳۶-۳۳۵؛ ابن کثیر، البدایہ، III، ۸۷-۸۴؛ یعقوبی، تاریخ، II، ۲۵-۲۴؛ بلاذری، انساب، ۲۳۰

الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اُن کے پاس کوئی آدمی بھیج کر پوچھو کہ وہ عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟'' حضرت عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں جاننے کے لئے، نجاشی نے مسلمانوں کے پاس ایک آدمی بھیجا۔ وہ سب دوبارہ تشریف لائے۔ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے،'' حضرت عیسیٰ کے متعلق پوچھا تو کیا جواب دیں گے؟'' حضرت جعفرؓ نے کہا،'' واللہ، حضرت عیسیٰ کے متعلق ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا اور رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا ہے۔''

نجاشی کے حضور پہنچے تو نجاشی نے سوال کیا،'' تم لوگ مریم کے بیٹے عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' حضرت جعفرؓ نے جواب دیا،'' ہم عیسیٰ کے متعلق وہی کہیں گے جو ہمارے پیغمبرؐ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے کلام سے تبلیغ کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسولؑ ہیں۔ اُن کو ہم اللہ تعالیٰ کا وہ کلمہ کہتے ہیں جو دنیا اور مردوں سے دور، حق تعالیٰ سے لو لگائے، عفت کی پیکر حضرت مریمؑ کو القاء کیا گیا۔ عیسیٰ ابن مریمؑ کا احوال اور شان اسی پر عبارت ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسے حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا گیا، عیسیٰ کو بھی ویسے ہی بغیر باپ کے پیدا فرمایا گیا۔'' اس پر نجاشی نے اپنے ہاتھ کو زمین کی جانب بڑھا کر پھونس کا ایک تنکہ اُٹھایا اور بولا،'' میں قسم کھاتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریمؑ تمہارے کہے سے کچھ زیادہ نہیں۔ دونوں کے درمیان فرق، اس تنکے سے زیادہ نہیں۔''

نجاشی کے ایسا کہنے پر، اطراف میں موجود اراکین حکومت اور کمانداراں، آپس میں سرگوشیاں اور بُڑبُڑانا شروع ہو گئے۔ نجاشی نے یہ دیکھ کر اُنہیں کہا،'' میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم اِن کے متعلق جو کہو سو کہو، میں اِن کے متعلق اچھی سوچ رکھتا ہوں۔'' اس کے بعد مسلمان مہاجرین کی طرف مڑ کر بولا،'' میں آپ کو اور اُس ذاتﷺ کو جس کے پاس سے آپ آئے ہیں مبارک باد دیتا ہوں! میں یقین رکھتا ہوں کہ وہؐ اللہ کے رسولﷺ ہیں۔ ذاتاً ہم اُنؐ کو انجیل میں دیکھ چکے ہیں۔ اُس رسولﷺ کی خبر عیسیٰ ابن مریمؑ نے بھی دی تھی۔ واللہ اگر وہؐ یہاں ہوتے تو میں اُنؐ کی جوتیاں اٹھاتا، اُنؐ کے پاؤں دھوتا! جاؤ! میرے ملک کے ان چھوئے علاقے میں، ہر طرح کی زیادتیوں سے دور، امن اور حضور میں زندگی گزارو۔ ہلاک کر دوں گا میں اُسے جو تمہارے ساتھ زیادتی کرے۔ مجھے پہاڑ جتنا سونا بھی دے دیں تم لوگوں کو دکھی نہ ہونے دوں گا۔''

نجاشی نے اس کے بعد، قریش کے ایلچیوں کو اُن کے لائے ہوئے تحائف کے متعلق کہا،'' مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے! اوروں کی طرف سے غصب کردہ میرا یہ ملک، اللہ تعالیٰ نے مجھے واپس کرنے کے لئے اور خلق کو میرے سامنے سرنگوں کرنے کے لئے، مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی تھی'' اور تحائف واپس کر دیئے۔ قریش کے ایلچی، نجاشی کے دربار سے خالی ہاتھ لوٹے۔ خوش قسمت نجاشی کا اسلامیت چن لینا، اصحاب کرام کے لئے بڑی خوشی کا باعث بنا۔

دکھوں کے سال۔۔۔محاصرہ

اسلام کے پھیلاؤ اور دلوں میں گھر کرنے سے روکنے کے لئے مشرکین ہر طرح کوشاں تھے۔ باوجود اس کے مسلمانوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ مسلمان، اُن کے ساتھ کئے

پاس رہ کر ہم ظلم اور ناانصافی سے بچے رہیں گے۔'' حضرت جعفرؓ نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:

''سلام کا مسئلہ کچھ یوں ہے، ہم نے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی سلام سے سلام پیش کی۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کو ایسے ہی سلام دیتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے مطابق جنت کے مکینوں کا سلام بھی ایسا ہی ہے۔ اسی لئے آپ کی ذاتِ عالیہ کو بھی ایسے ہی سلام کرنا مناسب سمجھا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کے مطابق انسانوں کو سجدہ نہیں کیا جائے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

نجاشی نے پھر سوال کیا، ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی بتائی چیزوں کے متعلق کچھ جانتے ہو؟'' حضرت جعفرؓ کے جوابا؛ ''ہاں'' کہنے پر نجاشی نے کہا، ''اُسے میرے لئے پڑھو۔'' حضرت جعفرؓ نے سورۃ المریم کی پہلی آیات (ایک روایت کے مطابق سورۃ العنکبوت اور سورۃ الروم میں سے آیات) پڑھنا شروع کر دیں۔ نجاشی رو رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اُس کی داڑھی کو بھگو رہے تھے۔ راہب بھی رو دیئے۔ نجاشی اور راہبوں نے کہا، ''اے جعفرؓ! اس میٹھے اور پیارے کلام میں سے کچھ اور بھی پڑھو۔'' حضرت جعفرؓ نے سورۃ الکہف کی شروع کی آیات پڑھیں:

''سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے نازل فرمائی اپنے بندہ (محمد ﷺ) پر یہ کتاب (قرآنِ کریم) اور نہیں رکھی اس میں کوئی کجی (افراط وتفریط)۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب تاکہ خبردار کرے (لوگوں کو) سخت عذاب (جہنم) سے اللہ کے، اور خوشخبری دے مومنوں کو جو کرتے ہیں نیک عمل، کہ یقیناً اُن کے لئے ہے (جنت) اجر بہت اچھا۔ رہیں گے یہ اس میں ہمیشہ۔ اور ڈرائے اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ بنا لیا اللہ نے کوئی بیٹا۔ نہیں ہے اُنہیں (جو کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے) اس (بات) کے بارے میں کوئی علم اور نہ اُن کے باپ دادا کو (تھا)، بڑی (شرک والی) ہے وہ بات جو نکلتی ہے اُن کے منہ سے، نہیں کہتے وہ مگر جھوٹ۔ تو شاید اے نبی! ہلاک کر دینا چاہتے ہو تم اپنے آپ کو ان کے پیچھے اگر نہ ایمان لائیں وہ اس قرآن پر مارے غم کے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنایا ہے ہم نے ان (سب چیزوں) کو جو زمین پر ہیں زینت اس (زمین) کے لئے، تاکہ آزمائیں ہم لوگوں کو کہ کون ان میں بہتر ہے عمل کے لحاظ سے۔۔ (۸۱)''

نجاشی خود پر قابو نہ کر سکا اور بولا، ''واللہ، یہ اُسی قندیل سے نکلا نور ہے جو پہلے موسیٰ پھر عیسیٰ پر آیا تھا۔'' پھر قریش کے ایلچیوں کی جانب مڑا اور کہا، ''تم جاؤ! واللہ، میں نہ تو انہیں تمہارے حوالے کروں گا نہ ہی اِن کے لئے کچھ برا سوچوں گا۔'' عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص، نجاشی کے دربار سے چلے گئے (۸۲)۔

عمرو نے عبداللہ سے کہا، ''قسم ہے مجھے کہ اُن کی کوئی نہ کوئی قباحت نجاشی کے سامنے رکھ کر، ان کی جڑیں اکھاڑ پھینکوں گا۔'' اُس کے دوست نے عمرو سے کہا، ''وہ چاہے ہمارے مخالف ہی کیوں نہ ہوں، اچھے یا برے؛ ہیں تو ہمارے رشتہ دار ہی، ایسا مت کر!'' عمرو نے کہا، ''میں نجاشی سے کہوں گا کہ وہ عیسیٰؑ کو ایک بندہ مانتے ہیں۔''

اگلے ہی دن، نجاشی کے پاس جا کر بولا، ''اے حکمدار! وہ مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کے متعلق بڑے غلط

---

(۸۱) سورۃ الکہف، ۷۔ ۱ / ۱۸

(۸۲) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۹۵؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۳۳۳ ۔ ۳۳۲

نے بات شروع کی، ''میری تین باتیں ہیں ۔ آپ اس آدمی سے پوچھیں ۔ کیا ہم ایسے غلام ہیں جنہیں پکڑ کر یہ اُن کے مالک کو سونپ دیں گے؟'' نجاشی نے پوچھا، ''اے عمرو! کیا یہ غلام ہیں؟'' عمرو نے جواب دیا، ''نہیں یہ غلام نہیں حُر ہیں!'' حضرت جعفرؓ نے پوچھا، ''کیا ہم نے ناحق کسی کا خون بہایا ہے کہ مقتول کا بدلہ لینے والوں کے حوالے کئے جائیں گے؟'' نجاشی نے عمرو سے دریافت کیا، ''کیا انہوں نے ناحق کسی کو قتل کیا ہے؟'' عمرو نے جواب دیا، ''نہیں، ایک قطرہ خون بھی نہیں بہایا۔'' حضرت جعفرؓ نے نجاشی سے کہا، ''کیا کسی کے مال کو ناحق ضبط کیا ہے، کیا کوئی مکلّف ہے جس کا مال ادا کرنا ہمارے اوپر باقی ہے؟ نجاشی نے کہا، ''اے عمرو! اگر ان لوگوں پر باقی بہت سا سونا بھی ہے تو بتاؤ اُسے میں ادا کردوں گا۔'' عمرو نے جواب دیا، ''نہیں، ایک قیراط بھی نہیں!۔'' تب نجاشی نے سوال کیا، ''تو پھر تم ان لوگوں سے کیا چاہتے ہو؟'' اس سوال کے جواب میں عمرو نے کہا، ''وہ اور ہم، ایک دین پر اور ایک راستے پر تھے۔ اُنہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ محمدؐ پر اور اُس کے دین پر ایمان لے آئے۔'' اس بار نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے سوال کیا، ''تم لوگ اپنے دین سے منحرف ہو کر کیوں کسی اور پر ایمان لے آئے؟ تمہاری قوم کے دین سے منحرف ہو، میرے دین پر بھی نہیں ہو تو پھر تمہارا ایمان لایا ہوا دین کیسا ہے؟ اس کے بارے میں کچھ معلومات دو!''

حضرت جعفرؓ نے اپنا جواب یوں بیان کیا: ''اے حکمدار! ہم ایک جاہل ملت تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے۔ مردار جانوروں کا گوشت کھاتے، ہر طرح کی برائی کرتے۔ رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے، ہمسائیوں سے برا سلوک کرتے۔ ہم میں سے طاقت والا کمزور پر ظلم کرتا اور مرحمت کسے کہتے ہیں نہ جانتا تھا۔ ہمارا یہ حال اُس وقت تک جاری رہا جب تک اللہ تعالیٰ نے ہم پر ہم میں سے ہی ایک شخص؛ جو اپنی صداقت، امانت داری، عفت و پاکیزگی، اپنی اعلیٰ نسلی کی وجہ سے مانا جانے والا پیغمبرؐ نہ بھیج دیا۔ اُس پیغمبرؐ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی موجودگی اور وحدانیت پر ایمان لانے، اُس کی عبادت کرنے اور پتھر سے بنے اُن بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دی جن کو ہمارے آباؤاجداد پوجتے آئے تھے۔ ہمیں سچ بولنے، امانت میں خیانت نہ کرنے، اقرباء کے حقوق کا خیال رکھنے، ہمسائیوں سے اچھا سلوک کرنے، گناہوں سے اور قتل و غارت سے بچنے کا حکم دیا۔ ہر طرح کی بداخلاقی، جھوٹ بولنے، یتیم کے مال پر ہاتھ ڈالنے، باعزت خواتین پر افتراء سے منع فرمایا۔ اُس نے ہمیں اللہ کا شریک ٹھہرائے بغیر اُس کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے یہ سب قبول کیا اور ایمان لے آئے اُس پر جو وہ اللہ کی طرف لے کر آیا تھا اور اُس کی کہی باتوں پر عمل کیا۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی۔ ہم نے اُسے حرام سمجھا جس کو اُس نے حرام قرار دیا، اُسے حلال سمجھا جس کو اُس نے حلال کہا اور پھر اس پر عمل کیا۔ اس وجہ سے ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، ہم پر ظلم کرنے لگی۔ ہمیں ہمارے دین سے منحرف کرنے، اللہ کی عبادت سے روکنے، پھر سے بتوں کی پرستش کرنے کے لئے شکنجہ آزمائی اور سختیاں کیں۔ ہم پر مظالم ڈھائے۔ مزید سے مزید تر تنگ کرتے رہے۔ ہمارے اور دین کے درمیان حائل ہو کر ہمیں دین سے دور رکھنا چاہا۔ ہم نے اپنا ملک، اپنا گھر چھوڑا اور تمہارے دیار میں پناہ لی۔ ہم نے تم کو دوسروں پر ترجیح دی۔ تمہاری حمایت اور ہمسائیگی حاصل کرنے کی خواہش کی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ تمہارے

ملک نجاشی ان باتوں پر بڑا ناراض ہوا: ''واللہ، ایسا ممکن نہیں! میں ان لوگوں کو قطعاً تسلیم نہ کروں گا۔ مجھ سے پناہ لینے والے، میری مملکت میں آئے انسانوں سے خیانت نہ کروں گا۔ اُنہوں نے مجھے دوسروں پر ترجیح دی اور میرے ملک میں آئے ہیں۔ اس لئے، آئے مہاجرین کو میں اپنے محل میں دعوت دوں گا، وہ ان لوگوں کی باتوں کے مقابل کیا کہتے ہیں؛ اُن سے پوچھوں گا، اُن کے جوابات سنوں گا۔ اگر مہاجرین ویسے ہی ہوئے جیسا انہوں نے بیان کیا ہے تو اُن کو ان کے حوالے کر کے اُن کی ملت کو بھیج دوں گا۔ اگر ویسے نہ ہوئے تو اُن کی حفاظت کروں گا اور جب تک میرے ملک میں قیام کریں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔'' نجاشی نے پہلے سے ساوی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ محمد ﷺ کی بعثت کا وقت قریب ہے اور آپؐ کی قوم آپ کو جھوٹا کہہ کر آپؐ کی بات نہیں مانے گی اور مکہ سے نکال دے گی۔

نجاشی نے مکہ کے ایلچیوں سے پوچھا، ''وہ کون ہے جس پر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں؟'' اُنہوں نے جواباً کہا، ''وہ محمدؐ ہے۔'' نجاشی یہ نام سنتے ہی سمجھ گیا کہ یہ وہی پیغمبر ہیں لیکن ظاہر نہ کیا۔ اُن سے پھر سوال کیا، ''اُس کا دین و مذہب کیا ہے اور کس چیز کی دعوت دیتا ہے؟'' عمرو نے جواب دیا، ''اُس کا کوئی مذہب نہیں ہے۔'' نجاشی نے کہا، ''جن کے مذہب و دین کو میں نہیں جانتا، جوگروہ میرے پاس پناہ لے چکی ہے بھلا میں اُنہیں کیسے تسلیم کروں گا؟ مجلس بلائی جائے۔ اُن سب کو بھی بلایا جائے۔ تمہارے ساتھ منہ در منہ بات کروائی جائے۔ تب تم سب کا حال سامنے آجائے گا۔ میں اُن کے دین کو بھی ذرا جان لوں۔'' مسلمانوں کو محل میں دعوت دی گئی۔

مسلمانوں نے پہلے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے، ''حکمدارِ حبشہ کی پسند اور مزاج کے مطابق اُسے کیا کچھ کہا جائے۔'' حضرت جعفرؓ نے کہا، ''واللہ! اس معاملے میں ہماری معلومات، صرف رسول اللہ ﷺ کے فرمودات سے عبارت ہے۔ نتیجہ جو بھی ہو ہم اُس پر راضی ہیں۔'' سب نے قبول کیا اور بات کرنے کے لئے بالاتفاق حضرت جعفرؓ کو چنا۔ پھر نجاشی کے حضور تشریف لے گئے۔ ملک نجاشی نے اپنے علماء کو جمع کیا۔ ایک بڑی مجلس قائم کی گئی۔ پھر مہاجرین کو لایا گیا۔ مسلمانوں نے آکر سلام دی لیکن سجدہ نہ کیا۔ نجاشی نے اُن سے دریافت کیا، ''تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟'' جواباً اُنہوں نے کہا، ''ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ہمیں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے سے منع کیا اور فرمایا ہے: ''سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔''

نجاشی نے مہاجرین سے مخاطب کر کے کہا: ''اے میرے حضور آنے والی جماعت! مجھے بتاؤ۔ تم میرے ملک میں کیوں آئے ہو؟ تمہارے احوال کیا ہیں؟ تم تاجر نہیں ہو اور کسی چیز کی طلب بھی نہیں رکھتے۔ اُس پیغمبرؐ کے احوال بتاؤ جسے تم مانتے ہو۔ تمہاری مملکت سے آئے دوسرے لوگوں کی طرح تم کیوں سلام نہیں کرتے؟'' ان سوالات کے جواب میں حضرت جعفرؓ نے فرمایا:

''اے حکمدار! میں پہلے تین باتیں کہوں گا۔ اگر صحیح کہوں تو میری تصدیق کرنا، غلط کہوں تو جھٹلا دینا۔ سب سے پہلے اس کا حکم صادر فرما کہ ان دونوں میں سے ایک بات کرے جبکہ دوسرا خاموش رہے!'' عمرو بن العاص نے کہا، ''میں بات کروں گا۔'' نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے کہا، ''پہلے تم بولو۔'' حضرت جعفرؓ

حبشہ میں پیش آئے واقعات کو رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت امّ سلمیٰؓ یوں بیان فرماتی ہیں:

''جب ہم حبشہ پہنچے تو وہاں ہمیں بہت ہی اچھا پڑوسی ملا۔ یہ پڑوسی ملک نجاشی تھا۔ اُس نے ہماری ہر آرزو پوری کی۔ ہم اپنے دین کے احکام کو اپنی مرضی سے پورا کر سکتے تھے۔ آزادی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے، ہم پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا گیا نہ ہی کسی نے ہمیں برا بھلا کہا۔''

اہلِ مکہ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو حبشہ کے ملک کی جانب دو ایلچی بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ نجاشی کے لئے بیش بہا تحائف تیار کئے، نجاشی کے پسندیدہ مکہ کے سخت چمڑے کی بنی اشیاء جمع کیں۔ نجاشی کے دینی رہنماؤں اور حکومت کے اراکین کے لئے تحائف الگ سے تیار کروائے۔ اس کام کے لئے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو مقرر کیا گیا۔۔۔ ان دونوں ایلچیوں کو نجاشی کے حضور کیا کہنا ہوگا، سب سمجھا دیا گیا۔ اُنہیں کہا گیا کہ حکمداروں سے ملاقات سے پہلے اُس کے سب پادریوں اور کمانداروں سے ملاقات کر کے یہ تحائف تسلیم کریں۔ بعد میں نجاشی کی خدمت میں پیش کریں۔ یہ سب کام سرانجام دینے کے بعد اُس سے طلب کرنا کہ وہاں کے مسلمانوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ نجاشی کو یہ موقع نہ دینا کہ وہ مسلمانوں سے مل کر بات چیت کر سکے (۷۹)۔

ایلچی حبشہ پہنچے۔ اراکینِ حکومت کو تحائف دینے کے بعد ہر کسی کو کہا، ''ہمارے بیچ سے چند لوگ نکلے ہیں۔ اُنہوں ایک ایسا نیا دین ایجاد کیا ہے جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ تم لوگ۔ یہاں آنے والے ان لوگوں کو ہم اپنے ملک لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ آپ کے حکمدارسے اُن کے متعلق بات کرتے وقت، آپ کوشش کریں کہ وہ اِن آنے والوں سے بات کئے بغیر ہمارے حوالے کر دے۔ اِن لوگوں کے اصل مخاطب اُن کے سگے ماں باپ اور پڑوسی ہیں، وہ یہ سب خوب جانتے ہیں (۸۰)۔ پادریوں نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد ایلچیوں نے نجاشی کو تحائف پیش کئے۔ ملک نجاشی نے تحائف قبول کر کے، اُنہیں دعوت دی اور کچھ دیر تک اُن کے ساتھ بات چیت کی۔

ایلچیوں نے نجاشی سے یوں عرض کیا: ''اے ملک! ہم میں سے کچھ لوگوں نے آپ کے دیار میں پناہ لی ہے۔ ان آنے والوں نے نہ صرف اپنی ملت کا دین ترک کیا بلکہ آپ کے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے۔ اپنی سوچ کے مطابق، من گھڑت دین بنا رکھا ہے۔ اس دین کے متعلق نہ ہم، نہ ہی آپ کچھ جانتے ہیں۔ ہمیں آپ کے پاس اس ملت کے اشراف نے بھیجا ہے جس سے یہ منسوب ہیں۔ یہ اشراف، اِن آنے والوں کے والدین اور سگے اقرباء ہیں۔ اُن کی آپ سے طلب ہے کہ اُنہیں واپس لوٹا دیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کے حالات کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ وہ یہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کے اصل دین کے مطابق کیا اچھا ہے کیا نہیں۔۔۔'' عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کی خواہش تھی کہ نجاشی اُن کی بات سن کر اُن کی آرزو کے مطابق حرکت کرے۔ ایلچیوں کی بات ختم ہونے کے بعد نجاشی کے پادریوں نے بات شروع کی:

''یہ بالکل صحیح کہتے ہیں۔ اِن کی ملت اُن آنے والوں سے زیادہ بہتر مشغول ہو سکتے ہیں، اُن کی پسند یا ناپسند کا وہ زیادہ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے آپ اُن لوگوں کو ان کے حوالے کر دیجئے تا کہ اُنہیں اُن کے ملک اُن کی ملت کے پاس لے جائیں۔''

(۷۹) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۹۵؛ ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۳۳۴

(۸۰) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۹۵؛ ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۳۳۴

حضرت عمر مسلمان ہوئے تو سورۃ الانفال کی ۶۴ ویں آیت کا نزول ہوا: ''اے نبی! کافی ہے تمہارے لئے اللہ اور ان لوگوں کے لئے بھی جو تمہارے پیروکار ہیں مومنوں میں سے۔'' اُن لوگوں نے جو ابھی تردد میں تھے اور فیصلہ نہ کر پا رہے تھے، حضرت عمرؓ کو مسلمان ہوتے دیکھ کر اسلام قبول کیا اور اصحابِ کرام ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔ اب مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔

حبشہ کی دوسری ہجرت

حبشہ کے مسلمانوں کو ایک جھوٹی خبر ملی: ''مکہ میں مشرکین اور مسلمانوں نے معاہدہ کر لیا ہے۔'' اس خبر کی بنا پر سب نے سوچا، ''ہماری ہجرت، اپنا گھر اور ملک چھوڑنا مشرکین کی دشمنی کی وجہ سے تھا۔ اب اگر اُن کی دشمنی دوستی میں بدل گئی ہے تو ہمیں لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے شرفیاب ہونا چاہیئے۔'' اس سبب پر اُنہوں نے حبشہ کے حکمدار سے اجازت لے کر مکہ کو لوٹ آئے۔ لیکن یہاں آ کر اُنہیں خبر کے جھوٹا ہونے کا پتا چلا (۷۷)۔ پھر وہ سب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں تشریف لائے، حبشہ کے پانی، ہوا کے متعلق اور وہاں کے پھلوں کے متعلق کہ وہ کیسے قوت میں اضافہ کرتے ہیں، وہاں پر موجود چار عبادت خانوں اور وہاں ہر روز اُونٹ، بھیڑوں کی قربانی کر کے فقیروں اور پردیسیوں کی دعوت کرنے، اُنہیں خوش کرنے اور پھر وہاں کے حکمدار کی طرف سے بذاتِ خود زیارت کر کے امان دینے اور مشکلات کے حل کے متعلق تفصیل سے سب کچھ بیان کیا اور اپنی ممنونیت کا اظہار کیا (۷۸)۔

اصحابِ کرام رضوان اللہ علیہم کے مکہ لوٹ آنے پر مشرکین نے پھر سے ایذا رسانی اور ظلم شروع کر دیا۔ اُن کے مظالم میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ ہر طرح کی شکنجہ آزمائی کرنے سے ذرا بھی نہ چُوکتے۔ ایک دن حضرت عثمانؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! حبشہ میرے لئے ایک بہترین تجارتی منڈی ہے۔ ایک ماہ کی تجارت سے وافر مقدار میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب تک ہجرت کے لئے کوئی اور موزوں مقام کا حکم نہیں کیا جاتا، مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کچھ نہیں تو مومنین قریش کی اذیتوں سے بچ جائیں گے۔ نجاشی نے ہم پر بڑے احسان اور مہربانیاں کی ہیں۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**پھر سے حبشہ کو لوٹ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے تمہاری حفاظت ہو۔**''

حضرت عثمانؓ نے کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپؐ وہاں تشریف لے جائیں تو ہو سکتا ہے وہ مسلمان ہو جائیں۔ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے شاید جلد اسلام قبول کر لیں اور ہر طرح کی مدد کرنے کو تیار ہو جائیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''**مجھے حضور اور راحت کے لئے مامور نہیں کیا گیا۔ ہجرت کے متعلق اللہ تعالیٰ کے امر کا انتظار کر رہا ہوں۔ جیسا حکم ہوا اُس پر عمل کروں گا۔**''

ایک روایت کے مطابق ایک سو ایک افراد پر مشتمل ایک قافلے نے دوسری بار حبشہ کی راہ لی۔ اس قافلے کا سردار حضرت جعفر بن ابی طالب کو متعین کیا گیا تھا۔ سب خیر و عافیت سے نجاشی کے دیار جا پہنچے۔

---

(۷۷) ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۵

(۷۸) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۹۴؛ ابن ہشام، السیرۃ، ا، ۳۶۴؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۸؛ طبری، تاریخ، اا، ۳۱۴

سر قلم کر دوں گا۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "راستہ دیں، وہ اندر آ جائے!"

جبرائیلؑ نے آپؐ کو پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ عمرؓ ایمان لانے کے لئے نکل پڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرما کر حضرت عمرؓ کا استقبال کیا اور سب سے فرمایا "اُسے چھوڑ دیں، اُس سے دُور ہو جائیں۔" حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے بازو کو پکڑا اور کہا، "ایمان لا، یا عمر!" اُنہوں نے بھی صاف دل سے کلمہ شہادت پڑھا۔ اصحابِ کرام کی تکبیروں نے آسمان کو ہلا کر رکھ دیا۔

حضرت عمرؓ مسلمان ہونے کے بعد اپنا حال یوں بیان فرماتے ہیں: "جب میں مسلمان ہوا تب اصحاب کرام مشرکوں سے چھپتے اور عبادت بھی چھپ کر کرتے تھے۔ مجھے اس حالت پر بڑا دکھ ہوا، اور پوچھا، "یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، "ہاں۔ میں قسم کھاتا ہوں اُس اللہ کی جس کے ید قدرت میں میری جان ہے کہ چاہے تم سب زندہ رہو یا مر جاؤ، بلا شبہ حق پر ہو۔" اس پر میں نے کہا، "یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم حق پر ہیں، مشرکین باطل پر ہیں تو پھر ایسی حالت میں ہم کیوں اپنے دین کو چھپا رہے ہیں؟ واللہ! کافروں کے سامنے، ہم دینِ اسلام بیان کرنے کے زیادہ حقدار اور زیادہ لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین، بلا شبہ مکہ میں غالب ہو جائے گا۔ ہماری قوم ہمارے ساتھ انصاف سے پیش آئی تو کیا ہی اعلیٰ ہے وگرنہ اُن کی ذیادتی کی صورت میں ہم اُن سے مقابلہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "ہم تعداد میں بہت کم ہیں۔"

"یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو سچا پیغمبر بنا کر بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ کوئی ایسا مشرک گروہ مکہ میں نہ رہے گا جسے بالکل گھبرائے اور ڈرے بغیر بیٹھ کر اسلام نہ سمجھا دوں۔ اب ہم میدان میں نکل آئیں۔" آپؐ کے قبول فرمانے پر، ہم دو صفوں کی شکل میں کہ ایک کے ساتھ حضرت حمزہؓ اور دوسری کے ساتھ میں تھا نکل آئے، حرم شریف کی جانب رُخ کیا۔ سخت قدموں کے ساتھ، مٹی اُڑاتے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ قریش کے مشرکین کبھی مجھے کبھی حمزہؓ کو دیکھتے تھے۔ ایسے حزن اور دُکھ میں مبتلا ہو چکے تھے گویا یہ اُن کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ اور مایوسی کا سبب تھا۔"

حضرت عمرؓ کی اس آمد پر، ابوجہل نے آگے بڑھ کر کہا، "یا عمرؓ! یہ کیا حال ہے؟" اس پر حضرت عمرؓ نے ذرا بھی پرواہ کئے بغیر جواب دیا، "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه و اَشْهَدُ اَنَّ مُحمدً عَبْدُه والرّسوله" ابوجہل سے کوئی بات نہ بن پا رہی تھی کہ کیا کہے۔ بس سُن ہو کر رہ گیا۔ حضرتِ عمرؓ نے مشرکین کے گروہ کی جانب گھوم کر کہا، "اے قریش!۔۔۔ جاننے والا مجھے جانتا ہے! جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں خطاب کا بیٹا عمر ہوں۔۔۔ جو اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم چھوڑنا چاہے اپنی جگہ سے جنبش کرے! حرکت کرنے والے کو اپنی تلوار سے کاٹ کر زمین بوس کر دوں گا!۔۔۔" قریش کے مشرکین ایک ہی پل میں وہاں سے ہٹ گئے اور دور چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرام نے بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہی۔ مکہ کی فضائیں اصحابِ کرام کی اللہ اکبر۔۔۔! اللہ اکبر۔۔۔! کی نداؤں سے گونج اُٹھیں۔ پہلی دفعہ حرمِ شریف میں کھلے عام نماز پڑھی گئی (۷۶)۔

(۷۶) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۶۵۔۱۶۰، ۲۲۹۔۲۲۱: ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۳۵۰۔۳۴۲: سہیلی، روض الانف، ۱۱، ۱۱۹

سحر سے مسحور ہو گئے ہو۔'' حضرت سعید کو گریبان سے پکڑ کر زمین پر پھینک دیا۔ بہن نے اپنے شوہر کو بچانے کی کوشش کی تو اُنؓ کے چہرے پر بھی غصے سے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ اُن کے چہرے پر سے خون پھوٹ پڑا، اسے دیکھ کر دل کچھ پسیج گیا۔ فاطمہؓ درد سے تڑپ اُٹھیں، خون سے رنگی گئیں لیکن ایمان کی قوّت سے خود کو حرکت میں لائیں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر: ''یا عمر! کیوں اللہ سے نہیں ڈرتے اور آیات اور معجزات کے ساتھ بھیجے گئے پیغمبرؐ پر یقین نہیں کرتے؟ ہاں! میں اور میرا شوہر مسلمان ہونے سے شرفیاب ہو چکے ہیں۔ ہمارے سروں کو بھی کاٹ دو تو بھی اس دین سے منحرف نہ ہوں گے'' کہا اور کلمہ شہادت پڑھا۔

حضرت عمرؓ اپنی بہن کے اس ایمان کے سامنے یکدم نرم پڑھ گئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ نرم آواز میں بولے، ''جو کتاب تم پڑھ رہے تھے ذرا وہ لاؤ تو سہی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا، ''میں تب تک تمہیں نہ دوں گی جب تک تم پاک نہیں ہو جاتے۔'' حضرت عمرؓ نے غسل لیا۔ حضرت فاطمہؓ قرآن کے صفحات لے آئیں۔ حضرت عمرؓ اُن لوگوں میں سے تھے جو بہت اچھا پڑھ لکھ سکتے تھے۔ سورۃ طٰہٰ پڑھنا شروع کی۔ قرآن کی فصاحت، بلاغت، معانی اور عظمت دل میں اترتی اور اُسے نرم کرتی چلی گئی۔

''اسی کی ملک ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور جو کچھ ہے ان دونوں میں اور جو کچھ نیچے ہے مٹی کے (۷۴)۔'' آیت کریمہ پڑھنے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر کہنے لگے، ''یا فاطمہ! کیا یہ نہ ختم ہونے والی، یہ نہ مٹنے والی سب چیزیں تمہارے معبود اللہ کی ہیں؟'' بہن نے جواب دیا، ''ہاں، بالکل ایسا ہی ہے! اس میں کوئی شبہہ ہے کیا؟'' ''یا فاطمہ! ہمارے سونے، چاندی، تانبے اور پتھروں پر نقش نگار سے بنائے گئے ایک ہزار پانچ سو بت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی دنیا میں کچھ نہیں'' کہہ کر مزید حیرت میں ڈوب گئے۔ پھر اور پڑھنے لگے: **''وہ اللہ ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے، اُسی کے لئے ہیں سب نام اچھے (۷۵)۔''** پھر اس آیت کریمہ پر غور کیا اور کہا، ''حقیقتاً، کتنی صحیح بات ہے۔'' حضرت حبابؓ اپنی جگہ سے اُچھل کر نکل آئے اور تکبیر پڑھ کر بولے، ''تمہیں مبارک ہو یا عمرؓ! رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی تھی، **''یا ربّی! اس دین کو عمرو بن ہشام (ابوجہل) سے یا عمر بن خطاب سے قوّت بخش!''** تو یہ سعادت تمہیں نصیب ہوئی ہے۔''

اس آیتِ کریمہ اور اس دُعا نے حضرت عمرؓ کے دل سے دُشمنی ختم کر کے رکھ دی۔ فوراً پوچھا، ''رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں؟'' آپؓ کا دل رسول اللہ ﷺ کے لئے بیتاب ہو گیا تھا۔ اُس دن رسول اللہ ﷺ حضرت ارقمؓ کے گھر پر اصحابِ کرام کو نصیحتیں فرما رہے تھے۔ اصحاب کرامؓ سب جمع تھے، آپؐ کے نورِ جمال کی دید اور میٹھی اور پُر تاثیر باتوں کی شنید میں محو تھے، اُن کے دلوں کو جلا بخشی جا رہی تھی، لا متناہی لذت، ذوق اور نشے میں ایک حال سے دوسرے حال میں تبدیل ہو رہے اور اپنی روحوں کی فرحت میں مشغول تھے۔

حضرت عمرؓ کا آنا، حضرت ارقم کے گھر سے دکھائی دیا۔ اُن کی تلوار بھی پاس ہی تھی۔ صاحبِ ہیبت اور قوت ہونے کی وجہ سے اصحاب کرام نے رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لے لیا۔ حضرت حمزہؓ نے کہا، عمر سے ڈرنے کی کیا بات ہے۔ خیر کی نیت سے آئے تو استقبال کریں گے وگرنہ وہ تلوار نکالنے سے پہلے ہی میں اُس کا

(۷۴) سورۃ طٰہٰ، ۲۰/۶

(۷۵) سورۃ طٰہٰ، ۲۰/۸

بے شک ہم خوب جانتے ہیں کہ ضرور تم سے کچھ (اس کو) جھٹلانے والے ہیں۔ اور یقیناً یہ موجب حسرت ہے ان کافروں کے لئے۔ اور بے شک یہ یقینی حق ہے۔ پس (اے نبیؐ) تسبیح کرو تم اپنے ربِّ عظیم کے نام کی۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا، ''رسول اللہ ﷺ نے سورۃ کی تلاوت ختم کی تو میرا دل اسلام کی جانب مائل سا ہو گیا۔''

حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام سے تین دن بعد، ابوجہل نے مشرکین کو جمع کیا اور کہا، ''اے قریش! محمدؐ نے ہمارے بتوں پر زبان درازی کی۔ اور بقول اُس کے، ہم سے پہلے ہمارے اجداد کو جہنم میں عذاب ہو رہا ہے اور ہمیں بھی وہیں جانا ہے! ۔ ۔ ۔ اُس کے قتل کے سوا اب ہمارے پاس اور کوئی چارہ نہیں! ۔ ۔ ۔ جو کوئی اسے قتل کرے گا اُسے سو سرخ اونٹ اور لاتعداد سونا دوں گا! ۔ ۔ ۔'' ایک دم عمر بن خطاب کے دل میں اسلام کے لئے پیدا شدہ مثبت خیال ختم ہو گیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور گرج کر کہا، ''یہ کام ابن خطاب کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا۔'' سب نے تالیوں سے تائید کرتے ہوئے کہا، ''خوب اے ابن خطاب! ہمیں کر کے دکھا دو۔''

آپؓ اپنی تلوار کو کمر سے باندھا اور نکل پڑے۔ راستے میں جاتے ہوئے نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے سوال کیا، ''اس شدّت اور حدّت کے ساتھ کدھر چلے یا عمر!'' آپؓ نے جواب دیا، ''ملت میں نفاق ڈالنے والے، بھائی کو بھائی کا دشمن بنانے والے محمدؐ کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے کہا، ''یا عمر! یہ مشکل کام ہے۔ اُن کے اصحاب اُن کے اطراف میں پروانہ وار منڈلاتے ہیں، کہیں کچھ ہو نہ جائے ہر طرح سے اُن کا خیال رکھتے ہیں۔ اُن کے قریب جانا بھی مشکل ہے۔ اُنہیں قتل کر بھی دیا تو بنی عبد المطلب سے جان نہ چھڑا سکو گے۔''

حضرت عمرؓ اُن کے الفاظ پر غصہ میں آ گئے: ''کہیں تم بھی تو اُن میں سے نہیں؟ پہلے تمہارا کام تمام کر دوں'' کہا اور تلوار کے قبضہ کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ نعیم نے کہا، ''یا عمر! مجھے چھوڑ! تمہاری بہن فاطمہؓ اور اُس کا شوہر سعیدؓ بن زید کے پاس جاؤ، وہ بھی مسلمان ہو چکے۔'' حضرت عمرؓ نے اُن کی بات پر یقین نہ کیا تو اُنہوں نے کہا، ''اگر اعتبار نہیں آتا تو جاؤ پوچھ لو! خود ہی سمجھ جاؤ گے۔''

حضرت عمر اگر یہ کام کر ڈالتے تو دین کا فرق ضرور ختم ہو جاتا مگر عربوں کی عادت کے مطابق خون کا دعویٰ شروع ہو جاتا اور قریش دو حصوں میں بٹ کر کبھی ختم نہ ہونے والی لڑائیوں میں پڑ جاتے۔ اس طرح صرف عمر بن خطاب ہی نہیں سارے بنی خطاب کو قتل کر دیا جاتا۔ لیکن عمر بن خطاب نے بڑے قوی، بہادر اور غصیلے ہونے کی وجہ سے ان سب نتائج کو سوچا تک نہ تھا۔ اپنی بہن کی فکر میں اُن کے گھر پہنچے۔ اس دوران سورۃ طٰہٰ نئی نئی نازل ہوئی تھی، سعیدؓ اور فاطمہؓ اسے لکھوا کر اُن کے گھر لانے والے صحابی حضرت حبابؓ بن الارت کے ساتھ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دروازے سے اُن کی آوازیں سنی۔ دروازے کو بڑے زور سے کھٹکھٹایا۔ اُنہیں کمر بستہ تلوار کے ساتھ غصہ میں دیکھ کر، صفحات کو اور حضرت حباب کو چھپا دیا۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ اندر آتے ہی پوچھا، ''کیا پڑھ رہے تھے؟'' ''کچھ بھی نہیں'' اُنہوں نے جواب دیا۔ غصہ میں اضافہ کے ساتھ بولے، ''یعنی میں نے جو سنا ہے وہ ٹھیک ہے، تم بھی اُسؐ کے

پر آیا تو سوار کر دیا تم (تمہاری موجودگی کا سبب تمہارے اجداد) کو کشتی میں۔ تاکہ بنا دیں اس کو تمہارے لئے ایک یادگار اور یاد رکھیں اسے کان، جو یاد رکھنے والے ہوں۔ پھر جب پھونکا جائے گا صور میں ایک بار۔ اور اُٹھائے جائیں گے زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا ایک ہی چوٹ میں۔ سو اس دن بر پا ہو جائے گی قیامت۔ اور پھٹ جائے گا آسمان تو ہو گا وہ اس دن بکھرا ہوا۔ اور فرشتے ہوں گے (اپنے رب کے حکم کے منتظر) اس کے کناروں پر اور اٹھائے ہوئے ہوں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے)۔ اس دن تم (حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور) پیش کئے جاؤ گے، نہیں چھپا رہے گا تمہارا کوئی پوشیدہ راز۔ سو جس کو دیا جائے گا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں تو کہے گا آؤ دیکھو! اور پڑھو میرا اعمال نامہ۔ مجھے یقین تھا ضرور واسطہ پڑے گا مجھے اپنے حساب سے۔ سو یہ تو ہو گا دل پسند عیش میں۔ اعلیٰ درجہ کی جنت میں۔ جس کے پھلوں کے گچھے جھکے پڑے ہوں گے۔ (کہا جائے گا) کھاؤ اور پیؤ مزے سے بدلے میں ان (اعمال) کے جو کئے تھے تم نے گزرے دنوں میں۔ اور رہا وہ جس کو دیا جائے گا اس کا اعمال نامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں سو وہ کہے گا کاش! نہ دیا جاتا مجھے میرا اعمال نامہ۔ اور نہ جانتا میں کہ کیا ہے میرا حساب؟ کاش میری یہ موت ہوتی فیصلہ کن (اور نہ زندہ کیا جاتا میں پھر سے)۔ کچھ کام نہ آیا میرے میرا مال۔ چھن گیا مجھ سے میرا اقتدار۔ (ارشاد ہو گا) پکڑ واسے اور طوق پہنا دو۔ پھر جہنم میں جھونک دو اسے۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے جکڑ دو اسے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شخص ایمان نہ لاتا تھا اللہ جل شانہٗ پر۔ اور نہ ترغیب دیتا تھا مسکین کو کھانا دینے کی۔ سو نہیں ہے اس کا آج یہاں کوئی جگری دوست۔ اور نہ کوئی کھانا مگر زخموں (اہلِ جہنم کے زخموں سے رِستے خون اور پیپ) کا دھوون۔ نہیں کھائے گا اسے کوئی سوائے گنہگاروں کے۔''

حضرت عمرؓ، رسول اللہ ﷺ کو بڑی حیرت میں گم سُن رہے تھے۔ عمر بھر اُنہوں نے ایسا بہترین کلام کبھی نہ سنا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق خود یوں فرماتے ہیں: ''میرے کانوں میں پڑے ان الفاظ کی بلاغت، فصاحت اور الفاظ کے ٹھیک اور صحیح جگہ استعمال نے مجھے حیران کر دیا تھا۔ میں خود سے گویا ہوا: ''قسم کھاتا ہوں کہ قریش والوں کے کہنے کے مطابق، یہ کوئی شاعر ہی ہو سکتا ہے!'' اسی دوران رسول اللہ ﷺ نے آیاتِ کریمہ پڑھنا جاری رکھی:

''پس نہیں، قسم کھاتا ہوں میں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو تم۔ اور ان کی بھی جنہیں نہیں دیکھتے تم۔ بے شک قرآن قول ہے رسول عالی مقام کا۔ اور نہیں ہے یہ کلام کسی شاعر کا، بہت ہی کم ایمان لاتے ہو تم۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے پھر اپنے آپ سے کہا: ''یہ کوئی کاہن ہو گا، اسی لئے اس نے میرے دل کی بات جان لی!۔۔۔'' رسول اللہ ﷺ نے سورۃ پڑھنا جاری رکھا:

''اور نہیں ہے قول کسی کاہن کا، بہت ہی کم غور کرتے ہو تم۔ نازل کردہ ہے ربّ العالمین کی طرف سے۔ اور اگر کہیں خود (ایسی باتیں جو ہم نے نہیں کہیں اور) گھڑ کر منسوب کرتا ہے یہ (پیغمبر) ہماری طرف بعض باتیں۔ تو ضرور پکڑ تے ہم اسے بڑی قوت سے۔ پھر کاٹ ڈالتے ہم اس کی شہ رگ۔ تو نہ ہوتا تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس سے روکنے والا۔ اور یقیناً قرآن ایک نصیحت ہے پرہیز گاروں کے لئے۔ اور

مبارک ہے ۔ اے مشرکو! اپنی عقلوں کو اپنے سروں سے نکل نہ جانے دو، کہیں تمہاری آنکھیں کچھ دیکھ نہ سکیں اور اُس ذاتؐ کے متعلق سخت، غلط اور حقارت بھرا کوئی لفظ کہہ بیٹھو۔ اگر کہیں ایسے کسی خیال میں ملوث ہو جاؤ تو جان رکھو، ہم مسلمانوں کے جسدوں کو روند کر جانے کے بغیر، کوئی اُسؐ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔''

حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے پر رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ اُن کی شمولیت سے مسلمان کو بڑی قوت حاصل ہوگئی تھی۔

حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے سے حالات بدل گئے۔ کیونکہ مکہ والے جانتے تھے کہ حضرت حمزہؓ کیسے جنگجو، بہادر، مرد، پہلوان اور بڑے قہرمان تھے۔ اسی لئے قریش کے مشرکین اب بلا وجہ مسلمانوں کے ساتھ برا سلوک نہ کر پاتے تھے، خاص طور پر حضرت حمزہؓ کی تلوار کی شدت سے گھبراتے تھے (۷۳)۔

حضرت عمرؓ کا قبول اسلام

دینِ اسلام دن بدن پھیلتا جا رہا تھا اور قرآنِ کریم کا نور روحوں کو منور کرتا جا رہا تھا۔ گنہگار لوگ اللہ تعالیٰ کے احسان سے ایمان لا رہے اور ہدایت پا رہے تھے۔ اصحاب کرام ہونے سے شرفیاب ہونے والی یہ مبارک ذاتیں شانہ بشانہ، یک جان ہو کر رسول اللہ ﷺ کے گرد پروانہ وار منڈلاتے رہتے تھے۔ آپؐ کی چھوٹی سے چھوٹی آرزو اور اشارے کو ایک بڑا حکم جان کر، پورا کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش میں رہتے، حتیٰ اس کے لئے اپنی جان تک فدا کرنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ مشرکوں کی پریشانی اور اندیشے حد سے زیادہ بڑھ چکے تھے۔ کیونکہ انگلیوں پر گنے جانے والے بڑے قہرمانوں میں سے حضرت حمزہؓ مسلمان ہو چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی صف میں جگہ لے چکے تھے۔ اس غیر متوقع حادثے نے مشرکین کو آپے سے باہر کر دیا تھا۔ اس بنا پر عمر بن خطاب (ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) ایک دن اس نیت سے گھر سے نکلے کہ محمد ﷺ کو جہاں دیکھوں، قتل کر ڈالوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے پایا، آپؐ کی نماز کے ختم ہونے تک انتظار کرنے اور سننے لگے۔ حبیب اکرم ﷺ اس وقت سورۃ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے، ''ہو کر رہنے والی۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی؟ اور کیا جانو تم کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی؟ جھٹلایا (قوم) ثمود اور عاد نے، عظیم حادثہ کو۔ پھر ثمود تو ہلاک کر دیئے گئے (اپنی برے اعمال کے سبب، جبرائیلؑ کی چیخ کی) خوفناک کڑک سے۔ اور عاد، سو وہ ہلاک کئے گئے ایسی ہوا سے جو شدید سرد اور طوفانی تھی۔ مسلط رکھا اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن، مسلسل اس طرح کہ (اگر وہاں موجود ہوتے تو) دیکھتے تم ان لوگوں کو کہ وہاں وہ گر کر مرے پڑے ہیں گویا کہ وہ تنے ہیں کھجور کے، بوسیدہ۔ تو کیا دیکھتے ہو تم ان میں سے کوئی بچا ہوا؟

اور ارتکاب کیا فرعون نے اور اس سے پہلے کے لوگوں نے اور اُلٹی ہوئی بستیوں والوں (لوطؑ قوم) نے خطائے عظیم کا۔ اس طرح کہ نافرمانی کی انہوں نے اپنے رب کے رسول (لوطؑ اور دیگر) کی تو پکڑا اللہ نے اُن کو انتہائی سختی سے۔ یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ ہم ہی نے جب (نوحؑ کے طوفان کا) پانی طغیانی

(۷۳) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۵۳-۱۵۱؛ ابن ہشام، السیرۃ، ا، ۲۹۲-۲۹۱

اس دوران حضرت حمزہؓ پہاڑ پر شکار کھیلنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ ایک ہرن پر تیر پھینکنے والے تھے کہ ہرن بول اُٹھا، ''اے حمزہ! میرے پر تیر چلانے کی بجائے، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تیرے بھائی کے بیٹے کو مارنے پر تلے لوگوں پر تیر چلاؤ۔'' حضرت حمزہؓ کو ان الفاظ پر بڑی حیرت ہوئی اور سُرعت کے ساتھ گھر کا راستہ لیا۔ عادت کے مطابق شکار سے واپسی پر پہلے طواف کے لئے حرمِ شریف بعد میں اپنے گھر کو جاتے تھے۔ اُس دن طواف کے دوران خدمتگار لڑکی آپؓ کے پاس آئی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوجہل کے برتاؤ کے متعلق خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ کی حقارت کی خبرسُن کر حضرت حمزہؓ کی اقرباء پروری کی رگ پھڑک اُٹھی۔ اپنے ہتھیار اُٹھائے اور اس جگہ آن پہنچے جہاں مشرکین جمع تھے۔''میرے بھائی کے بیٹے کو برا کہنے والا، اُس کے دل کو دُکھانے والا تُو ہے کیا؟ لوسنو! میرا دین بھی وہ ہے جو اُس کا دین ہے۔ اگر ہمت ہے تو جو تُو نے اُس کے ساتھ کیا، میرے ساتھ بھی کر کے دکھا'' کہتے ہوئے اپنی گردن میں لٹکائی کمان سے ابوجہل کے سرکو پھاڑ دیا۔ وہاں موجود کفار نے حضرت حمزہؓ پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن ابوجہل نے نے روک دیا اور کہا، ''اسے ہاتھ مت لگاؤ، حمزہؓ سچ کہتا ہے۔ میں نے اُس کے بھتیجے کو برا بھلا کہا تھا۔'' حضرت حمزہؓ وہاں سے جانے کے بعد، ابوجہل اطراف میں موجود لوگوں سے کہنے لگا، ''امان، اُس سے جھگڑا مت کرنا! ہم سے ناراض ہوکر کہیں وہ مسلمان نہ ہو جائے۔ اس سے محمد ﷺ کی قوت میں اضافہ ہو جائے گا۔'' حضرت حمزہؓ کے مسلمان نہ ہونے کے لئے اپنے سر کے پھٹ جانے کو فوقیت دی اور راضی ہوگیا تھا۔ وہ اس سے خوب واقف تھا کہ حضرت حمزہؓ کی قدر وقیمت کیا ہے۔

حضرت حمزہؓ، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا، ''یا محمدؐ! میں نے ابوجہل سے آپؐ کا انتقام لے لیا ہے۔ میں نے اُسے خون سے رنگ دیا ہے۔ آپؐ دُکھی مت ہوں، خوش ہو جائیں!'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔'' حضرت حمزہؓ نے کہا، ''آپ کو خوش کرنے، آپؐ کا دُکھ دُور کرنے کے لئے آپؐ فرمائیں کہ میں کیا کروں!'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''میں تو بس آپؓ کے ایمان لانے، آپؐ کے گراں قدر بدن کو جہنم سے بچانے پر ہی خوش ہوں گا۔'' حضرت حمزہؓ فوراً مسلمان ہو گئے۔ آپؓ کے متعلق آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مطابق؛'' سورۃ الانعام کی ۱۲۲ ویں آیت میں بیان کردہ ذات سے مراد حضرت حمزہؓ ہیں جو پہلے مردہ تھی اور پھر اُس کو روشنی عطا کی گئی اور اسی آیت میں بیان کردہ شخص سے مراد ابوجہل ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہے۔''

حضرت حمزہؓ نے مشرکین کے پاس آکر، مسلمان ہونے کا اور مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد ﷺ کی حفاظت کرنے کا اعلان کیا، اور ایک قصیدہ پڑھا۔ اس قصیدے میں آپؓ نے کہا، ''میرے قلب کو، اسلامیت کی جانب مائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی حمد ہو۔ یہ دین اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے جو ربّ العالمین ہے، جو اپنے بندوں کے ہرعمل کو جانتا ہے، جو ہرکسی کو اپنے لطف سے سرفراز کرتا ہے اور جس کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے۔ جب قرآن کریم پڑھا جاتا ہے، صاحبِ عقل وقلب کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ کریم فصیح زبان میں بیان کی گئی آیات کی شکل میں محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ وہ، محمد مصطفیٰ ﷺ کہ ہمارے بیچ جس کی بات سنی جاتی ہے، جس کے آگے گردن جھکا دی جاتی ہے، ایک ذاتِ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے لئے فرمایا، ''بلا شبہ کہ عثمانؓ، لوطؑ پیغمبر کے بعد اپنی زوجہ کے ساتھ ہجرت کرنے والے پہلے شخص ہیں۔'' اصحاب کرام میں سے کچھ سوار کچھ پیدل حالت میں، چھپ چھپا کر مکہ سے نکل گئے۔ تاجروں کو اُن کی اُجرت ادا کر کے کشتیوں پر سوار ہوئے اور بحیرۂ قلزم سے حبشہ کے ساحل تک پہنچ گئے۔ مشرکین کو جب اس کی خبر ہوئی تو اُن کا تعاقب کرنا شروع کر دیا، اُن کی کوششیں ناکام ہوئیں اور مایوس لوٹے۔

حبشہ کے حکمدار نجاشی کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ بہت اچھا رہا۔ اپنے ملک میں اُنہیں پناہ دی۔ حبشہ کے متعلق اصحاب کرامؓ یوں فرماتے ہیں: ''ہم نے یہاں اچھے ہمسائے اور اچھی حمایت پائی۔ ہمارے دین کو ذرا بھی برا بھلا نہ کہا گیا، ہمیں تنگ نہ کیا گیا۔ ہم نے کبھی ایسی بات نہ سُنی جو ہمیں بری لگے۔ ہم بڑے حضور کے ساتھ، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے (۷۲)۔''

حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام

اسلامیت کی آواز کانوں کان پھیلتی ہوئی دور دراز کے علاقوں تک پہنچ رہی تھی۔ اس حال نے قریش کے مشرکین کو آپے سے باہر کر دیا، اُن کی تمام تر کاوشوں کے باوجود، وہ اسلامیت کے پھیلنے کو روک نہیں پا رہے تھے۔

''دلائل النبوۃ'' اور ''معارج النبوۃ'' میں یوں بیان کیا گیا ہے: مشرکین میں سے ولید نامی مشرک کا ایک بت تھا۔ سب صفا کی پہاڑی پر جمع ہو کر اس بت کی عبادت کرتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گئے اور مشرکوں کو ایمان کی دعوت دی۔ ایک کافر جن اس بت کے اندر داخل ہو کر حضرت محمد ﷺ کو برا بھلا کہنے لگا۔ فخرِ عالم ﷺ کو اس پر بڑا دُکھ ہوا۔ ایک اور دن، ایک ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ کو نظر نہیں آیا، آپ کو سلام کر کے مخاطب ہوا، ''یا رسول اللہ ﷺ! ایک کافر جن نے آپؐ کے لئے نامناسب الفاظ صرف کئے تھے۔ میں نے اُسے ڈھونڈ کر مار ڈالا ہے۔ اگر آپؐ آرزو کریں تو کل صفا کی پہاڑی پر تشریف لے آئیں۔ آپؐ اُن کو پھر اسلام کی دعوت دیں، میں اُس بت میں داخل ہو کر آپؐ کے لئے مدح سرائی کے الفاظ صرف کروں گا۔'' رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ نامی اِس جن کی تجویز کو قبول کر لیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اگلے روز وہاں پہنچ کر، مشرکوں کو پھر ایمان کی دعوت دی۔ ابوجہل بھی وہاں موجود تھا۔ مسلمان جن مشرکین کے ہاتھوں میں پکڑے بُت میں داخل ہو گیا اور اُس نے اسلامیت اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں خوبصورت الفاظ میں اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔ مشرکین نے یہ الفاظ سُن کر اپنے ہاتھوں سے اس بت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دیا۔ آپؐ کے مبارک بال بکھر گئے۔ آپؐ کا مبارک چہرہ خون سے رنگ گیا۔ اُن کی اس ایذا رسانی اور جفا کو برداشت کر کے پکارا، ''اے قریش والو! تم مجھے مار رہے ہو۔ لیکن میں تمہارا پیغمبر ہوں۔'' پھر وہاں سے آپؐ اپنے گھر لوٹ آئے۔ ایک خدمتگار لڑکی نے یہ سب واقعہ شروع سے آخر تک دیکھا تھا۔

---

(۷۲) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۰۳-۱۹۳؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۳۳۲-۳۲۱؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۳؛ طبری، تاریخ، اا، ۳۱۱

ہجرتِ حبشہ

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے پانچویں سال، مشرکین کے شکنجوں کے باوجود، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن مشرکین بھی اپنی شکنجہ آزمائیوں میں اضافہ کر رہے تھے، جو اُن سے بن پڑتا تھا اُس سے گریز نہ کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام کے ساتھ کئے جانے والے ان ناقابل برداشت مظالم، اونٹوں سے بندھی رسیاں اصحاب کرام کی ٹانگوں کے ساتھ باندھ کر اونٹوں کو مختلف سمت میں چلا کر وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جانے پر بہت دُکھی ہوتے تھے۔ ان شکنجوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا، آپؐ کا مرحمت سے بھرپور دل، اب اور تحمل نہ کر پاتا تھا۔ ایک دن آپؐ نے اصحاب کرام کو جمع کیا اور فرمایا: ''اے میرے اصحاب! اب زمین پر پھیل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ جلد ہی تم کو پھر سے اکٹھا کر دے گا۔'
اُنہوں نے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کہاں جائیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے دیارِ حبشہ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا، ''وہاں! حبش کے دیار کو چلے جاؤ (۷۰)! کیونکہ وہاں کا حکمدار ایسا ہے کہ جو اُس کے پاس جاتا ہے وہ اُس پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ اور وہ سچائی کا ملک ہے۔ تم لوگ وہاں چلے جاؤ، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس سختیوں سے نجات کا کوئی راستہ نہیں نکال دیتا جس میں تم اب مبتلا ہو۔'' سرورِ عالم محمد مصطفےٰ ﷺ نے اس طرح اپنے اصحابِ کرام کو مظالم سے نجات اور مشرکینِ مکہ کے خلاف اکیلے ہی جد و جہد جاری رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ پیدائش کے وقت: ''اُمّتی! اُمّتی!'' کہنے والے ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ اب اپنے اصحاب کی نجات کے لئے، خود کو فدا کر رہے تھے۔ آپؐ کی اجازت سے اصحابِ کرام کی ایک جماعت، اپنے وطن سے جُدا ہو کر ہجرت کر رہی تھی!۔۔۔ لیکن اُنہیں اپنے پیارے پیغمبر ﷺ سے جدائی کا غم اس سے کہیں زیادہ تھا۔

اس پہلی ہجرت میں؛ حضرت عثمانؓ اور آپ کی زوجہ حضرت رُقیہؓ بنتِ رسول اللہ ﷺ، ابو حذیفہؓ اور آپ کی زوجہ سہلہؓ بنت سہیل، زبیر بن عوام، مصعبؓ بن عمیر، عبدالرحمانؓ بن عوف، ابوسلمیٰؓ بن ابوالاسد اور آپ کی زوجہ، اُمّ سلمیٰؓ، خطیبؓ بن عمرو، عامرؓ بن ربیعہ اور آپ کی زوجہ لیلیٰؓ بنت ابی حاثمہ، عثمانؓ بن مزعون، ابوصبرہؓ بن ابی رُحم اور آپ کی زوجہ اُمّ کلثوم بنت سہیل، سہیلؓ بن بیضا، عبداللہؓ بن مسعود شامل تھے (۷۱)۔

---

(۷۰) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۹۴؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۳۲۱؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۴۔۲۰۳؛ طبری، تاریخ، اا، ۲۱۱؛ ابن کثیر، البدائیہ، ااا، ۴۹

(۷۱) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۱۰۔۲۰۵؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۲۰۴

پلے بڑھے تھے۔ ہر کوئی آپؓ پر رشک کرتا۔ مسلمان ہونے کے بعد گھر والوں نے آپؓ کو ہر چیز سے محروم کر دیا اور شکنجہ آزمائی کرنا شروع کر دی۔ دین کی خاطر ہر قسم کی سختی برداشت کرنے والے حضرت مصعبؓ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ آپؓ کی اس حاضری کے متعلق حضرت علیؓ یوں بتاتے ہیں: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس دوران مصعبؓ بن عمیر آئے۔ آپؓ نے پیوند لگا لباس پہن رکھا تھا اور بڑی ابتر حالت میں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو اس حالت میں دیکھا تو آپؐ کی مبارک آنکھیں نم ہو گئیں۔ حضرت مصعبؓ کے ان شکنجوں کے باوجود اپنے دین سے منحرف نہ ہونے پر آپؐ نے یوں فرمایا: ''اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور کر لینے والے اس شخص کو دیکھو۔ میں نے اِس کے والدین کو دیکھا کہ وہ بہترین غذا اور بہترین مشروبات سے اس کی پرورش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی محبت اِسے اِس حالت میں لے آئی جو آپ سب دیکھ رہے ہیں۔''

تھا ۔ اُسے خالدؓ اور عمرؓ کے مسلمان ہونے اور مکہ کی ایک ویران جگہ پر عبادت کرنے کی خبر ملی، اپنے اُن بیٹوں کو بھیج کر جو مسلمان نہ تھے ان دونوں کو اپنے پاس بلوایا ۔ پھر اُنہیں حکم دیا کہ اس نئے قبول کردہ دین کو چھوڑ دیں ۔ پھر ڈانٹا اور مارنا شروع کر دیا ۔ اس کے بعد خالدؓ بن سعید کو مخاطب کر کے بولا: ''کیا تم محمدؐ کے تابع ہو گئے ہو؟ جبکہ تم دیکھ رہے ہو کہ وہؐ اپنی قوم کے خلاف حرکت کرتا ہے اور اپنی لائی ہوئی چیز سے ہمارے بتوں اور اجداد کی حقارت کرتا ہے۔'' خالدؓ بن سعید نے جواب دیا، ''اللہ کی قسم! محمد ﷺ سچ کہتے ہیں ۔ میں اُنؐ کا تابع ہوں ۔ مرجاؤں گا پر اپنے دین سے منحرف نہ ہوں گا!'' یہ سنتے ہی آپؓ کے باپ کا پارا اور بھی چڑھ گیا ۔ اُس کے ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا ٹوٹنے تک آپؓ کو مارنے کے بعد کہنے لگا، ''اے میرے نالائق بیٹے! جہاں چاہو چلے جاؤ ۔قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں روٹی نہ دوں گا!'' حضرت خالدؓ نے فرمایا، ''تم میرا نفقہ روک دو گے تو اللہ تعالیٰ ضرور مجھے رزق احسان فرمادے گا۔'' آپؓ کے باپ نے اپنے دوسرے بیٹوں کی جانب دیکھتے ہوئے تحدیدوارانہ لہجے سے کہا، ''اگر تم میں سے کوئی اس سے ملا تو اُس کے ساتھ وہ سلوک کروں گا جو اس کے ساتھ بھی نہیں کیا۔'' حضرت خالدؓ کو گھر کی کوٹھری میں بند کر دیا، تین دن تک مکہ کی گرمی میں بھوکا پیاسا رکھا ۔

خالدؓ بن سعید موقع پاکر اپنے باپ کے ہاتھ سے بچ نکلے ۔ آپؓ کے باپ کو ایک مہلک بیماری لاحق ہوگئی ۔ ابواُحیہ بیماری سے بستر پڑا تھا لیکن اسلامیت سے دُشمنی کی وجہ سے کہتا تھا، ''بیماری سے چھٹکارا پالوں تو مکہ میں ہر کوئی ہمارے بتوں کی عبادت کرے گا ۔ کوئی بھی اُن کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کر سکے گا۔'' حضرت خالدؓ بن سعید نے اپنے باپ کی اسلام دشمنی کے خاتمہ اور اُس کے ہاتھوں سے مسلمان بھائیوں کی سلامتی کے لئے اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے ربُّ العالمین! میرے باپ کو اس بیماری سے نجات نہ دینا۔'' جنابِ حق نے آپؓ کی دعا قبول فرمائی، بیمار ابواُحیہ بستر سے نہ اُٹھ سکا اور مر گیا۔

مصعبؓ بن عمیر کا ایمان لانا

مصعبؓ قریش کے معزز اور مخیرّ خاندان سے منسوب تھے ۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک باتوں نے آپؓ کے دل میں ایک محبت پیدا کر دی تھی ۔ آپؐ سے ملنے کو بیتاب تھے ۔ نہایت دارالارقم تشریف لے گئے اور مسلمان ہو گئے ۔ ماں اور باپ کو اس کی خبر ہوئی تو اُنہوں نے آپؓ پر شکنجہ آزمائی شروع کر دی ۔ دین سے منحرف کرنے کے لئے، گھر کی کوٹھری میں بند کر دیا، کئی دنوں تک بھوکا پیاسا رکھا، عرب کے جلتے سورج تلے آپؓ پر سخت اور ناقابلِ برداشت شکنجے کئے گئے ۔ لیکن حضرت مصعبؓ بن عمیر ان سب سختیوں اور شکنجوں کے باوجود ثابت قدم رہتے ہوئے اسلامیت سے منحرف نہ ہوئے ۔

حضرت مصعبؓ مسلمان ہونے سے پہلے امیر خاندان سے تعلق کی وجہ سے بڑی رفاہ اور آسائش میں

کے بعد بھلا کون ہے جو اسے دوبارہ زندہ کر سکے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب یوں دیا: ''ہاں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ماردے گا، اُسے بھی۔۔۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا اور جہنم درگور کرے گا۔'' اس واقعہ پر، جناب حق نے یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں: ''کیا کبھی غور نہیں کیا اس (منکر) انسان نے کہ ہم نے پیدا کیا ہے اُسے نطفہ سے پھر یکا یک وہ بن گیا کھلا جھگڑالو۔ اب وہ چسپاں کرتا ہے ہم پر مثالیں اور بھول جاتا ہے اپنی پیدائش کو، کہتا ہے کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ کہو (اے میرے رسولؐ)! زندہ کرے گا انہیں وہی جس نے پیدا کیا تھا اُنہیں پہلی بار اور وہ تو ہر تخلیق سے پوری طرح باخبر ہے۔ وہی جس نے بنائی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پھر اب تم اس سے چولہے دہکاتے ہو۔ کیا بھلا نہیں ہے وہ ہستی جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو، قادر اس بات پر کہ پیدا کرے ان جیسوں کو؟ کیوں نہیں جبکہ وہی ہے ماہر خلّاق اور سب کچھ جاننے والا (۶۹)۔''

خالدؓ بن سعید کا ایمان لانا

اسلام کی دعوت کے اوائل زمانے میں خالدؓ بن سعید نے ایک خواب دیکھا۔ خواب میں خود کو جہنم کے کنارے پر کھڑا پایا، آپؓ کے والد نے دھکا دے کر آپؓ کو جہنم میں گرانا چاہا۔ عین اُس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو کمر سے پکڑ کر جہنم میں گرنے سے بچا لیا۔ آپؓ فریاد کرتے ہوئے اور: ''واللہ یہ خواب حقیقت ہے'' کہہ کر نیند سے جاگ اُٹھے۔ باہر نکلے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملاقات ہوئی، اُنہیں اپنے خواب کے متعلق بتایا، حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ سے فرمایا، ''تمہارا خواب سچ ہے، وہ ذات اللہ تعالیٰ کے پیغمبرؐ ہیں۔ فوراً جاؤ، اُنؐ کی اتباع کرلو! تم اُن کے تابع ہو کر اُن کے لائے دین میں داخل ہو جاؤ گے۔ وہؐ تمہیں اسی طرح جہنم سے بچا لیں گے جیسا تم نے خواب میں دیکھا۔ جبکہ تمہارا باپ جہنم میں ہی رہے گا!''

حضرت خالدؓ بن سعید اپنے خواب کی تاثیر میں تھے۔ وقت ضائع کئے بغیر فوراً اجیاد نامی مقام پر رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آن پہنچے اور سوال کیا، ''یا محمدؐ! آپؐ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''میں انسانوں کو، اللہ پر ایمان لانے کی کہ جس کی کوئی مثال نہیں اور جو واحد ہے اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہونے کو قبول کرنے کی، اُن بتوں کی عبادت کرنے سے باز آنے کی دعوت دیتا ہوں جو خود پر ایمان لانے والوں سے بے خبر، سننے اور دیکھنے سے قاصر اور کسی کو فائدہ یا نقصان دینے کی قدرت سے محروم ہیں۔'' اس پر حضرت خالدؓ بن سعید نے فوراً: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور پھر شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں'' کہا اور ایمان لے آئے۔ آپؓ کا ایمان لانا رسول اللہ ﷺ کے لئے بڑی خوشی کا باعث بنا۔ آپؓ کے بعد آپؓ کی زوجہ اُمیمہؓ بھی ایمان سے شرفیاف ہوگئی۔

حضرت خالدؓ بن سعید اپنے بھائیوں کے قبولِ اسلام کی خواہش رکھتے تھے اور اس کے لئے کوشاں رہے۔ بھائیوں میں سے عمرؓ بن سعید بھی مسلمان ہو گئے۔ آپؓ کا باپ ابواُحیہ اسلام کا شدید دشمن

(۶۹) سورۃ یٰسٓ، ۸۱۔ ۷۷ / ۳۶

ہیں کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا۔ اور کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اُتارا اس نبیؐ پر فرشتہ (کیا ہی اچھا ہوتا جو محمدؐ پر ایسا فرشتہ اُتار دیا جاتا جسے ہم بھی دیکھ سکتے تاکہ وہ ہمیں اُسکے نبی ہونے کے متعلق بتاتا) اور اگر کہیں اتارا ہوتا ہم نے فرشتہ (اور پھر بھی وہ ایمان نہ لاتے) تو فیصلہ ہو چکا ہوتا (تب سب کی ہلاکت کا حکم صادر کر دیا جاتا اور) پھر نہ ملتی اُنہیں کوئی مہلت۔ اور اگر بناتے ہم رسول فرشتے کو تو بھیجتے ہم اُسے آدمی ہی کی صورت میں اور مبتلا کر دیتے ہم اُن کو اسی شبہ میں جس میں وہ اب مبتلا ہیں۔ اور بے شک مذاق اُڑایا جا تا رہا ہے بہت سے رسولوں کا تم سے پہلے بھی لیکن مسلط ہو کر رہی اُن لوگوں پر جنہوں نے مذاق اُڑایا تھا اُن میں سے وہ حقیقت جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ کہو اُن سے کہ چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا۔"

اس کے علاوہ سورۃ الفرقان کی ۷ سے ۱۰ ویں آیت تک میں یوں فرمایا: ''اور وہ (کفار) کہتے ہیں کیسا ہے یہ رسولؐ کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں، کیوں نہیں نازل کیا گیا اس کی طرف کوئی فرشتہ جو رہتا اس کے ساتھ ڈرانے کے لئے۔ یا اُتارا جاتا اس کی طرف کوئی خزانہ یا ہوتا اس کے پاس کوئی باغ کہ کھاتا اس میں سے (پھل) اور کہتے ہیں یہ ظالم: نہیں کر رہے تم پیروی مگر ایک ایسے شخص کی جو سحر زدہ ہے۔ ذرا دیکھو (اے میرے حبیبؐ)! کیسی کیسی چپیاں کر رہے ہیں یہ تم پر مثالیں، سو ایسے بہک گئے ہیں یہ کہ نہیں پاتے اب کوئی راستہ۔ بڑا بابرکت ہے وہ جو اگر چاہے تو عطا کر سکتا ہے تمہیں بہتر اس سے (جو یہ کہتے ہیں) ایسے باغات کہ بہتی ہوں ان کے نیچے نہریں اور بنا دے تمہارے لئے محلات!''

پھر ۲۱ ویں آیت میں یوں فرمایا: ''اور کہتے ہیں وہ لوگ جو اندیشہ نہیں رکھتے پیش ہونے کا ہمارے حضور، کیوں نہ نازل کئے گئے ہم پر فرشتے (جو ہمیں محمدؐ کے سچا ہونے کی خبر دیتے) یا دیکھتے ہم اپنے ربّ کو۔ درحقیقت بڑا سمجھ رکھا ہے اُنہوں نے (اپنے آپ کو) اپنے نفس میں اور سرکشی کر رہے ہیں، بہت بڑی سرکشی۔''

سورۃ سبا کی ۹ ویں آیت میں فرمایا: ''اگر ہم چاہیں تو (کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی منکر ہونے کی وجہ سے قارون کی مانند) دھنسا دیں ان کو زمین میں یا گرادیں ان پر کوئی ٹکڑا آسمان کا۔''

سورۃ بنی اسرائیل کی ۹۷ ویں آیتِ کریمہ میں فرمایا: ''۔۔۔اور گھیر کر لے آئیں گے ہم اُنہیں روزِ قیامت اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے۔ اور اُن کا ٹھکانا ہو گا جہنم، جب ماند پڑنے لگے گا تو ہم اُسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے!''

اپنے متعلق آیاتِ کریمہ کے نزول کا سُن کر مشرکین نے اپنی عداوات اور بھی بڑھا دی۔ خاص طور پر ابیّ بن خلف اور اُس کا بھائی اُمیہ، رسول اللہ ﷺ کو بہت تنگ کرتے تھے۔ بد بخت ابیّ ایک سڑی ہوئی ہڈی ہاتھ میں لئے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آن پہنچا اور کہنے لگا، ''اے محمدؐ! یہ ہڈی سڑنے کے بعد کیا تمہارا ربّ اسے پھر سے زندہ کر دے گا، کیا واقعی ایسا ہے؟ یعنی تم سمجھتے ہو کہ سڑنے گلنے کے بعد تمہارا اللہ اسے پھر سے زندہ کرے گا!'' اس کے بعد اُس نے ہڈی کے ٹکڑے کر دیئے اور بوسیدہ ہڈی کے سفوف کو رسول اللہ ﷺ کی جانب پھونک دیا۔ پھر بات کو جاری رکھتے ہوئے بولا، ''یا محمدؐ! اس طرح بوسیدہ ہو جانے

گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دے کر بھیجا، میں جناب حق کی طرف سے بس وہی لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ میں نے تم کو اُسی کی تبلیغ کی ہے۔ میں، (مال، مُلک دینے کے لئے) اپنے ربّ سے ذاتی آرزو کی تکمیل کے لئے سوال کرنے والا انسان نہیں ہوں۔۔۔اللہ تعالیٰ نے مجھے (میرے لائے پر ایمان لانے والوں کے لئے) خوشخبری دینے والا اور (قبول نہ کر کے رد کرنے والوں کے لئے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اگر وہ قبول کر لو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں تمہارے لئے بشارت اور زادِ راہ بن جائے گا، اگر قبول کرنے سے انکار کرو گے، میں ہر سختی کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اس حکم پر عمل درآمد کرتا رہوں گا جب تک وہ تمہارے اور میرے درمیان کوئی حکم لاگو نہیں کر دیتا۔''

مشرکین نے اس دفعہ کہا، ''اگر واقعی تمہارے ربّ کا چاہا ضرور پورا ہوتا ہے تو دیکھتے ہیں کہ وہ آسمان کو توڑ کر ہمارے سروں پر کیسے گرا دیتا ہے!۔۔۔ہم تب تک تم پر ایمان نہ لائیں گے جب تک تم یہ سب نہ کر دکھاؤ!'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''یہ کام اللہ کا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ایسا کرنا چاہے گا تو ضرور کرے گا۔'' اس پر مشرکین اور بھی حد سے بڑھتے ہوئے بولے، ''اے محمدؐ! اگر تمہارا ربّ جانتا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ بیٹھیں گے، تم سے یہ سب سوالات کریں گے، تم سے یہ سب طلب کریں گے، تو تمہیں پہلے سے خبردار کیوں نہیں کیا؟۔۔۔اور اُس نے تمہیں یہ کیوں نہیں بتایا کہ اگر ہم تمہاری کہی باتوں پر ایمان نہ لائے تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔۔؟ اپنی باتوں کی سچائی کی شہادت کے لئے جب تک تم فرشتوں کو نہ بلاؤ گے، ہم تمہارا یقین نہ کریں گے۔۔۔اب تمہارے لئے ہمارے پاس کوئی عذر نہیں رہا۔۔۔ہم قسم کھاتے ہیں کہ اب ہم تمہارا گریبان نہ چھوڑیں گے؟ یا ہم تمہیں ختم کر ڈالیں گے، یا پھر تم ہمیں۔۔۔'' رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ وہ لوگ آپؐ سے قریب آنے کی بجائے اور بھی دور ہو گئے ہیں تو وہاں سے اُٹھ کر تشریف لے گئے (۶۸)۔

کفارِ مکہ کا آقائے دو جہاں ﷺ کو ردّ کر دینے پر، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیج کر وحی نازل فرمائی اور اُن کو آیاتِ کریمہ سے جواب دیا۔ اُن عذابوں کی خبر دی جو اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ سورۃ الانعام کی ۴ سے ۱۱ویں آیتِ کریمہ میں یوں فرمایا:

''اور نہیں آتی اُن کے پاس کوئی نشانی، نشانیوں میں سے (قرآن کریم کی آیات میں سے کوئی آیت، معجزوں میں سے کوئی معجزہ یا پھر دلیلوں میں سے کوئی دلیل) اُن کے ربّ کی مگر وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ چنانچہ جھٹلایا اُنہوں نے اِس حق (قرآنِ کریم) کو بھی جب آیا وہ اُن کے پاس سو عنقریب آ جائے گی اُن کے پاس حقیقت (سزا) اس امر کی جس کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں۔ کیا نہیں دیکھا اُنہوں (اہلِ مکہ) نے؟ کہ کتنی ہلاک کیں ہم نے ان سے پہلے قومیں جنہیں اقتدار دیا تھا ہم نے زمین میں، ایسا اقتدار کہ نہیں دیا تھا تمہیں بھی؟ اور برسایا ہم نے (مینہ) آسمان سے اُن پر موسلا دھار اور کر دیں ہم نے نہریں رواں اُن کے (کھیتوں، باغوں اور محلّوں کے) نیچے پھر ہلاک کر دیا ہم نے اُن کو (نعمتوں کی ناشکری اور) بسبب اُن کے گناہوں کے اور پیدا کیا ہم نے اُن کے بعد دوسری قوموں کو۔ اور اگر نازل کرتے ہم تم پر کتاب (لکھی ہوئی) کاغذ پر اور وہ چھو کر بھی دیکھ اُسے اپنے ہاتھوں سے تب بھی کہتے، وہ لوگ جو کافر

(۶۸) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۳۱۵

ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آج تک عربوں میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم کو ایسے دردِ سر میں ڈالا ہو جیسا کہ تم نے! تم نے ہمارے دین کو برا بھلا کہا! ہمارے معبودوں پر زبان درازی کی! ہماری تجاویز کو پسند نہیں کیا! ہمارے اتحاد میں رخنہ ڈال کر ہمیں ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا! ایسی کوئی مصیبت باقی نہیں بچی جو تمہاری وجہ سے ہم پر نہ آئی ہو! اگر تم ان حرکتوں اور باتوں سے امیر بننا چاہو تو ہم تمہارے لئے تمہاری سوچ سے بھی زیادہ مال جمع کر دیتے ہیں۔ شان و شرف حاصل کرنا چاہو تو ہم سب تمہیں اپنا سردار قبول کر لیتے ہیں۔ حکمدار بننا چاہو تو تمہیں حکمدار اعلان کر کے تمہارے اطراف جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی چیز کی تاثیر میں مبتلا ہو تو تمہیں اُس سے نجات دلا دیں۔ اگر جنوں کی وجہ سے کوئی بیماری ہے تو ہم اپنا سارا مال لٹا کر بھی اس کے لئے شفاء ڈھونڈ لائیں!۔۔۔''

آقائے دو جہاں نے صبر سے اُنہیں سنا اور یہ معظم جواب دیا: ''اے اہلِ قریش! جو کچھ تم نے کہا ان میں سے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میری لائی چیزوں سے میں؛ نہ تمہارا مال ہی چاہتا ہوں، نہ تم لوگوں کے درمیان کسی بڑی شان و شرف کا طلبگار رہوں، نہ ہی تم لوگوں پر حکمداری کرنے کے لئے آیا ہوں۔ البتہ، اللہ تعالٰی نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ تمہارے (قبول کرنے والوں کے) لئے (جنت کی) بشارت دینے والا اور (قبول نہ کرنے والوں کیلئے جہنم کے عذاب سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ میں نے اپنے ربّ کے اس امر کی تبلیغ تم لوگوں کو کر دی، تم کو نصیحت بھی کی۔ اگر تم لوگوں نے اس چیز کو جو میں لایا ہوں قبول کر لیا تو وہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں بشارت اور زاد و راہ بنے گی۔ اگر قبول کرنے سے انکار کرو گے، میں ہر سختی کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر اللہ تعالٰی کے دیئے ہوئے اس حکم پر عمل درآمد کرتا رہوں گا جب تک وہ تمہارے اور میرے درمیان کوئی حکم لاگو نہیں کر دیتا۔۔۔''

ابوجہل، امیہ بن خلف اور دیگر مشرکین نے کہا، ''یا محمدؐ! تم جانتے ہو کہ ہم سے زیادہ سخت حالات میں گزر بسر کرنے والی اور کوئی قوم نہیں۔ اگر تم پیغمبر ہو تو اپنے ربّ سے کہو کہ ہماری تنگی کے باعث اور ہماری بسر ان کو مشکلات میں ڈالنے والے ان پہاڑوں کو درمیان سے ہٹا دے! ہماری زمین کو وسعت دے کر، اُس پر شام اور عراق کی نہروں کی مانند پانی بہا دے! اس کے علاوہ ہمارے آباؤ اجداد میں سے کچھ خصوصاً قصی بن کلاب کو زندہ کر دے! قصی بن کلاب کہ وہ سچی بات کرنے والی عظیم شخصیت تھی۔ ہم اُس سے پوچھیں گے کہ تمہاری کہی باتیں سچ ہیں یا جھوٹ! اگر وہ تمہاری تصدیق کر دے اور ہماری طلبوں کو پورا کر دو تو ہم تمہاری تصدیق کر دیں گے۔ پھر اس طرح ہم یہ بھی جان لیں گے کہ تمہارا تمہارے ربّ کے ہاں کیا مقام ہے؟ اگر ہمارے لئے یہ سب نہ کرو گے تو اپنے لئے اپنے ربّ سے کچھ چیزیں مانگ لینا، اور ایک فرشتہ بھیجنے کا کہو جو تمہاری تصدیق کرے اور ہمیں تم پر دست درازی کرنے سے روکے! اس کے علاوہ تمہارا ربّ تمہیں باغات، محلات اور خزانے دے کہ گزر بسر کی اس تنگی سے تیری نجات ہو سکے! کیونکہ تم بھی ہماری طرح بازار میں گھومتے ہو، اور گزران کے لئے محنت کرتے ہو!۔۔''

فخرِ عالم ﷺ نے اُن کو یوں جواب دیا: ''میں تمہاری طرف ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا

درازی کرنے) کی کوشش کی۔ سو اللہ کی مار اُس پر کیسی بات بنائی (اپنے تئیں) اس نے! پھر اللہ کی مار اُس پر کیسی بات بنائی (قرآن کریم کے متعلق) اس نے! پھر (قوم کے لوگوں کے چہروں پر) نظر دوڑائی (کہ وہ قرآن کریم کے متعلق کیا کہتے ہیں)۔ پھر (خفگی سے کہ قرآن کریم پر بات بنانے کو کچھ نہ سوچ سکا) پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا۔ پھر (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کر کے) پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا، نہیں ہے یہ (محمدؐ کی کہی بات) مگر ایک جادو، جو (کسی سحر باز سے سیکھا گیا ہے اور) پہلے سے چلا آ رہا ہے۔ نہیں ہے یہ (قرآنِ کریم) مگر انسانی کلام۔ (حالانکہ وہ شخص، قرآنِ کریم کے متعلق پہلے اپنی قوم کے سامنے اعتراف کر چکا تھا کہ یہ کلام انسانوں اور جنوں کے کلام سے قطعی مماثلت نہیں رکھتا اور نہایت ہی اعلیٰ کلام ہے۔ پھر اس منکر شخص نے اپنی قوم کو ممنون کرنے کی خاطر اپنے الفاظ کو بدل ڈالا اور قرآنِ کریم کے متعلق ایسے الفاظ اور افترائی کلمات استعمال کئے جو اس کلام کے لئے زیبا نہ تھے۔ اس طرح خود کو الٰہی عذاب کو مستحق بنا دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس کے عذاب کی وعید فرماتے ہوئے فرمایا:) عنقریب ہم جھونک دیں گے اُسے سقر میں۔ اور کیا جانو تم، کہ کیا ہے سقر؟ نہ باقی رہنے دے (سب کچھ ہلاک کر دے) اور نہ چھوڑے (پھر پرانی حالت میں واپس لا کر)۔ جھلسا دینے والی کھال کو۔''

مشرکین کا قرآنِ کریم سننا

مشرکوں کے سردار طرح طرح کے حیلوں اور ظلموں سے لوگوں کو ایمان لانے سے منع رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔ مکہ کی خلق کو محمد ﷺ کی جانب سے سنائی جانے والی آیات کریمہ سننے سے باز کرتے۔ جبکہ خود رات کو پوشیدہ طور پر اُس گھر کے پاس ایک کونے میں آ چھپتے جہاں محمد ﷺ موجود ہوتے اور قرآنِ کریم سنا کرتے۔ صبح ہوتے ہی اور پو پھٹتے ہی، ایک دوسرے سے بے خبر، رات کو قرآن سننے کے لئے آئے ہوئے دوسرے لوگوں کو دیکھ کر ایک دوسرے کے عیب نکالنا شروع کر دیتے۔ پھر کہتے، ''آیندہ ہم ایسا نہیں کریں گے۔'' لیکن اگلی ہی رات پھر ایک دوسرے سے بے خبر کونے میں چھپ کر سننے کے لئے آن پہنچتے۔ صبح ہوتی تو ایک دوسرے کو دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔ دوبارہ ایسا نہ کرنے کے لئے قسم کھاتے اور وہاں سے چلے جاتے، لیکن کسی طرح بھی خود کو اس سے باز نہ رکھ سکے۔ لیکن اپنے نفس کی سنتے ہوئے، اپنی سرداری کی فکر سے، دیگر مشرکین کی جانب سے برا بھلا کہے جانے کے خوف سے اور ایسی ہی کئی بے معنی خیالات سے وہ ایمان لانے سے گریز کرتے رہے اور دوسروں کے لئے بھی رُکاوٹ بنتے رہے۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ گلیوں میں چلاتے پھرتے، ''محمدؐ ایک سحر باز ہے۔''

ایک شام مشرکین کعبہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہنے لگے، ''محمدؐ کو بلا کر اُس کے ساتھ یہ مسئلہ حل کیا جائے! تاکہ بعد میں ہمیں کوئی برا بھلا نہ کہے اور ہمارے لئے کوئی معذرت بھی ہو جائے۔'' پھر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر بھیج کر بلایا۔ اس دعوت پر رسول اللہ ﷺ کعبہ معظمہ تشریف لائے اور مشرکین کے سامنے بیٹھ گئے۔ مشرکین نے اپنا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا، ''اے محمدؐ! تمہیں خبر بھیجنے کا مقصد تم سے معاہدہ کرنا ہے۔

میں وہ اپنے ہم عصروں سے بہت آگے ہے۔ والحاصل ہم اس کے متعلق لوگوں کو کچھ بھی کہہ لیں، ہماری بات ایک جھوٹ ہے وہ فوراً سمجھ لیں گے۔'' قریش والوں کے پاس کہنے کو کچھ نہ بچا تھا تب کہنے لگے،'' ہمارے درمیان سب سے عمر رسیدہ اور باتجربہ تم ہی ہو، تم جو کہو ہم اس پر راضی ہیں۔''

اس پر ولید بن مغیرہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد:'' کچھ بھی سہی، سب سے بہتر یہی ہوگا کہ ہم اُسے سحر باز اور جادوگر ہی کہیں، سب سے بہتر یہی ہے جو عقل سے مطابقت رکھتا ہے۔ کیونکہ اپنی باتوں سے وہ لوگوں کو اپنی قوم اور اقرباء سے دور کر دیتا ہے۔ بھائی کو بھائی سے، دوددوستوں کو ایک دوسرے سے نفرت کروا دیتا ہے'' کہتے ہوئے اپنے گرد جمع ہوئے لوگوں کو ورغلایا۔ قریش والے وہاں سے نکلے اور مکہ میں اُن کے اردگرد جمع ہوئے لوگوں کو:'' محمدؐ ایک سحر باز ہے!۔۔۔'' کہنے لگے اور خلق میں یہ افواہ پھیلا دی۔ کعبہ کی زیارت کے لئے قبائل آنا شروع ہوئے تو کوئی ایسا نہ بچا تھا جس کا راستہ کاٹ کر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ملنے سے روکا نہ ہو۔

مشرکین کی ان حرکات سے، اسلامیت کی خبر تمام عرب ممالک میں پھیل گئی اور اُن کے ذہنوں میں بتوں کے خلاف ایک سوالیہ نشان نے گھر کر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے کافر ولید بن مغیرہ کو سخت عذاب چکھانے کے متعلق آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں۔ سورۃ مدثر کی ۱۱ ویں آیت سے شروع ہونے والی اِن آیات میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:'' (اے میرے رسولؐ) **چھوڑ دو مجھے اور اس شخص** (ولید بن مغیرہ کو سزا دینے کے لئے) **کو جسے پیدا کیا میں نے** (ثروت سے محروم حالت میں) **اکیلا۔ اور دیا اس کو ڈھیروں مال** (اُس ناشکرے شخص کو پھر ان گنت نعمتیں عطا فرمائیں، باغ، کھیت اور مال و ملک احسان کیا)۔ **اور بیٹے حاضر** (اُس کے ساتھ مکہ میں) **رہنے والے** (جو ہمیشہ خوشحالی میں رہے)۔ **اور راہ ہموار کی اس کے لئے** سرداری کی (مکہ میں ایک بڑی ریاست کا مالک بن گیا۔ مکہ سے طائف کے درمیان قسم قسم کے باغات اور کھیت و کھلیان کا صاحب بنا۔ اسے ریحانۃ العرب کا لقب دیا گیا۔ خود کو قوم کا سب سے گزیدہ شخص شمار کرواتا۔ کیا اُس کے لئے ان سب نعمتوں کا شکر کرنا فرض نہیں تھا؟ کیا یہ سب چیزیں اُسے احسان کرنے والے اللہ تعالیٰ کو تصدیق کر کے، اُس پر ایمان لانا لازم نہیں تھا؟)۔ **پھر بھی وہ** (حریص ناشکرا شخص) **طمع** (مال اور اولاد میں اضافے کی خواہش) **رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں** (اُسے عطا کردہ نعمتوں کی قیمت کو جانتے ہوئے بھی شکرادا نہیں کرتا۔ یہ کیسی بڑی حرص اور کیسی بڑی ناشکری ہے؟)۔ **ہرگز نہیں!** (اس منکر، طمع کار کی آرزو پوری نہ ہوگی۔ اُس کے مال اور اولاد میں اضافہ نہ کیا جائے گا) **وہ تو ہے ہماری آیات** (قرآنِ کریم) **سے سخت عناد رکھنے والا** (میرے رسول ﷺ کے صادق پیغمبر ہونے کو دل سے ماننے کے باوجود صرف عناد رکھنے کی وجہ سے انکار کی جرات دکھاتا ہے۔ کیسی بڑی ضلالت ہے یہ!)۔ **اُس منکر کو صعود کے عذاب سے دوچار کروں گا۔۔۔** (اس آیتِ کریمہ میں بیان کردہ صعود کے متعلق ایک حدیثِ شریف میں یوں وضاحت کی گئی ہے:'' **صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اُس پر کافر ستر سال میں چڑھ سکے گا۔ پھر اُس پر سے گرے گا۔ پھر یوں ہی کرتا رہے گا**'')۔

واقعہ یہ ہے کہ اُس (منکر نے) سوچا اور بات بنانے کی (رسول اللہ ﷺ سے سُنے قرآنِ کریم پر زبان

ہونے کے لئے دی۔ آپ ؐ اُن کے دُعا فرمائیں!'' ہر کسی کے لئے شفقت اور مرحمت کے پیکر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر، قبلہ کی جانب منہ کر کے دُعا فرمائی، ''یا ربیّ! دوس کی خلق کو سیدھا رستہ دکھا، اُنہیں دینِ اسلام کی جانب موڑ دے!'' پھر مجھ سے کہا، ''اپنی قوم کے پاس لوٹ جاؤ، اُنہیں مسکراتے چہرے اور میٹھی زبان سے دعوت دینا جاری رکھو! اُن کے ساتھ نرم برتاؤ کرو!'' میں فوراً اپنے علاقے میں لوٹ آیا، دَوس کی خلق کو دعوت اسلام دینے میں کبھی کوتاہی نہ کی (٦٧)۔''

میلوں میں دعوت

ہر سال مختلف شہروں کے لوگ، مخصوص ایام میں کعبہ معظمہ کی زیارت کرنے کے لئے مکہ آیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ آنے والوں سے ملتے، ہر گروہ کو اسلامیت کی یوں تبلیغ فرماتے: ''اللہ تعالیٰ ایک ہے اور میں اللہ تعالیٰ کا حق پیغمبر ہوں اور اِن باتوں پر ایمان لانا ہی تمہارے لئے نجات کا ذریعہ ہے۔'' ایک دن ولید بن مغیرہ نے مشرکین کو اکٹھا کیا اور کہا، ''اے قریش والو! پھر مکہ کی زیارت کا موسم آ گیا ہے۔ محمدؐ کی آواز پورے عالم میں پھیل گئی ہے۔ عرب قبائل اُس کے پاس آئیں گے، اُس کی میٹھی باتوں میں آ کر اُس کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ ہمیں اس کی کوئی تدبیر کرنا ہوگی۔ ہم سب معاہدہ کر لیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اُس کے متعلق مختلف باتیں کر کے خود کو ہی جھوٹا ثابت کر ڈالیں۔'' قریش والوں نے اُس سے کہا، ''اے عبدِشمس کے باپ! ہم میں تم سب سے دوراندیش ہو۔ تم جو بھی کہو ہم سُنیں گے۔'' ولید بولا، ''نہیں، تم سب کہو اور میں سنتا ہوں۔'' اس پر سب نے رائے دی، ''اُس کے بارے میں کیوں نہ یوں کہیں کہ وہ کاہن ہے۔'' ولید نے درحال اعتراض کیا اور کہا، ''نہیں! میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ کاہن نہیں۔ ہم نے بہت کاہن دیکھے ہیں۔ وہ بلا تردّد سچ اور جھوٹ بھی بول جاتے ہیں۔ محمدؐ کا پڑھا کلام، کاہنوں کی من گھڑت کہانیوں سے بالکل نہیں ملتا۔ اور پھر ہم نے آج تک محمدؐ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔ اگر ہم نے ایسا کہا بھی تو کوئی ہم پر یقین نہ کرے گا۔ اب کے وہ کہنے لگے، ''تو پھر یوں کہتے ہیں کہ وہ مجنون ہے، پاگل ہے،'' ولید نے پھر اعتراض کیا، ''نہیں! میں قسم کھاتا ہوں کہ وہ نہ تو کوئی مجنون ہے نہ ہی پاگل۔ ہم پاگل اور مجنون کو خوب جانتے ہیں، پاگل پن کی علامتوں سے بھی واقف ہیں۔ اس کا نہ کبھی دَم ہی گھٹا ہے، نہ کبھی دورہ پڑا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی ہذیان دیکھا گیا ہے۔ اگر ہم نے ایسا کہا تو ہماری تکذیب کر کے جھوٹا قرار دیں گے۔'' ''تب ہم اس کو شاعر کے طور پر مشہور کر دیتے ہیں۔۔۔'' قریش والوں نے مشورہ دیا۔ ولید نے پھر اعتراض ظاہر کیا، ''وہ شاعر بھی نہیں! ہم اشعار کی ہر قسم کو خوب جانتے ہیں۔ اُس کے بول قطعاً شعر سے مماثلت نہیں رکھتے۔'' اس پر اُن سب نے پھر مشورہ دیا، ''تو پھر ہم اسے سحر باز کہہ دیتے ہیں۔'' ولید بولا، ''وہ سحر باز نہیں ہے۔ ہم سحر باز دیکھے ہی اور اُن کی شعبدہ بازیاں بھی۔ اُس کے کلام میں سحر کے نام کی رمق بھی نہیں پائی جاتی۔ محمدؐ کا کلام سارے عالم پر غالب ہے۔ اور وہ کوئی ایسی انجان شخصیت بھی نہیں۔ ہم لوگوں کو اُس سے دور رکھ کر اُس کی باتوں سے محفوظ نہیں رکھ سکتے۔ اور پھر فصاحت اور بلاغت میں، خوش گوئی اور بامعنی گفتگو

(٦٧) ابن ھشام، السیرۃ، ا، ٣٨٥-٣٨٢؛ سہیلی، روض الانف، اا، ١٢٨؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، اا، ٤١٧

میرے کانوں میں نہ پڑ جائیں، کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے کچھ الفاظ مجھے سنوا ہی دیئے۔ مجھے بہت اچھے لگے۔ اب آپؐ مجھے جو بیان کرنا چاہتے ہیں کر دیں! میں قبول کرنے کو تیار ہوں۔''
رسول اللہ ﷺ نے مجھے اسلامیت کے متعلق بتایا اور تھوڑا سا قرآنِ کریم سنایا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی حیات میں مَیں نے ایسا اچھا کلام کبھی نہ سنا تھا۔ فوراً کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

تب میں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی قوم میں با اعتبار جانا جاتا ہوں اور میری بات کی قدر کی جاتی ہے۔ کوئی بھی میری بات سے انحراف نہیں کرتا۔ جا کر اُنہیں بھی اسلام کی دعوت دوں۔ آپؐ دُعا فرمائیں، اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی علامت، کوئی کرامت عنایت کر دے! اس طرح وہ علامت میرے لئے مددگار اور آسانی کا سبب بن جائے، جب میں اپنی قوم کو اسلامیت کی دعوت دوں! میری درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے دُعا فرمائی، ''اے میرے اللہ! اس کے لئے کوئی نشانی، کوئی علامت پیدا فرما!''

اس کے بعد میں اپنے دیار کو لوٹ آیا۔ ایک اندھیری رات میں، جب میں اُس چوٹی پر پہنچا جو ندی کے پاس واقع تھی اور جہاں میری قوم آباد تھی، اچانک میری پیشانی میں قندیل کی مانند ایک نور پیدا ہو گیا اور روشنی دینا شروع کر دی۔ تب میں نے دعا کی، ''اے اللہ! اس نور کو میری پیشانی سے کسی اور جگہ منتقل فرما دے! قبیلہ دَوس کے جہلاء کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ماتھے کی یہ روشنی اس لئے نکلی ہے کہ اُن کے دین سے منحرف ہونے پر اللہ نے کوئی سزا دی ہے!'' وہ نور فوراً میرے ہاتھ میں پکڑے چابک کی نوک پر آ کر قندیل کی مانند لٹکنے لگا۔ اپنے قبیلے کے علاقے کے قریب پہنچ کر نیچے اُترنے لگا، اس دوران وہاں موجود لوگ، میرے ہاتھ میں پکڑے چابک کی نوک پر قندیل کی مانند روشن نور ایک دوسرے کو دکھا رہے تھے۔ میں اسی حالت میں نیچے اُتر کر اپنے گھر پہنچا۔ سب سے پہلے میرے والد میرے پاس آئے، میری اس حالت کو دیکھا۔ مجھ سے پیار کی وجہ سے مجھے گلے سے لگا لیا۔ والد بہت بوڑھے تھے۔ میں اُن سے کہا، ''اے میرے والد! اگر تم اپنے پرانے حال پر قائم رہے تو نہ میں تم سے ہوں گا، نہ تم مجھ سے ہو گے!'' ان الفاظ کو سُن کر میرے والد نے حیرانگی سے پوچھا، ''اس کا سبب کیا ہے میرے بیٹے!'' جواباً میں نے کہا، ''اب میں محمد ﷺ کے دین میں داخل ہو کر مسلمان ہو گیا ہوں۔'' تب میرے والد نے کہا، ''میرے بیٹے، میں بھی اُس دین میں داخل ہوا جس میں تم داخل ہو گئے، تیرا دین میرا بھی ہو جائے۔'' پھر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد دینِ اسلام کے متعلق جو مجھے معلوم تھا سب اُنہیں سکھا دیا۔ پھر اُنہوں نے نہا کر صاف لباس پہنا۔ اُن کے بعد میری بیوی میرے پاس آئی اُسے بھی وہی سب کہا۔ اُس نے بھی قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئی۔

صبح ہوئی تو قبیلہ دَوس میں گیا۔ سب دَوس والوں کو اسلامیت کے متعلق بتایا۔ اُن کو بھی دعوت دی۔ لیکن اُنہوں نے قبول کرنے میں کچھ تردّد کیا۔ حتیٰ کئی بار مخالفت بھی کی۔ گناہوں اور برائیوں کے کاموں سے باز نہ آئے۔ حد سے بڑھ کر چہرہ بگاڑ بگاڑ کر میرا مذاق بھی اُڑایا۔ سود اور جوا بازی کی علّت کی بنا پر آپؐ کی بات نہ سنی۔ اسلامیت کو اپنانے سے گریز کیا۔ اللہ اور اُس کے رسول سے عصیان کیا۔

ایک مدت کے بعد مکہ آ کر میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قوم کی شکایت کی، ''یا رسول اللہ ﷺ! قبیلہ دَوس نے اللہ تعالیٰ کے منکر ہو گئے ہیں۔ اُنہوں میری دعوت کو رد کر دیا جو میں نے اُنہیں اسلامیت داخل

کر دیا اور کہا، ''نہیں، تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے ۔ ان سفاک مشرکین کو تم نے آج وہ سُنا دیا جو اُن کو پسند نہیں (۲۲) ۔''

طفیل بن عمرو کا قبول اسلام

جن سالوں میں رسول اللہﷺ نے مکہ میں اسلامیت کی کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی، دن رات لوگوں کو نصیحت فرماتے، انہیں دینِ اسلام کی طرف بلاتے ۔ اُدھر مشرکین مکہ آپؐ کی ان کاوشوں کو برباد کرنے میں مشغول رہتے ۔ آپؐ کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لانے والوں پر ہر طرح کی بدسلوکی، جھوٹ، افتراء اور شکنجے روا رکھے جاتے ۔ اگر کسی شخص کو رسول اللہﷺ سے ملتے یا بات کرتے دیکھ لیتے تو فوراً اُس کے پاس پہنچ جاتے اور طرح طرح کے حیلے بہانوں سے آپؐ کی بتائی باتوں پر یقین نہ کرنے کی تلقین کرتے ۔ مکہ میں باہر سے آئے لوگوں کو آپؐ سے ملنے سے روکنے کے لئے ہر طرح کے حربے کرتے ۔

مسلمانوں کے اس سختی اور کافروں کی اذیت آزمائی کے اس دور میں، طفیل بن عمرو الدؤسیؓ مکہ تشریف لائے ۔ اُنہیں دیکھ کر مشرک سرداران آپؐ کے پاس آئے اور بولے، ''اے طفیل! تم ہمارے علاقے میں آئے ہو ۔ ہم میں سے عبد المطلب کا یتیم طرح طرح کی عجیب وغریب حرکتیں کرتا ہے ۔ اُس کی باتیں سحر کی مانند ہیں ۔ بیٹے کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے، شوہر کو بیوی سے جدا کر کے رکھ دیتا ہے! اپنے افکار سے اُس نے سب کو پریشان کر کے رکھ دیا ہے، اُس کی بات سننے والا بیٹا، اپنے باپ کو نہیں دیکھتا ۔ اُسی کا تابع ہو جاتا ہے ۔ پھر وہ کسی کی نہیں سنتا اور مسلمان ہو جاتا ہے ۔ ہمیں ڈر ہے کہ جدائی کی یہ بلا جو ہمارے سر پر آن پڑی ہے، کہیں تمہاری قوم پر بھی مسلط نہ ہو جائے ۔ تمہیں ہم یہی نصیحت کرتے ہیں، اُس سے قطعاً بات نہ کرنا ۔ نہ ہی اُسے کچھ کہو نہ اُس کی کچھ سنو ۔ اُس کی کہی باتوں پر کان مت دھرنا! اور بہت محتاط رہنا ۔ یہاں زیادہ لمبا قیام مت کرنا ۔ بس جلد ہی لوٹ جانا! اس کے بعد کے واقعات طفیل بن عمرو یوں بیان کرتے ہیں :

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں، اُنہوں نے یہ سب اس قدر اصرار سے کہا کہ میں نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ نہ تو میں آپؐ سے کوئی بات کروں گا نہ ہی سنوں گا ۔ حتیٰ کعبہ پہنچ کر، غلطی سے ہی سہی آپؐ کی آواز میرے کانوں میں پڑ جانے کے ڈر سے میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی ۔ میں اگلے روز، صبح سویرے کعبہ کو گیا ۔ میں نے رسول اللہﷺ کو وہاں نماز پڑھتے دیکھا ۔ آپؐ کے قریب ایک جگہ پر کھڑا ہو گیا ۔ حکمتِ الٰہی سے: کچھ الفاظ جو وہ پڑھ رہے تھے، میرے کانوں سے ٹکرائے ۔ کیا ہی اچھے الفاظ تھے جو میرے کانوں میں پڑے تھے ۔ میں نے خود سے کہا، ''کیا میں اس قابل نہیں کہ اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکوں، اور شاعر بھی ہوں ۔ آپؐ کی باتیں کیونکر نہ سنوں؟ باتیں اچھی ہوئیں تو قبول کر لوں گا، اچھی نہ لگیں تو ترک کر دوں گا ۔'' پھر ایک طرف چھپ کر انتظار کرنے لگا کہ رسول اللہﷺ اپنی نماز ختم کرنے کے بعد گھر کے جانب چلیں ۔ پھر آپؐ کا تعاقب کیا ۔ آپؐ اپنے گھر داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہو گیا اور بولا، ''یا محمدﷺ! مَیں اس دیار میں آیا تو آپؐ کی قوم نے یوں یوں کہا ۔ اُنہوں نے چاہا کہ میں آپؐ سے دور رہوں ۔ ڈر کی وجہ سے کہ کہیں آپؐ کی باتیں

(۲۲) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۲۲؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۳۱۵-۳۱۴؛ طبری، تاریخ، اا، ۲۳۵-۲۳۴

لیا کہ بت اس کو روکنے کی قوت سے محروم اور عاجز ہے۔ اس بت کی عبادت کرنا آپ کیسے پسند کرتے ہیں، جس کی حقارت ایک کتا بھی کر سکتا ہے؟ یہ پاگل پن نہیں کیا؟ بس یہ ہے جس کی آپ عبادت کرتے ہیں۔'' ہر کوئی گردن جھکائے کھڑا تھا۔ اُن میں سے ایک نے پوچھا، ''اچھا، تو وہ تمہارا پیغمبر کیا کہتا ہے؟ تم نے کیسے جان لیا کہ جو وہ کہہ رہا ہے سچ ہے؟'' حضرت ابوذر الغفاریؓ نے بلند آواز میں کہا، ''وہ: اللہ کے ایک ہونے، اُس کے سوا اور کوئی معبود نہ ہونے، ہر چیز کا خالق، مالک اور صاحب وہی ہونے کے متعلق بیان کرتا ہے۔۔۔لوگوں کو بلاتا ہے کہ اُس پر ایمان لے آئیں۔۔۔اچھائی، حسنِ اخلاق اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنے اور ہر قسم کی برائی، بے انصافی، ظلم کی بدصورتی سے اور ایسی سب برائیوں سے دُور رہنے کا حکم دیتا ہے۔'' اس کے بعد اسلامیت کے بارے تفصیلاً وضاحت کی۔ اپنے قبیلے میں پائی جانے والی ہر گمراہی کو ایک ایک ان کے سامنے بیان کیا۔ بعد میں ان برائیوں سے پیدا شدہ خرابیاں گنوائیں۔ آپؓ کو سننے والوں میں سے قبیلے کا سردار خفاف اور آپؓ کے بھائی اُنیس کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے (۶۵)۔

کعبہ میں کھلے عام قرآنِ کریم کا پڑھا جانا

اصحاب کرامؓ ایک دن کسی ویران سے مقام پر اکٹھے ہوئے، باتیں کر رہے تھے: واللہ، رسول اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہ ہو سکا جو قریشی مشرکوں کو کھلم کھلا قرآنِ کریم پڑھ کر سُنا سکے۔ ہے کوئی جو اُن کو کھلے عام قرآنِ کریم پڑھ کر سنا سکے؟'' وہاں موجود حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا، ''میں سناؤں گا!'' اصحاب کرام میں سے بعض نے کہا، ''اے عبداللہ! ہمیں ڈر ہے کہ مشرکین تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ ہم ایک ایسا بندہ چاہتے ہیں جس کے ساتھ ایک قوم اور قبیلہ ہو جو وقت پڑنے پر اُسے مشرکین سے بچا سکے۔'' اس پر آپؓ نے اصرار کیا اور کہا، ''آپؓ مجھے اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔ جنابِ حق میری حفاظت کرے گا۔''

اگلے روز دن چڑھ آنے کے بعد آپؓ مقامِ ابراہیمؑ پر آن پہنچے۔ مشرکین وہاں جمع تھے۔ ابن مسعودؓ نے کھڑے کھڑے بسم اللہ شریف پڑھی اور سورۃ رحمٰن پڑھنا شروع کر دی۔ مشرک ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، ''یہ اُمّ عبد کا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟ ضرور یہ محمدؐ کی لائی چیز کو پڑھ رہا ہے'' اور آپؓ پر چڑھ دوڑے۔ مکّوں، ٹھوکروں اور تھپڑوں سے آپؓ کے چہرے اور آنکھوں پر نیل پڑ گئے اور چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ لیکن آپؓ ان تھپڑوں اور مکّوں کی بوچھاڑ میں بھی پڑھتے رہے۔ چہرہ اور آنکھوں پر زخموں کے ساتھ آپؓ اصحاب کرامؓ کے پاس لوٹ آئے۔ تمام اصحابؓ اس سانحہ پر بڑے دُکھی ہوئے اور کہنے لگے، ''ذاتا ہم کو اسی کا ڈر تھا کہ تمہاری عاقبت یہی ہوگی۔ اور وہی ہوا جس کا ہمیں ڈر تھا۔''

لیکن عبداللہ ابن مسعودؓ ذرا بھی دُکھی نہ تھے اور فرمایا، ''اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں کو میں اتنا کمزور آج سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اگر چاہو تو کل صبح اُن کو اِس قدر اور سُنا سکتا ہوں۔'' اصحاب کرام نے منع

(۶۵) بخاری، ''مناقب''، ۱۰؛ ''فضائل الصحابہ''، ۲۲؛ ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۲۳-۱۲۲؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۸۳

حضرت ابوذر الغفاریؓ نے حضرت علیؓ کا تعاقب کیا اور آخر کار رسول اللہ ﷺ کے چہرے مبارک کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ اور: ''السلام علیکم'' کہہ کر سلام کیا۔ یہ سلام اسلام میں دی جانے والی پہلی سلام تھی اور سب سے پہلے سلام کرنے والے شخص حضرت ابوذر الغفاریؓ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے: ''ورحمۃ اللہ علیک'' کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا، ''تم کون ہو؟'' جواباً آپؓ نے عرض کیا، ''میں قبیلہ غفار سے ہوں۔'' پھر دریافت کیا، ''کب سے یہاں ہو؟'' ''تین دن تین راتوں سے یہاں ہوں'' آپؓ نے جواب دیا۔ ''تمہیں کس نے کھانا کھلایا؟'' دریافت کرنے پر حضرت ابوذر الغفاریؓ نے کہا، ''زمزم کے علاوہ کھانے اور پینے کو کچھ نہ ملا۔ زمزم پیتے رہنے سے بھوک اور پیاس محسوس نہ ہوئی۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''زمزم مبارک ہے۔ بھوکے کا پیٹ بھرتا ہے۔'' اس کے بعد ابوذر الغفاریؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، ''مجھے اسلام کے متعلق بتائیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو کلمہ شہادت پڑھایا، آپؓ اسے پڑھ کر اسلامیت سے شرفیاب ہو گئے اور پہلے مسلمانوں میں شامل ہو گئے۔(۶۴)

حضرت ابوذر الغفاریؓ نے مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''یا رسول اللہ! آپ کو پیغمبرِ حق بنا کر بھیجنے والے جنابِ حق کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس کو مشرکین کے درمیان کھلم کھلا کہوں گا۔'' پھر کعبہ کے پاس جا کر بلند آواز میں اعلان کیا، ''اے اہلِ قریش! اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه و اَشْهَدُ اَنَّ مُحمداً عَبْدُهٗ والرّسوله۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔'' اسے سُنتے ہی مشرکین نے آپؓ پر ہجوم کر دیا۔ پتھر، ڈنڈے اور ہڈیوں کے ٹکڑوں سے مار مار کر آپؓ کو خون سے نہلا دیا۔ آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت عباسؓ نے کہا، ''چھوڑ دو اس آدمی کو، مار و گے کیا! یہ اس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو تمہارے تجاری راستے پر واقع ہے۔ اس کے بعد وہاں سے کیسے گزر پاؤ گے؟'' اس طرح حضرت ابوذر الغفاریؓ کو مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔ حضرت ابوذرؓ اسلامیت سے شرفیاب ہونے کی خوشی میں پھولے نہیں سما رہے تھے۔ اگلے دن پھر کعبہ کے پاس آ کر باآوازِ بلند کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔ مشرکین نے اس بار بھی زدوکوب کیا۔ آپؓ زمین پر گر گئے۔ پھر حضرت عباسؓ مدد کو پہنچے اور مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر الغفاریؓ کو اپنے علاقہ میں جا کر اسلامیت پھیلانے کا حکم دیا۔ اس حکم کی تکمیل میں آپؓ اپنے قبیلے میں لوٹ آئے اور اُنہیں اللہ کی وحدانیت اور محمد ﷺ اُس کے پیغمبر ہونے کے متعلق بتایا۔ رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہر بات سچ اور حق ہونے، عبادت کے لئے بنائے گئے بتوں کا باطل، فضول اور بے معنی ہونے کے متعلق بتایا۔ آپؓ کو سننے والوں کی بھیڑ میں سے ایک گروہ نے اعتراض کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران قبیلہ کے سردار خفاف نے ان شور مچانے والوں کو چُپ کروا دیا اور کہا، ''ذرا ٹھہرو، سنیں تو سہی کہ کیا سمجھاتا ہے؟'' اس پر حضرت ابوذرؓ نے اپنی بات یوں جاری رکھی:

''میں مسلمان ہونے سے پہلے، ایک دن نوحم بت کے پاس گیا، میں نے اُس کے آگے دُودھ رکھا تھا۔ ایک کتے کو وہاں آکر دُودھ پیتے اور بت پر پیشاب کرتے دیکھا۔ میں نے بڑے قریب سے دیکھ کر جان

(۶۴) بخاری، ''مناقب''، ۱۱؛ ''فضائل الصحابہ''، ۶۲؛ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۱۱، ۸۳

حالات کا اندازہ لگانے کے لئے مکہ کی جانب روانہ کر دیا۔ اُنیسؓ کو مکہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ بہت حیران ہو کر واپس لوٹا۔ آپؓ کے بھائی حضرت ابوذرؓ نے دریافت کیا، ''کیا خبر لائے؟'' آپؓ نے جواب دیا، ''جناب عالی! واللہ میں نے ایک ایسے عظیم شخص کو دیکھا جو بس خیر کی، اچھائی کی دعوت دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے۔ حضرت ابوذر الغفاریؓ کے استفسار پر؛ ''اچھا، تو لوگ اُس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟'' اپنے زمانے کے مشہور شعراء میں سے شمار کئے جانے والے آپؓ کے بھائی اُنیس نے یوں جواب دیا: ''وہ اُسے شاعر، کاہن، سحر باز کہتے ہیں۔ لیکن اُس کی باتیں کاہنوں، سحر بازوں کی باتوں سے قطعی مماثلت نہیں رکھتی۔ اس کے علاوہ میں نے اُس کے کلام کو ہر طرح کے شعراء کے مختلف اشعار سے قیاس کر کے دیکھا۔ اُس سے بالکل نہیں ملتا۔ ان بے مثال باتوں کا کسی اور کے کلام کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ، وہ ذات حق بات بتاتی ہے، سچ بولتی ہے۔ اُسے نہ ماننے والے جھوٹے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہیں۔''

ابوذر الغفاریؓ نے اس خبر کے بعد مکہ جانے اور رسول اللہ ﷺ سے مل کر مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ہاتھ میں ایک عصا اور تھوڑا سا حرج راہ لے کر بڑے شوق کے ساتھ مکہ کا راستہ لیا۔ مکہ پہنچ کر اپنی حالت کسی سے بیان نہ کی۔ کیونکہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور نئے مسلمانوں کے ساتھ شدت کی دشمنی پال رکھی تھے، اُن پر کی جانے والی اذیتوں میں روز بروز اضافہ کرتے جا رہے تھے۔ خاص طور پر اُن نئے غریب مسلمانوں پر زیادہ ہی شکنجہ آزمائی کرتے جن کا کوئی والی وارث نہ تھا۔ ابوذرؓ مکہ میں کسی کو نہیں جانتے تھے۔ اجنبی پردیسی تھے۔ اس لئے اُنہوں نے کسی سے کچھ نہ پوچھا۔ کعبہ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کی فرصت کا انتظار کرتے رہے اور یہ جاننے کے لئے کسی اشارے کے منتظر تھے کہ آپؐ سے کس جگہ پر ملاقات ہو سکتی ہے۔

شام کے قریب آپؓ ایک گلی کے کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوذرؓ کو دیکھا۔ پردیسی جان کر آپؓ کو اپنے گھر لے گئے۔ نہ حضرت علیؓ نے اُن کا حال پوچھا نہ حضرت ابوذرؓ نے ہی اپنا راز افشا کیا۔ صبح ہوئی تو پھر کعبہ کی جانب چلے گئے۔ شام تک گھومتے رہنے کے باوجود اُن کے مقصد کی تکمیل نہ ہو سکی۔ پھر گزشتہ رات والی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؓ اُس رات پھر وہاں سے گزر رہے تھے۔ ''یہ بیچارہ ابھی تک اپنے گھر کی راہ نہیں پا سکا'' کہہ کر دوبارہ اپنے گھر لے گئے۔ صبح ہوتے ہی پھر سے بیت اللہ کو چلے گئے اور شام پھر اُسی کونے میں جا بیٹھے۔ حضرت علیؓ نے پھر اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اس دفعہ کہاں سے اور کس مقصد کیلئے آنے کے متعلق سوال کیا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا، ''اگر مجھے صحیح معلومات دینے کا وعدہ کرو، تو بتاؤں گا۔'' حضرت علیؓ نے کہا، ''بتاؤ، میں تمہارا حال کسی سے بیان نہ کروں گا۔'' ابوذر الغفاریؓ نے کہا، ''سنا ہے یہاں ایک پیغمبر آیا ہے، اُسے دیکھنے اور ملاقات کے لئے آیا ہوں۔'' حضرت علیؓ نے کہا، ''تم نے سچ کو پا لیا، عقلمندی کی۔ میں اب اُس ذاتِ محترم کے پاس جا رہا ہوں۔ میرا تعاقب کرو۔ تم بھی اُس گھر میں داخل ہو جانا جس میں مَیں داخل ہو جاؤں۔ اگر راستہ میں کوئی نقصان پہنچانے والا نظر آیا تو میں یوں ظاہر کروں گا گویا اپنا جوتا ٹھیک کر رہا ہوں۔ تب تم انتظار کئے بغیر میرے پاس سے گزر جانا۔

اُتار دو، ہماری بوٹی بوٹی کر ڈالو ہم تمہاری بات نہیں سنے گے'' کہہ کر رد کر دیتے اور؛ ''لا اِلٰہ اِلّا اللہ مُحمد الرّسول اللہ'' دہراتے رہتے ۔ اسی طرح ایک دن بطحا کے مقام پر یاسرؓ کے پورے خاندان پر شکنجہ آزمائی کرنے کے دوران رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ وہاں سے گزر رہے تھے ۔ اپنے اصحاب پر یہ ناقابلِ برداشت شکنجہ آزمائی دیکھ کر آپؐ بڑے دُکھی ہوئے ۔ حضرت یاسرؓ نے سوال کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہمارا وقت ایسے شکنجوں میں ہی گزرے گا؟'' جوابا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''صبر کرو اے یاسرؓ کے گھر والو! خوش ہو جاؤ اے یاسرؓ کے گھر والو! بلا شبہ کہ تمہارا مقام مکافات جنت ہے ۔''

پھر ایک دن مشرکین مکہ، حضرت عمارؓ کو آتش سے اذیت دے رہے تھے ۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے اور فرمایا: ''اے آتش! عمارؓ پر ایسی سلامتی والی ہو جا جیسے تُو ابراہیمؑ پر ہو گئی تھی!'' اس کے بعد عمارؓ کی پیٹھ کو کھولا، وہاں جلنے کے اثرات نظر آرہے تھے ۔ یہ زخم رسول اللہ ﷺ کی دُعا سے پہلے کے تھے ۔

حضرت یاسرؓ کے گھر والوں کو ایک دن شکنجہ آزمائی کرتے ہوئے مشرکین نے حضرت یاسرؓ اور عبداللہؓ کو تیر کے ساتھ شہید کر ڈالا ۔ ابوجہل نے حضرت سمیہؓ کے مبارک پاؤں رسی سے بندھوا دیے ۔ رسی کے دوسرے سروں پر دو عدد اُونٹ باندھ کر مختلف سمتوں کی جانب چلا دیا، اس طرح حضرت سمیہؓ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کر ڈالا ۔ بے رحم، سنگدل، ظالم ابوجہل اور دیگر مشرکین کی طرف سے شکنجوں کے ساتھ یاسرؓ کے گھر والوں کو شہید کرنے کی خبر نے رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ کو بہت افسردہ کیا ۔ اس واقعہ کے بعد، اصحاب کرام ایک دوسرے کے اور بھی زیادہ قریب ہو گئے (۶۳) ۔

اصحاب کرامؓ، نماز پڑھنے کے اوقات میں ایسی جگہ چلے جاتے جہاں کوئی نہ ہو اور وہاں چھپ کر عبادت کرتے ۔ ایسے ہی ایک دن؛ سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عمار بن یاسرؓ اور خبابؓ بن الارت مکہ کی ایک وادی ابوذ بّ کے مقام پر نماز ادا کر رہے تھے ۔ اس دوران، اُن کا تعاقب کرنے والا اخنث بن شریک اور بعض مشرکین اُن کے پاس آن پہنچے اور اُن کی عبادت کے متعلق مذاق کرنے لگے، برا بھلا کہنے لگے ۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ برداشت نہ کر پائے اور اپنے دوستوں کے ساتھ مشرکین پر حملہ کر دیا ۔ ہاتھ لگی اونٹ کی ایک ہڈی سے حضرت سعدؓ نے ایک مشرک کے سر پر ضرب لگا کر اُس کا سر پھاڑ دیا ۔ مشرکین ڈر کر بھاگ نکلے ۔ اس طرح مسلمانوں نے پہلی دفعہ کسی کافر کا خون بہایا ۔

ابوذر الغفاریؓ کا قبولِ اسلام

انسان، ایک ایک، دو دو کی شکل میں ہدایت پا رہے تھے اور نُورِ اسلام نے مکہ سے باہر پھیل کر عالم کو منور کرنا شروع کر دیا تھا ۔

طلوع اسلام کی خبر اور اس کے پھیلنے کو روکنے کے لئے، مشرکین نے بڑی رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوششیں کیں ۔ نہایت یہ خبر، قبیلہ بنی غفار تک جا پہنچی ۔ ابوذر غفاریؓ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے بھائی اُنیسؓ کو

(۶۳) ابن ابی شیبہ، المصنف، VIII، ۴۲؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۲۶۴؛ سہیلی، روض الانف، II، ۸۶

جنھوں نے نیا نیا اسلام قبول کرنا ہوتا، یہاں آکر اسلامیت سے شرفیاب ہوتے اور دُکھی دلوں کیلئے دوا رسول اللہ ﷺ کی باتیں سُن کر برکت حاصل کرتے۔ وہ سب رسول اللہ ﷺ کی باتیں اپنے سانس تھامے یوں انہاک سے سنتے گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور اگر کسی نے بات کی تو اُڑ جائیں گے۔ وہ آپؐ کے مبارک الفاظ کو جیسے ہضم کر لیتے، کوئی بھی لفظ بھولے بغیر اُنہیں زبانی یاد کر لیتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنے دِن حضرت ارقمؓ کے گھر میں گزارتے اور صبح سے شام تک اپنے صحابہ کی تربیت میں مشغول رہتے۔ یہ مسلمانوں کی پہلی قرارگاہ، ''دارالسلام'' تھی۔ اوّلین مسلمان یہاں اکٹھے ہوتے، اس طرح مشرکین کی ہر طرح کی شرارتوں سے محفوظ رہتے۔

عمار بن یاسرؓ بتاتے ہیں: ''میں دارالارقم جاکر رسول اللہ ﷺ سے ملنا اور مسلمان ہونا چاہتا تھا۔ دروازے پر حضرت صہیبؓ سے ملا۔ میرے: ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' پوچھنے پر یہی سوال اُنہوں نے مجھ سے کیا۔ میں نے جواب دیا، ''حضرت محمد ﷺ کے حضور جاکر، اُن کی باتیں سننا اور مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا، ''میں بھی اسی لئے آیا ہوں۔'' ہم دونوں ایک ساتھ حضورِ عالی میں حاضری سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے ہمیں اسلام پیش کیا۔ ہم خوشی سے مسلمان ہو گئے (۶۲)۔''

عمارؓ اُن مجاہدین میں سے تھے جنھوں نے اسلامیت کو ظاہر کرنے میں ذرا تردّد نہیں کیا۔ اپنے دین سے نہ پھرنے کی وجہ سے اُنہیں شدید ترین شکنجوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مشرکین اُنہیں جب بھی اکیلا پاتے، مکہ کے چٹانی علاقے رمدہ کے مقام پر لے جاتے، آپؐ کا لباس اُتار کر آہنی صدری پہنا دیتے۔ اسی حالت میں چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیتے اور شکنجہ آزمائی کرتے۔ بعضاً آپؓ کی پیٹھ کو آتش سے داغا جاتا، ختم نہ ہونے والے شکنجوں سے نبردآزما ہوتے۔ ہر بار اصرار کیا جاتا: ''انکار کر!۔۔۔ انکار کر!۔۔۔ انکار کر!۔۔۔ لات اور عزیٰ کی عبادت کر اور جان کی امان پا!'' حضرت عمارؓ بڑے صبر سے ان شکنجوں کو برداشت کرتے اور یہ کہہ کر اُن کی مخالفت کرتے: ''میرا ربّ اللہ، اور میرے پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔'' مشرکین اس پر اور بھی طیش کھاتے، آپؓ کے سینہ پر گرمی سے جلی چٹانیں لا رکھتے، کبھی کنویں میں پھینک دیتے اور پانی میں ڈبونے کی کوشش کرتے۔ عمار بن یاسرؓ نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے شرفیاب ہونے پر عرض کیا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مشرکوں کے ہم پر ڈھائے جانے والے ظلم اب اپنی حد تک جا پہنچے ہیں۔'' آپؐ کے ان الفاظ پر رسول اللہ ﷺ کو عمار کی حالت پر بڑا رحم آیا اور فرمایا: ''صبر کر اے ابویحزان!'' اور اس کے بعد یوں دُعا فرمائی: ''یا ربّی! عمار کے گھر والوں میں سے کسی کو جہنم کا عذاب نہ چکھانا۔''

پہلے شہید

حضرت عمارؓ کے سارے گھر والے یعنی آپؓ کے والد یاسرؓ، والدہ سمیّہؓ اور بھائی عبداللہؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ مشرکین حضرت عمارؓ پر ڈھائے جانے والے شکنجوں سے کہیں بڑھ کر آپؓ کے والد، والدہ اور بھائی پر ڈھاتے۔ اس شکنجے کے دوران کافرانہ الفاظ کہنے پر اصرار کیا جاتا۔ جبکہ وہ: ''چاہے ہماری کھال

(۶۲) ابن سعد، الطبقات، III، ۲۲۷؛ حاکم، المستدرک، III، ۴۳۹؛ ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXIV، ۲۱۹

بے ہوش ہونے کی حد تک کئے گئے شکنجے۔۔۔

مشرکین شکنجہ آزمائی میں مرد وعورت میں فرق نہ کرتے تھے۔اوّل مسلمانوں میں حضرت زنیرہؓ خاتون بھی ایک لونڈی تھیں کہ جن کا کوئی وارث نہ تھا۔مشرکین کو جب آپ کے اسلام پر ایمان لانے کی خبر ہوئی تو آپؓ پر بھی شکنجہ آزمائی سے گریز نہ کیا۔زنیرہؓ خاتون کو لات اورعزیٰ کی عبادت پر مجبور کرتے،گلا دباتے یہاں تک کہ سانس نہ لینے کی وجہ سے آپؓ بے ہوش ہو جاتیں۔اس کے باوجود آپؓ اپنے دین سے منحرف نہ ہوئیں،اُن کی باتوں کو نہ مانا۔خاص طور پر ابوجہل بہت ظلم کرتا۔اس وجہ سے زنیرہؓ خاتون کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ایک دفعہ ابوجہل نے کہا،''دیکھا؟لات اورعزیٰ نے تمہاری آنکھیں اندھی کردیں!''زنیرہؓ خاتون نے ایمان افروز انداز میں جواب دیا،''اے ابوجہل!واللہ،ایسا کچھ نہیں جو تم کہتے ہو۔تمہارے بت لات اورعزیٰ کسی کام کے نہیں،اُن کو تو یہ تک خبر نہیں کہ کون اُنہیں پوجتا ہے اور کون نہیں۔میرا ربّ بلا شبہ اس پر قادر ہے کہ میری آنکھوں کا نور دے کر مجھے پرانی حالت پر لوٹا دے۔''

ابوجہل زنیرہؓ خاتون کے اس مضبوط ایمان پر ششدر رہ گیا۔اللہ تعالیٰ نے زنیرہؓ خاتون کی دعا قبول فرمائی اور آپؓ کی آنکھیں پہلے سے بھی کہیں بہتر دیکھنے لگیں۔ابوجہل اور قریش کے دیگر مشرکین نے آپؓ کا یہ حال دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔اور اس مذید کہنے لگے:''یہ بھی تمہارے پیغمبرؐ کا کوئی جادو ہی ہے!محمدؐ کے رستے پر چلنے والے بےعقلوں پر کیا تمہیں حیرت نہیں ہوتی؟اگر اُن کا راستہ خیر والا اور حقیقت کا راستہ ہوتا تو ہم بھی اُن کے ساتھ ہوتے۔کیا مطلب،ایک غلام ہم سے پہلے حقیقت پا جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ احقاف کی ۱۱ویں آیت نازل فرمائی:''اور کہتے ہیں یہ لوگ جنہوں نے ماننے سے انکار کر دیا ہے،اُن لوگوں سے جو ایمان لے آئے ہیں کہ اگر ہوتا یہ کوئی اچھا کام تو نہ سبقت لے جاتے یہ لوگ (فقیر اور بے چارے) ہم پر۔اب چونکہ یہ نہ ہدایت پا سکے اس سے (قرآن کریم سے مومنین کی طرح) تو ضرور کہیں گے:یہ تو (محمدؐ کی خود ساختہ) پرانی من گھڑت باتیں ہیں۔''

دارالارقم

اصحاب کرام کے ساتھ کئے جانے والے ظلم،شکنجے اور مشرکین کا سلوک دیکھ رسول اللہﷺ بہت دُکھی ہوتے۔اسلامیت کے پھیلاؤ اور تعلیم کے لئے کوئی محفوظ جگہ درکار تھی۔رسول اللہﷺ نے اس مقدس وظیفے کے لئے حضرت ارقمؓ کا گھر منتخب فرمایا (۶۱)۔یہ گھر صفا کی پہاڑی کے مشرق میں،ایک تنگ سی گلی میں اور بلند جگہ پر واقع تھا۔یہاں سے کعبہ معظمہ صاف دکھائی دیتا تھا۔گھر کا داخلی اور خارجی راستہ آنے جانے والوں پر نظر رکھنے کے لئے بڑا موزوں تھا۔اس کے علاوہ حضرت ارقمؓ مکہ کے جانے مانے اور معتبر اشخاص میں سے تھے۔حبیب اکرمﷺ اس گھر میں اپنے اصحاب کرام کو اسلامیت کی تعلیم دیتے۔وہ لوگ

(۶۱) ابن حجر،الاصابہ،۱،۲۹۔۲۸

فرمائی۔ جنابِ حق نے رسول اللہﷺ کی دُعا کو فوراً قبول فرمالیا اور اُمّ انمار کے سر میں شدت کا درد پیدا کردیا۔ اُمّ انمار سر درد کی بنا پر صبح تک تڑپتی رہتی۔ چارے کے طور پر، سرخ سلاخ سے اُس کے سر کو داغا جانا تجویز کیا گیا۔ نہایت اُس نے حضرت حبابؓ کو بلایا اور لوہے کی سلاخ کو آگ پر سرخ کر کے اُس کے سر کو داغ دینے کا حکم دیا۔۔۔ حضرت حباب بھی اُس کے سر کو لوہے کی سلاخ سے داغتے تھے۔۔۔

اسلام کے اوائل میں مشرکین نے حضرت حبابؓ بن الارت کی پرواہ نہ کی۔ لیکن روز بروز مومنین کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ نہایت وہ اس بات کو سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے نتیجہ میں اُنہوں نے حضرت حبابؓ پر شکنجہ آزمائی میں اضافہ کر دیا۔ اور زیادہ مارتے، پیٹتے، زخمی کرتے، شکنجے پر شکنجہ آزماتے۔۔۔

ان سب کے باوجود، حضرت حبابؓ کے ایمان میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئی۔ لیکن اذیت اور شکنجے نا قابل برداشت ہو چکے تھے۔ اپنے ساتھ پیش آئے سب واقعات آقائے کائناتﷺ کو بیان کر کے کہا، ''یا رسول اللہﷺ! کیا آپؐ ہمارے لئے دُعا فرمائیں گے؟ تاکہ ہمیں ان شکنجوں سے نجات مل جائے جو ہم کو جھیلنا پڑ رہے ہیں۔'' اس پر رسول اللہﷺ نے فرمایا، ''تم سے پہلے کی اُمتوں میں ایسے لوگ بھی تھے کہ آہنی دندانہ دار آلے سے اُن کی کھالیں، اُن کا گوشت چھیلا جاتا، تب بھی اپنے دین سے منحرف نہ ہوتے۔ آری سے اُن کو سر سے پاؤں دو حصے میں کاٹ دیا جاتا، تب بھی یہ شکنجے اُن کو اُن کے دین سے نہ پھیر سکتے۔ اللہ تعالیٰ بلاشبہ اس کام (اسلامیت) کو تکمیل دے گا۔ اسے تمام ادیان پر فوقیت بخشے گا۔ یوں کہ، اپنی سواری پر سوار شام سے حضر موت تک اکیلا سفر کرنے والا مسافر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا ڈر نہ ہوگا، اُسے اپنی بھیڑوں کے متعلق بھیڑیے کے علاوہ اور کوئی اندیشہ لاحق نہ ہوگا۔ لیکن تم جلدی کر رہے ہو۔'' پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ اُن کی پیٹھ پر پھیرا اور دُعا فرمائی۔ رسول اللہﷺ کے ان لطیف الفاظ نے روح کے لئے غذا اور شفاء بن کر حضرت حبابؓ کے درد کو مٹا دیا۔

حضرت حبابؓ کے خاص طور پر سنگدل مشرک عاص بن وائل سے کافی مقدار میں پیسے وصول کرنا باقی تھے۔ وصولی کے لئے آپؓ اُس کے پاس گئے۔ عاص بن وائل نے حضرت حبابؓ سے کہا، ''محمدؐ کا انکار کئے بغیر میں تمہارا پیسہ نہیں دوں گا۔'' اس پر حضرت حبابؓ نے جواب دیا، ''واللہ! میں اپنی زندگی کی طرح مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر بھی قطعاً اپنے پیغمبرﷺ کو رد نہ کروں گا۔ ہر شے سے منہ موڑ لوں گا پھر بھی اُن سے انکار نہ کروں گا'' عاص بن وائل نے پوچھا، ''کیا ہم مرنے کے بعد پھر سے زندہ ہوں گے؟ اگر ایسی بات ہے تو تب میرا مال بھی ہوگا اور اولاد بھی۔ تمہارا قرض میں اُسی دن ہی لوٹاؤں گا۔''

عاص بن وائل کے ان الفاظ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ مریم کی ۷۹۔۷۷ آیات میں یوں فرمایا: ''بھلا کیا تم نے (اے میرے محبوبؐ) دیکھا اُس شخص (عاص بن وائل) کو جس نے انکار کر دیا ہماری آیات کا اور کہا کہ ضرور نوازا جاؤں گا میں مال و اولاد سے؟ کیا پتہ چل گیا اُس کو غیب کا یا لے رکھا ہے اُس نے رحمٰن سے کوئی عہد؟ ہرگز نہیں، ہم لکھ لیتے ہیں وہ بات جو یہ کہہ رہا ہے (قیامت کے روز اس پر اُس کا حساب ہوگا) اور ہم بڑھاتے چلے جائیں گے اُس کے لئے عذاب آہستہ آہستہ۔''

حبشی شکنجوں کی بنا پر بے حال ہو چکے تھے۔ آپؓ کو ہاتھ سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے آئے اور فرمایا، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے بلالؓ کو آج اللہ کی رضا کے لئے آزاد کیا۔'' رسول اللہ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے لئے دُعا فرمائی۔ اسی پل جبرائیلؑ؛ حضرت ابوبکرؓ کے لئے جہنم سے نجات کی خوشخبری دینے والی سورۃ اللّیل کی آیات ۱۷ اور ۱۸ کی وحی کے ساتھ آن پہنچے۔ اِن آیات کریمہ میں یوں بیان فرمایا گیا: ''اور بچا لیا جائے گا اس (جہنم سے) سے وہ بڑا پرہیزگار (حضرت ابوبکرؓ کی طرح)۔ جو دیتا ہے (شرک اور گناہ سے بچ کر) اپنا مال پاکیزگی (اور وعدِ الٰہی کو پانے) کی خاطر۔''

حضرت حبابؓ بن الارت بھی اُن اصحاب کرام میں سے تھے جن پر دین سے پھیرنے کے لئے ظلم ڈھائے گئے۔ حضرت حبابؓ بھی لاوارث تھے اور اُمّ انمار نامی مشرکہ عورت کے غلام تھے۔ آپؓ کی حمایت کرنے والا کوئی رشتہ دار نہ تھا اس لئے مشرکین اکٹھے ہوکر، آپؓ کے مبارک وجود کو ننگا کر کے اُس پر کانٹوں سے زخم لگاتے۔ بعضاً لوہے کی صدری پہنا کر سورج کے نیچے کھڑا کر دیتے۔ دھوپ یا آگ میں تپے پتھروں سے آپؓ کے ننگے پنڈے کو داغا جاتا۔ اصرار کیا جاتا: ''اپنے دین سے انکار کر! لات اور عزیٰ کی عبادت کر!'' حبابؓ اپنے ایمان پر اصرار سے قائم رہتے ہوئے؛ ''لا اِلٰہ الّا اللّٰہ مُحمد الرّسول اللہ'' کہہ کر اُن کی مخالفت کرتے رہے۔

مشرکین ایک دن اکٹھے ہوئے اور ایک میدان میں آگ جلائی۔ وہ حضرت حبابؓ کو باندھ کر لائے۔ آپؓ کو ننگے بدن آگ پر لٹا دیا۔ وہ، آپؓ کو دین سے منحرف کرنے یا آپؓ کو جلا دینے کے درپے تھے۔ آگ کے درمیان پیٹھ کے بل لٹائے گئے حضرت حبابؓ دُعا کر رہے تھے: ''اے میرے اللہ! تُو میرے حال کو دیکھ رہا ہے، تُو میرے حال کو جانتا ہے۔ میرے قلب میں موجود ایمان کو قائم رکھ، مجھے صبر احسان فرما۔'' مشرکین میں سے ایک اُٹھا اور اپنے پاؤں سے حضرت حبابؓ کے سینے کو دبایا۔ لیکن اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ اللہ تعالٰی ایمان والوں کی حفاظت کرتا ہے۔

سالوں بعد اس حادثہ کے متعلق حضرت حباب سے پوچھا گیا تو آپؓ نے اپنی پیٹھ ننگی کر کے زخموں کے نشان دکھاتے ہوئے کہا، ''اُنہوں نے میرے لئے آگ جلائی، پھر مجھے گھسیٹ کر اس میں ڈال دیا۔ اُس آتش کو میری چربی ہی نے بجھایا تھا۔''

باہر حضرت حبابؓ پر یہ شکنجہ آزمائی ہوتی اور گھر میں آپؓ کی مالکہ اُمّ انمار بھی دین سے منحرف کرانے کی نیت سے، آگ میں گرم کردہ سلاخ لے کر آپؓ کے سرِ مبارک پر داغ دیتی۔ آپؓ نے دین کی خاطر یہ تکلیفیں برداشت کیں، اُن لوگوں کی تجویز کردہ باتوں کو نہ مانا اور اپنے ایمان کو قائم رکھا۔

ایک دن حضرت حبابؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوکر کہا، ''یا رسول اللہ ﷺ! مشرکین مجھے باہر جہاں کہیں دیکھتے ہیں آگ میں جلاتے ہیں۔ گھر میں میری مالکہ اُمّ انمار بھی سرخ سلاخوں سے میرے سر کو داغتی ہے۔ میں آپؐ سے التجا کرتا ہوں کہ میرے لئے دُعا فرمائیں!'' پھر اپنی پیٹھ اور سر کے زخموں کو دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ کو آپؓ کی اس حالت پر بہت رحم آیا، دین سے منحرف نہ ہونے کے لئے اُٹھائے اضطراب اور ڈھائے گئے ظلموں کی تاب نہ لا کر؛ ''یا ربیّ! حباب کی مدد کر!'' پکار اُٹھے اور دُعا

دینِ اسلام سے منکر ہو جا! ۔ ۔ ۔ لات اور عزیٰ کے بتوں پر ایمان لے آ!'' جبکہ حضرت بلال اس کے برعکس؛ ''اللہ ایک ہے! اللہ ایک ہے!'' کہہ کہہ کر اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔

اُمیہ بن حلف آپؓ کا یہ صبر دیکھ کر پاگل ہو جاتا، شکنجے کے طور پر کانٹوں پر گھسیٹتا اور آپؓ کے بدن کو زخمی کر ڈالتا۔ حضرت بلالؓ اپنے وجود سے بہتے خون کی پرواہ کئے بغیر؛ ''اے میرے اللہ! میں راضی ہوں اُس پر جو تیری جانب سے ہو۔ اے میرے اللہ! میں راضی ہوں اُس پر جو تیری جانب سے ہو۔'' کہہ کہہ کر اپنے ایمان پر قائم رہنے کا اعلان کرتے۔

حضرت بلالؓ اپنے ان حالات کو یوں بیان کرتے ہیں: ''وہ خبیث اُمیہ، مجھے دن کی گرمی میں باندھ کر، پھر رات کو بھی تکالیف دیتا۔ گرمی کا ایک دن تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح پھر اذیّت دینے لگا۔ اسلام سے منہ موڑنے کے لئے؛ ''ہمارے بتوں کی عبادت کر! محمدؐ کے اللہ سے انکار کر! انکار کر! انکار کر!'' کہتا رہا۔ جبکہ میں؛ ''اللہ ایک ہے! اللہ ایک ہے!'' کہتا رہا۔ اپنا غصہ نکالنے کے لئے، اُس دن ایک بہت بڑا پتھر لا کر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میں اس وقت بے ہوش ہوگیا۔ ہوش آنے پر میں نے دیکھا کہ میرے اوپر سے پتھر ہٹ چکا تھا اور سورج بادلوں کی اوڑھ میں آ چکا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے آپ سے کہا، ''اے بلالؓ! جنابِ حق کی جانب سے آنے والی ہر شے اچھی ہے، بہتر ہے۔''

اُمیہ بن حلف نے پھر ایک دن حضرت بلالؓ حبشی کو اذیت دینے کے لئے باہر نکالا۔ تمام کپڑے اُتروائے اور صرف ایک لنگوٹی کے ساتھ، جھلساتی ہوئی تپتی ریت پر لٹا کر آپؓ پر پتھر ڈال دیئے۔ مشرکین اکٹھے ہو کر آپؓ پر تشدد کرتے اور؛ ''اگر اپنے دین سے منکر نہ ہوئے تو تمہیں مار ڈالیں گے'' کہتے تھے۔ حضرت بلالؓ حبشی ان ناقابلِ برداشت شکنجوں کے باوجود؛ ''اللہ ایک ہے! اللہ ایک ہے!'' دُہراتے رہے۔ اس دوران رسول اللہ ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضرت بلالؓ حبشی کو اس حالت میں دیکھ کر بڑے دُکھی ہوئے اور فرمایا، **''اللہ تعالیٰ کا نام پکارنا ہی تمہیں نجات دلائے گا۔''**

رسول اللہ ﷺ گھر لوٹنے کے کچھ دیر بعد حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پاس تشریف لائے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ حبشی پر ڈھائے جانے والے ظلم اور شکنجوں کے متعلق بتایا اور فرمایا، **''مجھے بڑا دُکھ ہوا۔''**

حضرت ابوبکر صدیقؓ فوراً اُٹھے اور وہاں جا پہنچے اور مشرکین سے کہا، ''بلالؓ کے ساتھ یہ سب روا رکھنے سے تمہارے ہاتھ کیا آئے گا؟ اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔'' ''ہمیں دُنیا بھر کا سونا دے دو تب بھی اسے تمہارے ہاتھ نہ بیچیں گے، لیکن تمہارے غلام عامر کے ساتھ تبادلہ کر سکتے ہیں'' اُنہوں نے جواب دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کا غلام عامر، آپؓ کے تجارتی امور کی دیکھ بھال کرتا اور اچھی آمدن حاصل کرنے میں مددگار ہوتا تھا۔ اُس کے پاس اپنے شخصی مال کے علاوہ، آپؓ کی دس ہزار اشرفیاں بھی موجود تھیں۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے معاون کے طور پر آپؓ کے تمام امور سنبھالتا تھا۔ مگر کافر تھا اور کفر پر مُصر تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ''میں عامر کو اُس کے تمام مال اور پیسوں کے ساتھ، بلالؓ کے عوض آپ کو دیتا ہوں۔'' اُمیہ بن حلف اور دیگر مشرکین نے خوش ہو کر کہا ''ہم نے ابوبکرؓ کو چکمہ دے دیا۔''

حضرت ابوبکرؓ نے فوراً حضرت بلالؓ حبشی پر پڑے پتھروں کو ہٹا کر اُنہیں پاؤں پر کھڑا کیا۔ بلالؓ

گزرا تو اُس کے پیٹ کی جانب اشارہ کیا اور فرمایا، ''یا محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کے شر سے بچا لیا ہے۔ جلد ہی یہ سب ایک ایک بلا سے نبرد آزما ہوں گے۔''

ان میں سے عاص بن وائل کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ کتنا ہی علاج کروالیا مگر اس درد کا کوئی چارہ نہ بن پڑا۔ نہایت اُس کا پاؤں اونٹ کی گردن کی مانند سُوجھ گیا۔ ''محمدؐ کے اللہ نے مجھے مار ڈالا'' کہہ کہہ کر فریاد کرتا رہا اور اپنے کیفرکردار تک پہنچا۔ اسود بن مطلب کی آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ جبرائیلؑ نے اس کا سر درخت سے ٹکرا کر ہلاک کر دیا۔ اسود بن عبد یغوث، بادِ صموم نامی مقام پر گیا، وہاں اُس کا چہرہ اور وجود کالا سیاہ پڑ گیا۔ گھر واپس آیا تو کسی نے اُس کو نہ پہچانا اور دروازے سے بھگا دیا۔ اس قہر کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے گھر کے دروازے سے سر ٹکرا ٹکرا کر مر گیا۔ حارث بن قیس نے نمکین مچھلی کھا لی، حرارت میں یوں اضافہ ہوا کہ پانی پیتا جاتا تھا پر پیاس نہ بجھتی تھی۔ نہایت اپھرا سے مر گیا۔ ولید بن مغیرہ کی پنڈلی میں لوہے کا ٹکرا چُبھ گیا۔ اُس کا زخم ٹھیک نہ ہو سکا، خون بہت ضائع ہوگیا اور؛ ''محمدؐ کے اللہ نے مجھے مار ڈالا'' کہہ کہہ کر فریاد کرتا رہا اور تڑپ تڑپ کر جان دی۔ اس طرح ان سب نے اپنے کئے کا بدلہ پا لیا۔ اس کے علاوہ آیاتِ کریمہ میں مشرکین کا ابدی جہنم میں رہنا بھی بیان کر دیا گیا۔

ایک دن ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کی ملاقات حکم ابوالعاص سے ہوئی۔ علیحدہ ہونے کے بعد حکم نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ناک منہ چڑا کر، چہرہ بگاڑ بگاڑ کر اور وجود کو ہلا ہلا کر مذاق اُڑایا۔ رسول اللہ ﷺ نے نبوت کے نور سے حکم کی حرکات دیکھیں اور اُس کے لئے بد دعا فرمائی کہ وہ ایسا ہی ہو جائے، اُس کے وجود پر رعشہ طاری ہوگیا، تمام عمر ایسے ہی رہا۔

اصحابِ کرام پر ڈھائے جانے والے ظلم اور شکنجے

مشرکین صرف رسول اللہ ﷺ پر ہی ظلم نہیں ڈھاتے تھے۔ آپؐ کے عالیشان اصحاب بھی ان شکنجوں کا شکار ہوتے تھے۔ خاص طور پر اُن کی ترجیح وہ اصحاب ہوتے جو فقیر اور لاوارث تھے۔ بے خوفی کے ساتھ ایسا ظلم اور تشدد کرتے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو۔ ان اصحاب میں سے ایک حضرت بلال حبشیؓ تھے۔ اُمیہ بن خلف نامی مُشرک کے غلام حضرت بلالؓ، حضرت ابوبکرؓ کی وساطت سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اپنے بارہ غلاموں میں آپؓ کو سب سے زیادہ پسند کرنے کی وجہ سے اُمیہ نے اُنؓ کو بت خانے کا پہریدار مقرر کر رکھا تھا۔ حضرت بلالؓ نے مسلمان ہوتے ہی بت خانے کے تمام بتوں کو سجدہ کی حالت میں ڈال دیا۔ اُمیہ تک یہ بات پہنچی تو دہشت زدہ ہوگیا۔ آپؓ کو بلایا اور پوچھا، ''تم مسلمان ہو گئے ہو۔ محمدؐ کے رب کو سجدہ کرتے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟'' حضرت بلالؓ نے جواب دیا، ''ہاں۔ میں اُس اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہوں جو ربِ عظیم اور عالی شان ہے۔'' اس ناپسندیدہ جواب کے مقابل اُمیہ نے درحال شکنجے اور اذیتیں دینا شروع کر دیں۔ دوپہر کے وقت جب سورج عین سر پر چڑھ آتا، آپؓ کے ننگے بدن کو دھوپ سے تپے پتھروں سے داغتا۔ آتش کی مانند جھلتے کچھ پتھروں کو آپؓ کی پیٹھ پر، کچھ کو آپؓ کے پیٹ پر رکھنے کے بعد کہتا، ''

بڑھا۔ تمام مشرکین ہیجان کے ساتھ اُسے دیکھ رہے تھے۔ ابوجہل، رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ کر یکدم کانپنے لگا۔ وہ بڑا سا پتھر اُس کے ہاتھوں سے گر گیا، اُڑی رنگت کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔ مشرکین نے حیرت سے دریافت کیا، ''اے عمرو بن ہشام! بولو، کیا ہوا؟'' ابوجہل بولا، ''عین جب میں نے اُسے مارنے کے لئے پتھر اُٹھایا، میرے سامنے ایک سرکش اُونٹ آ گیا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں پوری زندگی میں ایسی لمبی ٹانگوں والا، تیز دانتوں والا، خوفناک اُونٹ نہ دیکھا نہ ہی سُنا ہے۔ اگر مزید قدم بڑھاتا، وہ مجھے ضرور مار ڈالتا۔''

ایسے ہی ایک دن ابوجہل نے مشرکین کو اکٹھا کیا اور پوچھا، ''کیا عبداللہ کا یتیم یہاں نماز پڑھتا اور اپنے ماتھے کو زمین پر رکھتا ہے؟ اُنہوں نے جواباً کہا، ''ہاں۔'' ڈانٹا ابوجہل اسی جواب کا منتظر تھا، وہ بولا، ''اگر اُسے ایسے کرتا دیکھوں تو اُس کا سر اپنے پاؤں تلے کچل دوں گا۔'' رسول اللہ ﷺ ایک دن کعبہ میں نماز کے لئے کھڑے تھے۔ ابوجہل اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اپنی جگہ سے اُٹھا اور رسول اللہ ﷺ کی جانب بڑھا۔ آپؐ کے بہت قریب پہنچ گیا۔ لیکن یکدم اپنے ہاتھ سے چہرے کو صاف کرتے ہوئے پیچھے کو بھاگنا شروع کر دیا۔ مشرکین نے اُس کے پاس آ کر پوچھا، ''کیا ہوا، کیا ہے یہ تیرا حال؟'' ابوجہل نے جواب دیا، ''ہمارے درمیان آگ کا ایک کنواں حائل ہو گیا۔ کچھ لوگوں کو میری طرف ہجوم کرتے دیکھ کر، میں واپس لوٹ آیا۔''

ولید بن مغیرہ، ابوجہل (عمرو بن ہشام)، اسود بن مطلب، اُمیہ بن خلف، اسود بن عبد یغوث، عاص بن وائل، حارث بن قیس جیسے سردارانِ قریش جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو استہزائیہ طور پر کہتے، ''یہ خود کو پیغمبر کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسؑ کے پاس جبرائیل آتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ اس بنا پر بہت دُکھی ہوتے۔ ایک دن جبرائیلؑ تشریف لائے اور بعض آیاتِ کریمہ کا نزول ہوا۔ ''اور بے شک (اے میرے رسول) مذاق اُڑایا جاتا رہا ہے بہت سے رسولوں کا تم سے پہلے بھی، لیکن مسلط ہو کر رہی ان لوگوں پر جنہوں نے مذاق اُڑایا تھا، اُن میں سے وہ حقیقت جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے (۵۹)۔

''یقیناً ہم کافی ہیں تمہاری طرف سے (خبر لینے کو) ان مذاق اُڑانے والوں کی۔ وہ (مذاق اُڑانے والے) جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے معبود، سوعنقریب اُنہیں معلوم ہو جائے گا۔ اور یقیناً ہمیں معلوم ہے کہ سخت کوفت ہوتی ہے تمہارے دل کو اُن باتوں سے جو یہ کہتے ہیں (۶۰)۔''

سلطانِ کائنات، ایک دن کعبہ معظمہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبرائیلؑ تشریف لائے اور فرمایا، ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اِن (مذاق اُڑانے والوں) کی خبر لوں۔'' تھوڑی دیر بعد ولید بن مغیرہ آپؐ کے سامنے سے گزرا۔ جبرائیلؑ نے دریافت کیا، ''یہ گزرنے والا شخص کیسا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا، ''وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بُرے بندوں میں سے ہے۔'' جبرائیلؑ نے ولید کی ٹانگ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، ''میں نے اس کی خبر لے لی۔'' کچھ دیر بعد عاص بن وائل گزرا تو اُس کے متعلق پوچھنے پر اور وہی جواب ملنے پر اُس کے پیر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا، ''میں نے اس کی بھی خبر لے لی۔'' اسود بن مطلب کے گزرنے پر اُس کی آنکھ، عبد یغوث کو دیکھ کر اُس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ حارث بن قیس

(۵۹) سورۃ الانعام، ۶/۱۰

(۶۰) سورۃ الحجر، ۱۵/۹۵-۹۷

کر دیا اور سجدے سے سر نہیں اُٹھایا۔ اس دوران اصحاب کرام میں سے عبداللہؓ بن مسعود نے آپؐ کی یہ حالت دیکھی۔ وہؓ اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ''رسول اللہﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر میری آنکھوں میں خون اُتر آیا، لیکن میرے پیچھے میرا کوئی قبیلہ نہ تھا جو مجھے مشرکین سے بچا سکتا۔ میں لاوارث تھا، کمزور تھا۔ اُس وقت بولنے کی بھی ہمت نہ تھی مجھ میں۔ وہیں کھڑے کھڑے انتظار کرتا رہا، رسول اللہﷺ کو اس حالت میں دیکھ کر بہت دُکھی تھا۔ کیا ہی ہوتا جو اُس وقت مجھ میں خود کو مشرکین سے بچانے کی قوّت ہوتی یا پھر میری حفاظت کرنے والا کوئی قبیلہ ہی ہوتا، رسول اللہﷺ کے شانوں پر پڑے بوجھ کو اُٹھا پھینک سکتا۔ میں اس حالت میں منتظر کھڑا تھا کہ لوگوں نے رسول اللہﷺ کی دختر حضرت فاطمہؓ کو خبر دی۔ اُس وقت فاطمہؓ چھوٹی تھیں۔ بھاگی بھاگی آئیں، اپنے والدؐ پر پڑے بوجھ کو دھکیل دیا۔ ایسا کرنے والوں کے لئے بددعا کی اور سخت الفاظ استعمال کئے۔ رسول اللہﷺ نے اپنی نماز کو ایسے ختم کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، پھر تین بار بددُعا فرمائی،

''اے میرے اللہ! قریش کے اس ٹولے کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! ابوجہل عمرو بن ہشام کو تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! عقبہ بن ربیعہ کو تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! شعبہ بن ربیعہ کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! عقبہ بن معاید کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! اُمیّہ بن خلف کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! ولید بن عتبہ کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں! اے میرے اللہ! عمارہ بن ولید کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں!'' اس بددُعا کو سنتے ہی مشرکین نے ہنسنا چھوڑ دیا اور ڈرنا شروع ہو گئے۔ کیونکہ وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ بیت اللہ میں کی گئی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ رسول اللہﷺ نے ابوجہل سے کہا، ''اللہ کی قسم! تم اِن حرکتوں سے باز آ جاؤ گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے سر پر ایک فلاکت نازل کر دے گا۔'' میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ، رسول اللہﷺ نے جن کو نام لے لے کر بددعا دی، میں اُن سب کو دیکھا کہ بدر کے محاربے میں وہ مارے گئے، زمین بوس ہوئے، گرمی سے بدبو پھیلاتی اُن کی لاشیں بدر کی گھاٹی میں بھری پڑی تھیں۔''

ایک دن ابوجہل نے بیت اللہ میں موجود قریش کے مشرکین سے مخاطب ہو کر کہا، ''اے اہل قریش! تم دیکھ رہے ہو کہ محمدؐ ہمارے دین کے عیب نکالنے، ہمارے بتوں اور اُن کی عبادت کرنے والے ہمارے آباؤ اجداد پر زبان درازی کرنے اور ہم کو بیوقوف کی نظر سے دیکھنے سے باز نہیں آ رہا۔ میں تم سب کے سامنے قسم کھاتا ہوں کہ، کل ایک ایسا پتھر جو مجھ سے آسانی سے اُٹھایا نہ جا سکے، لاکر عین اُس وقت جب محمدؐ نماز میں سجدہ کرے گا، اُس کے سر پر زور سے دے ماروں گا۔ تب تم چاہے مجھے عبدالمطلب کے بیٹوں سے بچاؤ یا نہ بچاؤ۔ اُس کو قتل کرنے کے بعد، اُس کے اقرباء جو چاہیں مجھے سزا دے لیں۔۔۔'' وہاں موجود مشرکین نے بھی اُسے اشتعال دیا، ''ہم بھی قسم کھاتے ہیں کہ ہم تمہاری حفاظت کریں گے، اور تم کو کسی کے حوالے نہ کریں گے۔ بس تم اُس کو قتل کر ڈالو!''

صبح سویرے ابوجہل، ہاتھوں میں ایک بڑا سا پتھر لئے کعبہ آن پہنچا۔ مشرکین کے پاس بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ رسول اللہﷺ معمول کے مطابق بیت اللہ تشریف لائے اور نماز پڑھنا شروع کی۔ ابوجہل اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنے ہاتھ میں اُٹھائے پتھر سے رسول اللہﷺ کے سر مبارک کو کچلنے کی نیت سے آپؐ کی جانب

کی قمیض پھاڑ دی اور حقارت کی ۔ اس پر رسولِ اکرم ﷺ نے، ''یا ربیّ! اس پر جانوروں میں سے ایک جانور مسلط فرما'' کہہ کر بددُعا فرمائی ۔ بد بخت عتیبہ نے یہ سب جا کر ابولہب سے بیان کیا ۔ ابولہب بولا، ''میں محمدؐ کی اُس بددعا سے ڈرتا ہوں جو اُس نے میرے بیٹے کے لئے کی ہے ۔''

چند دنوں کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے عتیبہ کو تجارت کی غرض سے شام بھیجا ۔ قافلے نے زرقا نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا ۔ ایک شیر نے اُن کے گرد گھومنا شروع کر دیا ۔ عتیبہ نے یہ حال دیکھتے ہی کہا، ''ہائے ہائے! میں قسم کھاتا ہوں، محمدؐ کی بددُعا قبول ہوگئی ۔ یہ شیر ضرور مجھے کھا جائے گا! خود خواہ مکہ میں ہے لیکن میرا قاتل وہی ہے ۔'' شیر کچھ دیر بعد اوجھل ہوگیا ۔ سب نے عتیبہ کو اُونچے مقام پر لٹایا ۔ شیر رات کو دوبارہ آیا ۔ قافلے کے تمام افراد کو ایک ایک کر کے سونگھتے ہوئے عتیبہ تک پہنچ گیا ۔ چھلانگ لگا کر اُس کا پیٹ چاک کر ڈالا، پھر سر کو پکڑ لیا اور بڑی بری شکل میں کاٹ کر اُس کا کام تمام کر ڈالا ۔ عتیبہ جان دیتے ہوئے چیخ چیخ کر فریاد کر رہا تھا: ''میں نے تم کو کہا نہیں تھا! محمدؐ انسانوں میں سب سے زیادہ سچا ہے؟'' ایک شیر کی طرف سے اپنے بیٹے کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی خبر سُن کر ابولہب نے روتے ہوئے کہا، ''میں نے بولا تھا نا؟ میں محمدؐ کی اُس بددعا سے ڈرتا ہوں جو اُس نے میرے بیٹے کے لئے کی ہے (۵۸) ۔''

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو ابدی سعادت کی طرف بلاتے، اللہ تعالیٰ کی موجودیت، وحدانیت کی دعوت دیتے، اُن کو جہنم سے بچانے کے لئے کوششیں کر رہے تھے ۔ جبکہ مشرکین: ''یہ ہمارے آباؤ اجداد کا دین ہے'' کہہ کر بت پرستی کو جاری رکھے ہوئے تھے ۔ پیغمبر ﷺ نے اُنہیں انسانیت کے ساتھ جینے، صاحب حیثیت اور صاحب شرف بننے، بے قدری سے نکل کر اعلیٰ اور عظمت کے مقامات پر پہنچنے کی دعوت دیتے تھے ۔ جبکہ وہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے تھے ۔ ابولہب، ان حقارت کرنے والے اور اذیّت دینے والوں میں سب سے آگے تھا ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا باقاعدہ تعاقب کرتا، انسانوں کو اس بات سے باز رکھنے کی کوشش کرتا کہ وہ آپؐ کی بات سُنیں، اُن کے ذہنوں میں شبہات پیدا کرنے میں جد و جہد کرتا رہتا تھا ۔ رسول اللہ ﷺ مجلسوں میں یا میلوں میں جب بھی انسانوں کو ''اے لوگو! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰہ، کہو کہ تمہاری نجات ہو جائے'' کہہ کر پکارتے، وہ فوراً پیچھے سے بول پڑتا، ''اے لوگو! یہ تم سے مخاطب ہونے والا میرا بھتیجا ہے ۔ قطعاً اُس کی باتوں پر یقین نہ کرنا ۔ اور اس سے دور ہی رہنا!''

رسول اللہ ﷺ ایک دن کعبہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے ۔ قریش کے سرداران میں سے ابو جہل، شعبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور عقبہ بن ابی معیط پر مشتمل سات مشرک افراد کا گروہ آکر، رسول اللہ ﷺ کے قریب آن بیٹھا ۔ پاس ہی ایک دن قبل قربان شدہ اُونٹ کی اوجھڑی اور آنتیں پڑی تھیں ۔ ذلیل ابوجہل نے اپنے ساتھ آئے لوگوں سے مخاطب ہو کر نہایت بُری تجویز پیش کی، ''تم میں سے کون ہے جو اس اوجھڑی کو اٹھائے اور محمدؐ جب سجدے کی حالت میں ہوں تو اُس کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دے ۔'' وہاں آنے والوں میں سب سے ظالم، غدار، بے رحم اور سب سے بڑھ کر بد بخت عقبہ بن ابی معیط فوراً اُٹھا اور بولا: ''میں کروں گا'' اور اوجھڑی اپنی تمام تر فضلات کے ساتھ، بحالتِ سجدہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک شانوں پر لا رکھی ۔ یہ منظر دیکھ کر مشرکین قہقہے لگا لگا کر ہنسنے لگے ۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا سجدہ طویل

(۵۸) ابن عساکر، تاریخ دمشق، XXXVIII، ۳۰۱

رات کو آپؐ کے گھر کے دروازے پر جانوروں کی اوجھڑی پھینک جاتے ۔ آپؐ کا چچا ابولہب صرف اسی پر اکتفا نہ کرتا ، اپنے ہمسائے عدی کے گھر کی چھت سے آپؐ پر پتھراؤ کرتا ۔ اُس کی بیوی اُمّ جمیل اُس سے کم نہ تھی ۔ کانٹے دار درختوں کی شاخیں اکٹھا کرتی اور اُس راستے میں بچھاتی جہاں سے رسول اللہ ﷺ گزرتے تھے تاکہ آپؐ کے پاؤں زخمی ہو جائیں ۔ ابولہب ایک دن گندگی رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے سامنے پھینک رہا تھا کہ اُسے حضرت حمزہؓ نے دیکھ لیا ۔ فوراً اپنے بھائی ابولہب کو پکڑا اور گندگی اُسی کے سر پر اُنڈیل دی ۔

ابولہب اور اُسکی بیوی کی ان اذیتوں کے بعد اُن کے بارے میں : '' **ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابو لہب کے اور نامراد ہو گیا وہ ۔ ۔ ۔** '' الفاظ سے شروع ہونے والی سورۃ لہب نازل ہوئی ۔

ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل ، اپنے متعلق سورت کے نزول کا سُن کر ، رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنے لگی ۔ آپؐ کے کعبہ میں موجود ہونے کا سُن کر ، ہاتھ میں ایک بڑا سا پتھر لئے وہاں پہنچی ۔ حضرت ابوبکرؓ ، اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے شرفیاب ہو رہے تھے ۔ امّ جمیل کو ہاتھ میں پتھر لئے آتے دیکھ کر بولے ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! اُمّ جمیل آ رہی ہے ۔ نہایت شریر عورت ہے ، ڈرتا ہوں کہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے ۔ آپؐ ایک طرف ہو جاتے تاکہ اُس کی اذیت سے بچے رہتے ۔ '' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ، '' **وہ مجھے نہیں دیکھ سکتی ۔** '' اُمّ جمیل حضرت ابوبکرؓ کے سر پر سوار ہو گئی اور نہایت گرے الفاظ استعمال کرتے ہوئے بولی ، '' اے ابوبکرؓ ! جلدی بتا تیرا وہ دوست کہاں ہے ! میرا اور میرے شوہر کی ہجو کرتا اور برا بھلا کہتا ہے ۔ وہ شاعر ہے تو میں بھی اور میرا شوہر بھی شاعر ہے ۔ لو میں بھی اُس کا مذاق اُڑاتی ہوں ۔ ہم اُس کی مخالفت کرتے ہیں ، اُسکی پیغمبری کا انکار کرتے ہیں ، اور اُس کے دین سے رضامند نہیں ۔ قسم کھاتی ہوں کہ اگر اُسے دیکھ لیتی ؛ یہ پتھر اُس کے سر پر دے مارتی ۔ ۔ ۔ '' حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا ، '' میرے آقاؐ شاعر نہیں ہیں اور نہ اُنہوں نے تمہاری کوئی ہجو ہی کی ہے ۔ '' اُمّ جمیل وہاں سے چلی گئی ۔

حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کی جانب مڑے اور سوال کیا ، '' یا رسول اللہ ﷺ ! کیا اُس نے آپ کو نہیں دیکھا ؟ '' آپؐ نے جواب دیا ، '' **وہ مجھے دیکھ نہیں سکی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی آنکھوں کی ایسی حالت کر دی کہ وہ مجھے دیکھ نہیں سکی (۵۷) ۔** ''

رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں میں سے حضرت اُمّ کلثومؓ کا ، ابولہب کے بیٹے عتیبہ کے ساتھ ؛ جبکہ حضرت رقیہؓ کا اُس کے دوسرے بیٹے عتبہ کے ساتھ رشتہ طے پا چکا تھا ، لیکن ابھی شادی نہیں ہوئی تھی ۔ سورۃ اللھب کے نزول کے بعد جہنمی ابولہب ، اُسکی بیوی اور قریشی سرداران نے عتبہ اور عتیبہ کو کہا ، '' اُسکی بیٹیوں کو لے کر تم نے اُس کا بوجھ کم کر دیا ہے ۔ اُسکی بیٹیوں کو طلاق دے دو ، تاکہ اُسکی زحمت میں اضافہ ہو ۔ تمہارے لئے قریش سے من چاہی لڑکی لے دیں گے ۔ '' اُنہوں نے قبول کر لیا اور کہنے لگے ، '' ٹھیک ہے طلاق دی ۔ '' ذلیل عتیبہ حد سے بڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں آ کر گستاخانہ شکل میں بولا ، '' اے محمدؐ ! میں نہ تمہیں مانتا ہوں نہ تمہارے دین کو ۔ تیری بیٹی کو بھی طلاق دیتا ہوں ۔ اب نہ تو مجھے چاہ ، نہ میں تمہیں ! نہ تو میرے پاس آ ، نہ میں تیرے پاس آؤں گا ! بعد میں رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرتے ہوئے آپؐ کی گردن دبوچ لی ۔ آپؐ

(۵۷) بیہقی ، دلائل النبوۃ ، II ، ۱۷۱ ؛ ابویعلی ، المسند ، I ، ۲۶، ۵۰ : V ، ۴۱۳ ؛ ابن عساکر ، تاریخ دمشق ، LXVII ، ۱۷۳ ؛ ہیثمی ، مجمع الزوائد ، VII ، ۵۳

کر رہے تھے، حقارت سے پیش آ رہے تھے۔ ''سب نے آپؓ کی والدہ اُمّ الخیر سے کہا، ''ذرا پوچھو! کیا کچھ کھانا پینا چاہتا ہے؟'' حضرت ابوبکرؓ میں ذرا طاقت نہ تھی اور نہ ہی کچھ کھانا یا پینا چاہتے تھے۔ سب کے چلے جانے کے بعد آپؓ کی والدہ نے پوچھا، ''کیا کھاؤ پیو گے؟'' آپؓ نے آنکھیں کھولیں اور سوال کیا، ''رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں، وہ کیا کر رہے ہیں؟'' والدہ نے جواب دیا، ''واللہ، تمہارے دوست کے متعلق مجھے کچھ خبر نہیں!'' حضرت ابوبکر نے کہا، ''خطاب کی بیٹی اُمّ جمیلؓ کے پاس جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق اُس سے دریافت کرو!''

اُمّ جمیلؓ حضرت عمرؓ کی بہن تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں۔ آپؓ کی والدہ اُمّ الخیر اُٹھیں اور اُمّ جمیلؓ کے پاس جا کر کہا، ''میرا بیٹا ابوبکرؓ تم سے محمدؐ کی بابت دریافت کر رہا ہے۔ وہ کس حال میں ہیں؟'' اُمّ جمیلؓ نے بھی جواب میں لاچاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا، ''مجھے نہ محمد ﷺ نہ ہی ابوبکرؓ کے بارے میں ہی کوئی معلومات ہے! اگر چاہو تو ہم دونوں جا کر معلوم کر لیتی ہیں۔'' اُمّ الخیر کے: ''ٹھیک ہے'' جواب پر، دونوں اُٹھیں اور ابوبکرؓ کے پاس آئیں۔ اُمّ جمیلؓ، حضرت ابوبکرؓ کو ایسی پریشان حالت میں، زخموں سے چُور دیکھ کر خود پر قابو نہ پا سکیں اور چلاّ اُٹھیں، ''تمہارے ساتھ یہ سلوک روا رکھنے والی، یقیناً سنگدل اور حد سے بڑھی ہوئی قوم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی ہوں وہ اُن سے اس کئے کا حساب لے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے اُمّ جمیلؓ سے دریافت کیا، ''رسول اللہ ﷺ کیا کر رہیں ہیں، کس حال میں ہیں؟'' اُمّ جمیلؓ نے آپؓ سے کہا، ''یہاں آپؐ کی والدہ موجود ہیں، وہ میری باتیں سُن لیں گی۔'' اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ''وہ تمہارے لئے بے ضرر ہے، راز کی بات کو نہیں پھیلاتی۔'' اُمّ جمیلؓ نے بتایا، ''وہؐ زندہ ہیں اور اچھے ہیں۔'' آپؓ نے دوبارہ پوچھا، ''وہؐ اب کہاں ہیں؟'' اُمّ جمیلؓ نے جواب دیا، ''ارقمؓ کے گھر پر ہیں۔'' حضرت ابوبکرؓ بولے، ''واللہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر جب تک اُنہیں دیکھ نہ لوں، نہ کھاؤں گا نہ ہی کچھ پیوں گا!'' آپؓ کی والدہ نے کہا، ''ابھی تم انتظار کرو، سب لوگوں کو سو جانے دو!'' سب کے سونے کے بعد، جب ہر طرف تنہائی چھا گئی حضرت ابوبکرؓ اپنی والدہ اور اُمّ جمیلؓ کا سہارا لے کر، آہستہ آہستہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچے۔ آپؐ کو لپٹ کر بوسہ لیا۔ مسلمان برادران سے گلے ملے۔ حضرت ابوبکرؓ کی اس حالت نے رسول اللہ ﷺ کو بہت دُکھی کیا۔ حضرت ابوبکرؓ یوں گویا ہوئے: ''یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا! اُس سنگدل آدمی کی طرف سے زمین پر گھسیٹے جانے کی وجہ سے میرے مسخ شدہ چہرے اور آنکھوں کے علاوہ مجھے کوئی اور دُکھ نہیں! یہ میرے ساتھ، مجھے اس دُنیا میں لانے والی میرے والدہ سلمیٰ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپؐ اس کے لئے دُعا فرمائیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی حرمت میں اسے جہنم کی آگ سے بچا لے۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے سلمیٰ کے مسلمان ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔ رسول اللہ ﷺ کی دُعا قبول ہوگئی۔ اس طرح اُمّ الخیرؓ نے ہدایت پائی اور مسلمان ہو کر اوّلین مسلمانوں میں شمار ہونے کا شرف پایا۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کا گھر ابولہب اور عقبہ بن معیط نامی دو سنگدل مشرک اشخاص کے گھروں کے بیچ واقع تھا۔ ان دونوں کو جب بھی فرصت ملتی رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے ذرا بھی نہ چُوکتے تھے۔ حتیٰ

اذیت، شکنجے اور ظلم

قریش کے سردار مشرکین جب بھی رسول اللہ ﷺ کو اکیلا دیکھتے، آپؐ پر حملہ کرتے، حقارت کرتے حتیٰ کہ آپؐ کو پیٹنے کے درپے ہو جاتے۔ آپؐ کے اصحاب کرام پر سختیاں کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ ایک دن قریش کے سردار مشرکین کعبہ شریف کے پاس بیٹھے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بات کرنے لگے: ''ہم نے جتنا تحمل اُس کے لئے دکھایا ہے، آج تک کسی اور چیز کے لئے نہیں دکھایا۔ ہم کو بدکار کہتا ہے، ہمارے معبودوں کو بُرا کہتا ہے، ہمارے دین کے عیب نکالتا ہے، ہماری جمعیت کو اُسؐ نے بانٹ کے رکھ دیا ہے، اس کے باوجود صبر کر کے اُسے کچھ نہیں کہتے ہیں۔'' اس اثناء میں حبیب اکرم ﷺ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ آپؐ نے حجرِ اسود کو چوما اور طواف کرنا شروع کر دیا۔ اُن کے پاس سے گزرتے ہوئے، مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو حقارت وارانہ الفاظ کہنا شروع کر دیئے۔ رسول اللہ ﷺ کو بہت دُکھ ہوا لیکن کچھ کہے بغیر اپنا طواف جاری رکھا۔ تیسری بار اُن کے پاس سے گزرتے ہوئے رُک کر بولے، **''اے قریش! میری بات سنو! اُس اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں جس کے یدِ قدرت میں میری جان ہے، اُس نے مجھے خبر دی ہے کہ تم لوگ پریشان ہو جاؤ گے۔۔۔''** اس پر وہاں موجود مشرکین حیرانگی سے منجمد ہو کر رہ گئے اور سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کریں۔ ایک لفظ بھی کہہ نہ پائے۔ صرف ابوجہل رسول اللہ ﷺ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور: ''اے ابولقاسم! تم اجنبی نہیں ہو۔ ہماری اس بیہودہ حرکت کو مت دیکھو، اپنی عبادت کو جاری رکھو۔ تم ایسے جاہل نہیں ہو کہ ہماری بات پر کان دھرو'' کہہ کر منت سماجت کرنے لگا۔ اس پر محمد ﷺ وہاں سے چلے گئے۔

اگلے روز مشرکین پھر اُسی جگہ اکٹھے ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے۔ مشرکوں نے فوراً اللہ کے پیغمبر ﷺ پر حملہ کر دیا۔ اُن میں سے سب سے بڑے بد بخت عقبہ بن معیط نے رسول اللہ ﷺ کی مبارک گردن کو پکڑ لیا۔ اس قدر دبایا کہ سانس لینا دشوار ہو گیا۔ اس اثناء میں حضرت ابوبکرؓ وہاں پہنچے اور: ''کیا تم اُس شخص کو مارو گے جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟ جو رب العالمین کی آیت لایا۔۔۔'' کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے لئے درمیان میں کود پڑے۔ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ابوبکر صدیقؓ پر دھاوا بول دیا۔ آپؓ کے سرِ مبارک پر مکے اور گھونسوں کی بارش کر دی۔ عتبہ بن ربیعہ نامی بد بخت حضرت ابوبکرؓ کے مبارک چہرے پر جوتے سے مار رہا تھا، جس کی وجہ سے آپؓ کا چہرہ خون سے لتھڑ گیا۔ آپؓ کا چہرہ پہچانا نہ جاتا تھا۔ بنی تیم کے لوگ بروقت پہنچ کر علیحدہ نہ کرتے تو وہ آپؓ کو مرتے دم تک مارتے ہی رہتے۔ قبیلے کے لوگ بے حال و پریشان حضرت ابوبکرؓ کو ایک چادر میں ڈال کر آپؓ کے گھر لے گئے۔ اس کے فوراً بعد کعبہ لوٹ کر اعلان کیا: ''اگر ابوبکرؓ مر گیا، تو ہم قسم کھاتے ہیں کہ عتبہ کو جان سے مار ڈالیں گے!'' پھر واپس ابوبکرؓ کے پاس چلے گئے (۵۶)۔

حضرت ابوبکرؓ بڑی دیر تک خود کو سنبھال نہیں پائے۔ آپؓ کے والد اور بنی تیم والوں نے ہوش میں لانے کی بڑی کوششیں کی۔ لیکن شام کے قریب جا کر کہیں ہوش آیا۔ آنکھیں کھولتے ہی نحیف آواز کے ساتھ صرف اتنا ہی کہہ سکے، ''رسول اللہ ﷺ کیا کر رہیں ہیں؟ وہ کس حال میں ہیں؟ وہ اُن سے بدزبانی

(۵۶) طبری، تاریخ، II، ۳۳۲-۳۳۳

ہاتھ پر رکھ دیں (یعنی کسی بھی چیز کا وعدہ بھی کر لیں) تو بھی میں اس دین سے اور انسانوں کو اس کی تبلیغ کرنے سے ہرگز باز نہ آؤں گا۔ یا اللہ تعالیٰ اس دین کو سارے جہان میں پھیلائے گا، میرا وظیفہ ختم ہو جائے گا؛ یا اس راہ میں اپنی جان فدا کر دوں گا۔'' اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ کی مبارک آنکھیں اشکبار تھیں۔

ابو طالب: رسول اللہ ﷺ کو دُکھی دیکھ کر اپنے الفاظ پر بہت پشیمان ہوئے اور آپ کو گلے لگا کر بولے، '' اے میرے بھائی کے بیٹے! اپنی راہ پر قائم رہ، جو تیرے دل میں آئے وہ کر۔ تادمِ حیات میں تمہیں اپنی حمایت میں لے کر تمہاری حفاظت کروں گا (۵۴)۔''

مشرکین کے دس رہنماؤں نے جب دیکھا کہ ابو طالب نے حضرت محمد ﷺ کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے تو عمارہ بن ولید کو اپنے ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس گئے اور اُن کو ایک ناقابل قبول پیشکش کی: '' اے ابو طالب! تم جانتے ہو کہ یہ عمارہ ہے، مکہ کے نوجوانوں میں سب سے حسین، سب سے قوی، سب سے زیادہ با اخلاق ہے۔ اور شاعر بھی ہے۔ ہم اسے تم کو دیتے ہیں، اس سے اپنے کام کر وا۔ عمارہ کے عوض ہمیں محمدؐ دے دو کہ ہم اُسے مار ڈالیں۔ تم کو آدمی کے بدلے آدمی! اب اور کیا چاہتے ہو!''
ابو طالب ان الفاظ پر شدید غصہ میں آ گئے اور بولے، '' تم، پہلے اپنے بیٹوں کو میرے حوالے کر و کہ میں اُن کو مار ڈالوں۔ اس کے بعد میں اپنے بھتیجے کو تمہیں دوں۔'' مشرکین بات کی اہمیت کو سمجھ کر یوں بولے: '' ہمارے بیٹے تو وہ کچھ نہیں کرتے جو وہؐ کرتا ہے۔ ۔ ۔'' ابو طالب نے کہا، '' میں قسم کھاتا ہوں کہ میرا بھتیجا تم سب کے بیٹوں سے زیادہ افضل ہے۔ اچھا تو تم اپنا بیٹا مجھے دے کر اُس کی دیکھ بھال کر واؤ گے، میرا جگر پارہ مجھ سے لے کر اُسے مار ڈالو گے! ۔ ۔ ۔ اُونٹنی بھی اپنے بچے پر کسی کو ترجیح نہیں دیتی اور اُسکی خاطر کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتی۔ یہ بات عقل ومنطق سے بعید ہے۔ اب بات حد سے نکل چکی ہے۔ جو میرے جگر پارے محمدؐ کا دُشمن ہے میں اُس کا دُشمن ہوں۔ یہ سمجھ رکھو اور کر ڈالو جو تم کر سکتے ہو! (۵۵)''
مشرکین طیش میں اُٹھ کر چلے گئے۔ ابو طالب نے فوراً بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو اکٹھا کیا۔ اُن کو حالات سے آگاہ کیا اور اُنہیں آمادہ کیا کہ وہ محمد ﷺ کی مدد کریں۔ جو رسول اللہ ﷺ کے قتل کے لئے ہاتھ اُٹھائے اُس کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ اس معاملے میں ابولہب کے سوا سب کا اتفاق ہو گیا۔ ابو طالب اُن سے کہا، '' اے بہادرو! کل تم سب اپنی کمروں پر تلواریں باندھ کر میرے ساتھ نکلنا۔'' اگلے روز ابو طالب رسول اللہ ﷺ کے گھر گئے۔ پھر سب حرم شریف کی جانب چل پڑے۔ بنی ہاشم کے جوان اُن کی پیروی کر رہے تھے۔ کعبہ پہنچ کر مشرکین کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ ابو طالب مشرکین سے یوں مخاطب ہوئے:
'' اے قریش والو! میں نے سنا ہے کہ تم نے میرے بھائی کے بیٹے محمد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ میرے پیچھے کھڑے نوجوان، جن کے ہاتھ تلواروں کے قبضوں پر ہیں میرے اشارے کے منتظر ہیں؟ میں قسم کھاتا ہوں کہ تم نے اگر محمدؐ کو قتل کیا، تم میں سے کسی ایک کو زندہ نہ رہنے دوں گا! ۔ ۔ ۔'' اس کے بعد ایسے اشعار پڑھنا شروع کر دیئے جن میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی تھی۔ وہاں موجود مشرکین جن میں ابوجہل بھی تھا، منتشر ہو گئے۔

---

(۵۴) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۱۳۵؛ طبری، تاریخ، II، ۳۲۷-۳۲۶
(۵۵) ابن سعد، الطبقات، I، ۱۳۵-۱۳۴؛ طبری، تاریخ، II، ۳۲۷-۳۲۶

رسول ہوں ۔ اگر تم اس پر ایمان لے آؤ تو جنت میں جاؤ گے ۔ جب تک تم ''لا اِلہٰ الا اللہ'' نہ کہو گے ، میں تم کو نہ دنیا میں نہ ہی آخرت میں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہوں ۔'' وہاں پر جمع قبائل میں سے ابولہب نے زمین پر پڑا ایک پتھر اُٹھایا اور رسول اللہ ﷺ پر پھینکتے ہوئے چلایا ، '' کیا تم نے ہمیں اس لئے اکھٹا کیا تھا ؟'' دیگر لوگوں نے ایسی کوئی مخالفت نہ دکھائی ، آپس میں بات چیت کرتے ہوئے چلے گئے (۵۲) ۔

سُورج میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں تو بھی ! ۔ ۔

رسول اللہ ﷺ ان دعوتوں کے بعد جہاں بھی کسی شخص کو یا کسی گروہ کو دیکھتے ، اُنہیں اسلام کے بارے میں بتاتے ۔ آپ ؐ اُنہیں بتاتے کہ حقیقی نجات ؛ نفس کی بات نہ ماننے ،ظلم ،حق تلفی اور ہر قسم کے برے اعمال سے دور رہنے میں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے ممکن ہے ۔ اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے والے ، کمزوروں پر ظلم روا رکھنے والے اور بدکرداری میں حد سے بڑھے لوگوں نے شدت سے مخالفت کی ۔ ان تمام برائیوں کو ختم ہوتے دیکھ کر اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا انکار کیا ۔ وہ آپ ؐ کے اور ایمان لانے والوں کے دُشمن بن گئے ۔

مشرکین پہلے مذاق اُڑاتے رہے ۔ پھر دباؤ اور شکنجوں پر اُتر آئے ۔ مومنین کو دبانے اور اسلام کے دعوے کو ختم کر دینا چاہتے تھے ۔ ان کی رہنمائی کرنے والوں میں ابوجہل ، عتبہ ، شعبہ ، ابولہب ، عقبہ بن معیط ، عاص بن وائل ، اسود بن مطلب ، اسود بن عبد یغوث اور ولید بن مغیرہ ۔ ۔ ۔ تھے ۔

ایک دن عتبہ ، شعبہ اور ابوجہل نے ابوطالب سے کہا ، '' تم ہمارے بڑے ہو ۔ ہم نے ہمیشہ تمہاری عزت کی ہے ، حُرمت کی ہے ۔ اب تمہارے بھائی کے بیٹے نے ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے ۔ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہہ کر ہمیں کافر گردانتا ہے ۔ تم اُس کو نصیحت کرو ۔ اُسے اس کام سے منع کرو ۔ اگر وہ باز نہ آیا ، تو ہم جانتے ہیں پھر اُس کے ساتھ ہمیں کیا سلوک کرنا ہوگا ۔ ۔ ۔'' ابوطالب نے اُنہیں ٹھنڈا کر کے واپس بھیج دیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر نہ کیا تاکہ آپ ؐ دُکھی نہ ہوں ۔ مشرکین کچھ مدت بعد پھر اکٹھے ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے : '' اس سے پہلے بھی تمہارے پاس آ کر ہم نے حالات بیان کئے تھے ۔ تم نے ہماری بات کی پرواہ نہیں کی ۔ وہ ابھی تک ہمارے بتوں کو برا بھلا کہہ رہا ہے ۔ اب ہم اور صبر نہیں کر سکتے ۔ اپنے خون کے آخری قطرے تک ہم تم دونوں سے لڑیں گے ۔ مکہ میں اب یا وہ رہے گا یا ہم ۔'' ابوطالب نے اُن کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی لیکن اب اُن کا اصرار ضد کی حد تک بڑھ چکا تھا (۵۳) ۔

ابوطالب ؛ گو رسول اللہ ﷺ کو دُکھی کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن اس کے ساتھ اُنہیں اپنی قوم کے ساتھ دشمنی مول لینے بھی کوئی آرزو نہ تھی ۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا ، '' اے محمدؐ ! ساری قوم تمہارے خلاف ایک ہوگئی ہے اور میرے پاس تمہاری شکایت کے لئے آئے ہیں ۔ اقرباء کے مابین دشمنی اچھی نہیں ۔ وہ نہیں چاہتے کہ تم اُنہیں کافر اور غلط راستے پر چلنے والا کہو ۔'' اس کے جواب میں حبیب اکرم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا : '' اے میرے چچا ! یہ جان لو کہ وہ اگر ، سورج کو میرے دائیں ، چاند کو میرے بائیں

(۵۲) ابن اسحاق ، السیرۃ ، ص ، ۱۹۱ ـ ۱۸۸ ؛ ابن سعد ، الطبقات ، ۱ ، ۱۳۳ ؛ طبری ، تاریخ ، II ، ۳۱۹ ؛ ابن کثیر ، البدایۃ ، III ، ۴۱ ـ ۳۸

(۵۳) طبری ، تاریخ ، II ، ۳۲۲ ؛ یعقوبی ، تاریخ ، II ، ۲۰ ـ ۱۹

بعثت کے چوتھے سال میں سورۃ حجر کی ۹۴ ویں آیتِ کریمہ کا نزول ہوا۔'' سو (اے میرے حبیبؐ!) ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دو اُن باتوں کا جن کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اور پرواہ نہ کرو مشرکوں کی۔'' الٰہی امر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اہلِ مکہ کو کھل کر دعوتِ اسلام دینا شروع کر دی۔ ایک دن صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یوں مخاطب ہوئے: ''اے اہلِ قریش! یہاں اکٹھے ہو کر میری بات سنو!'' قبائل کو اکٹھا کرنے کے بعد یوں گویا ہوئے: ''اے میری قوم! آپ نے کبھی مجھے جھوٹ بولتے سنا؟'' سب نے یک زبان جواب دیا، ''نہیں، کبھی نہیں سنا۔'' پھر آپؐ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا، ''اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبری احسان فرمائی ہے اور مجھے آپ پر پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' اُس کے بعد آپؐ نے سورۃ اعراف کی ۱۵۸ ویں آیت کریمہ پڑھی۔'' (اے میرے حبیب!) کہہ دو: اے انسانو! بے شک میں رسول ہوں اللہ کا (بھیجا گیا ہوں) تم سب کی طرف (اللہ وہ ہے) جسے زیب دیتی ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے وہ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔۔۔ آپ کو سننے والوں میں موجود آپؐ کا چچا ابولہب، غصہ میں اور کافرانہ طرز کو برقرار رکھتے ہوئے دھاڑا: ''میرے بھائی کا بیٹا دیوانہ ہو گیا ہے! ایسے شخص کی بات مت سنو جو ہمارے بتوں کی پرستش نہ کرے اور جو ہمارے دین سے ہٹ گیا ہو۔'' وہاں آئے سب لوگ چلے گئے اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے سچے، اعلیٰ اخلاق کے مالک ہونے پر یقین رکھنے کے باوجود اُنہوں نے منہ موڑ لیا اور دشمن بن گئے۔

پھر ایک دن اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہ: ''بیان کر دو اُن باتوں کو (امر اور نہی) جن کا تمہیں حکم دیا گیا'' آپؐ دوبارہ صفا کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ بلند اور گرجتے ہوئے آواز دی، ''یا صباحا! آؤ، یہاں جمع ہو جاؤ، تمہارے لئے ایک اہم خبر لایا ہوں (۵۱)۔'' اس دعوت پر قبائل دوڑتے ہوئے آن پہنچے۔ حیرت اور تجسس کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ جو نہیں آئے اپنے آدمی بھیج کر معلوم کرنا چاہا کہ اس مجمع کا مقصد کیا ہے؟ آنے والوں میں سے ایک گروہ نے پوچھا، ''اے محمدؐ الامین! ہمیں یہاں کیوں اکٹھا کیا، ہمیں کیا خبر دینا چاہتے ہو؟'' رسول اللہ ﷺ نے: ''اے قریشی قبیلو!'' کہہ کر اپنا خطاب شروع کیا۔ سب بڑے انہماک کے ساتھ سُن رہے تھے۔'' میرا اور آپ کا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص؛ کسی دشمن کو دیکھ کر، اپنے گھر والوں کو خبر دینے کے لئے بھاگے کہ کہیں دُشمن اُس سے پہلے گھر والوں تک پہنچ کر نقصان نہ پہنچا دے، اسی ڈر سے وہ یا صباحا! (دُشمن آن پہنچے، اُس نے ہمیں گھیر لیا! صبح ہونے کو ہے، فوراً لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ!) کہہ کہہ کر چلاتا ہے۔ اے اہلِ قریش! میں اگر تم سے کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک دُشمن لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو ہے، کیا تم میرا اعتبار کرو گے؟'' سب نے کہا، ''ہاں اعتبار کریں گے۔ کیونکہ ہم نے تمہیں سچ کے سوا کچھ کہتے کبھی نہیں دیکھا!۔۔۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے قریشی قبائل کو اُن کے ناموں سے پکارا اور کہا، ''اے بنی ہاشم! اے بنو عبد مناف! اے آل عبد المطلب! میں آپ کو اُس شدید عذاب کی خبر دینے کے لئے بھیجا گیا ہوں جو بلا شبہ آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب ترین اقرباء کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ ''لاالٰہ الااللّٰہ وَحدَہٗ لا شَرِیکَ لہٗ'' کہہ کر ایمان لے آؤ۔ میں اُس کا بندہ اور

(۵۱) بخاری، تفسیر، ۴: تفسیر القرآن، ۹۱

ڈرایا، وہ آپ ہیں۔''

ابوطالب، آپؐ کے یہ الفاظ سننے کے بعد یوں گویا ہوئے، ''اے محترم بھتیجے! تمہاری مدد کرنے سے زیادہ بہتر کام میرے لئے اور کچھ نہیں۔ ہم نے تمہاری نصیحتوں پر کان دھر کر قبول کیا، تمہارے الفاظ کی دل و جان سے تصدیق کرتے ہیں۔ اس وقت جو یہاں اکٹھے ہیں، سب عبدالمطلب کی اولاد ہیں۔ یقیناً میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ تم جس چیز کی خواہش کرو، اُسے پانے کے لئے ان سب سے پہلے میں دوڑوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو اپنے گھیرے میں لوں گا، تمہیں بچانے میں ایک پل بھی پیچھے نہ رہوں گا۔ تم کو جس چیز کا حکم دیا گیا ہے، اُسے جاری رکھو۔ لیکن، اپنے پرانے دین سے پھر جانے سے متعلق، میں نے اپنے نفس کو سر جھکاتے نہیں پایا۔''

ابولہب کے علاوہ، وہاں موجود اقرباء اور سب چچاؤں نے نرمی سے بات کی۔ لیکن ابولہب تحدیدوارانہ لہجے میں بولا، ''اے آلِ عبدالمطلب! اس سے پہلے کہ دوسرے لوگ اُس کو ہاتھ سے پکڑ کے روکیں، اِسے تم روک دو۔ اگر آج اس کی باتوں کو قبول کرو گے، ذلت و حقارت کا سامنا کرو گے۔ اسے بچانے کی کوشش کرو گے تو تم سب مار دیئے جاؤ گے۔۔۔'' ابولہب کو جواب، رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی نے دیا، ''اے میرے بھائی! اپنے بھائی کے بیٹے اور اس کے دین کو بے مدد چھوڑنا، تمہیں زیب دیتا ہے کیا؟ واللہ وہ عالم آج بھی زندہ ہیں جو کہتے ہیں کہ عبدالمطلب کی نسل سے ایک پیغمبر کی بعث ہوگی۔ تو یہ رہا وہ پیغمبر۔''

ابولہب نے اِن الفاظ کے بدلے میں اپنی بدزبانی جاری رکھی۔ ابوطالب نے، ابولہب کو غصہ میں کہا، ''اے ڈرپوک! واللہ ہم رہی زندگی تک، اُس کی مدد کریں گے اور اُسے بچائیں گے۔'' پھر محمد ﷺ کی جانب مڑ کر یوں گویا ہوئے، ''اے میرے بھائی کے بیٹے! انسانوں کو اپنے رب کی دعوت دیتے وقت ہمیں بتا دو، اسلحہ لئے تمہارے ساتھ نکلیں گے۔'' اس کے بعد، فخرِ کائنات ﷺ نے دوبارہ بات شروع کی، ''اے آلِ عبدالمطلب! جو چیز (یعنی یہ دین) میں آپ کے لئے لایا ہوں، آپ کی دنیا اور آخرت کے لئے ایسی بہترین چیز ہے جو اللہ کی قسم، عربوں میں کوئی اپنی قوم کے لئے نہیں لایا۔ میں آپ کو، نہایت آسان، میزان پر وزنی دو کلمے کہنے کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ آپ؛ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور مجھے اُس کا بندہ اور رسول ہونے پر شہادت دیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کی دعوت دوں۔ تو آپ میں سے کون میری اس دعوت کو قبول کرے گا اور اس راہ میں میرا مددگار رہے گا؟'' کسی نے آواز نہ نکالی، اپنے سروں کو جھکا لیا، رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ ہر بار حضرت علیؓ کھڑے ہو جاتے تھے۔ تیسری بار بول اُٹھے، ''یا رسول اللہ ﷺ! میں ان میں عمر میں کتنا بھی چھوٹا کیوں نہ ہوں، میں آپؐ کی مدد کروں گا۔'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ دیگر تمام لوگ اس پر حیرت زدہ تھے۔

حبیب اللہ ﷺ اپنے اقرباء کے اس رویہ سے بہت دُکھی ہوئے۔ لیکن بغیر ہمت ہارے اُنہیں جہنم کے عذاب سے نجات، سعادت مندی کی دعوت دینا جاری رکھی۔

انسان آہستہ آہستہ، ایک ایک دو دو کی شکل میں مسلمان ہو رہے تھے۔ اس دور میں مسلمانوں کی تعداد صرف تیس تک پہنچ پائی تھی۔ وہ بھی اپنی عبادت اپنے گھروں میں ادا کرتے اور قرآن کریم کی آیات جو نازل ہوتیں اُنہیں چھپ چھپ کر یاد کر لیتے تھے۔

قریبی اقرباء کو دعوت

رسول اللہ ﷺ نے سورۃ مدثر کے نزول کے بعد انسانوں کو دینِ اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ یہ دعوت خفیہ طور پر جاری رکھی۔ کچھ مدت بعد؛ ''اور متنبہ کرو (اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرا کر) اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کو (۵۰)۔'' آیت کا نزول ہوا۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ نے دین کی دعوت کے مقصد سے حضرت علیؓ کو بھیج کر اقرباء کو ابو طالب کے گھر آنے کی دعوت دی۔ سب کے سامنے ایک شخص کے کافی مقدار میں کھانا اور ایک پیالہ دودھ پیش کیا، پہلے بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا اور مدعو اقرباء کو کہا، ''نوش فرمایئے۔'' آنے والوں کی تعداد چالیس تھی لیکن پیش کیا جانے والا کھانا سب کے لئے کافی ہوا اور ذرا بھی کمی نہ آئی۔ مسافر اس معجزے پر حیران ہو گئے۔ کھانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے اقرباء کو اسلام کی دعوت دینے ہی والے تھے کہ آپؐ کے چچا ابولہب نے دشمنی دکھاتے ہوئے؛ ''ہم نے آج کی طرح کا جادو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کے رشتہ دار نے آپ کو جادو سے مسحور کر دیا ہے۔ اے میرے بھائی کے بیٹے! میں نے کبھی ایسی برائی اور شر لانے والا کوئی نہیں دیکھا جیسی تم لائے ہو'' حقارت وارانہ الفاظ ادا کئے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی ابولہب کو جواباً کہا، ''تم نے بھی میرے ساتھ وہ برائی کی ہے جو قریش اور عرب کے تمام قبائل مل کر بھی نہ کر سکیں۔'' اُن میں سے کوئی بھی مسلمان ہوئے بغیر لوٹ گئے۔ اس واقعہ سے کچھ مدت بعد آپؐ نے اقرباء کو ایک بار پھر سے دعوت دی۔ حضرت علیؓ نے سب کو بلایا۔ پہلے کی طرح اُن کے سامنے کھانا پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ کھانے کے بعد کھڑے ہو گئے اور یوں خطاب فرمایا، ''حمد صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے۔ میں مدد صرف اُسی سے چاہتا ہوں۔ اُس پر ایمان رکھتا ہوں، اُسی کا سہارا لیتا ہوں۔ کسی بھی شبہ کے بغیر یہ مانتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے۔ کوئی اُس جیسا نہیں اور کوئی اُس کا شریک نہیں۔'' اس کے بعد آپؐ نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ''میں آپ سے قطعاً جھوٹ نہیں بول رہا اور سچ بیان کر رہا ہوں۔۔۔ میں آپ کو اُس اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہوں جو ایک ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اُس کی طرف سے آپ کے اور تمام انسانیت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ واللہ، آپ ویسے ہی مر جائیں گے، جیسے آپ کو نیند آ جاتی ہے اور نیند سے جاگنے کی مانند آپ کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، تب اپنے تمام اعمال کی بابت آپ سے پوچھا جائے گا، نیکی کے بدلے مکافات، بدی کے بدلے آپ کو سزا دی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا ابدی طور پر جنت میں، یا ابدی طور پر جہنم میں رہنا ہوگا۔ انسانوں میں سے، جن کو میں نے سب سے پہلے آخرت کے عذاب سے

---

(۵۰) سورۃ الشعراء، ۲۶/۲۱۴

ﷺ کے حضور میں آ کر: ''یا رسولؐ اللہ! مجھے اسلام سکھائیں'' کہا اور مسلمان ہو گئے (۴۷)۔ حضرت علیؓ تیسرے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خاطر اُن کی فداکاری اور آپؐ کو اپنی ذات پر ترجیح دینا ہر قسم کی تقدیر کے شایانِ شان ہے۔

زید بن حارثہؓ بھی پہلے مسلمانوں میں سے تھے۔ اُنہیں؛ حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ کے بعد چوتھے، آزاد شدہ غلاموں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا (۴۸)۔ اُن کے ساتھ اُن کی زوجہ اُمّ ایمن بھی مسلمان ہوئیں۔ حضرت ابوبکرؓ مسلمان ہونے کے فوراً بعد اپنے قریبی دوستوں کے پاس گئے اور اُنہیں بھی مسلمان ہو جانے کے لئے راضی کر لیا۔ ان اصحاب کرام میں؛ عثمانؓ بن عفان، طلحہؓ بن عبیداللہ، زبیرؓ بن عوام، عبدالرحمانؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص جیسی وہ بڑی بڑی شخصیات شامل ہیں جو اپنی قوم میں بڑے مقام کی حامل تھیں (۴۹)۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مسلمان ہونے والی ان آٹھ شخصیات کو سابقونِ اسلام یعنی پہلے مسلمان کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ اپنے مسلمان ہونے کے متعلق یوں بیان فرماتے ہیں، ''میری ایک خالہ کاہنہ تھی۔ ایک دن میں نے اس کی زیارت کی۔ اُس نے مجھ سے کہا، ''تمہیں ایک خاتون نصیب ہو گی۔ لیکن نہ تم نے اُس سے پہلے کسی خاتون کو دیکھا ہو گا نہ ہی اُس نے تم سے پہلے کسی مرد کو دیکھا ہو گا۔ وہ، خوبصورت چہرے والی، ایک زاہدہ خاتون ہو گی اور ضرور وہ کسی پیغمبر کی بیٹی ہو گی۔'' مجھے اپنی خالہ کے الفاظ پر بڑی حیرت ہوئی۔ اُس نے پھر کہا، ''ایک پیغمبر آ گیا ہے۔ اُسے آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے۔'' میں نے کہا کہ: ''اے خالہ! ایسی کوئی بات شہر میں دیکھی نہ ہی سنی گئی۔ اس لئے یہ بات کھل کر بیان کرو۔'' تب میری خالہ بولی، ''محمدؐ بن عبداللہ پر پیغمبری آ چکی ہے۔ وہ خلق کو دین کی دعوت دے گا۔ جلد ہی اس کے دین سے کُل عالم منوّر ہو جائے گا اور مخالفت کرنے والوں کے سر قلم ہوں گے۔''

خالہ کے ان الفاظ نے مجھ پر بڑا اثر کیا۔ میں اندیشوں میں گرکر رہ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ سے میرے بڑی اچھی دوستی تھی۔ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے۔ اس مسئلے پر سوچ بچار کی نیت سے دو دن بعد میں ابوبکرؓ کے پاس گیا۔ خالہ کے الفاظ اُن سے بیان کرنے پر، وہ مجھ سے گویا ہوئے: ''یا عثمان! تم ایک عقلمند شخص ہو۔ جو نہ سنتے نہ ہی دیکھ سکتے ہیں؛ کسی چیز کو فائدہ یا نقصان پہنچانے سے عاجز چند پتھر، بھلا کیسے خدائی کے لائق ہو سکتے ہیں؟'' میں نے کہا، ''آپ درست فرماتے ہیں، میری خالہ کی بات حقیقت پر مبنی ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عثمانؓ کو اسلام کے متعلق سمجھایا اور اُنہیں لے کر رسول الثقلین ﷺ یعنی جن و انس کے لئے مبعوث کئے گئے پیغمبر ﷺ کے پاس لے آئے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے یوں فرمایا: **''یا عثمان! حق تعالیٰ تمہیں جنت میں اُس کا مہمان بننے کی دعوت دیتا ہے، تم بھی قبول کرو، میں تمام انسانوں کے لئے رہبرِ ہدایت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''** حضرت عثمانؓ، رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور پرتبسم انداز سے بیان کردہ ان الفاظ کی تاب نہ لا کر مست سے ہو گئے، نہایت شوق اور تسلیمیت کی حالت میں کہنے لگے، ''اَشھَدُ اَن لَّاالٰہ الااللّٰہُ وَاَشھَدُ اَنَّ مُحمدَ عَبْدُہٗ وَرَسُولہٗ'' اور مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے پیغمبری کے پہلے تین سالوں میں انسانوں کو خفیہ طور پر اسلام کی دعوت دی،

---

(۴۷) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۱۸؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۲۴۷_۲۴۵ (۴۸) ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۲۴۸_۲۴۷

(۴۹) ابنا بن ھشام، السیرۃ، ا، ۲۵۱_۲۵۰؛ طبری، تاریخ، اا، ۳۰۷، ۳۱۸_۳۰۹؛ ابن کثیر، البدایہ، ااا، ۳۳_۲۴؛ یعقوبی، تاریخ، اا، ۱۹_۱۸؛ بلاذری، انساب، ا، ۱۱۳_۱۱۲

حضرت ابوبکرؓ اپنا کام ختم کرنے کے بعد، وداع کے ارادے سے اس بزرگ کے پاس پہنچے، اُس سے رسول اللہ ﷺ کے لئے چند اشعار کہنے کو کہا۔ اس پر اُس بزرگ نے بارہ اشعار پڑھے، حضرت ابوبکرؓ نے وہ اشعار ازبر کر لئے۔

حضرت ابوبکرؓ اس سفر سے لوٹ کر مکہ پہنچے۔ عقبہ ابن ابی معیط، شعبہ، ابوجہل، ابوالبختری جیسے سردارانِ قریش آپ کی زیارت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے مخاطب ہوئے، ''کیا آپ کے ہاں کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آیا ہے؟'' اُنہوں نے یوں جواب دیا، ''اس سے بڑھ کر عجیب حادثہ اور کیا ہوگا کہ ابوطالب کا یتیمؐ پیغمبری کا دعویٰ کر رہا ہے اور کہتا ہے کہ تم سب، تمہارے باپ اور تمہارے دادا سب باطل دین پر تھے۔ اگر تمہارا لحاظ نہ ہوتا تو اب تک ہم نے اُسے زندہ رہنے نہ دیا ہوتا۔ تم اُسؐ کے اچھے دوست ہو، اس مسئلے کو تم ہی حل کرو۔''

حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے پیچھا چھڑایا، رسول اللہ ﷺ کے متعلق معلوم کیا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کے گھر پر ہیں۔ جا کر آپؐ کے دروازے پر دستک دی۔ رسول اللہ ﷺ کو بذاتِ خود سامنے پا کر بولے، ''یا محمدؐ! تمہارے بارے میں کیا کیا کہا جا رہا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے جواباً فرمایا، **''میں حق تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ تمہارے اور تمام بنی آدمؑ کے لئے بھیجا گیا ہوں، ایمان لا کہ تمہیں اللہ کی رضا حاصل ہو اور تمہاری جان کو جہنم سے نجات ملے۔''** حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، ''اس کی دلیل کیا ہے؟'' اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ''دلیل، تم سے یمن میں ملے اُس بزرگ کی حکایت ہے۔''

حضرت ابوبکرؓ نے کہا، ''میں نے یمن میں کئی بزرگ اور جوان لوگ دیکھے ہیں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اُن کے جواب پر یوں فرمایا، **''وہ بزرگ، کہ جس نے اپنے بارہ اشعار تم کو سونپے اور میرے لئے بھیجے ہیں''** اور وہ تمام اشعار پڑھ ڈالے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا، ''اس کے متعلق آپؐ کو کس نے خبر دی؟'' جواباً آپؐ نے فرمایا، **''اُس فرشتے نے جو مجھ سے پہلے پیغمبروںؑ پر آتا رہا ہے۔''** یہ فرماتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے: اپنا ہاتھ مجھے دیجئے کہہ کر آپؐ کا ہاتھ تھام لیا اور، ''أشهَدُ أن لَّاإلٰهَ الااللّٰهُ وَأشهَدُ أنَّ مُحمدً عَبْدُهٗ وَرَسُولُه'' کہا اور مسلمان ہو گئے (۴۶)۔

زندگی میں پہلی بار وہ اس قدر خوشی کے ساتھ، مسلمان بن کر اپنے گھر لوٹے تھے۔ اُن کے متعلق ایک حدیث میں یوں آتا ہے، **''میں جس کو بھی ایمان کی دعوت دیتا، وہ منہ بناتا اور تردد کے ساتھ دیکھتا۔ لیکن ابوبکر صدیقؓ نے ایمان لاتے ہوئے ذرا بھی تردد نہیں کیا اور سوچا تک بھی نہیں۔''**

ایک دن حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ اُس وقت اُن کی عمر تقریباً ۱۰ یا ۱۲ سال تھی۔ نماز کے بعد اُنہوں نے سوال کیا، ''یہ کیا ہے؟'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، **''یہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے۔ تمہیں اس دین کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہیں میں دعوت دیتا اُس اللہ پر ایمان کی جو ایک ہے، بے مثل ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں۔۔۔''** حضرت علیؓ نے کہا، ''میں پہلے اپنے والد سے پوچھ لوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں تنبیہ کی، **''اگر اسلام کی جانب نہیں آتے تو یہ راز کسی سے بیان مت کرنا!''** اگلی صبح حضرت علیؓ نے رسول اللہ

(۴۶) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۲۱۔۱۲۰؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۲۵۰۔۲۴۹

دیا، '' قریش سے۔'' اس پر راہب بحیرہ نے کہا، '' وہاں ایک پیغمبر آئے گا اور ہدایت کا نور مکہ کے ہر جانب پھیل جائے گا۔ تم اُسؐ کی حیات میں اُسؐ کے وزیر، اُسؐ کی وفات کے بعد اُسؐ کے خلیفہ ہو گے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے اس جواب پر بڑی حیرت کا اظہار کیا۔ اس خواب کی تعبیر اُنہوں نے تب تک کسی سے بیان نہیں کی جب تک ہمارے پیغمبرﷺ کی بعثت کا اعلان نہیں ہوا۔

محمدﷺ نے جب اپنی بعثت کا اعلان فرمایا، حضرت ابوبکرؓ فوراً رسول اللہﷺ کی جانب دوڑے اور سوال کیا، '' پیغمبروںؑ کے پاس اپنی پیغمبری کی دلیلیں ہوتی ہیں، آپؐ کی دلیل کیا ہے؟'' رسول اللہﷺ نے جواباً فرمایا، '' میری اس نبوت کی دلیل تمہارا وہ خواب ہے کہ جس کی تعبیر تم نے ایک یہودی عالم سے طلب کی اور اس نے کہا، '' یہ عجیب گھلا ملا سا خواب ہے اور اس کی تعبیر ممکن نہیں۔'' پھر راہب بحیرہ نے اس کی صحیح تعبیر کی تھی۔'' حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا، '' اے ابا بکرؓ! میں تمہیں اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔''

یہ سُنتے ہی حضرت ابوبکرؓ، '' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، آپؐ کی پیغمبری سچی ہے اور اس جہان کو منور کرنے والا نور ہے'' کہتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔

دیگر ایک روایت کے مطابق، رسول اللہﷺ پر بعثت سے پہلے، حضرت ابوبکرؓ تجارت کے مقصد سے یمن گئے۔ اس سفر کے دوران یمن میں مقیم قبیلہ اَزد کی ایک ایسی بزرگ شخصیت سے ملے جس نے بہت کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ اس بزرگ نے حضرت ابوبکر کو دیکھ کر کہا، '' میرا خیال ہے کہ تمہارا تعلق مکہ کی خلق سے ہے۔'' جواباً حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، '' جی ایسا ہی ہے۔'' پھر ان کے درمیان یوں گفتگو ہوئی۔

۔ کیا تم قریش سے ہو؟

۔ ہاں!

۔ بنی تمیم سے ہو؟

۔ ہاں!

۔ بس ایک علامت باقی رہ گئی ہے۔

۔ وہ کیا ہے؟

۔ اپنا پیٹ ننگا کرو، میں دیکھوں۔

۔ اس سے آپ کا مقصد کیا ہے، یہ بتائیں؟

۔ میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ، مکہ میں ایک پیغمبرؐ آئے گا۔ دو شخص اُس کی حمایت کریں گے۔ اُن میں سے ایک جوان ہوگا اور دوسرا بوڑھا۔ جو جوان ہوگا وہ کئی مشکلات کو آسانیوں میں تبدیل کردے گا۔ کئی بلاؤں کو دُور کرے گا۔ جبکہ وہ بوڑھا شخص سفید رنگت، پتلی کمر والا ہے اور اُس کے پیٹ پر ایک سیاہ تل ہے۔ قیاس کرتا ہوں کہ وہ شخص تم ہو۔ اپنا پیٹ ننگا کرو، میں دیکھوں۔

اس اصرار پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے مبارک پیٹ پر سے کپڑا اُٹھا دیا۔ پیٹ پر موجود سیاہ تل دیکھ کر وہ پکار اُٹھا، '' واللہ وہ شخص تم ہی ہو۔'' پھر اُس نے حضرت ابوبکرؓ کو بہت ساری نصیحتیں کی۔

حدیث شریف میں یوں بیان کیا گیا ہے، ''میں اُمّی نبی محمدؐ ہوں ۔ ۔ ۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے (۴۲)۔'' قرآنِ کریم میں ایک اور مقام میں یوں فرمایا گیا ہے: ''اور نہیں بولتا ہے وہ (محمدﷺ) اپنی خواہشِ نفس سے۔ نہیں ہے یہ کلام مگر ایک وحی، جو نازل کی جارہی ہے (۴۳)''۔

اوّلین مسلمان

ہمارے پیغمبرﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے بعد، سب سے پہلے ایمان لانے والی شخصیت اُم المومنین حضرت خدیجہؓ ہیں (۴۴)۔ ذرا برابر بھی تردد کئے بغیر اُنہوں نے اسلامیت قبول کر کے سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا۔ رسول اللہﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو بالکل ویسے ہی وضو کرنا سکھایا جیسے جبرائیلؑ نے آپ کو سکھایا تھا۔ پھر آپؐ کی امامت میں دونوں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اُم المومنین حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہﷺ کی ہر بات، ہر حکم کی مکمل طور پر اطاعت کی۔ یوں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اُن کے درجات بہت بلند ہوئے۔ رسول اللہﷺ جب بھی غمگین ہوئے یا منکرین کے طنز کا شکار بن کر دُکھی ہوئے اُنہوں نے تسلّی دی اور آپؐ کی دردرسی کی۔ آپ فرماتی تھی، ''یا رسول اللہﷺ! آپؐ پریشان مت ہوں، غم نہ کریں۔ نہایت ہمارا دین قوت پائے گا اور مشرکین کی ہلاکت ہوگی۔ آپؐ کی قوم آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ ۔ ۔'' اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کی ان خدمات کی بنا پر ایک دن، جبرائیلؑ نے آکر کہا، ''یا رسول اللہﷺ! آپؐ خدیجہؓ کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں سلام بھیجا ہے۔'' رسول اللہﷺ نے: ''اے خدیجہؓ! جبرائیلؑ تمہارے لئے اللہ کا سلام لائے ہیں'' کہہ کر اُنہیں مژدہ سنایا (۴۵)۔

پیغمبرﷺ نے ایک دفعہ یوں فرمایا، ''اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ خدیجہؓ کو جنت میں اُس کے لئے موتیوں سے بنے ایک گھر کی خوشخبری سناؤں۔ وہاں نہ بیماری ہے، غم اور کوئی درد نہیں ہے۔''

حضرت خدیجہؓ کے بعد بالغوں میں رسول اللہﷺ کے قریبی دوست حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیس سال پہلے ایک خواب دیکھا تھا: ''آسمان سے اُترنے والا پورا چاند، کعبہ معظمہ پر رُک گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، یہ ٹکڑے مکہ کے ہر گھر پر گرے، بعد ازاں یہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہوئے اور آسمان کی جانب اُٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر گرا ٹکڑا آسمان کی جانب نہ لوٹا تھا۔ اس حادثے کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے فوراً اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا، گویا اُنہوں نے اس چاند کے ٹکڑے کو جانے سے روک لیا تھا۔''

ابوبکرؓ ایک ہیجان کے ساتھ بیدار ہوئے، صبح ہوتے ہی، درحال یہودیوں کے ایک عالم کے پاس گئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ اُس عالم نے جواب دیا، ''یہ عجیب گھلا ملا سا خواب ہے اور اس کی تعبیر ممکن نہیں۔'' لیکن اس خواب نے ابوبکرؓ کے ذہن کو پریشان کئے رکھا، یہودی کے جواب سے بھی وہ مطمئن نہ ہوئے تھے۔ اسی دوران تجارت کے لئے اُن کا گزر راہب بحیرہ کے دیار سے ہوا۔ اس خواب کی تعبیر پوچھنے پر، راہب بحیرہ نے اُن سے دریافت کیا، ''تم کہاں سے ہو؟'' حضرت ابوبکرؓ نے جواب

---

(۴۲) ھیثمی، مجمع الذوائد، ا، ۲۰۵ (۴۳) سورۃ النجم، ۳۔۴/۵۳ (۴۴) ابن حجر، الاصابہ، ۱۷، ۲۸۳۔۲۸۱
(۴۵) حاکم، المستدرک، ااا، ۲۰۶؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۲۴۱؛ سہیلی، روض الانف، اا، ۴۱۵

گا ہے گا ہے آ کر آپ کو بعض چیزوں کے متعلق سکھا تا رہا۔ یہ وحی نہیں تھی۔ اس دوران کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ بہت مضطرب ہوتے۔ آپ کو پریشان دیکھ کر جبرائیلؑ تشریف لاتے اور: ''اے حبیب اللہ ﷺ آپؐ اللہ کے رسول ہیں'' کہہ کر تسلی دیتے اور درد دری فرماتے۔ پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ''وہ وقت تھا جب وحی کا نزول منقطع تھا۔ حرا کی چوٹی سے نیچے اُترتے ہوئے مجھے اچانک آسمان کی جانب سے ایک آواز سنائی دی۔ میں نے اُوپر کی جانب دیکھا۔ جبرائیلؑ کو دیکھا۔ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔ میں خوفزدہ ہوگیا۔ گھر پہنچا۔ میں نے کہا کہ مجھ پر کوئی چیز اوڑھا دو۔ حق تعالیٰ نے وحی بھیجی اور سورۃ المدثر کی پہلی آیات نازل فرمائیں: ''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے (پیغمبرؐ)۔ اُٹھو اور (اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے) خبردار کرو! (ایمان نہ لائیں تو اُن پر نازل کئے جانے والے عذاب کے متعلق خبر دو)۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو۔'' اس کے بعد وحی کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوا۔''

فخر کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے انسانوں کو اسلام کی دعوت، اللہ کے امر و نہی کے متعلق تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ جبرائیلؑ وحی لاتے ہوئے کبھی انسان کی شکل میں دحیہ الکلبیؓ نامی صحابی کی صورت میں ڈھل کر آتے تھے۔ بعضاً رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر القاء کی شکل میں تلقین فرماتے تھے اور رسول اللہ ﷺ اُنہیں نہیں دیکھ پاتے تھے۔ بعضاً خواب سے، بعضاً دہشت انگیز گڑگڑاہٹ کے ساتھ آتے تھے۔ یہ وحی کی سخت ترین نوعیت تھی جو رسول اللہ ﷺ پر اترتی تھی۔ ایسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر سرد ترین دنوں میں بھی پسینہ چھلکنے لگتا، اُونٹ پر سواری کی حالت میں ہوتے تو وحی کے بھار سے اُونٹ زمین پر بیٹھ جاتا۔ آپؐ کے قرب میں موجود اصحاب کرام بھی وحی کے اس بھار کو محسوس کر لیتے۔ جبرائیلؑ چند بار اپنی ذاتی شکل و صورت میں بھی تشریف لائے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بغیر فرشتہ و بغیر کسی پردہ کے بلا واسطہ بھی ہمارے رسول ﷺ پر وحی فرمائی۔ یہ حال معراج کی رات وقوع پذیر ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے ساتھ شروع ہونے والے پیغمبری وظیفے کے تیس سال آپؐ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ اس دور کے پہلے تیرہ سال مکہ میں، جبکہ دس سال مدینہ میں گزارے۔

قرآنِ کریم ۲۲ سال، ۲ ماہ اور ۲۲ دن کی مدت میں وحی کے ذریعے مکمل ہوا۔ محمد ﷺ اُمّی تھے۔ یعنی نہ آپؐ نے کوئی کتاب پڑھی، نہ کبھی لکھا اور نہ ہی کسی سے کبھی کوئی درس ہی لیا تھا۔ مکہ میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے تھے، جانے مانے انسانوں کے درمیان آپؐ کی پرورش ہوئی تھی۔ اس کے باوجود آپؐ نے تورات و انجیل میں، یونان و رُوم کے ادوار کی کتب میں لکھی گئی معلومات اور حادثات کے متعلق خبر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلامیت کی خبر دینے کے لئے، ہجرت کے چھٹے سال میں حکمدارانِ رُوم، ایران اور حبشہ کو علاوہ ازیں دیگر عرب بادشاہوں کو مکتوبات بھیجے۔ آپؐ کے حضور میں ساٹھ سے زیادہ اجنبی ایلچی آئے۔ اس خصوصیت کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: ''اور نہیں پڑھتے تھے تم اس سے پہلے کوئی کتاب اور نہ لکھتے تھے تم اُسے اپنے ہاتھ سے، اگر ایسا ہوتا تو ضرور شک میں پڑ سکتے تھے یہ باطل پرست لوگ۔(۴۱)''

(۴۱) سورۃ العنکبوت، ۲۹/۴۸

رسول اللہ ﷺ ایک خوف اور ہیجان کے ساتھ کوہِ حرا کے غار سے نکل کر نیچے اترنا شروع ہو گئے۔ پہاڑی کے درمیان پہنچ کر ایک آواز سنائی دی۔ جبرائیلؑ نے کہا، ''اے محمدؐ! آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، میں جبرائیل ہوں۔'' پھر اپنی ایڑی زمین پر ماری۔ اس جگہ سے پھوٹ نکلنے والے پانی سے اُس نے وضو کرنا شروع کر دیا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ بڑے غور سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ جبرائیلؑ نے وضو ختم کرنے کے بعد ہمارے پیغمبر ﷺ کو ویسے ہی وضو کرنے کو کہا جیسے اُسے کرتے دیکھا تھا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کا وضو ختم ہونے کے بعد، جبرائیلؑ کی امامت میں آپؐ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد جبرائیلؑ نے کہا، ''یا محمد ﷺ! تمہارے رب کا تم کو سلام ہے'' پھر اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے: ''تم جن و انس کے لئے میرے رسول ہو۔ لہٰذا اُن کو توحید کی دعوت دو'' فرمایا اور آپؐ سے جدا ہو کر آسمان کی بلندیوں کی جانب روانہ ہو گئے۔ ہمارے آقا ﷺ نے اس طرح جبرائیلؑ کو دیکھا بھی اور اُس سے گفتگو بھی کی۔

خانہء سعادت پہنچنے تک آپؐ نے راستے کے ہر پتھر اور ہر درخت کو: ''السلام علیک یا رسول اللہ!'' کہتے سُنا۔ گھر پہنچ کر آپؐ نے: ''مجھے اوڑھادو! مجھے اوڑھادو!'' کہا اور کپکپی ختم ہونے تک آپؐ نے آرام فرمایا۔ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ کو وہ سب بیان کیا جو کچھ آپؐ نے دیکھا تھا پھر فرمایا، ''جبرائیلؑ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تھے لیکن اُن کی ہیبت، شدت اور خوف مجھ پر سے ختم نہیں ہوا۔ ڈرتا ہوں کہ مجھ پر زبان درازی کریں گے اور پاگل کہہ کر برا بھلا کہیں گے۔'' حضرت خدیجہؓ جو کب سے آپؐ کے اس حال اور اس دن کے انتظار میں تھیں اور اس کے لئے پہلے سے تیار بھی تھیں، آپؐ سے یوں مخاطب ہوئیں، ''اللہ تعالیٰ آپؐ کو بچائے۔ حق تعالیٰ آپؐ کو خیر احسان کرتا ہے اور خیر کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات کے لئے اس امت کے پیغمبر ہونگے۔ کیونکہ آپؐ مسافر پرور ہیں۔ صادق اور امین ہیں۔ عاجزوں کے مددگار، یتیموں کے سرپرست اور غریبوں کے دستگیر ہیں۔ اچھے اخلاق اور خصلتوں کے مالک کو کسی قسم کا ڈر اور خوف نہیں ہوتا (۳۹)۔''

بعد ازاں دونوں اس حالت کے متعلق دریافت کرنے کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئے۔ ورقہ نے رسول اللہ ﷺ کی باتیں سننے کے بعد کہا، ''اے محمد ﷺ تمہیں مژدہ ہو! اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم وہ پیغمبرؐ آخر زمان ہو جس کی خبر حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔ جو فرشتہ آپؐ کو نظر آیا وہ اس سے پہلے موسیٰؑ پر آنے والا جبرائیلؑ ہے۔ آہ! کاش کہ میں جوان ہوتا۔ اُس وقت کو دیکھ پاتا اور آپؐ کی مدد کو دوڑتا جب آپؐ کو مکہ سے نکال دیا جائے گا۔ جلد ہی آپؐ کو تبلیغ اور جد و جہد کا حکم دیا جائے گا۔'' پھر اُس نے رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کو چوما۔ کچھ ہی مدت بعد اُس کا انتقال ہو گیا (۴۰)۔

تبلیغ کا حکم

اس طرح ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا جس میں آپؐ کو پیغمبری کی بشارت دی گئی تھی۔ اس کے بعد سلسلہ ختم ہو گیا اور تین سال تک کوئی نزول نہیں ہوا۔ اس دوران اسرافیلؑ نامی فرشتہ

(۳۹) طبری، تاریخ، II، ۳۰۲-۲۹۸؛ بلاذری، انساب، I، ۱۱۱

(۴۰) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۴۲-۱۴۰؛ ابن ہشام، السیرۃ، I، ۲۴۰-۲۳۹؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۱۲۹، ۱۹۵-۱۹۴؛ طبری، تاریخ، II، ۳۰۲-۲۹۹؛ بلاذری، انساب، I، ۱۱۱؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۴۸

بچیوں کو بیدردی سے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مرحمت سے دُور یہ انسان، اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے اُن بتوں کی پرستش کرنے کو ایک شرف گردانتے تھے جو اُنہیں نہ فائدہ دے سکتے تھے نہ ہی نقصان۔

آدمؑ سے لے کر اُس وقت تک، دُنیا میں ایسی وحشت، گمراہی، بداخلاقی، بے ایمانی اور سفاہت کبھی دیکھی نہ گئی تھی۔ انسانوں نے گویا حیوانوں کا روپ ڈھال لیا تھا۔ ہر کوئی ایک دوسرے کا دشمن تھا اور معاشرہ کسی پل بھی پھٹنے کو تیار تھا۔ انسانوں کے آرام و سکون کے لئے، اس اندھیرے میں ایک خورشیدِ سعادت کا طلوع ہونا ضروری تھا۔ اس کے طلوع ہوتے ہی؛ بے ایمانی کی جگہ ایمان، ظلم کی جگہ عدالت، جہالت کی جگہ علم چھا جانے سے انسان ابدی سعادت پا سکتے تھے۔

آخر کار ہمارے پیغمبر ﷺ کو پہلے سچے خواب دکھلائے جانے لگے۔ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ وحی کی شروعات پہلے سچے خوابوں کی شکل میں ہوئی تھی۔ جو آپؐ خواب میں دیکھتے وہی وقوع پذیر ہو جاتا۔ یہ حال چھ ماہ تک جاری رہا۔ وحی کے قرب زمانہ؛ ''یا محمدؐ'' کہہ کر پکارنے والی آوازیں کثرت سے آنے لگیں۔ اس کے بعد آپؐ نے تنہائی پسند بن کر، انسانوں سے دور رہ کر، حرا کی پہاڑی کے ایک غار میں رہ کر تفکر میں وقت گزارنا شروع کر دیا۔ بعضاً مکہ کو آتے، کعبہ کا طواف کرتے، اپنے خانہء سعادت تشریف لے جاتے۔ اپنے خانہء سعادت میں کچھ دیر رک کر، اپنے ساتھ کچھ کھانے پینے کی اشیاء لے کر دوبارہ حرا کی پہاڑی کے غار میں لوٹ آتے؛ یہاں تفکر اور عبادت میں مشغول رہتے۔ بعضاً کئی کئی دن تک وہیں رہتے۔ ایسی حالت میں حضرت خدیجہؓ آپؐ کے لئے کھانا بھیج دیتیں یا خود لے آتی تھیں (۳۷)۔

پہلی وحی

ہمارے پیغمبر ﷺ چالیس سال کی عمر میں، رمضان کے ماہ میں ایک دن حرا کی پہاڑی کے غار میں آ کر تفکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ رمضان کی ۲۷ ویں کو، پیر کے روز، بعد از نصف الیل آپؐ کا نام لے کر دی گئی آواز سُنی۔ آپؐ نے سر اُٹھا کر اطراف میں نظر دوڑائی، دوسری بار وہی آواز سنائی دی اور ہر طرف کو نور سے بھرا پایا۔ اس کے بعد جبرائیلؑ آپؐ کے سامنے حاضر ہوئے اور کہا، ''پڑھ!'' ہمارے آقاؐ نے جواب دیا، ''میں پڑھا ہوا نہیں''۔ تب فرشتے نے آپ کو پکڑ کر پوری قوت کے ساتھ بھینچا اور کہا، ''پڑھ!'' آپؐ نے پھر جواب دیا، ''میں پڑھا ہوا نہیں''۔ اُس نے ایک بار پھر بھینچا اور کہا، ''پڑھ!'' آپؐ کے پھر؛ ''میں پڑھا ہوا نہیں'' فرمانے پر اُس نے تیسری بار بھینچا اور سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات کہیں، **''پڑھو (اے محمدؐ!) اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو (نطفہء مخلوط کے) جمے ہوئے خون سے۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعے سے۔ سکھایا انسان کو وہ علم جو نہیں جانتا تھا وہ۔''** محمد ﷺ نے بھی اُس کے ساتھ پڑھا۔ آپ پر پہلی وحی اس طرح آئی اور پورے جہان کو روشن کر دینے والا آفتاب اسلام طلوع ہوا (۳۸)۔

---

(۳۷) ابن هشام، السیرۃ، ا، ۲۳۰ـ۲۳۳

(۳۸) ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۹۶

بعثت (اعلانِ نبوّت)
اور دعوت

آقائے عالم ﷺ جب سینتیس سال کے ہوئے تو غائب سے آپؐ کو ''یا محمدؐ!'' کہہ کر پکارے جانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اڑتیس کی عمر میں آپؐ انوار دیکھنا شروع ہو گئے۔ آپؐ اپنے احوال صرف حضرت خدیجہؓ سے بیان فرماتے۔ حضرت محمد ﷺ کی اعلانِ نبوت کے قریب، اس زمانے کے مشہور ادیب قس بن سعیدۃ نے اُوقاز کے میلے میں اُونٹ پر سوار ہو کر ایک جمِ غفیر کو خطبہ دیتے ہوئے، جلد ہی آپؐ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اس خطبہ کو سننے والوں میں ہمارے پیارے رسول ﷺ بھی موجود تھے۔ قس بن سعیدۃ نے اس مشہور خطبہ کے دوران کچھ یوں کہا:

''اے لوگو! آؤ، سنو، ٹھہرو، عبرت حاصل کرو! ہر ذی حیات کو موت ہے، ہر مرنے والا فنا ہو جاتا ہے، ہوتا وہی ہے وہ جو ہونا ہوتا ہے!۔۔۔ کان لگا کر سُن رکھو! آسمانوں پر خبر عام ہے، زمین پر قابلِ عبرت حادثات ہونے کو ہیں!۔۔۔ عنداللہ ایک دین!۔۔۔ اور اللہ کا ایک پیغمبرؐ ہے جو آنے کو ہے۔ آمد بس وقوع پذیر ہونے کو ہی ہے۔ اُس کا سایہ تمہارے سروں پر پڑنے ہی والا ہے۔ کیسے مبارک لوگ ہیں جو اُس کو سن کر، اُس پر ایمان لائیں گے۔ افسوس اُس بد بخت پر جو اُس کی مخالفت کریں اور عصیان سے کام لیں گے۔ افسوس اُن امتوں پر جن کی عمر غفلتوں میں گزر گئی!۔۔۔''

یہ وہ دور تھا جب عرب میں لوگ الٰہی معیار سے گر چکے تھے، امیر و غریب، قوی و کمزور، آقا اور غلام جیسی درجہ بندیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اُوپر والے نیچے والوں کو اپنے تئیں حُکم صادر کر کے کچلتے رہتے تھے، انہیں انسان تک قبول نہ کیا جاتا تھا۔ کمزوروں کا مال قوّت کے بل بوتے پر ہتھیا لیا جاتا، اس کو روکنے والا کوئی عہدیدار نظر نہ آتا تھا۔ وہ اس حیا کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی بدولت تھی کھو چکے تھے اور اللہ کے خوف سے محروم، فضیلت سے دُور ہو چکے تھے۔ ہر طرح کی بداخلاقی کا ارتکاب کرنا، کسی کی حیثیت اور ناموس کو پاؤں تلے روند دینا، گھٹیا حرکتیں کھلے عام کرنا؛ جوا، شراب، ذوق وصفا کے عالم میں ڈوبے رہنے کو قطعاً بُرا نہ سمجھتے تھے۔ کبھی ختم نہ ہونے والی قتل و غارت، زنا، حد سے بڑھے ظلم کا دور دورہ تھا، معصوموں انسانوں کی چیخیں اور درد بھری آہیں عرش کو ہلائے دے رہی تھیں۔ اخلاقی طور پر ایک ذلالت چھائی تھی، انسان جہالت کے سمندر میں غرق ہوئے پڑے تھے۔ عورت خرید و فروخت کے ایک معمولی مال کی مانند تھی؛

کعبہ کے حاکم

رسول اللہ ﷺ نے تقریباً پینتیس سال کی عمر میں کعبہ کے حاکم کا فریضہ انجام دیا۔ اُن دنوں، بارش اور سیلاب نے کعبہ کی دیواروں کو بہت خراب کر دیا تھا (۳۵)۔ اس کے علاوہ ایک دفعہ آگ لگنے سے بھی کعبہ بُری طرح تخریب ہو چکا تھا۔ عمارت کی تعمیرِ نو ناگزیر تھی۔ اس بنا پر قریش قبیلہ نے کعبہ کو ابراہیمؑ کی بنائی بنیادوں تک توڑ کر، از سرِ نو تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ ہر قبیلے کو ایک حصہ سونپ کر دیواریں اُٹھائی گئیں۔ اس کام کو ایک شرف جاننے والے تمام قبائل حجرِ اسود کو اپنی جگہ لگانے کے معاملے میں کسی طرح بھی سمجھوتہ نہ کر سکے۔ ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا، اس لئے آپس میں ایک مخالفت پیدا ہو گئی تھی۔ بنو عبدالدار نے یہ کہہ کر عہد لے لیا، ''اگر یہ کام ہمارے علاوہ کسی اور نے کیا تو خون بہا دیں گے۔'' چار پانچ دن تک جاری رہنے والی اس مخالفت سے قریب تھا کہ خون بہہ جاتا۔

اس دوران عبدالمطلب کے ماموں اور نہایت عمر رسیدہ ذات حذیفہ بن مغیرۃ نے کعبہ کی جانب کھلنے والے باب بنی شعبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ''اے قریش والو! تمہارے مابین پیدا شدہ اس مخالفت پر فیصلہ کرنے کیلئے اس دروازے سے داخل ہونے والے پہلے شخص کو اپنا حاکم قبول کر لو۔'' وہاں موجود سب نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور باب بنی شعبہ کو دیکھتے ہوئے انتظار کرنے لگے کہ کون ہے جو سب سے پہلے داخل ہوا اور اس نازک وقت میں اس کام کا فیصلہ کرے۔ نہایت دروازے سے وہ ذات داخل ہوئی جس کی ایمانداری اور اعلیٰ اخلاق کو وہ حد درجہ سراہتے تھے اور اُس پر اعتماد کرنے کی بنا پر اُسے امین کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو داخل ہوتا دیکھ کر بول اُٹھے، ''ہاں! وہ رہا الامین۔ ہم آپؐ کے حکم سے راضی ہیں۔''

جب معاملہ ہمارے پیغمبر ﷺ کو بیان کیا گیا تو اُنہوں نے ایک چادر طلب کی۔ زمین پر بچھا کر حجرِ اسود کو اس چادر پر رکھ دیا اور فرمایا، ''ہر قبیلے کا ایک فرد چادر کو کونوں سے پکڑ لے۔'' پتھر کو وہاں تک لے گئے جہاں اُسے لگایا جانا تھا۔ پھر پتھر کو آپؐ نے اپنے بازوؤں میں لے کر اُس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ اس طرح ایک بڑے جھگڑے کا سدِ باب کرتے دیکھ کر قبائل آپ کی اس حرکت سے بہت ممنون ہوئے۔ دیواریں وہیں سے دوبارہ شروع کر کے مکمل کر دی گئیں (۳۶)۔

> ہر کام کو نامِ رحمٰن سے کرتا تھا وہ شروع
> بے پناہ حمد و ثنا اس پیغمبر کو جو ہے منبعِ کرم
> مظہرِ الطاف وعلم تھا وہ اور حلم سے بھرپور
> تھا حسنِ خلق سے لبریز جان، وہ منبعِ کرم
> رفق وتواضع تھی وہ حق کی اپنی مخلوق پر
> تھا خلق پر لطف واحسان، وہ منبعِ کرم

(۳۵) ابن کثیر، السیرۃ، ا، ۲۷۳

(۳۶) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۱۰۵-۸۳؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۱۹۸-۱۹۲؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۴۷-۱۴۵؛ طبری، تاریخ، اا، ۲۹۰-۲۸۷؛ ابن کثیر، البدایہ، ااا، ۳۰۵-۹۸؛ یعقوبی، تاریخ، اا، ۱۵-۱۴

آپؐ کی غلامی میں موجود میرے بیٹے کی آزادی کے لئے جس قدر رقم درکار ہو دینے کے لئے تیار ہوں، اُسے آزاد فرمائیں، برائے مہربانی میری اس درخواست کو ردمت کیجئے!'' پیغمبر ﷺ نے یہ سُن کر کہا،'' زید کو بلا کر اُس کو بتاتے ہیں۔ اُسے آزاد کر دیتے ہیں۔ اگر آپ کے ساتھ جانے کو ترجیح دے تو کوئی پیسہ دیئے بغیر آپ اُسے لے جاسکتے ہیں۔ اگر اُس نے مجھے ترجیح دیتے ہوئے میرے پاس رہنا چاہا تو، اللہ کی قسم مجھے ترجیح کرنے والے کو کسی کے حوالے نہیں کروں گا، وہ میرے پاس ہی رہے گا۔''

حارثہ اور اُس کا بھائی آپؐ کے اس جواب پر بہت ممنون ہوئے اور کہنے لگے،'' آپؐ ہمارے ساتھ بہت عدل اور انصاف سے پیش آئے ہو۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے، زید کو اپنے حضور میں طلب کیا اور پوچھا،'' اِنہیں جانتے ہو؟''

'' ہاں! ایک میرے والد اور دوسرے میرے چچا ہیں'' زید نے جواب دیا۔ آپؐ نے زید سے فرمایا،'' اے زید! تم میرے متعلق جانتے ہو کہ میں کون ہوں، تمہارے لئے میری جو شفقت اور مرحمت کو اور تمہارے ساتھ میرے سلوک کو تم نے دیکھا ہے۔ یہ لوگ تمہیں لینے آئے ہیں۔ اس صورت میں، یا مجھے ترجیح دو، میرے ساتھ رہو یا اُن کو ترجیح دو، چلے جاؤ۔''

اُن کے والد اور چچا اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ اُنہیں ترجیح دے گا اور وہ زید کو لے کر چلے جائیں گے۔ زید نے جواب دیا،'' میں کسی کو آپؐ پر ترجیح نہیں دیتا۔ آپؐ میرے لئے باپ بھی ہیں اور چچا کے مقام پر بھی۔ میں آپؐ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔''

اُن کے والد اور چچا حیرت میں ڈوب گئے۔ اُن کے والد نے برہم ہو کر کہا،'' افسوس ہے تم پر کہ تم غلامی کو آزادی پر، ماں، باپ اور چچا پر ترجیح دیتے ہو!'' زید اپنے والد سے یوں گویا ہوئے،'' اے میرے والد، اس ذاتؐ سے میں نے ایسی شفقت اور حسنِ سلوک دیکھا کہ اسؐ پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔''

ہمارے پیغمبر ﷺ زید سے بڑی محبت کرتے تھے۔ آپؐ سے اُن کا اس قدر پیار اور محبت دیکھ کر، رسول اللہ ﷺ اُنہیں کعبہ معظمہ میں حجر اسود کے پاس لے گئے اور وہاں موجود لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا،'' آپ سب لوگ شاہد رہنا، زید میرا بیٹا ہے۔ وہ میرا وارث، میں اُسکا وارث ہوں۔''
زید کے والد اور چچا نے یہ حالات دیکھے تو اُن کی برہمی جاتی رہی۔ خوشی کے ساتھ وہ اپنے ملک کو لوٹ گئے۔ سب نے اس کے بعد سے زید کو زید بن محمد کہنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں سورۃ احزاب کی ۵ ویں اور ۴۰ ویں آیات میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہ،'' اپنی اولادوں کو اُن کے والدین کے نام سے پکارو، اللہ کے ہاں یہی بہتر ہے۔'' '' محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔'' ان احکام کے بعد گودلی گئی اولاد کا حکم اُٹھا دیا گیا اور حضرت زیدؓ کو اُن کے باپ کے نام سے یعنی زید بن حارثہ کہہ کر پکارا جانے لگا (۳۴)۔

---

(۳۴) بخاری، تفسیر، ۲: ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۸۷: صفدی، الوافی، VII، ۲

مت پوچھ اُس کا اے میرے دلِ نادان!
کوئی مزار اُسکا، کوئی وادی، نہ کوئی چٹان
زید! گر ہو معلوم لوٹ آئے کوئی جانے والا
بجز ترے کسی کی آمد نہ چاہوں ہرگز واللہ باللہ
چلتی ہوا میں دیکھوں گر کوئی طفل تری یاد آتی ہے
صبح، روز تجھے چڑھتے سورج کے ساتھ لاتی ہے
ہے فریاد یہ مرے جگر پارے کے لئے، فریاد
متلاشی ہوں ترا میں گھڑسوار، بے حال و برباد
میں اور سواری میری نہ اس تلاش سے تنگ آئے
ہے احتمال کہ پسرم کہیں یکدم سامنے کھڑا نظر آئے
بہکاتی ہے امید جسقدر بھی، انساں فانی ہے نہایت
مرے بچو! قیس، عمرو، یذید، جبل: زید تمہیں امانت

اس کوشش کے نتیجہ میں، اسلامیت سے پہلے بنی کلب قبیلے سے کعبہ کی زیارت کے لئے آئے بعض لوگ حضرت زید کو پہچان گئے۔ زید نے اُن سے کہا، ''میں جانتا ہوں کہ میرے گھر والے میرے لئے آہ و فغاں کریں گے، یہ اشعار اُن تک پہنچا دینا۔'' اور درج ذیل اشعار کہے:

جگر سوختہ ہے کہ دُور ہوں اپنے گھر سے
پڑوسی کعبہ کا ہوں، گرچہ بعید ہے پدر سے
غم آپ کا، کہیں دلوں کو نہ جلائے
نالہ آپ کا، تا عرش پہنچ نہ جائے
حمد ہے خدا کی، ایسے گھر میں رہا ہوں مَیں
شرف و خیر وہ ملی کہ ہردم دعا گو ہوں مَیں

حارثہ اس خبر پر بہت خوش ہوا۔ فوراً اپنے بھائی کعب کو اور ساتھ میں بڑی مقدار میں پیسہ لے کر مکہ آن پہنچا۔ مکہ پہنچ کر ہمارے پیغمبر ﷺ کے گھر کا پتہ پوچھ کر آپؐ کے حضور پہنچ گیا اور کہا، ''اے قومِ قریش کے سردار، اے عبد المطلب کے پوتے، اے بنی ہاشم نسل کے بیٹے! آپؐ حرم شریف کے ہمسائے ہیں۔ مسافروں کی عزت اور اکرام کرتے ہیں۔ اسیروں پر احسان کرتے، اُنھیں اسیری سے نجات دلاتے ہیں۔

(۳۳) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۶۱-۵۹؛ ابن سعد، الطبقات، I، ۸۵-۸۲، ۱۳۲-۱۳۱؛ طبری، تاریخ، II، ۲۸۲-۲۸۰؛ ابن کثیر، البدایہ، III، ۲۹۵-۲۹۳؛ یعقوبی، تاریخ، II، ۱۶-۱۵

باقی سب بیٹیاں بھی آپؐ سے پہلے ہی وفات پا گئی تھیں ۔ حضرت فاطمہؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی وفات سے صرف چھ ماہ بعد وفات پا گئیں ۔ اُن کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی تھی ۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی نسل حضرت فاطمہ کی اولاد سے چلی (۳۴) ۔

رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد بھی تجارت میں مشغول ہو گئے ۔ کمائی سے مسافروں کی میزبانی ، یتیموں اور فقیروں کی مدد کرتے ۔

زید بن حارثہ

زید بن حارثہ بچپن میں اپنی والدہ کے ساتھ اقرباء کی زیارت کے لئے کہیں گئے ہوئے تھے ۔ اسی اثناء میں ایک اور قبیلے نے حملہ کر دیا ۔ زید کو اسیر بنا لیا گیا ۔ مکہ میں سُوقِ اُوقاز کے نام لگائے گئے میلے میں اُن کو بیچنے کے لئے لے آئے ۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حاکم بن حزام نے زید کو ۴۰۰ درہم میں خرید لیا ۔ حاکم بن حزام نے زید بن حارثہ کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ کو اور اُنہوں نے ہمارے پیغمبر ﷺ کو ہدیہ کر دیا ۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ سے شادی شدہ تھے ۔ آپؐ نے زید کو درحال آزاد کر دیا اور اپنے پاس ہی رکھ لیا ۔ کیونکہ زید بن حارثہ کے پاس جانے کی کوئی اور جگہ نہ تھی اور رسول اللہ سے بہتر اُن کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہ تھا اس لئے وہ خوشی سے آپؐ کے پاس ہی ٹھہر گئے ۔

اعلانِ نبوت سے پہلے بھی اپنی عدالت ، انصاف ، مرحمت ، انسانیت ، خوش اخلاقی ، کرم ، سخاوت ، عہدِ وفا ، رعایتِ امانت ، مدد ، فداکاری ، بااعتمادی ، مظلوم سے قربت ، فقراء سے اعانت ، بچوں سے محبت ، ایمانداری ، سچائی ، نزاکت ، تواضع ، اعتدال ، انسانوں سے اچھا برتاؤ ، جسارت اور شجاعت جیسی دیکھی ان دیکھی ، سنی ان سنی ہر طرح کے حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لئے تخلیق کردہ ، ہر لحاظ سے ازل سے ابد تک کی تمام مخلوقات سے زیادہ عظیم الشان ، ہر کسی کے اعتماد کے حامل اور ''الامین'' لقب پانے والے ہمارے پیغمبر ﷺ کا بہترین سلوک دیکھ کر زید بن حارثہ آپؐ کو اپنے والدین سے بھی زیادہ چاہتے اور قطعی طور پر آپؐ سے دور ہونا نہیں چاہتے تھے ۔

اُن کے والدین اس سے بے خبر تھے کہ اُن کے بیٹے کو کہاں لے جایا گیا اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہوا ۔ اُن کے والد حارثہ ، اولاد کی تپش میں جل رہے تھے ، دیار دیار گھوم کر بیٹے کو تلاش کرتے رہے ۔ یمن سے مختلف ممالک کو جانے والے اپنے اقرباء کو خوب تنبیہ کرتا ، اُس کے بیٹے زید سے متعلق کوئی خبر لانے کو کہتا ، اشعار لکھتا اور اشکبار رہتا ۔ بیٹے کی حسرت کو زبان پر لائے گئے اشعار میں سے ایک کچھ یوں ہے :

> روتا ہوں اپنے زید کو ، نہ جانے اُسے کیا ہوا ؟
> زندہ ہے اب تک یا ، اجل آئی اور مر گیا !

مال و جمال خاتون کے ساتھ شادی کرنا چاہو تو اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔'' ہمارے پیغمبر ﷺ سے دریافت فرمایا، ''وہ خاتون کون ہیں؟'' اُس نے جواب دیا، ''خدیجہ بنت خویلد ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ''اس کام کے لئے وسیلہ کون بنے گا؟'' '' یہ کام میں کروں گی'' کہہ کر وہ آپؐ کے ہاں سے چلی گئی۔ حضرت خدیجہ کو یہ مژدہ سنایا۔ حضرت خدیجہ نے اپنے اقرباء میں سے عمرو بن اسد اور ورقہ بن نوفل کو بلا کر یہ کیفیت بیان کی۔ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیج کر مخصوص وقت پر تشریف لانے کی دعوت دی۔ ابو طالب اور اُن کے بہن بھائی بھی تیار ہو کر ہمارے پیغمبر ﷺ کے ساتھ گئے۔

حضرت خدیجہ نے اپنا گھر سجا رکھا تھا۔ اس دن کے شکرانے کے طور پر اُنہوں نے اپنے تمام زیورات خدمتگاروں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ بعد میں اُنہیں آزادی دے دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ کے گھر اپنے چچاؤں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ابو طالب یوں گویا ہوئے، ''پروردگار کی حمد ہو کہ، اُس نے ہمیں ابراہیمؑ کی اولاد اور اسمٰعیلؑ کی نسل سے پیدا کیا۔ ہمیں بیت اللہ کا محافظ بنایا۔ انسانوں کے قبلے اور عالموں کے طواف کے مرکز اس مبارک گھر کو اور ہر برائی سے بچائے گئے اس حرم شریف کو ہمیں سونپا۔ میرے بھائی عبد اللہ کا بیٹا محمدؐ ایسا انسان ہے کہ قریش میں سے کسی سے بھی اس کا قیاس کریں تو اسؐ کی شان بلند ہی ہوگی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کا مال کم ہے، لیکن مال کا تو کوئی اعتبار نہیں کیونکہ مال ایک سائے کی مانند ہے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ چلا جاتا ہے۔ میرے بھتیجے کا شرف، عظمت کا ہم سب کو معلوم ہے۔ اب وہ خدیجہ بنت خویلد کو اپنے لئے حلال زوجہ کے طور پر طلب کرتا ہے۔ بتایئے میرے مال سے کس قدر مہر دینا ہوگا؟ میں قسم کھاتا ہوں کہ محمدؐ کا مرتبہ ضرور اُونچا ہی ہوگا۔ ورقہ بن نوفل نے اس گفتگو کی تصدیق کی۔ حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے کہا، ''آپ شاہد رہیں کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمدؐ کی زوجیت میں دیا۔'' اس طرح عقدِ نکاح مکمل ہوا۔ ایک روایت کے مطابق مہر کی مقدار ۴۰۰ مثقال سونا، ایک روایت کے مطابق ۵۰۰ درہم، ایک اور روایت کے مطابق ۲۰ اونٹ تھی (۳۲)۔

ابو طالب نے شادی کی ضیافت کے لئے ایک اونٹ کاٹا، اور ایسی دعوت دی جس کی مثال اُس دن تک کہیں نہیں ملتی۔ شادی ہوگئی۔ حضرت خدیجہ نے اپنا تمام مال و ملک رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کر دیا اور فرمایا، ''یہ تمام مال آپؐ کی ذاتِ عالیہ کے لئے ہے۔ میں آپؐ کی محتاج اور آپؐ کی زیرِ منت ہوں۔''

حضرت خدیجہ نے اپنی پوری ازدواجی زندگی میں محمد ﷺ کی خدمت کی اور اُن کی مددگار رہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی یہ شادی حضرت خدیجہ کی وفات تک ۲۵ سال جاری رہی۔ اس کے پہلے پندرہ سال بعثت سے پہلے اور دس سال بعثت کے بعد کے ہیں۔ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے حضرت خدیجہ سے ازدواجی زندگی کے دوران کسی اور سے کبھی شادی نہ کی۔ دو بیٹے، چار بیٹیاں کُل چھ بچے ہوئے۔ ان کے نام: قاسمؓ، زینبؓ، رقیہؓ، اُمّ کلثومؓ، فاطمہؓ اور عبد اللہؓ (طیب یا طاہر) ہیں۔ زمانہء پیغمبری میں کی گئی ازواج میں سے حضرت ماریہؓ سے ابراہیمؓ نام کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا۔ دیگر ازواج سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ بیٹیوں میں سے زینبؓ سب سے بڑی جبکہ فاطمہؓ سب سے چھوٹی اور اپنے والدؐ کی سب سے لاڈلی تھیں۔ ہجرت سے تیرہ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ لڑکے اپنی طفل سالی میں ہی وفات پا گئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کے علاوہ

(۳۲) ابن ہشام، السیرۃ، ا، ۳۳؛ ابن سعد، الطبقات، VIII، ۹؛ سہیلی، روض الانف، ا، ۳۲۱؛ قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۴۱؛ ابن اثیر، أسد الغابہ، ا، ۲۳

منافع ہوا تھا۔ کاروان واپس ہوا۔ مَرّ وَ ّ ہران کے مقام پر پہنچ کر میسرۃ نے مکہ پہنچنے کی خوشخبری دینے کی غرض سے جانے کی تجویز پیش کی۔ آپؐ نے قبول کیا اور کاروان سے علیحدہ ہو کر اپنے اُونٹ کو مکہ کی جانب بڑھا دیا۔

نفیسہ بنت مُنیہ خاتون بتاتی ہیں: ''کاروان کی آمد کا وقت قریب تھا۔ خدیجہ خاتون ہر روز خدمتگاروں کے ساتھ چھت پر چڑھ کر کاروان کا راستہ دیکھتی تھی، ایسے ہی ایک دن میں خدیجہ خاتون کے پاس تھی۔ اُس پل اچانک دور سے اُونٹ پر سوار ایک شخص آتا دکھائی دیا۔ ایک بادل اور پرندوں کی شکل میں دو فرشتے اُس کے سر پر سایہ کئے ہوئے تھے، ہمارے پیغمبرؐ کی مبارک پیشانی کا نور، چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ خدیجہ خاتون کا دل فراخ ہو گیا کیونکہ وہ سمجھ گئی تھی کہ کون آرہا ہے۔ لیکن انجان بن کر پوچھنے لگی، ''اس گرمی کے دن میں آنے والا یہ کون ہو سکتا ہے۔'''' لگتا ہے آنے والے محمدؐ ہیں'' خدمتگاروں نے جواب دیا اور حیرت کے ساتھ سب کچھ دیکھنے لگے۔ کچھ دیر بعد رسولِ اکرمؐ، خدیجہ خاتون کے مکان پر پہنچے اور حالات سے آگاہ کیا۔ آپؐ کے سنائے مژدے سے وہ بہت خوش ہوئی۔

کچھ دیر بعد کاروان مکہ میں داخل ہوا۔ میسرۃ نے سفر کے دوران محمدؐ پر سایہ کئے جانے، راہب ناستورہ کی باتیں، ضعیف اونٹوں کے سُرعت پکڑنے کے بارے میں اور ایسے کئی واقعات سے جو اُس نے دیکھے، ایک ایک کر کے خدیجہ خاتون کو آگاہ کیا۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے اُس کی زبان نہ تھکتی تھی۔ حضرت خدیجہ یہ سب جانتی تھی لیکن ان باتوں سے اُن کے یقین میں اضافہ ہوا۔ اُنہوں نے میسرۃ کو تنبیہ کی، ''جو تم نے دیکھا اُس کا کسی اور سے ذکر مت کرنا (۳۱)۔''

خدیجہ خاتون، ورقہ بن نوفل کے گھر یہ سب باتیں بیان کرنے کے لئے گئیں۔ انہیں بڑی حیرانگی سے سن کر نوفل نے کہا، ''اے خدیجہ! اگر تمہاری بتائی باتیں سب سچ ہیں تو، محمد ﷺ اس اُمت کے پیغمبر ہونگے۔''

ہمارے پیغمبر ﷺ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارت کے لئے بُصرہ کا، سترہ سال کی عمر میں اپنے چچا زبیر کے ساتھ یمن کا، بیس سال کی عمر میں شام کا اور پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کے مال کو بیچنے کے لئے پھر شام کا سفر کیا، اس طرح آپؐ چار دفعہ سیاحت کے لئے نکلے۔ ان سیاحتوں کے علاوہ آپؐ نے اور کوئی سیاحت نہ کی۔

حضرت خدیجہ سے ازدواج

حضرت خدیجہ، ورقہ بن نوفل کی دی خوشخبری اور محمد ﷺ کی خصوصیات دیکھ کر، آپؐ کی زوجہ بن کر آپؐ کی خدمت کا شرف حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گئیں۔ نفیسہ بنت منیہ نے اُن کی اس حالت کو سمجھ کر دخل انداز ہوئیں۔ اس نیت کے ساتھ وہ رسولِ اکرم کے حضور حاضر ہوئیں اور پوچھا، ''یا محمدؐ! وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو شادی سے روک رکھا ہے؟'' ہمارے پیغمبر ﷺ نے فرمایا، ''شادی کے لئے میرے پاس وافر مقدار میں پیسہ موجود نہیں ہے۔'' اس پر نفیسہ خاتون نے کہا، ''یا محمدؐ! اگر باعفت اور باعزت، صاحب

(۳۱) ابن اسحاق، السیرۃ، ۱، ص، ۵۹؛ ابن کثیر، السیرۃ، ۱، ۲۶۲؛ ابن جوزی، الوفاء باحوال المصطفیٰ، ۱، ۱۴۳

اور معشوق کے درمیان اسرار سے واقف نہیں ہو سکتے۔ یہ مقام کیا ہے کوئی نہیں جان سکتا۔ اس پوشیدہ کام سے متعلق کوئی کچھ نہیں سمجھ سکتا۔''

نہایت کاروان چلا، مکہ والوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی، میسرۃ نے اُسے کئے گئے حکم کے مطابق قیمتی لباس آپؐ کو پہنوا دیئے۔ اُس اُونٹ پر سوار کروا دیا جو مختلف کپڑوں سے ڈھانپا ہوا تھا اور نہایت خوبصورتی سے آراستہ تھا۔ اُس کی مُہاریں اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

اس سفر میں کاروان کے افراد نے، رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے ہمارے پیغمبر ﷺ پر سایہ کئے ایک بادل کو اور پرندے کی شکل میں دو فرشتوں کو آپؐ کے ساتھ سفر کے اختتام تک حرکت کرتے ہوئے پایا (۳۰)۔ راستے میں تھک کر چلنے سے نڈھال ہو کر کاروان سے پیچھے رہ گئے دو اُونٹوں کے پاؤں اپنے ہاتھوں سے دبانے سے اُونٹوں کا سُرعت پکڑ لینا اور ایسے ہی کئی اور واقعات دیکھ کر آپؐ کو بے حد چاہنے لگے اور سمجھ گئے کہ آپؐ کی شان بڑی عظمت والی ہے۔ بُصرہ نامی جگہ پر پہنچنے پر، پھر اُسی کلیسا کے پاس پڑاؤ کیا۔ آپؐ میں کئی ایک علامات دیکھ کر آپؐ کے آخری پیغمبر ہونے کو سمجھ جانے والا راہب بحیرہ وفات پا چکا تھا، اُسکی جگہ اب نستورہ نامی ایک اور راہب نے لے لی تھی۔ کلیسا کے قریب ہی رُکے قریشی کاروان کو دیکھنے والے راہب نستورہ نے قریب کے ایک خشک درخت کے نیچے کسی کو بیٹھے پایا، درخت کو اسی دم سرسبز ہوتے دیکھ کر میسرۃ سے دریافت کیا، ''اس درخت کے نیچے بیٹھی ذات کون ہے؟'' میسرۃ نے جواب دیا، ''یہ قبیلہ قریش کی محترم خلق میں سے ایک ذات ہے۔'' راہب نے کہا، ''آج تک اس درخت کے نیچے پیغمبروں کے علاوہ اور کوئی نہیں بیٹھا۔'' پھر اُس نے مزید دریافت کیا، ''کیا اُس کی آنکھوں میں کچھ سُرخی ہے؟'' میسرۃ نے جواب دیا، ''ہاں ہے اور اُسکی آنکھوں سے بالکل نہیں جاتی۔'' نستورہ نے کہا، ''عیسیٰؑ پر انجیل نازل فرمانے والے اللہ تعالیٰ کی قسم یہ ذات آخری پیغمبرؐ ہوگی۔ کاش کہ میں اپنی زندگی میں اس پر اعلانِ نبوت ہونے کا وقت پا سکوں۔۔۔''

محمد ﷺ بُصرہ کے بازار میں خدیجہ خاتون کے مال کو بیچتے ہوئے، بھاؤ کرنے والے ایک یہودی نے آپؐ پر یقین نہ کیا اور کہا، ''پہلے لات اور عزیٰ نامی بتوں کی قسم کھاؤ تو تمہارا یقین کروں گا۔'' اس پر محمد ﷺ نے فرمایا، ''میں اُن بتوں کے نام پر کبھی قسم نہیں کھاتا! اُن کے پاس سے گزرتے ہوئے اپنا چہرہ دوسری جانب موڑ لیتا ہوں۔'' آپ میں دیگر علامات دیکھنے والا یہودی یوں گویا ہوا، ''عہد، تمہارا عہد ہے۔ اللہ کی قسم یہ ذات وہ ذات ہے جو پیغمبر ہوگی۔'' پھر اپنی حیرانگی کو یوں زبان پر لایا، ''ہمارے عالموں نے کتابوں میں اسیؐ کے اوصاف کو لکھا پایا تھا۔''

میسرۃ، رسول اللہ میں دیکھی اور اُن کے متعلق سُنی ہر بات اپنے ذہن میں نقش کر رہا تھا اور آپؐ کے لئے اُس کی حیرانگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ میسرۃ کے دل میں رحمت للعالمین کے لئے ایک محبت پیدا ہو گئی تھی۔ اب وہ آپؐ کی خدمت ذوق اور حُرمت کے ساتھ کرتا، آپؐ کے ہلکے سے اشارے پر وہ کام نہایت عشق و شوق سے کرتا تھا۔

سب مال جو وہ ساتھ لائے تھے بک گیا، ہمارے پیغمبر ﷺ کی برکت سے پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ

---

(۳۰) قسطلانی، مواہب اللدنیہ، ص ۴۱۰

کا نورکُل عالم کو بھر دے گا۔تم سب سے پہلے ایمان لاؤ گی۔ وہ پیغمبرؐ قریش سے اور بنی ہاشم سے ہوگا۔''
حضرت خدیجہ اس جواب پر بہت خوش ہوئیں اور پیغمبرؐ کے آمد کا انتظار کرنے لگیں۔

حضرت خدیجہ تجارت کرتی تھیں، کسی ایسے شخص کے ساتھ سمجھوتہ کرتیں جس سے وہ مکمل طور پر مطمئن ہوتیں۔ ابوطالب نے حضرت خدیجہ کو وضاحت بیان کی۔ اس پر حضرت خدیجہ نے دیکھنے اور بات چیت کے لئے رسولؐ اللہ کو اپنے گھر دعوت دی۔ جب آپؐ وہاں تشریف لائے تو حضرت خدیجہ بہت تعظیم اور حرمت سے پیش آئیں۔ وہ ہمارے پیغمبر ﷺ کی نزاکت کو، شائستگی اور جمالِ پاک کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا، ''میں جانتی ہوں کہ آپؐ سچے، بااعتماد، امانت دار اور اعلیٰ ظرف ہیں۔ اس کام کے لئے میں آپ کو اُس اُجرت سے بھی کئی گنا زیادہ دوں گی جو میں نے آج تک کسی کو ادا نہیں کی۔۔۔۔'' اس کے بعد اس خدمت کے لئے ضروری لباس دیتے ہوئے، قلبِ مطمئن کے ساتھ آپ کو روانہ کیا۔

حضرت خدیجہ اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے جو عیسائی عالم تھے، پیغمبری کی علامات سُن چکی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اس زیارت کے دوران اُنہوں نے پیغمبری کی یہ علامات آپؐ میں دیکھ لی تھیں۔ اس بنا پر اپنے میسرۃ نامی ایک غلام کو بلا کر کہا، ''کاروان مکہ سے روانہ ہوتے ہوئے اُونٹ کی مُہار محمدؐ کے ہاتھ میں دینا تاکہ اہلِ مکہ کسی قسم کی باتیں نہ بنائیں۔ شہر سے دور آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی یہ قیمتی لباس آپؐ کو پہنا دینا۔'' اس کے بعد ایک اونٹ کو بادشاہوں کے شایانِ شان طرز میں سجا دیا۔ پھر میسرۃ سے کہا، ''آپؐ کو اس اُونٹ پر نہایت حُرمت کے ساتھ سوار کر کے، مُہاریں اپنے ہاتھ میں لے لینا اور خود کو اُس ذاتؐ کا خدمتگار سمجھنا۔ بغیر آپؐ کی اجازت کوئی کام مت کرنا اور آپؐ کی حفاظت، کسی خطرے سے بچانے کے لئے اپنی جان تک کی بھی پرواہ نہ کرنا! دونوں جہاں بھی جاؤ زیادہ وقت مت لگانا اور جلد لوٹ آنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی ہاشم کے سامنے محجوب ہوں جائیں۔ اگر میری کہیں ان باتوں پر حرف فاحرف عمل کرو گے تو تمہیں آزاد کر دوں گی اور اتنا مال دوں گی جتنا تم چاہو۔''

کاروان تیار ہوگیا، اہلِ مکہ اپنے اقرباء کو الوداع کہنے کے لئے ایک بھیڑ کی شکل میں اکٹھے ہو گئے تھے، ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے اقرباء، چچا اور بنی ہاشم کے بڑے بڑے لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی پھوپھی نے جب آپؐ کو ایک خدمتگار کے لباس میں اور اُونٹ کی مُہار ہاتھ میں لئے دیکھا تو گویا اُن کی ٹانگوں میں جان نہ رہی۔ روکر فریاد کرنے لگی۔ آہیں لیتی تھی اور آنسو بہاتے ہوئے اپنے دردِ دل کو زبان پر لانے لگی، ''اے عبدالمطلب! اے زمزم کی کنویں کو پانے والی ذات! اور اے عبداللہ! اپنی قبروں سے اُٹھ کر، اپنی نگاہوں کو اس طرف پھیر کر، اس مبارک کے حال کو دیکھو!'' ابوطالب کے جذبات اور حال بھی مختلف نہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے موتیوں کی مانند آنسو بہہ نکلے اور فرمایا، ''آپ مجھے کبھی نہ بُھلا یئے۔ یاد کیجیے گا کہ کوئی غریب الوطنی میں غم اور درد سہہ رہا ہے''۔ آپؐ کے یہ الفاظ سُن کر سب رو پڑے۔ آسمان پر ملائکہ بھی اس حال میں مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے، ''اے ہمارے رب! یہ وہ محمد ﷺ ہے جسے تُو نے اپنا حبیب بنایا، سب سے اعلیٰ مقام احسان فرمایا۔ اس حال کی حکمت کیا ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''ہاں، وہ میرا حبیب ہے۔ لیکن تم محبت کے اسرار کو نہیں جان سکتے۔ تم عاشق

زہرہ اور دیگر قبائل کے سرداران عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے۔ آبائی ہو یا مسافر ہر کسی کو ظلم اور حق تلفی سے بچانے کے لئے، ظلم کو روکنے اور جن لوگوں کے ساتھ حق تلفی کی گئی اُن کا حق واپس دلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کے لئے ایک عدالتی جمعیت قائم کی گئی (۲۸)۔ **حِلفُ الفضول** نام کی اس جمعیت کے قیام میں ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ نے عین اپنی جوانی کے دور میں موثر کردار ادا کیا۔ ایک ایسی ہی جمعیت پہلے بھی فضل نامی دو اشخاص اور فضائل نامی ایک شخص کی طرف سے قائم کی گئی تھی۔ قائم کی جانے والی اس جمعیت کو اُن لوگوں کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جمعیت نے ظلم کی روک تھام کر کے مکہ کے بگڑے امن کو پھر سے بحال کیا۔ اس کا اثر ایک مدت تک قائم رہا۔ نبوّت کے اعلان کے بعد ہمارے پیغمبر ﷺ نے اصحابِ اکرام سے فرمایا، **''عبداللہ بن جدعان کے گھر پر لئے جانے والے حلف میں مَیں بھی موجود تھا۔ میرے لئے وہ حلف برداری سُرخ بالوں والے اُونٹوں (ایک ثروت) کا مالک بننے سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ اب بھی اگر ایسی مجلس میں مدعو کیا جاؤں تو ضرور جاؤں گا (۲۹)۔''**

تجارت میں مشغولیت

اہلِ مکہ عرصہ دراز سے تجارت کو ذریعہ معاش بنا کر اپنی گزربسر کرتے تھے۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے چچا ابو طالب بھی تجارت میں مشغول تھے۔ آپؐ کی عمر پچیس سال تھی جب مکہ میں گزربسر اور ذرائع معاش میں بڑی مُشکلات پیدا ہوگئیں۔ اس وجہ سے اہلِ مکہ نے شام کے لئے ایک بہت بڑا تجارتی کاروان تیار کیا۔ اُس دن ابو طالب نے رسول اللہ کے پاس آکر کہا، ''اے میرے محترم بھتیجے! غریبی بے حد بڑھ گئی ہے۔ قحط اور لڑائیوں میں گزارے ان چند سالوں نے ہمارے ہاتھوں میں کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اب قریش کا کاروان تیار ہے، شام کی جانب روانہ ہونے کو ہے۔ خدیجہ خاتون بھی اپنا مال کاروان کے ساتھ بھیجے گی۔ وہ ضرور اس کام کے لئے کچھ با اعتماد اشخاص ڈھونڈ رہی ہوگی۔ یقیناً اُس کو تم جیسے امین، پاک اور وفادار شخص کی ضرورت ہوگی۔ چل کر بات کریں، اگر وہ تم کو اپنے وکیل کے طور بھیجنے پر راضی ہو جائے تو اچھا ہوگا۔ بلا شبہ وہ تمہیں دوسروں پر ترجیح دے گی۔ دراصل میں تمہیں شام بھیجنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ وہاں کے یہودی تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ لیکن کوئی اور چارہ بھی نظر نہیں آتا۔'' آپؐ نے جواباً کہا، **''آپ جیسا چاہیں ویسا کریں۔''**

حضرت خدیجہ؛ اپنی خوبصورتی، مال، عقل، عفت، حیا اور ادب کی وجہ سے عرب میں شہرت کی حامل ایک معزز خاتون تھیں۔ اس وجہ سے ہر طرف اُن کے طالب اور خواہشمند لوگ موجود تھے۔ لیکن ایک خواب کی وجہ سے وہ کسی کو پسند نہ کر پاتی تھیں۔ اُنہوں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک چاند اُتر کر اُن کے پہلو میں آگیا، چاند کے نور نے اُن کے پہلو سے نکل کر پوری دُنیا کو منور کر دیا۔ علی الصبح اُنہوں نے یہ خواب اپنے اقرباء ورقہ بن نوفل کو بیان کیا۔ ورقہ نے کہا، ''پیغمبر آخر زمانؐ بالآخر اپنے وجود میں آچکے ہیں۔ آپؐ تم سے شادی کریں گے اور تمہارے زمانے میں ہی آپؐ پر وحی نازل ہوگی۔ آپؐ کے دین

(۲۸) سہیلی، روض الانف، ۱، ۹۱۔

(۲۹) ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۱۳۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۸۲؛ سہیلی، روض الانف، ص، ۱، ۹۱؛ ابن حبیب، المحبر، ص، ۱۶۷؛ ابن کثیر، البدایہ، ۱۱، ۲۹۳-۲۹۰؛ یعقوبی، تاریخ، ۱۱، ۱۴-۱۳

دورِ جوانی
اور ازدواج

انسانوں میں ہر لحاظ سے سب سے اولی و اعلیٰ محمد ﷺ اپنی دورِ جوانی ہی میں اہل مکہ کی جانب سے اپنے ہم عمروں کی نسبت سب سے زیادہ پسند کئے جاتے تھے۔ اچھے اخلاق، انسانوں سے بے مثال اور اچھے طریقے سے پیش آنا، پُرسکون طبیعت، نرم مزاجی دیگر اعلیٰ خصوصیات کی بنا پر آپ کو پسند کیا جاتا تھا۔ انسان ان خصوصیات کی وجہ سے آپؐ کے بہت معتقد تھے۔ اہل مکہ نے اس سچائی اور اعتماد کی بنا پر جو اُنہوں نے کبھی کسی اور میں نہ دیکھی تھی، آپ کو الامین کا لقب دیا تھا، یعنی ایسا شخص جس پر وہ ہمیشہ اعتماد کر سکتے تھے۔ اس طرح دورِ جوانی میں آپؐ اسی نام سے مشہور رہوئے۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کے دورِ جوانی میں، عرب گہری جہالت میں ڈوبے پڑے تھے۔ بتوں کی پرستش، شراب، جُوا، زنا، سُود اور بدفعلیاں اُن میں سرایت کر چکی تھیں۔ محمد ﷺ اُن کی ان بگڑی عادات سے بے حد نفرت کرتے اور ہر برائی سے ہمیشہ دُور رہتے تھے۔ سب اہل مکہ آپؐ کی اس خاصیت کو جانتے اور اس پر حیرت کرتے تھے۔ آپؐ بتوں سے بڑی شدّت کی نفرت کرتے اور اُن کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ بتوں کے نام پر قربان کئے گئے جانوروں کا گوشت کبھی نہیں کھاتے تھے۔ آپؐ بچپن میں اور جوانی میں اپنی بھیڑیں، جیاد کی پہاڑی پر اور اس کے گرد و جوار میں چراتے اور اس سے گزر بسر کرتے۔ اس طرح حد درجے بگڑے معاشرے سے دُور رہتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے اصحاب اکرام سے یوں فرمایا، ''کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے بھیڑیں نہ چرائی ہوں۔'' ''یارسول اللہ! کیا آپؐ نے بھی بھیڑیں چرائی ہیں؟'' اصحاب اکرام نے سوال کیا۔ ''ہاں میں نے بھی چرائی ہیں'' آپؐ نے جواب دیا۔

ہمارے پیغمبر ﷺ جب بیس سال کی عمر کو پہنچے تو مکہ میں امن کی حالت بالکل بگڑ چکی تھی۔ ظلم حد درجے بڑھ چکا تھا، جان و مال اور عزت و ناموس کو کوئی تحفظ نہ تھا۔ مکہ کے آبائی لوگ، تجارت اور زیارتِ کعبہ کے لئے آئے مسافروں سے زیادتی کرتے اور ظلم روا رکھتے۔ مظلوم کی حق رسائی کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ اس دوران تجارت کی نیت سے مکہ میں آئے ایک یمنی تاجر کے مال پر عاص بن وائل نامی ایک اہل مکہ نے بزورِ قوت قبضہ کر لیا۔ اس حادثے کے بعد یمنی تاجر نے ابوقبیس کی پہاڑی چڑھ کر فریاد کی اور اپنے حق کے حصول کے لئے تمام قبائل سے مدد طلب کی۔ ظلم کے ایسے حادثات دن بدن بڑھتے دیکھ کر بنی ہاشم، بنو

ہے؟'' اُس نے وضاحت کی، ''اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں سے اور سب سے آخر میں آنے والے عیسیٰؑ سے اس بات کا وعدہ لے چکا ہے کہ وہ اپنی اپنی امتوں کو پیغمبر آخر زمان ﷺ کے آنے کی خبر دیں گے۔''

ابو طالب نے بحیرہ کے ان الفاظ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے شام جانے کا فیصلہ بدل دیا۔ اپنے مال کو بُصرہ میں بیچ کر واپس مکہ کی راہ لی (۲۶)۔ بحیرہ سے سنی باتیں تا عمر ابو طالب کے کانوں میں گونجتی رہیں۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کو اور بھی زیادہ چاہنے لگے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک آپؐ کی حفاظت کی اور آپؐ کی ہر کام میں مدد کی۔

ہمارے پیغمبر ﷺ اپنے ہر حال سے صاحبِ فضیلت، صاحبِ جمال اور استثناء انسان تھے۔ آپؐ اب سترہ سال کے ہو چکے تھے۔ اس دوران یمن کو تجارت کے لئے جانے والے آپؐ کے چچا زُبیر، تجارت میں برکت کی نیت سے آپؐ کو بھی ساتھ لے گئے۔ اس دفعہ بھی بہت سے غیر معمولی حالات دیکھے گئے۔ مکہ واپسی پر آپؐ کے یہ حالات بیان کئے گئے اور قبیلہ قریش میں '' آپؐ کی شان بڑی عظمت والی ہوگی'' کہا جانے لگا۔۔۔(۲۷)

عشق تیرا غم و درد کیلئے، دوا ہے یا رسول اللہ
تیرے حضور حاجتیں ہی سہی، روا ہے یا رسول اللہ
جو آنکھ دیکھے نور ترا، کیا دیکھے اب وہ نجم و قمر
ترے نور سے رات اور دن، ضیاء ہے یا رسول اللہ
گل کھلائے ہے ترا عرقِ تر، باتیں ہیں تری شہد و شکر
ہاں تجھ سے ہی بیماردلوں کو، شفا ہے یا رسول اللہ
حبیب تُو بادشاہوں کا، طبیب ہے درد اور آہوں کا
تری شفاعت گنہگاروں کے لئے، صفا ہے یا رسول اللہ

شیآ دحمزہ

(۲۶) ابن اسحاق، السیرۃ، ص،۵۸۔۵۳؛ ابن ہشام، السیرۃ، ا، ۱۸۲۔۱۸۰؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۷۶، ۱۵۶۔۱۵۴؛ طبری، تاریخ، II، ۲۷۹۔۲۷۷؛ سہیلی، روض الانف، II، ۲۲۰۔۲۱۶؛ ابن کثیر، البدایہ، III، ۲۸۶۔۲۸۳

(۲۷) ابن اسحاق، السیرۃ، ص،۵۹۔۵۳؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۲۳۔۱۲۰

دی ۔ قافلے کے تمام لوگ ہمارے پیغمبر ﷺ کو اپنے مال کی نگرانی کے لئے چھوڑ کر، راہب کے پاس چلے گئے ۔ بحیرہ نے آنے والوں کو غور سے دیکھنے کے بعد پوچھا، ''اے اہلِ قریش، تم میں سے کیا کوئی ایسا بھی ہے جو کھانے پر نہ آیا ہو؟'' ''ہاں، ایک فرد ہے'' اُنہوں نے جواب دیا ۔ کیونکہ اہلِ قریش سب آنے کے باوجود بادل ہنوز وہیں موجود تھا ۔ اسے دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا کہ اُن میں ایک فرد نہیں آیا ۔ راہب بحیرہ نے اصرار کے ساتھ آپ کو بھی بلایا ۔ آپؐ کے آتے ہی اُس نے آپ کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا ۔ اُس نے ابو طالب سے پوچھا، ''کیا یہ بچہ تمہاری نسل سے ہے؟'' ''میرا بیٹا ہے'' ابو طالب نے جواب دیا ۔ اس پر بحیرہ نے کہا، ''کتابوں کے مطابق اس بچے کے باپ کو زندہ نہیں ہونا چاہئے، یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے ۔'' اس دفعہ ابو طالب نے وضاحت کی، ''یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ۔'' ''اس کے باپ کو کیا ہوا؟'' بحیرہ کے سوال پر ابو طالب نے جواب دیا، ''اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو گیا تھا ۔'' بحیرہ نے کہا، ''تم نے ٹھیک کہا، اس کی ماں کو کیا ہوا؟'' اس پر جواباً ابو طالب نے کہا، ''وہ بھی فوت ہو گئی ۔'' اس کے مقابل بحیرہ کے الفاظ ''تم نے ٹھیک کہا'' تھے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے پیغمبر ﷺ کی جانب مُڑ کر بتوں کی قسم دی ۔ اس کے جواب میں آپؐ نے بحیرہ کو فرمایا، ''بتوں کے نام پر قسم مت دو ۔ دُنیا میں میرا اُن سے بڑا کوئی دشمن نہیں ۔ میں اُن سے نفرت کرتا ہوں ۔''

بحیرہ نے اس بار اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر پوچھا، ''کیا تم سوتے ہو؟'' آپؐ نے جواب دیا، ''میری آنکھیں سوتی ہیں پر میرا دل نہیں سوتا ۔'' بحیرہ نے مزید کئی سوالات کئے اور اُن کے جوابات لئے ۔ یہ جوابات بالکل وہی تھے جو اُس کی پڑھی ہوئی کتابوں میں درج تھے ۔ پھر اُس نے ہمارے پیغمبر ﷺ کی آنکھوں کو دیکھ کر ابو طالب سے پوچھا، ''کیا یہ سُرخی آپؐ کی مبارک آنکھوں میں ہمیشہ رہتی ہے؟'' ''ہاں، کبھی غائب ہوتے نہیں دیکھی'' اُنہوں نے جواب دیا ۔ بحیرہ نے اس علامت کو بھی پورا اُترا دیکھ کر، اپنے دل کے یقین کو پختہ کرنے کی نیت سے، مہرِ نبوت دیکھنا چاہی ۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ادب کی بنا پر اپنی پیٹھ کو کھولنے سے گریز کیا ۔ ابو طالب نے فرمایا، ''اے میرے آنکھوں کے نور! اُس کی یہ آرزو بھی پوری کر دو ۔'' آپؐ نے اپنی پیٹھ مبارک کھول دی ۔ بحیرہ نے جی بھر کر تمام تر خوبصورتی کے ساتھ موجود اس ''مہرِ نبوّت'' کا نظارہ کیا ۔ ہیجان کے ساتھ اُسے چوما اور اُس کی آنکھوں سے آنسو سیلاب کی مانند بہہ نکلے ۔ بعد میں یوں گویا ہوا، ''میں شہادت دیتا ہوں، آپؐ اللہ کے رسول ہیں ۔'' پھر آواز کو مزید بلند کرتے ہوئے بولا، ''یہ رہا آقائے دو جہان ۔ ۔ ۔ یہ رہا ربّ العالمین کا رسولؐ ۔ ۔ ۔ یہ رہا اللہ کی طرف سے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا وہ عظیم پیغمبرؐ ۔ ۔ ۔'' وہاں موجود اہلِ قریش، حیرت کے ساتھ کہنے لگے، ''محمدؐ کی اس راہب بحیرہ کے ہاں کتنی زیادہ قدر و قیمت ہے ۔''

بحیرہ نے ابو طالب کی جانب متوجہ ہو کر کہا، ''یہ پیغمبروں میں آخری اور سب سے زیادہ شرف والا ہے ۔ اس کا دین ساری دُنیا میں پھیل جائے گا اور تمام پرانے ادیان کو منسوخ کر دے گا ۔ اس بچے کو لے کر شام مت جا ۔ کیونکہ بنی اسرائیل اس کے دشمن ہیں ۔ مجھے ڈر ہے کہ آپؐ کے مبارک بدن کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں ۔ اس کے لئے اُن میں کئی عہد اور میثاق ہو چکے ہیں ۔'' ابو طالب نے پوچھا، ''یہ عہد اور میثاق کیا

ابو طالب کی حمایت میں ۔۔۔

آپؐ کے دادا کی وفات کے بعد، آقائے کائناتﷺ آٹھ سال کی عمر سے لے کر اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہنے لگے اور اُن کی حمایت میں پرورش پائی ۔ اُس دور میں ابو طالب بھی اپنے والد عبدالمطلب کی طرح مکہ میں قریش کے سرداروں میں سے گنے جاتے تھے، سب اُنہیں پسند کرتے، احترام کرتے اور اُن کی بات مانتے تھے ۔ وہ بھی ہمارے پیغمبرﷺ کو بہت پیار اور شفقت سے پیش آتے تھے ۔ آپؐ کو اپنی اولاد سے زیادہ پیار کرتے، اپنے ساتھ لئے بغیر نہ سوتے نہ ہی کہیں جاتے تھے اور کہتے، ''تمؐ بہت خیر والے اور نہایت مبارک ہو!'' آپؐ جب تک ہاتھ نہ بڑھاتے وہ بھی کھانا شروع نہ کرتے تھے، وہ چاہتے تھے کہ کھانا پہلے آپؐ شروع کریں ۔ بعضاً آپؐ کے لئے علیحدہ دسترخوان لگواتے ۔ صبح جاگنے پر آپؐ کے چہرے کو چاند کی مانند چمکتے ہوئے اور آپؐ کے بالوں کو کنگھی کیا ہوا پاتے تھے ۔ ابو طالب کا زیادہ مال و ملک نہ تھا، گھر کے افراد بھی زیادہ تھے ۔ رسولِ اکرمﷺ کو حمایت میں لینے کے بعد بہتات اور برکات ہونا شروع ہوگئیں ۔ مکہ میں وقوع پذیر خشک سالی کی بنا پر خلق کی پریشانی کے دور میں، ابو طالب نے آپ کو ساتھ لے جاکر کعبہ کے پاس دُعا کی ۔ آپؐ کی برکت سے موسلا دھار بارش ہوئی ۔ خشک سالی اور قحط سے نجات ملی ۔ (۲۵)

راہب بحیرہ

ہمارے پیغمبرﷺ بارہ سال کے تھے، ایک دن آپؐ نے ابو طالب کو تجارت کے لئے سفر کی تیاری کرتے دیکھا ۔ آپ کو اپنے ساتھ لے کر جانے پر آمادہ نظر نہ آتے ابو طالب سے یوں گویا ہوئے، ''اس شہر میں مجھے کس کے پاس چھوڑ کر جا رہے ہو؟ نہ میرا باپ ہے نہ کوئی ہمدرد! ۔۔۔'' آپؐ کے ان الفاظ نے ابو طالب پر بڑا اثر کیا ۔ اُنہوں نے آپ کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا ۔ کاروانِ تجارت نے ایک طویل مسافت کے بعد بُصرہ میں عیسائیوں کے ایک کلیسا کے پاس پڑاؤ کیا ۔ اس کلیسا میں بحیرہ نامی راہب مقیم تھا ۔ عیسائیت قبول کرنے سے پہلے اُس کا شمار یہودیوں کے علماء میں سے ہوتا تھا ۔ اُس کے پاس ایک خفیہ کتاب تھی جو نسل در نسل اُس تک پہنچی تھی، اُسے پوچھے جانے والے سوالات کا جواب اِس کتاب سے دیا کرتا تھا ۔ اس سے پہلے بھی قریش کے قافلے سالہا سال سے یہاں پڑاؤ کرتے آئے تھے مگر اُس نے کبھی اِن میں دلچسپی نہ لی تھی ۔ ہر صبح کلیسا کی چھت پر چڑھ جاتا اور قافلوں کی آمد کی سمت بڑے تجسس سے کسی چیز کا انتظار کرتا رہتا ۔ راہب بحیرہ کو اس دفعہ جیسے کچھ ہوگیا تھا وہ ہیجان کے ساتھ اُچھل کر اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا ۔ کیونکہ، اُس نے قریش کے قافلے کو دور سے آتا دیکھا تھا اور قافلے کے اوپر سایہ کئے ایک بادل کو بھی ساتھ ساتھ چلتے دیکھ چکا تھا ۔ یہ بادل ہمارے پیغمبرﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھا ۔ حبیبِ اکرمﷺ ایک درخت کے سایہ تلے بیٹھے تھے، اس درخت کی شاخیں آپؐ کی جانب جھکی دیکھ کر بحیرہ کے ہیجان میں مزید اضافہ ہوگیا ۔ اُس نے درحال دسترخوان بچھوا دیئے ۔ بعد میں ایک آدمی بھیج کر قریش کے قافلے میں موجود سب افراد کو کھانے کی دعوت

(۲۵) ابن هشام، السيرة، ۱، ۱۸۰-۱۷۹؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۱۱۹

اپنے بھائی کے بیٹے کے متعلق کہی گئی باتیں سنو اور اُس کی دیکھ بھال کرو اور اُس کی حفاظت کرو۔''

دادا کی وفات

عبدالمطلب نے وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو جمع کر کے کہا، ''آخرکار دُنیا سے آخرت کی جانب میرے کُوچ کا وقت آن پہنچا ہے۔ میری فکرِ واحد یہ یتیم ہے۔ کاش کہ میری عمر لمبی ہوتی اور میں اس خدمت کو خوشی خوشی جاری رکھ سکتا۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ عمر وفا نہیں کرے گی۔ اب میرا دل و زبان حسرت کی اس آتش میں جل رہے ہیں۔ اس گوہر نایاب کو تم میں سے کسی ایک کو امانت دینا چاہتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ تم میں سے کون ہے جو پورے انصاف کے ساتھ اسؐ کے حقوق کا رکھوالا بنے اور اسؐ کی خدمت میں کوئی قصور روا نہ رکھے۔ ابولہب نے گھٹنوں کے بل جھک کر کہا، ''اے رئیسِ مکہ! اگر اس امانت کو تسلیم کرنے کے لئے آپ نے پہلے سے کچھ سوچ رکھا ہو تو ٹھیک، وگرنہ یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔'' عبدالمطلب نے اُسے جواباً کہا، ''تمہارا مال بہت ہے۔ لیکن تم سخت دل ہو اور تم میں مرحمت کم ہے۔ یتیم کا دل زخمی اور نازک ہوتا ہے۔ فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔'' اُن کے دیگر بچوں میں سے کچھ اور نے بھی یہی خواہش ظاہر کی۔ عبدالمطلب نے باری باری سب کی خصوصیات بتا بتا کر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ابوطالب کی باری آنے پر وہ یوں گویا ہوئے، ''میں سب سے زیادہ اس کا خواہش مند ہوں، لیکن میرے بڑوں کے ہوتے ہوئے آگے بڑھنا زیب نہیں دیتا۔ میرا مال کم ہے، لیکن میرے صداقت میرے بھائیوں میں سب سے زیادہ ہے۔'' عبدالمطلب نے کہا، ''سچ کہتے ہو۔ اس خدمت کے لائق تم ہی ہو۔ لیکن میں ہر کام میں اُسؐ سے پوچھتا ہوں اور اُسؐ کی خواہش کے مطابق حرکت کرتا ہوں۔ میں ہر دفعہ صحیح نتیجہ پر ہی پہنچا۔ اس معاملے میں بھی اُسؐ سے مشورہ کروں گا۔ تم میں سے وہؐ جس کو ترجیح دے گا، اُسے میں بھی قبول کر لوں گا۔''

بعد ازاں اُنہوں نے ہمارے پیغمبر ﷺ کی جانب مُڑ کر سوال کیا، ''اے میری آنکھوں کے نور! تمہاری حسرت میں مَیں آخرت کو کُوچ کرنے کو ہوں۔ اپنے ان چچاؤں میں سے تمؐ کس کو ترجیح دیتے ہو؟'' ہمارے پیغمبر ﷺ اسی وقت اُٹھے اور ابوطالب سے لپٹ گئے اور اُن کے گھٹنے پر بیٹھ گئے۔ عبدالمطلب نے سکون کا سانس لیا اور گویا ہوئے، ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، میری خواہش بھی یہی تھی۔'' پھر ابوطالب کی جانب گھوم کر کہا، ''اے ابوطالب! یہ گوہر ماں باپ کی شفقت سے محروم رہا ہے۔ اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اسؐ کا خیال رکھنا۔ میرے لئے تم میری دیگر تمام اولاد سے زیادہ معتبر ہو۔ میں نے یہ پُرعظمت اور قیمتی امانت تمہارے حوالے کی۔ کیونکہ تم اور اسؐ کے والد دونوں ایک ہی ماں اور باپ سے ہو۔ اسؐ کی اپنی جان کی طرح حفاظت کرنا۔ تم میری اس وصیّت کو قبول کرتے ہو؟'' ابوطالب نے جواباً کہا، ''میں نے قبول کیا۔'' اس پر عبدالمطلب نے ہمارے پیغمبر ﷺ کو گلے لگایا، سرمبارک اور چہرے کو چوما، اُنہیں سونگھا۔ پھر سب سے یوں گویا ہوئے، ''آپ سب شاہد رہنا کہ میں نے اس سے اچھی خوشبو نہ کبھی سونگھی اور ایسا حسین چہرہ نہ کبھی دیکھا (۲۴)۔''

---

(۲۴) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۴۸-۵۴؛ ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۱۷۸-۱۷۹؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۱۱۷؛ سہیلی، روض الانف، ۱، ۲۹۹؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۱۱، ۱۳۵؛ ابن اثیر، أسد الغابہ، ۱، ۲۲

دور رہتے تھے۔ مکہ میں ظلم اور بے انصافی ہونے پر معافی ہوتے اور آئے مسافروں کی مہمانداری کرتے تھے۔ ماہِ رمضان میں اکیلے حِرا کی پہاڑی پر جا رہنا اُن کی عادت تھی۔ بچوں کے لئے صاحبِ شفقت عبدالمطلب، اپنے پیارے پوتے کو سینے سے لگائے رکھتے اور دن رات آپ کو خود سے جُدا نہ کرتے تھے۔ آپ کو بہت پیار اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ کعبہ کے سائے تلے اُن کے لئے مخصوص گدی پر آپؐ کے ساتھ بیٹھتے، اور معافی ہونے والوں کو کہتے، ''چھوڑو میرے بیٹے کو، اُس کی شان اُونچی ہے (۲۳)۔''
ہمارے پیغمبرﷺ کی دایہ اُمّ ایمن کو بہت اصرار کے ساتھ تنبیہ کرتے، ''میرے بیٹے کا بہت خیال رکھو۔ اہلِ کتاب میرے بیٹے لئے کہتے ہیں کہ وہ اس اُمت کا پیغمبر ہوگا۔'' اُمّ ایمن کہتی ہیں کہ: ''میں نے آپ کو بچپن میں کبھی بھوک یا پیاس سے شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ آپؐ صبح ایک گھونٹ زمزم پیتے تھے۔ جب ہم آپ کو کھانا کھلانا چاہتے تو کہتے، ''مجھے نہیں چاہیئے، میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔''

عبدالمطلب سوتے ہوئے اور اپنے کمرے میں تنہائی کے دوران آپؐ کے علاوہ اور کسی کو داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ آپ کو شفقت سے اپنے سینے سے لگاتے، پیار کرتے، آپؐ کی باتوں اور حرکتوں سے نہایت محظوظ ہوتے۔ دسترخوان پر آپ کو اپنے ساتھ جگہ دیتے، اپنے گھٹنے پر بٹھا لیتے، کھانے میں سب سے اچھا سب سے لذیذ آپ کو کھلاتے اور آپؐ کے آنے کے بغیر دسترخوان پر نہ بیٹھتے تھے۔ اُنہوں نے آپؐ کے متعلق کئی خواب دیکھے اور کئی حادثات کے شاہد ہوئے۔

ایک دفعہ مکہ میں خشک سالی اور قحط پڑا۔ ایک خواب دیکھ کر عبدالمطلب نے محمدﷺ کا ہاتھ سے پکڑا اور ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ کر دعا کی: اے میرے اللہ، اس بچے کے وسیلے سے، ہمیں بابرکت بارش سے نواز۔'' اُن کی دُعا قبول ہوئی اور موسلادھار بارش ہوئی۔ اُس زمانے کے شعراء نے یہ واقعہ اشعار لکھ کر بیان کیا۔

نجران کا راہب

عبدالمطلب، ایک دن کعبہ کے پاس بیٹھے تھے کہ نجران کا ایک راہب اُن کے پاس آکر باتیں کرنے لگا۔ اسی دوران: ''ہم نے بنی اسمٰعیل سے آنے والے آخری پیغمبر کی صفات کے متعلق لکھی گئی کتابیں پڑھی ہیں۔ یہ جگہ یعنی مکہ اُس کی جائے پیدائش ہے۔ اُس کی صفات ایسی ہیں، ویسی ہیں!'' کہہ کر ایک ایک گننا شروع کر دیا۔ اس دوران ہمارے پیغمبرﷺ اُس کے پاس آگئے۔ نجران کے راہب نے بڑے غور سے آپ کو دیکھنا شروع کر دیا، پھر قریب آکر آپؐ کی آنکھوں، پیٹھ اور پاؤں کو دیکھا اور ہیجان سے بولا، ''یہ، یہ وہی ہے۔ کیا یہ بچہ تمہاری نسل سے ہے؟'' عبدالمطلب نے کہا، ''میرا بیٹا ہے!'' اس پر نجرانی راہب نے کہا، ''کتابوں سے حاصل کردہ میرے علم کے مطابق اس کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہیئے!'' عبدالمطلب نے کہا، ''میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے جب اس کی ماں حاملہ تھی وفات پا گیا تھا۔'' یہ سنتے ہی راہب بولا، ''اب تم نے ٹھیک کہا۔'' یہ بات سُن کر عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے کہا، ''

(۲۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۷۴-۷۵؛ یعقوبی، تاریخ، ۱۱، ۹-۷۔

اس دوران ایک یہودی عالم نے اُن میں نبوّت کی علامات دیکھیں۔ قریب آ کر آپؐ کا نام پوچھا۔ ''احمد'' جواب سُن کر وہ پکار اُٹھا، ''یہ بچہ، پیغمبرِ آخر زمان ہوگا!'' اُس کے علاوہ بھی وہاں کے یہودی علماء میں سے بعض آپؐ میں پیغمبری کی علامات دیکھ چکے تھے، آپؐ کے پیغمبر ہونے کے بارے ایک دوسرے سے بات چیت کرنے لگے تھے۔ اُن کی یہ باتیں سُن کر اُمّ ایمن نے حالات حضرت آمنہ کو بیان کر دیئے، اس پر والدہ ماجدہ کسی نقصان کے خطرے کے ڈر سے آپؐ کو لے کر مکّہ کی جانب واپس روانہ ہوگئی۔ ابواء کے مقام پر پہنچ کر حضرت آمنہ بیمار ہوگئی۔ بیماری کے بڑھ جانے کی وجہ سے وہ بار بار بیہوش ہو جاتی تھی۔ اُن کے سرہانے کھڑے پیارے بیٹے محمد ﷺ کو دیکھ کر بولیں، ''اے موت کے خوفناک تیر سے، اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے سو اُونٹوں کے عوض بچائی گئی ذات کے بیٹے! اللہ تمہاری ذات کو مبارک بنائے۔ اگر میرا خواب سچ ثابت ہوا، تو تم صاحبِ جلال اور نہایت صاحبِ اکرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی آدمؑ کو حلال وحرام سمجھانے کے لئے بھیجے جانے والے ہو۔ جنابِ حق تمہیں ملتوں کے ساتھ ساتھ چلتے آئے بتوں اور بت پرستی سے بچائے رکھے گا۔'' پھر یہ اشعار کہے:

ہوتی ہے ہر نئی شے بالآخر قدیم، مرتا ہے ہر جینے والا	ختم ہوتا ہے بھرا ہوا، ہے کوئی صدا جوان رہنے والا؟
موت ہے تقدیر میری بھی البتہ، فرق ہے یہ:	تجھے پیدا کیا میں نے، میرے لئے شرف ہے یہ:
اولادِ خیر والی چھوڑے جاتی ہوں پیچھے اپنی	دل شاد ہے یوں موندتے ہوئے آنکھیں اپنی
نام میرا رہے گا تا ابد، سب کی زباں پر	محبت تیری قائم رہے گی، دلوں کے جہاں پر

اس کے بعد وہ رحلت فرما گئیں۔ اُنہیں وہیں پر دفن کر دیا گیا۔ آپؐ کی والدہ آمنہ خاتون کی عمر وفات کے وقت بیس سال تھی۔ اُمّ ایمن آقائے دو جہان کو اپنے ساتھ لئے چند دنوں کے سفر کے بعد مکہ پہنچی اور آپؐ کو دادا عبدالمطلب کے پاس چھوڑ دیا۔

دادا کے پاس

حبیب اکرم ﷺ کے والدین دینِ ابراہیم پر تھے۔ یعنی مومن تھے۔ علماءِ اسلام کے مطابق وہ ابراہیمؑ کے دین پر تھے اور محمد ﷺ کے اعلانِ نبوّت کے بعد اُنہیں بھی اُمتی بنائے جانے کے لئے دوبارہ زندہ کیا گیا اور اُنہیں کلمہ شہادت سنایا گیا اور اُن سے سُنا گیا، اس طرح وہ بھی اُمتی ہو گئے (۴۲)۔

محمد ﷺ آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا کے پاس رہے۔ آپؐ کے دادا عبدالمطلب مکہ میں بڑے باعزت اور مختلف امور پر مامور ذات تھے۔ ہیبت، صبر، اخلاق، اخلاص، مردانگی اور سخاوت کے لئے مانے جاتے تھے۔ فقیروں کا پیٹ بھرتے تھے حتیٰ بھوکے اور پیاسے جانوروں کو بھی چارہ اور پانی دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ برائیوں سے بچتے، دورِ جہالت کی تمام بُری عادات سے

(۴۲) قسطلانی، مواہب لدنیہ، ا، ۱۵۲

تمہیں کس نے اذیت پہنچائی ؟ '' وہؐ مجھ سے یوں گویا ہوئے ، '' گھر سے نکلنے کے بعد میں نے سبز ملبوس دو شخص دیکھے ۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کی صراحی ، ایک کے ہاتھ میں سبز زمرد سے بنی ایک پرات تھی ۔ پرات برف سے زیادہ سفید رنگ کی کسی چیز سے لبریز تھی ۔ وہ مجھے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے ۔ ایک نے مجھے لٹا دیا ۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے میرے سینے کو پیٹ تک چاک کر دیا ۔ میں ذرا بھی درد یا تکلیف محسوس نہ کی ۔ اُس نے اپنا ہاتھ اندر ڈال کر جو کچھ بھی تھا سب باہر نکال دیا ۔ اُس سفید چیز کے ساتھ دھونے کے بعد اُنہوں نے سب کچھ واپس رکھ دیا ۔ ایک نے دوسرے سے کہا ، '' اُٹھ ، اب میں بھی اپنی خدمت پوری کر لوں ''
اور اپنا ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکال لیا ۔ اُسے دو حصوں میں تقسیم کر کے اُس میں سے ایک سیاہ چیز نکال باہر پھینکی ۔ اور بولا ، '' تمہارے وجود میں شیطان کا نصیب بس یہی تھا ۔ ہم نے اسے نکال پھینکا ہے ۔ اے اللہ کے حبیب ! ہم نے تمہیں وسوسہ اور شیطانی حیلوں سے امین کر دیا ۔ '' اُس کے بعد میرے دل کو اُس لطیف اور نرم چیز سے بھر دیا جو اُن کے پاس موجود تھی ۔ نور سے بنی ایک مہر سے مہر بند کر دیا ۔ ابھی تک اس مہر کی ٹھنڈک میرے اعضاء میں موجود ہے ۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ رکھتے ہی میرا زخم ٹھیک ہوگیا ۔ بعد میں اُنہوں نے مجھے میری اُمت کے دس افراد کے مقابل تولا ، میں بھاری پڑا ۔ ایک ہزار سے تولا گیا تب بھی بھاری پڑا ۔
تب اُن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ، '' بس اب تولنا ختم کرو ۔ اللہ کی قسم ان کو پوری اُمت کے مقابلے میں بھی تولو گے تب بھی یہ بھاری ہی پڑیں گے ۔ تب ہر ایک نے میرے ہاتھ اور منہ کو چوما اور مجھے یہاں چھوڑ کر چلے گئے ۔ زخم کا نشان مبارک سینے پر ابھی تک عیاں تھا (۲۱) ۔

ہمارے محبوب پیغمبر ﷺ کے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ قرآنِ کریم کی سورۃ اَلنشرَح کی پہلی آیتِ کریمہ میں '' شقِ صدر '' یعنی سینہء مبارک کا چاک کیا جانا کہلاتا ہے ۔

محمد ﷺ کی اعلانِ نبوّت کے بعد اصحابِ کرام سے بعض نے پوچھا ، '' یارسول اللہ ! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیں ؟ '' اس پر آپؐ نے فرمایا ، '' **میں اپنے جدِ امجد ابراہیمؑ کی دُعا ، اپنے بھائی عیسیٰؑ کا مژدہ ، اپنی ماں کا خواب ہوں ۔ مجھ سے حمل کے دوران اُنہوں نے دیکھا تھا کہ اُن سے نکل کر ایک نور نے شام کے محلوں کو روشن کر دیا ہے ۔ ۔ ۔ میں سعد بن بکر کے بچوں کے ساتھ دودھ پلا کر پروان چڑھا ہوں ۔** ''

حلیمہ خاتون نے چار سال کے بعد اُنہیں مکہ لے جا کر اُنؐ کی والدہ کے سپرد کر دیا ۔ اُنؐ کے دادا عبدالمطلب نے حلیمہ خاتون کو بہت تحائف احسان کئے ۔ اُنہیں مکہ چھوڑنے کی وجہ سے اس جدائی کے درد کو وہ یوں بیان کرتی ہیں : '' گویا میری جان اور میرا دل وہیں اُسؐ کے ساتھ ہی رہ گیا تھا ۔ ''

والدہ محترمہ کی وفات

ہمارے محبوب ﷺ چھ سال کی عمر تک اپنی والدہ کے ساتھ پروان چڑھے ۔ چھ سال کی عمر میں آپؐ کی والدہ اُمّ ایمن نامی لونڈی کے ہمراہ اپنے اقرباء اور آپؐ کے والد عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ گئی ۔ یہاں اُنہوں نے ایک ماہ قیام کیا ۔ ہمارے پیغمبر ﷺ نے مدینہ میں بنونجار کے حوض میں تیرنا سیکھا ۔

(۲۱) احمد بن حنبل ، المسند ، ۱۲۱ ،III؛ ابن ہشام ، السیرۃ ، ۱ ، ۱۶۵-۱۶۴

حلیمہ خاتون مزید بتاتی ہیں: ''محمد ﷺ کی عمر دو سال ہوئی تو میں نے اُنہیں دودھ چھڑا دیا۔ بعد میں اُنؐ کی والدہ کو دینے کے لئے میں اپنے خاوند کے ساتھ مکہ گئی۔ لیکن اُنؐ کی برکتوں سے ہم ایسے سرفراز ہوئے تھے کہ اُنؐ سے جدا ہونا، اُنؐ کے مبارک چہرے کو پھر نہ دیکھ سکنا ہم پر گراں گزر رہا تھا۔ میں نے اُنؐ کے تمام احوال اُنؐ کی والدہ کو بتائے۔ آمنہ خاتون نے کہا، ''میرا بیٹا عظیم الشان ہے۔'' میں نے کہا، ''اللہ کی قسم انؐ سے بڑھ کر مبارک کوئی اور ذات میں نے نہیں دیکھی۔'' اُس کے بعد میں نے آمنہ خاتون سے مختلف بہانے کر کے اُنؐ کو کچھ دیر ہمارے ساتھ رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اُنہوں نے ہمارا دل نہ توڑا اور اُنہیںؐ ہمارے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ ہم اُنؐ کے ساتھ اپنے قبیلے کو لوٹ آئے۔ اس سب سے ہمارا گھر برکتوں سے بھر گیا، ہمارا مال، ہماری زمین اور ہماری شان میں اضافہ ہو گیا۔ بے شمار نعمتوں سے فیضیاب ہو گئے (۲۰)۔''

سینہ ءمبارک کا چاک کیا جانا

حلیمہ خاتون فرماتی ہیں: سرورِ عالم ﷺ نے ایک روز مجھ سے پوچھا، ''میرے بہن بھائی سارا دن نظر نہیں آتے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ میں نے جواب دیا، ''وہ بھیڑیں چرانے جاتے ہیں۔ اس لئے صرف رات کو ہی گھر لوٹتے ہیں۔'' اس پر مجھ سے یوں کہنے لگے، ''**مجھے بھی اُن کے ساتھ بھیجو۔ میں بھی بھیڑیں چراؤں گا۔**'' میں نے بہانے بنا بنا کر کئی عذر کئے۔ نہایت اُنؐ کا من راضی کرنے کے لئے کہہ دیا، ''ٹھیک ہے۔'' اگلے دن میں نے اُنؐ کے مبارک بالوں میں کنگھی کی۔ اُنؐ کو کپڑے پہنا کر دودھ شریک بہن بھائیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔ کچھ دن آتے جاتے رہے۔

ایک دن اُن کی دودھ شریک بہن شیما چراگاہ سے واپس آئی تو میں نے پوچھا، ''میری آنکھوں کا نور میرا بیٹا محمد ﷺ کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا، ''صحرا میں ہے۔'''' میرا جگر پارہؐ اس گرمی کو کیسے برداشت کرتا ہو گا؟'' میرے استفسار پر شیما نے جواب دیا، ''ماں! اسےؐ کبھی نقصان نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ اُسؐ کے سر پر متواتر سایہ کئے ایک بادل ہے جو اُسؐ کی حرکت کے ساتھ حرکت کرتا ہے؛ اس طرح وہؐ سورج کی گرمی سے بچا رہتا ہے۔'' میں نے حیرت سے پوچھا، ''کیا کہہ رہی ہو تم؟ جو تم نے کہا کیا حقیقت میں وہ سچ ہے؟'' اُس نے قسم کھائی تب کہیں مجھے سکون ہوا۔ ایسے ہی ایک دوپہر اُسؐ کا دودھ شریک بھائی عبد اللہ بھاگا بھاگا میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ''ماں جلدی آؤ!۔۔۔ میں اور میرا قریشی بھائی بھیڑیں چرا رہے تھے۔ اچانک سبز کپڑوں میں ملبوس تین شخص کہیں سے آ نکلے۔ میرے بھائی کو ہم سے لے کر پہاڑ پر لے گئے۔ اُسےؐ لٹا دیا اور ایک چھری سے پیٹ چاک کر دیا۔ جب میں تمہیں خبر دینے کے لئے آیا تب وہ وہیں موجود تھے۔ میں نہیں جانتا میرا بھائی زندہ ہے یا نہیں۔'' اُس وقت میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ ہم سُرعت سے وہاں پہنچے۔ اُسؐ کو دیکھا۔ میں نے فوراً آگے بڑھ کر اُسؐ کے مبارک چہرے اور سر کو چومتے ہوئے پوچھا، ''اے میری آنکھوں کے نور! عالموں کی رحمت میرے بیٹے! یہ کیا حال ہے؟ تمہارے ساتھ کیا بیتا؟

(۲۰) ابن اسحاق، السیرۃ، ص، ۲۸۔۳۵؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۱۶۷۔۱۵۸؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۱۵۔۱۰۸

آمنہ خاتون نے بھی اپنا پیارا بچہ مجھے دے کر کہا، ''اے حلیمہ، تین دن پہلے میں نے ایک آواز سُنی، اُس نے کہا کہ تمہارے بیٹے کو دودھ پلانے والی عورت قبیلہ بنی سعد کے ابوذؤیب خاندان سے ہوگی۔'' اس پر جواباً میں نے کہا، ''میں قبیلہ بنی سعد سے ہوں اور میرے والد کی کنیت ابوذؤیب ہے۔''

حلیمہ خاتون مزید کچھ یوں بیان کرتی ہیں: ''آمنہ خاتون نے مجھے کئی ایک واقعات سُنائے اور نصیحتیں فرمائیں۔ میں نے بھی اُن سے مکہ آنے سے پہلے دیکھے خواب کا اور میرے دائیں بائیں سے آتی اُن آوازوں کا ذکر کیا جو کہہ رہی تھیں ''تمہارے لئے مژدہ ہے اے حلیمہ! آنکھوں کو چندھیا دینے والے اور عالموں کو روشن کر دینے والے نور کو دودھ پلانا تمہیں نصیب ہوگا۔''

حلیمہ خاتون بتاتی ہیں: ''میں محمد ﷺ کو لے کر حضرت آمنہ کے گھر سے نکلی۔ اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ وہ بھی میری گود کا بچہ دیکھ کر جیسے خود کو بھول گیا اور بولا، ''اے حلیمہ! میں آج تک ایسا حسین چہرہ نہیں دیکھا''، اُسے ساتھ لیتے ہی ہم پر ہوتی برکتیں دیکھ کر بولا، ''اے حلیمہ! جان لو کہ تم نے بہت مبارک اور بیش قیمت بچہ گود لیا ہے۔'' میں نے بھی بالمقابل جواب دیا، ''واللہ، ذاتاً میں یہی چاہتی تھی اور وہی ہوا جو میری خواہش تھی۔''

حضرت محمد ﷺ کو لے کر مکہ سے نکلتے ہی حلیمہ خاتون اور اُسکا خاوند آپؐ کی برکتوں سے سرفراز ہونے لگے۔ ناتواں اور سست رفتار اُونٹنی گویا ہرنی کی مانند قلانچیں بھرنے لگی۔ اُن کے ساتھ آیا قافلہ اُن سے بہت پہلے نکل چکنے اور بہت دور چلے جانے کے باوجود، وہ اُن تک پہنچ گئی حتیٰ اُن کو پیچھے چھوڑ دیا۔ بنی سعد کے علاقہ میں پہنچنے کے بعد اُن کے ہاں ایسی کثرت اور برکت ہوئی جو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ سوکھے حیوانوں کے تھن دودھ سے بھر گئے تھے۔ اِسے دیکھ کر ہمسائے حیرت کرتے تھے، وہ خوب سمجھ چکے تھے کہ یہ سب اس بچے کی برکت سے ہے جسے وہ دودھ پلانے کے لئے ساتھ لائے تھے۔

وہ خشک سالی کی بنا پر بہت پریشان تھے اور ایک دفعہ بارش کی دُعا کے لئے نکلے۔ محمد ﷺ کو اپنے ساتھ لے جا کر دُعا کی۔ اُن کی حُرمت سے موسلا دھار بارش اور برکت سے فیضیاب ہوئے۔

ہمارے آقاؐ دائی حلیمہ خاتون کی دائیں چھاتی سے دودھ پیتے، بائیں چھاتی سے کبھی نہ پیتے تھے۔ اُسے اپنے دودھ شریک بہن کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ دو ماہ کی عمر میں رینگنا شروع کر دیا۔ تین ماہ میں پاؤں پر کھڑا ہونا، چار ماہ میں دیوار کو پکڑ کر چلنا شروع کر دیا۔ پانچ ماہ کی عمر میں باقاعدہ چلنا اور چھ ماہ کی عمر میں تیز چلنا شروع کر دیا۔ سات ماہ کی عمر میں ہر طرف جانے لگے۔ آٹھ ماہ کی عمر میں سمجھنے کی حد تک اور نو ماہ کی عمر میں باقاعدہ بولنا شروع کر دیا۔ دس ماہ کی عمر میں تیر چلانا شروع کر دیا۔ حلیمہ خاتون بتاتی ہیں: ''بولنا شروع کرتے ہی سب سے پہلے ''لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہُ واللّٰہُ اَکبَر۔ والحَمدُ للّٰہِ ربِّ العَالَمِین'' کہا۔ اس دن سے اللہ کا نام لئے بغیر کبھی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ بائیں ہاتھ سے کبھی کوئی چیز نہ کھاتے تھے۔ چلنا شروع کرنے کے بعد اس جگہ سے دُور رہتے جہاں بچے کھیلتے اور اُنہیں یوں فرماتے تھے، ''ہمیں اس لئے پیدا نہیں کیا گیا۔'' ہر روز اُنہیں سورج کی مانند ایک نور اپنے اندر چھپا لیتا پھر غائب ہو جاتا تھا۔ وہ چاند سے باتیں کرتے تھے، اُسے اشارہ کرتے تو وہ حرکت کرتا تھا۔''

لقمہ تک نہ رکھ پاتی۔ اس حال میں میرا ایک بچہ پیدا ہوا۔ ایک طرف بھوک دوسری طرف پیدائش کی تکلیف تھی۔ بھوک کی وجہ سے ایسا وقت بھی آتا کہ زمین و آسمان، رات اور دن میں فرق تک بھول جاتی تھی۔ ایک رات صحرا میں سوتی رہ گئی۔ اپنے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، اُس نے مجھے دودھ سے زیادہ سفید رنگ کے پانی میں ڈبویا اور کہا، ''اس پانی کو پی''۔ میں نے سیر ہونے تک وہ پانی پیا۔ اُن نے پھر پینے کے لئے زور دیا۔ میں پیتی رہی، شہد سے میٹھا تھا۔ ''تمہارا دودھ زیادہ ہو، اے حلیمہ! کیا تم نے مجھے پہچانا؟'' اُس نے پوچھا۔ میرے انکار پر وہ پھر گویا ہوا، ''میں تکلیف کے دنوں میں تمہارے کیا ہوا شکر اور حمد ہوں۔ اے حلیمہ! مکہ کو جا۔ وہاں تمہارا ایک ''نور'' ساتھی بن جائے گا، تم برکتوں سے بھر جاؤ گی۔ اس خواب کا بھی کسی سے ذکر نہ کرنا!'' بیدار ہوتے ہی اپنی چھاتیوں کو دودھ سے بھرا ہوا محسوس کیا اور بھوک اور تکلیف ختم ہو چکی تھی۔''

قحط کی وجہ سے اُجرت پر دودھ پلا کر اپنی تکالیف کو کم کرنے کی نیت سے، اُس سال مکہ میں آئی دودھ پلانے والی خواتین کی تعداد پہلے کی نسبت زیادہ تھی۔ سب امیر لوگوں کے بچوں کو لینے کی کوشش میں تھیں۔ جلد آنے والی خواتین ایک ایک بچہ لے چکی تھیں۔ لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ ایک یتیم ہونے اور زیادہ اُجرت نہ ملنے کے خیال سے کوئی بھی آپ کو لینے میں رضامند نظر نہ آتی تھی۔ ان خواتین میں اپنی عفت، پاکیزگی، حلم یعنی نرم طبیعت، حیا اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے مشہور حلیمہ خاتون بھی موجود تھی۔ سواری کا جانور کمزور ہونے کے باعث وہ مکہ دیر سے پہنچی۔ لیکن یہ دیر اُن کے لئے اُن کی توقع سے کہیں زیادہ مل جانے کا سبب بن گئی۔ اُنہوں نے اپنے شوہر کے ساتھ مکہ میں گھوم کر دیکھا کہ تمام امیر لوگوں کے بچے لئے جا چکے ہیں۔ لیکن وہ خالی لوٹنا بھی نہیں چاہتے تھے۔ ایک بچے کے ساتھ لوٹنا اُن کے لئے گویا خواہشِ واحد بن گئی تھی۔

نہایت حرمت کی پیکر اور پیاری صورت کی مالک ایک ذات سے اُن کا سامنا ہو گیا۔ یہ مکہ کے سردار عبدالمطلب تھے۔ اُن کی خواہش سننے کے بعد اپنے پوتے کو لینے کو کہا اور بتایا کہ اس وجہ سے وہ ایک بڑی دولت اور سعادت سے شرف یاب ہو جائیں گے۔ عبدالمطلب کی محبت اور قُرب اُنہیں اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ اُنہوں نے اُن کی یہ پیشکش فوراً قبول کر لی۔ بعد میں بوڑھے دادا، حلیمہ خاتون کو حضرت آمنہ کے گھر لے گئے۔

حلیمہ خاتون یوں بیان کرتی ہیں: ''بچے کے پاس آئی تو اُسے کپڑے میں لپٹا، سبز ریشمی چادر کے اوپر سویا پایا، اطراف میں مُشک کی خوشبو پھیل رہی تھی۔ میں حیرت میں تھی اور ایک ہی پل میں وہ میرے دل میں ایسا اُتر گیا کہ بیدار کرنے کو میرا دل بالکل رضامند نہ ہوا۔ میں اپنا ہاتھ اُس کے سینے پر رکھا تو بیدار ہو گیا اور مجھے دیکھ کر تبسم کیا۔ جبکہ میں اس تبسم میں گم ہو کر رہ گئی اور گویا خود سے بیگانہ ہو گئی۔ اس کے بعد یہ سوچ کر کہ کہیں اُسکی والدہ ایسا پیارا اور مبارک بچہ مجھے دینے سے انکار نہ کر دے، اُسکا چہرہ ڈھانپ کر اُسے فوراً گود میں لے لیا۔ میں نے اُسے اپنی دائیں چھاتی سے لگا لیا، اُس نے پینا شروع کر دیا۔ بائیں چھاتی سے لگایا، اُس نے نہیں پیا۔ عبدالمطلب نے میری طرف گھوم کر کہا؛ تمہیں مژدہ ہو کہ جو نعمت تمہیں ملی ہے خواتین میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی(۱۹)۔''

(۱۹) قسطلانی، مواہب الدنیہ، ص، ۳۷

تھے۔

اصحاب اکرام بھی اس رات ایک جگہ اکھٹے ہوتے، اُس دن کو یاد کرتے، پڑھتے اور سنایا کرتے تھے۔ دُنیا کے ہر طرف موجود مسلمان، ہر سال یہ رات شبِ میلاد النبی کے طور پر مناتے ہیں۔ ہر جگہ میلاد کے قصیدے پڑھ کر سلطانِ کائنات کو یاد کرتے اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔
ہر پیغمبر کی امت نے اپنے پیغمبر کے یومِ ولادت کو عید اعلان کر رکھا ہے۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے عید ہے، خوشی اور محبت کا دن ہے۔

دایہ کے حوالے کیا جانا

والدہ ماجدہ حضرت آمنہ، اپنے بیٹے کو گود میں لینے کے بعد اپنے شوہر حضرت عبداللہ کی وفات کا دُکھ جیسے بھول گئی تھیں۔ نو دن ماں کا دودھ پینے کے بعد، ابولہب کی لونڈی صویبہ خاتون نے کچھ دن رضائی والدہ کی خدمت سرانجام دیا اور اپنا دودھ پلایا۔ صویبہ خاتون اس سے پہلے حضرت حمزہؓ اس کے بعد ابو سلمیٰؓ کو بھی دودھ پلا چکی تھی۔ حافظ ابن جزری فرماتے ہیں: ''ابولہب کو خواب میں دیکھا گیا اور اُس سے پوچھا گیا کہ کس حال میں ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ عذابِ قبر میں مبتلا ہوں۔ البتہ ہر سال ربیع الاوّل کی بارہویں رات کو میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ میری دو انگلیوں کے درمیان سے بہتے ٹھنڈے پانی کو چوس کر فرحت ملتی ہے۔ اس رات رسولؐ اللہ کی ولادت کا مژدہ میری صویبہ نامی لونڈی نے سُنایا تھا۔ میں نے اِس خوشی کے عالم میں اُسے آزاد کیا اور اُسے دودھ پلانے کا حکم دیا تھا۔ اسی لئے اس رات میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔''

اُس دور میں مکہ کے لوگوں میں رواج تھا کہ اپنے بچوں کو ایک رضائی والدہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ یہ بچے کچھ مدت کے لئے قرب کی وادیوں میں اپنی اس رضائی والدہ کے ہمراہ رہتے یہاں ہوا تازہ اور پانی میٹھا ہوتا تھا۔ اس کی وجہ مکہ کی گرم ہوا تھی۔ ہر سال اس مقصد سے مکہ میں بہت خواتین آیا کرتی تھیں۔ یہ سب دودھ پلانے کے لئے ایک ایک بچہ لے جایا کرتیں۔ بچوں کی پرورش کر کے واپس لانے پر خوب تحائف اور پیسے وصول کرتیں۔

ہمارے پیغمبرﷺ کی ولادت کے سال بھی وادیوں میں بسنے والے بنی سعد قبیلہ کی بہت سی عورتیں دودھ پلانے کی نیت سے بچے لینے مکہ آئیں۔ ہر کسی نے دودھ پلانے کے لئے ایک ایک بچہ لے لیا تھا۔ بنی سعد کا قبیلہ مکہ کے قرب و جوار میں مقیم قبائل میں سے سب سے زیادہ شرف والا، عالی منش، جوانمرد اور وضع دار تھا اس کے علاوہ عربی بول چال میں فصاحت کی وجہ سے مشہور تھا۔ قریش کے امیر لوگ اپنے بچوں کو زیادہ تر اسی قبیلے کو دینا چاہتے تھے۔ اُس سال قبیلہ بنی سعد کے علاقے میں شدت کی خشک سالی اور قحط تھا۔ اس قبیلہ سے حلیمہ خاتون اس حالت کے متعلق یوں بیان کرتی ہیں: ''میں اُس سال کھیتوں میں گھوم پھر کر جڑی بوٹیاں اکٹھا کرتی اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتی تھی۔ بعضاً تین تین دن گزر جانے کے باوجود منہ میں ایک

رہا تھا۔ یہودیوں نے پوچھا، ''کیا ہوا، تمہارے چلاّنے کی وجہ کیا ہے؟'' اور سب اُس کے اردگرد جمع ہو جانے پر اُس نے یوں جواب دیا، ''تم سب جان لو، احمد ﷺ کا ستارہ آج رات نمودار ہو گیا! احمد ﷺ آج رات دُنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔۔۔''

ہمارے آقا رسولِ اکرم ﷺ کی ولادت کی رات کعبہ میں موجود تمام بت منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ عُروۃ بن الزبیر روایت کرتے ہیں: ''قریش کی ایک جماعت کا ایک بت تھا۔ وہ سال میں ایک بار اُس کا طواف کرتے، اُونٹوں کو قربان کرتے اور شراب پیتے تھے۔ ایسے ہی ایک دن جب وہ اس بت کے پاس پہنچے تو اُسے منہ کے بل زمین پر گرا ہوا پایا۔ اُنہوں نے اُسے اٹھایا اور دوبارہ منہ کے بل گر پڑا۔ یہ واقعہ تین دفعہ پیش آیا۔ اس بنا پر اُس کے اطراف کو اچھی طرح جکڑ کر سہارے لگا کر کھڑا کرنے پر ایک آواز سنائی دی: ''ایک ایسا انسان آ گیا کہ زمین پر موجود ہر جگہ حرکت میں آ گئی۔ جتنے بھی بت ہیں سب گر گئے۔ بادشاہوں کے دل خوف کی وجہ سے کانپ گئے!'' یہ واقعہ محمد ﷺ کی ولادت کی رات کو پیش آیا تھا۔

مدائن شہر میں ایران کے کسریٰ کے محل کے چودہ بُرج گر گئے۔ کسریٰ اور عوام اُس رات اس شور کی وجہ سے ایک دہشت کے ساتھ بیدار ہوئے۔ اُنہی میں سے کچھ وہ بھی تھے جو ان واقعات کو دیکھنے کے بعد اور اہم شخصیات کے خوابوں کی تعبیروں کو سمجھ کر جان گئے کہ یہ سب کسی بہت ہی اہم چیز کی علامت ہیں۔

اُسی رات ہی، مجوسیوں یعنی آتش پرستوں کا وہ عظیم الشان آتش کدہ کہ جو ہزار سال سے متواتر جل رہا تھا، ایکدم سے بجھ گیا۔ اُنہوں نے آتش بجھنے کی تاریخ لکھ لی تھی، یہ وہی تاریخ تھی جس رات کسریٰ کے محل کے بُرج گرے تھے۔

اس دَور میں مقدّس جھیل کا درجہ رکھنے والی ساوہ جھیل بھی اُس رات یکدم خشک ہو گئی۔ شام کی طرف موجود ساوہ نہر کی وہ وادی جس کا پانی تقریباً ہزار سال سے بہہ نہیں رہا تھا اور جو بالکل خشک ہو چکی تھی، اُس رات بھر گئی اور بہنا شروع ہو گئی۔ محمد ﷺ کی ولادت کی رات کے بعد قریش کے کاہنوں کو ہر اُس واقعہ کی خبر ملنا بند ہو گئی جو اُنہیں شیطان اور جنات دیا کرتے تھے۔ کہانت ختم ہو گئی۔۔۔

ہمارے آقا حبیبِ اکرم ﷺ کی ولادت کی رات اور اُس کے بعد وقوع پذیر ہوئے ان حیرت انگیز واقعات کے علاوہ بھی بہت سے واقعات ہوئے۔ یہ سب ہی آخری نبی محمد ﷺ کی ولادت کی طرف اشارت کرتے تھے (۱۸)۔

شبِ میلاد

ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کی رات کو شبِ میلاد کہا جاتا ہے۔ میلاد کا مطلب وقتِ پیدائش ہے۔ شبِ قدر کے بعد سب سے زیادہ اہم رات ہے اور اس رات ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کی بنا پر خوش ہونے والے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس رات کو ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کے دوران دیکھے جانے والے واقعات، معجزات کو پڑھنا، سننا، سیکھنا بہت ثواب ہے۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ خود بھی سنایا کرتے

(۱۸) ابن کثیر، البدایہ، III، ۲۱۲-۲۱۱

ولادت کی رات کے واقعات

ہمارے آقا ﷺ کی ولادت سے پہلے اور ولادت کے دوران کئی ایسے واقعات وقوع پذیر ہوئے جو اُن کی دُنیا میں تشریف آوری کی جانب اشارہ کرتے تھے۔ وقت کی مشہور شخصیات ہمارے آقا ﷺ کی ولادت سے پہلے ہی خواب دیکھ چکی تھیں۔ اُن کے یہ خواب محمد ﷺ کی آمد کی پیشنگوئیاں ہیں اس کا علم اُن کو کاہنوں اور وقت کے علماء کی تعبیر سے ہو چکا تھا۔ ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے دادا عبدالمطلب یوں بیان کرتے ہیں: ''ایک دفعہ میری آنکھ لگ گئی۔ ایک خوف کے ساتھ کپکپا کر اپنے خواب سے جاگا۔ فوراً ایک کاہن کے پاس جا کر بیان کرنا اور اس کی تعبیر پوچھنا چاہی۔ جب اُسکے پاس پہنچا تو میرے چہرے کو دیکھ کر بولا؛ ''اے قریش کے سردار! تمہیں کیا ہوا؟ تمہارے چہرے پر کچھ اور ہی حال نظر آ رہا ہے۔ کہیں تمہاری اس حالت کی وجہ تمہیں درپیش کوئی اہم واقعہ تو نہیں؟'' میں نے جواباً اعتراف کیا، ''ہاں، میں نے ایک ایسا خوفناک خواب دیکھا ہے جو ابھی تک کسی سے بیان نہیں کیا۔'' پھر اس کے پاس بیٹھ کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

''آج رات میرے خواب میں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کا ایک سرا آسمان تک اُونچا، جبکہ شاخیں مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اُس درخت سے ایک ایسا نور چھن رہا تھا کہ سورج اُس کے سامنے ماند پڑے، کبھی نظر آتا کبھی آنکھ سے اوجھل ہو جاتا۔ انسان اُس کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اُس کا نور دم بدم بڑھتا جا رہا تھا۔

قریش قبیلہ کے کچھ لوگ اُس درخت کی شاخوں کو پکڑے ہوئے تھے، دوسرے کچھ لوگ اس درخت کو کاٹنے کے درپے تھے۔ ایک نوجوان اُسے کاٹنے کے خواہشمند لوگوں کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ نہایت خوبصورت چہرے کا مالک تھا اور میں نے اپنی زندگی میں ایسا چہرہ نہیں دیکھا۔ اس کے علاوہ اس کے بدن سے اُٹھتی خوشبوئیں ہر طرف پھیل رہی تھیں۔ اُس درخت کی ایک شاخ کو پکڑنے کے لئے میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا، مگر اُس تک پہنچ نہیں پایا''۔ میرا خواب سننے کے بعد کاہن کا چہرہ بدل گیا۔ اُس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ پھر وہ بولا، ''وہ تمہارے نصیب میں نہیں!''۔ اس پر میں نے سوال کیا، ''کس کے نصیب میں ہے؟''
''اُن کے، جنہوں نے اُس درخت کی شاخوں کو پکڑ لیا'' اُس نے جواب دیا اور اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا، ''تمہاری نسل سے ایک پیغمبر آئے گا، وہ ہر طرف کا مالک ہوگا، انسان اُس کے دین میں داخل ہو جائیں گے!'' اس کے بعد میرے ساتھ موجود میرے بیٹے ابوطالب کی جانب گھوم کر بولا، ''میرا خیال ہے کہ یہ اُس کا چچا ہوگا''۔ ابوطالب نے یہ واقعہ ہمارے پیغمبر ﷺ سے اُن کی اعلان نبوّت کے بعد بیان کیا اور کہا، ''یہ رہا وہ درخت، ابوالقاسم، الامین محمد ﷺ۔''

جس رات ہمارے پیغمبر ﷺ دُنیا میں تشریف لائے اُس رات ایک ستارہ نمودار ہوا۔ اِسے دیکھ کر یہودی علماء یہ سمجھ گئے کہ محمد ﷺ کی ولادت ہوگئی ہے۔ اصحابِ کرام میں سے حسان بن ثابت فرماتے ہیں:
''میں آٹھ سال کا تھا۔ ایک دن وقتِ صبح ایک یہودی، ''اے یہودیو!'' کہہ کہہ کر چلاتے ہوئے بھاگ

صفیہ خاتون کچھ یوں بیان کرتی ہیں: محمد ﷺ کی ولادت کے وقت، ہر طرف ایک نور پھیل گیا۔ پیدا ہوتے ہی آپؐ نے سجدہ کیا، اور مبارک سر کو اُٹھا کر بڑی صاف زبان کے ساتھ کہا: ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ۔'' جب میں نے آپ کو نہلانا چاہا تو کہا گیا، ''ہم نے آپ کو نہلا کر بھیجا ہے۔'' آپ کو کٹی ناف کے ساتھ اور ختنہ شدہ پایا گیا۔ پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ اس دوران آپؐ ہلکی آواز میں کچھ کہہ رہے تھے، میں نے اپنا کان آپؐ کے لب مبارک کے قریب کیا، آپؐ ''اُمّتی اُمّتی'' کہہ رہے تھے۔

وہ رسولؐ ایسا کہ سامنے بیت اللہ کے	جھک کر زمین پر کئے اُسؐ نے سجدے
ہر سجدے میں زباں اُسکی پڑھے تمجید	اُٹھا کر انگشتِ شہادت کرے توحید
بولے میرے مولا، موڑ امنہ جانب تری	یا الٰہی عطا فرما مجھے، بخشش میری اُمت کی
حق سے لو لگا کر دل سے دعا مانگی تھی	پھر کہتا تھا جو بار بار اُمّتی اُمّتی

ہمارے پیغمبر ﷺ کی ولادت کے وقت، آپؐ کے دادا عبد المطلب کعبہ کے سامنے اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دُعا مانگ رہے تھے۔ ایسے میں اُنہیں مژدہ سنایا گیا۔ محمد ﷺ کی ولادت کے دن کئی ایک واقعات کا مشاہدہ کرنے والے عبد المطلب اس مژدہ کی خبر سے بہت خوش ہو کر بولے: ''میرے اس بیٹے کی شان اور شرف بہت عظیم ہوگی(۱۷)۔''

عبد المطلب نے ایسی بڑی خوشی کی خبر کو منانے کے لئے ولادت کے ساتویں دن اہل مکہ کو تین دن کی ضیافت دی۔ اس کے علاوہ شہر کے ہر محلّہ میں اُونٹ قربان کر کے انسانوں اور حیوانوں کے استفادہ کے لئے پیش کر دیئے۔ ضیافت کے دوران اُنہوں نے بچے کا نام پوچھنے والے لوگوں کو کہا: ''میں نے اس کا نام ''محمد'' (ﷺ) رکھا ہے۔'' تم نے اسے اپنے آباؤ اجداد میں سے کسی کا نام کیوں نہیں دیا، پوچھنے والوں کو یوں جواب دیا: ''میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور انسان اُس کی مدح کریں۔'' ایک دوسری روایت کے مطابق ''محمد'' نام رکھنے والی آمنہ خاتون تھیں۔

اے روشن جمال، چہرہ ترا بدرِ منیر	تُو ہے غریب اور کمزوروں کا دستگیر
اے کہ تُو ہے دردِ دل کا درمان	تُو کہ ہے کُل مخلوقات کا سُلطان
تُو کہ ہے سُلطانِ جُملہ انبیاء	نُورِ چشمِ اولیاء و اصفیاء
تُو کہ ہے تختِ رسالت کا خاتم	تُو کہ ہے مُہرِ نبوّت کا خاتم
نور نے ترے روشن کیا عالم کو	ترے گُل جمال نے گلشن کیا عالم کو
ہوئی زائل ظلمتِ جہل و ضلال	باغِ معرفت کو ملا عینِ کمال
یا حبیبؐ اللہ ہماری امداد کر	وقتِ دمِ آخر دیدار سے شاد کر

شاعر سلیمان چلیبی

(۱۷) ابن سعد، الطبقات، ۱۰۳،۱

اُترے فلک سے ملائکہ صف در صف
مانندِ کعبہ، کیا پھر مرے گھر کا طواف

اترے جوق در جوق گروہانِ حور
نورانی چہروں سے مرا گھر ہوا پُر نور

ہوا پر پھر بچھا دیا گیا اک توشک
کمخواب سے بنا، بچھاتا تھا اک مَلک

کیا گیا مجھ پر جو یہ سب کچھ عیاں
کیونکر نہ ہوتی پھر میں اُس دم حیراں

چیر کر دیوار کو نکل آئیں وہ ناگہاں
تین حوریں تھی شاید ہوئیں مجھ پر عیاں

بعض کہتے ہیں کہ آئیں تھیں جو تین دلبر
تھی اُن میں سے آسیہؓ ایک ماہ پیکر

ایک مریمؑ خاتون تھیں یہ تو تھا آشکار
ایک ایسی جو حوروں کی بھی تھی نگار

تشریف لائیں تینوں ماہ جبین پُر اندام
بڑھ کے آگے پیار سے پھر کہا مجھے سلام

قریب آکر میرے اطراف کو گھیرنے لگیں
اک دوسرے کو مصطفیٰ کا مژدہ دینے لگیں

کہنے لگیں کہ تیرے پسر سا کوئی تھا نہ ہوگا
تخلیقِ جہاں سے ابد تک کوئی اُس سا نہ ہوگا

تیرے اس پسر جیسی کوئی قدرِ جمیل
نہ ملی کسی ماں کو ایسی عطائے ربِّ جلیل

اک عظیم دولت ہے پائی اے دلبر تم نے
پیدا کیا ہے ایسا اک حُسنِ خلق کا پیکر تم نے

کُل ذرّاتِ جہاں نے دی ندا
بلند آواز کہا، کون آیا ہے مرحبا

مرحبا اے عالی سلطاں مرحبا
مرحبا اے جانِ عرفاں مرحبا

مرحبا اے سِرِّ فُرقاں مرحبا
مرحبا ہر درد کے درماں مرحبا

مرحبا اے بُلبلِ باغِ جمال
مرحبا اے آشنائے ذوالجلال

مرحبا اے ماہ و خورشیدِ خدا
مرحبا جو حق سے نہیں ہرگز جدا

مرحبا اے عاصی امت کے ملجاء
مرحبا اے بے چاروں کے ملجاء

مرحبا اے جانِ باقی مرحبا
مرحبا عشاق کے ساقی مرحبا

مرحبا اے قرۃ العینِ خلیل
مرحبا اے خاص محبوبِ جلیل

مرحبا اے رحمت اللعالمین
مرحبا کہ تم ہو شفیع المذنبین

مرحبا اے پادشاہِ دو جہاں
تیرے لئے بنے کون و مکاں

اس دوران میں نے اپنے اطراف میں مجھے گھیرے میں لئے اور میری خدمت کرتی ہوئی بہت سی خواتین دیکھیں ۔ اُن کے قد لمبے ، اُن کے چہرے سورج کی مانند چمک رہے تھے ۔ وہ عبد مناف قبیلے کی لڑکیوں سے مشابہت رکھتی تھیں ۔ اُن کے یکدم ایسے آ جانے پر میں حیرت زدہ تھی ۔ اُن میں سے ایک مجھ سے گویا ہوئی : ''میں فرعون کی بیوی آسیہ ہوں ! دوسری نے کہا : '' اور میں مریمؑ بنت عمرانؑ ہوں اور یہ سب جنت کی حوریں ہیں ۔''

اسی دوران میں نے سفید ، لمبا اور آسمان سے زمین تک لٹکتا ریشمی کپڑا دیکھا ۔ اُنہوں نے کہا ، '' اسے انسانوں کی نگاہوں سے چھپانے کے لئے ڈانپ دو ۔'' اسی وقت پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا ۔ اُن کی چونچیں زمرد جبکہ اُن کے پر یاقوت سے بنے تھے ۔ خوف کی وجہ سے میں کانپ کر رہ گئی ، گرنے والے پسینے کے قطروں سے مُشک کی خوشبو پھیل رہی تھی ۔ اس حالت میں میری آنکھوں کے سامنے سے پردے اُٹھا لئے گئے ۔ میں نے پوری دُنیا کو مشرق سے مغرب تک دیکھا ۔ میرے اطراف کو ملائکہ نے گھیر رکھا تھا ۔

محمدﷺ نے پیدا ہوتے ہی اپنا مبارک سرسجدہ میں ڈال دیا ، اپنی انگشت شہادت کو اٹھایا ۔ تب آسمان سے اُنہیں اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے سفید بادل کا ایک ٹکرا اُترا ۔ میں نے ایک آواز سُنی جو کہہ رہی تھی : '' انہیں مغرب سے مشرق تک ہر جگہ گھماؤ ۔ گھماؤ تا کہ جملہ عالم انہیں ان کے نام سے ، جسم سے اور صفات سے جان لے ۔ سب جان لیں کہ ان کا نام ماحؔ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اِن سے شرک کے آثار مٹا دے گا ۔'' وہ بادل بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے محمدﷺ کو ایک سفید اُونی کپڑے میں لپٹا دیکھا ۔ اسی دوران سورج کی مانند چمکتے چہرے والے تین شخص آئے ۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا قرابہ ، دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کی پرات اور تیسرا اپنے ہاتھ میں ریشم لئے ہوئے تھا ۔ قرابے سے گویا مُشک ٹپک رہا تھا ۔ میرے مبارک بیٹے کو اُنہوں نے پرات میں رکھ دیا ۔ اُس کے مبارک سر اور پاؤں کو دھو کر ریشم میں لپیٹ دیا ۔ اس کے بعد اُنہوں نے سرِ مبارک پر بہت اچھی خوشبو لگائی ، چشمِ مبارک میں سُرمہ لگایا اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ۔''

محمدﷺ کی ولادت کے وقت ، والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے پاس عبد الرحمن بن عوفؓ کی ماں شفاء خاتون ، عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ خاتون اور ہمارے پیغمبرﷺ کی پھوپھی صفیہ خاتون موجود تھی ۔ وہ بھی اُس نور اور اُن دیگر واقعات کو بیان کرتی ہیں جن کا اُنہوں نے مشاہدہ کیا تھا ۔

شفاء خاتون یوں بیان کرتی ہیں : '' میں اُس رات آمنہ کے پاس مدد کے لئے موجود تھی ۔ محمدﷺ کو پیدا ہوتے ہی دُعا اور نیاز کرتے ہوئے سُنا ۔ غائب سے ؛ یَرحمُکَ رَبُّکَ کہا گیا ۔ بعد میں ایک نور نے نمودار ہو کر اس قدر روشنی کر دی کہ مشرق سے مغرب تک ہر جگہ دکھائی دے گئی ۔ ۔ ۔''

اس کے علاوہ کئی ایک واقعات کی شاہد شفاء خاتون یوں کہتی ہیں ؛ جیسے ہی آپ کو پیغمبری کی خبر دے دی گئی ، میں ذرا سا تردد کئے بغیر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہو گئی ۔''

سات زمینیں اور سات آسمان، مختصر یکہ تمام عالم بڑی حُرمت اور خوشی میں اُس آقا کے انتظار میں تھے جو سیّد المرسلینؐ، خاتم الانبیاءؑ اور حبیبؐ خدا تھا۔ کُل مخلوقات اپنی لسانِ حال سے: ''خوش آمدید یا رسولؐ اللہ!'' کہنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ ہجرت سے ۵۳ سال قبل اور واقعہ فیل سے تقریباً دو ماہ بعد، ربیع الاوّل کی بارہویں کو پیر کے دن صبح صادق کو مکہ کے محلہ بنی ہاشم میں، صفا کی پہاڑی کے نزدیک ایک گھر میں وہ نورِ خدا محمد مصطفی ﷺ
پیدا ہوئے جن کا ایک حسرت کے ساتھ انتظار کیا جا رہا تھا۔ آپؐ کی تشریف آوری سے عالم کو پھر سے زندگی مل گئی۔ اس ''نور'' کی بدولت اندھیرے یکدم چھٹ گئے (۱۶)۔

یہ رات، وہ رات، کہ وہ ذاتِ شریف	نور سے اپنے کردیا تمام عالم کو لطیف
اس رات دُنیا بنتی ہے یوں جنت	کہ حق ہر شے پہ برساتا ہے رحمت
اس رات ہیں شاداں اربابِ دل	جاں نثار کریں اس پر اصحابِ دل
رحمت اللعالمین اور محبوبِ خدا ہیں مصطفیؐ	شفیع المذنبین بھی اور شانِ خدا ہیں مصطفیؐ
پیدا ہوئے جس وقت وہ سلطانِ دین	نور میں غرق ہوئے سمٰوات و زمین
کُل مخلوقاتِ حق ہوئی یوں شادمان	غم ہوئے دُور عالم کو ملی پھر سے جان

''**مدارج النبوۃ**'' کی کتاب میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''اعلیٰ ترین شرف سے بختیار ہوئی حضرت آمنہ اپنے دورِ حمل کی بابت یوں بیان کرتی ہیں: اُن دنوں جب میں حاملہ تھی، نہ کوئی تکلیف اور نہ کوئی الم ہی محسوس کیا۔ میں حاملہ ہوں مجھے کچھ پتا بھی نہیں چلتا تھا۔ البتہ چھ ماہ بعد ایک دن نیم بیداری کے عالم میں کسی نے مجھے یوں کہا: ''تمہارے رحم میں کون ہے، کیا تمہیں پتا ہے؟'' جواباً میرے کہنے پر کہ ''میں نہیں جانتی'' تو اس نے خبر دی: ''تم جان لو کہ تمہارے رحم میں آخری پیغمبرؐ ہے!'' پیدائش کے وقت کے نزدیک وہ پھر آیا اور اُس نے کہا: ''اے آمنہ! بچہ پیدا ہوتے ہی اُس کا نام محمدؐ رکھنا۔'' ایک اور روایت کے مطابق کچھ ایسے بیان کیا گیا ہے: ''اے آمنہ! بچہ پیدا ہوتے ہی اُس کا نام احمدؐ رکھنا۔''

والدہ ماجدہ حضرت آمنہ پیدائش کی گھڑی کو یوں بیان کرتی ہیں: ''ولادت کی گھڑی آنے پر میں نے ایک پُر ہیبت آواز سُنی۔ میں ڈرنے لگی۔ اس کے بعد میں نے ایک سفید رنگ کا پرندہ دیکھا، اس نے آکر مجھ پر اپنا پر پھیرا۔ میرا ڈر اور خوف بالکل ختم ہوگیا۔ ایسے میں مجھے پیاس لگی تھی جیسے میں حرارت سے جل رہی ہوں۔ میں نے اپنے پاس ہی ایک پیالے میں پڑا سفید دودھ جیسا شربت دیکھا۔ مجھے پینے کے لئے وہ شربت دیا گیا۔ میں نے اُسے پی لیا، شہد سے میٹھا اور ٹھنڈا تھا۔ اب میری پیاس بُجھ چکی تھی۔ پھر میں نے ایک بہت بڑا نور دیکھا، میرا گھر اس قدر روشن ہوگیا کہ اُس نور کے علاوہ کوئی بھی چیز مجھے نظر نہیں آتی تھی۔

(۱۶) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۱۰۳ - ۱۰۰؛ ابن اثیر، أسد الغابہ، ۱، ۲۱

دُنیا میں آپ ﷺ کی تشریف آوری
(آپ ﷺ کی ولادت)

دُنیا ایسی اندھیرے میں ڈوبی تھی اور ہر طرف ایسی ظلمت کا دور دورہ تھا کہ انسانوں نے ہر شے کے خالق اللہ تعالٰی پر ایمان لانا اور اُس کی عبادت کرنا چھوڑ دی تھی۔ بےعقلی کا یہ عالم کہ کائنات میں وقوع پذیر ہوتے حادثات، جنابِ حق کی تخلیق کردہ اشیاء اور خاص طور پر خود اپنے ہاتھوں تراشے پتھر اور لکڑی کے بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

عالم محزون، مخلوقات محزون، دِل و جان محزون اور چہرے مسکرانا بھول چکے تھے۔ اللہ تعالٰی کی جانب سے اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کئے گئے انسانوں کو ایک ایسے رہبر کی ضرورت تھی جو اُنہیں جہنم سے نجات دلا سکے۔ اب آپؐ کی ولادت میں بس کچھ ہی وقت رہ گیا تھا۔ عالم اُس نُور کی مالک کا استقبال کرنے کی تیاری میں تھا جو آدمؑ سے لے کر اب تک پاکیزہ پیشانیوں میں منتقل ہوتا آیا تھا۔ انسانوں اور جنات کو ابدی سعادت کی راہ دکھانے والا بےمثل انسان آرہا تھا!۔۔۔ شفقت اور مرحمت کا منبع، اپنے ربّ کے اخلاق کا مظہر وہ عظیم انسان آرہا تھا!۔۔۔

مقامِ محمود کا مالک، شفاعت کرنے والوں کا سرتاج آرہا تھا!۔۔۔ معلّمِ کائنات، مقصدِ تخلیقِ مخلوقات، انسانوں کا آقا آرہا تھا! روزِ محشر مدد کو پہنچنے والا، پیغمبروںؑ کا سلطان آرہا تھا!۔۔۔ اللہ تعالٰی کا حبیب، اُس کا محبوب، جس کی حُرمت میں ہمیں پیدا کیا گیا، وہ رحمت اللعالمین ہمارا محبوب پیغمبر آرہا تھا!۔۔۔ (ﷺ)

یہ آنے والا علمِ لادُنی کا سلطان ہے
یہ آنے والا جوہرِ توحید و عرفان ہے

اُسی کی حرمت میں محوِ گردش ہے یہ فلک
جسکے چہرے کے مشتاق ہیں انس و ملک

خطبات کو کعبہ کی دیوار پر آویزاں کیا جاتا۔ دَورِ جہالت میں کعبہ کی دیوار پر آویزاں کیے جانے والے سب سے مشہور اشعار کو ''**المعلقات السبع**'' یعنی ''سات آویزاں'' کہا جاتا تھا۔

اُس وقت کے عرب میں انسان عقیدہ کے اعتبار سے بھی بٹے پڑے تھے۔ بعض بالکل ایمان سے عاری تھے اور وہ بجز دُنیا کی زندگی کے کچھ اور قبول نہ کرتے تھے۔ بعض اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے تھے، لیکن انسانوں میں سے کسی پیغمبر کی آمد پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ کچھ اللہ پر ایمان کے باوجود آخرت پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ دیگر ایک بڑی قسم، اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا کر بتوں کی پرستش کرتے۔ ہر مشرک کے گھر میں ایک بت پایا جاتا تھا۔

ان سب کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ کے بتائے دین پر چلنے والے اور ''**حنیف**'' کہلائے جانے والے بھی موجود تھے۔ یہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور بتوں سے دُور رہتے تھے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کے والد عبد اللہ، دادا عبد المطلب، والدہ اور بعض دوسرے لوگ بھی اسی دین سے منسلک تھے۔ حنیفیوں کے علاوہ دیگر تمام لوگ باطل رستے پر چلنے والے، صریح ظلمت اور گہرے اندھیرے میں تھے۔

نورِ عالم ہیں آپؐ آج بھی، اے محبوبِ خدا	نہ کیجئے اک لحظہ بھی عاشقوں کو اپنے در سے جدا
زبان سے مری کبھی کم نہ ہو نام شریف دم بدم	دردِ دل کی دوا ہے، جان پائے اس سے صفا
مجھے ہے امید کہ ہر نام ترا، اک نئی شفاعت ہو	احمدؐ و محمودؐ، ابو القاسمؐ، محمدؐ و مصطفیٰ
گر ہیں وہ ''والشمس'' بھی ''والضحیٰ'' بھی	پھر روئے پاک و ماتھے کو کیونکر نہ کہوں مہر و ماہ
یہ لباس ورکھ رکھاؤ، اے دلا یہ طنطنہ ہے کیا؟	کسی کو خلعت، اُنہیں کافی ہے اک چٹائی اک عبا
شافع ہے تُو اور حد سے گزرا جُرم و عصیان مرا	آیا ترے در پہ امید سے شفقت ہو اے سرورا!
توفیقِ توبہ بھی دے مُحبی کو، توبہ کر بھی لے قبول	فتنہء ملعون شیطان سے بچا بھی رکھ اے یا ربّنا

قانونی سلطان سلیمان (مُحبی)

برائی سے بچاؤ۔ اس وقتی قوت پر اعتماد کر کے دھوکہ نہ کھاؤ۔ مکہ میں حق سے منہ موڑنے سے اور ظلم کرنے سے خود کو بچاؤ۔ کیونکہ ظلم انسانوں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ جو کوئی اس علاقہ میں مقیم ہو،ظلم کرے،حق سے منہ موڑے تو ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ اُس کی نسل کو ختم نہ کر دے، اُس کی جڑوں کو کاٹ کر اُس کی جگہ کوئی اور قوم نہ لے آئے۔ اپنی برائیوں کو اصرار کے ساتھ جاری رکھنے والی اور حق سے منہ موڑنے والی مکہ کی خلق کے لئے یہاں ہمیشہ کا قیام ممکن نہیں۔تم لوگوں نے دیکھا اور سنا ہوگا کہ تم سے پہلے اس علاقہ میں مقیم،تم سے زیادہ دیر سے رہنے والے،تم سے زیادہ قوی،تم سے زیادہ افراد اور امارت کے مالک اہلِ طسم، جدیس اور امالکہ کے ساتھ کیا بیتی؟ اُن کا حرم شریف کی پرواہ نہ کرنا،حق سے منہ موڑ کر ظلم کا راستہ اپنا لینا، اس مبارک مقام سے نکال باہر کرنے کا سبب بنا۔ اللہ تعالیٰ نے بعض پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں مسلط کر کے،بعض پر قحط نازل کر کے اور بعض کو تلوار کے زور پر نکال باہر کیا۔''

لیکن اُنہوں نے کسی بات پر کان نہیں دھرا۔ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس بے حیائی کی بنا پر پریشان کر دیا۔۔۔

بس ایسے زمانے میں، زمین کے مرکز یعنی مبارک مکہ میں کفر سیلاب کی مانند بہہ رہا تھا، بیت اللہ کے اندر لات،عزیٰ اور منات جیسے سینکڑوں بت بھر دیئے جاتے تھے۔ظلم حد سے بڑھ گیا تھا، بداخلاقی کو وسیلہ افتخار قبول کیا جاتا تھا۔عرب دینی، روحانی، اجتماعی اور سیاسی طور پر گہرے اندھیرے،مکمل جاہلیت، حد سے تجاوز، بے حیائی اور گمراہی میں ڈوبا پڑا تھا۔ دور جاہلیت کے نام سے جانا جانے والے اس دور میں لوگ عموماً خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے اور قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ آپس کے جھگڑے متواتر جاری رکھنے والے عرب قبائل حملوں اور نقب زنی کو اپنے لئے آمدنی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ ہر طرف پھیلا ظلم اور نقب زنی کرنے والے قبائل کی وجہ سے عرب کا کوئی سیاسی استحکام یا کوئی اجتماعی نظام موجود نہ تھا۔ اس کے علاوہ شراب، جوا، زنا، چوری،ظلم،جھوٹ اور بداخلاقی کے نام پر جو کچھ ہو سکتا تھا حد سے زیادہ بڑھ اور پھیل چکا تھا۔ظلم، قوی لوگوں کا وہ خوفناک ہتھیار تھا جسے وہ کمزوروں پر استعمال کرتے اور اس سے کسی کو امان نہ تھی۔عورتیں خرید و فروخت کے حقیر سے مال کی مانند بیچی جاتی تھیں۔ اُن میں سے بعض کے لئے بیٹی کی پیدائش ایک ہلاکت اور شرمندگی تھی۔ یہ نظریہ اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ بچیوں کو ریت میں گڑھا کھود کر زندہ لٹا دیتے؛ اُن کی ''ابّو! ابّو!'' کہہ کر پکارتی آوازوں اور اُن کے بار بار گلے سے لپٹ کر دردمندانہ فریادوں کی پرواہ کئے بغیر، اوپر سے مٹی ڈال کر موت کے منہ میں دھکیل دیتے۔ ان حرکتوں پر اُن کا ضمیر اُنہیں قطعاً ملامت نہ کرتا،حتیٰ اسے ایک بڑائی مانتے تھے۔نتیجہ کے اعتبار سے اس زمانے کے انسانوں کے مابین شفقت، مرحمت، اچھائی اور عدالت جیسی اعلیٰ خصلتیں جیسے ناپید سی ہو گئی تھیں۔

لیکن اس دَور میں عربوں میں قابلِ قدر ایک خصوصیت موجود تھی۔ وہ تھی اُن کا ادبیات، بلاغت اور فصاحت کی قدر دانی کرتے ہوئے عروج تک پہنچا دینا۔ شاعر اور اشعار کو اہمیت دیتے تھے، اسے وسیلہ افتخار سمجھتے تھے۔ ایک اچھا شاعر خود کے ساتھ ساتھ اپنے قبیلے کی عزت میں اضافہ کا باعث بنتا تھا۔معین اوقات میں میلے لگائے جاتے۔ اشعار اور خطابت کے مقابلے منعقد کئے جاتے۔ جیتنے والے کے اشعار یا

''ربّ کی طرف سے بھیجا جانے والا وہ مُنحمنہ، ربّ کی طرف سے بھیجی جانے والی وہ مقدس روح کا مالک اگر آ چکا ہوتا تو وہ میری شہادت دیتا اور آپ بھی شہادت دیتے ۔ کیونکہ مدّت سے آپ لوگ میرے ساتھ ہیں ۔ میں نے یہ سب آپ لوگوں کو بتایا ہے تاکہ کسی شبہ میں نہ پڑ جانا اور کہیں لڑکھڑا نہ جانا ۔''
یہاں پر بیان کردہ سُریانی لفظ مُنحمنہ کا معنی محمدؐ ہے (۱۵) ۔

دورِ جاہلیت

فخرِ کائنات ہمارے آقا کی پیدائش سے پہلے، تمام عالم، معنوی طور پر گہری ظلمت، اندھیرے میں ڈوبا پڑا تھا ۔ انسان حد درجہ بگڑ چکے تھے ۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے گئے ادیان بھلائے جا چکے تھے؛ الٰہی احکام کی بجائے انسانوں کے دماغ کی پیداوار افکار اور سوچوں نے جگہ لے رکھی تھی ۔ تمام مخلوقات انسانوں کی وحشت اور مظالم سے تنگ آ چکی تھی ۔

سرزمین پر پائی جانے والی تمام اقوام اللہ تعالیٰ کو بھول چکی تھیں، حضور، سعادت اور خوشی کا اصل سرچشمہ یعنی توحید پر ایمان ختم ہو چکا تھا ۔ کفر کا طوفان دلوں سے ایمان کو اکھاڑ لے گیا تھا، دلوں میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی بجائے بتوں کی پرستش کی فکر نے جگہ لے رکھی تھی ۔

حضرت موسیٰؑ کا لایا ہوا دین بُھلا دیا گیا تھا، تورات میں تحریف کر دی گئی تھی ۔ بنی اسرائیل ایک دوسرے کے دُشمن ہو چکے تھے ۔ حضرت عیسیٰؑ کا لایا ہوا دین عیساعیت بھی مکمل طور پر بگڑ چکا تھا، دین کے ساتھ ذرا سا تعلق بھی باقی نہ بچا تھا ۔ تثلیث، یعنی تین خدا کی فکر قبول کر لی گئی تھی ۔ حقیقی انجیل غائب ہو چکی تھی، راہبوں نے اپنی من مرضی سے تبدیلیاں کر لی تھیں ۔ دونوں کتابیں ہی اللہ کا کلام ہونے کی خاصیت کھو چکی تھیں ۔

مصر میں تحریف شدہ تورات کے احکام، سلطنتِ بازنطین میں بگڑی عیسائیت موجود تھی ۔ ایران میں آتش کی پرستش کی جا رہی تھی ۔ آتش پرستوں کی آگ ہزار سال سے بجائی نہ گئی تھی ۔ چین میں کنفیوشس ازم، ہندوستان میں بدھ مت جیسے جعلی ادیان حاکم تھے ۔

عرب کے لوگ اور بھی زیادہ گمراہ اور بگڑے پڑے تھے ۔ اُنہوں کعبہ معظمہ کے اندر کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اتنی شان بخشی تھی تین سو ساٹھ (۳۶۰) بُت رکھے ہوئے تھے ۔ جبکہ کعبہ معظمہ عرش پر اُس بیت معمور کا عین نقشِ ثانی تھا جس کی زیارت ملائکہ کرتے ہیں ۔ جس نے بھی کعبہ کی بے حرمتی کی، جناب حق نے اُسے جلد ہی ہلاک کر دیا ۔

جُرحُم قبیلہ زنا اور فحش میں بہت آگے بڑھ چکا تھا ۔ اس قبیلے کی حد سے بڑھی بے حرمتی اور بیچ حرکتیں دیکھ کر حکمداروں نے اُنہیں یوں تنبیہ اور نصیحت کی: ''اے اہلِ جُرحُم! اللہ تعالیٰ کے حرم شریف اور اُس کی امان کا لحاظ کر کے ذرا ہوش میں آؤ ۔ تم سے پہلے آنے والی ہُودؑ، صالحؑ اور شعیبؑ کی قوموں کے حالات اور اُن ہلاکت کے بارے میں تم سب اچھی طرح سے جانتے ہو ۔ ایک دوسرے کو بھلائی کی تلقین کرو اور

---

(۱۵) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۱۲۴-۱۱۹؛ ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۲۳۳-۲۳۲؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۳۶۳-۳۶۰

مژدے کی خبریں

ہمارے پیارے پیغمبر ﷺ کے آنے کی خبر، آدمؑ سے لے کر تمام انبیا اور اُن کی امتوں کو دی گئی تھی ؛ اُنؐ کی پیدائش کے قریب وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں سے کئی ایک کا مژدہ پہلے سے ہی دے دیا گیا تھا۔

حضرت موسیٰؑ پر اُتاری گئی لیکن بعد میں تحریف کی گئی تورات میں کچھ یوں بیان کیا گیا: ''وہ ایسی مبارک ذات ہے جو بلند ہمت ہے، بہت زیادہ مدد کرنے والا ہے۔ فقیروں کا محبوب، امیروں کا طبیب ہے۔ وہ حسینوں کا حسین، پاکوں کا پاک ہے۔ وہ دورانِ صحبت حلیم، دورانِ تقسیم عادل، ہر معاملہ میں سچا ہے۔ کافروں کے مقابل سخت اور شدت والا ہے۔ بوڑھوں کے لئے حُرمت، چھوٹوں کے لئے شفقت اور رحمت رکھتا ہے۔ کم پر شکرگزاری کرتا ہے۔ اسیروں کا ہمدرد ہے۔ اُس کا چہرہ ہمیشہ مسکراتا ہے۔ اُس کی ہنسی تبسم کی شکل میں ہے، کبھی قہقہہ نہیں مارتا۔ اُمّی ہے؛ کچھ بھی پڑھے لکھے بغیر اُسے ہر شے بتادی گئی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا رسولؐ ہے۔ وہ قطعاً بداخلاق یا سنگدل نہیں ہے۔ بازار یا منڈی میں اُونچی آواز میں نہیں بولتا۔ اُس کی امت اچھے اخلاق کی مالک ہے۔ اُونچے مقام پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرتے ہیں۔ موذن مینارے سے خلق کو دعوت دیتے ہیں۔ وضو کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ نماز میں صفیں درست کر کے ایک سیدھ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ راتوں کو اُن کی تسبیحات کی آواز شہد کی مکھی کی آواز کی مانند سنائی دیتی ہے۔ وہ مکہ میں پیدا ہوگا۔ مدینہ سے شام تک ہر جگہ اُس کے حُکم تلے ہوگی۔ اُس کا نام محمد ﷺ ہے کہ میں نے اُسے متوکل کے نام سے نوزا ہے۔ بگڑے ادیان کو ختم کر کے حق دین کو پھیلا کر اُسے نافذ کرنے تک میں اُسے دُنیا سے نہیں نکالوں گا۔ وہ خلق کو حق کی جانب بُلائے گا، اُس کی برکت سے نابینا آنکھیں بینائی پاجائیں گی، دیکھنے لگیں گی، بہرے کان سننے لگیں گے۔ دلوں سے غفلت دور ہوجائے گی۔۔۔(۱۴)''

حضرت داوٗدؑ پر پراُتاری گئی لیکن بعد میں تحریف کی گئی زبور میں کچھ یوں بیان کیا گیا:

''وہ، ایسی ذات ہے کہ اُس کا ہاتھ کُھلا ہے؛ یعنی سخی ہے۔ کبھی ناراض نہیں ہوتا۔ نہایت سلیم طبع ہے۔ حسین صورت، شیریں زبان، نورانی چہرے والا ہے۔ انسانوں کے لئے طبیب ہے۔ بہت روتا، کم ہنستا ہے۔ کم سوتا، زیادہ سوچتا ہے۔ اُس کی تخلیق بہترین اور شاندار ہے۔ اُسکے الفاظ دِلوں کو جیت لیتے، روحوں کو جذب کر لیتے ہیں۔۔۔ اے میرے حبیب! ہمت کی تلوار بے نیام کر کے پوری قوت سے میدانِ مرداں میں کافروں سے انتقام لے۔ شیریں زبان کے ساتھ میری حمد و ثنا کو ہر جگہ پھیلا دے۔ تمام کافروں کے سر تیرے کرامت والے ہاتھوں پر جھک جائیں گے۔۔۔''

حضرت عیسیٰؑ پر اُتاری گئی لیکن بعد میں تحریف کی گئی انجیل میں کچھ یوں بیان کیا گیا:

''وہ زیادہ نہیں کھاتا؛ کنجوس نہیں ہے۔ حیلے سے کام نہیں لیتا، کسی کی برائی نہیں کرتا، کبھی جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتا۔ سُست نہیں ہے۔ کسی کی غیبت نہیں کرتا۔۔۔''

انجیل ہی میں یوں بھی لکھا ہے:

---

(۱۴) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۴۴۔۳۸؛ ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۵۶۔۴۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۵۶۔۵۵،۹۲،۱۰۸؛ طبری، تاریخ، ۱، ۵۵۷؛ سہیلی، روض الانف، ص ۱، ۱۲۳؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۱، ۲۱۲

واقعہ فیل

ہمارے پیغمبرﷺ کی پیدائش میں ابھی دو ماہ باقی تھے۔ اس دوران واقعہ فیل وقوع پذیر ہوا۔ انسانوں کے جوق در جوق آ کر کعبہ کی زیارت کرنے سے روکنے کی نیت کیساتھ یمن کے والی ابرہہ نے بازنطینی سلطنت کی مدد سے صنعاء میں ایک عظیم کلیسا بنوایا۔ وہ خواہش رکھتا تھا کی لوگ اس کلیسا کی زیارت کے لئے آئیں۔ عرب زمانہ قدیم سے ہی کعبہ کی زیارت کرتے تھے، اُنہوں نے ابرہہ کے تعمیر کردہ کلیسا کو اعتبار کی نظر سے نہ دیکھا۔ حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ حتٰی اُن میں سے کسی نے کلیسا کو گندا بھی کر دیا۔

اس بات پر ابرہہ بہت برہم ہوا، اُس نے کعبہ کو مٹانے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے ایک عظیم لشکر تیار کر کے مکہ کی جانب بڑھا۔ ابرہہ کا لشکر مکہ کے قریب پہنچ کر قریش کے مال پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ عبدالمطلب کے دوسو اونٹوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ عبدالمطلب نے ابرہہ کے پاس جا کر اپنے اُونٹ واپس طلب کئے۔ ابرہہ نے کہا، ''میں تمہارے مقدس کعبہ کو توڑنے آیا ہوں۔ تمہیں اُسکی حفاظت کی نہیں اپنے اونٹوں کی فکر ہے؟'' عبدالمطلب نے جواب دیا، ''میں اونٹوں کا مالک ہوں، یقیناً کعبہ کا بھی ایک مالک ہے۔ اُسکی حفاظت وہی کرے گا۔ ابرہہ نے کہا، ''میرے مقابلے میں اُسے کوئی بھی نہیں بچا سکتا!'' اس نے عبدالمطلب کو اونٹ واپس کر کے لوٹا دیا۔ اس کے بعد اس نے لشکر کو کعبہ کی جانب رُخ کرنے کا حکم دیا۔ ابرہہ کے لشکر میں سب سے آگے چلنے والا اور اس طرح کامیابی کی علامت سمجھا جانے والا ''مامود'' نامی ایک ہاتھی موجود تھا۔ ابرہہ نے کعبہ کا رُخ کیا تو یہ ہاتھی زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے اُٹھنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ اس کا رُخ یمن کی طرف کریں تو سرپٹ دوڑنے لگتا تھا۔

اس طرح ابرہہ کی قوّت ٹوٹ کر رہ گئی اور مکہ کے قریب پہنچ کر حملہ نہ کر سکا، اس لشکر پر اللہ تعالٰی نے ابابیل نامی پرندوں کا ایک غول بھیجا۔ ان پرندوں میں ہر ایک چنے یا دال کے دانوں کے برابر تین تین کنکر اُٹھائے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کو چونچ میں اور دو کنکر دونوں پنجوں میں لئے ہوئے تھے۔ ان کنکروں کو اُنہوں نے ابرہہ کے لشکر پر پھینکنا شروع کر دیا۔ یہ کنکر لشکر کے عساکر کے سر پر سے چھیدتے ہوئے وجود میں سے کھینتے چلے جاتے۔ کنکر کا ہدف بنا ہر عسکر فوراً مر جاتا۔ آیتِ کریمہ میں جیسا کہ آیا ہے، لشکر کھائے ہوئے بھُس کی مانند ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابرہہ گھبرا گیا اور بھاگنے کی کوشش کی لیکن بھاگ نہ سکا۔ کنکروں کا اصل ہدف وہ تھا اور اسے بھی یہ کنکر آ کر لگے۔ وہ جتنا بھاگتا، اُس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتا گیا اور نہایت وہ مر گیا۔ اس واقعہ کو قرآنِ کریم نے سورۃ فیل میں یوں بیان کیا ہے:

''(اے میرے رسولؐ!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے ربّ نے (کعبہ کو مٹانے کی خواہش کرنے والے) ہاتھی والوں کے ساتھ (ہاتھیوں سے مرتب کئے گئے ابرہہ کے لشکر کے ساتھ) کیا سلوک کیا؟ کیا اس نے اُن کا (کعبہ معظمہ کو مٹا دینے کا) داؤ غلط نہیں کر دیا؟ اور اُس نے اُن پر غول در غول پرندے بھیجے جو اُن پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔ تو اُس نے اُن کو ایسا کر دیا جیسا (حیوان کی جانب سے چبا کر) کھایا ہوا بھُس۔''

ایسے لوگ جو ایسے سیاہ گھوڑوں پر سوار تھے جن کی دُنیا میں مثال نہ ملتی ہو، اُن کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور وہ غیب سے ایک بجلی کی مانند آن پہنچے تکبیر کی آوازوں میں بنی اسرائیل کے افراد پر اُنہوں نے دھاوا بول دیا اور سب کو تلواروں سے پرو کر آناً فاناً غائب ہو گئے ۔ وہب اس واقعہ دیکھ کر دنگ رہ گیا وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ گیا کہ عبد اللہ کی حفاظت کیسے کی جاتی ہے اور اس کی قیمت اللہ تعالیٰ کے حضور میں کیا ہے ۔ گھر پہنچ کر اُس نے یہ واقعہ اپنی زوجہ کو بیان کیا ۔ دونوں نے یہ سوچتے ہوئے قبول کر لیا کہ اُن کی بیٹی کے لئے موزوں ترین جوان عبد اللہ ہی ہے، لہذا اُنہوں نے آمنہ کا ہاتھ اُسے دینے کا فیصلہ کر لیا ۔

عبد المطلب نے بھی، قبیلہ بنی زُہرہ کے اشراف سے وہب کی بیٹی آمنہ کے حسن و جمال، عفت و حیا، دین کے ساتھ اُس کی نسبت کے متعلق سُن رکھا تھا ۔ خاندانی اعتبار سے رشتہ داری بھی تھی اور چند پُشتوں کے بعد سلسلہ بھی آپس میں مل جاتا تھا ۔ وہ اپنے بیٹے عبد اللہ کے لئے یہ لڑکی لینے کے واسطے وہب کے گھر گئے ۔ عبد المطلب کے وہب کی بیٹی کا رشتہ مانگنے پر وہب نے کہا، ''اے عم زاد! ہم تو یہ پیشکش آپ سے بھی پہلے لے چکے ۔'' پھر وہ واقعہ سنایا جس کا وہ شاہد ہوا تھا ۔ پھر مزید کہنے لگا، ''آمنہ کی ماں نے ایک خواب دیکھا ۔ اس کے بیان کے مطابق ہمارے گھر میں ایک نور داخل ہو گیا ہے، اُس کی روشنی سے زمین و آسمان ایک ہو گئے ۔ میں نے بھی آج اپنی خواب میں ہمارے دادا ابراہیمؑ کو دیکھا ۔ انہوں نے مجھے فرمایا، ''عبد المطلب کے بیٹے عبد اللہ کا اور تمہاری بیٹی آمنہ کا نکاح میں نے پڑھا دیا ہے ۔ تو بھی اسے قبول کر!'' آج صبح سے میں اس خواب کی تاثیر تلے دبا ہوا تھا ۔ پتا نہیں آپ کب آئیں گے بس اسی بات کو سوچ رہا تھا ۔'' یہ الفاظ سن کر عبد المطلب کی زبان سے بے اختیار ''اللہ اکبر! اللہ اکبر!'' کی آوازیں نکلنے لگیں ۔ بالآخر اپنے بیٹے عبد اللہ کو وہب کی بیٹی آمنہ سے بیاہ دیا ۔ آمنہ اور عبد اللہ کی شادی کے متعلق اور روایات بھی موجود ہیں (۱۲) ۔

نورِ مبارک کی اُن کی والدہ میں منتقلی

ہمارے آقا سرورِ عالم ﷺ کا نور اُن کی والدہ میں منتقل ہونے پر چرند و پرند نے ایک دوسرے کو مژدہ سنایا، ''کائنات کے آقا کی دُنیا میں تشریف آوری اب قریب ہے ۔ وہ سرزمین کے امین اور خورشید زمان ہیں ۔'' اُس رات، کعبہ میں رکھے گئے تمام بت منہ کے بل گر گئے ۔ اُس وقت مکہ مکرمہ میں قحط سالی تھی ۔ سالوں سے بارش نہ ہوئی تھی ۔ درختوں پر نہ کوئی سبز پتا تھا نہ ہی پھل آنے کا کوئی امکان نظر آتا تھا ۔ انسان مشکل میں تھے اور اُنہیں کچھ سمجھ نہ آتا تھا کہ کیا کریں ۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کا مبارک نور حضرت آمنہ میں منتقل ہوتے ہی اتنی بارش ہوئی، اتنا پھل ہوا کہ سب نے اُس سال کا نام برکت کا سال رکھ دیا ۔

آپ کی والدہ آمنہ کے حمل کے دوران ہی شوہر عبد اللہ تجارت کے لئے شام چلے گئے ۔ واپسی پر بیمار ہو گئے ۔ مدینہ پہنچ کر اپنے ماموں بنی نجار کے پاس اٹھارہ یا پچیس سال کی عمر میں وفات پائی ۔ یہ خبر مکہ پہنچتے ہی پورا شہر غم میں غرق ہو کر رہ گیا (۱۳) ۔ صحابہ کرامؓ میں سے عبد اللہؓ ابن عباس یوں فرماتے ہیں: ''ہمارے پیغمبر ﷺ کے والد عبد اللہ کی وفات اپنے بیٹے کی پیدائش سے قبل ہی ہو جانے پر ملائکہ نے کہا: ''اے ہمارے ربّ، تیرا رسولؐ یتیم ہو گیا ۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس کا محافظ اور مددگار میں ہوں ۔''

(۱۲) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۱۲۴-۱۱۹؛ ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۲۳۳-۲۳۲
(۱۳) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۱۰۰-۹۹

آپؐ کے والد عبداللہ

صاحبِ دو جہان، ہمارے پیغمبر ﷺ کا نورِ مبارک اپنی پیشانی میں لئے عبداللہ کی پیدائش پر اہلِ کتاب نے ایک دوسرے کو خبر دی، ''پیغمبر آخر زمان کے والد مکہ میں پیدا ہو گئے ہیں۔''

بنی اسرائیل کے پاس اُون سے بُنا ایک جُبہ تھا، یہ جُبہ یحییٰؑ کا تھا جس کو اُنہوں نے اُس وقت پہن رکھا تھا جب اُن کو شہید کیا گیا تھا اور یہ جُبہ مبارک خون سے لتھڑ گیا تھا۔ اُن کی کتب میں: ''جب یہ خون تازہ ہو کر قطرہ قطرہ ٹپکنا شروع ہو جائے گا، پیغمبر آخر زمان کے والد دُنیا میں تشریف لے آئیں گے'' لکھا تھا۔ اسی علامت کو دیکھ کر اُن کو عبداللہ کی پیدائش کا پتا چل گیا۔ حسد کی وجہ سے اُنہوں نے بارہا اُن کو قتل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی پیشانی کے نور کی برکت سے بچائے رکھا۔

عبداللہ بلوغت کو پہنچے تو اپنے اعلیٰ اخلاق اور خوبصورتی کی وجہ سے انسانوں میں ایک ممتاز شخصیت بن گئے۔ دُور و نزدیک کے سب لوگ اپنی بیٹیوں کے ساتھ اُن کی شادی کروانے کے لئے کاوشیں کرنے لگے۔ کئی حکمدار عبدالمطلب کے پاس آئے اور اُن کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی شادی کی پیشکش کی اور اس کے لئے ہر طرح کی طلب پوری کرنے کو تیار تھے۔ لیکن عبدالمطلب نے سب کو مناسب زبان میں رد کر دیتے تھے۔

اٹھارہ سال کی عمر میں عبداللہ کی خوبصورتی کی داستان لوگوں کی زبان پر تھی۔ پیشانی کا نور سورج کی مانند چمکتا تھا، اُنہیں دیکھ کر لڑکیوں کا دل خود بخود اُن کی جانب مائل ہو جاتا۔ اُن کی خوبصورتی کا چرچا مصر تک جا پہنچا، دوسو کے قریب لڑکیاں اُن سے شادی کی نیت سے مکہ تک آئیں اور اُنہیں شادی کی پیشکش کی۔ جبکہ عبدالمطلب، اپنے بیٹے کے لئے؛ زمانے کی مہذب ترین، خاندانی، خوبصورت اور دینِ حنیف سے منسوب ایک مومن لڑکی کی تلاش میں تھے، جس دین سے خود اُن کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے وابسطہ تھے۔

جب بنی اسرائیل سمجھ گئے کہ کتابوں میں بیان کردہ پیغمبر آخر زمان اُن کی قوم سے نہیں ہوگا تو حسد کی بنا پر اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ عبداللہ کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس نیت سے اُنہوں نے ستر مسلح افراد کو مکہ بھیجا۔ وہ لوگ کسی موقعہ کی تلاش میں انتظار کرنے لگے۔ نہایت ایک دن جب عبداللہ نواحی علاقہ کی جانب نکلے تو اُنہوں نے یہ جان کر کہ اِس دوران کوئی دیکھنے والا نہیں فوراً اُن پر حملہ کر دیا۔ اُس دن حکمتِ الٰہی سے عبداللہ کے اقرباء میں سے وہب بن عبد مناف بھی چند دوستوں کے ساتھ شکار کے لئے نکلا تھا۔ اُنہوں نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو عبداللہ پر حملہ کرتے دیکھ لیا۔ رشتہ داری کی حمیت کی بنا پر عبداللہ کو بچانے کے لئے اُن کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ لیکن مقابلے میں لوگوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس جھڑپ میں ان کی مغلوبیت یقینی تھی۔ آخر کار نصیحت کے راستے کو اپنانا بہتر سمجھا۔ اُن کی جانب بڑھ ہی رہے تھے کہ اچانک بہت سارے

کرنے کی منّت مانگی تھی۔ اپنی منّت کو پورا کر!''

اگلے دن عبدالمطّلب نے اپنے تمام بچوں کو اکٹھا کیا اور سالوں پہلے کی ہوئی دُعا کے متعلق بتایا۔ پھر بتایا کہ اُن میں سے کسی ایک کو قربان کرنا ضروری ہے۔ اولاد میں سے کسی ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔ اس کی بجائے اُن سب نے اپنی رضا دکھائی اور یوں کہا،'' اے ہمارے والد! اپنی منّت کو پورا فرمائیں! آپ کو پورا حق حاصل ہے جو چاہیں سوکریں!'' عبدالمطّلب نے قرعہ ڈال کر قربان کئے جانے والے بیٹے کا نام نکالا۔ قرعہ میں سب سے زیادہ اُن کے بیٹے عبداللہ کا نام نکلا جو اپنی پیشانی میں محبوبِ خدا کا نور لئے ہوئے تھے۔ عبدالمطلب ایک پل کے لئے ڈول سے گئے، آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہو گئے۔ اُنہیں اللہ تعالیٰ کو دیا ہوا وعدہ پورا کرنا تھا۔ ایک ہاتھ میں چُھری اور ایک ہاتھ میں اپنے جگر گوشے عبداللہ کو لے کر اپنے ربّ سے کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کے لئے کعبہ میں آن پہنچے۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ باپ نے عبداللہ کو قربان کرنے کی تیاری مکمل کر لی۔

اُس لمحے، معززینِ قریش حیرت انگیز نگاہوں سے اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، ان میں سے عبداللہ کے ماموں نے پکارا،'' اے عبدالمطّلب! رُک جاؤ! ہم تمہارے اس بیٹے کا گلہ کاٹے جانے پر ہرگز رضامند نہیں۔ اگر تم ایسا کچھ کرگزرے تو آج کے بعد یہ اہلِ قریش میں عادت بن جائے گی۔ ہر کوئی اپنے بیٹے کو قربانی کی نذر مان کر کاٹنے لگے گا۔ تُو ایسی چیز کو شروع کرنے والا مت بن!، تُو اپنے ربّ کو کسی اور شکل میں راضی کر!۔۔۔'' اس کے بعد اُس نے تجویز پیش کی،'' تُو کسی کاہن سے پوچھ کہ وہ تجھے کوئی رستہ دکھائے۔''

یہ بات سُن کر عبدالمطّلب، خیبر میں مقیم قطبہ (یا سجاق) نامی کاہن کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا۔ کاہن نے پوچھا،'' آپ کے ہاں ایک انسان کی دِیّت کیا ہے؟''۔'' دس اونٹ ہے'' کے جواب میں اس نے کہا،'' دس اونٹ اور اپنے بیٹے کے درمیان قرعہ کھینچئے۔ قرعہ آپ کے بیٹے پر نکلے تو دس اونٹ بڑھا کر قرعہ دوبارہ کھینچئے۔ اونٹ بڑھاتے جایئے یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں پر نکل آئے۔

عبدالمطّلب فوراً مکہ لوٹ آئے اور وہی کیا جو کاہن نے کہا تھا۔ اونٹوں کی گنتی دس دس بڑھاتے ہوئے بار بار قرعہ کھینچا گیا۔ ہر بار عبداللہ پر ہی نکلا۔ لیکن اونٹوں کی گنتی سو پر پہنچے پر قرعہ اونٹوں پر نکل آیا۔ احتیاطاً قرعہ دو دفعہ مزید کھینچا گیا۔ دونوں بار ہی اونٹوں پر نکلا۔ عبدالمطّلب نے'' اللہ اکبرُ'' !اللہ اکبر!'' کہتے ہوئے تکبیر کے ساتھ اونٹ قربان کر دیئے۔ خود اُنہوں نے اور بیٹوں نے گوشت میں سے ذرا سا حصہ بھی نہ لیا۔ سب کا سب فقیروں میں تقسیم کر دیا گیا (۱۰)۔

آدمؑ سے لے کر تاریخ میں ایک تو اسمٰعیلؑ کو قربان کئے جانے کا واقعہ پایا جاتا ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کا نسب اسمٰعیلؑ سے آنے کی وجہ سے اُنہوں نے فرمایا'' میں دو قربانوں کا بیٹا ہوں'' (۱۱)۔

(۱۰) ابن سعد، الطبقات، ا، ۱۰۰-۹۹

(۱۱) ابن اسحاق، السیرۃ، ا، ص ۴۴-۳۸؛ ابن ھشام، السیرۃ، ا، ۵۶-۴۳؛ ابن سعد، الطبقات، ا، ۵۶-۵۵،۹۲،۱۰۸؛ طبری، تاریخ، ا، ۵۵۷؛ سہیلی، روض الانف، ص ا، ۱۲۳؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ا، ۱۲۸

بھی ہو سکتی ہیں ۔ اُنہوں نے کھدائی چھوڑ کر معاہدے کا راستہ اپنا لیا ۔ یہ کام ایک حاکم کی نگرانی میں حل کرنے کی خواہش کی ۔ بالآخر سب نے فیصلہ کیا کہ شام میں مقیم ایک کاہن اس بات کا فیصلہ کرے گا ۔ قریش کے چند معتبر لوگ فوراً روانہ ہو گئے ۔ راستے میں پانی کی نایابی اور حد سے زیادہ گرمی کی وجہ سے کاروان پریشان ہو کر رہ گیا اور حرکت کرنے کے قابل نہ رہے ۔ ایک قطرے پانی کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کو تیار تھے ۔ اس واحد آرزو کے باوجود جھلتے ریگستان میں ایک قطرہ پانی پا لینا اُن کے لئے ممکن نہ تھا ۔

سب نا امید ہو چکے تو عبدالمطلب نے اُن سے چلّا کر کہا، ''آؤ، آؤ! سب اکٹھے ہو جاؤ! میں نے تم سب کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے بھی کافی مقدار میں پانی ڈھونڈ لیا ہے!'' محمد ﷺ کا نور اپنی پیشانی میں لئے عبدالمطلب پانی کی تلاش کر رہے تھے کہ اُن کے اونٹ کا پاؤں ایک بڑے سے پتھر سے ٹکرایا اور پتھر اپنی جگہ سے کھسک گیا، نیچے سے پانی نکلنے لگا ۔ سب دوڑتے ہوئے آئے اور جی بھر کر پانی پیا اور دوبارہ زندگی پائی ۔

عبدالمطلب کی اس بڑائی کے بدلہ میں اہلِ قریش مجوب ہو کر بولے، ''اے عبدالمطلب! اب ہمارے پاس تمہیں کہنے کے لئے کوئی الفاظ نہیں ۔ زمزم کے کنویں کی کھدائی کے لئے سب سے لائق اور موزوں ذات تم ہی ہو ۔ اس معاملے میں آئیندہ کبھی مناقشہ نہ کریں گے ۔ اب حاکم کے لئے جانے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، واپس لوٹ چلیں ۔'' سب نے مکہ کا راستہ لیا اور پیشانی میں چمکتے نور کی حرمت کی بنا پر عبد المطلب زمزم کے کنویں کو کھول کر پانی نکالنے کے وظیفے سے شرف یاب ہوئے (۹) ۔

تیرا مشتاق ہوں یا خیر البشر، یا حبیب اللہ
جیسے مانگے پانی ہر دم زبان سوختہ ولب تشنہ

عبد اللہ کو قربان کئے جانے کی طلب

زمزم کا کنواں کھودنے کے بعد عبدالمطلب کی شان وشہرت میں چار چاند لگ گئے ۔ سالہا سال گزر گئے ۔ جنابِ حق نے دل کی گہرائی سے کی گئی دعا کو قبول کر کے عبدالمطلب کو حارث کے علاوہ دس بیٹے اور چھ بیٹیاں عنایت فرمائیں ۔ اُن کے بیٹوں کے نام : قصیم، ابولہب، حجل، مقوم، ضرار، زبیر، ابو طالب، عبداللہ، حمزہ اور عباس ہیں ۔ بیٹیاں : صفیہ، عاتکہ، اُمِّ حکیم بیضا، برّۃ، اُمیمہ اور عروئی تھیں ۔ عبدالمطلب اپنے بچوں میں سب سے زیادہ عبداللہ کو چاہتے تھے ۔ کیونکہ اُن کی پیشانی کا نور اب عبداللہ کی پیشانی میں چمکنا شروع ہو گیا تھا ۔

ایک دن عبدالمطلب کو خواب میں : ''اے عبدالمطلب! اپنی مَنّت کو پورا کر'' کہا گیا ۔ صبح کو عبد المطلب نے ایک بکرا قربان کر دیا ۔ رات کو خواب میں حکم دیا گیا، ''اس سے بڑی قربانی دے!'' صبح کو ایک گائے قربان کرنے کے باوجود رات خواب میں : ''اس سے بھی بڑی قربانی دے!'' حکم دیئے جانے پر اُنہوں نے پوچھا، ''اس سے بڑا کیا ہے؟'' تب بتایا گیا، ''تم نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو قربان

(۹) ابن ہشام، السیرۃ، ۱، ۱۴۵-۱۴۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۸۸-۸۱

والا راحت اور حضور پاتا۔ اُس دور کے حکمدار بھی عبدالمطلب کی فضیلت کی اور عظمت کی تصدیق کرتے۔ سوائے ایران کا کسریٰ اُن سے حسد کرتا، آشکارہ اور غائبانہ طور پر اُن کے خلاف دُشمنی پالتا رہا۔

عبدالمطلب دینِ حنیف کے تابع تھے، یعنی مسلمان تھے۔ یہ دین اُن کے جدِ امجد حضرت ابراہیمؑ کا دین تھا۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے کبھی بھی بت پرستی نہ کی حتٰی کبھی اُن کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ کعبہ کے اطراف میں اللہ تعالیٰ سے دُعا فرماتے، اُسی کی عبادت کرتے تھے۔

ایک روز اُن کی خواب میں کسی نے: ''اے عبدالمطلب! اُٹھ اور طیّبہ کو کھود!'' کہا اور غائب ہوگیا۔ اگلے روز اُس نے: ''اُٹھ، بَرّۃ کو کھود!'' کہا۔ تیسرے روز بھی پھر اس ذات نے: ''اُٹھ، مدنونہ کو کھود'' کہا۔ اِن خوابوں کا تسلسل ختم ہی نہیں ہورہا تھا۔ چوتھے روز پھر سے: اے عبدالمطلب! اُٹھ، زمزم کے کنوئیں کو کھود!'' کہنے پر عبدالمطلب نے سوال کیا، ''زمزم کیا ہے؟ کنواں کہاں ہے؟'' اُس ذات نے جواب دیا، ''زمزم ایک پانی ہے کہ جو کبھی کم نہیں ہوتا اور کبھی بھی اُس کے سرچشمہ تک نہیں پہنچا جاتا۔ دُنیا کے ہر چار سُو سے آئے حاجیوں کی کفایت کرے گا۔ جبرئیلؑ کے پر مارنے سے زمین سے پھوٹ نکلا تھا۔ وہ پانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیلؑ کے لئے پیدا فرمایا تھا۔ پیاسوں کو سیر کرے گا۔ بھوکوں کا پیٹ بھرے گا۔ بیماروں کو شفا دے گا۔ تمہیں اُسکی جگہ بتاتا ہوں۔ جب لوگ قربانی کرتے ہیں تو اس کے فُضلاء کو ایک جگہ پھینک دیتے ہیں۔ تم اُس جگہ پر دیکھو گے کہ سُرخ چونچ والا ایک کوّا آئے گا۔ اپنی چونچ سے وہ جگہ کھودے گا۔ کوّے کی کھودی جگہ پر تم چیونٹیوں کا ایک گھروندا بھی دیکھو گے۔ وہی زمزم کی جگہ ہے (۷)۔''

عبدالمطلب صبح سویرے ساتھ میں اپنے بیٹے حارث کو لے کر کعبہ کو چلے گئے اور ہیجان کے ساتھ انتظار کرنا شروع کردیا۔ خواب میں بیان کردہ شکل میں سُرخ چونچ والا ایک کوّا آیا اور ایک کھڈے میں آ بیٹھا اور زمین کھودنا شروع کردی۔ اُس کے نیچے سے چیونٹیوں کا ایک گھر نکل آیا۔ عبدالمطلب اور اُن کے بیٹے حارث نے فوراً وہ جگہ کھودنا شروع کردی۔ کچھ ہی دیر بعد اُنہیں کنویں کا منہ نظر آ گیا۔ عبدالمطلب نے اُسے دیکھتے ہی، ''اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر'' پکارنا شروع کردیا۔

شروع سے ہی اُس کنویں کی کھدائی کو غور سے دیکھنے والے اہلِ قریش، اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگے، اے عبدالمطلب! یہ ہمارے والد اسمٰعیلؑ کا کنواں ہے۔ اس پر ہمارا بھی حق ہے۔ تم کو چاہیے کہ ہمیں بھی اس کام میں شریک کرلو۔ عبدالمطلب نے فوراً مخالفت کی اور جواب دیا، ''نہیں! یہ کام ایک ایسا اہم وظیفہ تھا جو صرف مجھے عنایت کیا گیا۔'' اس پر اہلِ قریش نے کہا، ''تم اکیلے ہو۔ تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں۔ اس حالت میں ہمارا مقابلہ کرنا تمہارے لئے ممکن نہیں!'' تبھی اُن کا دِل ٹوٹ گیا۔ کیونکہ وہ سب اُن کو اکیلا ہونے کی وجہ سے حقارت سے دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے اپنے ہاتھ آسمان کی جانب اُٹھائے اور التجا کی، ''اے میرے ربّ! مجھے دَس بچے عنایت فرما۔ اگر تُو میری اس دُعا کو قبول فرمائے تو اُن میں سے ایک کو کعبہ پر قربان کردوں گا (۸)۔

عبدالمطلب یہ سمجھ گئے کہ کھدائی کا کام خطرناک موڑ لے رہا ہے اور اس کے نتیجہ میں شدید لڑائیاں

(۷) ابن اسحاق، السیرۃ، ص ۵-۲، ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۱۴۳؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۸۴-۸۳
(۸) ابن ھشام، السیرۃ، ۱، ۱۴۵-۱۴۴؛ ابن سعد، الطبقات، ۱، ۸۸؛ طبری، تاریخ ۱، ۱۲۸

وہ نور کچھ دیر ٹھہرا ماتھے کی آڑ میں	ٹھہرا رہا عرصہ دراز اس مقام میں
پھر منتقل ہوا نور پیشانی میں حوّا کی	رُکا رہا کچھ ماہ و سال وہاں بھی
شیث ہوئے پیدا ساتھ میں اس نور کے	چمک کر پیشانی میں تجلّی دکھادی نور نے
پہنچا پھر یہ نور ابراہیم اور اسمٰعیل میں	بات ہوتی ہے طویل گر کہوں تفصیل میں
بس اسی شکل میں متواتر و مسلسل	تا آنکہ ہونے تک مصطفٰی کو منتقل
رحمت للعالمین ٹھہرے وہ اپنی آمد سے	چمک اُٹھی پیشانی ٹھہرنے سے نور کے

آپؐ کے دادا عبدالمطلب

رسول اللہ ﷺ قبیلہ قریش کی بنی ہاشم شاخ سے ہیں۔ آپؐ کے والد عبداللہ ہیں۔ اُن کے والد شَعبہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دادا شعبہ مدینے میں پیدا ہوئے۔ شَعبہ اپنے والد ہاشم کے انتقال کے وقت ابھی بچے ہی تھے۔ ایک دن مدینہ میں اپنے ماموں کے گھر کے سامنے دوستوں کے ساتھ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے۔ اُنہیں دیکھنے والے بزرگان، شَعبہ کی پیشانی میں چمکتے نور کو دیکھ کر حیرانی سے اس بات کا اندازہ لگا رہے تھے کہ وہ ضرور کسی معزز انسان کا بیٹا ہے۔ شَعبہ کی باری آنے پر اُس نے کمان کو تان کر تیر کو ہدف کی طرف پھینکا۔ تیر عین ہدف پر لگتے ہی وہ ہیجان سے چلاّ یا: ''میں ہاشم کا بیٹا ہوں۔ بے شک کہ میرے تیر کو اپنا ہدف پانا ہی تھا۔'' اُس کے یہ الفاظ سُن کر لوگ سمجھ گئے کہ وہ مکہ کے ہاشم کا بیٹا ہے۔ اُس وقت ہاشم کا انتقال ہو چکا تھا۔ بنو عبد مناف کا ایک شخص مکّہ واپس آ کر ہاشم کے بھائی مطّلب کے پاس گیا اور کہا: ''مدینہ میں موجود تمہارا بھتیجا شعبہ نہایت عقلمند بچہ ہے۔ اُس کی پیشانی میں ہر کسی کو حیران کر دینے والا ایک نور چمکتا ہے۔ ایسے قیمتی بچے کو اپنے سے علیحدہ کرنا ٹھیک ہے کیا؟'' اُس کی اس بات پر مطّلب فوراً مدینہ گیا اور بھتیجے شَعبہ کو مکّہ لے آیا۔ مکّہ کی گلیوں میں جب کوئی پوچھتا کہ یہ بچہ کون ہے تو جواب میں'' میرا غلام ہے'' کہتا۔ اس کے بعد شعبہ کا نام عبدالمطلب یعنی مطّلب کا غلام مشہور ہو گیا۔

عبدالمطّلب اپنے چچا کی وفات تک اُس کے ساتھ رہے۔ عبدالمطّلب کے وجود سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ پیشانی میں اللہ کے حبیب محمد ﷺ کا نور چمکتا تھا، اپنے اطراف میں خیر و برکت بانٹتا جاتا تھا۔ جب بھی مکہ شہر میں خشک سالی اور قحط ہوتا تو مکہ کے لوگ عبدالمطلب کے ہاتھ کو پکڑ لیتے اور ضَبِیر پہاڑ پر لے جا کر اُنہیں دُعا کرنے کے لئے منت سماجت کرتے۔ وہ بھی کسی کی بات نہ جھٹلاتے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی شکل میں احسان کرنے کی دُعا کرتے۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن کی پیشانی میں چمکتے ہمارے پیغمبر ﷺ کے نور کی برکت سے اُن کی دُعا کو قبول فرماتا اور موسلا دھار بارش بھیجتا۔ اس طرح عبدالمطّلب کی قدر اور اعتبار دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ اہلِ مکہ نے انہیں اپنا سردار مقرر کر لیا۔ کوئی اُن کی مخالفت نہ کرتا، اُن کے حکم کے تابع ہونے

پاکیزہ ماؤں سے پیدا فرمایا۔ میرے کسی جدِ امجد کے اگر دو بیٹے ہوتے تو میں اِن میں سے سب سے نیک اور اچھے والے میں ہی پایا جاتا تھا۔''

حضرت آدمؑ سے لے کر بیٹے سے بیٹے کو منتقل ہوتا ہوا یہ نور طاروخ میں، اُن سے اُن کے بیٹے ابراہیمؑ، پھر اُن کے بیٹے اسمٰعیلؑ تک پہنچا۔ اُن کی پیشانی کو سورج کی مانند منور کرنے والا یہ نور اُن کی اولاد میں سے عدنان میں، اُن سے معد میں اور پھر نِزار میں منتقل ہوگیا۔ نِزار کی پیدائش پر اُن کے والد معد اپنے بیٹے کی پیشانی پر نور دیکھ کر بہت خوش ہوا، ایک بہت بڑی دعوت دیتے ہوئے کہا ''ایسے بیٹے کے لئے ایسی دعوت بھی بہت کم ہے'' ۔ان الفاظ کی بنا پر بچے کا نام نِزار رکھ دیا گیا، یعنی کم مقدار والی چیز۔ اُن کے بعد یہ نور، یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا ہوا اپنے حقیقی مالک ہمارے پیغمبر ﷺ تک آن پہنچا۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کا عدنان تک نسب مبارک کچھ ایسے ہے:

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں، عبداللہ، عبدالمطلب، ہاشم (عمرو) عبدمناف (مغیرہ)، قصی (زید)، کلاب، مُرّۃ، کعب، لوی، غالب، فِهر، مالک، نضر، کنانہ، خزیمۃ، مُدرکۃ (عامر)، الیاس، مُضر، نِزار، مِعد، عدنان کا بیٹا محمد ہوں۔ جس نسل سے میں منسوب ہوں وہ جب بھی دو شاخوں میں بٹی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ بہتر والی طرف میں ہی موجود رکھا۔۔۔''

محمد ﷺ
عبداللہ
عبدالمطلب (شعبہ)
ہاشم (عمرو)
عبدمناف (مغیرہ)
قصی (زید)
کلاب
مرۃ
کعب
لوی
غالب
فِهر
مالک
نضر
کنانہ
خزیمۃ
مدرکۃ (عامر)
الیاس
مُضر
نِزار
معد
عدنان

ایک اور حدیث میں فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے بنی ابراہیمؑ میں سے اسمٰعیلؑ کو چنا۔ بنی اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو چنا۔ بنی کنانہ میں سے بنی قریش کو چنا۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا۔ بنی ہاشم میں سے بنی عبدالمطلب کو چنا۔ بنی عبدالمطلب میں سے مجھے چنا (۲)۔''

(۲) ابن سعد، الطبقات، ۱، ۸۵۔

والداؤں سے گزرتے ہوئے، ہمارے پیغمبرﷺ تک آن پہنچا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ میں یوں ارشاد فرمایا ہے: ''آپؐ، یعنی آپؐ کا نور ہمیشہ سجدہ کرنے والوں میں سے منتقل کرتے ہوئے، آپؐ کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا، پہنچا دیا گیا (۴)۔''

حدیث شریف میں آیا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا۔ مجھے انسانوں کی سب سے اعلیٰ قسم سے بنایا۔ پھر اس قسم سے سب سے بہتر (عرب میں) کو چُنا، مجھے اِن میں سے بنایا۔ پھر گھروں میں سے خاندانوں میں سے سب اعلیٰ کو چُنا، مجھے اِن میں سے بنایا۔ اس طرح میری روح اور میرا جسم مخلوقات میں سے سب سے بہترین ہے۔ میرا نسب، میرے اجداد سب سے بہترین انسان ہیں۔''

ایک اور حدیث میں کچھ یوں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو نیستی (غیر موجود) سے وجود میں لایا۔ اس کے بعد، اِن میں سے سب سے زیادہ انسانوں کو پسند فرمایا، اُس کو شرف بخشا؛ انسانوں میں سے چُن لئے گئے افراد کو عرب میں بھیج دیا۔ عرب میں بھیجے گئے ان چُنے گئے افراد میں سے مجھے چُن لیا۔ مجھے ہر زمانے میں چُنے گئے افراد میں سے سب سے بہترین فرد میں رکھ دیا گیا۔ اسی لئے عرب میں مجھ سے متعلقہ لوگوں سے چاہت رکھنے والے، مجھے بھی چاہتے ہیں۔ اُن سے دُشمنی رکھنے والے، گویا مجھ سے بھی دُشمنی کرتے ہیں۔''

تخلیق کئے گئے سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ میں ذرّۂ محمدیؐ کی موجودگی کی وجہ سے اُن کی پیشانی میں آپؐ کا نور چمکتا تھا۔ یہ ذرّہ حضرتِ حوّا میں، اُن سے حضرت شیثؑ میں اور اسی طرح پاک مردوں سے پاک عورتوں میں اور پاک عورتوں سے پاک مردوں میں منتقل ہوتا رہا۔ نورِ محمدیؐ بھی اس ذرّے کے ساتھ ساتھ ایک پیشانی سے دوسری میں منتقل ہوتا رہا۔ ملائکہ جب بھی حضرت آدمؑ کے چہرے کی جانب دیکھتے، اُن کی پیشانی میں نورِ محمدیؐ کو دیکھتے اور اُس کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے۔

حضرت آدمؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے حضرت شیثؑ سے فرمایا: ''میرے بیٹے! تمہاری پیشانی میں چمکتا یہ نور، آخری پیغمبر محمدﷺ کا نور ہے۔ اس کو مومن، عفیف اور پاکیزہ عورتوں کو تسلیم کرنا اور اپنے بیٹے کو بھی ایسی ہی وصیت کرنا!'' محمدﷺ تک تمام والد اپنے بیٹوں کو ایسے ہی وصیت کرتے رہے۔ سب نے اس وصیت کو پورا کرتے ہوئے اعلیٰ ترین اور مہذب ترین لڑکیوں سے شادی کی۔ یہ نور، عورت سے مرد، پیشانی سے پیشانی منتقل ہوتا ہوا بالآخر اپنے حقیقی مالک تک پہنچ گیا۔ اگر رسول اللہﷺ کے کسی جدِ امجد کے دو بیٹے بھی ہوتے یا قبیلہ کی دو شاخیں ہو جاتی تو ہمارے پیغمبرﷺ کا نور سب سے عزت والی اور نیکی والی طرف ہی میں پایا جاتا۔ ہر عصر میں آپؐ کے جدِ امجد، اُن کے چہرے کے نور سے پہچانے جاتے رہے، آپؐ کے نور کی منتقلی والی نسل ایسی نسل تھی جسے خاص طور پر چنا گیا تھا اسی لئے ہر عصر میں اس نسل سے تعلق رکھنے والی ذات کا چہرہ بہت حسین اور نہایت نورانی ہوتا تھا۔ اس نور کی وجہ سے اپنے بھائیوں میں بھی منفرد ہوتا تھا، اس کا قبیلہ دیگر قبائل سے زیادہ باعزت اور اعلیٰ ہوتا تھا (۵)۔

اسی لئے ہمارے پیغمبرﷺ نے ایک حدیث شریف میں یوں فرمایا:

''میرے اجداد میں سے کسی نے کبھی بھی زنا کا ارتکاب نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے طیّب، اچھے والد اور

(۴) سورۃ الشعراء

(۵) قاضی عیاض، شفا شریف

نہ ہوتے تو، ہم مخلوقات پیدا ہی نہ کرتے (۲)''۔

ہر پیغمبرؑ اپنے دَور میں، اپنے علاقہ میں، اپنی پوری قوم میں ہر اعتبار سے بہترین ہوتا ہے۔ جبکہ محمد ﷺ، ہر زمانے میں، ہر مملکت میں، یعنی دُنیا کی تخلیق کے دن سے قیامت کے برپا ہونے تک، تمام مخلوقات میں ہر اعتبار سے سب سے زیادہ صاحبِ فضیلت ہیں۔ کوئی بھی کسی بھی اعتبار سے آپؐ سے بہتر نہیں ہے۔ جنابِ حق نے آپ کو ایسے ہی تخلیق فرمایا ہے۔

نورِ مبارک کی تخلیق

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چیز کی تخلیق سے پہلے، ہمارے محبوب پیغمبر ﷺ کے نورِ مبارک کو پیدا کیا۔ علمائے تفسیر و حدیث میں سے اکثر یوں بیان کرتے ہیں: ''جنابِ حق نے اپنے نور سے ایک لطیف اور معظم جو ہر تخلیق کر کے، اس سے تمام کائنات کو ایک ایک کر کے بنایا۔ اس جوہر کو ''نورِ محمدیؐ'' کہا جاتا ہے۔ سب ارواح اور اجسام کی شروعات اور سرچشمہ یہی جوہر ہے۔''

اصحابِ کرام میں سے حضرت جابر بن عبداللہ نے ایک دن سوال کیا: ''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کونسی چیز پیدا فرمائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''ہر چیز سے پہلے تمہارے پیغمبر کے یعنی میرے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔ اس وقت؛ لوح، قلم، جنت، جہنم، ملائکہ، سمٰوات، ارض، سورج، چاند، انسان اور جنّات نہ تھے''۔

آدم علیہ السلام کے قلب اور جسدِ شریف کی تخلیق کے بعد نورِ محمدیؐ اُن کی دو بھنوؤں کے درمیان میں رکھ دیا گیا۔ آدم علیہ السلام نے اُن میں روح پھونک دینے کے بعد، اپنی پیشانی میں زہرہ سیارے کی مانند ایک چمکتے نور کو محسوس کیا۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد جنابِ حق نے اُنہیں؛ ابومحمدؐ کہہ کر پکارا تھا یہ خطاب اُن کو الہام کیا گیا تھا اسے ادراک کر کے اُنہوں نے سوال کیا: ''اے میرے رب! تُو نے مجھے ابومحمدؐ کی کنیت کیوں دی؟'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ''اے آدم! سرکو اُٹھا!'' آدم علیہ السلام نے سر اُٹھا کر دیکھا تو عرشِ اعلیٰ پر ہمارے محبوب پیغمبر ﷺ کے نور سے لکھا نام 'احمد' دیکھا۔ تبھی اُنہوں نے سوال کیا: ''اے میرے ربّ! یہ کون ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ یہ تمہاری ذرّیت میں سے ایک پیغمبر ہے۔ اُس کا نام آسمانوں میں احمد، جبکہ زمین پر محمد ﷺ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو میں تمہیں تخلیق نہ کرتا۔ زمینوں اور آسمانوں کو بھی تخلیق نہ کرتا (۳)''۔

پاک پیشانیوں میں نور کی منتقلی

حضرت آدمؑ کی تخلیق کے بعد اُن پیشانی میں ہمارے پیغمبر ﷺ کا نورِ مبارک رکھ دیا گیا۔ یہ نور پیشانی میں چمکنا شروع ہوگیا۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا: آدمؑ سے لے کر تمام پاک والد اور تمام پاک

(۲) سیوطی، اللئالی المصنوعہ، ۱، ۲۷۲؛ عجلونی، کشف الخفاء، II، ۱۶۴۔
(۳) ابن عساکر، تاریخ دمشق، VII، ۴۳۷؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، VIII، ۱۹۸؛ شمس الدین شامی، سبل الھدیٰ، ۱، ۸۵۔

ہمارے پیغمبر ﷺ کا نورِ مبارک

محمد ﷺ : حبیب اللہ، محبوبِ خدا، تخلیق کردہ تمام انسانوں اور دیگر مخلوقات میں ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین، بہترین اور باعزت ہیں۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدح کئے گئے، تمام جن و انس کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے، آخری اور سب سے اعلیٰ پیغمبر ہیں۔ آپؐ سب عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے اور ہر چیز آپؐ کی حُرمت میں تخلیق کی گئی ہے۔ آپؐ کا اسمِ مبارک محمد ﷺ ہے یعنی وہ جس کی بار بار مدح کی گئی ہو، جس کی بہت تعریف کی گئی ہو۔ آپؐ کے دیگر اسمائے مبارکہ میں احمد، محمود، مصطفیٰ بھی ہیں۔ آپ کے والدِ محترم کا نام عبداللہ تھا۔ آپؐ ۵۳ قبل ہجری، ربیع الاوّل کی بارہویں تاریخ، پیر کی رات کو صبح کے قریب مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ مورخین کے مطابق یہ دن ۵۷۱ عیسوی کے ماہ اپریل کی ۲۰ تاریخ سے مطابقت رکھتا ہے۔

پیدائش سے کچھ ماہ پہلے آپؐ کے والد عبداللہ اور چھ سال کی عمر میں والدہ آمنہ بھی انتقال فرما گئی۔ اسی سبب سے ہمارے پیغمبر ﷺ کو ''دُرِّ یتیم (صدفِ کائنات میں پایا جانے والا واحد، بڑا اور سب سے قیمتی موتی)'' کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ آٹھ سال کی عمر تک آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کے پاس، اُن کی وفات کے بعد اپنے چچا ابو طالب کے پاس رہے۔ پچیس سال کی عمر میں آپؐ کی شادی ہماری والدہ خدیجۃ الکبریٰ سے ہوگئی۔ اس زوجہ سے پیدا ہونے والے پہلے بیٹے کا نام قاسم تھا۔ عربوں میں پہلے بیٹے کے باپ کے طور پر کنیت رکھنا عادت تھی۔ اسی لئے ہمارے پیغمبر ﷺ ''ابوالقاسم یعنی قاسم کا باپ'' بھی کہلائے۔

چالیس سال کی عمر میں اللہ کی جانب سے آپ کو سب جنّ و انس کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے جانے کی خبر دی گئی۔ تین سال بعد آپؐ نے سب کو ایمان کی دعوت دینا شروع کر دی۔ باون سال کی عمر میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔ ۶۲۲ عیسوی میں ترِپن سال کی عمر میں مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔ ستائیس دفعہ جنگ کی۔ ۱۱ ہجری (۶۳۲ عیسوی) کے ماہِ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ کو دوپہر سے پہلے، ۶۳ سال کی عمر میں مدینہ منوّرہ میں انتقال فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ نے سب پیغمبروں کو اُن کے ناموں سے مخاطب کرنے کے باوجود، آپ کو: ''حبیب (محبوب)'' کہہ کر التفات کیا۔ جنابِ حق نے ایک آیتِ کریمہ میں یوں فرمایا: ''ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا (۱)'' اور ایک حدیثِ قدسی میں یوں فرمایا: ''اگر آپؐ نہ ہوتے، اگر آپؐ

(۱) سورۃ الانبیا، ۲۱/۱۰۷

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چیز کی تخلیق سے پہلے محمد ﷺ کا نور تخلیق کیا۔ قرآنِ کریم میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔ حدیثِ قدسی میں بھی فرما دیا گیا: ''اگر آپؐ نہ ہوتے، اگر آپؐ نہ ہوتے تو ہم مخلوقات پیدا ہی نہ کرتے''۔

ایمان کی اصل شرط، ''حُبّ فی اللہ وبُغض فی اللہ'' ہے یعنی اللہ کے دوستوں سے محبت اور اس کے دُشمنوں سے نفرت کرنا ہے۔ یہ نہ ہو تو کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی اور منہ پر دے ماری جاتی ہے۔ اسی سبب سے صاحبِ عالم کی چاہت ہم پر فرض ہوگئی اور آپؐ کی محبت کو اپنے قلوب میں بٹھا لینا اور آپؐ کے حُسنِ اخلاق کو اپنانے کا حُکم دے دیا گیا۔

اس محبت کو جاری وساری رکھنے کے لئے، صدیوں سے رسولؐ اللہ کی حیاتِ مبارکہ پر کتابیں لکھی گئی، ابھی بھی لکھی جا رہی ہیں۔ آپؐ کی محبت کو اپنے قلوب میں بھر لینے کے لئے ہم نے علمائے اہلِ سُنت کی کُتب سے' ایک طویل تحقیق کے بعد' سلطانِ کائنات، رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو لکھنے کی سعی کی ہے۔

جنابِ حق، ہم سب کے دِلوں کو ہمارے پیغمبر ﷺ کی محبت سے بھر کر ہمیں علمائے اہلِ سُنت کے بتائے صحیح راستے پر قائم رکھے! آمین۔

پروفیسر ڈاکٹر رمضان آئیوالی

مقدّمہ

اللہ تعالٰی کی حمد اور اس کی دی ہوئی نعمتوں، مہربانیوں کے لئے بے انتہا شکر ہو۔۔۔ اس کے محبوب پیغمبر، خیر البشر، سب سے اعلیٰ و اولیٰ محمد ﷺ پر صلوٰۃ و سلام ہو اور آپؐ کے حسین و جمیل چہرے کی دید، آپ کے اقوال کو سننے سے شرف یاب ہونے کی بنا پر تمام انسانیت میں محترم ہوئے آپؐ کے تمام اصحاب کرامؓ اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں پر بھی صلوٰۃ و سلام ہو۔۔۔

تاریخ میں ایک دور ''دورِ جہالت'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس دور میں جزیرہ نما عرب میں لوگ بتوں کی پرستش کرتے، شراب پیتے، جوا کھیلتے تھے۔ معتبر وہی گردانا جاتا جو قوی ہو، عورتوں کو تجارتی مال کی مانند بیچا اور خریدا جاتا، بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ صرف جزیرہ نما عرب ہی نہیں پوری دُنیا ہی اندھیرے میں ڈوبی پڑی تھی۔ ایشیا، افریقہ اور یورپ میں بھی حالت اس سے مختلف نہ تھی۔ البتہ' چند ہی سہی' لیکن عقلِ سلیم کے مالک کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان حالات سے مضطرب اور پریشان تھے اور جنابِ حق کے نیازمند بن کر اس اندھیرے دور کے خاتمے کے لئے التجا کرتے رہتے تھے۔

اپنے بندوں پر مرحمت کرنے والے اللہ تعالٰی نے جیسا کہ مختلف ادوار میں متفرق جغرافیائی علاقہ جات میں بسنے والے انسانوں پر پیغمبر مبعوث فرمائے، اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ کو بھی اندھیرا دُور کرنے کے لئے آخری پیغمبر کا رُتبہ دے کر مبعوث فرمایا۔

جنابِ حق نے اپنی رحمت سے ہمیں آپ ﷺ کی اُمت بنا کر اپنی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت سے نواز دیا۔ اور بتا دیا کہ ہمیں آپؐ کا تابع ہونا اور آپؐ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اپنے رب کی عطا کردہ اس معظم نعمت کی بنا پر ہم اُس کی جتنی بھی حمد و ثنا اور شکر کریں کم ہے۔

علمائے اہلِ سُنت فرماتے ہیں کہ: ''ہر پیغمبرؑ اپنے دور میں، اپنے علاقہ میں، اپنی پوری قوم میں ہر اعتبار سے بہترین ہوتا ہے۔

جبکہ محمد ﷺ، ہر زمانے میں، ہر مملکت میں، یعنی دُنیا کی تخلیق کے دن سے قیامت کے برپا ہونے تک، تمام مخلوقات میں ہر اعتبار سے بہترین ہیں۔ کوئی بھی کسی بھی اعتبار سے اُن سے بہتر نہیں ہے۔۔۔''

فہرست مضامین

میرا پیغمبر ﷺ

میرا محبوب

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''

میرا پیغمبر ﷺ
میرا محبوب
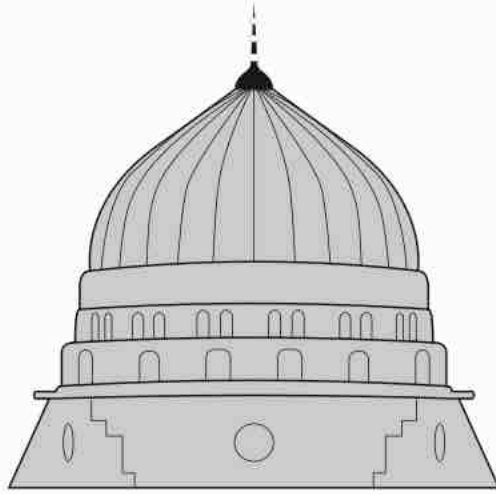
پروفیسر ڈاکٹر رمضان آئیوالی

مرمرہ یونیورسٹی کلیۃ الالٰہیات (استنبول)

ترجمہ:

ایسوسی ایٹ پروفیسر ڈُرمُش بُلگُر

ڈاکٹر مُحمد نعیم بٹ

2020